بسم الله الرحمن الرحيم

امام جلال الدین السیوطیؒ کے الدر المنثور فی التفسیر الماثور کا اردو ترجمہ، تخریج اور تحقیق

(سورۃ الانفال آیت: 1 تا سورہ ہود آیت: 123)

مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی

﴿حصہ اول﴾

مقالہ نگار: حشمت بیگم

نگران: پروفیسر ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء

انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اینڈ اریبک سٹڈیز

پشاور یونیورسٹی

نومبر 2011

امام جلال الدین السیوطیؒ کے الدر المنثور فی التفسیر الماثور کا اردو ترجمہ، تخریج اور تحقیق

(سورۃ الانفال آیت: 1 تا سورہ ہود آیت: 123)

مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی

﴿حصہ دوم﴾

مقالہ نگار: حشمت بیگم

نگران: پروفیسر ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء

انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اینڈ اریبک سٹڈیز

پشاور یونیورسٹی

نومبر 2011

﴿انتساب﴾

اپنے خالق اور مالک حقیقی اللہ جل شانہ کے نام جس نے مجھے
قلم پکڑنے کے قابل بنایا۔

﴿ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴾ العلق:۳،۴

کلمات تشکر

اللہ تعالیٰ ہی تمام حمد و ثناء اور تشکر کا سزاوار ہے، جس نے انسان کو تخلیق کیا اور قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ اسے علم کے ذریعے تفکر و تدبر کی طاقت دی اور جس نے مجھے اس عظیم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عنایت فرمائی۔ میں ان تمام خواتین و حضرات کی شکر گزار ہوں جنہوں نے اس سلسلے میں میرے ساتھ تعاون کیا بالخصوص اپنے محترم اور مشفق نگران جناب پروفیسر ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء صاحب(**حفظہ اللہ تعالی**) کی جنہوں نے مجھے اپنی شاگردی میں قبول فرمایااور میری کاوش کی پذیرائی فرمائی اور ان کی ترغیب ، حوصلہ افزائی اور رہنمائی سے اس تحقیقی کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے قابل ہوئی۔

تحقیق کے شعبے سے وابستہ لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ اس میدان میں پہلا قدم اٹھانا، کام کی نوعیت کو سمجھنا اور مطلوبہ کتابوں کی فراہمی ایک دشوار اور مشکل کام ہے لیکن قدرت نے اس مرحلے پر بھی میری دستگیری کی اور میرے محترم استاذ پروفیسر ڈاکٹر محمد عمر صاحب کی صورت میں ان مراحل کو میرے لئے آسان فرمایا۔ انہوں نے نہایت فراخ دلی اور مشفقانہ انداز سے میری معاونت فرمائی اور حدیث، تفسیر اور اسماء الرجال کے بنیادی مآخذ سے متعلق اپنی کتابیں فراہم کیں۔ اس کے ساتھ رہنمائی بھی فرماتے رہے۔ انہوں نے اپنی لائبریری کو علوم اسلامیہ کے موضوعات پر قدیم اور جدید کتب سے آراستہ کیا ہے جہاں سے ایک خلق مستفید ہو رہی ہے۔ **فجزاھم اللہ خیرا۔**

علاوہ ازیں میں اپنے دیگر تمام اساتذہ کرام کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں جن کی تربیت اور محنت سے میں تحقیقی مقالہ لکھنے کے قابل ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی شہید بینظیر بھٹو وومن یونیورسٹی،شعبہ اسلامیات،اور اسلامک سنٹر کے جملہ سٹاف ممبرز بھی میری اس کاوش میں شریک ہیں جنہوں نے نہایت اعلی ظرفی اور خندہ پیشانی سے میرے لئے مطلوبہ کتب مہیا کیں۔

تحقیقی مقالے کی کمپوزنگ ایک صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے۔اس سلسلے میں میرے محترم بھائی جنید اکبر صاحب نے جو خود بھی ریسرچ سکالر ہیں اور تفسیر کبیر پر مقالہ تحریر کر رہے ہیں لحہ بہ لحہ میری معاونت کرتے رہے بلکہ مشکلات کو دور کرنے میں انہوں نے بنیادی کردار ادا کیا۔اس علم پرور شخصیت کی میں بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی گو نا گوں مصروفیات کے باوجود اپنا قیمتی وقت مجھے دیا اور اس علمی تحقیق کی تکمیل میں میری ہر طرح سے معاونت کی۔**فجزاھم اللہ خیرا فی الدارین**۔

فرنٹیئر گرلز کالج کی پرنسپل محترمہ پروفیسر نزہت لیاقت کی بھی سپاس گزار ہوں جنھوں نے کمال مہربانی سے ہاسٹل کی سہولت فراہم کی جہاں پوری دل جمعی کے ساتھ مجھے کام کرنے کا موقع ملا۔

میں اپنے تمام دوست و احباب خصوصا ڈاکٹر خنساء الحاجی ، مس ثمینہ بیگم، مس فاطمہ صبا اور مس سیما نذیر کی شکرگزار ہوں جن کی مخلصانہ دعاؤں اور تعاون نے ہر آن مجھے تقویت بخشی۔ اپنی ہونہار طالبات خصوصا مریم نورین اور اپنے ساتھی ریسرچ سکالر، جانس خان صاحب ، میاں رفیع اللہ صاحب اور ڈاکٹر کریم داد صاحب کی علمی معاونت پر بھی بے حد ممنون ہوں۔اللہ تعالی ان کی مساعی کو شرف قبولیت بخشے۔

میرے اہل خانہ نے تحقیق کے دوران اس کام کے لئے جو سہولت اور وقت فراہم کیا اس سے مجھے اپنے کام کی تکمیل میں بہت آسانی رہی۔**فجزاهم الله خيرا**۔

لیکن جن دو عظیم ہستیوں کی مخلصانہ دعاؤں نے اس عملی کام کی تکمیل تک میرا ساتھ دیا وہ میرے والدین ہیں جو ہر لحہ میری کامیابیوں اور عافیت کے لئے رطب اللسان رہے۔اللہ تعالی انھیں صحت کے ساتھ لمبی زندگی عطا فرمائے۔ **رب ارحمهما كما ربيني صغيرا**۔

آخر میں اس دعاء کے ساتھ اختتام کرتی ہوں کہ اللہ تعالی اس تحقیقی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور ہم سب کی دنیا اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔**آمین یا رب العالمین**

والصلاة و السلام على سيد المرسلين واصحابه اجمعين۔

حشمت بیگم

لیکچرار (علوم اسلامیہ)

شہید بینظیر بھٹو وومن یونیورسٹی پشاور

﴿مقدمہ﴾

الحمد للہ حمداً کثیرا طیبا مبارکا فیہ، والصلاۃ و السلام علی سیدنا محمد و علی آلہ و صحبہ أجمعین و بعد:

قرآن کریم انسانوں کے لئے دستور حیات اور زندگی کا آئین ہے۔ اس کی تعلیمات و ہدایت اور احکام و مضامین ہمہ گیر بھی ہیں اور عالمگیر بھی اور پوری انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اپنے احاطے میں لئے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کتاب سے رہنمائی حاصل کرنے اور اس کو سمجھنے کیلئے اس میں غور و فکر اور اس کے معانی و مطالب معلوم کرنے کا حکم ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿کتب انزلنہ الیك مبارك لیدبروا ایتہ﴾[ص:۲۹]، ترجمہ: ہم نے یہ بابرکت کتاب آپ پر اتاری تاکہ لوگ اسکی آیات میں غور و فکر کریں۔

لیکن یہ غور و فکر و تدبر ان اصولوں اور قواعد کے اندر کی جائے گی جو رسول ﷺ کے زمانے سے تفسیر و تشریح قرآن کے لئے برتے جا رہے ہیں اور جن کی پیروی رسول اللہ ﷺ کے وفات سے صحابہ کرام نے کی، تابعین اور تبع تابعین نے کی۔تا آنکہ ان تمام اصولوں کو اکابر ائمہ تفسیر اور اہل علم نے دوسری اور تیسری صدی میں اس طرح مرتب کر دیا کہ بعد میں آنے والوں کے لئے ان کی پیروی بھی آسان ہوگئی اور قرآن مجید کی تفسیر و تشریح کے راستے بھی کھلتے چلے گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ دیگر علوم کی طرح علم تفسیر بھی کئی مراحل سے گزر کر ہم تک پہنچا ہے۔قرآن پاک کے پہلے شارح اور مفسر آپ ﷺ کی ذات گرامی ہی ہے۔ جب تک رسول ﷺ بقید حیات تھے، قرآن پاک کی تفسیر اور اس کی وضاحت اور تشریح کی ذمہ داری بھی رسول کریم ﷺ پر تھی لیکن جب آپ ﷺ وفات پا گئے تو یہ ذمہ داری خود بخود صحابہ کرام کے ذمہ ہوگئی اور انھوں نے مقدور بھر اس کی خدمت کی۔ ان کے بعد ان کے شاگردوں نے علم تفسیر میں گراں قدر خدمات سر انجام دیں، علم تفسیر کے قوانین مرتب کئے اور تفسیری روایات کو حفظ کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

صحیح معنوں میں جس دور سے تفسیر نگاری شروع ہوئی، اسے عصر تدوین کا نام دیا جاتا ہے جو اموی خلافت کے اواخر سے لے کر خلافت عباسیہ کے اوائل تک پھیلا ہوا ہے۔ اس عہد میں تفسیر نے باقاعدہ ایک فن کی حیثیت حاصل کرلی ۔اس دور میں لکھی جانے والی تفاسیر ،تفسیر بالماثور کا نمونہ ہے۔ کسی آیت کا معنی و مفہوم اگر قرآن کریم ہی کی کسی آیت سے واضح ہوتا ہو یا رسول کریم ﷺ کے ارشاد گرامی یا صحابہ و تابعین کے اقوال و آثار سے اس پر روشنی پڑتی ہو تو وہ تفسیر بالماثور(منقول تفسیر)

کہلاتی ہے۔مگر اس قسم کی تفاسیر میں اکثر مفسرین نے مفسرین سلف کے اقوال کو بلاسند درج کیا ہے جس سے من گھڑت اقوال اورموضوع احادیث نے بھی تفسیر میں جگہ پالی ہے۔ اس قسم کی تفاسیر میں سے ایک تفسیر الدر المنثور فی التفسیر بالماثور بھی ہے۔جس کے مصنف جلال الدین ابوا لفضل عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی ؒ ہیں۔آپ بہت بڑے محدث ، ادیب اور مجتہد ہیں۔ آپ رجب ۸۴۹ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے اور ۹۱۱ء میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔علامہ سیوطی ؒ علم حدیث اور اس کے متعلقہ فنون ، متون واسانید رواۃ اور استنباط احکام میں یکتائے روزگار تھے ۔ سرعت تصنیف و تالیف، سیلان قلم، اور دقت تحریر کے لئے مشہور ہیں۔ان کے شاگرد داؤدی کے مطابق استاذ گرامی ایک دن میں تین بڑے اجزاء تحریر کر لیا کرتے تھے۔ [الذھبی، التفسیر والمفسر ون، ج ۴، ص ۳۹]۔

تصانیف میں روایات کی تکثیر علامہ سیوطیؒ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔اس وجہ سے مذکورہ تفسیر میں بھی انہوں نے احادیث رسول ﷺ اور آثار صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی تعداد جمع کی ہے۔لیکن علم الحدیث اور روایت ودرایت میں بلند مقام ہونے کے باوجود روایات کے صحت کا کوئی انتظام نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے بہت سی ضعیف ، باطل، موضوع اور اسرائیلی روایات بھی اس کتاب میں جمع ہوگئیں۔جس کی وجہ سے تفسیر کے علمی رتبے میں کمی آئی اور اسے مستند نہیں مانا جاتا۔ اگر چہ اس تفسیر پر عبد الرزاق المھدی نے تخریج احادیث کے حوالہ سے کام کیا ہے مگر انہوں نے اس کا حق ادا نہیں کیا ۔حدیث پر حکم نہیں لگایا،رواۃ کی جرح یا تعدیل نہیں کی، بلاد اور اعلام کی توضیح نہیں کی اور نہ ہی فنی فہارس فراہم کئے ہیں۔

لہٰذا اس امر کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اس تفسیر کی ضعیف، باطل، موضوع اور اسرائیلی روایات کی نشاندہی کی جائے اور اس کی صحیح روایات منظر عام پر لائی جائیں ،ساتھ ساتھ سلیس اور آسان بامحاورہ اردو ترجمہ فراہم کر کے اسے عام قاری کے لئے بھی مفید بنایا جائے۔

تفسیر الدر المنثور کی اہمیت کے پیش نظر شعبہ اسلامیات ،انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اینڈ اریبک سٹڈیز، پشاور یونیورسٹی نے اس کا ایک مستند اورمحقق ایڈیشن منظر عام پر لانے کا آغاز کیا ہے ،چونکہ ایک بندے کے لئے اس پر کام مشکل تھا اس لئے متعدد سکالرز کو یہ کام سونپا گیا۔

اس ضمن میں مجھے سورۃ الانفال، سورۃ التوبۃ، سورۃ یونس اور سورۃ ھود کا حصہ دیا گیا ہے۔ جو اللہ تعالی کے فضل و کرم سے پایہ تکمیل تک پہنچنے کے بعد قارئین کے سامنے ہے۔

تلخیص

﴿تحقیق عمل کی تفصیل﴾

میں نے اپنے مقالے کو چار ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ ہر باب کی چار فصلیں ہیں۔ پہلا باب سورہ انفال، دوسرا سورہ توبہ، تیسرا سورہ یونس اور چوتھا سورہ ہود کے روایات پر مشتمل ہے۔ہر فصل سورت کے ایک یا متعدد رکوعات کی روایات کی تحقیق کرتی ہے، جس میں علامہ سیوطیؒ کی تقسیم آیات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

مقالے میں تحقیق کا منہج یہ اختیار کیا گیا ہے کہ:

۱۔ ہر صفحہ پر جتنی روایات آئی ہیں ان کو الف،بائی ترتیب سے ظاہر کیا گیا ہے۔

۲۔ ہر صفحے پر پہلی مرتبہ آنے والے اعلام، مقامات، قبائل، مشکل الفاظ یادیگر وضاحتوں کے لیے۱، ۲، ۳، کے نمبر دیئے گئے ہیں۔

۳۔ حاشیہ میں بھی اس ترتیب کا خیال رکھا گیا ہے۔ پہلے روایات کی تخریج درج کی گئی ہے اس کے بعد روایات میں وارد دیگر وضاحتوں کے لیے ۱،۲،۳۔۔ کے ذیل میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

۴۔ قرآنی آیات کا سلیس اور مستند اُردو ترجمہ کے لئے فتح محمد خان جالندھریؒ صاحب کا ترجمہ لیا گیا ہے۔تاہم اس میں ضرورت کے وقت مناسب ترمیم بھی کی گئی ہے۔

۵۔ تفسیر کے ذیل میں وارد آیات کی تخریج کی گئی ہے۔

۶۔ تفسیر میں وارد قراء ات کی ممکنہ حد تک کتب قراء ات سے توثیق کی گئی ہے۔

۷۔ متن میں موجود روایات کی تخریج کے لئے ممکنہ حد تک اس کے مطلوبہ کتب تک رسائی کی کوشش کی گئی ہے۔جن روایات کی تخریج ان کے اصل مصادر مفقود ہونے کی وجہ سے نہ ہوسکی ان کا ممکنہ حد تک متبادل حوالہ دیا گیا ہے۔لیکن اس میں بھی اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ وہ روایت اسی مطلوبہ راوی سے مروی ہو۔ بصورت دیگر ''دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی'' یا '' روایت نہیں ملی'' کی صورت میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

۸۔ احادیث مبارکہ کی تخریج کے بعد اصول جرح و تعدیل کی روشنی میں اس پر حکم لگایا گیا ہے۔اور محققین علماء کے اقوال کی روشنی میں ان کی حیثیت (صحیح،حسن،ضعیف، منکر اور موضوع) کو متعین کیا گیا

ہے۔

۹۔ امام صاحب اسرائیلی روایات بھی بیان کرتے ہیں۔ان کی نشان دہی کر کے الگ کرنا تحقیقی کام کا حصہ تھا۔مقالے کے آخر میں ان کی فہرست دی گئی ہے۔

۱۰۔ اشعار کو ممکنہ حد تک ان کے کہنے والوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

۱۱۔ راویوں کا مختصر اور جامع تعارف پیش کیا گیا ہے۔اور علمائے جرح و تعدیل کے اقوال کی روشنی میں ان کی ضعف اور ثقاہت بیان کرکے ان کی حیثیت متعین کی گئی ہے۔

۱۲۔ متن میں اگر کسی شخص یا صحابی کا نام آیا ہے تو ان کا بھی مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے تا کہ یہ لوگ مجہول نہ رہیں۔

۱۳۔ قبائل، بلدان اور جبال کی بھی توضیح کی گئی ہے۔

۱۴۔ تفسیر میں واردمشکل الفاظ کی توضیح اور ناموں کی تصحیح بھی حاشیہ میں کی گئی ہے۔

۱۵۔ آخر میں تحقیقی کاوش سے اخذ شدہ نتائج اور انکی روشنی میں سامنے آنے والی تجاویز و سفارشات دی گئی ہیں۔

۱۶۔ سب سے آخر میں علمی فہارس کے تحت فہرست آیات قرآنی، فہرست احادیث نبوی ﷺ فہرست اسرائیلیات،فہرست اشعار،فہرست مقامات،فہرست قبائل،فہرست جبال،فہرست اعلام اور فہرست مصادر و مراجع دی گئی ہیں۔جن میں حروف تہجی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

تحقیق کے دوران میں نے الدر المنثور کے جس نسخے سے استفادہ کیا وہ دارالکتب العلمیہ،بیروت، لبنان ،سے ۱۴۲۴ھ ۔۲۰۰۴ء کو شائع ہوا ہے جو سات(۷) جلدوں پر مشتمل ہے۔

منہج تحقیق (Methodology of Research):

زیر نظر تحقیقی مطالعہ کے لئے چونکہ بنیادی طورپر اطلاقی تحقیق(Applied Research) کا طریقہ کار مناسب ہوتا ہے اس لئے مقالے میں یہی طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے۔۔تحقیق و تنقید کے لئے عربی و اردو تفاسیر،کتب علوم القرآن، کتب حدیث و اصول حدیث، کتب اسماء الرجال، کتب اعلام و بلدان، اور کتب تاریخ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ www.shamela.ws سے بھی کافی حد تک استفادہ کیا گیا ہے۔

فہرست

باب سوم:

سورہ یونس کا اردو ترجمہ اور علمی تحقیق ٦٨٤

فصل دوم: رکوع نمبر۳،۴ کے روایات کی تحقیق

باب اول

سورہ الانفال کا اردو ترجمہ اور علمی تحقیق

فصل اول

رکوع نمبر ۱ کی روایات کی تحقیق

(آیت ۱ تا ۱۰)

(أ) امام نحاس (۱) نے ناسخ میں ،ابو الشیخ (۲)اور ابن مردویہ(۳)نے کئی طرق سے ابن عباس(۴) رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: سورۂ انفال مدینہ منورہ(۵) میں نازل ہوئی۔

(أ) النحاس: ابوجعفر أحمد بن محمد بن اسماعیل المرادی ،الناسخ والمنسوخ، تحقیق: محمد عبدالسلام محمد ، مکتبہ الفلاح الکویت، ط۱، ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸م ، سورۃ الانفال، ص ۴۵۱ ۔

(۱) نحاس : (۳۳۸ھ ۔ ۹۵۰م وفات) ابوجعفرالنحاس ، احمد بن محمد بن اسماعیل المرادی النحوی المصر ی مفسر اور ادیب تھے۔ سلیمان اخفش ، ابوعبدالرحمٰن النسائی ، ابواسحاق الزجاج، ابن الأنباری اور نفطویہ جیسے علماء وفضلاء سے استفادہ کیا۔ بہت سی مفید کتابیں یادگار چھوڑیں جن میں سے تفسیر القرآن الکریم ، ناسخ ومنسوخ ، کتاب اعراب القرآن ، التفاحہ وغیرہ شامل ہیں۔دیکھیں: الأ نودی ، احمد بن محمد ، طبقات المفسر ین ، تحقیق: سلیمان بن صالح الخزی، مکتبہ العلوم والحکم المدینۃ المنو رہ، ط۱ ، ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۷م ، رقم : ۹۴، ص ۷۲ ؛ السمعانی ، عبدالکریم بن محمد بن منصور ، الانساب ، تحقیق: محمد عبدالقادرعطاء دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط۱ ، ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م ،کل اجزاء : ۶، رقم : ۱۰۵۷۳ ، ج ۵ ، ص۳۶۱ ؛ ابن تغری، جمال الدین ابی المحاسن یوسف ، النجوم الزاھرۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط۱ ، ۱۴۱۳ھ۔۱۹۹۲م،کل اجزاء ۱۶، ج۳،ص ۳۴۴۔

(۲) ابوالشیخ: امام،حافظ، مسند زمانہ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن جعفربن حیان بہت سی کتابوں کے مصنف اور الشیخ الاصبہانی کے نام سے معروف ومشہور تھے۔ ۲۷۴ھ کو پیدا ہوئے۔ بچپن مین اپنے نانا محمود بن الفرج ، زاہد وغیرہ سے سماع حدیث کیا۔ '' کتاب السنۃ'' کتاب العظمۃ، طبقات المحدثین بأصبھان ان کی مشہورتصانیف ہیں۔ ۳۶۹ھ کو فوت ہوئے۔دیکھیں:الداودی، محمد بن علی بن احمد، طبقات المفسر ین ، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط۱، ۱۴۲۲ھ۔ ۲۰۰۱م ، رقم : ۲۲۹، ص۲۷۱ ؛ الکتانی: محمد بن جعفر ، الرسالۃ المستطر فۃ ، دارالبشائرالاسلامیۃ بیروت، ط ۶، ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۲م ،ص۳۸ ؛ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ج۴،ص۱۴۰۔

(۳) ابن مردویہ : (۳۲۳-۴۱۰ھ / ۹۳۵-۱۰۱۹م) ابوبکر احمدبن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی جو صاحب التاریخ والتفسیر والمسند تھے۔ابن مردویہ کبیر ہیں جبکہ ابن مردویہ صغیر محدث اصفہانی ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ ان کے پوتے تھے۔ابن مردویہ کبیر کے شیوخ میں ابو سہل بن زیاد القطان ، میمون بن اسحاق اور عبداللہ بن اسحاق الخراسا نی وغیرہ شامل ہیں۔ ان سے ابن مندہ ، ان کے بھائی عبدالوہاب اور ابوعبداللہ الثقفی وغیرہ نے روایت کی ہے۔دیکھیں: ابن العماد الحنبلی ، عبدالحی بن أحمد بن محمد ، شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ، تحقیق:مصطفیٰ عبدالقادرعطا ، دارالکتب العلمیۃ ،بیروت ، ط ۱، ۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸م ، کل اجزاء : ۹ ، ج ۳،ص ۳۳۶ ، ۳۳۷ ؛ السیوطی ، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر طبقات الحفاظ ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت ، ط ۲، ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۴م ، رقم: ۹۳۰ ، ص ۴۱۲ ؛ الذہبی ، محمد بن احمد بن عثمان ، شمس الدین ، العبر فی خبرمن عبر، دارالفکر ،بیروت ، ط ۱، ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷م ، کل اجزاء : ۲، ج ۱ ، ص ۴۲۰۔

---

(۴) ابن عباس : (۳ ق ھ۔۶۸ھ / ۶۱۹۔۶۸۷م) عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب القرشی الھاشمی ، ابوالعباس ، حبرالاٌمت جلیل القدرصحابی ہیں۔مکہ میں پیدا ہوئے اور زمانۂ نبوت میں پروان چڑھے۔حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ جمل اور جنگ صفین میں شریک رہے۔آخری عمر طائف میں گزاری اور وہیں وفات پائی۔ان سے ۱۶۶۰ اُحادیث مروی ہیں۔دیکھیں: ابن الاثیر ، عزالدین علی بن محمد، اُسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ، تحقیق: الشیخ خالد طرسوی، دارالکتب العربی، بیروت ، ط ۱، ۱۴۲۷ھ۔۲۰۰۶م ، کل اجزاء : ۵، رقم: ۳۰۳۸ ، ص ۹۶ ؛ ابن حجر ، احمد بن علی بن محمد بن محمد علی بن احمد ، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ، تحقیق: خلیل مأمون شیحا، دارالمعرفۃ، بیروت ،مطبع اور سال اشاعت نامعلوم ، کل اجزاء : ۴، رقم: ۴۷۸۳ ، ج ۲، ص ۱۰۷۴ ؛ ابن الجوزی ، عبدالرحمٰن بن علی ابوالفرج ، صفۃ الصفوۃ ، تحقیق: الشیخ خالد طرسوی ، دارالکتاب العربی بیروت طبع نامعلوم، ۱۴۲۹ھ۔۲۰۰۸م ، رقم : ۱۱۹، ص ۲۷۲۔

(۵) مدینہ منورہ: جزیرہ نمائے عرب کے صوبہ حجاز کا مقدس شہر ، اس کا پہلا نام یثرب تھا۔ آنحضرت ﷺ جب ہجرت فرماکر یثرب آئے تو انھوں نے مدینہ کا نام طابہ رکھ دیا۔مدینہ کے انتیس نام زیادہ مشہور ہیں۔جن میں طیبہ، طابہ ،مدینۃ النبیﷺ اور مدینۃ الرسول اور دارالہجرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔یہ مکہ مکرمہ سے تین سومیل اورینبع سے ایک سوتیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اورسطح سمندرسے ۶۰۰ میٹر بلندی پر ہے۔اس کے شمال میںجبل احد اور جنوب میں جبل عیر ہیں۔مدینہ منورہ میں چوبیس سے زیادہ پانی کے چشمے ہیں جن میں اہم ترین عین الزرقاء ہے۔ شہر کی آب وہوا شدید ہے کھجور، انگور اور انار مدینہ کے مشہور پھل ہیں۔دیکھیں: ابن منظور، محمد بن مکرم بن منظور ، لسان العرب ، مادہ: م د ن ، دارصادر ، بیروت ، ۱۳۷۴ھ۔۱۹۵۵م، کل اجزاء : ۱۵ ؛ دکتور شوقی ابو خلیل، اطلس القرآن ، مکتبہ دارالسلام، الریاض، ۱۴۲۴ھ ، کل اجزاء : ۱، ص ۳۲۳۔۳۲۶

(أ) امام ابن مرود یہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر [۱] رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورۃ انفال مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔

(ب) ابن مردویہ نے ذکر کیاہے کہ حضرت زیدبن ثابت [۲] رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " سورۃ الانفال مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔

(أ) ابن مردویہ کی متداول کتب میں یہ روایت نہیں ملی۔

(ب) ابن مردویہ کی متداول کتب میں یہ روایت نہیں ملی۔

(۱) عبداللہ بن زبیررضی اللہ عنہ: عبداللہ بن زبیر بن عوام قریشی، اُسدی، ابوبکر، زبیربن عوام اور اسماء بنت ابوبکرؓ کے بیٹے تھے۔ صغار صحابہ میں سے ہیں۔ ہجرت کے پہلے سال پیداہوئے فتح افریقہ، معرکہ قسطنطنیہ اور جنگ جمل میں اپنے والد اور خالہ عائشہؓ کے ساتھ شریک ہوئے۔ ۷۳ھ کو حجاج بن یوسف کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ان کی مرویات کی تعداد ۳۳ ہیں۔دیکھیں: ابن حجر ، الاصابۃ ، رقم : ۴۶۸۴ ؛ ابن الاثیر، أسد الغابۃ ، رقم : ۲۹۳۰ ؛ ابن عبدالبر، ابوعمریوسف بن عبداللہ بن محمد، الاستیعاب، تحقیق: الشیخ علی محمد عوض اور الشیخ عادل احمد عبدالموجود ، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط ۲، ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۲م ، کل اجزاء : ۴، ج ۳، ص ۳۹، رقم: ۱۵۵۳۔

(۲) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ : زید بن ثابت بن ضحاک بن زید انصاری، خزرجی، نجاری، کاتب الوحی، حبرالامت جلیل القدر صحابی ہیں۔ مدینہ منورہ کے مفتی تھے۔کم سنی کی وجہ سے بدرمیں شریک نہ ہوسکے۔ غزوۂ احد اور اس کے بعد کے غزوات میں برابرشرکت کی۔ آپؓ نے نبی پاک ﷺ کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے پندرہ دن میں عبرانی اور سریانی زبانیں سیکھیں تھیں۔ ابوبکرصدیقؓ نے جمع قرآن کے سلسلے میں آپؓ پر اعتماد کیا۔ آپ سے مروی روایات کی تعدادصرف ۹۲ہے۔جو روایت میں سخت احتیاط برتنے کا سبب تھا۔دیکھیں: ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، رقم: ۸۴۵ ؛ ابن الاثیر، أسد الغابۃ ، رقم : ۱۸۲۴ ؛ ابن حجر الاصابۃ ، رقم: ۲۸۸۱ ؛ ابن قانع، عبدالباقی بن قانع البغدادی، معجم الصحابۃ، تحقیق : ابراہیم قوتلای، دارالفکر، بیروت، ط ۱ ، ۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۴م ، کل اجزاء: ۱۵، ج ۵، ص ۱۶۹۱۔

(أ) سعید بن منصور(۱)، امام بخاری(۲)، ابن منذر(۳)، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے سعید بن جبیرؒ(۴) سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا: سورہ انفال کہاں نازل ہوئی؟ تو آپ نے فرمایا : یہ بدر (۵)میں نازل ہوئی۔ اور ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں وہ بدر کی سورت ہے۔

(أ) التفسیر من سنن سعید بن منصور ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۹۳۱ ؛ البخاری ، محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ ، الجامع الصحیح المختصر ، تحقیق : د۔مصطفیٰ دیب، دارابن کثیر الیمامۃ ، بیروت ، ط ۲، ۱۴۰۷ھ ۔ ۱۹۸۷م ، کل اجزاء: ۶ ، کتاب التفسیر ، باب یسألونک عن الأنفال، رقم : ۴۳۶۸ ؛ ابن المنذر ، ابوالشیخ اور ابن مردویہ کی روایت۔ جیسا کہ الشوکانی ، محمد بن علی بن محمد ، فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر ، دارالفکر بیروت ، کل اجزاء ۵ ، سورۃ الانفال ، ج ۲ ، ص ۲۸۲۔

(۱) سعیدبن منصور: سعید بن منصور بن شعبہ الخراسانی ، المروزی، البلخی، ابوعثمان، محدث، حافظ اور مفسر جوزجان میں پیدا ہوئے ۔ بلخ میں پلے بڑھے ، مختلف ملکوں کے اسفار کیے اور آخر میں مکہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۲۲۷ھ میں وفات پائی۔ " السنن" اور " قرآن العظیم" ان کی مشہور کتابیں ہیں۔دیکھیں: السیوطی، طبقات الحفاظ رقم: ۴۰۲ ؛ الذہبی، العبر ، ج ۱ ، ص ۱۹۸ ؛ ابن العماد، شذرات الذہب، ج ۲، ص ۱۷۰۔

(۲) امام بخاریؒ: (۱۹۴۔۲۵۶ھ / ۸۱۰۔۸۷۰م) امام ، حافظ، حجۃ، حبرالاسلام محمدبن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ البخاری صحیح بخاری کے مؤلف ہیں۔اس کے علاوہ تفسیر کبیر، تاریخ کبیروصغیر، کتاب الأدب المفرد، تاریخ اوسط، کتاب الضعفاء وغیرہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔امام بخاری نے امام أحمد بن حنبلؒ، محمد بن عبداللہ انصاری اور مکی بن ابراہیم وغیرہ سے روایت کیاہے۔جبکہ ان سے روایت کرنے والوں میں امام ترمذی ، النسائی ، امام مسلم وغیرہ شامل ہیں۔دیکھیں: ابن تغری، النجوم الزاھرۃ، ج ۳، ص ۳۲ ؛ الداوودی، طبقات المفسرین، رقم: ۴۶۳ ؛ الذہبی، العبر ، ج ۱، ص ۲۳۱ ؛ ابن شھبۃ، ابوبکربن أحمد بن محمد بن عمربن محمد ، طبقات الشافعیۃ، تحقیق: حافظ عبدالعلیم خان ، عالم الکتب ، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۷ھ۔ ۱۹۸۷م ، کل اجزاء: ۴، ج ۱، ص۸۳۔

(۳) ابن منذر: (۲۴۲۔۳۱۹ھ / ۸۵۶۔۹۳۱م) محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری، ابوبکر، امام، مجتہد ، فقیہہ ، شیخ الاسلام اور حافظ حدیث تھے۔ مکہ مکرمہ میں " شیخ الحرم" تھے۔ ان کے شیوخ میں الربیع بن سلیمان ، محمدبن میمون، محمد بن عبداللہ بن الحکم وغیرہ شامل ہیں۔جبکہ ان سے ابوبکر بن المقرئ ، محمد بن یحیٰ بن عمارالدمیاطی وغیرہ نے حدیث بیان کی ہے۔کتاب المبسوط، کتاب الاشراف اور کتاب التفسیر ان کی مشہور کتابیں ہیں۔دیکھیں: الذہبی، شمس الدین محمد بن احمدبن عثمان، سیرأعلام النبلاء، تحقیق: شعیب الأرناؤوط وآخرون، مؤسسۃ الرسالۃ، ط ۳، ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵م ، کل اجزاء: ۲۵ ، رقم : ۲۷۵ ؛ الذہبی، محمد بن احمد بن عثمان، میزان الاعتدال، تحقیق: علی محمد معوض، عادل احمدعبدالموجود، دارالکتب العلمیۃ،

بیروت، ط ۱ ، ۱۴۱۶ھ_۱۹۹۵م ، کل اجزاء: ۷ ، رقم : ۱۲۹۷ ، ج ۶، ص ۳۸۔

(۴) سعید بن جبیرؓ (۴۵_۹۵ھ / ۶۶۵_۷۱۴م) سعیدبن جبیر الاسدی، الکوفی ، ابوعبداللہ ، تابعی،کبارائمہ اور حدیث کے اکابر حفاظ میں سے تھے۔انھوں نے عبداللہ بن عمرؓ ، عبداللہ بن زبیر، ابوسعید الخدریؓ اور عبداللہ بن عباسؓ سے خاص طور پر علمی استفادہ کیا۔ ۹۵ھ میں حجاج بن یوسف کے حکم پر شہید کیے گئے اس وقت عمر باختلاف روایت ۵۷ یا ۵۹ سال تھی۔دیکھیں: الدارقطنی ، علی بن عمر بن احمد، ذکراسماء التابعین ومن بعدھم ، تحقیق: بوران الضناوی اور کمال یوسف الحوت، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ، ط ۱ ، ۱۴۰۶ھ_۱۹۸۵م، کل اجزاء: ۲ ، ج ۱، ص ۱۴۷ ، رقم: ۳۵۳ ؛ ابن حبان ، محمد بن حبان بن أحمد، کتاب الثقات، تحقیق: ابراہیم شمس الدین ، ترکی فرحان المصطفی، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۹ھ_ ۱۹۹۸م ، کل اجزاء : ۵ ، ج ۲، ص ۱۶۶ ، رقم : ۱۲۹۰ ؛ البخاری ، محمد بن اسماعیل ، التاریخ الصغیر، تحقیق: محمودابراہیم زاید، ط۱ ، ۱۴۰۶ھ_۱۹۸۶م ، دارالمعرفۃ بیروت ، کل اجزاء : ۲ ، ج ۱، ص ۲۴۲۔

(۵) بدر : مکہ اور مدینہ کے درمیان حجاز کا مشہور مقام جہاں عہد نبوی کا پہلا اہم غزوہ پیش آیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بدر بن یخلدبن النضر بن کنانہ کی طرف منسوب ہے۔ایک خیال یہ بھی ہے کہ بدربنوضمرہ کا ایک شخص تھا جس نے یہاں سکونت اختیار کی تھی۔ بدر بلندپہاڑیوں سے گھرا ہوا ایک دشوار گزار مقام ہے۔جس میں کئی کنویں اور باغات تھے جہاں قافلے عموماً پڑاؤ ڈالتے تھے۔ دیکھیں: یاقوت الحموی ، معجم البلدان ، باب الباء والدال، ج ۱، ص ۳۵۷ ، دارالفکر ، بیروت ، کل اجزاء: ۵ ؛ دکتور شوقی ابوخلیل ، أطلس القرآن ، ص ۳۴۶۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمہ:اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان رحم فرمانے والا ہے۔

یَسْأَلُونَکَ عَنِ الْأَنفَالِ قُلِ الْأَنفَالُ لِلّهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُواْ اللّهَ وَأَصْلِحُواْ ذَاتَ بِيْنِكُمْ وَأَطِيْعُواْ اللّهَ وَرَسُولَهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِيْنَ(۱)

ترجمہ: ''(اے محمد ﷺ!لوگ) تم سے غنیمت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ اس کا کیا حکم ہے) ۔ کہہ دو کہ غنیمت خدا اور اس کے رسول کا ہے، تو خدا سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو خدا اور اس کے رسول کے رسول کے حکم پر چلو''۔

(أ) ابن ابی شیبہ (۱) ، احمد (۲) ، ابن جریر (۳) اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے۔کہ سعد(۴) بن ابی

(أ) ابن ابی شیبہ ، ابوبکر عبداللہ بن محمد ، المصنف فی الأحادیث والآثار ، تحقیق : کمال یوسف الحوت، مکتبۃ الرشد ، الریاض ، ط۱، ۱۴۰۹ھ، کل اجزاء: ۷،کتاب السیر ،باب من جعل السلب للقاتل ،رقم : ۳۳۰۸۵ ؛ أحمد بن محمد بن حنبلؒ، المسند تحقیق : شعیب الأرنؤوط، عادل مرشد وآخرون ، مؤسسۃ الرسالۃ، ط۱، ۱۴۱۲ھ ۔ ۲۰۰۱م ، کتاب مسند العشرۃ المبشرین بالجنۃ،باب مسند سعد بن ابی وقاصؓ ، رقم: ۱۵۵۶ ؛ محمد بن جریر بن یزید ابوجعفر الطبری ، جامع البیان فی تأویل القرآن تحقیق أحمد شاکر ، مؤسسۃ الرسالۃ، ط۱، ۱۴۲۰ھ ۔ ۲۰۰۰م ،کل اجزاء : ۲۴ ، سورۃ الانفال آیۃ: ۱، رقم : ۱۵۶۵۹ ؛ ابن مردویہ کی روایت ۔ جیسا کہ : الزیلعی ، ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن محمد ،تخریج لأحادیث والآثارالواقعۃ فی تفسیر الکشاف للزمخشری،تحقیق عبداللہ بن عبدالرحمٰن السعد ، دار ابن خزیمۃ ، الریاض ، ط۱ ، ۱۴۱۴ھ ،کل اجزاء : ۴ ، سورۃ الانفال، ج ۲، ص ۹۔(حکم) : مسند امام احمد بن حنبلؒ کے محققین نے اسے حسن لغیرہ قراردیاہے۔ سند کے تمام رجال ثقہ ہیں جو صحیحین کے رجال ہیں سوائے اس کے کہ اس میں انقطاع ہے۔محمد بن عبیداللہ الثقفی نے سعد بن ابی وقاصؓ سے ملاقات نہیں کی ہے۔

(۱) ابن ابی شیبہ: (۱۵۹۔۲۳۵ھ / ۷۷۶۔۸۴۹م) عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی، الکوفی ، أبوبکر، محدث، امام العلم ، سید الحفاظ اور صاحب الکتب تھے۔عمر، حفظ اور مولد میں احمد بن حنبلؒ ، اسحاق بن راھویہ اور علی بن المدینی کے ہم عصر تھے۔ان سے شیخین، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت لی ہے۔ المصنف، المسند ، کتاب التفسیر، کتاب الایمان و کتاب الزکاۃ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔دیکھیں: الذھبی، سیر أعلام النبلاء ، رقم: ۴۴ ، ج ۱۱ ، ص ۱۲۲۔ ۲۔ الذھبی ، میزان الاعتدال ، ج ۴، ص ۱۸۲ ، رقم: ۴۵۵۴ ؛ الزرکلی، خیرالدین بن محمودبن محمد بن علی، الاعلام ، دارالعلم للملایین ، ط ۱۵ ، ۲۰۰۲م ،کل اجزاء : ۸ ، ج۴ ، ص ۱۱۷۔

(۲) أحمد : امام ، شیخ الاسلام أحمدبن محمد بن حنبلؒ بن ہلال الشیبانی المروزی، ابو عبداللہ بغداد میں پیدا ہوئے اور وہی پرورش پائی۔ طلب علم کے لئے کوفہ ، بصرہ ، مکہ ، مدینہ ، یمن ، شام ، الجزیرہ کے اسفار کیے۔محمد بن ادریس الشافعیؒ ،

عبدالرزاق بن ہمام ، سفیان بن عیینہ وغیرہ سے سماع حدیث کیا۔ ان کے شاگردوں میں ان کا بیٹا صالح اور عبداللہ ، شیخین ، ابوداؤد ، النسائی ، اُبوزرعۃ جیسے بڑے بڑے نام شامل ہیں۔مسئلہ خلق قرآن کے سلسلے میں آپ کو خلیفہ المتوکل باللہ نے کوڑے لگوائے تھے لیکن آپ اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے۔ ابن سعد نے انھیں ثقہ ثبت، صدوق اور کثیر الحدیث لکھا ہے۔ ۲۴۱ھ میں ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی ۔دیکھیں:ابن سعد، محمد بن منیع ہاشمی ، الطبقات الکبریٰ ، تحقیق: محمد عبدالقادرعطا ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت ، ط ۲ ، ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷م ، کل اجزاء : ۹ ، ج ۷ ، ص ۲۵۳ ، رقم: ۳۵۷۳ ؛ ابن حجر ، احمد بن علی بن محمد بن علی ، تقریب التھذیب ، تحقیق: الشیخ خلیل مأمون شیحا، دارالمعرفۃ ، بیروت ، ط۳ ، ۱۴۲۲ھ ۔ ۲۰۰۱م ، کل اجزاء : ۲ ، ج ۱ ، ص ۴۱ ، رقم : ۱۱۰ ؛ الخطیب البغدادی ، ابوبکراحمد بن علی ، تاریخ بغداد ، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطا ، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت ، ط ۲ ، ۱۴۲۵ھ ۔۲۰۰۴م ، کل اجزاء : ۱۴ ، ج ۵ ، ص ۱۷۸ ، رقم: ۲۶۳۲ ؛ ابن حبان ، الثقات ، ج ۵ ، ص ۱۲ ، رقم : ۵۰۔

(۳) ابن جریر: (۲۲۴۔۳۱۰ھ / ۸۳۹۔۹۲۳م)

محمد بن جریر بن یزید الطبر ی، ابوجعفر، مؤرخ، مفسر اور امام تھے ۔ آمل طبرستان میں پیدا ہوئے۔لیکن بغداد کو مستقل وطن بنایا اور وہی پر فوت ہوئے ۔ تاریخ الطبر ی،تفسیر الطبر ی، اختلاف الفقہاء ، جزء فی الاعتقاد اور القراء ات وغیرہ آپ کی مشہور ومعروف کتابیں ہیں۔دیکھیں: الاذنووی، طبقات المفسر ین، ص ۴۸ ، رقم : ۷۰ ؛ الداودی ، طبقات المفسر ین ، ص ۳۷۴ ، رقم: ۴۶۸ ؛ الذہبی ، العبر ، ج ۱ ، ص ۲۸۵ ؛ خلیل بن ایبک الصفدی ، الوافی بالوفیات ، تحقیق: أحمد الأرناؤوط ، ترکی مصطفیٰ ، داراحیاء التراث ، بیروت ، ط ۱، ۱۴۲۰ھ ۔ ۲۰۰۰م ، ج ۲ ، ص ۱۲۲۔

(۴) سعدبن ابی وقاصؓ : سعدبن مالک بن اُہیب ، ابواسحاق ، قریشی ، زہری ، نہایت بلند پایہ صحابی اور محمدرسول اللہ ﷺ کے ماموں تھے۔عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ” فداک أبی وأمی “ کے الفاظ رسول اللہ ﷺ کے زبان مبارک سے صرف آپ کے لئے ادا ہوئے۔حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ سعدبن ابی وقاصؓ کے ہم رکاب تھے۔ فاتح عراق بھی تھے۔ ۵۵ھ میں وفات پائی۔دیکھیں: ابن الاثیر ، اُسد الغابۃ ، ج ۲ ، ص ۲۶۵، رقم: ۲۰۳۹ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب ، ج ۲ ، ص ۱۷۱ ، رقم: ۹۶۸ ؛ ابن قانع ، معجم الصحابۃ، ج ۵ ، ص ۱۸۰۸۔

وقاصؓ نے فرمایا: جب بدر کا دن تھا تو میرا بھائی عمیر(۱) قتل ہوگیا اور میں نے سعید بن العاص (۲) کو قتل کیا اور اس کی تلوار لے لی۔ اسے ذاالکتیعہ(۳) کہا جاتا تھا۔ میں وہ تلوار لے کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اسے مال مقبوض (مال غنیمت) میں رکھ دو۔ پس میں اپنے پاس موجود ساز و سامان سمیت لوٹا اور اللہ تعالیٰ کے سوا میرے بھائی کے قتل اور میرے چھینے ہوئے مال کو لینے کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا۔ سو میں تھوڑی ہی دور آیا تھا کہ اتنے میں سورۃ انفال نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: جاؤ اور اپنی تلوار لے لو۔

---

(۱) عمیر : عمیر بن ابی وقاصؓ بن اھیب ، سعد بن ابی وقاصؓ کے بھائی تھے۔ بدر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے اور اسی غزوہ میں عمرو بن عبدود کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت عمر دس سال تھی۔ کم سنی کی وجہ سے آپ ﷺ نے اجازت نہیں دی مگر یہ رونے لگے۔ بالآخر محمد ﷺ نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی۔ دیکھیں: ابن الاثیر ، اُسد الغابۃ ، ج ۳، ص ۵۴۷، رقم: ۴۰۹۷ ؛ ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، ج ۳ ،ص ۲۹۴ ، رقم : ۲۰۱۹ ؛ ابن حجر ، الاصابۃ ، ج ۲ ، ص ۱۳۸۱، رقم: ۶۰۵۸۔

(۲) سعید بن العاص : سعید بن العاص مشرکین کی طرف سے غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے جن کو سعد بن ابی وقاصؓ نے قتل کردیا اور ان کی تلوار لی جس کا نام ذوالکتیفہ تھا۔ دیکھیں: مسند اُحمد ، کتاب مسند العشرۃ المبشرین بالجنۃ، باب: مسند سعد بن ابی وقاصؓ ، رقم : ۱۵۵۶۔

(۳) ذوالکتیعہ: الدر المنثور کے زیر استعمال مطبوعہ میں ذوالکتیعہ لکھا ہوا ہے جب کہ اصل میں ذوالکتیفہ ہے۔ کتیف طویل لوہے کو کہتے ہیں جو چوڑا ہو۔ گویا کہ وہ لوہے یا دوسرے دھات وغیرہ کی چادر ہو۔ چوڑی تلوار کو بھی کتیف کہتے ہیں۔ بدر کے دن سعد بن ابی وقاصؓ نے سعید بن عاص کو قتل کر کے اس کی تلوار لے لی تھی۔ اس تلوار کا نام ذوالکتیفہ تھا۔ دیکھیں: الزبیدی، محمد بن محمد بن عبدالرزاق ، تاج العروس من جواھر القاموس، تحقیق: عبدالسلام اُحمد فراج وآخرون ، وزارۃ الاعلام بالکویت، ۱۳۸۵ھ ۔ ۱۹۶۵ء ۔ مادۃ: (ک ت ف)

(أ) احمد، ابوداؤد(١) ، ترمذی(٢) اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، نسائی(٣)، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم(٤)، ابن مردویہ، حاکم(٥)اور آپ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور بیہقی(٦) نے اپنی سنن میں سعد رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے: یا رسول اللہ! ﷺ آج اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین سے نجات عطا فرمائی ہے۔ کیا یہ تلوار میرے لیے ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تلوار نہ تیرے لیے ہے اور نہ ہی میرے لیے ہے۔ اسے رکھ دو۔ سو میں نے اسے رکھ دیا اور پھر واپس لوٹ گیا ۔ میں نے دل میں کہا: قریب ہے آج یہ تلوار اسے دے دی جائے جو میری طرح کی آزمائش میں مبتلا نہیں کیا گیا کہ اچانک پیچھے سے مجھے ایک آدمی بلانے گیا۔ میں نے پوچھا: کیا کسی شے کا کوئی حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: تو نے مجھ سے اس تلوار کے بارے پوچھا ہے حالانکہ یہ میری نہیں ہے۔ بے شک یہ مجھے عطا کی گئی ہے۔لہٰذا اب یہ تیرے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنفَالِ قُلِ الْأَنفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ O

(أ)مسند امام احمد بن حنبلؒ ، مسند باقی العشرة المبشرین بالجنة ، مسند ابی اسحاق سعد بن ابی وقاصؓ، رقم: ١٥٣٨ : أبوداؤد ، سلیمان بن أشعث ، سنن ابی داؤد ، تحقیق: محمد محی الدین عبدالحمید ، دارالفکر بیروت، ١٤٤١ھ ـ ١٩٩٤م ، کل اجزاء ٤، کتاب الجهاد، باب : فی النفل، رقم : ٢٧٤٠ : الترمذی، محمد بن عیسیٰ، أبوعیسیٰ، الجامع الصحیح سنن الترمذی ، تحقیق أحمد محمد شاکر و آخرون، داراحیاء التراث العربی ، بیروت ، کل اجزاء : ٥ ، کتاب التفسیر ، باب : ومن سورة الانفال رقم: ٣٠٧٩ : النسائی ، احمد بن شعیب ابوعبدالرحمٰن ، سنن النسائی الکبری، تحقیق : عبدالغفار سلیمان البنداری، سید کسروی حسن ، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ١ ، ١٤١١ھ ـ ١٩٩١م ، کل اجزاء ٦، کتاب التفسیر ، سورة الانفال، رقم : ١١١٩٦ : تفسیر الطبری ، سورة الانفال، رقم ١٥٦٥٦ : ابن ابی حاتم ، تفسیر القرآن العظیم ، تحقیق : أسعد محمد الطیب، المکتبة العصریة ، صیدا وبیروت، ط ٢ ، ١٤١٩ھ ـ ١٩٩٩م ، سورة الانفال، رقم : ٨٦٥ : الحاکم ، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، تحقیق : مصطفیٰ عبدالقادرعطا، دارالکتب العلمیة ، بیروت ، ط١ ، ١٤١١ھ ـ ١٩٩٠م ، کل اجزاء ٤ ، کتاب: قسم الفیء ، رقم : ٢٥٩٥ : البیہقی ، احمد بن الحسین بن علی ، سنن البیہقی الکبری ، تحقیق : محمد عبدالقادر عطا، مکتبة دارالباز ، مکة المکرّمة، ١٤١٤ھ ـ ١٩٩٤ م ، کل اجزاء : ١٠ ، کتاب : قسم الفیء و الغنیمة، باب: مصرف الغنیمة ، رقم : ١٢٤٩١ـ **(حکم)**: شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے: (محمد ناصرالدین الالبانی ، صحیح سنن ابی داؤد ، المکتب الاسلامی ، بیروت ، ١٤٠٨ھ ـ ١٩٨٨م ، رقم: ٢٣٧٨ ، ج ٢ ، ص ٥٢٣)

(١) ابوداؤد : (٢٠٢ـ٢٧٥ھ / ٨١٧ـ٨٨٩م) سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر الازدی السجستانی ، ابوداؤد بلند پایہ فقیہ اور جلیل القدرمحدث تھے ۔ ان کی ” السنن“ صحاح ستہ میں گنی جاتی ہے۔ جس میں انھوں نے ٤٨٠٠ احادیث ٥٠٠،٠٠٠ کے مجموعے سے اخذ کرکے جمع کی ہیں۔حصول علم کے لئے انھوں نے لمبے سفر کیے۔ابن حجر نے انھیں ثقہ

(بقیہ حاشیہ)

حافظ لکھا ہے۔دیکھیں: ابن حبان ، کتاب الثقات ، ج ۵ ،ص ۱۹۷ ، رقم : ۱۴۳۹ ؛ ابن حجر ،تقریب التھذیب ، ج ۱ ،ص ۳۱۱ ، رقم: ۲۷۹۲ ؛ ابن ابی حاتم ، عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم محمد بن ادریس ، الجرح والتعدیل ،تحقیق : مصطفیٰ عبدالقادر عطاء دارالکتب العلمیۃ بیروت ، ط ۱ ،۱۴۲۲ھ ـ۲۰۰۲م ،کل اجزاء : ۱۰ ، ج ۴ ،ص ۹۹، رقم : ۵۵۷۵۔

(۲) ترمذی : (۲۰۹ـ۲۷۹ھ / ۸۲۴ـ۸۹۲م) محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ الترمذی ، ابو عیسیٰ حدیث کے علماء وحفاظ میں سے تھے۔ دریائے جیحون کے قریب ترمذ میں رہائش پذیر تھے۔خراسان ، عراق اور حجاز کے سفر کیے ۔ ان کی تصانیف میں '' صحیح الترمذی '' ، '' الشمائل النبویۃ'' ، ''العلل'' ، ''التاریخ '' قابل ذکر ہیں۔ حفظ میں ضرب المثل تھے ۔آخری عمر میں بینائی جاتی رہی۔ترمذ ہی میں وفات پائے ۔دیکھیں: ابن تغری : النجوم الزاھرۃ ، ج ۳ ،ص ۹۳ ؛ الذہبی ، العبر ، ج ۱ ، ص ۵۱ ؛ ابن حجر ،تقریب التھذیب ، ج ۲ ،ص ۲۰۶ ، رقم : ۶۹۸۷ ؛ ابن حبان ، کتاب الثقات ، ج ۵ ،ص ۵۰۲ ، رقم : ۲۷۱۵۔

(۳) النسائی: (۲۱۵ـ۳۰۳ھ / ۸۳۰ـ۹۱۵م) أحمد بن شعیب بن علی بن سنان الخراسانی ، ابو عبدالرحمٰن قاضی ، حافظ حدیث ، امام ، شیخ الاسلام خراسان کے نساء نامی گاؤں سے تعلق رکھتے تھے۔حصول علم کے لئے لمبے لمبے سفر کیے، حدیث میں آپ کی مشہور کتاب '' السنن'' ہے۔آخر میں مصر میں سکونت پذیر ہوئے ۔ لیکن وہاں کے مشائخ نے ان سے حسد کیا اور انہیں رملہ فلسطین جانے پر مجبور کیا۔ وہیں ان کا انتقال ہوا اور بیت المقدس میں دفن کیے گئے۔دیکھیں: السیوطی ، عبدالرحمٰن بن أبی بکر ، حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاھرۃ ، محقق: محمدابوالفضل ابراہیم ، دارا أحیاء الکتب العربیۃ، مصر ، ط ۱، ۱۳۸۷ھ۔ ۱۹۶۷م ،کل اجزاء : ۲ ، ج ۱،ص ۳۴۹ ، رقم : ۴۵ ؛ السمعانی، الأنساب ، ج ۵ ،ص ۳۸۱ ، رقم : ۱۰۶۵۱۔ ۳ ۔ الکتانی ، الرسالۃالمستطرفۃ ،ص ۱۱ ؛ ابن حجر ، تقریب التھذیب ، ج ۱ ،ص ۳۶ ، رقم: ۵۷۔

(۴) ابن ابی حاتم : (۲۴۰ـ۳۲۷ھـ۸۵۴ـ۹۳۸م) امام ، حافظ ، شیخ الاسلام ، عبدالرحمٰن بن محمد ابی حاتم بن ادریس بن المنذر التمیمی ، الحنظلی الرازی، ابومحمد کبار حفظ حدیث میں سے تھے۔ رجال حدیث کے ماہر عالم تھے۔الجرح والتعدیل ، التفسیر الکبیر اور کتاب العلل ان کی مشہور ومفید کتابیں ہیں۔دیکھیں: الکتانی ، الرسالۃالمستطرفۃ ،ص ۷۲ ؛ الذہبی ، میزان الاعتدال ، رقم: ۴۹۷۰ ؛ الزرکلی ، الأعلام ، ج ۳ ،ص ۳۲۴۔

(۵) الحاکم : (۳۲۱ ـ۴۰۵ھ / ۹۳۳ـ۱۰۱۴م) امام ، حافظ ، شیخ المحدثین محمد بن عبداللہ بن حمدویہ النیشاپوری ، ابو عبداللہ : حاکم کے نام سے جانے جاتے ہیں۔انھوں نے تقریباً دو ہزار شیوخ سے سماع کیا۔ان کے اساتذہ میں ابو علی

(أ) ابن منذر اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چار آیات میرے بارے میں نازل ہوئیں والدین کے ساتھ حسن سلوک ، مال غنیمت ثلث اور شراب کی حرمت۔

(بقیہ حاشیہ)

الحافظ ، ابو احمد الحاکم اور دارقطنی جیسے اہل علم شامل ہیں۔معرفۃ علوم الحدیث ، المدخل ، المستدرک علی الصحیحین ، فضائل الشافعی وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔دیکھیں:خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، ج ۳ ، ص ۹۳ ، رقم: ۱۰۹۶ ؛ الذہبی ، سیر أعلام النبلاء ، ج ۱۷ ، ص ۱۶۲ ، رقم: ۱۰۰ ؛ الذہبی ، العبر ج ۱ ، ص : ۴۱۶ ؛

(٦) بیہقی : (۳۸۴۔۴۵۸ھ / ۹۹۴۔۱۰۶۶ء) أحمد بن الحسین بن علی ، ابوبکر ائمہ حدیث میں سے ہیں انھوں نے امام حاکم سے سماع کیا اورعلم کی تکمیل کی ۔ ان کے علاوہ بھی کئی جلیل القدر علماء سے استفادہ کیا۔ انھوں نے کئی نفع بخش تصانیف مرتب کیں جن میں سنن الکبریٰ ، السنن الصغریٰ ، کتاب السنن والآثار ، الترغیب والترھیب ، کتاب الزھد ، الأسماء والصفات ، دلائل النبوۃ ، شعب الایمان ، مناقب الامام الشافعی وغیرہ شامل ہیں۔انکی آخری آرامگاہ نیشاپور کے ایک علاقے بیہق میں ہے۔دیکھیں:السمعانی ، الأنساب ، ج ۱ ، ص ۴۶۱ ، رقم: ۱۵۹۸ ؛ لذہبی، العبر، ج ۱ ، ص : ۴۷۶ ؛ الزرکلی ، الأعلام ، ج ۱ ، ص ۱۱۶ ؛ الذہبی ، سیرأعلام النبلاء ، ج ۱۸ ، ص ۱۶۳ ، رقم: ۸۶۔

(أ) ابن منذر اور ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) طیالسی(۱)، بخاری نے الادب المفرد میں، مسلم(۲)، نحاس نے ناسخ میں، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: کتاب اللہ میں سے چار آیات میرے بارے میں نازل ہوئیں: میری ماں نے یہ قسم کھائی کہ وہ نہ کھائے گی اور نہ پیے گی یہاں تک کہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ سے مفارقت اور علیحدگی اختیار کرلوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَإِن جَاهَدَكَ عَلَى أَن تُشْرِكَ بِي مَا

(ب) ابوداؤد الطیالسی ، سلیمان بن داؤد ، مسند ابی داؤدالطیالسی ، دارالمعرفۃ ، بیروت ، طبع وتاریخ طبع نامعلوم، أحادیث سعدبن ابی وقاصؓ ، رقم : ۲۰۸ ؛ البخاری ، محمد بن اسماعیل ، الأدب المفرد ، تحقیق : محمد فواد عبدالباقی ، دارالبشائرالاسلامیہ ، بیروت ، کتاب الوالدان ، باب : برالوالد المشرک ، رقم: ۲۴ ؛ امام مسلم ،مسلم بن الحجاج نیشاپوری ، صحیح مسلم ، تحقیق : محمد فوادعبدالباقی ، داراحیاء التراث العربی ، بیروت ، طبع وتاریخ طبع نامعلوم ، کل اجزاء : ۵ ، کتاب : فضائل الصحابۃ ، باب فی فضل سعد بن ابی وقاصؓ ، رقم : ۱۷۴۸ ؛ النحاس ، الناسخ والمنسوخ ، ص ۴۵۴ ؛ ابوبکرالبیہقی ، احمدبن الحسین بن علی ،شعب الایمان ، تحقیق: د.عبدالعلی عبدالحمید حامد،احمدبن حسین بن علی ، مکتبہ الرشد للنشر والتوزیع ، الریاض ، ط ۱، ۱۴۲۳ ھ ـ ۲۰۰۳م ، کل اجزاء : ۱۴ ، برالوالدین ، رقم: ۷۵۵۶ (حکم) : صحیح : امام مسلم نے اس کو ذکر کیا ہے۔

(۱) طیالسی: (۱۳۳ـ۲۰۴ھ / ۷۵۰ـ۸۱۹م) سلیمان بن داودبن الجارود ، ابوداود الطیالسی ، کبار حفاظ حدیث میں سے تھے۔ فارسی الأصل تھے۔بصرہ میں رہتے تھے اور وہیں وفات پائی۔ ان کی مسند کو تمام مسند پر شرف تقدم زمانی حاصل ہے نیز اس مسند میں ثنائی روایات بھی موجود ہیں اور ثلاثیات تو بہت زیادہ ہیں۔العجلی نے انھیں بصری ، ثقۃ،کثیر الحدیث لکھا ہے۔دیکھیں:ابن منجویہ ، ابوبکرأحمد بن علی الأصبھانی ، رجال صحیح مسلم ، تحقیق : عبداللہ اللیثی، دارالمعرفہ بیروت، ط ۱، ۱۴۰۷ھـ۱۹۸۷م ، کل اجزاء : ۲ ، ج ۱ ، ص ۲۶۹ ، رقم: ۵۷۷ ؛ العجلی ، أحمد بن عبداللہ بن صالح أبوالحسن ، تاریخ الثقات ، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت ، ط ۱، ۱۴۰۵ھـ۱۹۸۴م ، کل اجزاء : ۱ ، ص ۲۰۱، رقم: ۶۰۹ ؛ الذہبی، محمدبن أحمدبن عثمان ، الکاشف ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت ، ط ۱، ۱۴۰۳ھـ۱۹۸۳م ، کل اجزاء :۴ ، ج ۱ ، ص ۳۱۳ ، رقم : ۲۱۰۲۔

(۲) مسلم : (۲۰۴ـ۲۶۱ھ / ۸۲۰ـ۸۷۵م) مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیساپوری ، أبوالحسین کبارائمہ اور حفاظ حدیث میں سے تھے۔حجاز، مصر، شام اور عراق کے سفر کیے۔صحیح مسلم ان کی مشہور ترین کتاب ہے۔جس میں انہوں نے بارہ ہزار احادیث جمع کی ہیں۔اس کے علاوہ ان کی تصانیف میں المسند الکبیر ، الکنی والاسماء ، مشائخ الثوری ، کتاب أولاد الصحابہ ،کتاب المخضر مین وغیرہ شامل ہیں۔دیکھیں: الزرکلی ، الأعلام ، ج ۷ ، ص ۲۲۱ ؛ الکتانی ، الرسالۃ المستطرفۃ ، ص ۱۱ ؛ ابن حجر ،تقریب التھذیب ، ج ۲ ، ص ۲۵۱ ، رقم: ۷۴۶۱ ؛ ابن ابی حاتم ، الجرح والتعدیل ، ج ۸، ص ۲۰۹ ، رقم : ۷۹۷۔

لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۝ (۱) ’’اور اگر وہ دباؤ ڈالیں تم پر تو میرا شریک ٹھہرائے اس کو جس کا تجھے علم تک نہیں ہے ۔تو ان کا یہ کہنا نہ مان البتہ گزران کرو ان کے ساتھ دنیا میں خوب صورتی سے‘‘۔ دوسری آیت تب نازل ہوئی جب کہ میں نے تلوار پکڑی تھی اور وہ مجھے پسند تھی۔ تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ! ﷺ یہ مجھے عطا فرمادیجئے۔تو یہ آیت نازل ہوئی يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْأَنفَالِ ’’وہ آپ سے غنیموں کے متعلق دریافت کرتے ہیں‘‘ ۔ تیسری آیت تب نازل ہوئی کہ میں بیمار تھا تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے ۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنا مال تقسیم کر دوں۔ کیا میں نصف کی وصیت کرسکتا ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا: کیا ثلث یعنی تیسرے حصے کی؟ تو آپ اللہ ﷺ نے سکوت اختیار فرمایا۔تو اس کے بعد ثلث جائز ہوا۔اور چوتھی آیت کا سبب یہ بنا کہ میں نے انصار کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر شراب پی۔ تو ان میں سے ایک آدمی نے میری ناک پر اونٹ کی ہڈی دے ماری۔ سو میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے شراب کے حرام ہونے کا حکم نازل فرمایا۔

(أ) عبد بن حمید(۲)، نحاس، ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے سعدرضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کثیر تعداد میں مال غنیمت آیا، اس میں ایک تلوار تھی۔ میں نے وہ لے لی اور لے کر رسول اللہ ﷺ کے بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ یہ تلوار مجھے عطا فرمادیجئے۔ کیونکہ میں اس کے بارے میں جانتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا : تو اسے وہیں لوٹا دے جہاں سے تونے اسے لیا ہے۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ واپس لوٹ گیا۔ یہاں تک کہ جب میں نے اسے مال مقبوض میں پھینکنے کا ارادہ کیا، تو میرے نفس نے مجھے روک لیا۔ چنانچہ میں پھر آپ ﷺ کی طرف لوٹ کر آیا۔ اور عرض کی: یہ مجھے عطا فرمادیجئے۔تو آپ ﷺ نے میرے لیے اپنی آواز کو سخت کیا اور فرمایا: اسے وہیں لوٹا دو جہاں سے تم نے اسے لیا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت فرمائی۔ يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْأَنفَالِ ۔

(أ) النحاس ، الناسخ والمنسوخ ، ص ۴۵۴ ؛ عبدبن حمید ، ابوالشیخ ،ابن مردویہ کی روایت نہیں ملی۔ ابو یعلی الموصلی ، أحمد بن علی، مسندابی یعلی ، تحقیق: حسین سلیم أسد ، ط ۱ ، ۱۴۰۴ھ۔۱۹۸۴م ، کل اجزاء : ۱۳ ، مسند سعدبن ابی وقاص ، رقم : ۷۸۲۔ (حکم) : مسند ابی یعلی کے محقق حسین سلیم أسد نے اسے صحیح الأسناد کہا ہے۔ (۱) لقمان : (۱۵)

(۲) عبدبن حمید : امام ، حافظ ، حجۃ ، ابومحمد عبدبن حمید بن نصر الکسی، ان کا نام عبدالحمید تھا۔ ان کے شیوخ میں یزید بن ہارون ، عبدالرزاق ، ابوأسامۃ، الواقدی وغیرہ شامل ہیں۔ جبکہ ان سے مسلم ، الترمذی ، بخاری ، شریح بن ابی عبداللہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ان کے تصانیف میں تفسیر القرآن الکریم ، (مسند ۔ خ) شامل ہے۔ ان کے مسند میں سے کچھ حصہ ایک جلد میں المنتخب من سند عبدبن حمید الکسی کے نام سے شائع ہوچکی ہے۔دیکھیں: الذہبی ، سیر اعلام النبلاء ، ج ۱۲ ، ص ۲۳۵ ، رقم : ۸۱ ؛ خیرالدین الزرکلی ، لأعلام ، ج ۳ ، ص ۲۶۹۔

(أ) ابن مردو یہ نے بیان کیا ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم ﷺ نے بدر کے دن مجھے (مال غنیمت میں سے) ایک تلوار عطافرمائی اور مال غنیمت کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(ب) طیالسی اور ابونعیم (۱) نے المعرفہ میں مصعب بن سعد(۲) کی سند سے سعد رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے: کہ انہوں نے کہا: غزوۂ بدر کے دن میں نے ایک تلوار اٹھائی اور وہ لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ یہ تلوار مجھے عطا فرمادیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے وہیں رکھ دو جہاں سے اسے اٹھایا ہے۔تو یہ آیت نازل ہوئی: یَسْأَلُونَکَ عَنِ الأَنفَالِ اوریہی عبداللہ کی قرات ہے کہ انفال اسی طرح ہے۔

(أ) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) مسندالطیالسی ، أحادیث سعد بن ابی وقاص ، رقم : ۲۰۸ ؛ ابونعیم الاصبھانی ، أحمدبن عبداللہ بن أحمد، معرفۃالصحابۃ، تحقیق: عادل بن یوسف العزازی، دارالوطن للنشر، الریاض، ط ۱، ۱۴۱۹ھ_۱۹۹۸م ، کل اجزاء : ۷ ، کتاب: الأسماء ، باب:معرفۃ المشھودلھم بالجنۃ، فصل: سعدبن ابی وقاصؓ ، رقم: ۵۰۴ ؛ یسـألـونك عـن الأنـفـال: مصدر التخریج '' المعرفۃ الصحابۃ'' میں یسـألـونک الأنـفـال ہے۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ قراء ت ، قراء ات شاذہ ہے۔ دیکھیں: أبوحیان الاندلسی ، البحرالمحیط ، دارالفکر ، بیروت ، ط ۲ ، ۱۴۰۳ھ_۱۹۸۳م ، کل اجزاء : ۸ ، ج ۴ ، ص ۴۵۴۔

(۱) ابونعیم : (۳۳۶_۴۳۰ھ / ۹۴۸_۱۰۳۸م) أحمد بن عبداللہ بن أحمد الأصبھانی ، ابونعیم ، حافظ ، مؤرخ حفظ اور روایت کے لحاظ سے ثقہ راویوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ أصبہان میں پیدا ہوئے اور وہیں پر وفات بھی پائی۔ ان کی مشہور کتابیں : حلیۃ الأولیاء ، معرفۃ الصحابۃ ، طبقات المحدثین والرواۃ ، دلائل النبوۃ ، ذکرأخبار أصبھان وغیرہ ہیں۔دیکھیں: الذہبی ، میزان الاعتدال ، ج ۱ ، ص ۲۵۱ ، رقم : ۴۳۷ ؛ الذہبی ، محمد بن احمد بن عثمان ، المغنی فی الضعفاء ، تحقیق: ابوالزہراء حازم القاضی ، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت ، ط ۱، ۱۴۱۸ھ_۱۹۹۷م ، کل اجزاء : ۲ ، ج ۱ ، ص ۷۴ ، رقم: ۳۳۷ ؛ ابن جوزی ، عبدالرحمٰن بن علی ابوالفرج ، کتاب الضعفاء والمتروکین ، تحقیق عبداللہ القاضی ، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت ، طبع وتاریخ طبع نامعلوم ، کل اجزاء : ۲ ، ج ۱ ، ص ۷۷ ، رقم : ۲۰۵ ؛ خیرالدین الزرکلی ، الأعلام ، ج ۱ ، ص ۱۵۷۔

(۲) مصعب بن سعد : مصعب بن سعدبن ابی وقاص القریشی الزہری تابعین کے تیسرے درجے میں شمار کیے جاتے ہیں۔اپنے والد سعد بن ابی وقاص ، صہیب بن سنان ، طلحۃ بن عبداللہ سے روایت کرتا ہے۔ان سے روایت کرنے والوں میں اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی ، سماک بن حرب ،طلحۃ بن مصرف وغیرہ شامل ہیں۔ انہوں نے ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔العجلی نے انھیں تابعی ثقہ لکھا ہے۔دیکھیں:ابن حجر ، تقریب التھذیب ، ج ۲ ، ص ۲۵۷ ، رقم: ۷۵۳۶ ؛ ابن حبان ، کتاب الثقات ، ج ۳ ، ص ۴۵ ، رقم : ۳۸۵۹ ؛ العجلی ، تاریخ الثقات ، ص ۴۲۹ ، رقم: ۱۵۷۸۔

(أ)   امام احمد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابوالشیخ، ابن مرد ویہ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں ابوامامہ(۱) رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے عبادہ بن صامت (۲)رضی اللہ عنہ سے انفال کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا: ہم میں اصحاب بدرموجود ہیں۔ یہ اس وقت نازل ہوئی جب ہم نے مال غنیمت کے بارے میں اختلاف کیا اور اس کے بارے میں ہمارے اخلاق مناسب نہ رہے۔تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے ہاتھوں سے چھین لیا اور رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا۔ پھر رسول اللہﷺ نے مسلمانوں کے درمیان اسے برابر برابر تقسیم فرمایا۔

(أ) مسندامام احمدبن حنبل ، کتاب : مسندالأنصار ، باب حدیث عبادۃ بن الصامت ، رقم : ۲۲۷۴۷ ؛ تفسیرالطبری ، سورۃ الأنفال ، آیۃ : ۱ ، رقم ؛ ۱۵۶۵۵ ؛ ابن مردویہ کی روایت۔تخریج أحادیث الکشاف للزیلعی ، ج ۲ ، ص ۱۰ ؛ الحاکم ، المستدرک ، کتاب التفسیر ، سورۃ الانفال ، رقم: ۳۲۵۹ ؛ البیھقی ، سنن الکبریٰ ، کتاب : السیر ، باب :قسمۃ الغنیمۃ فی دارالحرب ، رقم : ۱۷۷۶۵۔(حکم): مسند احمد کے محققین اس روایت کوحسن لغیرہ کہا ہے۔جبکہ الحاکم نے صحیح علی شرط مسلم کہا ہے۔

(۱) ابوأمامۃ : صدی بن عجلان بن وھب الباھلی، جلیل القدر صحابی ہے۔أصحاب الشجر ۃ میں سے ہیں۔جنگ صفین میں علیؓ کے ساتھ شرکت فرمائی۔انہوں نے ۸۱ھ۔(۷۰۰م) میں شام کے مشہور شہرحمص میں وفات پائی۔شام کے صحابہ میں سب سے آخرمیں وفات پانے والے تھے۔ الصحیحین میں ان سے ۲۵۰ احادیث مروی ہیں۔دیکھیں: ابن قانع ، معجم الصحابۃ ، ج ۷ ، ص ۲۵۶۷ ؛ ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، ج ۴ ، ص ۱۶۵ ، ، رقم : ۲۸۸۲ ؛ ابن حجر ، الإصابۃ ، ج ۲ ، ص ۸۹۳ ، رقم : ۴۰۶۲ ؛ ابن الأثیر ، أسد الغابہ ، ج ۲ ، ص ۴۱۸ ، رقم: ۲۴۹۸۔

(۲) عبادۃ بن الصامت : (۳۸ق ھ۔۳۴ھ / ۵۸۶۔۶۵۴م) عبادۃ بن الصامت بن قیس الانصاری الخزرجی ، ابوالولید سادات صحابہ میں سے ہیں۔تقویٰ اور ورع سے متصف تھے۔غزوۂ بدر کے علاوہ تمام مواقع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔فتح مصر میں بھی حاضرہوئے۔ رملہ یا بیت المقدس میں ۳۴ھ میں وفات پائی۔ان سے ۱۸۱ أحادیث مروی ہیں۔دیکھیں : ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، ج ۲ ، ص ۳۵۵ ، رقم : ۱۳۸۰ ؛ ابن حجر ، الاصابۃ ، ج ۲ ، ص ۹۹۷، رقم : ۴۴۹۹ ؛ ابن الاثیر ، أسد الغابۃ ، ج ۲ ، ص ۵۲۶ ، ص ۷۹۲ ؛ ابن قانع ، معجم الصحابۃ ، ج ۱۰، ص ۳۶۶۰۔

(أ) سعید بن منصور، امام احمد، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان(۱)، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ بیہقی اور ابن مردویہ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے اور میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر میں حاضر ہوا۔ باہم لوگوں کا مقابلہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست سے دو چار کیا۔ پس ایک گروہ شکست خوردہ لشکر کے ساتھ لڑتے ہوئے اس کے پیچھے چلا گیا اور ایک گروہ میدان جنگ پر چھا گیا اور مال غنیمت اپنے لیے مخصوص کرنے لگا اور جمع کرنے لگا اور ایک گروہ نے رسول اللہ ﷺ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تاکہ کوئی دشمن آپ کو تکلیف نہ پہنچا سکے۔ یہاں تک کہ جب رات ہوئی اور لوگ لوٹ کر آپس میں ایک دوسرے سے ملے۔ تو جنھوں نے مال غنیمت جمع کیا تھاانہوں نے کہا: ہم نے یہ مال اکٹھا اور جمع کیا ہے۔ لہٰذا اس میں کسی اور کا کوئی حصہ نہیں۔ اور جو دشمن کی تلاش میں نکلے تھے انہوں نے کہا: تم اس مال کے ہم سے زیادہ حق دار نہیں ہو۔ ہم نے ہی اس سے دشمن کو بھگایا اور ہم نے ہی انہیں شکست سے دو چار کیا۔ اور وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لیے آپ کے اردگرد جمع رہے، انہوں نے کہا تم اس مال کے ہم سے بڑھ کر حق دار نہیں ہو۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے گرد گھیرا ڈالے رکھا اور ہمیں یہ ڈر تھا کہ کہیں دشمن آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچا دے۔ چنانچہ ہم اس میں مشغول رہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنفَالِ قُلِ الْأَنفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ

(أ)- التفسیر من سنن سعید بن منصور، رقم: ۹۲۹، ج ۱، ص ۱۴۹؛ مسند احمد بن حنبل، کتاب: مسند الأنصار، باب: حدیث عبادۃ بن الصامت، رقم: ۲۲۷۶۲؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۸۷۶۸؛ ابن حبان، محمد بن حبان بن أحمد، صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، تحقیق: شعیب الأرنؤوط، مؤسسۃ الرسالۃ، ط ۲، ۱۴۱۴ھ - ۱۹۹۳م، کل اجزاء: ۱۸، کتاب السیر، باب الغلول، رقم: ۴۸۵۵؛ الحاکم، المستدرک، کتاب قسم الفیء، باب: ایضاً، رقم: ۲۶۰۷؛ سنن البیہقی الکبریٰ، کتاب قسم الفیء والغنیمۃ، باب: کراھۃ الحفل من ھذاالوجہ، رقم: ۱۲۵۹۴(حکم): مسند احمد بن حنبل کے محققین نے اس کو حسن لغیرہ کہا ہے۔

(۱) ابن حبان: محمد بن حبان بن أحمد بن حبان، أبوحاتم البستی، مؤرخ، شیخ خراسان، حافظ حدیث اور علامہ وقت تھے۔ سجستان کے شہر بست میں پیدا ہوئے۔ خراسان، شام، مصر، عراق اور الجزیرۃ کے اسفار کیے، آخر میں اپنے ملک واپس لوٹے اور وہیں ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔انھوں نے بہت سی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔جن میں صحیح ابن حبان زیادہ مشہور ہے جس کے بارے میں ایک خیال یہ ہے کہ وہ صحیح ابن ماجہ سے زیادہ أصح ہے۔دیکھیں:الذہبی، العبر، ج ۱، ص ۳۴۹؛ ابن تغری، النجوم الزاھرۃ، ج ۳، ص ۳۹۲؛ الأ نودی، طبقات المفسرین، ص ۷۷، رقم: ۱۰۲؛ ابن شھبۃ، ابوبکر بن أحمد بن محمد بن عمر، طبقات الشافعیۃ، تحقیق: حافظ عبدالعلیم خان، عالم الکتب، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۷ھ - ۱۹۸۷م، کل اجزاء: ۴، ج ۱، ص ۱۳۱، رقم: ۸۵۔

فَاتَّقُوْا اللّٰہَ وَأَصْلِحُوْا ذَاتَ بِیْنِکُمْ ۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے مسلمانوں کے مابین تقسیم کیا اور آپ ﷺ جب دشمن کی زمین پر حملہ آور ہوتے تو چوتھائی مال دینے کا اعلان کرتے ۔ اور جب واپس لوٹ کر آتے تو ثلث مال غنیمت لوگوں کے سپرد کر دیتے۔ اور آپ مال غنیمت کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے مسلمانوں میں سے قوی اور طاقت ور لوگوں کو چاہیے کہ وہ اسے اپنے میں سے ضعیف اور کمزور لوگوں کی طرف لوٹا دیں۔

(أ) اسحاق(۱) بن راہویہ نے مسند میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے ابو ایوب انصاری(۲) رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سریّہ بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کرکے انہیں فتح عطا فرمائی۔ اور جو کوئی سازوسامان لے کر آیا تو آپؐ نے اسے خمس میں سے عطا کیا۔ پھر کچھ آدمی لوٹ کر آئے جو پیش قدمی اور دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے ان سے لڑتے رہے اور انہوں نے مال غنیمت پیچھے چھوڑ دیا۔ نتیجۃً انہوں نے مال غنیمت میں سے کوئی شے حاصل نہ کی۔ تو انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ !ﷺ ہم میں سے ان لوگوں کا کیا حال ہے جو پیش قدمی کرتے ہوئے دشمن کا پیچھا کرتے رہے۔ اور کچھ لوگ پیچھے رہ گئے جو جنگ میں شامل ہی نہیں ہوئے۔ سو آپ

(أ) اسحاق بن راہویہ کی روایت- جیسا کہ ابن حجر ، أحمد بن علی بن محمد بن أحمد العسقلانی ، المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ ، المحقق : رسالۃ علمیۃ لجامعۃ امام محمد بن سعود ، دارالعاصمۃ ، دارالغیث ، السعودیۃ ، ط ۱ ، ۱۴۱۹ھ ، کل اجزاء : ۱۹ ، باب التفسیر، باب : سورۃ الانفال ، رقم : ۳۶۱۳۔

(۱) اسحاق بن راہویہ : اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم ، أبو یعقوب الحنظلی کی ولادت ۱۶۱ھ یا ۱۶۳ھ یا ایک قول کے مطابق ۱۶۶ھ میں مکہ کے راستے میں ہوئی۔ اسی وجہ سے راہویہ کہلائے۔ انھوں نے حجاز ، عراق ، شام اور یمن کے سفر کیے۔ ان کے شیوخ میں ابن عیینہ ، ابن المبارک اورعبدالرزاق وغیرہ شامل ہیں جبکہ ان سے بخاری ، مسلم اور الترمذی نے روایت کی ہے۔ ۲۳۷ھ یا ۲۳۸ھ میں نیشاپور میں فوت ہوئے۔دیکھیں: الأنوی ، طبقات المفسرین ،ص ۳۲ ، رقم: ۵۰ ؛ ابن حجر ، أحمدبن علی بن محمد ، تہذیب التھذیب فی رجال الحدیث ،تحقیق : الشیخ عادل احمدعبد الموجود ، الشیخ علی محمد معوذ ، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت ، ط ۱، ۱۴۲۵ھ۔۲۰۰۴م ، کل اجزاء : ۷ ، ج ۱ ، ص ۲۰۶ ، رقم: ۴۰۸۔

(۲) أبو أیوب لأنصاری : خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ ، ابو ایوب لأنصاری، قبیلہ خزرج کے خاندان نجارمیں سے تھے ۔آپ نے عقبہ کی گھاٹی میں محمد ﷺ کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کیا۔ امیر معاویہؓ کے دور میں شہر قسطنطنیہ کے محاصرہ کے دوران ۵۲ھ میں وفات پائی۔ ان سے ۱۵۵ أحادیث مروی ہیں۔دیکھیں: ابن الاثیر ، أسد الغابۃ ، ج ۲ ، ص ۱۶ ، رقم : ۱۳۶۱ ؛ ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، ج ۲ ،ص ۹ ، رقم : ۶۱۸ ؛ ابن حجر ، الاصابۃ ، ج ۱ ،ص : ۴۵۹ ، رقم : ۲۱۶۵ ؛ ابن جوزی ، صفۃ الصفوۃ ،ص ۱۷۰ ، رقم : ۴۰۔

نے انہیں مال غنیمت عطا کر دیا ہے؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اور پھر یہ آیت: **يَسْـأَلُونَكَ عَنِ الأَنفَالِ** نازل ہوئی۔پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلایا اور فرمایا : جو مال تم نے لے لیا ہے وہ واپس لوٹا دو اور پھر اسے عدل ومساوات کے ساتھ تقسیم کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں اسی کا حکم فرما رہا ہے۔ انہوں نے عرض کی: کیا ہم اس کا حساب کر لیں اور کھالیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا حساب کرلو۔

(أ) ابن جریر اور ابن مردویہ نے عمر وبن شعیب(۱) سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ لوگوں نے غزوۂ بدر کے دن نبی کریم ﷺ سے مال غنیمت کے بارے میں دریافت کیا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: **يَسْأَلُونَكَ عَنِ الأَنفَالِ**۔

(ب) ابن مردویہ نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ قول نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس آیت **يَسْـأَلُونَكَ عَنِ الأَنـفَالِ** کے نازل ہونے کے بعد خمس کے سوا سے تنفیل نہیں کی۔ پس آپ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دن خمس سے عطا کرنے کا اعلان فرمایا۔

(ج)ابن مردویہ نے حبیب (۲)بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خمس

(أ) تفسیر الطبری ، سورۃ الانفال ، آیۃ : ۱ ، رقم : ۱۵۶۶۹ ؛ ابن مردویہ کی روایت- جیسا کہ محمد الشوکانی ، فتح القدیر ، سورۃ الانفال ، آیۃ : ۱ ، ج ۲ ، ص ۲۸۴ میں ملی۔

(ب) ابن مردویہ کی روایت – جیسا کہ محمد الشوکانی ، فتح القدیر ، سورۃ الانفال ، آیۃ : ۱ ، ج ۲ ، ص ۲۸۴ میں ملی۔

(ج) کتاب نہیں ملی۔ الحاکم ، المستدرک علی الصحیحین ، کتاب قسم الفیء ، رقم : ۲۵۹۹۔(حکم): امام حاکم نے اس روایت کو صحیح الاسناد قرار دیاہے۔ شیخ لاألبانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے :(صحیح ابی داود ، لاألبانی ، رقم : ۲۳۸۷ ، ج ۲ ، ص ۵۲۵)۔

(۲) عمروبن شعیب : عمروبن شعیب بن محمد السہمی القرشی ، ابو ابراہیم عمروبن العاص ؓ کے اولاد میں سے ہیں۔وہ اپنے باپ کے علاوہ زینب بنت محمد بن عبداللہ بن عمرو اور ربیبۂ رسول زینب بنت ابی سلمہ سے روایت بیان کرتے ہیں۔ ان کے تلامذہ میں عطاء ، عمرو بن دینار ، الزہری جیسی ممتاز شخصیات شامل ہیں۔العجلی اور نسائی نے انھیں ثقہ قرار دیاہے۔ ۱۱۸ھ بمطابق ۷۳۶م میں فوت ہوئے۔دیکھیں:العجلی ، تاریخ الثقات ، ص ۳۶۵ ، رقم : ۱۲۶۶، ۲۔ابن ابی حاتم ،الجرح والتعدیل ج ۶، ص ۲۰۸، رقم : ۱۰۵۷۳ ؛ ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ، ج ۵ ، ص ۳۳۳ ، رقم: ۱۰۲۲۔

(۲)حبیب بن مسلمہ فہری: (۲ق ھ ۔۴۲ھ / ۶۲۰ ۔۶۶۲م) حبیب بن مسلمہ بن مالک الفہری القرشی ، ابوعبدالرحمٰن ،صحابی ، کبار فاتحین کے قائد تھے۔بعض ان کا موازنہ خالد بن ولید ؓ اور ابو عبیدہ بن الجراح ؓ سے کرتے ہیں۔ خلافت ابوبکر میں جہاد کی غرض سے شام گئے اور غزوۂ یرموک میں شریک ہوئے ۔ روم کے غزوات میں کثرت سے شرکت کی جس کی وجہ سے انھیں حبیب الروم کہا جاتا ہے۔دیکھیں: ابن الاثیر ، اسدالغابۃ ،ج ۱ ، ص ۴۶۷ ، رقم: ۱۰۶۴ ؛ ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، ج ۱ ، ص ۳۸۱ ، رقم : ۴۸۸ ؛ ابن حجر الاصابۃ ، ج ۱ ، ص ۳۵۲ ، رقم : ۱۶۰۲ ؛ الذہبی ، سیر أعلام النبلاء ، ج ۳ ، ص ۱۸۸ ، رقم : ۳۷۔

کے بعد ثلث عطا کرنے کا اعلان فرماتے تھے۔

(أ) ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن حبان، ابوالشیخ، ابن مردویہ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ بیہقی نے دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے جب غزوہ بدر کا دن تھا۔ اس دن نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی آدمی کو قتل کیا اس کے لیے اتنا اتنا ہوگا اور جس نے کسی آدمی کو قیدی بنایا تو اس کے لیے اتنا اتنا ہوگا۔ پس جو بوڑھے تھے وہ تو جھنڈوں کے نیچے ثابت رہے اور جو نوجوان تھے وہ تیزی سے قتل اور غنائم کی طرف بڑھے ۔تو بوڑھوں نے جوانوں سے کہا: ہمیں اپنے ساتھ شریک کرلو کیونکہ ہم بھی تمہارے لیے معاون ومددگار تھے۔ اگر تم میں سے کسی کو کوئی شے (تکلیف) لاحق ہوتی تو بالیقین تم ہماری طرف ہی پناہ لیتے۔ چنانچہ وہ اپنا جھگڑا نبی کریمﷺ کی بارگاہ میں لے گئے تو یہ آیت نازل ہوئی: **يَسْـئَلُونَكَ عَنِ الْأَنفَالِ قُلِ الْأَنفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ** پھر آپ ﷺ نے ان کے درمیان مال غنیمت برابر برابر تقسیم کردیا۔

(أ) مصنف ابن ابي شیبہ ، کتاب المغازی ، باب : غزوة بدرالکبریٰ ، رقم : ۳۶۶۶۱ ؛ ابو داود ، سنن ابي داود ، کتاب الجهاد ، باب : في النفل ، رقم : ۲۷۳۷ ؛ النسائی ، سنن الکبریٰ ، کتاب التفسير ، باب : سورة الانفال ، رقم : ۱۱۱۹۷ ؛ تفسير الطبر ی ، سورة الانفال ، آیۃ ۱ ، رقم : ۱۵۶۵۱ ؛ ابن المنذر ، ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر ، الأوسط في السنن والاجماع والاختلاف ، تحقیق: ابوحماد صغير أحمد بن محمد ، دارطيبة ، الرياض ، ط ۱ ، ۱۴۰۵ھ_۱۹۸۵م ،کتاب : قسم اربعة أخماس الغنيمة ، ذکر قسم الغنائم ، رقم : ۶۵۳۴ ؛ صحيح ابن حبان، کتاب الصلح، رقم: ۵۰۹۳ ؛ ابن مردویہ کی روایت- جیسا کہ : ابن حجر ، تغليق التعليق على صحيح البخاری ، محقق: سعيد عبدالرحمٰن موسى القزقی ، المكتب الاسلامی ، دار عمار ، بيروت ، عمان لأردن ، ط ۱ ، ۱۴۰۵ھ ، کل اجزاء: ۵ ، من كتاب المناقب ، باب : من تفسير لأ نفال ، ج ۴ ، ص ۲۱۵ ؛ الحاکم ، المستدرک ، کتاب التفسير ، باب : ایضاً ، رقم : ۲۸۷۶ ؛ البیہقی ، أحمد بن الحسين بن علی ، دلائل النبوة ، تحقيق : د. عبدالمعطی أمين قلعجی ، دارالکتب العلمية ، بیروت ، ط ۱ ، ۱۴۰۵ھ_ ۱۹۸۶م ، باب : ما فعل رسول الله ﷺ بالغنائم ، ج ۳ ، ص ۱۳۵، ۱۳۶_(حکم): شیخ البانی نے اس کو صحیح کہاہے۔ (صحيح سنن ابي داود ، رقم : ۲۳۷۶، ۲۳۷۷)۔

(أ) عبدالرزاق(ا) نے مصنف میں، عبد بن حمید اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس دن غزوۂ بدر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی کو قتل کیا تو اس کے لیے اتنا ہوگا۔ اور جو کسی کو قید کر کے لائے گا اس کے لیے اتنا ہوگا۔ تو ابوالیسر(۲) بن عمرو انصاری دوقیدیوں کو لے کر آیا اور عرض کی: یا رسول اللہ !ﷺ آپ نے ہمارے ساتھ وعدہ فرمایا، تو اتنے میں سعد (۳) بن عبادہؓ اٹھے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ اگر آپ نے ان لوگوں کو عطا فرمایا تو پھر آپ کے اصحاب کے لیے کوئی شے باقی نہیں رہے گی۔ بے شک اجر میں بے رغبتی نے ہمیں اس سے نہیں روکا اور نہ بزدلی نے ہمیں دشمن سے باز رکھا ہے۔ ہم تو اس مقام پر آپ کی محافظت ونگہبانی کے لیے کھڑے رہے کہ کہیں وہ آپ پر پیچھے سے حملہ آور نہ ہو جائیں۔ سو وہ باہم جھگڑنے لگے تو

(أ) ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام ، مصنف عبدالرزاق ، تحقیق:حبیب الرحمٰن الأعظمی، المکتب الاسلامی بیروت ، ط ۲ ، ۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳م ، کل اجزاء : ۱۱ ، کتاب الجھاد : باب ذکر الخمس وسھم ذی القربی ، رقم: ۹۴۸۳۔

(ا) عبدالرزاق : (۱۲۶۔۲۱۱ھ / ۷۴۴۔۸۲۷م) عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری ، ابوبکر الصنعانی حفاظ حدیث میں سے تھے ۔ ان کو تقریباً ۱۷ ہزار احادیث زبانی یاد تھیں۔ ان کی علمی جلالت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے استاذ سفیان بن عیینہ نے ان سے روایت لی ہے۔ان کے تلامذہ میں امام أحمد ، ابن راھویہ اور علی بن المدینی جیسے محدثین شامل ہیں۔تفسیر القرآن اور المصنف ان کی مشہور تصانیف ہیں۔دیکھیں: ابن حجر ، تہذیب التھذیب ، ج ۴ ، ص : ۱۶۷ ، رقم : ۴۷۶۱ ؛ الأنودی ، طبقات المفسرین ، ص ۲۹ ، رقم : ۴۴ ؛ ابن حجر ، تقریب التھذیب ، ج ۱ ، ص ۴۶۸ ، رقم : ۴۵۵۴ ؛ ابن ابی حاتم ، الجرح والتعدیل ، ج ۶ ، ص ۴۹ ، رقم: ۲۰۴۔

(۲) ابوالیسر بن عمرو الأنصاری: ابویسر ، کعب بن عمرو بن عباد انصاری ، سلمی جلیل القدر بدری ،عقبی صحابی ہیں ۔ غزوۂ بدر میں عباسؓ کو انھوں نے گرفتار کیا تھا۔ جنگ صفین میں علیؓ کے ساتھ شرکت فرمائی تھی۔بڑے خوش حال اور تونگر آدمی تھے۔ انھوں نے ۵۵ھ کو مدینہ میں وفات پائی۔دیکھیں:ابن الاثیر ، اسد الغابۃ ، ج ۵ ، ص ۲۵۸ ، رقم:۶۳۵۵ ؛ ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، ج ۴ ، ص ۳۳۹، رقم : ۳۲۵۴ ؛ ابن حجر ، الاصابۃ ، ج ۴ ، ص ۲۴۰۶ ، رقم : ۱۰۷۳۵۔

(۳) سعد بن عبادہ : سعدبن عبادۃ بن دُلیم بن حارثہ خزرجی ، مدنی ، صحابی ، قبیلہ خزرج کے سردار اور زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں میں معزز اور اشراف لوگوں میں سے تھے ۔ عقبہ اولیٰ میں ۷۰ انصار کے ساتھ آپ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ غزوۂ بدر کے علاوہ اُحد ، خندق اور دوسرے مشاھد میں شریک ہوئے ۔ آپ ﷺ کے وفات کے بعد خلافت کے دعویدار وں میں سے تھے۔ آخر میں آپ شام منتقل ہوئے اور وہاں '' حوران'' میں وفات پائی۔دیکھیں: ابن عبد البر، الاستیعاب ، ج ۲ ، ص ۱۶۱ ، رقم : ۹۴۹ ؛ ابن الاثیر ، اسد الغابۃ ، ج ۲ ، ص ۲۵۷ ، رقم : ۲۰۱۳ ؛ أبونعیم ،معرفۃ الصحابۃ ، ج ۳ ، ص ۱۲۴۴۔

اس دوران قرآن نازل ہوا یَسْـــأَلُـونَکَ عَـنِ الأَنـفَـالِ اور عبداللہ کے اصحاب اس کی قرأت اس طرح کرتے تھے: یَسْأَلُونَکَ عَنِ الأَنفَالِ قُلِ الأَنفَالُ لِلّهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُواْ اللّهَ وَأَصْلِحُواْ ذَاتَ بِيْنِكُمْ فیما تشاجرتم به پس انہوں نے مال غنیمت رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا اور پھر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی: وَاعْلَمُواْ أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّـهِ خُمُسَه ولِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبیٰ وَالْيَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ O(۱)۔

(أ) ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سریہ بھیجا۔ پس کمزور اور ضعیف لوگ لشکر میں ٹھہرے رہے اور اہل سریہ غنائم تک پہنچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان تمام کے درمیان اسے تقسیم کردیا۔ تو اہل سریّہ نے کہا: یہ کمزور لوگ ہمارے حصے لے رہے ہیں کیونکہ یہ لشکر میں رہے، ہمارے ساتھ شامل نہیں ہوئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انہی کمزور اور ضعیف لوگوں کے سبب تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یَسْأَلُونَکَ عَنِ الأَنفَالِ۔

(ب) ابن مردویہ نے عائشہ(۲) صدیقہ رضی اللہ عنہاسے روایت بیان کی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ غزوۂ بدر سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر سورۂ انفال نازل فرمائی اور بدر کا مال غنیمت حلال کرنے کے بارے میں آپ ﷺ کو عتاب کیا۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے مابین اسے تقسیم کیا، کیونکہ انہیں اس کی حاجت تھی اور نفل (زائد عطیہ) کے بارے میں ان کے درمیان اختلاف تھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یَسْـــأَلُـونَکَ عَـنِ الأَنفَالِ قُلِ الأَنفَالُ لِلّهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُواْ اللّهَ وَأَصْلِحُواْ ذَاتَ بِيْنِكُمْ وَأَطِيعُواْ اللّهَ وَرَسُولَهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِيْنَ O۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے رسول کریم ﷺ کی طرف لوٹا دیا اور پھر آپ نے اسے ان کے درمیان برابر برابر تقسیم کیا۔ سو اس میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور اطاعت بھی ہے، اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری بھی ہے اور اپنے معاملات کی اصلاح بھی ہے۔

(أ) اس روایت کی تخریج مجھے ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں نہ مل سکی۔

(ب) اس روایت کی تخریج مجھے ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں نہ مل سکی۔ (۱) الانفال : (۴۱)

(۲) عائشہ صدیقہؓ : (۹ق ھ۔۵۸ھ / ۶۱۳۔۶۷۸م) عائشہ بنت ابوبکر الصدیق ، اُم المؤمنین ، علی الاطلاق امت کے تمام عورتوں میں سے سب سے زیادہ فقیہ اور دینی و ادبی علوم کی ماہرہ تھیں۔ ۱۰ نبوی کو آپ ﷺ کے نکاح میں آئی اور ہجرت کے بعد رخصتی ہوئی۔ غزوات میں انھوں نے صرف غزوۂ اُحد میں شرکت فرمائی ۔ ان کا شمار کثرت سے روایت سے کرنے والے صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے۔ان سے تقریباً ۲۲۱۰ اُحادیث مروی ہیں۔دیکھیں:ابن حجر ، الاصابة ، ج ۴ ، ص ۲۵۷۳، رقم : ۱۱۴۵۲ ؛ ابن الاثیر ، اسد الغابة ، ج ۵ ، ص ۴۹۴ ، رقم : ۷۰۹۶ ؛ ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، ج ۴ ، ص ۴۳۵ ، رقم : ۳۴۶۳۔

(أ) ابن جریر نے مجاہدؒ(۱) سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریمﷺ سے پانچ حصوں میں سے چار کے بعد پانچویں کے بارے میں دریافت کیا؟ سو یہ آیت نازل ہوئی: یَسْأَلُونَکَ عَنِ الأَنفَالِ۔

(ب) عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ عکرمہؒ(۲) نے کہا یَسْأَلُونَکَ عَنِ الأَنفَالِ بدر کے دن نازل ہوئی۔

(ج) نحاس نے ناسخ میں سعید بن جبیرؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ اور انصار میں سے ایک آدمی دونوں مال غنیمت میں سے کچھ لینے کے لیے نکلے۔ پس دونوں نے ایک تلوار پڑی ہوئی پائی اور دونوں ہی ایک ساتھ اس پر گر پڑے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے لیے ہے۔ اور انصاری نے کہا: یہ میرے لیے ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسے تیرے حوالے نہیں کروں گا یہاں تک کہ میں اسے رسول اللہﷺ کے سامنے پیش کروں۔ چنانچہ اسے لے کر دونوں آپﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے اور دونوں نے اپنا واقعہ گوش گزار کیا۔ تو رسول اللہﷺ نے فرمایا: اے سعد! نہ یہ تیرے لیے ہے اور نہ ہی یہ انصاری کے لیے ہے بلکہ یہ میرے لیے ہے۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، آیۃ ۱، رقم: ۱۵۶۴۹۔

(ب) روایت نہیں ملی۔

(ج) النحاس، الناسخ والمنسوخ، ص ۴۵۵، ۴۵۶۔

(۱) مجاہد: (۲۱۔۱۰۴ھ / ۶۴۲۔۷۲۲م) مجاہد بن جبر، ابوالحجاج المکی، مولی بنی مخزوم، تابعی، تفسیر کے امام تھے۔ انھوں نے قرآن، تفسیر اور فقہ ابن عباسؓ سے اخذ کیا۔ ان کے علاوہ ان کے شیوخ میں ابوہریرۃؓ، عائشہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، جابر بن عبداللہؓ وغیرہ شامل ہیں۔ جبکہ ان سے عکرمہ، عطاء، قتادہ، عمرو بن دینار، ابن عون کے علاوہ ایک خلق کثیر نے روایت کی ہے۔ ابن سعد نے انھیں ثقہ، فقیہ، عالم اور کثیر الحدیث لکھاہے۔دیکھیں:الذہبی، الکاشف، ج ۳، ص ۱۰۶، رقم: ۵۳۸۷؛ العجلی، تاریخ الثقات، ص ۴۲۰، رقم: ۱۵۳۸؛ ابن جوزی، صفۃ الصفوۃ، ص ۲۷۳، رقم: ۲۰۸؛ الذہبی، العبر، ج ۱، ص ۷۱؛ الدارقطنی، ذکر اسماء التابعین، ج ۱، ص ۳۶۳، رقم: ۱۱۱۵۔

(۲) عکرمہ: عکرمہ نسلاً بربری اور عبداللہ بن عباسؓ کے نامور غلام تھے۔ ان کے ذاتی ذوق و شوق اور عبداللہ بن عباسؓ کی توجہ نے ان کو علم کا دریا بنا دیا۔تفسیر اور حدیث دونوں میں عبداللہ بن عباسؓ سے استفادہ کیا۔ ان کے علاوہ صحابہ میں علیؓ، ابوھریرۃؓ، ابن عمرؓ، ابوسعید الخدریؓ، عائشہ صدیقہؓ ان کے شیوخ میں شامل ہیں۔ العجلی اور امام النسائی نے انھیں ثقہ لکھا ہے۔ ۱۰۴ھ، ۱۰۵ھ، ۱۰۷ھ، یا ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔دیکھیں: العجلی، تاریخ الثقات، ص ۳۳۹، رقم: ۱۱۶۰؛ الدارقطنی، ذکراسماء التابعین، ج ۱، ص ۲۸۱، رقم: ۸۳۴؛ الذہبی، الکاشف، ج ۲، ص ۲۴۱، رقم: ۳۹۲۴؛ الذہبی، محمد بن احمد بن عثمان، تذکرۃ الحفاظ، تحقیق: الشیخ زکریا عمیرات، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۸م، کل اجزاء: ۴، ج ۱، ص ۷۳، رقم: ۸۷۔

تب یہ آیت نازل ہوئی يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنفَالِ قُلِ الْأَنفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بِيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ راوی کہتے ہیں کہ ان دونوں نے تلوار رسول اللہ ﷺ کے حوالے کردی۔ پھر یہ آیت منسوخ ہوگئی اور فرمایا وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ. (۱) ۔''اورجان رکھو کہ جوچیز تم (کفارسے) لوٹ کر لاؤ، اس میں سے پانچواں حصہ خدا کا اور اس کے رسول کا اور اہل قرابت کا اور یتیموں کا اورمحتاجوں کااور مسافروں کا ہے''۔

(اُ) مالک(۲)، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم اورنحاس نے ناسخ میں ابن عمر(۳) رضی اللہ عنہما سے یہ روایت

(اُ) مالک بن اُنس ، المؤطا ، تحقیق : محمد مصطفیٰ لأعظمی ، موٴسسۃ زاید بن سلطان آل نہیان ، ط ۱ ، ۱۴۲۵ھ۔۲۰۰۴م ، کل اجزاء: ۸ ، کتاب الجہاد ، باب: جامع النفل فی الغزو ، رقم : ۱۶۲۷ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ ،کتاب المغازی ، باب ماذکرفی نجد ومانفل منھا ، رقم : ۳۶۸۲۶ ؛ صحیح بخاری ، کتاب : فرض الخمس ، باب : ومن الدلیل علی اُن الخمس لنوائب المسلمین ، رقم : ۲۹۶۵ ؛ صحیح مسلم ،کتاب الجہاد والسیر ، باب الأنفال ، رقم: ۱۷۴۹ ؛ النحاس ، الناسخ والمنسوخ ، ص ۴۵۷۔(حکم) : صحیح ، امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی تخریج کی ہے۔

(۱) الانفال : (۴۱)

(۲) مالک : (۹۳۔۱۷۹ھ / ۷۱۲۔۷۹۵م) شیخ الاسلام ، حجۃ ، امام دارالھجرۃ ابوعبداللہ ، مالک بن اُنس الاصبحی ، الحمیر ی ، ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ دینی امور میں امراء ، وزراء اور سلاطین سے کوسوں دور رہتے تھے۔ سترہ برس کی عمر میں سند افتاء پر فائز ہوئے۔ بقول ابن المدینی ان سے تقریباً ایک ہزار احادیث مروی ہیں۔'' المؤطا'' حدیث میں ان کی مشہور ومعروف کتاب ہے۔دیکھیں: ابن ابی حاتم ، الجرح والتعدیل ، ج ۸ ، ص ۹۰۲ ، رقم : ۹۰۲ ؛ ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ، ج ۵ ، ص ۴۶۵ ، رقم : ۱۳۶۷ ؛ ابن حجر ، تقریب التھذیب ، ج ۲ ، ص ۲۳۱، رقم : ۷۴۴۳ ؛ ابن حجر ، احمد بن علی بن محمد ، تعریف اھل التدلس بمراتب الموصوفین بالتدلیس ، تحقیق: د۔عاصم بن عبداللہ القریوتی ، مکتبۃ المنار ، اردن ، ط ۱، ص ۲۳، رقم : ۲۲۔

(۳) ابن عمرؓ : (۱۰ق ھ ۔۷۳ / ۶۱۳۔۶۹۲م) عبداللہ بن عمربن الخطاب العدوی ، ابوعبدالرحمٰن، صحابی رسول ﷺ ہیں۔ اپنے والد کے ساتھ مدینہ ہجرت کی اور فتح مکہ میں شریک رہے۔ ساٹھ سال تک مسائل اسلام کے بارے میں فتوے دیتے رہے۔ افریقہ کے معرکے میں دو دفعہ شرکت کی۔ مکہ میں رہنے والے صحابہ کرام میں سے آپ نے سب سے آخر میں وفات پائی۔دیکھیں: ابن الاثیر ، اسد الغابۃ ، ج ۳ ، ص ۱۳۲ ، رقم: ۳۰۸۲ ؛ ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، ج ۳ ، ص ۱۳۲، رقم : ۱۶۳۷ ؛ ابن حجر ، الاصابۃ ، ج ۲ ، ص ۱۰۹۵ ، رقم: ۴۸۳۶ ؛ البغوی ، ابوالقاسم عبداللہ بن محمد ، معجم الصحابۃ ، محقق: محمد الأمین بن محمد ، مکتبہ دارالبیان ، الکویت ، ط ۱ ، ۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۰م ، کل اجزاء : ۵ ، ج ۳،ص ۴۶۸۔

بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجد کی طرف ایک سریّہ بھیجا۔ تو انہوں نے بہت سے اونٹ مال غنیمت میں حاصل کئے۔ ان میں سے ہر ایک کے حصہ میں بارہ اونٹ آئے اور ایک ایک اونٹ بطور تنفیل انہیں دیا گیا۔

(أ)ابن عساکر(۱) نے مکحول(۲) کی سند سے حجاج(۳) بن سہیل نصری سے روایت بیان کی ہے، بعض نے

(أ) ابن عساکر ، ابوالقاسم علی بن الحسن ، تاریخ مدینۃ دمشق ، تحقیق : ابوسعید عمر بن غرامہ العمروی۔ دارالفکر ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۵ م ،کل اجزاء: ۷۰ ، ج ۱۲ ،ص ۹۸۔

(۱) ابن عساکر : (۴۹۹۔۵۷۱ھ / ۱۱۰۵۔۱۱۷۶م) علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ ، ابوالقاسم ، ابن عساکر الدمشقی نے اجل علماء سے استفادہ کے لئے مختلف علاقوں کے سفر اختیار کیے۔ انھوں نے اپنے شیوخ کے تذکرے کے لئے " معجم " تالیف کی۔ کہا جاتا ہے کہ خواتین اساتذہ پر بھی نسبتاً ایک چھوٹی معجم مرتب کی۔ اس کے علاوہ تاریخ دمشق ، فضائل اصحاب الحدیث ، کتاب الجہاد ، معجم أسماء القریٰ والامصار وغیرہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔دیکھیں: الذہبی ، سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۰،ص ۵۵۴ ، رقم : ۳۵۴ ؛ الذہبی ، العبر ، ج ۲ ، ص ۱۳۰ ؛ ابن خلکان ، احمد بن محمد بن ابراہیم ، وفیات الأعیان ، تحقیق : د.یوسف علی طویل ، دمریم قاسم طویل ، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت ، ط ۱، ۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۸م ، کل اجزاء: ۶ ، ج ۳ ، ص ۲۷۰ ، رقم : ۴۴۱ ؛ ابن کثیر ، اسماعیل بن کثیر ، البدایۃ والنہایۃ ، داراحیاء التراث العربی ، ط ۱ ، ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۱م ، کل اجزاء : ۱۴ ، ج ۱۲ ، ص ۲۹۱۔

(۲)مکحول : مکحول بن ابی مسلم ، شہراب بن شاذل ، ابوعبداللہ عجمی النسل تابعی تھے۔ اپنے زمانہ میں شام کے بہت بڑے فقیہ اورحفاظ حدیث میں سے تھے۔صحابہ میں انس بن مالک ، واثلہ بن اسقع ، ابوامامہ اور ابوجندل سے براہ راست سماع کیا جبکہ عائشہ صدیقہؓ ، ابوہریرہؓ ، عبادۃ بن صامتؓ وغیرہ سے مرسل روایات بیان کرتا ہے۔ان کے تلامذہ میں امام زہری ، محمد بن اسحاق ، امام اوزاعی وغیرہ شامل ہیں۔کبھی کبھی تدلیس بھی کرتے تھے ۔ العجلی نے انھیں ثقہ تابعی لکھا ہے۔۱۱۲ھ میں وفات پائے۔دیکھیں: العجلی ، تاریخ الثقات ، ص ۴۳۹ ، رقم : ۱۶۲۸ ؛ ابن حبان ، کتاب الثقات ، ج ۳ ، ص ۷۰ ، رقم: ۴۰۵۲ ؛ ابن حجر، تقریب ، ج ۲ ، ص ۲۷۸ ؛ ابن حجر ، طبقات المدلسین ، ص ۴۶، رقم : ۱۰۸ ؛ الذہبی ، تذکرۃ الحفاظ ، ج ۱، ص ۸۲ ، رقم : ۹۶۔

(۳) الحجاج بن سھیل النصری: الحجاج بن عبداللہ یا ابن سھیل النصری کی صحابیت میں اختلاف ہے۔ ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل میں انہیں تابعی لکھا ہے۔جبکہ ابن حبان ، ابن حزم اور ابو نعیم الأصبہانی نے انھیں صحابہ میں شمار کیا ہے۔ ان سے ایک ہی حدیث مروی ہے۔دیکھیں: ابن حبان ، کتاب الثقات ، ج ۱ ، رقم : ۲۷۹ ؛ بن ابی حاتم ، الجرح والتعدیل ، ج ۳ ، رقم : ۶۹۷ ؛ ابن حزم ، علی بن احمد بن سعید ، اسماء الصحابۃ الرواۃ ، تحقیق: سید کسروی ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ، ط ۱، ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲م ، ص ۴۱۰، رقم: ۶۹۸۔

کہا ہے کہ انہیں شرف صحابیت حاصل تھا۔ انہوں نے کہا: جب غزوۂ بدر کا دن تھا۔ مسلمانوں کے ایک گروہ نے قتال کیا اور ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ٹھہرا رہا۔ پس وہ گروہ جس نے جنگ میں حصہ لیا وہ چھینا ہوا سازوسامان اور وہ تمام اشیاء لے کر آئے جن تک وہ پہنچ سکے، سو ان کے درمیان مال غنیمت تقسیم کردیا گیا اور اس گروہ کو کوئی حصہ نہ دیا گیا جس نے عملاً قتال میں شرکت نہیں کی تھی۔ چنانچہ اسی گروہ کے افراد نے کہا: ہمیں بھی حصہ دیجئے۔ تو دوسرے گروہ نے انکار کردیا۔ نتیجتاً ان کے مابین تلخ کلامی کا تبادلہ ہوا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنفَالِ قُلِ الْأَنفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُواْ اللَّهَ وَأَصْلِحُواْ ذَاتَ بِيْنِكُمْ. پس ان کے درمیان اپنے معاملات کی اصلاح یہی ہے کہ اگروہ لوٹا دیں وہ سامان جو انہیں دیا گیا اس بنا پر کہ انہوں نے وہ حاصل کیا تھا۔

(أ) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں ذکر کیا ہے کہ يَسْـأَلُـونَكَ عَـنِ الْأَنـفَـالِ قُـلِ الْأَنفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انفال سے مراد مغانم ہیں اور وہ خالصۃً رسول اللہ ﷺ کے لیے ہیں، کسی اور کے لیے ان میں کوئی شے نہیں ہے۔ مسلمان سرایا میں جو چیز بھی حاصل کریں، وہ آپ ﷺ کے پاس لے آئیں۔ پس جس نے بھی اس میں سے سوئی یا دھاگہ تک اپنے پاس روک لیا تو وہ چوری اور خیانت کا مرتکب ہوا۔ پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ التجا کی کہ آپ اس سامان میں سے کوئی چیز انہیں عطا فرمائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: يَسْـأَلُـونَكَ عَـنِ الْأَنـفَـالِ قُلِ الْأَنفَالُ کہ یہ آپ سے مال غنیمت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ فرمایئے غنیمتیں میرے لیے ہیں اور میں نے ان کا مالک اپنے رسول کریم ﷺ کو بنایا ہے تمہارے لیے اس میں سے کوئی شے نہیں ہے۔ فَاتَّقُواْ اللَّهَ وَأَصْلِحُواْ ذَاتَ بِيْنِكُمْ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اپنے باہمی معاملات کی اصلاح کرو'' یہ آیت إِن كُنتُـم مُّؤْمِـنِيْـن تک نازل ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاعْـلَـمُـواْ أَنَّـمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پانچویں حصے کو رسول اللہ ﷺ، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کے لیے تقسیم کردیا اور پانچ میں سے چار حصے لوگوں میں برابر تقسیم کردیے۔ اس طرح کہ گھوڑے کے لیے دو حصے، اس کے مالک کے لیے ایک حصہ اور پیدل کے لیے بھی ایک حصہ رکھا۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، آیۃ ۱، رقم: ۱۵۶۶۷؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم ۸۷۶۶؛ البیہقی، سنن الکبریٰ، کتاب: قسم الفیء والغنیمۃ، باب: بیان مصرف الغنیمۃ، رقم: ۱۲۴۹۸۔

(أ) ابو عبید(۱) اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، ان سے مراد غنیمتیں ہیں۔ پھر اسے اس آیت نے منسوخ کردیا۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُم۔الآیۃ

(ب) مالک، ابن ابی شیبہ، ابوعبید، عبد بن حمید، ابن جریر، نحاس، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قاسم(۲) بن محمد نے کہا: میں نے ایک آدمی کو سنا، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انفال کے متعلق سوال کررہا تھا؟ تو آپ نے فرمایا: گھوڑا بھی مال غنیمت میں سے ہے اور چھینا ہوا مال بھی غنیمت میں سے ہے۔ اس نے دوبارہ سوال کیا۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پھر بھی یہی جواب دیا۔ پھر اس شخص نے پوچھا: وہ انفال جس کا تذکرہ اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب میں کیا، وہ کیا ہے؟ پس وہ مسلسل سوال کرتا رہا، یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ آپ کو تنگ کر دیتا۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ صبیغ کی مانند ہے جسے عمر رضی اللہ عنہ نے مارا تھا۔ ایک اور روایت میں الفاظ یوں ہیں: کہ آپ نے فرمایا: تجھے اس کی زیادہ حاجت اور ضرورت ہے کہ تجھے پیٹا جائے جیسا

(أ) ابوعبید اور ابن منذر کی روایتیں ان کی کتابوں میں نہیں ملیں۔

(ب) مؤطا امام مالک، کتاب الجہاد، باب ماجاء فی السلب فی النفل، رقم: ۱۶۵۵؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب: قولہ یسألونک عن الانفال، رقم: ۳۳۲۸۷؛ ابوعبید، القاسم بن سلام، الاموال، تحقیق: محمد خلیل ھراس، دارالفکر بیروت، ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸م، ص: ۷۶۰، ۷۶۱؛ تفسیر الطبری، سورۃ الأنفال، آیۃ: ۱، رقم: ۱۵۶۴۶؛ النحاس، الناسخ والمنسوخ، ص ۴۵۶، ۴۵۷؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۸۷۵۹۔

(۱) ابوعبید: (۱۵۷۔۲۲۴ھ/ ۷۷۴۔۸۳۸م) القاسم بن سلام الھروی الازدی الخزاعی، ابوعبید حدیث، ادب اور فقہ کے کبار علماء میں سے تھے۔ انھوں نے اسماعیل بن جعفر، سفیان بن عیینہ عبداللہ بن المبارک وغیرہ سے سماع کیا۔آپ بہت سے کتابوں کے مصنف ہیں۔ جن میں کتاب لأموال، کتاب المواعظ، فضائل القرآن، الناسخ والمنسوخ وغیرہ شامل ہیں۔دیکھیں: خیرالدین الزرکلی، الأعلام، ج ۵، ص ۱۷۶۔۲؛ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۱۰، ص ۴۹۰، رقم: ۱۶۴؛ ابوالحسین بن ابی یعلی، محمد بن محمد، طبقات الحنابلہ، تحقیق: محمد حامد الفقی، دارالمعرفۃ، بیروت، طبع وتاریخ طبع نامعلوم، کل اجزاء: ۲، ج ۱، ص ۲۵۶۔

(۲) القاسم بن محمد: (۱۰۷ھ/ ۶۵۷م) القاسم محمد بن ابی الصدیق، ابومحمد، مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔ ان کا تعلق تابعین کے تیسرے طبقہ سے ہے۔ نیک، ثقہ اور صالح آدمی تھے۔ حج یا عمرہ کی حالت میں بمقام قدید (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے) وفات پائی۔دیکھیں: الدارقطنی، ذکراسماء التابعین، ج ۱، ص ۲۹۹، رقم: ۸۸۳؛ العجلی، تاریخ الثقات، ص ۳۸۷، رقم: ۱۳۷۰؛ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۷۴، رقم: ۸۸؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۵، ص ۱۴۴، رقم: ۷۳۷۔

کہ عمر رضی اللہ عنہ نے صبیغ عراقی کے ساتھ کیاتھا۔عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی اتنی پٹائی کی تھی یہاں تک کہ خون اس کی ایڑیوں تک بہہ گیاتھا۔

(أ) ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انفال سے مراد غنیمتیں ہیں، انہیں حکم دیا گیا ہے کہ ان کے بارے میں اپنے باہمی معاملات کی اصلاح کریں۔ پس طاقت ور اسے کمزور اور ضعیف کی طرف لوٹا دے۔

(ب)عبد بن حمید، نحاس، ابن منذر، ابن جریر اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ یَسْـأَلُـونَکَ عَنِ الأَنـفَـالِ کے بارے میں عطاء (۱) نے کہا: کہ انفال سے مراد وہ سامان ہے جو مشرکین سے بغیر جنگ کے مسلمانوں کو حاصل ہوا ہو۔ چاہے وہ غلام ہوں، یا چوپائے یاپھر دیگر سازوسامان۔ پس وہ نبی کریم ﷺ کی ملکیت ہے آپ جو چاہیں اس میں تصرف کرسکتے ہیں۔

(أ) روایت نہیں ملی ۔الشوکانی ، فتح القدیر ، سورۃ الانفال ،ج ۲ ، ص ۲، رقم : ۲۸۵۔

(أ)عبدبن حمید - جیساکہ ، الشوکانی ، فتح القدیر ، سورۃ الانفال ، ج ۲ ، ص ۲۸۵ ؛ النحاس ، الناسخ والمنسوخ ، ص ۴۵۷، ۴۵۸ ؛ تفسیر الطبری ، سورۃ الانفال ، آیۃ : ۱ ، رقم: ۱۵۶۴۰۔

(۱) عطاء : عطاء بن ابی رباح جلیل القدر تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ابوھریرۃؓ ، عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ سے احادیث مبارکہ کا وافر ذخیرہ اخذ کیا۔ان کے شاگردوں میں امام ابوحنیفہ ، امام اوزاعی ، امام زہری ، اور مجاہد شامل ہیں۔سو سال کی عمر میں ۱۱۴ھ کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ ابن حجر نے انھیں ثقہ ، عالم فاضل اورسب سے زیادہ مرسل روایات بیان کرنے والا لکھاہے۔دیکھیں:ابن حجر ، تقریب التھذیب ، ج ۲ ، ص ۲۵ ، رقم : ۱۵۶۴ ؛ ابن حبان ، کتاب الثقات ، ج ۲، ص ۳۸۲ ، رقم: ۲۹۳۱ ؛ الدارقطنی ،ذکراسماء التابعین ، ج ۱، ص ۲۷۵، رقم: ۸۱۳ ؛ الذھبی ، الکاشف ، ج ۲، ص ۲۲۱، رقم: ۳۸۵۲ ؛ الذھبی ، تذکرۃ الحفاظ ، ج ۱ ، ص ۷۵، رقم: ۹۰۔

(أ) ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ نے محمد بن عمرو(۱) سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں سعید بن میبّؒ(۲) کے پاس بھیجا گیا تاکہ ہم آپ سے انفال کے بارے میں دریافت کریں؟ تو انہوں نے فرمایا: تم انفال کے بارے میں مجھ سے پوچھتے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نفل نہیں ہے۔

(ب) عبدالرزاق نے مصنف میں ابن میبّ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پانچویں حصے کو سوا کسی اور سے تنفیل (زائد عطیہ دینے) کا اعلان نہیں فرمایا۔

(ج) عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ ابن میبّ نے کہا: وہ تنفیل نہیں کرتے تھے مگر خمس (پانچواں حصہ) سے۔

(أ)مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، باب: ماذکر فی نجد ومانفل منھا، رقم: ۳۶۸۷۱۔

(ب) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، باب: لانفل الا من الخمس، رقم: ۹۳۴۴۔

(ج) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، باب: لانفل الا من الخمس، رقم: ۹۳۴۲ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب: فی الامام ینفل قبل الغنیمۃ أن یقسم، رقم: ۳۳۲۹۵۔

(۱) محمد بن عمرو: محمد بن عمرو بن عطاء القرشی العامری، ابوعبداللہ المدنی، تابعین کے تیسرے طبقہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔أصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے ابن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، أبوحمید الساعدی، ابوقتادۃ اور ابوہریرۃؓ سے ملاقات کی۔ ان کے علاوہ اس کے شیوخ میں سعد بن میبّ، سلیمان بن یسار، عباس بن سہل بن سعد وغیرہ شامل ہیں۔ ان سے ابن عجلان، محمد بن اسحاق وغیرہ نے روایت بیان کی ہے۔ابن سعد نے انھیں ثقہ لکھا ہے۔ انھوں نے ہشام بن عبدالملک کے خلافت کے آخری دور میں وفات پائی۔دیکھیں: الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۵، ص ۲۲۵، رقم: ۹۲ ؛ الکلاباذی، أحمد بن محمد بن الحسین، الھدایۃ والارشاد فی معرفۃ اھل الثقۃ والسداد، محقق: عبداللہ اللیثی، دارالمعرفۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۷ھ، کل اجزاء: ۲، ج ۲، ص ۶۷۰، رقم: ۱۰۸۱۔

(۲) سعید بن میبّ: (۱۳۔۹۴ھ / ۶۳۴۔۷۱۳م) سعید بن المسیب بن حزن بن ابی وھب المخزومی، القرشی، ابومحمد بڑے جلیل القدر تابعی ہیں۔ مدینہ کے سات فقہاء میں سے ایک تھے۔ان کی مرویات کا بڑا حصہ ابوہریرۃؓ کی احادیث پر مشتمل ہے جو ان کے خسر بھی تھے۔آپ نے عثمانؓ، علیؓ، سعدبن ابی وقاصؓ، عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ سے بھی سماع حدیث کیا۔سالم بن عبداللہ، قتادۃ، زہری وغیرہ آپ کے تلامذہ ہیں۔انھوں نے ۷۵ برس کی عمر میں مدینہ میں وفات پائی۔دیکھیں: ابن حبان، کتاب الثقات، ج ۲، ص ۱۶۵، رقم: ۱۴۸۹ ؛ دارقطنی، ذکر اسماء التابعین، ج ۱، ص ۱۴۷، رقم: ۳۵۲ ؛ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص ۲۵، رقم: ۳۷ ؛ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۴۴، رقم: ۳۸۔

(أ) عبدالرزاق نے ذکر کیا ہے کہ ابن مسیّب نے کہا: مسلمانوں کی غنیموں میں تنفیل کرنا صحیح نہیں مگر پانچویں حصہ سے۔

(ب) عبد الرزاق نے انس(۱) رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ امراء میں سے ایک امیر نے یہ ارادہ کیا کہ خمس نکالنے سے پہلے اسے مال غنیمت میں زائد عطیہ دیا جائے۔ تو انس رضی اللہ عنہ نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا، یہاں تک کہ وہ اس کا خمس نکالے۔

(ج) ابن جریر نے ضحاک(۲) سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: کہ ابن مسعودرضی اللہ عنہ کی قراء ت میں یَسْأَلُونَکَ الأَنفَال ہے۔

(أ) مصنف عبدالرزاق ، کتاب الجہاد ، باب : لانفل الامن الخمس ، رقم: ۹۳۴۱۔

(ب) مصنف عبدالرزاق ، کتاب الجہاد ، باب : لانفل الا من الخمس ، رقم: ۹۳۴۳ ۔

(ج) تفسیر الطبر ی ، سورۃ الانفال ، آیۃ : ۱ ، رقم: ۱۵۶۶۶ ۔

(۱) انس بن مالکؓ : (۱۰ ق ھ۔۹۳ھ / ۶۱۲۔۷۱۲م) انس بن مالک بن النضر نجاری ، خزرجی ، انصاری ، ابوثمامۃ یا ابوحمزۃ خادم رسول اللہ ﷺ ہیں۔کم سنی میں اسلام قبول کیا اور آخری وقت تک محمد ﷺ کی خدمت میں رہے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد دمشق اور پھر وہاں سے بصرہ منتقل ہوئے جہاں پر آپ نے بصرہ میں موجود صحابہ کرام میں سے سب سے آخر میں وفات پائی۔آپ کی مسند ۲۲۸۶ اُحادیث پر مشتمل ہے۔دیکھیں: ابن الاثیر ، اسد الغابۃ ، ج ۱ ، ص ۱۷۷، رقم: ۲۵۸ ؛ ابن حجر ، الاصابۃ ، ج ۱ ، ص ۷۹ ، رقم: ۲۷۷ ؛ ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، ج ۱، ص ۱۹۸، رقم: ۸۴ ؛ ابن قانع ، معجم الصحابۃ ، ج ۱ ، ص ۲۴۰۔

(۲) ضحاک : الضحاک بن مزاحم البلخی ، الخراسانی ، اُبوقاسم ، صاحب التفسیر ، ابن عباسؓ ، ابوسعید الخدریؓ ، ابن عمرؓ اور انس بن مالکؓ سے روایت بیان کرتا ہے۔بعض کے نزدیک ابن عباسؓ سے ان کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔ان کے شاگردوں میں جویبر ، مقاتل ، ابوروق ، نھشل بن سعید وغیرہ شامل ہیں۔ العجلی ، ابن شاھین نے انھیں ثقہ جبکہ ابن حجر نے انھیں صدوق کثیر الارسال لکھاہے۔ ۱۰۵ھ (۷۲۳ء) کو خراسان میں فوت ہوئے۔دیکھیں: ابن ابی حاتم ، الجرح والتعدیل ، ج ۴ ، ص ۴۲۷، رقم: ۱۴۳ ؛ ابن حجر ، تقریب التھذیب ، ج ۱، ص ۳۵۵، رقم: ۳۲۹۲ ؛ ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ، ج ۶، ص ۳۰۲، رقم: ۲۳۷۱ ؛ ابن شاھین ، عمربن احمدبن عثمان ، تاریخ اسماء الثقات ، تحقیق : عبدالمعطی أمین ، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت ، ط ۱ ، ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶ء ، کل اجزاء: ۱ ، ص ۱۷۹، رقم: ۵۷۰۔

(أ) ابن مردویہ نے شقیق (۱) کی سند سے ابن مسعود (۲) رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے اسے **یَسْأَلُونَکَ عَنِ الْأَنفَالِ** پڑھا ہے۔

(ب) ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ سدی نے کہا انفال سے مراد مال فے ہے۔ اس سے مراد وہ مال ہے۔ جو مشرکین کے اموال میں سے حاصل کیا جائے مگر اس پر گھوڑے اور اونٹ نہ دوڑائے جائیں (یعنی اس کے لیے جنگ نہ لڑی جائے)۔ پس وہ مال صرف نبی کریم ﷺ کے لیے خاص ہے۔

(أ) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) شقیق: شقیق بن سلمہ أبووائل الأسدی الکوفی، کبار تابعین میں سے ہیں۔انھوں نے نبی کریم ﷺ کا زمانہ پایا لیکن آپ ﷺ کو نہیں دیکھا۔آپ عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، عمارؓ، ابن مسعودؓ، معاذؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام سے روایت بیان کرتے ہیں۔ آپ کے تلامذہ میں جامع بن ابی راشد، حبیب بن ابی ثابت، سلیمان الأعمش وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی توثیق پر اتفاق ہے۔ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ خلافت میں فوت ہوئے۔ دیکھیں: الدارقطنی، ذکر اسماء التابعین، ج ۱، رقم: ۴۴۹؛ ابن منجویہ، رجال صحیح مسلم، ج ۱، رقم: ۶۵۹؛ العجلی، تاریخ الثقات، ص ۲۲۱، رقم: ۶۷۳؛ ابن حجر، تقریب التہذیب، ج ۱، رقم: ۲۱۱۶۔

(۲) ابن مسعودؓ: عبداللہ بن مسعودؓ بن غافل بن حبیب الھذلی، ابوعبدالرحمٰن، فقیہ الأمت کبار صحابہ اور سابقین اولین میں سے ہیں۔صاحب نعلین، رازدار اور خادم رسول ﷺ تھے۔ آپ نے دو دفعہ ہجرت فرمائی۔ غزوۂ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے۔ عثمانؓ کے دور خلافت میں ۶۰ سال کی عمر میں ۳۲ھ (۶۵۳ء) کو خالق حقیقی سے جا ملے۔آپ سے ۸۴۸ احادیث مروی ہیں۔دیکھیں: ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ج ۳، رقم: ۳۱۸۳؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۳، رقم: ۱۶۷۷؛ ابن حجر، الاصابۃ، ج ۲، رقم: ۴۹۵۵؛ ابن قانع، معجم الصحابۃ، ج ۸، ص ۲۸۷۱۔

(أ) ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ شعبی(۱) نے یَسْأَلُونَکَ عَنِ الْأَنفَالِ کے متعلق کہا کہ انفال سے مراد وہ مال ہے جو سرایا کے ذریعے حاصل ہو۔

(ب) ابن ابی شیبہ، نحاس نے ناسخ میں اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد اور عکرمہ دونوں نے کہا: غنیمتیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے لیے تھیں یہاں تک کہ آیت الخمس نے اسے منسوخ کردیا اور وہ آیت یہ ہے: وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ۔الآیہ ۔

(ج) عبد بن حمید اور ابن جریر سے أعمش(۲) نے یہ قول نقل کیا ہے کہ اصحاب عبد اللہ اس آیت کو یَسْأَلُونَکَ الْأَنفَالَ پڑھتے تھے۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب : قولہ : یسألونک عن الانفال ماذکر فیھا ، رقم: ۳۳۴۸۸؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورہ الانفال ، رقم : ۸۷۶۵۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب السیر ، باب : قولہ : یسألونک عن الانفال ماذکر فیھا ، رقم: ۳۳۴۸۶ ؛ النحاس ، الناسخ والمنسوخ ، ص ۴۵۲ ، ۴۵۳۔

(ج) تفسیر الطبری ، سورۃ الانفال ، آیۃ : ۱ ، رقم: ۱۵۶۶۵۔

(۱) شعبی : (۱۹۔۱۰۳ھ / ۶۴۰۔۷۲۱م) عامر بن شرحبیل بن عبد ، الشعبی الحمیری ، ابوعمرو اپنے عہد کے امام کبیر تھے۔ عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں کوفہ میں پیداہوئے ۔انھوں نے علیؓ ، عمران بن حصین ، ابوہریرہؓ ، جریر بن عبداللہ ، ابن عباسؓ ، ابن عمرؓ ، عدی بن حاتم ، مغیرہ بن شعبہؓ اور عائشہ صدیقہؓ کے علاوہ کافی سارے لوگوں سے فیض حاصل کیا۔ان سے امام ابوحنیفہؒ ، أعمش ، زکریا بن زائدہ اور دیگر نے اخذ علم کیا۔دیکھیں: ابن جوزی ، صفۃ الصفوۃ ، ص ۵۴۹، رقم: ۴۱۰ ؛ ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ، ج ۶ ، ص ۲۵۹، رقم: ۲۳۱۶ ؛ الذہبی ، العبر ، ج ۱ ، ص ۷۴ ؛ الذہبی ، تذکرۃ الحفاظ ، ج ۱ ، ص ۶۳ ، رقم: ۷۶۔

(۲) أعمش: (۶۱۔۱۴۸ھ / ۶۸۱۔۷۶۵م) سلیمان بن مہران الاسدی ، ابومحمد ، لقب أعمش ، صغار تابعین میں سے ہیں۔قرآن ، حدیث اورعلم الفرائض کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان سے تقریباً ۱۳۰۰ اُحادیث مروی ہیں۔ثقہ ، حافظ اور مختلف قراء ات کے بہت بڑے عالم تھے لیکن تدلیس کے وصف سے موصوف تھے۔دیکھیں: الدارقطنی ، ذکراسماء التابعین ، ج ۱ ، رقم: ۳۹۸ ؛ الذہبی ، تذکرۃ الحفاظ ، ج ۱ ، ص ۱۱۶ ، رقم: ۱۴۹ ؛ ابن حجر ، لسان المیزان ، تحقیق: محمد عبدالرحمٰن المرعشلی ، داراحیاء التراث العربی ، بیروت ، ط ۲ ، ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۱م ، کل اجزاء : ۱۱ ، ج ۸ ، ص ۳۷۸ ، رقم: ۱۲۸۴۶ ؛ جلال الدین السیوطی ، أسماء المدلسین، تحقیق : محمود محمد حسن ، دارالجیل ، بیروت ، ط ۱ ، ص ۵۵، رقم : ۲۱۔

(أ) ابن ابی شیبہ، امام بخاری نے الادب المفرد میں، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ فَاتَّقُواْ اللَّهَ وَأَصْلِحُواْ ذَاتَ بِيْنِكُمْ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مومنین پر پابندی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اپنے باہمی معاملات کی اصلاح کریں۔ جہاں انہوں نے غنیموں میں اختلاف کیا ہے۔

(ب) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَأَصْلِحُواْ ذَاتَ بِيْنِكُمْ کی تفسیر میں سدی(۱) نے کہا: تم باہمی معاملات میں گالی گلوچ نہ دو۔

(ج) ابن ابی حاتم نے مکحولؒ سے یہ قول بیان کیا ہے: ان کے درمیان باہمی معاملات کی اصلاح یہ ہے کہ اگر غنائم واپس لوٹا دی جائیں تو پھر انہیں ان افراد کے درمیان جو رسول اللہﷺ کے پاس ٹھہرے رہے اور ان کے درمیان جو لڑتے رہے اورجنہوں نے مال غنیمت جمع کیا، تقسیم کردی جائیں۔

(د) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ وَأَطِيعُواْ اللّهَ وَرَسُولَهُ کی تفسیر میں عطاء نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہﷺ کی اطاعت سے مراد کتاب وسنت کی اتباع کرنا ہے۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزھد، باب: کلام ابن عباس رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۴۷۸۰ : البخاری، محمد بن اسماعیل أبوعبداللہ، لأدب المفرد، تحقیق: محمد فؤاد عبدالباقی، دارالبشائرالاسلامیۃ، بیروت، ط ۲، ۱۴۰۹ھ۔۱۹۸۹م، کل اجزاء: ۱، کتاب حسن الخلق، باب : اصلاح ذات البین، رقم : ۳۹۲ : البیہقی، شعب الایمان، باب : فی رحم الصغیر توقیر الکبیر، رقم : ۱۰۵۷۳۔(حکم): شیخ البانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔(محمد ناصر الدین الالبانی، صحیح الأدب المفرد لامام بخاری، دارالصدیق، ط ۱، ۱۴۲۱ھ، باب : اصلاح ذات البین، رقم: ۱۶۵)۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، آیۃ ۱، رقم : ۱۵۶۸۲ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم : ۸۷۶۸۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم : ۸۷۷۰۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم : ۸۷۷۱۔

(۱) السدی: اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن ابی کریمہ السدی، ابو محمد القرشی، الکوفی اصل کے اعتبار سے حجازی تھے لیکن کوفہ میں رہائش اختیارکی۔ان کے شیوخ میں أنس بن مالک، أوس بن ضمعج، سعدبن عبیدۃ، عبداللہ بن عباسؓ، وغیرہ شامل ہیں۔جبکہ ان سے اسباط بن نصر، اسرائیل بن یونس، اسماعیل بن أبی خالد وغیرہ نے روایت کی ہے۔الذہبی نے اسے حسن الحدیث جبکہ ابو حاتم نے انھیں ناقابل حجت کہا ہے۔انھوں نے ۱۲۸ھ (۷۴۵ء) میں وفات پائی۔دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التھذیب، ج ۱، ص ۲۹۴، رقم: ۵۷۳ ؛ البخاری، التاریخ الصغیر، ج ۱، ص ۳۴۸ ؛ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۲، ص ۱۲۴، رقم: ۶۲۵۔

(أ) ابو یعلی(۱)، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور آپ کی پیروی کرتے ہوئے امام ذہبی (۲) نے انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: اس اثناء میں کہ ہم رسول اللہﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ہم نے آپﷺ کو اس طرح مسکراتے دیکھا کہ آپ کے سامنے کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ تو آپﷺ نے فرمایا: رب العزت کے سامنے میری امت کے دو آدمی دوزانو بیٹھے ہوئے ہیں تو ان میں سے ایک نے کہا ہے: اے میرے رب! میرے بھائی کی جانب سے مجھ پر کئے جانے والے مظالم کے بدلے اسے پکڑلے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا: تو اپنے بھائی کو اس پر کیے جانے والے مظالم کا بدلہ دے۔ اس نے عرض کی: اے میرے رب! میری نیکیوں میں سے کوئی شے باقی نہیں رہی۔ تو دوسرے نے عرض کی: اے میرے رب! میری جانب سے میرے گناہوں کا بوجھ اس پر ڈال دیا جائے۔ اس وقت رسول اللہﷺ کی آنکھیں روتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ بہہ پڑیں۔ پھر فرمایا: بے شک یہ اس عظیم دن کے لیے ہے جس دن لوگ یہ ضرورت محسوس کریں گے کہ ان سے ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھا لیا جائے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے طالب (مطالبہ کرنے والا) کو فرمایا ہے اپنی نگاہ اوپر اٹھاؤ اور جنتوں

(أ) ابو یعلی کی روایت- جیسا کہ: ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، محقق: سامی بن محمد سلامۃ، دارطیبۃ للنشر والتوزیع، ط ۲، ۱۴۲۰ھ۔۱۹۹۹م، کل اجزاء: ۸، ج ۴، ص ۱۰، ۱۱ پر ملی؛ الحاکم، المستدرک، کتاب لأھوال، باب: ایضاً، رقم: ۸۷۱۸۔**(حکم)**: حافظ ابن حجر نے اس روایت کو ضعیف جداً کہا ہے۔: (ابن حجر، المطالب العالیہ، کتاب الفتوح، باب: العفو عن المظالم، رقم: ۴۵۹۰، ج ۱۸، ص ۶۲۲، اور محمد ناصرالدین الالبانی، ضعیف الترغیب والترھیب، مکتبۃ المعارف، الریاض، کل اجزاء: ۲، رقم: ۱۴۶۹، ج ۲، ص ۷۱)۔

(۱)ابویعلی: امام، حافظ، شیخ الاسلام ابویعلی أحمد بن علی بن المثنی التیمی الموصلی، موصل کے محدث، صاحب المسند اور المعجم ہیں۔ وہ امام نسائی سے پانچ سال بڑے تھے اور اسناد کے لحاظ سے بھی ان سے اعلیٰ وبرتر ہیں۔ان کے شیوخ میں احمد بن منیع، احمد بن حاتم الطویل، ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ شامل ہیں۔امام نسائی، ابن حبان، الطبرانی، ابن عدی وغیرہ نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے۔انہوں نے ۳۰۷ھ (۹۱۹م) میں وفات پائی۔دیکھیں: الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ج ۱۴، ص ۱۷۴، رقم: ۱۰۰؛ خیرالدین الزرکلی، الأعلام، ج ۱، ص ۱۷۱۔

(۲) الذہبی: (۶۷۳۔۷۴۸ھ / ۱۲۷۴۔۱۳۴۸م) محمد بن أحمد بن عثمان بن قایماز الذہبی، شمس الدین، أبوعبداللہ، امام، حافظ، شیخ الحدیث اوراسلام کے بہت بڑے مؤرخ تھے۔ طلب حدیث کے لئے لمبے لمبے اسفار کیے اور کثیر لوگوں سے فیض حاصل کیا۔ ان کی تصانیف کی تعداد سو کے لگ بھگ ہے۔ جن میں سیر اعلام النبلاء، طبقات الحفاظ، الکاشف، المغنی فی الضعفاء، طبقات القراء وغیرہ شامل ہیں۔آپ دمشق میں پیدا ہوئے اور وہی پر وفات بھی پائی۔دیکھیں: الزرکلی، الأعلام، ج ۵، ص ۳۲۶؛ عبدالفتاح بن السید، ھدایۃ القاری، ج ۲، ص ۷۰۲۔

کی طرف دیکھ لو۔ چنانچہ اس نے اپنا سر بلند کیا اور کہا: اے میرے رب! میں چاندی کے شہر اور سونے کے محلات دیکھ رہا ہوں جنھیں موتیوں کے ساتھ آراستہ کیا گیا ہے۔ یہ کون سے نبی کے لیے ہیں، یہ کون سے صدیق کے لیے ہیں، یہ کون سے شہید کے لیے ہیں؟ تو رب کریم نے فرمایا: یہ اس کے لیے ہیں جس نے ثمن (قیمت) ادا کئے۔ اس نے عرض کی: اے میرے رب! اس کے ثمن کا مالک کون ہوسکتا ہے؟ رب کریم نے فرمایا: تو اس نے عرض کی: وہ کیسے؟ تو رب کریم نے فرمایا: اپنے بھائی کو معاف کرکے۔ اس نے عرض کی: اے میرے رب! میں نے اسے معاف کردیا۔ تو رب کریم نے فرمایا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑلے اور اسے جنت میں ساتھ لے جا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے باہمی معاملات کی اصلاح کرو کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومنین کے درمیان صلح کرائے گا۔

(أ) ابن ابی حاتم نے علی(۱) بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بہن ام ہانی(۲) رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تجھے خبردیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اولین وآخرین تمام کو ایک ہی سرزمین پر جمع فرمائے گا۔ پس کون جان سکتا ہے کہ کنارے کہاں ہیں؟ تو ام ہانی نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ پھر عرش کے نیچے سے ایک ندا دینے والا پکار کر کہے گا: اے اہل توحید! پس وہ کلام کو سمجھ لیں گے پھر وہ آواز دے گا: اے اہل توحید! پھر تیسری بار پکار کر کہے گا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں معاف فرمادیا ہے۔ پس لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے حالانکہ وہ دنیا کی تاریکیوں اور بے انصافیوں میں بعض بعض کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔ تو

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ العنکبوت ، رقم : ۱۷۲۴۲۔

(۱) علیؓ : (۲۳ ق ھ۔۴۰ھ / ۶۰۰۔۶۶۱م) علی بن ابی طالب بن عبد المطلب الہاشمی القرشی ، ابوالحسن ، امیرالمؤمنین ، عشرۃ مبشرۃ میں سے ایک ، نبی کریم ﷺ کے حقیقی چچازاد ، داماد اور بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے۔قرآن پاک سے اجتہادی مسائل کے استنباط میں آپ کو مہارت حاصل تھی۔ آپ سے کل ۵۸۶ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ۳۹ صحیحین میں مذکور ہیں۔۴۰ھ رمضان المبارک میں آپ کو شہید کردیا گیا۔دیکھیں: ابن الاثیر ، أسد الغابۃ ، ج ۳ ، ص ۳۹۴، رقم: ۳۷۹۰ ؛ ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، ج ۳ ، ص ۱۹۷ ، رقم: ۱۸۷۵ ؛ ابن حجر ، الاصابۃ ، ج ۲ ، ص ۱۲۹۴ ، رقم: ۵۶۹۰ ؛ الذہبی ، تذکرۃ الحفاظ ، ج ۱ ، ص ۱۳ ، رقم: ۴۔

(۲) اُم ہانی رضی اللہ عنہا: فاختۃ بنت ابی طالب بن عبدالمطلب ہاشمیہ ، قرشیہ ، علیؓ اور جعفر طیارؓ کی حقیقی بہن تھی۔ ۸ھ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئیں۔ علیؓ کی وفات کے بعد مدت تک زندہ رہیں۔ امیر معاویہؓ کے زمانۂ خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔ ان سے ۴۶ حدیثیں مروی ہیں۔دیکھیں: ابن الاثیر ، أسد الغابۃ ، ج ۵ ، ص ۶۵۳، رقم: ۷۶۲۳ ؛ ابن حجر ، الاصابۃ ، ج ۴، ص ۲۷۶۱، رقم : ۱۲۲۸۱ ؛ ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، ج ۴ ، ص ۵۱۷ ، رقم: ۳۶۵۶ ؛ ابونعیم ،معرفۃ الصحابہ ، ج ۶، ص ۳۴۱۹۔

پھر وہ پکار کر کہے گا: اے اہل توحید! تم ایک دوسرے کو معاف کردو اور ثواب وجزا اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے۔

(أ) ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو نداد ینے والا پکار کر کہے گا: اے اہل توحید! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمھیں معاف فرمادیا ہے اور چاہیے کہ تم بھی آپس میں ایک دوسرے کو معاف کردو اور ثواب عطا فرمانا میرے ذمہ کرم پر ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (2)

ترجمہ: ''مؤمن تو وہ ہیں جب خدا کا ذکر کیاجاتاہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اُن کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں''۔

(ب) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے دل خوفزدہ ہو جاتے ہیں، گھبرا جاتے ہیں۔

(ج) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا: منافقین کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس کے فرائض ادا کرتے وقت کوئی شے داخل نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے کسی پرایمان لاتے ہیں، نہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرتے ہیں اور نہ وہ نمازیں ادا کرتے ہیں جب کہ وہ غائب ہوں اور نہ ہی اپنے مالوں کی زکوٰۃ دیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ مؤمن نہیں ہیں۔ پھر مؤمنین کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا:إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ سواس کے فرائض ادا کرو۔

(أ) ابن مردویہ کی کتابوں میں روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال ، رقم: ۸۷۷۶۔

(ج) تفسیر الطبری ، سورۃ الانفال ، آیۃ ۲ ، رقم: ۱۵۶۸۴ ؛تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال ، رقم: ۸۷۷۷۔

(أ) حکیم ترمذی(ا)، ابن جریر اور ابوالشیخ نے شہر بن حوشب(۲) کی سند سے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ الوجل فی القلب (دل کا کانپ اٹھنا) سر اور چہرے کی پھنسیوں کی جلن کی طرح ہے، اے شہر! کیا تو کپکپی پاتا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں ضرور۔تو انہوں نے کہا: پھر اس وقت دعا کیا کر کیونکہ اس وقت میں دعا قبول ہو جاتی ہے۔

(أ) حکیم ترمذی ، محمد بن علی بن الحسن ، نواد رالاصول فی أحادیث الرسول ، تحقیق: عبدالرحمٰن عمیرۃ ، دارالنشر / دارالجیل ، بیروت ، طبع نامعلوم، ۱۹۹۲م ، کل اجزاء : ۴ ، فی نشر السجلات یوم الحشر ، ج ۱ ، ص ۱۹۲ ؛ تفسیر الطبری ، سورۃ الانفال ، آیۃ ۲، رقم: ۱۵۶۹۱۔ابن ابی حاتم نے کہا : میں نے اپنے باپ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ شہر بن حوشب کا سماع ابوالدرداء سے ثابت نہیں ہے بلکہ انھوں نے ام الدرداء سے سنا جس نے اپنے شوہر ابوالدرداء سے روایت کیا۔دیکھیں: ابن ابی حاتم ، المراسیل ،ص ۴۱۔

(ا) حکیم ترمذی : محمد بن علی بن الحسن بن بشر ، ابوعبداللہ ، الحکیم الترمذی ، محدث ، صوفی ، حافظ ، المؤذن اور صاحب التصانیف تھے۔ بنے والد قتیبہ بن سعید ، الحسن بن عمر اور صالح بن عبداللہ الترمذی سے روایت کرتے ہیں ۔ ان سے روایت کرنے والوں میں یحی بن منصور القاضی ، الحسن بن علی اور دوسرے علماء نیشاپور شامل ہیں۔اصول الدین اور معانی الحدیث میں ان کے کئی بڑے تصنیفات ہیں۔نوادرالاصول ان کی مشہور کتاب ہے۔ تقریباً ۳۲۰ھ (۹۳۲م) کو فوت ہوئے۔دیکھیں: ابن حجر ، لسان المیزان ، ج ۶ ، ص ۳۹۲ ، رقم : ۷۸۸۸ ؛ ابونعیم ، احمد بن عبداللہ ، حلیۃ الاولیاء ، تحقیق: سعید بن سعدالدین ، داراحیاء التراث العربی ، ط ۱، ۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۱م ، کل اجزاء : ۱۰ ، ج ۱۰، ص ۱۹۸ ، رقم: ۵۶۲ ؛ المناوی ، زین الدین محمد عبدالرؤف ، طبقات الصوفیۃ ، تحقیق: محمد أدیب الجادر ، دارصادر ، بیروت ، ط ۱، ۱۹۹۹م ، کل اجزاء: ۵ ، ج ۲ ، ص ۱۳۰، رقم: ۳۶۳۔

(۲) شہر بن حوشب : (۲۰۔۱۰۰ھ / ۶۴۱۔۷۱۸م) شہر بن حوشب الأشعری ، فقیہ ، قاریٔ ، محدث ، کبار علماء تابعین میں سے ہیں۔انھوں نے اپنی مالکن اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا ، ام سلمہ زوج النبی ﷺ ، ابوہریرۃؓ ،عائشۃؓ ، أم حبیبۃؓ ، ابن عمرؓ اور بہت سے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے۔ان سے روایت کرنے والوں میں ثابت البنانی ، قتادۃ ، لیث بن ابی سلیم وغیرہ ایک کثیر جماعت شامل ہے ۔العجلی نے انھیں تابعی ثقہ کہاہے۔ ابن حجر نے کثیر الارسال اور ابن عدی نے ضعیف ترین لکھا ہے۔دیکھیں:ابن حجر ، تہذیب التہذیب ، ج ۳ ، ص ۱۹۱ ، رقم: ۳۳۰۸ ؛ العجلی، تاریخ الثقات ،ص ۲۲۳، رقم : ۶۷۷ ؛ ابن حبان ، محمد بن حبان ، ابوحاتم ،کتاب المجروحین من المحدثین ، تحقیق: حمدی عبدالمجید ،دارالصمیعی ، الریاض ، ط ۱، ۱۴۲۰ھ۔۲۰۰۰م ، کل اجزاء : ۲، ج ۱،ص ۴۵۸، رقم : ۴۷۰ ؛ ابن عدی ، عبداللہ بن عدی الجرجانی ، الکامل فی ضعفاء الرجال ، تحقیق: عادل احمد عبدالموجود ،علی محمد معوذ ، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت ، ط ۱ ، ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷م ، کل اجزاء : ۹ ، ج ۵،ص ۵۷۔

(أ) حکیم ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مؤمن کے دل کا کانپنا پھنسی کی جلن کی طرح ہوتا ہے۔ جب تم میں سے کوئی اسے پائے تو اسے چاہیے کہ اس وقت دعا مانگے۔

(ب) حکیم ترمذی نے ثابت بنانی(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: فلاں نے بیان کیا: بے شک میں جانتا ہوں میری دعا کب قبول کی جاتی ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ کہاں سے اسے جانتا ہے؟ تو اس نے کہا: جب میری جلد کانپنے لگے اور میرا دل گھبرا جائے اور میری آنکھوں میں آنسو جاری ہو جائیں تو اس وقت میری دعا قبول کی جاتی ہے

(ج) ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ کی تفسیر میں سدیؒ نے کہا اس سے مراد وہ آدمی ہے۔ جو ظلم کرنے کا ارادہ کرتا ہے یا گناہ کا قصد کرتا ہے۔ تو اسے کہا جاتا ہے: تو اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ تو اس کا دل کانپ اٹھتا ہے۔

(د) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے زَادَتْهُمْ إِيمَانًا کی تفسیر میں فرمایا (یہ) ان کی تصدیق کو بڑھا دیتی ہیں۔

(أ) الحکیم الترمذی ، نوادرالاصول ، باب : فی نشر السجلات یوم الحشر ، ج ۱، ص ۱۹۲۔

(ب) الحکیم الترمذی ، نوادرالاصول ، باب : فی نشر السجلات یوم الحشر ، ج ۱، ص ۱۹۲۔

(ج) تفسیر الطبری ، سورۃ الانفال ، آیۃ : ۲ ، رقم : ۱۵۶۹۰ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال ، رقم : ۸۷۷۸ ؛ البیھقی ، شعب الایمان ، کتاب : الخوف من اللہ تعالیٰ ، باب ایضاً ، رقم : ۷۲۳۔

(د) تفسیر الطبری ، سورۃ الانفال ، آیۃ : ۱ ، رقم : ۱۵۶۸۴ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال ، رقم: ۸۷۸۰۔

(۱) ثابت البنانی : ثابت بن اسلم البنانی ، ابو محمد البصری نسباً قریش کی شاخ بنی سعد سے تعلق رکھتے تھے اور بصرہ کے صاحب علم وعمل تابعین میں سے تھے۔ انس بن مالک کے خاص اصحاب میں شمار کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے ۱۲۳ھ میں ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ دیکھیں: الدارقطنی ، ذکر اسماء التابعین ، ج ۱ ، ص ۹۰ ، رقم : ۱۵۷ ؛ السیوطی ، طبقات الحفاظ ، ص ۵۶ ، رقم : ۱۰۸ ؛ الذہبی ، تذکرۃ الحفاظ ، ج ۱ ، ص ۹۴ ، رقم : ۱۱۰ ؛ ابن العماد ، شذرات الذہب ، ج ۱ ، ص ۲۸۲۔

(أ) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ربیع بن انس(۱) سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ وہ آیات ان کی خشیت کو بڑھادیتی ہیں۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ زَادَتْهُمْ إِيمَاناً کی تفسیر میں مجاہد نے کہا: ایمان زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے، اس سے مراد قول وعمل ہے۔

(ج) ابوالشیخ نے سفیان بن عیینۃ (۲) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایمان کے زیادہ اور کم ہونے پر قرآن ناطق ہے۔ لہٰذا زَادَتْهُمْ إِيمَاناً یہ ارشاد ایمان کے زیادہ ہونے پر دلیل ہے۔ اور جب ہم غافل ہو جائیں بھول جائیں اور ہم اسے ضائع کردیں تو وہی اس کی کمی اور نقصان ہے۔

(أ) تفسیر الطبری ، سورۃ الانفا ل ، آیۃ : ۱ ، رقم : ۱۵۶۹۳ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفا ل ، رقم : ۸۷۸۱۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃ الانفا ل ، رقم : ۸۷۸۲

(ج) ابوالشیخ کی روایت دستیاب کتب میں نہیں ملی۔

(۱) الربیع بن أنس : الربیع بن أنس بن زیاد البکری ، خراسانی ، مروزی ، بصری صغار تابعین میں سے ہیں ۔اپنے زمانے میں مرو کے عالم تھے۔ انھوں نے انس بن مالک ، الحسن البصری اور ابوالعالیہ الریاحی سے سماع کیا۔ خاص طور پر ابو العالیہ الریاحی کو کثرت سے سنا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں سلیمان التیمی ، الأعمش ، الحسن بن واقد ، ابن المبارک وغیرہ شامل ہیں۔ ابو حاتم نے انہیں صدوق کہا ہے۔جبکہ ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے کہ ابوجعفر سے ان کی روایت کردہ روایت میں بہت زیادہ اضطراب پایا جاتا ہے ۔اس لئے لوگ ان کے احادیث سے بچتے تھے۔دیکھیں: العجلی ، تاریخ الثقات ، ص ۱۵۳ ، رقم : ۴۱۶ ؛ ابن حجر ، تہذیب التھذیب ، ج ۲ ، ص ۴۰۲ ، رقم : ۲۲۴۰ ؛ ابن حبان ، کتاب الثقات ، ج ۲ ، ص ۱۳۴ ، رقم : ۱۰۴۴ ؛ ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ، ج ۷ ، ص ۲۶۱ ، رقم : ۳۶۴۰ ؛ الذہبی ، سیر أعلام النبلاء ، ج ۶ ، ص ۱۶۹ ، رقم : ۷۹۔

(۲) سفیان بن عیینۃ : (۱۰۷۔۱۹۸ھ / ۷۲۵۔۸۱۴م) سفیان بن عیینہ بن میمون الھلالی الکوفی ، ابومحمد ، امام کبیر ، شیخ الاسلام ، حافظ ، ثقہ اور حرم مکی کے بہت بڑے محدث تھے۔کوفہ میں پیدا ہوئے لیکن مکہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں فوت ہوئے۔ امت ان کے قابل حجت ہونے پر متفق ہے۔وہ کثرت سے تدلیس کرتے تھے لیکن صرف ثقہ راویوں سے تدلیس کرتے تھے۔دیکھیں: ابن جوزی ، صفوۃ الصفوۃ ، ص ۳۸۳ ، رقم : ۲۱۷ ؛ الذہبی ، میزان الاعتدال ، ج ۳ ، ص ۲۴۷ ، رقم : ۳۳۳۰ ؛ ابن حجر ، طبقات المدلسین ، ص ۳۲ ، رقم : ۵۲ ؛ النسائی ، احمد بن شعیب ابوعبدالرحمٰن ، ذکرالمدلسین ، محقق: حاتم بن عارف العوفی ، دارعالم الفوائد ، مکہ مکرمہ ، ط ۱ ، ۱۴۲۳ھ ، ص ۱۲۴ ، رقم : ۱۸۔

(أ) حکیم ترمذی نے عمر بن خطاب(۱) رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر ابوبکر (۲) صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا اہل زمین کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر صدیق کا ایمان بڑھ جائے۔

(ب) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ اللہ تعالٰی کے سوا کسی سے کوئی امید اور آرزو نہیں رکھتے ۔

(ج) ابن ابی شیبہ، امام احمد نے الزہد میں، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ سعید بن جبیر نے کہا: اللہ تعالٰی پر توکل ایمان کو یکجا کرتا ہے۔

(أ) الحکیم الترمذی ، نوادرالاصول ، باب فی أن الکبائر لاتجامع طمأنینۃ القلب ،ج ۱،ص ۱۲۷۔

(ب) تفسیر الطبری ، سورۃ الانفا ل ، آیۃ : ۱ ، رقم : ۱۵۶۸۴ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفا ل ، رقم : ۸۷۸۳۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب الزھد ، باب : سعید بن جبیر ، رقم : ۳۵۳۴۲ ؛ امام احمد بن حنبل ، الزھد ، تصحیح ، عبدالرحمٰن بن قاسم ، مکۃ المکرمۃ ، ۱۳۵۷ھ۔ ۱۹۳۸ء ، ص ۱۹ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ لأنفال ، رقم : ۸۷۸۴ ؛ البیہقی ،شعب الایمان ، کتاب : الرجاء من اللہ تعالی ، باب: التوکل باللہ عز وجل ، رقم : ۱۲۶۲، ج ۲، ص ۴۷۲۔

(۱) عمر بن خطاب : (۴۰ق ھ۔۲۳ھ / ۵۸۴۔۶۴۴م) عمر بن الخطاب بن نفیل القرشی ، العدوی ، ابوحفص ، دوسرے خلیفۃ الراشد ، امیرالمؤمنین کا لقب پانے والے پہلا خلیفہ ، جلیل القدر صحابی رسول ﷺ ہیں۔آپ کا شمار زمانۂ جاہلیت میں بھی قریش کے شجاع وبہادر لوگوں میں ہوتا تھا۔ ۷ نبوی کو پاک ﷺ کی دعا آپ کے حق میں قبول ہوئی اور اسلام لائے ۔آپ نبی کریم ﷺ کے ساتھ زیادہ تر غزوات میں شریک ہوئے۔ ابوبکر کے بعد ۱۳ھ کو خلیفہ بنے۔عدل وانصاف میں ضرب المثل تھے۔ ذوالحجہ ۲۳ھ کو شہید کیے گئے۔ آپ سے ۵۳۷ اُحادیث مروی ہیں۔ دیکھیں: ابن الاثیر ، أسد الغابۃ ، ج ۳ ، ص ۴۴۳ ، رقم : ۳۸۳۱ ؛ ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، ج ۳ ، ص ۲۳۵ ، رقم : ۱۸۹۹ ؛ ابن حجر ، الاصابۃ ، ج ۲ ، ص ۱۳۰۷ ، رقم : ۵۷۳۸۔

(۲) ابوبکر صدیقؓ : (۵۱ ق ھ ۔ ۱۳ھ / ۵۷۳۔۶۳۴م)
عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن کعب تیمی قریشی ، صدیق اکبر ، خلیفہ اول ، مردوں میں ہم سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ، عائشہؓ، اسماء اور عبدالرحمٰن کے والد تھے۔علم الانساب کے ماہر اور سادات قریش میں سے تھے ۔ انھوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی۔ قرآن کریم کو سب سے پہلے ایک مصحف میں آپ ہی نے جمع کیا۔ کتب الاحادیث میں آپ سے ۱۴۲ اُحادیث مروی ہیں۔ انھوں نے ۱۳ھ کو ۶۳ سال کی عمر میں مدینہ میں وفات پائی۔دیکھیں: ابن الاثیر ، أسد الغابۃ ، ج ۳ ، ص ۱۱۰ ، رقم : ۳۰۶۷ ؛ ابن حجر ، الاصابۃ ، ج ۴ ، ص ۲۱۶۹ ،رقم : ۹۶۲۱ ؛ ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، ج ۴ ، ص ۱۷۷ ، رقم : ۲۹۰۶ ؛ البغوی ، معجم الصحابۃ، ج ۳ ، ص ۴۴۶ ۔

(أ) امام بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا توکل سے مراد ایمان کو جمع کرنا ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ایک دوسرے سند سے سعید بن جبیر سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا نصف ایمان ہے۔

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُوْنَ (3) أُوْلَـٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجٰتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ (4)

ترجمہ: " (اور) وہ جو نماز پڑھتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں ۔ یہی سچے مومن ہیں ، ان کے لئے پروردگار کے ہاں (بڑے بڑے) درجے اور بخشش اور عزت کی روزی ہے"۔

(ج) ابوالشیخ نے حسان(۱) بن عطیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ کتاب اللہ میں ایمان عمل کی طرف منتقل ہوگیا۔ چنانچہ فرمایا: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيْمَاناً وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (۲) پھر انہیں عمل کی طرف تبدیل کرتے ہوئے فرمایا: الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُوْنَ ○ أُوْلَـٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۔

(د) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ أُوْلَـٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہی کفر سے بری ہیں۔

(أ) البیہقی ، شعب الایمان ، کتاب:الرجاء من اللہ تعالیٰ ، باب: التوکل باللہ عز وجل ، رقم : ۱۲۶۲ ، ج ۲ ، ص ۴۷۴۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال ، رقم : ۸۷۸۶۔

(ج) ابوالشیخ کی روایت نہیں ملی۔

(د) تفسیر الطبری ، سورۃ الانفال ، آیۃ : ۴ ، رقم : ۱۵۶۹۵ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال ، رقم : ۸۷۹۴۔

(۱) حسّان بن عطیہ : ابوبکر الدمشقی ، ثقہ ، فقیہ ، محدث اور عابد فاضل شخص تھے۔ انھوں نے ابو أمامۃ الباہلی ، سعید بن المسیب ، ابوکبشہ السلولی وغیرہ سے حدیث کی روایت کی ہے۔ان سے روایت کرنے والوں میں الأوزاعی ، الولید بن مسلم ، محمد بن مطرف وغیرہ شامل ہیں۔ احمد بن حنبل اور العجلی نے ان کی توثیق کی ہے۔انھوں نے ۱۳۰ھ میں وفات پائی۔دیکھیں: ابن حجر ، تہذیب التہذیب ، ج ۲ ، ص ۱۲ ، رقم : ۱۴۲۴ ؛ ابن جوزی ، صفۃ الصفوۃ ، ص ۸۱۵ ، رقم : ۷۵۵ ؛ الذہبی ، سیر أعلام النبلاء ، ج ۵ ، ص ۴۶۶ ، رقم : ۲۱۲ ؛ ابوسعید العلائی ، ابوسعید بن خلیل ، جامع التحصیل فی أحکام المراسیل ، محقق: حمدی عبدالمجید السّلفی ، عالم الکتب ، بیروت ، ط ۱ ، ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۶ء ، ج ۱ ، ص ۱۶۲ ، رقم : ۱۳۲۔

(۲) الانفال :(۲)

(أ) ابوالشیخ نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حَقّاً معنی خاصاً ہے یعنی وہ لوگ خالص مومن ہیں۔

(ب) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ أُوْلَـٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا کی تفسیر میں قتادہ (۱) نے کہا: وہی لوگ حق کے ساتھ ایمان کے مستحق ہوئے، سو اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ حق عطا فرمایا۔

(ج) ابن ابی حاتم نے یحییٰ (۲) بن ضریس کی سند سے ابوسنان (۳) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ

(أ) ابوالشیخ کی روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیر الطبری ، سورۃ الانفال ، آیۃ : ۴ ، رقم : ۱۵۶۹۶ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال ، رقم : ۸۷۹۵۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال ، رقم : ۸۷۹۶۔

(۱) قتادۃ : (۶۱۔ ۱۱۸ھ / ۶۸۰۔۷۳۶م) قتادہ بن دعامۃ بن قتادۃ بن عزیز ، ابوالخطاب ، السدوسی البصری ، اپنے زمانہ کے حفاظ میں سے تھے۔ أنس بن مالک ،بشیر بن کعب العدوی ، الحسن البصری ، بکربن عبداللہ المزنی ان کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ ان سے ایوب السختیانی ، جریر بن حازم ، سلیمان أعمش وغیرہ نے روایت لی ہے۔ابن سعد نے انھیں ثقہ ، مامون اور حجۃ فی الحدیث کہا ہے۔ ابن حجر نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔ انھوں نے بمقام واسط ۵۷ سال کی عمر میں طاعون کی بیماری سے وفات پائی ۔دیکھیں: ابن حبان ، الثقات ، ج ۲ ، ص ۴۴۹ ، رقم : ۳۴۵۲ ؛ ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ، ج ۷ ، ص ۱۷۱ ، رقم : ۳۱۳۹ ؛ الذہبی ، تذکرۃ الحفاظ ، ج ۱ ، ص ۹۲ ، رقم : ۱۰۷ ؛ ابن حجر ، تقریب التہذیب ، ج ۲ ، رقم : ۵۵۱۸۔

(۲) یحی بن ضریس :یحی بن الضریس بن یسار البجلی ، ابوزکریا ، امام حافظ ، رّی کے قاضی تھے۔ ابن جریج ، ابن اسحاق ، سفیان الثوری ، زکریا بن اسحاق وغیرہ سے علم حاصل کیا۔شاگردوں میں یحی بن معین ، جریر بن عبدالحمید ، اسحاق بن راہویہ وغیرہ شامل ہیں۔النسائی نے ان کے بارے میں کہا: لابأس بہ اور ابن حبان نے فرمایا: ربما أخطأ۔انہوں نے ۲۰۳ھ میں ربیع الأول کے مہینے میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن حجر ، تہذیب التہذیب ، ج ۷ ، ص ۵۷ ، رقم : ۸۸۶۷ ؛ ابن حبان ، کتاب الثقات ، ج ۵ ، ص ۵۷۸ ، رقم : ۴۲۵۶ ؛ ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ، ج ۷ ، ص ۲۶۷ ، رقم : ۳۶۷۹ ؛ الذہبی ، سیر أعلام النبلاء ، ج ۹ ، ص ۴۹۹ ، رقم : ۱۸۹۔

(۳)ابوسنان : آپ ضرار بن مرۃ الکوفی ہیں ۔حصین المزنی ، عطا بن ابی رباح ، عبداللہ بن ابی الہذیل سے علم حاصل کیا۔ ان کے شاگردوں میں سفیان بن عیینہ ، سفیان الثوری ، جریر بن عبدالحمید وغیرہ شامل ہیں ۔ابن حجر اور العجلی نے انہیں ثقہ ، ثبت فی الحدیث لکھاہے۔ ۱۳۲ھ میں فوت ہوئے ۔دیکھیں: العجلی ، تاریخ الثقات ، ص ۲۳۱ ، رقم : ۷۱۱ ؛ ابن منجویہ ، رجال صحیح مسلم ، ج ۱ ، ص ۳۲۵ ، رقم : ۷۰۹ ؛ ابن حجر ، تہذیب التہذیب ، ج ۳ ، ص ۲۷۴ ، رقم : ۳۴۷۲ ؛ ابن حبان ، کتاب الثقات ، ج ۳ ، ص ۴۶۱ ، رقم : ۲۲۲۷۔

أُوْلَـــٰئِکَ هُـمُ الْـمُؤْمِنُونَ حَقًّا کے متعلق عمر وبن مرہ (۱) سے دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے کہا: بلاشبہ قرآن کریم لغت عرب کے مطابق نازل ہوا ہے۔ جیسا کہ تیرا یہ قول ہے: **فلان سيد حقا وفي القوم سادة، وفلان شاعر حق و في القوم شعراء**۔ فلاں سچا سردار ہے حالانکہ قوم میں کئی سردار ہیں۔ فلاں حقیقی شاعر ہے حالانکہ قوم میں کئی شاعر ہیں"۔

(أ) ابوالشیخ نے ابوروق (۲) سے أُوْلَـــٰئِکَ هُـمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے ایک قوم سراً کفر کرتی تھی اور جہراً ایمان کا اظہار کرتی تھی۔ اور ایک قوم سراً ایمان رکھتی اور جہراً کفر کو ظاہر کرتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ ان دونوں کے درمیان امتیاز کرے۔ چنانچہ فرمایا: إِنَّمَا الْـمُؤْمِـنُونَ الَّـذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰـهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُم یہاں تک کہ اس قول پر انتہا کی أُوْلَـٰئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا یہ وہ لوگ ہیں جو سراً اور ظاہراً ایمان رکھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ نہیں ہیں جو سراً کفر کرتے ہیں اور اظہار ایمان کرتے ہیں۔

(ب) ابوالشیخ نے اسی ارشاد کے بارے میں عمر وبن مرہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے اور وہ سب مؤمن ہیں۔

(أ) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) عمرو بن مرۃ : امام ، حافظ ، حجۃ عمرو بن مرۃ ، ابوعبداللہ المرادی ، الجملی نے ابن ابی اوفی ، سعید بن المسیب ، اور ابن ابی لیلی سے علم حاصل کیا ان کے شاگردوں میں ، معمر، شعبہ ، الثوری وغیرہ شامل ہیں۔وہ ۱۱۶ھ میں فوت ہوئے۔دیکھیں: الدارقطنی ، ذکر اسماء التابعین ، ج ۱ ، ص ۲۶۲ ؛ العجلی ، تاریخ الثقات ، ص ۳۷۰ ؛ الذہبی ، الکاشف ، ج ۲ ، ص ۲۹۵ ؛ ابن العماد ، شذرات الذہب، ج ۱ ، ص ۲۶۵۔

(۲) ابوروق : عطیہ بن الحارث ، ابوروق الھمدانی ، الکوفی ، صاحب التفسیر صغار تابعین میں ہیں۔ انھوں نے اُنس بن مالک ، عکرمہ ، عامر الشعبی ، الضحاک بن مزاحم سے تحصیل علم کیا ۔شاگردوں میں ان کے بیٹوں یحیی اور عمارۃ کے علاوہ الثوری ، عبدالواحد بن زیاد ، ابواسامۃ وغیرہ شا مل ہیں۔ ابوحاتم نے انھیں صدوق کہا ہے۔دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التھذیب ، ج ۴ ، ص ۵۱۰ ، رقم: ۵۴۲۰ ؛ ابن حبان ، کتاب الثقات ، ج ۴ ، ص ۱۷۲ ، رقم: ۳۵۸۵ ؛ ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ، ج ۶، ص ۳۴۸ ، رقم: ۲۶۳۲۔

(أ) طبرانی نے حارث (۱) بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرے۔ تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے حارث! تو نے صبح کیسے کی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں نے سچے مومن کی حالت میں صبح کی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھ تو کیا کہ رہا ہے۔ کیونکہ ہر شے کی ایک حقیقت ہے۔ تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: میں نے اپنے نفس کو دنیا سے روک لیا ہے اور میں نے اپنی رات کو بیدار رکھا اور اپنے دن کو پیاسا رکھا۔ اور گویا میں اہل جنت کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ وہ جنت میں ایک دوسرے سے ملاقات کر رہے ہیں اور میں اہل جہنم کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اس میں پیچ وتاب کھا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے حارث! تو نے پہچان لیا۔ پس ان تینوں پر کار بند رہنا۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ لَهُمْ دَرَجٰتٌ سے مراد فضائل اور رحمت ہے۔

(ج) عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِندَ رَبِّهِمْ کی تفسیر میں مجاہد نے کہا کہ ان کے رب کے پاس ان کے بلند رتبہ اعمال ہیں۔

(د) عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ لَهُمْ دَرَجٰتٌ کے متعلق ضحاکؒ نے کہا کہ اہل جنت ایک دوسرے کی نسبت صاحب فضل اور بلند رتبہ ہیں۔ پس جو اوپر ہوگا وہ اپنے سے نیچے والے پر اپنی فضیلت دیکھے گا اور جو نیچے ہوگا وہ یہ خیال نہیں کرے گا کہ اس پر کسی کو فضیلت حاصل ہے۔

(أ) الطبرانی ، سلیمان بن أحمد ابوالقاسم ، المعجم الکبیر ، تحقیق: حمدی بن عبدالمجید ، مکتبۃ العلوم والحکم ، الموصل ، ط ۲ ، ۱۴۰۴ھ۔۱۹۸۳م ، کل اجزاء : ۲۰، رقم : ۳۳۶۷۔(حکم): یہ روایت ضعیف ہے۔الطبرانی نے اس کو برقم (۳۳۶۷) ایسے سند سے ذکر کیا ہے جس میں ابن لہیعۃ موجود ہے جبکہ مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب الایمان والرؤیا ، رقم : ۳۰۴۲۵ ، میں یہ روایت منقطع اسناد کے ساتھ مذکور ہے۔دیکھیں : علوی بن عباد القادر ، تخریج أحادیث وآثار کتاب فی ظلال القرآن لسید قطب ، دارالھجرۃ للنشر والتوزیع ، ط ۲، ۱۴۱۶ھ۔۱۹۹۵م ، سورۃالانفال ، ص ۲۳۲ ، ۲۳۳، رقم : ۴۵۴۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃ الانفال ، رقم : ۸۷۹۷۔

(ج) تفسیر الطبری ، سورۃ الانفال ، آیۃ : ۴ ، رقم : ۱۵۶۹۷ ؛تفسیرابن ابی حاتم، سورۃ الانفال ، رقم : ۸۷۹۷۔

(د) عبدبن حمید کی روایت -جیسا کہ الشوکانی، فتح القدیر، سورۃالانفال، ج ۲، ص ۲۸۶ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۸۷۹۹۔

(۱) الحارث بن مالک لأنصاری : صحابی رسول اللہ ﷺ ہے ۔بعض کے نزدیک ان کا نام حارثۃ الانصاری ہے۔ ان سے زید السلمی اور زید بن أسلم وغیرہ نے روایت لی ہے۔دیکھیں: ابن حزم ، أسماء الصحابۃ الرواۃ ، ص ۴۱۶ ، رقم: ۷۱۰ ؛ ابن الاثیر ، أسد الغابۃ ، ج ۱ ، ص ۵۹۷ ؛ ابونعیم ،معرفۃ الصحابۃ ، ج ۲ ، ص ۷۷۷۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن زید(۱) نے کہا کہ وَمَغْفِرَةٌ سے مراد یہ ہے کہ گناہ ترک کرنے کے سبب ان کے لیے مغفرت اور بخشش ہے اور رِزْقٌ كَرِيمٌ سے مراد اعمال صالحہ ہیں۔

(ب) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ محمد بن (۲) کعب قرظی نے کہا ہے کہ جب تو سنے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے رِزْقٌ كَرِيمٌ تو اس سے مراد جنت ہے۔

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِن بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقاً مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَٰرِهُونَ (5) يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنظُرُونَ(6)

ترجمہ: ’’(ان لوگوں کو اپنے گھروں سے اسی طرح نکلنا چاہیے تھا) جس طرح تمہارے پروردگار نے تم کو تدبیر کے ساتھ گھر سے نکالا اور (اس وقت) مومنوں کی ایک جماعت ناخوش تھی۔وہ لوگ حق بات میں اس کے ظاہر ہونے کے بعد تم سے جھگڑنے لگے گویا موت کی طرف دھکیلے جاتے ہیں اور اسے دیکھ رہے ہیں‘‘۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال ، رقم : ۸۸۰۰ ، ۸۸۰۲ ؛ ابوالشیخ کی روایت-جیسا کہ الشوکانی ، فتح القدیر، سورۃالانفال، ج ۲،ص ۲۸۶۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال ، رقم : ۸۸۰۱۔

(۱) ابن زید: آپ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم قریشی ، عدوی ، مدنی ہیں۔آپ نے اپنے والد زید بن اسلم ، أبی حازم سلمہ بن دینار ، صفوان بن سلیم اور محمد بن المنکدر سے علم حاصل کیا۔ ان کے شاگردوں میں حسان بن عبداللہ الکندی ، عبداللہ بن وہب ، عبدالرزاق بن ہمام وغیرہ شامل ہیں۔امام بخاری ، النسائی ، ابن حجر اور الذہبی نے انھیں ضعیف لکھا ہے۔۱۸۲ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے۔دیکھیں: ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ، ج ۵ ، ص ۴۸۴ ، رقم: ۱۴۱۴ ؛ ابن حجر ، تہذیب التھذیب ، ج ۴ ، ص ۴۶ ، رقم: ۴۵۱۱ ؛ ابن جوزی ، الضعفاء والمتروکین ، ج ۲ ، ص ۹۵ ، رقم: ۱۸۷۱ ؛ ابن ابی حاتم ، الجرح والتعدیل ، ج ۵ ، ص ۴۱۹ ، رقم: ۱۱۰۷ ؛ ابن حبان ، کتاب المجروحین ، ج ۲ ، ص ۲۲ ، رقم: ۵۹۳۔

(۲) محمد بن کعب قرظی : محمد بن کعب بن سلیم یا ابن حبان بن سلیم القرظی المدنی قبیلہ اُوس کے حلیف تھے۔ اہل مدینہ کے علماء وفضلاء میں سے تھے۔انھوں نے اُنس بن مالکؓ ، البراء بن عازبؓ ، جابر بن عبداللہؓ ، زید بن اُرقم وغیرہ سے کسب علم کیا۔ علیؓ ، عباسؓ ، ابن مسعودؓ اور ابوالدرداء سے مرسل روایت بیان کرتا ہے۔ ابن سعد نے انھیں ثقہ عالم اور کثیر الحدیث لکھا ہے۔دیکھیں: ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ، ج ۵ ، ص ۳۴۰، رقم: ۱۰۳۵ ؛ الدارقطنی ، ذکراسماء التابعین ، ج ۱ ، ص ۳۱۰ ، رقم: ۹۱۴ ؛ العجلی ،تاریخ الثقات ، ص ۴۱۱ ، رقم: ۱۴۹۵ ؛ ابوسعید العلائی ، جامع التحصیل فی احکام المراسیل ، ص ۲۶۸ ، رقم: ۷۰۷۔

(أ) ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ارشادفرمایا درآنحالیکہ ہم مدینہ طیبہ میں تھے اور آپ ﷺ کے پاس یہ خبر پہنچی کہ ابوسفیان کا قافلہ قریب آگیا ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اس کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو؟ شاید اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لیے غنیمت بنا دے گا اور ہمیں محفوظ کرلے گا۔ پس ہم نکل پڑے۔ جب ہم ایک یا دو دن سفر کرچکے۔تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم اپنے آپ کو شمار کرلیں۔ پس ہم نے ایسے کرلیا۔ اس وقت ہم تین سو تیرہ افراد تھے۔ ہم نے اپنی تعداد کے بارے میں نبی کریم ﷺ کو اطلاع دی تو آپ ﷺ نے اس پر اظہارمسرت فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا: یہ تو اصحاب طالوت کی تعداد ہے ۔ پھر فرمایا: تم قوم کے بارے میں کیا خیال کرتے ہو کیونکہ انھیں تمھارے خروج کی خبر دی جاچکی ہے؟ اس پر ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ نہیں۔قسم بخدا ہم میں قوم (لشکر جرار) کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں۔ کیونکہ ہم تو قافلے کے لیے نکلے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم قوم کے ساتھ جنگ کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو؟ تو ہم نے پہلے کی مثل ہی جواب دیا، پھر مقداد(۱)رضی اللہ عنہ نے کہا: تم ایسے نہ کہو جیسے اصحاب موسیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ (۲)۔

ترجمہ''پس جاؤ تم اور تمہارا رب اور دونوں لڑو ان سے ہم تو یہاں بیٹھیں گے''۔تب یہ آیات نازل ہوئیں كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِن بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ الی قولہ وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ پس جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ دوگروہوں میں سے ایک کے بارے میں وعدہ فرمایا ہے۔ وہ ایک گروہ

(أ) تفسیر الطبری ، سورۃ الانفال ، آیۃ : ۵ ، رقم : ۱۵۷۲۷۔مختصر الفاظ میں مروی ہے ،تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃالانفال ، رقم : ۸۸۰۵ ؛ ابن مردویہ ، جیسا کہ تفسیر ابن کثیر ، سورۃ لانفال ، آیت : ۵ ، ج ۴ ، ص ۱۵ ۔

۔ البیہقی، دلائل النبوۃ ، باب : ذکر عدد أصحاب رسول اللہ ﷺ ، ج ۳ ، ص ۴۷ ، میں مختصر الفاظ میں روایت بیان ہوئی ہے۔(حکم): الہیثمی نے اس کے اسناد کو حسن کہا ہے ۔دیکھیں: الہیثمی ، نورالدین علی بن ابی بکر ، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ، دارالفکر ، بیروت ، ۱۴۱۲ھ ، کل اجزاء : ۱۰ ، کتاب المغازی والسیر ، باب غزوۃ بدر ، رقم: ۹۹۵۰۔

(۱) المقدادبن عمرو : (۳۷ ق ھ۔ ۳۳ھ / ۵۸۷۔۶۵۳م) المقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک ابوسعید صاحب رسول اللہ ﷺ اور سابقین اولین میں سے ہیں ۔غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ۔ آپ وہ پہلے شخص ہیں جس نے گھوڑے پر بیٹھ کر اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ ان سے علیؓ ، ابن مسعودؓ ، ابن عباسؓ ، ابن ابی لیلی وغیرہ نے روایت لی ہے۔ان سے ۴۲ أحادیث مروی ہیں۔دیکھیں: ابن حزم ، أسماء الصحابۃ الرواۃ ، ص ۸۹ ، رقم: ۴۷ ؛ الحاکم ، المستدرک ، مناقب المقداد بن عمروالکندی ، رقم: ۵۴۸۴ ؛ البغوی ، معجم الصحابۃ ، ج ۵ ، ص ۲۹۲۔

(۲) المائدہ:۲۴

یا تو قوم (یعنی کفار کا لشکر) ہے اور یا قافلہ ہے۔ اس پر ہمارے دل مطمئن اور خوش ہوگئے۔ پھر ہم ان کے لشکر کے مقابلہ میں جمع ہوئے اور اپنی صف بندی کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی اے اللہ! میں تجھے اپنا وعدہ یاد دلاتا ہوں۔ تو ابن رواحہ (۱) رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی رہنمائی کروں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ اس سے کہیں افضل واعلیٰ ہیں کہ ہم ان کی رہنمائی کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس سے بزرگ اور برتر ہے کہ آپ اسے اس کا وعدہ یاد دلائیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن رواحہ! میں ضرور بہ ضرور اللہ تعالیٰ کو اس کا وعدہ یاد دلاؤں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ پھر آپ ﷺ نے مٹی کی ایک مٹھ اٹھائی اور وہ قوم کے چہروں کی طرف پھینک دی، پس وہ شکست کھا گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَـٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (۲) ۔" اور (اے محبوب!) نہیں پھینکی آپ نے (وہ مشت خاک) جب آپ نے پھینکی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی" ہم نے خوب قتل کیے اور قیدی بنالیے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں یہ رائے نہیں رکھتا کہ آپ کے لیے قیدی ہوں۔ کیا ہم دعوت دینے والے اور الفت کرنے والے نہیں ہیں؟۔ پس گروہ انصار نے ہمیں کہا: عمر نے جو کچھ ہمیں کہا ہے اس پر ہمارے حسد نے انہیں برانگیختہ کیا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ آرام فرما ہوگئے پھر جب آپ بیدار ہوئے تو فرمایا: عمر کو میری طرف بلاؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ (۳) الایہ۔" نہیں مناسب نبی کے لیے کہ ہوں اس کے پاس جنگی قیدی"۔

---

(۱) ابن رواحۃ: عبداللہ بن رواحۃ بن ثعلبہ انصاری، خزرجی، ابومحمد یا ابورواحہ، شاعر، صحابی رسول ﷺ ہیں۔ عقبہ، غزوۂ بدر، احد، خندق اور حدیبیہ میں شرکت فرمائی۔ آپ نبی کریم ﷺ اور بلال مؤذن سے روایت کرتے ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں ابن عباسؓ، اُنس بن مالکؓ، ابوہریرۃؓ، کے علاوہ تابعین میں زید بن اسلم، عطاء بن یسار وغیرہ شامل ہیں۔ ۸ھ (۶۲۹م) کو غزوۂ مؤتہ میں شہید ہوئے۔ دیکھیں: ابن الاثیر، اسدالغابۃ، ج ۳، ص ۵۵، رقم: ۲۹۴۴؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۳، رقم: ۱۵۴۸؛ البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۴، ص ۵۴۔

(۲) الانفال: (۱۷)

(۳) الانفال: (٦٧)

(أ) ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور ابن مردویہ نے محمد(۱) بن عمرو بن علقمہ بن وقاص اللیثی سے انھوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کی طرف خروج کیا۔ یہاں تک کہ جب آپ مقام روحاء(۲) پر پہنچے تو لوگوں سے خطاب فرمایا اور کہا: تم کیا رائے رکھتے ہو؟ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہم تک خبر پہنچی ہے کہ وہ اتنے اتنے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا تم کیا رائے رکھتے ہو؟ تو عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ کی طرح گفتگو کی۔ پھر آپ ﷺ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور پوچھا: تم کیا رائے رکھتے ہو؟ تو پھر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ ہماری رائے معلوم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ تو قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو عزت وتکریم عطا فرمائی اور آپ پر کتاب نازل فرمائی! میں اس راستے پر کبھی نہیں چلا اور نہ مجھے اس کے بارے میں کچھ علم ہے۔ لیکن اگر آپ چلتے

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، باب: غزوہ بدرالکبری، رقم: ۳۶۶۶۰؛ ابن مردویہ۔جیساکہ تفسیر ابن کثیر، سورۃ الانفال، آیت: ۵، ج ۴، ص ۱۵۔

(۱) محمد بن عمرو بن علقمہ بن وقاص اللیثی: ابوعبداللہ یا ابوالحسن المدنی، امام، محدث نے اپنے والد ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، عبیدہ بن سفیان، سعید بن الحارث وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ان کے شاگردوں میں موسیٰ بن عقبہ، شعبہ، الثوری، حماد بن سلمہ وغیرہ شامل ہیں۔ ابن حجر نے انھیں صدوق لکھا ہے۔ انھوں نے ابوجعفر منصور کے عہد میں ۱۴۴ھ کو وفات پائی۔دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التہذیب ج ۵، ص ۲۷۷، رقم: ۷۳۲۲؛ ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۵، ص ۴۳۳، رقم: ۱۲۷۸؛ ابن حبان، کتاب الثقات، ج ۴، ص ۲۳۳، رقم: ۴۰۵۱۔

(۲) الروحاء: اکثر کی رائے کے مطابق " الروحا " راحت وآرام سے ماخوذ ہے۔ اس علاقے میں " مدینہ " آباد تھے۔یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔رسول پاک ﷺ بدر، فتح مکہ اور حج کے لئے اسی علاقے سے ہو کر گزرے تھے۔ اسی وادی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابن مریم (علیہ السلام) فجِّ الروحاء سے حج یا عمرہ یا دونوں کا احرام باندھیں گے۔دیکھیں: یاقوت الحموی، معجم البلدان، ج ۴، ص ۲۳۶؛ شوقی ابوخلیل، اطلس القرآن، ص ۳۴۸؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب: إہلال النبی ﷺ وھدیہ، رقم: ۱۲۵۲۔

رہیں یہاں تک کہ آپ یمن(۱) کے علاقے برک الغماد(۲) تک پہنچ جائیں تو ہم ضرور بہ ضرور آپ کے ساتھ چلیں گے۔ اور ہم ان لوگوں کی طرح ہرگز نہیں ہوں گے جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا: **فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلا إِنَّا هَٰهُنَا قَاعِدُونَ** بلکہ آپ اور آپ کا رب چلیں اور دونوں جاکرلڑیں ہم بھی تمہارے ساتھ پیروی کرتے ہوئے چلیں گے۔ شاید آپ ایک کام کے ارادہ سے نکلے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ نئے کام سے آپ کا واسطہ ڈال دیا ہے۔ پس اسی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئے جس نے آپ کا واسطہ اس سے ڈالا ہے۔ آپ اس کو پورا کیجئے اور جن سے آپ چاہیں تعلقات جوڑلیں اور جن سے چاہیں تعلقات منقطع کرلیں اور جن سے چاہیں آپ عداوت رکھیں اور جن سے چاہیں مصالحت کرلیں اور ہمارے مالوں میں سے بھی آپ جو چاہیں لے لیں تو سعد رضی اللہ عنہ کے قول پر قرآن نازل ہوا: **كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِن بَيْتِكَ بِالْحَقِّ** "اس قول تک **وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ**۔ بیشک رسول اللہ ﷺ تو ابوسفیان سے مال غنیمت کے حصول کا ارادہ رکھتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جنگ کی صورت پیدا کردی۔

---

(۱) یمن: ایشیا وعرب کے جنوب مغرب کی ایک قدیم ریاست، جو جنوب میں نجد سے لیکر مغرب میں بحر احمر تک پھیلا ہوا ہے۔اس کے جنوب میں بحر عرب، شمال میں حجاز، نجد اور یمامہ کے علاقے ہیں۔ مشرق میں عمان اور بحرین ہیں۔دیکھیں: سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، مکتبۃ الفیصل، لاہور ۲۰۰۸ء، کل اجزاء: ۲، ج ۲، ص ۱۵۸۳؛ سید فضل الرحمٰن، فرہنگ سیرت، زوّار اکیڈمی، کراچی، ط ۱، ۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۳م، ص ۳۲۱۔

(۲) برک الغماد: برک بالکسر والفتح اورالغماد بالکسر والضم دونوں کے ساتھ پڑھا جاتاہے۔مکہ سے پانچ راتیں دور سمندر کے پاس ایک جگہ ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ یمن میں ایک جگہ ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ "ھجر" (بحرین) کے دور دراز علاقے میں ایک جگہ ہے۔دیکھیں: الزبیدی، تاج العروس، مادہ: (ب ر ک)؛ یاقوت الحموی، معجم البلدان، ج ۱، ص ۳۹۹؛ دشوقی ابوخلیل، اطلس القرآن، ص ۳۴۸۔

(أ) ابن ابی شیبہ، عبدبن حمید ، ابن جریر ، ابن منذر ، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ '' كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِن بَيْتِكَ بِالْحَق '' کی تفسیر میں مجاہد نے کہا ہے کہ جس طرح آپ کو آپ کا رب آپ کے گھر سے حق کے ساتھ نکال لایااسی طرح آپ کو آپ کا رب نکال لایا اپنے اس قول کی طرف کہ ''يُجَادِلُونَكَ فِيْ الْحَقِّ '' وہ جھگڑ رہے تھے آپ سے سچی بات میں۔مجاہد نے فرمایا کہ اس سے مراد قتال یعنی جنگ ہے یعنی اسی طرح آپ کو آپ کا رب جنگ کی طرف نکال لایا۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِن بَيْتِكَ بِالْحَقِّ کی تفسیر میں سدی نے کہا۔کہ اس میں نبی کریم ﷺ کے بدر کی طرف خروج کا بیان ہے۔ وَإِنَّ فَرِيْقاً مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُونَ فرمایا کہ بے شک اہل ایمان کا ایک گروہ مشرکین کی تلاش کو ناپسند کرنے والا تھا يُجَادِلُونَكَ فِيْ الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ ''جھگڑ رہے تھے آپ سے سچی بات میں اس کے بعد کہ وہ واضح ہوچکی تھی'' بے شک آپ نہ کریں مگر وہی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ '' گویا وہ ہانکے جارہے تھے موت کی طرف'' جس وقت کہا گیا کہ وہ مشرکین ہیں۔

(ج) ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے دشمن سے مقابلہ کے بارے میں مشورہ طلب فرمایا اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: اور وہ غزوۂ بدر کادن تھا۔آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا تو وہ جنگ کے لیے مشقت میں پڑ گئے اور آپ نے انہیں لڑائی کے بارے میں حکم فرمایا تو اہل ایمان نے اسے ناپسند کیا۔تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِن بَيْتِكَ بِالْحَق وَإِنَّ فَرِيْقاً مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُونَ O يُجَادِلُونَكَ فِيْ الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْت وَهُمْ يَنظُرُون O درآنحالیکہ وہ مشرکین کی ملاقات کو ناپسندیدہ دیکھ رہے ہیں۔

(أ) تفسیر الطبری ، سورۃ الانفال ، آیت : ۵ ، رقم : ۱۵۷۰۲ ؛ تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال ، رقم : ۸۸۰۳ ، ۸۸۰۷۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال ، رقم : ۸۸۰۴۔

(ج) تفسیر الطبری ، سورۃ الانفال ، آیت : ۵ ، رقم : ۱۵۷۱۲۔

(اُ) البزار(۱) ، ابن منذر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن (۲)بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: اسلام جبر اورسختی کے ساتھ نازل ہوا تو ہم نے جبر میں خیر (نیکی) کی بھلائی پائی۔ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ (۳) سے نکل گئے اور حرا (۴) کی دونوں اطراف کے درمیان تمکین اور دلدلی زمین کو اپنا مسکن بنالیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس میں ہمارے لیے بلندی اور کامیابی رکھ دی اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر کی طرف نکلے، اس حالت میں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَإِنَّ فَرِيقاً مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَرِهُونَ الی قولہ وَهُمْ يَنظُرُونَ سو اللہ تعالیٰ نے اسی میں

(اُ) البزار، یوبکر اُحمد بن عمرو ، تحقیق: د محفوظ الرحمٰن زین اللہ ، مکتبۃ العلوم والحکم ، مدینۃ منورۃ ، ط ۱ ، ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۹ام ، کل اجزاء : ۲ ، مسند عبدالرحمٰن بن عوف ، رقم : ۱۰۳۸ ، ج ۱ ، ص ۱۸۸ ؛ ابن عساکر ، تاریخ دمشق ، ج ۳۶ ، ص ۳۲۲۔(حکم): الھیثمی نے کہا کہ اس کے مسند میں عبدالعزیز بن عمران ہے جوکہ ضعیف ہے۔دیکھیں: الھیثمی ، مجمع الزوائد ، کتاب التفسیر ،باب : سورۃ الانفال ، رقم: ۱۰۲۲۔

(۱) البزار : اُحمد بن عمروبن عبدالخالق ابوبکر البزار ، شیخ ، امام ، حافظ ، علمائے حدیث میں سے ہیں۔ان کے دو مسند ہیں ۔ جن میں سے مسند الکبیر کا نام ''البحر الزخار'' ہے ۔ جس کی دو جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔ انھوں نے ہدبہ بن خالد ، عبدالاعلیٰ بن حماد ، عبداللہ بن جعفر کے علاوہ خلق کثیر سے فیض حاصل کیا۔ ان کے شاگردوں میں ابوالقاسم الطبرانی ، ابوالشیخ ، ابن قانع وغیرہ شامل ہیں۔ حدیث پھیلانے کے لئے انھوں نے بڑھاپے میں بغداد ، مصر ، مکہ اور رملہ کے سفر کیے جہاں رملہ میں ۲۹۲ھ (۹۰۵م) میں فوت ہوئے۔دیکھیں: الذہبی ، سیر اعلام النبلاء ، ج ۱۳ ، ص ۵۵۴ ، رقم : ۲۸۱ ؛ الزرکلی ، الأعلام ، ج ۱ ، ص ۱۸۹ ؛ الذہبی ، محمد بن احمد بن عثمان ، ذکر اسماء من تکلم فیہ وھو موثق ، محقق: محمد شکور بن محمود ، مکتبۃ المنار ، الزرقاء ، ط ۱، ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶ام ، ص ۳۷ ، رقم : ۱۸۔

(۲) عبدالرحمٰن بن عوف : (۴۴ ق ھ ۔۳۲ھ/ ۵۸۰۔۶۵۲م) عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدعوف ، ابومحمد ، الزہری ، القرشی ، اکابر صحابہ میں سے ہیں۔ جاہلیت میں ان کا نام عبدالکعبہ یا عبدعمرو تھا۔ اسلام لانے کے بعد تمام مشاہد میں رسول پاک ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ غزوۂ احد میں ان کو ۲۱ زخم آئے تھے۔ان سے مروی روایات کی تعداد ۶۵ ہے۔ ۷۱ برس کی عمر میں مدینہ میں وفات پائی۔دیکھیں: ابن حزم ، اُسماء الصحابۃ الرواۃ ، ص ۴۷ ، رقم : ۵۱ ؛ ابن الاثیر ، اُسد الغابۃ ، ج ۳ ، رقم: ۳۳۷۱ ؛ ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، ج ۲ ، ص ۳۸۶ ، رقم : ۱۴۵۵ ؛ ابن حجر ، الإصابۃ ، ج ۲ ، ص ۱۱۸۲ ، رقم : ۵۱۸۱۔

(۳) مکہ مکرمہ : جزیرہ نما عرب کے صوبہ حجاز کا مرکزی شہر اور عالم اسلام کا دینی اور روحانی مرکز ہے ۔ بعض محققین نے اس کے معنی معبد (عبادت گاہ) کے لیے ہیں۔کتب التاریخ والسیر میں مکہ مکرمہ کے پچاس کے قریب نام مذکور ہیں۔ جن میں مشہور ترین اُم القریٰ ، بیت العتیق اور بلد الأمین ہیں۔دیکھیں: یاقوت الحموی ، معجم البلدان ، ج ۵ ، ص ۱۸۱ ؛ د.جوادعلی ، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ، دارالساقی ، ط ۴ ، ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۱م ، کل اجزاء : ۲۰، مکۃ المکرمۃ ، ج ۷ ، ص ۵۔

(۴) الحرۃ : کالی پتھریلی زمین کو کہتے ہیں ۔ جس کا رنگ خوب سیاہ ہو گویا آگ سے جل گئی ہو۔دیکھیں:ابن منظور لسان العرب ، مادہ : (ح ر ر) ؛ یاقوت الحموی ، معجم البلدان ، ج ۲ ، ص ۲۴۵

ہمارے لیے رفعت و بلندی اور فتح و کامرانی رکھ دی اور ہم نے اس جنگ میں انتہائی قسم کی خیر اور بھلائی کو پالیا۔

(أ) ابن جریر نے زبیری(ا) سے یہ قول نقل کیا ہے۔کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں ایک كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنظُرُون کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کا قافلے کی طرف نکلنا ہے۔

وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ (7) لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ(8)

ترجمہ: ''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب خدا تم سے وعدہ کرتا تھا کہ (ابوسفیان اور ابوجہل کے) دو گروہوں میں سے ایک گروہ تمہارا (مسخر) ہوجائے گا اور تم چاہتے تھے کہ جو قافلہ بے (شان و) شوکت (یعنی بے ہتھیار) ہے وہ تمہارے ہاتھ آجائے اور خدا چاہتا تھا کہ اپنے فرمان سے حق کو قائم رکھے اور کافروں کی جڑ کاٹ (کر پھینک) دے''۔

(أ) تفسیر الطبری ، سورۃ الانفال ، رقم : ۱۵۷۱۵۔

(ا) مصدر التخریج ''تفسیر الطبری'' میں یہ روایت امام زہریؒ سے مروی ہے ۔ زبیری سے مروی نہیں ملی۔

الزہری: (۵۸۔۱۲۴ھ/ ۶۷۸۔۷۴۲م) محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب الزہری ، ابوبکر حجاز کے ائمہ میں سے تھے ۔ اور انس بن مالکؓ کے فیض یافتہ تھے۔انھوں نے ابن عمرؓ ، سہل بن سعد ، محمود بن ربیع ، سعید بن مسیّب وغیرہ سے سماع کیا۔ ان کے شاگردوں میں صالح بن کیسان ،معمر ، سفیان بن عیینہ اور یونس وغیرہ شامل ہیں۔ان کو دو ہزار دوسو احادیث زبانی یاد تھیں۔دیکھیں: ابن حجر ، تہذیب التھذیب ، ج ۶ ، ص ۴۸ ، رقم: ۷۴۳۷ ؛ ابن جوزی ، صفۃ الصفوۃ ، ص ۳۴۳ ، رقم : ۱۷۸ ؛ ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ، ج ۵ ، ص ۳۴۸ ، رقم: ۱۰۶۵ ؛ السیوطی ، اسماء المدلسین ، ص ۸۴، رقم: ۴۷۔

(أ)امام بیہقیؒ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ ابن شہاب اور موسیٰ (۱) بن عقبہ دونوں نے کہا: ابن حضرمی(۲) کے قتل کے بعد رسول اللہ ﷺ دو ماہ تک ٹھہرے رہے۔پھر ابوسفیان(۳) بن حرب کی قیادت میں قریش(۴)کا ایک قافلہ

(أ) البیہقی ، دلائل النبوۃ ، باب : سیاق قصۃ بدر عن مغازی موسی بن عقبہ ، ج ۳ ، ص ۱۰۲۔

(۱) موسیٰ بن عقبہ : موسیٰ بن عقبہ بن ابوعیاش الاسدی ، ابومحمد ، سیرت نبوی کے عالم اور علم الحدیث کے ثقہ راویوں میں سے ہیں ۔ نافع ،عبداللہ بن دینار ، ابوالزبیر ، سالم ، ابوالزناد ، محمد بن ابی بکرہ سے علم حاصل کیا۔ اُنس بن عیاض ، حفص بن میسرۃ ، ابن جریج ، مالک بن انس ،عبداللہ بن رجاء ان کے تلامذہ میں سے ہیں۔ابن سعد نے انھیں ثقہ ثبت لکھا ہے ۔ ۱۴۱ھ (۷۵۸ء) میں وفات پائی۔دیکھیں: ابن منجویہ ، رجال صحیح مسلم ، ج ۲ ، ص ۲۶۳ ، رقم: ۱۶۵۰ ؛ ابن حجر ، تہذیب التہذیب ، ج ۶ ، ص ۴۶۹ ، رقم : ۸۲۳۳ ؛ ابن حبان ، کتاب الثقات ، ج ۳ ، ص ۴۱ ، رقم: ۳۸۲۶ ؛ ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ، ج ۵ ، ص ۴۲۵ ، رقم : ۱۲۴۳۔

(۲) ابن الحضرمی : عمرو بن الحضرمی مشرکین مکہ میں سے قتل ہونے والا پہلا شخص ہے۔ جن کو واقد بن عبداللہ التیمیؓ نے رجب کے مہینے میں قتل کیا تھا۔ان کا قتل غزوہ بدر کا سبب بنا۔عمروبن الحضرمی کے ۱۱ بھائی تھے۔جن میں سے العلاء بن الحضرمی صحابی رسول ﷺ ہیں۔دیکھیں: جواد علی ، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ، ج ۱۵ ، ص ۱۲۸ ؛ الذہبی ، محمد بن احمد بن عثمان ، تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والأعلام ، تحقیق: د۔عمر عبدالسلام تدمری ، دارالکتاب العربی ، لبنان ، ط ۱ ، ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء ، کل اجزاء : ۵۲ ، بعث عبداللہ بن جحشؓ ، ج ۲ ، ص ۴۸۔

(۳) ابوسفیان : صخر بن حرب بن امیہ بن عبدالشمس اُموی ، مکی ، امیر معاویہؓ ، یزید اور اُم المؤمنین اُم حبیبہؓ کے والد اور قریش مکہ کے مشہور سردار تھے۔غزوہ اُحد اور خندق میں ان کے قائد رہے۔ فتح مکہ کی رات اسلام لائے۔اس کے بعد طائف اور حنین کے غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔آخری عمر میں بینائی جاتی رہی۔۳۱ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔دیکھیں: ابن قانع ، معجم الصحابۃ ، ج ۷ ، ص ۲۶۵۲ ؛ ابن حجر ، الاصابۃ ، ج ۲ ، ص ۸۸۹ ، رقم : ۴۰۴۹ ؛ ابن الاثیر ، أسد الغابۃ ، ج ۲ , ص ۴۱۳ ، رقم: ۲۴۸۷ ؛ البغوی ، معجم الصحابۃ ، ج ۳ ، ص ۳۵۲۔

(۴) قریش : عدنانیوں کا ایک عظیم قبیلہ جس کا آغاز فہر بن مالک بن النضر سے ہوا۔قریش میں بنو ہاشم تاریخ ساز خاندان ہے۔نبی کریم ﷺ کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے۔ تاریخ اسلام میں اس خاندان کی نسل نے مذہب وسیاست اور ریاست میں بڑا نام پیدا کیا۔دیکھیں: د۔ جواد علی ، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ، ج ۷ ، ص ۱۸۔

شام(۱) سے آیا اور اس کے ساتھ قریش کے تمام خاندانوں سے ستر شہسوار تھے۔ ان میں مخرمہ(۲) بن نوفل اور عمرو (۳)بن العاص بھی تھے اور وہ ملک شام تجارت کی غرض سے گئے ہوئے تھے، ان کے پاس اہل مکہ کے خزانے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا قافلہ ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا۔ قریش میں سے جس کے پاس اوقیہ(۴) یا اس سے زائد (سونا، چاندی) تھا، حویطب(۵) بن عبدالعزیٰ کے سواسب نے وہ ابوسفیان کے ساتھ بھیجا تھا، پس اسی سبب سے حویطب بن عبدالعزی بدر سے بھی پیچھے رہ گیا اور اس میں حاضر نہ ہوا۔ ان کا ذکر رسول اللہﷺ اور آپ کے

---

(۱) شام :عرب جمہوریہ سوریہ (شام) کے مغرب میں بحیرۂ روم اور لبنان ، جنوب میں اسرائیل اور اردن ، مشرق میں عراق اور شمال میں ترکیہ ہے۔ اس کا دارالحکومت دمشق ہے۔حلب ،حمص ، طرسوس ، حماۃ شام کے مشہور شہر ہیں جو صدیوں سے اسلامی علوم وفنون کے مرکز رہے ہیں۔ اُردو میں ملک شام کو آج بھی '' شام'' ہی لکھا جاتا ہے ۔ حالانکہ اب شام ، سوریہ کے محض اس صوبے کا نام ہے جس کا صدر مقام دمشق ہے۔دیکھیں: یاقوت الحموی ، معجم البلدان ، ج ۳ ، ص ۳۱۳ ؛ اردو ، دائرہ معارف اسلامیہ ، ج ۱۱ ، ص ۵۹۰ تا ۶۰۵ ؛ احمد عادل کمال ، اطلس فتوحات اسلامیہ ، مکتبہ دارالسلام ، الریاض ، ۱۴۲۸ھ۔ کل اجزاء : ۱ ، ص ۱۷۹۔

(۲) مخرمہ بن نوفل : مخرمہ بن نوفل بن اُہیب بن عبدمناف ، ابوالمسور فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں۔ ان کو نبی ﷺ نے غزوۂ حنین میں ۵۰ اونٹ عنایت فرمائے تھے۔ ایک روایت کے مطابق ۱۲۵ سال کی عمر پائی اور عثمانؓ کی خلافت میں مدینہ وفات پائی۔دیکھیں: ابونعیم ،معرفۃ الصحابۃ ، ج ۵ ، ص ۲۵۴۶ ؛ البغوی ، معجم الصحابۃ ، ج ۵ ، ص ۳۵۲۔

(۳) عمرو بن العاص : (۵۰ق ھ۔۴۳ھ / ۵۷۴۔۶۶۴م) عمروبن العاص بن وائل قریشی،سہمی ، ابوعبداللہ ، فاتح مصر نے صلح حدیبیہ کے سال اسلام قبول کیا۔ نبی کریم ﷺ نے سریّہ ذات السلاسل آپ کی سرکردگی میں بھیجا تھا۔ عمر فاروقؓ نے آپ کو فلسطین اور پھر مصر کا والی بنایا۔ جنگ صفین میں امیر معاویہؓ کے طرف داروں میں سے تھے۔آپ سے مروی روایات کی تعداد ۳۹ ہے۔دیکھیں: ابن قانع ، معجم الصحابۃ ، ج ۱۰ ، ص ۳۷۶۷ ؛ ابن الاثیر ، اُسد الغابۃ ، ج ۳ ، ص ۵۰۶ ، رقم : ۳۹۷۲ ؛ ابن حجر ، الاصابہ ، ج ۲ ، ص ۱۳۴۰ ، رقم : ۵۴۴۳۔

(۴) اوقیہ : وزن ہے جو سات مثقال اور چالیس درہم کے برابر ہے۔ اس کی جمع اُواقی ، وقیۃ اور وقایا ہے۔دیکھیں: ابن منظور ، لسان العرب ، مادہ (و ق ی)

(۵) حویطب بن عبدالعزی بن ابی قیس بن عبدود معمر صحابہ میں سے ہیں۔انھوں نے ساٹھ سال کی عمر میں فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ حنین اور طائف کے غزوات میں شریک رہیں۔ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ ۱۲۰ سال کی عمر میں ۵۴ھ (۶۷۴م) کو خلافت معاویہؓ میں وفات پائی۔دیکھیں: ابن الاثیر ، اُسد الغابۃ ، ج ۱ ، ص ۵۷۱ ، رقم: ۱۳۱۰ ؛ ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، ج ۱ ، ص ۴۴۷ ، رقم: ۵۷۵ ؛ البغوی ، معجم الصحابۃ ، ج ۲ ، ص ۱۹۷۔

اصحاب کے پاس ہوا اس سے قبل ان کے درمیان جنگ کا آغاز ہوچکا تھا کہ ابن حضرمی کو قتل کیا گیا اور دو آدمیوں عثمان(۱) اور حکم(۲) کو قید کرلیا گیا۔ پس جب ابوسفیان کے قافلے کا ذکر رسول اللہﷺ کے پاس ہوا، تو آپ نے عدی(۳) بن ابی زغباء انصاری جو بنی غنم(۴) سے تھے اور اصلا قبیلہ جہینہ (۵)سے تعلق رکھتے تھے اور

---

(۱) عثمان : عثمان بن عبداللہ ، خالد بن ولید کے چچا زاد اور مغیرہ بن عبداللہ مخزومی کے پوتے تھے۔ جو مکہ میں حرب بن اُمیہ کے بعد دوسرے درجے کا رئیس تھا۔ عثمان سریّہ عبداللہ بن جحش میں قیدی بنائے گئے تھے۔دیکھیں: ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر ، البدایۃ والنہایۃ، مکتبۃ المعارف بیروت ،طبع وتاریخ طبع نامعلوم ،کل اجزا ، ۱۴ ، باب : سریۃ عبداللہ بن جحش ، ج ۳ ، ص ۲۴۹ : الطبری ، محمد بن جریر ، تاریخ الأمم والملوک ، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت ، ط ۱ ، ۱۴۰۷ھ ، کل اجزاء : ۵ ، ج ۲ ، ص ۱۶ ؛ علامہ شبلی نعمانی ، سید سلیمان ندوی ، سیرت النبی ﷺ ، ادارۂ اسلامیات ، لاہور ، ط ۱، ۱۴۲۳ھ ، ج ۵ ، ص ۲۵۴۶۔

(۲) حکم : الحکم بن کیسان ، ہشام بن المغیرہ کے غلام تھے ۔جس کو مسلمانوں نے سریّہ عبداللہ بن جحش میں عثمان بن عبداللہ مخزومی کے ساتھ قیدی بنایاتھا۔جن کو بعد میں نبی کریم ﷺ نے سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کے بدلے میں رہا کردیا۔ الحکم بن کیسان بعد میں مسلمان ہوگئے تھے اور اسلام پر ثابت قدم رہے یہاں تک کہ بئر معونہ کے دن شہید کردیے گئے ۔دیکھیں: الطبری ، تاریخ طبری ، ج ۲ ، ص ۱۶ ؛ ابن کثیر ، البدایۃ والنہایۃ ، ج ۳ ، ص ۲۴۹۔

(۳) عدی بن أبی الزغباء : عدی بن ابی الزغباء الجہنی بنی غنم میں سے تھے۔ جن کو رسول اللہ ﷺ نے بُسبُس بن عمرو کے ساتھ ابوسفیان کے قافلہ کی خبرگیری کے لئے بھیجا تھا۔آپ نے بدر ، احد ، خندق تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ عمر بن خطاب کے زمانہ خلافت میں وفات پائی ۔دیکھیں: ابن الاثیر ، أسد الغابۃ ، ج ۳ ، ص ۳۳۷، رقم: ۳۶۱۴ ؛ ابو نعیم ،معرفۃ الصحابۃ ، ج ۴ ، ص ۲۱۹۵ ؛ ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، ج ۳ ، ص ۱۶۹ ، رقم : ۱۸۰۲۔

(۴) بنی غنم : بنو أسد کا ایک بطن ہے۔ غنم دودان بن أسد کے بیٹے کا نام تھا۔دیکھیں: ڈاکٹر جواد علی ، المفصل فی تاریخ العرب ، ج ۲ ، ص ۵۴۔

(۵) جہینہ : قبیلہ جہینہ '' قضاعۃ '' کا ایک بطن ہے جونجد سے حجاز میں آکر آباد ہوگیا۔ظہور اسلام کے وقت مدینہ سے تین منزل کی مسافت پر ساحل سمندر سے قریب پہاڑی علاقے میں آباد تھا۔ سب سے پہلے نبی ﷺ نے اسی قبیلہ سے غیر جانبداری کا معاہدہ کیا تھا۔دیکھیں: ڈاکٹر جواد علی ، المفصل فی تاریخ العرب ، ج ۷ ، ص ۲۶۱ ؛ سید فضل الرحمٰن ، فرہنگ سیرت ، ص ۹۲۔

بسبس(۱) یعنی ابن عمرو کو قافلے کی خبر لینے کے لیے بھیجا۔ وہ دونوں چلے یہاں تک کہ ساحل سمندر کے قریب جہینہ کے ایک قبیلے میں آپہنچے۔ ان سے قریش کے تجار اور قافلے کے متعلق دریافت کیا۔ پس انہوں نے انہیں قوم کے بارے میں آگاہ کیا۔ پھر وہ دونوں لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ پس آپ ﷺ نے مسلمانوں کو قافلے کے لیے جمع کیا اور یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ابوسفیان جہنی قبائل میں آیا اور وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب سے خوفزدہ تھا۔ اس نے پوچھا: کیا انہوں نے محمد (ﷺ) کو دیکھا ہے؟ تو انہوں نے اسے دو سواروں عدی بن زغباء اور بسبس کی خبر دی اور انہوں جن نے ان کے اونٹ بٹھانے کی جگہ کی طرف بھی اس کی رہنمائی کی۔

تو ابوسفیان نے کہا: ان کے اونٹوں کی کوئی لید اٹھا لاؤ۔ جب اس نے اسے توڑا تو اس میں گٹھلی پائی۔ یہ دیکھ کر اس نے کہا یہ اہل یثرب کا چارہ ہے اور وہ لوگ محمد (ﷺ) اور آپ کے اصحاب کے جاسوس ہیں۔ چنانچہ وہ تلاش کے ڈر سے انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ چلے اور ابوسفیان نے بنی غفار(۲) کا ایک آدمی جسے ضمضم بن عمرو کہا جاتا تھا سے قریش کی طرف بھیجا کہ تیزی سے آؤ اور اپنے قافلے کو محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے بچاؤ۔ کیونکہ آپ نے ہمارا راستہ روکنے کے لیے اپنے اصحاب کو جمع کیا ہے۔ عاتکہ(۳) بنت عبدالمطلب مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر تھیں اور آپ

---

(۱) بُسَیْس : بسبس بن عمر وا لأنصاري الجہني ، بعض روایات کے مطابق بسبسۃ بن عمرو کو نبی کریم ﷺ نے ابوسفیان کے قافلہ کی خبرگیری کے لئے عدی بن أبي الزغباء کے ساتھ بھیجا تھا۔ دونوں کا تعلق قبیلہ جہینہ سے تھااور دونوں اُنصار کے خلیفہ تھے۔دیکھیں: ابن الاثیر ، أسد الغابۃ ، ج ا، ص ۲۲۷ ، رقم: ۴۰۵ ؛ ابن حجر ، الاصابۃ ، ج ا ، ص ۱۲۶ ، رقم : ۶۳۹ ؛ ابونعیم ،معرفۃ الصحابۃ ، ج ا،ص ۴۳۸ ۔

(۲) بنی غفار : غفار عرب کا ایک قبیلہ ہے جو مدینہ کے قریب آباد تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر اس قبیلہ سے چارسو مسلمان شریک ہوئے تھے۔ ابوذر غفاری کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا۔ دیکھیں: ابن کثیر البدایۃ والنھایۃ ، ج ۴ ، ص ۳۰۹ ؛ ابن منظور ، لسان العرب ، مادہ :(غفر)

(۳) عاتکہ بنت عبد المطلب : عاتکہ بنت عبد المطلب بن ہاشم نبی کریم ﷺ کی پھوپھی اور اُبو امیہ بن المغیر ہ کی زوجہ تھیں ۔وہ شاعرہ تھیں ، دیوان " حماسہ " میں ان کے کئی اشعار ہیں۔ان کے قبولیت اسلام میں اختلاف ہے ۔ابن سعد کے مطابق انھوں نے مکہ میں اسلام قبول کیا اور اس کے بعد مدینہ ہجرت کی ۔اکثر علماء کے نزدیک آپ ﷺ کے پھوپھیوں میں سے صرف صفیہ رضی اللہ عنھا نے اسلام قبول کیا تھا۔دیکھیں: ابن لأثیر ، أسد الغابۃ ،ج ۵ ،ص ۴۹۲ ،رقم : ۷۰۹۱ ؛ أبونعیم ،معرفۃ الصحابۃ ، ج ۶ ، ص ۳۲۵۱ ؛ ابن سعد ، الطبقات، ج ۸ ، ص ۳۶ ، رقم : ۴۱۰۴ ۔

رسول اللہ ﷺ کی پھوپی ہیں۔آپ اپنے بھائی عباس (۱) بن عبدالمطلب کے ساتھ رہتی تھیں۔

غزوۂ بدر اور ضمضم کے آنے سے پہلے انہوں نے ایک خواب دیکھا۔ آپ کو اس سے انتہائی گھبراہٹ ہوئی۔ چنانچہ اسی رات اپنے بھائی عباس بن عبدلمطلب کو بلا بھیجا۔ جب عباس ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے اور اس کے سبب میں انتہائی خوف زدہ ہوئی اور اس کے سبب مجھے تیری قوم پر ہلاکت کا خوف لاحق ہوا ہے۔ انہوں نے کہا: تم نے کیا دیکھا ہے؟ آپ نے جواب دیا میں تمہیں ہرگز نہیں بتاؤں گی یہاں تک کہ تو میرے ساتھ عدہ کرے کہ تو اس کا ذکر کہیں نہیں کرے گا، کیونکہ اگر انہوں نے یہ سن لیا تو وہ ہمیں ایسی ایسی باتیں کہیں گے اور سنائیں گے جو ہمیں پسند نہیں ہوں گی، سو جب عباس نے ان سے عدہ کرلیا، تو انہوں نے بتایا: میں نے ایک سوار کو دیکھا ہے جو اعلی مکہ کیجانب سے اپنی سواری پر ہے اور وہ بلند آواز سے چیخ رہا ہے: اے آل غدر! دو یا تین راتوں میں نکلو۔ پس وہ چیختے چلاتے آیا یہاں تک کہ سواری پر ہی مسجد میں داخل ہوگیا اور اس نے تین بار یہاں انتہائی شدید آواز کے ساتھ چیخ کر کہا۔ نتیجۃً مرد ، عورتیں اور بچے اس کے پاس جمع ہوگئے اور لوگ اسے دیکھ کرانتہائی شدید گھبراہٹ میں مبتلا ہوگئے۔ عاتکہ نے کہا: پھر میں نے اسے اسی طرح کعبہ کی چھت پر اپنی سواری پر دیکھا ہے کہ اس نے تین بار چلا کر پکارا: اے آل غدر(۲)، اے آل فجر(۳) دو یا تین راتوں میں نکلو۔ پھر میں نے اسے ابوقبیس(۴) کے اوپر اسی حالت میں

---

(۱) عباس بن عبد المطلب : (۵۱ ق ھ - ۳۲ ھ =۵۷۳- ۶۵۳ م) عباس بن عبد المطلب بن ہاشم ، ابو الفضل نبی کریم ﷺ کے چچا اور جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں قریش کے معزز اور اکابر شخصیات میں سے تھے ، انھوں نے ہجرت سے پہلے ہی اسلام قبول کیا تھا۔ پھر مدینہ ہجرت کی اور غزوہ حنین اور فتح مکہ میں شرکت فرمائی۔ آخری عمر میں نا بینا ہوگئے تھے۔دیکھیں: البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۴ ، ص ۳۸۰ ؛ ابو نعیم ، معرفۃ الصحابۃ ، ج ۴ ص ۲۱۲۰ ؛ ابن الأثیر ، أسد الغابۃ ، ج ۲ ، س ۵۲۹ ، رقم: ۲۸۰۰۔

(۲) آل غدر : غُدَر یا غُدُر کا مطلب ندا یا پکارنا ہے۔ ندا کے وقت گالی کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ لسان العرب میں ''یا لَغُدَر'' استعمال ہوا ہے۔دیکھیں: ابن منظور ، لسان العرب ، مادہ : (غ د ر)

(۳) آل فجر : لسان العرب میں ''یا لَفُجَر ''ہے ۔ جو اونچی آواز لگانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔دیکھیں:ابن منظور ، لسان العرب ، مادہ ؛ (غ د ر)اور(ف ج ر)۔

(۴) اَبُوقُبَیس : قبیس مکہ کے مشرق میں ایک مشہور پہاڑ کا نام ہے۔ اسکو ابو قبیس اس لیے کہتے ہیں کہ سب سے پہلے قبیلہ مذحج کے ایک شخص ابو قبیس نے اس پر مکان بنایا تھا ۔ ہجرت مدینہ سے پہلے جب مشرکین مکہ کے مطالبہ پر نبی کریم ﷺ کے اشارے سے معجزے کے طور پر چاند کے دوٹکڑے ہوئے تو اس کا ایک ٹکڑا اسی پہاڑ پر تھا ۔ اور دوسرا ٹکڑا جبل قعیقعان پر تھا ۔ دونوں پہاڑوں کے درمیان کوہ حرا حائل تھا۔دیکھیں:یاقوت حموی ، معجم البلدان ، ج ۱ ، ص ۸۰ ؛ ڈاکٹر جواد علی ، المفصل فی تاریخ العرب، ج ۷ ، ص ۷ ۔

دیکھا کہ وہ کہہ رہا ہے یا آل غدر یا آل فجر۔یہاں تک کہ میں نے اہل مکہ سے اخشبین(۱) کے درمیان سے بھی یہ آواز سنی۔ پھر اس نے ایک چٹان کا قصد کیا اور اسے اپنی بنیاد سے اکھیڑ دیا۔ پھر اسے اہل مکہ کی طرف بھیجا پس وہ چٹان آئی، اس میں شدید حس موجود تھی۔ یہاں تک کہ جب وہ اصل پہاڑ کے پاس تھی تو پھٹ گئی اور میں مکہ کا کو کوئی گھر اور بیت نہیں جانتی۔مگر یہ اس چٹان کا ٹکڑا اس میں جاگرا۔ پس اس کے سبب مجھے تمہاری قوم کے بارے میں خوف اور ڈر لاحق ہوگیا ہے عباس بھی اس کے خواب سے خوف زدہ ہوگئے۔ پھر عاتکہ کے پاس سے نکل کر اسی رات کے آخر میں ولید(۲) بن عتبہ بن ربیعہ سے جاملے اور ولید عباس کا گہرا دوست تھا۔ اور اسے عاتکہ کا خواب سنایا اور کہا کہ وہ کسی اور سے اس کا ذکر نہ کرے۔چنانچہ ولید نے اس کا ذکر اپنے باپ عتبہ(۳)سے کیا اور عتبہ نے اپنے بھائی شیبہ(۴)کو بتایا پس بات پھیلتی گئی ۔

---

(۱) اَخشَبین:یہ لفظ مکہ کے دومشہور پہاڑوں ابوقبیس اور قعیقعان پر بولا جاتا ہے۔یہ دونوں پہاڑ علی الترتیب حرم کے مشرق اور مغرب میں آمنے سامنے واقع ہیں۔اس وقت مکہ کی عام آبادی ان ہی دو پہاڑوں کے درمیان تھی۔دیکھیں: یا قوت الحموی، معجم البلدان ، ج ۱ ،ص ۱۲۲ ؛ البکری ، عبداللہ بن عبد العزیز ، أبو عبید ، معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع ، تحقیق : مصطفیٰ السقا ،عالم الکتب بیروت ، ط ۳ ، ۱۴۰۳ھ کل اجزاء : ۴ ، ج ۱ ، ص ۱۲۴۔

(۲) الولید بن عتبہ بن ربیعہ: مشرکین مکہ کے سرکردہ رہنماؤں میں سے تھے۔ عباسؓ کے دوست تھے۔ انھوں نے عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب سب سے پہلے ان کو سنایا تھا۔ غزوہ بدر میں علیؓ کے ہاتھوں قتل ہوئے۔دیکھیں: تاریخ الطبری، ذکر واقعہ بدر الکبری،ج ۲،ص۲۳ ؛صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، مکتبہ السّلفیہ لاہور،۱۴۲۴ھ-۲۰۰۳ء،ص۲۹۴،۲۹۵۔

(۳) عتبہ: عتبہ بن ربیعہ بن عبد الشمس ، ابو الولید زمانہ جاھلیت میں سادات قریش میں سے تھے ۔حلم ، فضل اور صلح جوئی جیسی صفات سے موصوف تھے ۔ حرب الفجار کے فریقین ان کے حکم پر صلح کیلئے رضا مند ہوئے ۔ انھوں نے اسلام کا زمانہ پایا لیکن مسلمان نہیں ہوئے ۔ غزوہ بدر میں مشرکین کی طرف سے شریک ہوئے ۔ مبارزت طلبی میں علیؓ اور عبیدۃ بن الحارث کے ہاتھوں قتل ہوئے۔دیکھیں: الزرکلی ، الأعلام ، ج ۴ ، ص ۲۰۰۔

(۴) شیبہ: شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس قریش کے سرکردہ امراء وزعماء میں سے تھے ۔ اس نے اسلام کا زمانہ پایا لیکن مشرف بہ اسلام نہ ہوئے۔ یہ قریش کے ان ۱۷ جوانوں میں سے تھے ۔جنہوں نے مکہ کے گھاٹیوں کو آپس میں تقسیم کیا تھا اور ایام حج میں وہاں بیٹھ کر لوگوں کو نبی کریم ﷺ سے برگزشتہ کرتے تھے۔سورۃ حجر کی یہ آیت ان ہی کے بارے میں نازل ہوئی کَمَا أَنزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ (آیۃ : ۹۰) غزوہ بدر ۲ ھ (۶۲۴ ء) کو قتل ہوئے۔دیکھیں : الزرکلی ، الأعلام ، ج ۳ ، ص ۱۸۱۔

اور ابوجہل(۱) بن ہشام کے پاس پہنچی اور سارے اہل مکہ میں مشہور ہوگئی۔ جب دوسرے دن انہوں نے صبح ، عباس بیت اللہ شریف کا طواف کرنے لگے۔ اسی دوران انہوں نے دیکھا کہ مسجد میں ابوجہل، عتبہ اور شیبہ بن ربیعہ، امیہ(۲)، ابی بن خلف(۳)، زمعہ (۴)بن اسود اور ابوالبختری(۵) قریش کی ایک جماعت کے ساتھ باہم گفتگو کر رہے ہیں، جب ان کی نظر

---

(۱) ابو جہل بن ہشام : ابو جہل عمرو بن ہشام بن المغیرہ المخزومی قریش کے اشراف اور اسلام کے بد ترین دشمنوں میں سے تھے۔ آخر تک اپنے عناد ،دشمنی اور مسلمانوں ایذا رسانی پر کار بند رہے۔ یہاں تک کہ بدر کا واقعہ پیش آیا اور ۲ ھ (۶۲۴ م) کو دوکم سن بچوں معوذ ومعاذ کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچے۔دیکھیں: الزرکلی ، الأعلام ، ج ۵ ، س ۸۷۔

(۲) اُمیہ: اُمیہ بن خلف بن وہب قریش کے اکابر، سرکردہ زعماء واشراف میں سے تھے۔اسلام کا زمانہ پایا لیکن مسلمان نہیں ہوئے ۔ بلالؓ ان کے غلام تھے جو ظہور اسلام کے وقت انھیں سخت تکالیف دیتا تھا۔ غزوہ بدر میں خبیب بن إساف اور بلال کے ہاتھوں قتل ہوئے ۔ ان کے بیٹوں میں ربیعہ بن اُمیہ مسلمان ہوئے جنھوں نے روم کے غزوات میں شرکت بھی کی۔دیکھیں: الزرکلی ، ا لأعلام ، ج ۲ ، ص ۲۲ ؛ ابن ہشام ، السیرۃ النبویۃ ، تحقیق مصطفیٰ السقا اور دیگر ، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، قاہرۃ ، ط ۲ ، ۱۳۷۵ ھ۔ ۱۹۵۵ م ،کل اجزاء : ۲ ، ج ۱ ،ص ۲۱۳۔

(۳) ابی بن خلف الجمحی : ابی بن خلف الجمحی اسیران بدر میں سے تھا۔ فدیہ ادا کرتے ہوئے اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اے محمد ! میرے پاس عودامی گھوڑا ہے جسکو میں روزانہ تین صاع دانہ کھلاتا ہوں اسی پر بیٹھ کر تمھیں قتل کرونگا ۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا : بلکہ میں تمیں قتل کرونگا۔إن شاء اللہ۔غزوہ اُحد میں وہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں پوچھتے ہوئے قریب آیا ۔آپؐ نے چھوٹا سا نیزہ لے کر گردن پر دے مارا جس سے وہ ہلاک ہوگیا۔دیکھیں: ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ، ج ۲ ،ص ۴۶ ؛ سیرۃ ابن ہشام ، ج ۲ ،ص ۸۳۔

(۴) زمعہ بن اسود: زمعہ بن الأسود بن المطلب بن اُسد مشرکین کی طرف سے غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے ۔ جن کو حمزہؓ نے علی بن ابی طالب اور ثابت بن جذع اُنصاری نے مل کر قتل کیا تھا۔ان کے ساتھ ان کا بھائی ، عقیل بن الأسود اور حارث بن الأسود بھی کفر کی حالت میں مارے گئے تھے۔دیکھیں: ابن کثیر ، البدایۃ والنہایۃ ، ج ۳ ، ص ۳۰۴ ؛ تاریخ الطبری ، ج ۲ ،ص ۱۶۱ ؛ سیرۃ بن ہشام ، ج ۳ ،ص ۱۹۸۔

(۵) ابوالبختری: العاص (یا العاصی) بن ہشام بن حارث بن حارث بن اُسد بن عبدالعزیٰ ، اُبوالبختری ، زمانہ جاہلیت میں زعماء قریش میں سے تھے۔یہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے مقاطع بنی ہاشم کے صحیفے کوچاک کیا تھا ۔ انھوں نے حالت کفر میں نبی کریم ﷺ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی تھی سوائے اس کے کہ وہ لوگوں کو دین حق سے روکتے تھے۔ غزوۂ بدر میں مشرکین کے ساتھ شریک ہوئے اور اسی میں قتل کیے گئے۔دیکھیں: الزرکلی ، الأعلام ، ج ۳ ،ص ۲۴۷۔

عباس پر پڑی۔ تو ابوجہل نے انہیں بلا کر کہا: وہ کیا خواب ہے جو عاتکہ نے دیکھا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا اس نے کچھ نہیں دیکھا۔ تو ابوجہل نے کہا: اے بنی ہاشم(۱) ! کیا تم مردوں کے جھوٹ پر راضی نہیں ہو کہ تم عورتوں کے جھوٹ بھی ہمارے پاس لانے لگے ہو۔ بے شک ہم اور تم گھوڑوں کی طرح ہیں۔ پس ہم کتنے وقت سے بزرگی اور شرف میں سبقت لے گئے ہیں۔ جب سوار پیچھے رہ گئے تو تم نے کہہ دیا: ہم سے نبی کریم ﷺ ہیں اور اب اس کے سوا کچھ باقی نہیں تھا کہ تم یہ کہو ہم میں سے نبیہ بھی ہے۔ میں قریش میں سے کسی گھر کے باسیوں کو نہیں جانتا جن میں سے کوئی عورت یامرد تم سے بڑھ کر جھوٹ بولنے والا ہو اور اس کی اذیت اسی اذیت سے بڑھ کر ہو۔ ابوجہل نے کہا: عاتکہ نے گمان کیا ہے کہ سوار نے کہا ہے دو یا تین راتوں میں نکلو، پس اگر یہ تین راتیں گزر گئیں قریش پر تمہارا کذب واضح ہو جائے گا اور کتاب میں لکھ دیا جائے گا کہ تم سارے عرب میں ہر گھر کے مرد و زن سے بڑھ کر جھوٹ بولنے والے ہو۔ اے بنی قصی(۲)! کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہیں حجابت(۳) (خانہ کعبہ کی پاسبانی) دارالندوہ(۴) کی صدارت ، سقایہ(۵)

---

(۱) بنی ہاشم : سرزمین حجاز میں قبیلہ قریش کا اہم خاندان ہے۔یہ لوگ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ہاشم بن عبد مناف کی اولاد بنو ہاشم کہلاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا تعلق بھی اسی خاندان سے تھا۔دیکھیں: عمر رضا کحالہ : معجم قبائل العرب : ج ۳ ، ص ۱۲۰۷ ؛ قاسم محمود ، اسلامی انسا ئیکلو پیڈیا ، ج ۲ ، ص ۱۵۷۰۔

(۲) بنی قصی : قصی کی اولاد ۔قصی بن کلاب قریش خاندان کے مشہور سردار اور نبی کریم ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے پر دادا تھے۔دیکھیں: ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ، ج ۱ ، ص ۶۹ ؛ قاسم محمود ، اسلامی انسا ئیکلو پیڈیا، ج ۲ ، ص ۱۳۵۱۔

(۳) حجابت : کعبہ کی کلید برادی اور تولیت۔رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس منصب پر عثمان بن طلحہ فائز تھے۔دیکھیں: سید فضل الرحمٰن ، فرہنگ سیرت ، ص ۹۸ ؛ ابن منظور ، لسان العرب ، مادہ : (ح ج ب)

(۴) دار الندوۃ : اسلام کے غلبہ سے پہلے دار الندوۃ قریش کی مجلس شوریٰ تھی۔اس میں بیٹھ کر قریشی سردار اپنے مسائل پرغور کرتے اور فیصلے کرتے۔نبی کریم ﷺ کے قتل کا منصوبہ بھی اس میں تیار کیا گیا تھا۔یہ مجلس شوریٰ آپ ﷺ کے جداعلیٰ قصی نے قائم کی تھی۔ دیکھیں: یا قوت الحموی ، معجم البلدان ، ج ۲ ، ص ۴۲۳ ؛ جواد علی ، المفصل فی تاریخ العرب ، ج ۹ ، ص ۲۲۴ ۔

(۵) سقایہ : پانی پلانا ۔ بنی ہاشم کا ایک عہدہ تھا۔اس کی صورت یہ تھی کہ کچھ حوض میں حاجیوں کے لئے پانی بھر دیا جاتا تھا اور اس میں کچھ کھجور اور کشمش ڈال کر اسے شیریں بنادیا جاتا تھا۔ جب حجاج مکہ آتے تھے تو اسے پیتے تھے۔دیکھیں: مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری ، الرحیق المختوم ، ص ۸۲ ؛ سیرۃ ابن ہشام ، ج ۱ ، ص ۱۴۱ ۔

(پانی پلانا) رفادہ (۵)(حاجیوں کی میزبانی) کے لیے لے جایا جاتا ہے یہاں تک کہ تم اپنے میں سے نبی لے کر ہمارے پاس آئے؟ تو عباس نے کہا: تو رک جائے گا؟ کیونکہ جھوٹ تیرے اور تیرے گھر والوں کی جانب سے ہے؟ پس ان دونوں کے پاس موجود کسی آدمی نے کہا: اے ابوالفضل! تو جاہل اور بے وقوف نہیں ہے۔ چنانچہ عباس عاتکہ سے اس حال میں ملے کہ وہ انہیں ان کے خواب کی بنا پر شدید اذیت پہنچا چکے تھے۔

پس جب اس رات کی شام ہوئی جس رات عاتکہ نے خواب دیکھا تھا۔ تو ابوسفیان کا بھیجا ہوا سوار ضمضم بن عمرو غفاری ان کے پاس آپہنچا اور اس نے چیخ چیخ کر کہا: اے آل غالب(۲)بن فہر ! جلدی سے چلو۔ محمد(ﷺ) اور اہل یثرب ابوسفیان کا راستہ روکنے کے لیے نکلے ہوئے ہیں۔ تم اپنے قافلے کو بچاؤ اس کی حفاظت کرو قریش شدید گھبرا گئے اور عاتکہ کے خواب سے خوف زدہ ہوگئے اور عباس نے کہا: یہ ہے وہ جسے تم نے عاتکہ کا کذب اور جھوٹ گمان کیا تھا۔ پس وہ ہر کٹھن اور پست راستے پر دوڑنے لگے اور ابوجہل نے کہا: کیا محمد (ﷺ) یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اس طرح قافلے کو پالے گا جیسے اس نے نخلہ(۳) کے قافلے کو پالیا ہے۔ عنقریب وہ جان لیں گے، کیا ہم اپنے قافلے کی حفاظت کر سکتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ وہ نوسو پچاس جنگجوؤں کے ساتھ نکلے۔ ان میں ایک سو گھڑ سوار تھے۔ انہوں نے کسی شخص کو پیچھے نہیں چھوڑا جو خروج کو ناپسند کرتا ہو۔ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ان کا یہ خروج محمد (ﷺ) اور آپ کے اصحاب کے قہر و ظلم کی بنا پر ہے اور نہ ہی انہوں نے کسی مسلمان کو چھوڑا، جس کے اسلام کے بارے میں وہ جانتے تھے اور نہ ہی بنی ہاشم میں سے کسی کو چھوڑا سوائے اس کے جسے وہ سزا وار نہیں ٹھہرا سکتے تھے۔ انہوں نے ایسے تمام افراد کو اپنے ساتھ

---

(۱) رفادہ: بنو ہاشم کا ایک عہدہ تھا۔اس کی صورت یہ تھی کہ حاجیوں کے لئے بطور ضیافت کھانا تیار کیا جاتا تھا۔ اس مقصد کے لئے قصی نے قریش پر ایک خاص رقم مقرر کر رکھی تھی جو موسم حج میں قصی کے پاس جمع کی جاتی تھی۔قصی اس رقم سے حاجیوں کے لئے کھانا تیار کراتا تھا۔دیکھیں:سیرۃ ابن ہشام ، ج ۱ ، ص ۲۶۱ ؛ ابن منظور ، لسان العرب ، مادہ : (ر ف د) ؛ الزبیدی ، تاج العروس ، مادہ : (ر ف د)

(۲) غالب بن فہر :غالب ، فہر بن مالک کے لڑکے کا نام تھا۔انکی کنیت ابو تیم تھی۔یہ عرب کا ایک عظیم قبیلہ تھا۔دیکھیں: جواد علی ، المفصل فی تاریخ العرب ، ج ۲ ، ص ۵۱۔

(۳) نخلہ : مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام جہاں عربو ں کا مشہور بت عزی نصب تھا۔یہاں عمرو بن الحضرمی کو قتل کیا گیا تھا۔یہ وہی مقام ہے جہاں جنات نے نبی کریم ﷺ سے قرآن سنا تھا۔دیکھیں : ابن منظور ، لسان العرب ، مادہ : (ن خ ل) ؛ ابن کثیر ، البدایۃ والنہایۃ ، ج ۱ ، ص ۵۷۔

لے جانے پر مجبور کیا۔ پس وہ افراد جنہیں انہوں نے مجبور کیا، وہ عباس بن عبدالمطلب، نوفل(۱) بن حارث، طالب(۲) بن ابی طالب اورعقیل(۳) بن ابی طالب آخرین میں سے تھے، وہاں طالب بن ابی طالب کہتے ہیں۔

لما یخرجن طالب بمقنب من هذه المقانب فی نفر مقاتل یحارب ولکن المسلوب غیر السالب

والراجع المغلوب عند الغالب۔

''کیا ان جتھوں میں سے ایک جتھے کے ساتھ طالب (مجبور ہو کر) نکلے گا جنگجوؤں کے ایسے گروہ کے ساتھ جو جنگ لڑے گا لیکن غنائم چھیننے والے کے سوا کے لیے ہوں گے اور مغلوب ہو کر لوٹنے والے غالب کے سوا ہوں گے''۔

پس وہ چل پڑے یہاں تک کہ مقام جحفہ(۴) پر جا اترے۔ وہاں وہ عشاء کے وقت پہنچے اور پانی کھانا تیار کرنے لگے۔ ان میں سے ایک آدمی بنی مطلب بن عبد مناف میں سے تھا۔ اسے جہیم (۵) بن صلت بن مخرمہ کہاجاتا تھا

---

(۱) نوفل بن حارث : نوفل بن الحارث بن عبد المطلب صحابی ، قریش کے اغنیاء ، اسخیاء اور نامور حربی سپہ سالاروں میں سے تھے۔ غزوہ بدر میں مشرکین کے طرف سے مجبوراً شرکت کی تھی جس میں گرفتار کرلیے گئے۔بعد میں اسلام لائے اور ۱۵ھ (۶۳۶ م) کو خلافت عمر میں وفات پائی۔ان سے ایک ہی روایت مروی ہے۔دیکھیں:ابن حجر ، الاصابۃ ، رقم: ۸۸۲۹ ؛ ابن عبد البر ، الاستعاب ، رقم : ۲۶۸۱ ؛ البغوی ، معجم الصحابۃ ، ج ۲ ، ص ۳۶۔

(۲) طالب بن اُبی طالب : ابو طالب بن عبد مناف کے سب سے بڑے بیٹے تھے جسکے نام پر ان کی کنیت بھی تھی۔ غزوہ بدر میں مشرکین مکہ کی طرف سے جبراً شامل ہوئے تھے۔ جنگ کے بعد ان کے بارے میں پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں گئے۔نہ وہ مقتولین میں سے تھے اور نہ اسیران بدر میں سے۔وہ دوبارہ زندگی بھر مکہ نہیں لوٹے۔دیکھیں: ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ، ج ۱ ، ص ۱۲۱ ؛ تاریخ الطبری ، ج ۲ ، ص ۱۴۴۔

(۳) عقیل بن ابی طالب : عقیل بن ابی طالب بن عبد مناف ، قریشی ، ہاشمی ، علیؓ اور جعفرؓ طیار کے بھائی تھے۔ اسیران بدر میں سے تھے جن کا فدیہ عباسؓ نے ادا کیا تھا ۔ صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لائے اور ۸ھ میں مدینہ ہجرت کی۔غزوہ موتہ میں شریک ہوئے۔انھوں نے امیر معاویہؓ دور خلافت میں وفات پائی۔دیکھیں: ابن حزم ، اسماء الصحابۃ الرواۃ ، رقم : ۲۷۳ ؛ ابن عبد البر الاستعاب ، رقم : ۱۸۵۳ ؛ البغوی ، معجم الصحابۃ ، ج ۴ ، ص ۳۹۸۔

(۴) جحفہ: یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے جو مصر اور شام سے آنے والے حاجیوں کی میقات ہے۔دیکھیں: یا قوت الحموی ، معجم البلدان ، ج ۲ ، ص ۱۱۱۔

(۵) جہیم بن الصلت بن مخرمہ: جہیم بن الصلت بن مخرمہ بن المطلب عبد مناف ، قریشی مطلبی غزوہ خیبر کے سال اسلام لائے نبی کریم ﷺ نے انھیں خیبر کے مال سے ۳۰ وسق دیے تھے۔ابن الصلت وہ شخص ہیں جنہوں نے جحفہ کے مقام پر خواب دیکھا تھا کہ ایک گھڑ سوار کہہ رہا ہے کہ اشراف قریش عتبہ شیبہ ، امیہ بن خلف ، ابو البختری مارے گئے۔دیکھیں: ابن الاثیر ، اسد الغابۃ ، ج ۱ ، ص ۳۹۳ ، رقم : ۸۲۸ ؛ ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، ج ۱ ، ص ۳۴۸ ، رقم : ۳۵۰ ؛ ابن حجر ، الاصابہ ، ج ۱ ، ص ۲۹۲ ، رقم : ۱۲۵۷۔

جہیم نے اپنا سر رکھا اور اس پر نیند طاری ہوگئی۔ پھر وہ ڈرگیا۔ تو اس نے اپنے ساتھیوں کو کہا کیا تم نے وہ شہ سوار دیکھا ہے جو ابھی میرے پاس کھڑا تھا؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں۔ تو تو مجنوں اور دیوانہ ہے۔ اس نے کہا: ابھی میرے اوپر ایک گھڑ سوار کھڑا تھا اور اس نے کہا: ابوجہل، عتبہ، شیبہ، زمعہ، ابوالبختری اور امیہ بن خلف سب قتل ہوگئے۔ پس اس نے کفارقریش کے تمام اشراف و سردار شمار کردیئے تو اس کے ساتھیوں نے اسے کہا: بے شک شیطان نے تیرے ساتھ کھیل کیا ہے اورجہیم کی بات ابوجہل تک پہنچا دی گئی۔اس نے کہا: تم بنی ہاشم کو جھوٹ کے ساتھ بنی مطلب کے جھوٹ کو بھی لے لو۔ کل وہ دیکھ لیں گے کون قتل کرتا ہے۔

پھر رسول اللہﷺ کے سامنے قریش کے قافلے کا ذکر کیا گیا کہ وہ شام سے آرہا ہے اور اس میں ابوسفیان بن حرب، مخرمہ بن نوفل، عمروبن العاص اور قریش کی ایک جماعت ہے۔ پس رسول اللہﷺ نے ان کی طرف خروج کیا۔ جس وقت آپﷺ بدر کی طرف نکلے تو آپ بنی دینار (۱) کے سوراخ تک چلے اور واپس لوٹے تو آپ ثنیۃ الوداع (۲) سے لوٹ کر آئے۔ پس جس وقت رسولﷺ نے سفر شروع کیا، اس وقت آپﷺ کے ساتھ تین سوسترہ افراد تھے اور ابن فُلیح (۳) کی روایت میں ہے کہ تین سو تیرہ افراد تھے۔ بہت سے صحابہ کرام آپﷺ سے پیچھے رہ گئے اور انتظار کرتے رہے۔ یہ وہ پہلا واقعہ ہے جس میں اللہ تعالی نے اسلام کو غلبہ اور عزت عطا فرمائی۔

مدینہ طیبہ آئے ہوئے اٹھارویں مہینے کا آغاز تھا۔ آپﷺ نے رمضان المبارک میں خروج کیا اور آپﷺ کی معیت میں مسلمان تھے جو صرف قافلے کا ارادہ رکھتے تھے۔ پس آپﷺ بنی دینار کے نقب پر چلے اور مسلمان سخت راستے سے چلنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ وہ اونٹوں پر نکلے۔ان میں سے ایک آدمی اونٹ پر سوار کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا

---

(۱) بنی دینار : دینار بن النجار بن ثعلبہ ، انصار کا ایک بطن ہے۔دیکھیں: الزبیدی ، تاج العروس ، مادہ : (د ن ر)

(۲) ثنیۃ الوداع :(واو کے فتح کے ساتھ) یہ مدینہ میں ایک مقام ہے جہاں سے مکہ جانے والوں کواس مقام تک آکر الوداع کہا جاتا تھا۔دیکھیں: یاقوت حموی ، معجم البلدان ، ج ۲ ، ص : ۸۶۔

(۳) ابن فُلیح : محمد بن فُلیح بن سلیمان ، أبوعبداللہ ، الخزاعی ، المدنی۔صغار تبع تابعین میں سے ہیں۔ ان کے شیوخ میں ، سفیان ثوری ، موسیٰ بن عقبہ ، ہشام بن عروہ وغیرہ شامل ہیں۔ان سے ابراہیم بن المنذر نے سورۃ الأحزاب میں روایت لی ہے۔انھوں نے ۱۹۷ھ میں وفات پائی۔دیکھیں: الذہبی ، من تکلم فیہ وہو موثق، ص ۶۸ ، رقم : ۳۱۲ ؛ أحمد بن محمد الکلاباذی ، الہدایۃ والإرشاد ، ج ۲ ، ص ۶۷۳ ، رقم : ۱۰۸۸ ۔

اور رسول اللہ ﷺ کے شریک سفر علی بن ابی طالب اور مرثد(۱) بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہما تھے۔ مرثدؓ حمزہ(۲) رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے۔وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے اور ان کے پاس صرف ایک اونٹ ہی تھا۔ وہ چلتے رہے یہاں تک جب عرق الظبیہ(۳) کے مقام پر پہنچے تو تہامہ(۴) کی جانب سے آنے والا ایک سوار ان سے ملا۔ مسلمان چل رہے تھے۔تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک گروہ نے اس کے ساتھ موافقت کی اور اس سے ابوسفیان کے بارے میں پوچھا؟ تو اس نے جواب دیا: مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں۔

پس جب وہ اس کے خبر دینے کے بارے میں مایوس ہوگئے۔تو انہوں نے اسے کہا: نبی کریم ﷺ کو سلام پیش کرو۔ اس نے کہا: کیا تم میں رسول اللہ ﷺ ہیں؟ صحابہ کرام نے جواب دیا: ہاں۔ اس نے پوچھا: تم میں سے کون ہیں؟ تو صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کی رہنمائی کی۔تو اعرابی نے کہا: کیا تم اللہ تعالیٰ کے رسول ہو جیسا کہ تم کہتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔اس نے کہا: اگر تم اللہ تعالیٰ کے رسول ہو جیسا کہ تمہارا گمان ہے، تو مجھے اس کے بارے میں بتاؤ جو میری اس اونٹنی کی پیٹ میں ہے؟ انصار میں سے قبیلہ بنی

---

(۱) مرثد بن أبي مرثد الغنوي صحابی ابن صحابی ہیں۔ ان کا نام کناز بن الحصین تھا جو اپنے باپ کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے مرثد اور اوس بن الصامت کے مابین رشتہ مواخات قائم کیا تھا۔صفر ۳ھ کو اصم بن ثابت کے ساتھ غزوہ الرجیع میں شہید ہوئے۔دیکھیں: ابن الأثیر ، أسدالغابۃ ، ج ۴ ، رقم :۴۸۳۳ ؛ ابن حجر ، الإصابۃ ، ج ۳ ، ص ۱۸۱۱ ، رقم : ۷۸۸۰ ؛ البغوی ، معجم الصحابہ ، ج ۵ ، ص ۴۳۰۔

(۲) حمزہ رضی اللہ عنہ : (۵۴ ھ - ۳ ھ = ۵۵۶ - ۶۲۵ م) ابو عمارہ ، سید الشہداء ، حمزۃ بن عبد المطلب ﷺ کے چچا اور رضاعی بھائی ، زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں قریش کے نامور ، جری اور معزز اشخاص میں سے تھے ۔ انھوں نے بعثت نبوی کے دوسرے سال اسلام قبول کیا اور مدینہ ہجرت فرمائی ۔ غزوہ بدر میں شہادت پائی۔دیکھیں: ابن لأثیر ، أسد الغابۃ ،ج ۱ ، ص ۵۴۸ ، رقم : ۱۲۵۱ ؛ أبو نعیم الأصبہانی ، معرفۃ الصحابۃ ، ج ۲ ،ص ۶۷۲ ؛ البغوی ، معجم الصحابۃ ، ج ۲ ، ص ۳ ۔

(۳) عرق الظبیہ: مقام صفراء اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے جہاں جنگ بدر سے واپسی پر آپ ﷺ نے عقبہ بن ابی معیط کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور عاصم بن ثابت نے اسکی گردن ماری۔دیکھیں: یا قوت حموی ، معجم البلدان ، ج ۴ ، ص ۵۸ ؛ البکری ، معجم ما استعجم من اسماء البلاد، ج ۳ ، ص ۹۰۳۔

(۴) تہامہ : ایک عرب صوبہ ، ساحل عرب کے متصل ایک نشیب اور تنگ قطعہ زمین جو جزیرہ نمائے سینا سے شروع ہوکر عرب کے مغربی اور جنوبی سمت کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے۔دیکھیں: یاقوت حموی ، معجم البلدان ، ج ۲ ، ص ۶۳ ؛ قاسم محمود ، اسلامی انسائیکلو پیڈیا ، ج ۱ ، ص ۶۰۸ ۔

عبدالاشہل کا ایک آدمی جسے سلمہ (۱)بن سلامہ بن وقش کہا جاتا ہے وہ انتہائی غضب ناک ہوں گے۔ انہوں نے اعرابی کو کہا: تو اپنی اونٹنی پر چڑھا اور تجھ سے وہ حاملہ ہوگئی۔ جو کچھ سلمہ نے کہا: رسول اللہﷺ نے اسے ناپسند کیا۔ جونہی آپ نے یہ سنا تو اسے فحش قرار دیا اور ان سے اعراض کرلیا۔ پھر رسول اللہﷺ چل پڑے آپ کو کوئی خبر موصول نہ ہوئی اور نہ ہی قریش کی تعداد کا علم ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ہمیں ہمارے اس معاملے اور سفر کے بارے میں مشورہ دو۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ!ﷺ میں زمین کی مسافت کے بارے میں لوگوں کی نسبت زیادہ جانتا ہوں، ہمیں عدی بن ابي الزغباء نے یہ خبر دی ہے کہ قافلہ فلاں فلاں وادی کے پاس ہے۔ پس ہمارے اور ان سے بدر دوفرسخ (۲)کے فاصلے پر ہے۔ پھر آپﷺ نے فرمایا: اپنی رائے کا اظہار کرو اور میری رہنمائی کرو۔ تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ!ﷺ بے شک وہ قریش ہیں اور ان کی عزت اور مقام ہے۔قسم بخدا! جب سے انہوں نے عزت اور غلبہ حاصل کیا ہے وہ ذلیل نہیں ہوئے ہیں اور جب سے وہ کافر ہوئے ہیں وہ ایمان نہیں لائے۔قسم بخدا! آپ ضرور اپنے (خاندان کے افراد) سے ہی قتال کریں گے۔ پس اس کے لیے خوب تیاری کیجئے اور اس کے لیے تعداد شمار کر لیجئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میری رہنمائی کرتے ہو؟ تو مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ہم آپ کو اس طرح نہیں کہیں گے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب نے کہا تھا فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلا إِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُون بلکہ آپ جائیں اور آپ کا رب جائے اور دونوں لڑیں، بے شک ہم اتباع کرتے ہوئے تمہارے ساتھ رہیں گے۔ پھر رسول اللہﷺ نے فرمایا: مجھے اپنی رائے سے آگاہ کرو۔ پس جب

---

(۱) سلمہ بن سلامہ بن وقش : سلمہ بن سلامہ بن وقش انصاری ، اشھلی ، ابو عوف ، صحابی رسول ﷺ ، عقبہ ، بدر اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے۔عمر فاروق نے انھیں اپنے زمانہ خلافت میں یمامہ کا عامل بنایا ۔محمود بن لبید اور جبیرہ نے ان سے روایت لی ہے۔انھوں نے ۴۵ھ کو مدینہ میں وفات پائی۔دیکھیں: ابن حزم ، اسماء الصحابة الرواة ، ص ۲۹٦ ، رقم : ۴۴۳ ؛ ابو نعیم ،معرفة الصحابة ، ج ۳ ، ص ۱۳۳۷ ؛ ابن حجر ، الإصابة ، رقم : ۳۳۸۲۔

(۲) فرسخ : تین یا چھ میل فاصلہ کو کہتے ہیں۔اس کا جمع فراسخ ہے۔ دیکھیں: ابن منظور ، لسان العرب ، مادہ : فرسخ ؛ الزبیدی ، تاج العروس ، مادہ : فرسخ۔

سعد (۱) بن معاذ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کثرت سے اور باربار اپنے اصحاب سے مشورہ طلب کر رہے ہیں اور وہ مشورہ دے بھی رہے ہیں۔لیکن آپﷺ پھر مشورہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔تو اس سے سعد رضی اللہ عنہ کو یہ گمان ہوا کہ آپﷺ انصار سے بالکل واضح طور پر یہ کہلوانا چاہتے ہیں کہ جس معاملہ کا آپ ارادہ فرمارہے ہیں انہیں آپ کے ساتھ کوئی اختلاف نہیں ہے۔تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہﷺ شاید آپ کو یہ خوف ہے کہ انصار آپ کی غم خواری اور دلجوئی کا ارادہ نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی وہ اسے اپنے اوپر حق خیال کرتے ہوں۔مگر صرف اس صورت میں کہ وہ دشمن کو اپنے گھروں، اپنی اولاد اور اپنی عورتوں کے ساتھ دیکھ لیں۔ بلاشبہ میں انصار کی جانب سے کہہ رہا ہوں اور ان کی جانب سے جواب عرض کررہا ہوں: یا رسول اللہﷺ آپ جہاں چاہیں سفر کیجئے، جو چاہیں ہمارے مالوں سے لے لیں پھر جو چاہیں ہمیں عطا فرمادیں اور جو کچھ آپ نے ہم سے لے لیا ہمارے نزدیک وہ اس سے زیادہ پسندیدہ ہوگا، جو آپ نے چھوڑدیا۔ اور جوحکم بھی آپ نے جاری کیا ہماری رائے آپ کے حکم کے تابع رہے گی۔ پس قسم بخدا! اگر آپ چلتے رہے، یہاں تک آپ ذی یمن کے تالاب تک پہنچ گئے۔ تو بایقین ہم آپ کے ساتھ ہی چلیں گے۔ پس جب سعد رضی اللہ عنہ نے اس طرح کہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالٰی کا نام لے کر چلو۔ کیونکہ میں نے قوم کے مقتولوں کے گرنے کی جگہوں کو دیکھ لیا ہے۔ پس آپ ﷺ نے بدر کا قصد کیا۔

ابوسفیان نے تھوڑا قیام کیا اور پھر ساحل سمندر کے ساتھ ہوگیا اور اس نے قریش کی طرف لکھ بھیجا جب اس نے اپنا راستہ رسول اللہﷺ کے راستہ سے بدل لیا اور اسے یقین ہوگیا کہ اس نے اپنے ساتھ موجود سازوسامان کو محفوظ کرلیا ہے اور اس نے انہیں حکم دیا کہ وہ واپس لوٹ جائیں۔ کیونکہ تم اس لیے نکلے ہو تاکہ اپنے مال ومتاع اور سواروں کی حفاظت کرو۔ تحقیق قافلہ محفوظ ہوچکا ہے۔ یہ خبر انہیں مقام جحفہ پر موصول ہوئی۔تو ابوجہل نے کہا: قسم بخدا ہم نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ ہم میدان بدر میں پہنچ جائیں۔ وہاں ہم قیام کریں گے اور عربوں میں سے جو بھی ہمارے پاس حاضر ہوا ہم اسے پیٹ بھر کر کھانا کھلائیں گے۔ ۔کیونکہ کوئی بھی ہمارے بارے میں یہ رائے نہیں رکھتا

---

(۱) سعد بن معاذؓ :سعد بن معاذ بن النعمان بن امرئ القیس ، اُوسی ، انصاری ، قبیلہ اُوس کے سردار اور جلیل القدر بدری صحابی ہیں۔غزوہ بدر ، احد اور خندق میں شرکت فرمائی۔ غزوہ خندق میں تیر لگنے سے زخمی ہوئے اور اسی زخم سے ۵ھ (۶۲۶م) کو وفات پائی۔اس وقت انکی عمر ۳۷ برس تھی۔بقیع میں دفن ہیں۔بنوقریظہ کے بارے میں آپ نے فیصلہ فرمایا تھا۔دیکھیں: البغوی ،معجم الصحابۃ ، ج ۳ ،ص ۹ ؛ ابو نعیم ،معرفۃ الصحابۃ ، ج ۳ ،ص ۱۲۴۱۔

کہ وہ ہمارے ساتھ قتال کرے گا۔ پس اخنس (۱)بن شریق نے اسے انتہائی ناپسند کیا اور ان کے واپس لوٹ جانے کو پسند کیا اور واپس لوٹنے کے بارے میں ہی ان کی رہنمائی کی۔لیکن انہوں نے انکار کردیا اور نافرمانی کی اور انہیں جاہلیت کی حمایت نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ سو جب اخنس قریش کے واپس جانے سے مایوس ہوگیا۔ تو وہ بنی زہرہ(۲) کی طرف جھک گیا۔ چنانچہ انہوں نے اس کی بات تسلیم کرلی اور وہ لوٹ پڑے۔ سو ان میں سے کوئی بھی بدر میں حاضر نہیں ہوا۔ انہوں نے اخنس کی رائے کو انتہائی پسند کیا اور اس سے خوب برکت حاصل کی۔ چنانچہ مسلسل ان میں اس کی اطاعت ہوتی رہی یہاں تک کہ وہ مرگیا۔ بنو ہاشم نے بھی لوٹنے والے لوگوں کے ساتھ واپس لوٹنے کا ارادہ کیا۔لیکن ابوجہل ان پر غالب آگیا اور اس نے کہا: قسم بخدا! یہ جماعت ہم میں تفریق نہیں ڈال سکے گی یہاں تک کہ ہم خود لوٹ جائیں۔

رسول اللہﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ آپﷺ نے بدر کے قریب ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔پھر علی بن ابی طالب، زبیر(۳) بن عوامؓ اوربسبس انصاری کو صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ہمراہ بھیجا اور انہیں فرمایا: تم ان ٹیلوں کے پاس جاؤ، یہ بدر کے کنارے واقع ہیں۔ کیونکہ مجھے امید ہے کہ تم اس کنویں کے پاس سے جو ٹیلوں کے اوپر واقع ہے، کچھ معلومات حاصل کرلوگے۔ پس تلواریں لٹکائے چلے گئے تو انہوں نے اس کنوئیں کے پس قریش کوموجود پایا جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ پس انہوں نے دو غلاموں کو پکڑ لیا۔ ان میں سے ایک بنی حجاج

---

(۱) اخنس بن شریق : لأخنس بن شریق بن عمرو بن وہب الثقفی ، بنو زھرۃ کے حلیف اور اپنے قوم کے معزز اور اشراف لوگوں میں سے تھے۔سورۃ القلم کے یہ آیات ان کے بارے میں نازل ہوئی۔ وَلاَتُطِعْ کُلَّ حَلاَّفٍ مَہِیْنٍ o ھَمَّازٍ مَشَّاءٍبِنَمِیْمٍ... إلی قولہ تعالیٰ۔دیکھیں: سیرۃ ابن ہشام ، ا لأخنس بن شریق وما انزل اللہ فیہ ، ج ۲ ، ص ۲۰۶ ؛ تاریخ الطبری ، ج ۲ ، ص ۱۴۳۔

(۲) بنی زہرہ : بنو زہرہ بن کلاب قریش کے بنو مرۃ بن کعب کا بطن ہے۔دیکھیں: ابن حزم ، جمہرۃ أنساب العرب ، ج ۱ ، ص ۱۸۸ ؛ عمر رضا کحالہ ، معجم قبائل العرب القدیمہ والحدیثہ ، دار العلم للملایین، بیروت ۱۳۸۸ھ - ۱۹۶۸م ج ۲ ، ص ۵۳۷۔

(۱) زبیر بن عوام : (۲۸ق ھ - ۳۶ھ = ۵۹۴ - ۶۵۶ م) زبیر بن العوام بن خویلد اسدی ، قریشی ، ابو عبد اللہ ، حواری رسول اور آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے ۔انھوں نے ۱۲ سال کی عمرمیں اسلام قبول کیا اور بدر ، اُحد اور دوسرے مشاہد میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی ۔ ابن جرموز نے ان کو جنگ جمل میں شہید کیا ۔ ان سے ۳۸ احادیث مروی ہیں۔دیکھیں: ابن الأثیر ، أسد الغابۃ ، ج ۲ ، ص ۱۵۵ رقم : ۱۷۳۳ ؛ ابن حجر، الإصابۃ ، ج ۱ ص ۶۲۲ ، رقم : ۲۷۹۱ ؛ ابن قانع ، معجم الصحابہ ، ج ۴ ، ص ۱۶۴۳ ؛

بن اسود تھا اور دوسر ابوالعاص کا غلام تھا۔ اسے اسلم کہا جاتا تھا۔ ان کے مالک قریش کی جانب تھے۔ پس وہ ان دونوں کی طرف آئے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے۔ آپ ﷺ اس وقت پانی کے قریب ایک خیمے میں تھے۔ وہ ان دونوں غلاموں سے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے لگے۔ ان کا گمان یہ تھا کہ یہ دونوں ان کے ساتھی ہیں اور وہ دونوں ان سے قریش کے متعلق گفتگو کرنے لگے کہ ان میں کتنے لوگ ہیں اور کون کون سے سردار شامل ہیں۔ لیکن یہ لوگ ان کی باتوں کو جھٹلانے لگے۔ کیونکہ جس شے کے متعلق وہ خبر دے رہے تھے ان کے نزدیک وہ انتہائی ناپسندیدہ تھی۔ کیونکہ یہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں سننا چاہتے تھے اور قریش کو ناپسند کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ گفتگو سن رہے تھے اور اس حالت کو دیکھ رہے تھے جو کچھ وہ غلاموں کے ساتھ کر رہے تھے۔ پس جب غلاموں کو مارپیٹ کر انہوں نے خوب کمزور کردیا تو وہ کہنے لگے: ہاں یہ! ابوسفیان اور اس کا قافلہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ وَلَٰكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا (۱) جس وقت (تم مدینے سے) قریب کے ناکے پر تھے اور کافر بعید کے ناکے پر اور قافلہ تم سے نیچے (اُتر گیا) تھا اور اگر تم (جنگ کے لیے) آپس میں قرارداد کر لیتے تو وقت معین (پر جمع ہونے) میں تقدیم و تاخیر ہوجاتی لیکن خدا کو منظور تھا کہ جو کام ہوکر رہنے والا تھا اُسے کرہی ڈالے''۔ پس وہ اسی طرح کرتے رہے کہ جب وہ غلام کہتے کہ یہ قریش ہیں جو تمہارے قریب آئے ہیں تو وہ انہیں جھٹلا دیتے اور جب یہ کہتے کہ یہ ابو سفیان ہے تو وہ انہیں چھوڑ دیتے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے ان غلاموں کے ساتھ ان کا یہ رویہ ملاحظہ فرمایا تو اپنی نماز سے سلام پھیرا اور فرمایا: انہوں نے تمہیں کیا خبر دی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ان غلاموں نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ بتحقیق قریش آچکے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں نے سچ کہا ہے۔ قسم بخدا! بلاشبہ تم ان کو مارتے رہے ہو جب انہوں نے سچ بولا ہے۔ اور انہیں چھوڑتے رہے ہو جب انہوں نے جھوٹ بولا ہے۔ بے شک قریش اپنے قافلے کی حفاظت کے لیے نکلے ہیں اور وہ ان کے بارے میں تم سے خوف زدہ ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں غلاموں کو بلایا اور ان سے کچھ دریافت کیا۔ تو انہوں نے آپ ﷺ کو قریش کے بارے میں بتایا اورکہا: ہمیں ابوسفیان کے متعلق کوئی علم نہیں۔ ہم (صحیح تعداد تو) نہیں جانتے البتہ قسم بخدا! وہ بہت زیادہ ہیں۔ پس اندازہ لگانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: کل انہیں کھانا کس نے کھلایا؟ تو انہوں نے قوم کے ایک آدمی کا نام لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے ان کے لئے کتنے اونٹ ذبح کیے ؟ انھوں نے کہا: دس اونٹ پھر آپ ﷺ نے سوال کیا: گزشتہ کل سے پہلے انہیں کس نے کھانا دیا تو انہوں نے ان میں سے ایک دوسرے آدمی کا نام لیا، آپ ﷺ نے پوچھا: اس نے کتنے اونٹ ذبح کیے

---

(۱) الانفال : (۴۲)

تھے؟ انہوں نے بتایا: نو اونٹ۔ تو رسول اللہﷺ نے یہ گفتگو سن کر فرمایا: ان کے لشکر کی تعداد نو سو اور ہزار کے درمیان ہے۔ اور یہ اندازہ اس لئے لگایا جارہا ہے کہ وہ ایک دن ان کے لیے نو اونٹ ذبح کررہے ہیں اور ایک دن دس اونٹ ذبح کر رہے ہیں۔

پھر رسول اللہﷺ اٹھے اور فرمایا: سفر کے بارے میں مشورہ دو؟ تو بنی سلمہ(۱) کے ایک فرد حباب(۲)بن منذر کھڑے ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہﷺ میں اس جگہ اور اس کے کنوؤں سے واقف ہوں، اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو اس کے کنوؤں تک چلتے جائیں۔ تحقیق آپ کثیر مقدار میں میٹھا اور لذیز پانی حاصل کرلیں گے اور اسی کے پاس پڑاؤ ڈالیں گے اور ہم قریش کے لشکر سے پہلے ان کنوؤں تک پہنچ جائیں گے اور ہم اس کے سوا دیگر کنوؤں کو تلاش کرلیں گے۔ تو رسول اللہﷺ نے فرمایا: چلو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوگروہوں میں سے ایک کے متعلق تمہارے ساتھ وعدہ فرمارکھا ہے کہ وہ تمہارے لیے ہے۔ پس لوگوں کے دلوں میں بہت زیادہ خوف داخل ہوگیا اور ان میں شیطان کی جانب سے خوف زدہ کرنے اور ذلیل ورسوا کرنے کی وسوسہ اندازی بھی تھی۔ رسول اللہﷺ اور مسلمان انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ پانی تک چلے اور مشرکین بھی بڑی تیزی کے ساتھ پانی تک پہنچنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس رات ان پر بارش نازل فرمائی۔ وہ بارش مشرکین پر شدید آفت اور آزمائش تھی، اس نے انہیں چلنے سے روک دیا اور مسلمانوں پر وہی بارش انتہائی دھیمی اور ہلکی تھی۔ اس نے ان کے لیے راستے اور منزل کو ہموار اور پختہ کردیا۔ وہ زمین چھوٹی چھوٹی کنکریوں اور ریت والی تھی۔ چنانچہ مسلمان پانی تک پہلے پہنچ گئے اور نصف رات کے قریب وہاں جااترے۔ پس قوم کے افراد کنویں میں اتر گئے اور اسے صاف کیا یہاں تک کہ اس کا پانی بڑھ گیا۔ پھر انہوں نے ایک بہت بڑا حوض بنایا۔ اس میں پانی بھر دیا اور اس کے سوا تمام پانی ضائع کردیا۔ اور رسول اللہﷺ نے فرمایا: "ھذہ مصارعھم ان شاءاللہ بالغداۃ" ان شاء اللہ تعالیٰ کل یہ مقامات ان کے مقتولوں کے گرنے کی جگہیں ہیں۔

---

(۱) بنی سلمہ : سلمہ بن سعد قحطانیوں میں ازد کے خزرج کا ایک بطن ہے۔ کثیر صحابہ کرام بنو سلمہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ حباب بن منذر کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا۔ دیکھیں: عمر رضا کحالہ، معجم قبائل العرب ج ۲، ص: ۵۴۷۔

(۲) حباب بن منذر : حُباب بن المنذر بن الجموح انصاری، خزرجی، السلمی، ابوعمر شاعر اور ذو رائے صحابہ میں سے تھے۔ بدر کے موقع پر آپ کے مشورہ پر عمل کرے ہوئے مسلمانوں نے بدر کے پانی کے آس پاس پڑاؤ ڈالا تھا۔ اُحد، خندق اور دوسرے تمام مشاہد میں آپﷺ کے ساتھ شریک رہیں۔ خلافت عمر میں وفات پائی۔ ان سے ابوطفیل عامر بن واثلہ نے روایت لی ہے۔ دیکھیں: ابن لأثیر، اُسد الغابہ، رقم : ۱۰۲۳؛ ابن حجر، الا صابۃ، رقم : ۱۵۴۵؛ ابونعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، ص ۸۶۷۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ (۱) "جب اس نے (تمہاری) تسکین کے لئے اپنی طرف سے تمہیں نیند (کی چادر) اُڑھادی ، اور تم پر آسمان سے پانی برسادیا تاکہ تم اس کو اس سے (نہلا کر) پاک کردے اور شیطانی نجاست کو تم سے دور کردے اور اس لیے بھی کہ تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور اس سے تمہارے پاؤں جمائے رکھے"۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حوضوں پر صف بندی کرلی جب مشرکین سامنے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی: اے اللہ! یہ قریش ہیں یہ تکبر وغرور اور فخر کرتے ہوئے تیرے ساتھ عداوت رکھتے ہیں اور تیرے رسول (ﷺ) کی تکذیب کرتے ہیں۔ اے اللہ! میں اس وعدہ کی التجا کرتا ہوں جو تو نے میرے ساتھ فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بازو پکڑے ہوئے یہ کہتے رہے: اے اللہ ! میں اس وعدہ کی التجا کرتا ہوں جو تو نے میرے ساتھ فرمایا ہے۔تو ابوبکر صدیق اللہ عنہ نے عرض کی: آپ کو بشارت ہو،قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے!اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اس وعدہ کو پورا فرمائے گا جو وعدہ اس نے آپ کے ساتھ فرمایا ہے سو مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کی اور اس سے معاونت ومدد کی التجا کی۔تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ اور مسلمانوں کی التجا کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمایا۔مشرکین مقابلے میں آئے تو ان کے ساتھ سراقہ (۲) بن جعشم مدلجی کی صورت میں ابلیس بھی تھا، وہ انہیں کہہ رہا تھا کہ ان کے پیچھے بنی کنانہ(۳) ان کی مدد کے لیے آرہے ہیں، آج کے دن لوگوں میں کوئی بھی تمہارے اوپر غالب نہیں آسکتا۔ بے شک میں تمہارا نگہبان اور معاون ومددگار ہوں۔ جب اس نے انہیں بنی کنانہ کے چلنے کی خبردی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اور اس کے

---

(۱) الانفال :(۱۱)

(۲) سراقہ بن جعشم:سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی ، ابو سفیان صحابی رسول ﷺ ہیں ۔ ابو سفیان نے اسے ہجرت کی رات ان کورسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیقؓ کے تعاقب میں بھیجاتھا۔ انھوں نے یوم فتح ۸ھ کو اسلام قبول کیا ۔ ان سے ۱۹ أحادیث مروی ہیں ۔انھوں نے ۲۴ھ (۶۴۵ء) کو خلافت عثمان میں وفات پائی۔دیکھیں: ابن حزم ، اسماء الصحابۃ الرواۃ ، ص ۲۴ ، رقم : ۱۲۷ ؛ ابن الأثیر ، أسد الغابۃ ، ج ۲ ، ص ۲۳۶ ، رقم : ۱۹۵۶ ؛ ابن حجر ، الإصابۃ، ج ۱ ، ص ۶۹۵ ، رقم : ۳۱۱۶۔

(۳) بنی کنانہ : کنانہ بن خزیمہ عدنانیوں کا ایک عظیم قبیلہ ہے۔ یہ لوگ بیض، المطہر اور ودان میں رہتے تھے۔ سراقہ بن مالکؓ کا قبیلہ مدلج ، کنانہ بن خزیمہ کا ایک بطن ہے۔دیکھیں: عمر رضا ، معجم قبائل العرب ، ج ۳ ، ص ۱۰۶۱؛ سید فضل الرحمٰن ، فرہنگ سیرت ، ص ۲۴۷۔

بعد والی آیت نازل فرمائی: وَلاَ تَكُونُواْ كَالَّذِينَ خَرَجُواْ مِن دِيَارِهِم بَطَراً وَرِئَاء النَّاسِ (۱) " اور (دیکھو!) نہ بن جانا اوران لوگوں کی طرح جو نکلے تھے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور (محض) لوگوں کے دکھلاوے کے لیے) مشرکین نے نبی کریم ﷺ کے اصحاب کی تعداد کو قلیل دیکھا تو ان میں سے بعض نے کہا: انہیں ان کے دین نے دھوکہ دیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّهِ فَإِنَّ اللّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (۲) " (اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں تو بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے) مشرکین میدان میں اترے اور جنگ کے لیے خوب کوشش کی۔ شیطان بھی ان کے ساتھ ساتھ تھا جو ان سے جدا نہیں ہو رہا تھا۔ حکیم بن حزام (۳) عتبہ بن ربیعہ کے پاس گیا اور اسے کہا: تو لوگوں کو بچا سکتا ہے اور ابن حضرمی کے خون کا انتقام اوراور اس قافلے کا بدلہ لے سکتا ہے جس پر محمد (ﷺ) نے حملہ کی کوشش کی ہے اور لوگوں کا مطالبہ اس قافلے اور اس آدمی کے خون کا بدلہ لینے کے سوا اور کچھ نہیں۔ عتبہ نے کہا: ہاں (بات تو ایسی ہی ہے) تو نے خوب اچھا کہا ہے اور اچھائی کی طرف دعوت دی ہے۔ پس تو اپنے خاندان میں کوشش کر اور میں بھی اس بارے میں سعی کرتا ہوں۔ حکیم بن حزام نے سرداران قریش کے پاس جاکر اس کام کی طرف دعوت دی۔ عتبہ بھی اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور مشرکین کی صفوں میں اپنے ساتھیوں کی طرف چل نکلا اور انہیں کہا اے قوم! میری بات مانو! بے شک ابن حضرمی کے خون کا انتقام اور انہوں نے تمہارے قافلے پر جو حملہ کیا ہے اس کا بدلہ لینے کے سوا تم اور کچھ نہیں چاہتے۔ اور میں اسے پورا کرنے کا اہتمام کرتا ہوں۔ اور تم اس آدمی کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اگر یہ جھوٹا ہے تو پھر تم عربوں کے سوا دوسرے لوگ اسے قتل کر دیں گے۔ بے شک ان کے لشکر میں ایسے افراد ہیں جن کے ساتھ تمہارے انتہائی قریبی تعلقات ہیں۔ اور اگر تم ان کا قتال کرو گے تو تم میں سے ہر آدمی اپنے باپ، بھائی، بھتیجے، یا اپنے چچا کے بیٹے کا قاتل مسلسل اس کی نظروں کے سامنے رہے گا جس کے سبب لوگوں میں ہلاکت اور بغض وکینہ عام ہو جائے گا۔ اور اگر یہ آدمی بادشاہ ہوا تو پھر تم اپنے بھائی کی مملکت میں ہوں گے۔

---

(۱) الانفال: (۴۷)

(۲) الانفال: (۴۹)

(۳) حکیم بن حزام: حکیم بن حزام بن خویلد، قریشی، اُسدی، اُبو خالد، صحابی، اُم المؤمنین خدیجہ کے بھتیجے تھے۔ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں قریش کے اشراف اور معزز لوگوں میں سے تھے۔ یوم فتح کے دن اسلام لائے، ان سے ۴۰ احادیث مروی ہیں۔ خلافت معاویہ میں ۵۴ھ (۶۷۴م) کو ۱۲۰ سال کی عمر میں مدینہ میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۹۱، رقم: ۷۷؛ ابن الأثیر، اُسد الغابۃ، ج ۱، ص ۵۴۱، رقم: ۱۲۳۴؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۱، ص ۳۹۶، رقم: ۱۸۰۲؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۱، ص ۴۱۷، رقم: ۵۵۳۔

اور اگر یہ نبی ہوا تو پھر نبی کو کیوں قتل کرتے ہو، تم اس کے سبب گناہ گار ہو گے اور تم ان پر غلبہ نہیں پاسکو گے یہاں تک کہ وہ اپنی تعداد کے برابر افراد کو قتل کردیں گے۔ اور مجھے یہ اندیشہ بھی ہے کہ تم ان کے خلاف شکست سے دو چار ہو جاؤ گے۔ ابوجہل نے اس کی گفتگو کو پسند نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہو کر رہتا ہے۔ چنانچہ ابو جہل نے مقتول کے بھائی ابن حضرمی سے ملاقات کی اور اسے کہا: یہ عتبہ لوگوں کو جنگ نہ کرنے پر آمادہ کررہاہے حالانکہ تو اپنے بھائی کی دیت لے سکتا ہے۔ اس کا گمان ہے کہ تو اسے قبول کرلے گا۔ کیا دیت قبول کرنے سے تمہیں حیا نہیں آئے گی؟ ان کا خیال یہ تھا کہ آپ ﷺ نے عتبہ کی طرف دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا ''اگر قوم میں سے کسی کے پاس بھلائی اور نیکی ہے تو وہ اس سرخ اونٹ والے کے پاس ہے'' اگر وہ اس کی اطاعت کریں گے تو رہنمائی اور ہدایت حاصل کرلیں گے۔

پس جب ابوجہل نے قریش کو جنگ پر ابھارا تو عورتوں کو حکم دیا کہ وہ عمر کے نام کی دہائی دیں۔ چنانچہ وہ اٹھیں اور چیخ چیخ کر پکارنے لگیں: واعمراہ واعمراہ! اور یہ لوگوں کو خوب جنگ پر برانگیختہ کرنے لگیں پس قریش جنگ پر جمع ہوگئے۔ تو عتبہ نے ابوجہل کو کہا: آج تجھے معلوم ہو جائے گا کہ دونوں کاموں میں سے کون سا کام صحیح اور سودمند ہے۔ قریش نے میدان جنگ میں صفیں باندھیں اور انہوں نے عمیر بن وہب(۱) کو کہا سوار ہو کر جاؤ اور محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو ڈراؤ اور خوف زدہ کرو اور تعداد کا اندازہ لگاؤ۔ چنانچہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے اردگرد چکر لگایا اور پھر مشرکین کی طرف لوٹ کر گیا اور کہا: میرے محتاط اندازے کے مطابق ان کے پاس تین سو جنگجو ہیں۔ وہ کچھ زائد ہوں گے یا تھوڑے کم ہوں گے۔ میں نے ان میں ستر یا کچھ زائد اونٹوں کااندازہ لگایا ہے۔ لیکن ابھی تم مجھے مہلت دو تاکہ میں یہ دیکھ سکوں کہ کیا ان کی مدد اور کمک کمین گاہوں میں چھپی ہوئی تو نہیں۔ چنانچہ اس غرض سے اس نے گردونواح کا چکر لگایا۔ قریش نے اپنے گھوڑ سوار اس کے ساتھ روانہ کئے اور وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ خوب گھومے پھرے۔ پھر واپس لوٹ کر کہا: نہ ان کی کہیں مدد ہے اور نہ ہی کمین گاہوں میں کوئی چھپا ہوا ہے۔ بے شک وہ تو اونٹوں کا نوالا ہیں۔ قریش نے عمیر کو کہا: قوم میں تحریک پیدا کرو۔ ان کے جذبات کو للکارو۔ چنانچہ عمیر نے سو شہسواروں کے ساتھ اسلامی لشکر کی صف پر حملہ کر دیا۔

---

(۱) عمیر بن وہب: عمیر بن وہب بن حذافہ الجمحی غزوہ بدر میں قریش مکہ کی طرف سے شریک ہوئے۔ اس کے بعد مدینہ میں اسلام قبول کیا ۔ وہ نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے مدینہ آئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت دی ۔ مکہ جاکر انھوں نے اپنے اسلام کی خوب تشہیر کی اور پھر مدینہ ہجرت کی۔ اُحد اور اسکے بعد دوسرے مشاہد میں مسلمانوں کے ساتھ شریک رہے۔ دیکھیں: ابو نعیم معرفۃ الصحابۃ ، ج ۴ ، ص ۲۰۹۳ ؛ ابن حجر ، الإصابۃ ، رقم : ۶۰۵۹ ؛ ابن عبد البر ، الاستیعاب ، رقم : ۲۰۲۰۔

رسول اللہﷺ چت لیٹے ہوئے تھے۔ آپﷺ نے اپنے اصحاب کو فرمایا: تم جنگ کا آغاز نہ کرنا، جب تک میں تمہیں اجازت نہ دوں، اسی دوران آپ پر نیند طاری ہوگئی اور آپ پر غالب آگئی۔ جب لشکر کے بعض افراد نے آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے یارسول اللہﷺ قریش کا لشکر قریب آگیا ہے اور انہوں نے ہمیں پالیا ہے۔ پس رسول اللہﷺ بیدار ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپﷺ کو حالت خواب میں ان کی تعداد بالکل قلیل دکھائی اور مشرکین کی نگاہوں میں مسلمانوں کی تعداد کو بھی انتہائی کم کردیا۔ یہاں تک کہ قوم کے بعض افراد بعض میں حرص اور لالچ کرنے لگے (یعنی وہ انہیں قتل کرنے کا ارادہ کرنے لگے) کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو ان کی کثیر تعداد دکھاتا تو بالیقین ان کی ہوا اکھڑ جاتی اور جنگ کے بارے میں ان کے درمیان تنازع کھڑا ہو جاتا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ رسول اللہﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور انہیں وعظ فرمایا اور انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آج کے دن شہادت پانے والوں کے لیے جنت واجب کردی ہے۔ عمیر(۱) بن حمام نے جونہی رسولﷺ کے یہ کلمات سنے، آپ اس وقت اپنے ساتھیوں کے لیے آٹا گوندھ رہے تھے، اس گوندھے ہوئے آٹے کے پاس سے آپ اٹھے اور عرض کی: یا رسول اللہﷺ اگر میں قتل کردیا جاؤں تو کیا میرے لیے جنت ہے؟ آپﷺ نے فرمایا: ہاں ضرور۔ پس اس وقت وہ دشمنان خدا پر ٹوٹ پڑے اور مردانہ وار لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ پس آپ ہی وہ پہلے مقتول ہیں جنہیں قتل کیا گیا۔ پھر اسود(۲) بن عبدالاسد مخزومی آیا اور بتوں کی قسم اٹھا کر کہنے لگا کہ وہ اس حوض سے ضرور پانی پیے گا جو محمد (ﷺ) نے بنایا ہے اور اسے ضرور توڑدے گا۔ پس جب وہ حوض کے قریب آیا تو حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اس کی راہ روکی اور اس کی ٹانگ پر ضرب لگا کر اسے کاٹ دیا۔ وہ گھسٹتے ہوئے آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ حوض میں جاگرا اور حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کا پیچھا کرکے اسے قتل کردیا۔ پھر عتبہ بن ربیعہ اپنے اونٹ سے نیچے اترا اور پکار کر کہا۔" ھل من مبارز" کیا کوئی مقابلہ کرنے والا

---

(۱) عمیر بن حمام : عمیر بن حمام بن جموح بن زید انصاری ، بدری صحابی ہیں۔انصار میں سے سب سے پہلے قتل ہونے والے شخص تھے۔ نبی کریمﷺ نے آپ اور عبیدہ بن الحارث کے مابین رشتہ مواخات قائم کیا تھا۔دونوں غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔دیکھیں: ابو نعیم ،معرفۃ الصحابۃ ، ج ۴ ، ص ۲۰۸۹ ؛ ابن حجر الإصابۃ، رقم : ۶۰۳۱ ؛ ابن عبد البر ، الإستعاب ، رقم ۲۰۰۴۔

(۲) اُسود بن عبد الأسد المخزومی غزوہ بدر میں مشرکین مکہ کی طرف سے قتل ہونے والے پہلے شخص تھے جن کو حمزہؓ نے قتل کیا تھا۔اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ ضرور بدر کے حوض سے پانی پیئے گا یا اسے منہدم کرے گا یا خود قتل ہو جائے گا ۔ چنانچہ وہ اپنے ارادے کی تکمیل کے لئے نکلے ہی تھے کہ حمزہؓ ان کا کام تمام کردیا۔دیکھیں: ابن کثیر ، البدایہ النہایۃ ، ج ۳ ، ص ۲۷۲ ؛ الذہبی ، تاریخ الإسلام ، ج ۲ ،ص ۵۷ ؛ تاریخ الطبری ، ج ۲ ، ص ۱۳۔

ہے! پھر اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید بھی پیچھے سے آملے اور انہوں نے بھی پکارپکار کر دعوت مبارزت دی۔تو ان کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے انصار میں سے تین افراد صف سے نکلے۔تو نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھ کر حیا محسوس کی (۱)اور آپ ﷺ نے انہیں فرمایا تم اپنی صفوں میں واپس لوٹ جاؤ اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے ان کے چچاؤں کے بیٹوں کو آنا چاہیے۔ چنانچہ حمزہ ، علی بن ابی طالب اور عبیدہ (۲) بن حارث بن مطلب رضی اللہ عنہم آگے بڑھیں۔ مقابلہ ہوا اور حمزہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو قتل کیا۔عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو جہنم رسید کیا اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ولید کا سر قلم کردیا۔ مقابلہ کے دوران شیبہ نے عبیدہ رضی اللہ عنہ کی ٹانگ پر شدید ضرب لگائی اور اسے کاٹ دیا اور حمزہ اور علی رضی اللہ عنہما نے آگے بڑھ کرانہیں بچالیا اور انہیں اٹھالیا۔ یہاں تک کہ اسی کے سبب ان کا وصال ہوگیا۔ اسی وقت ہند(۳) بنت عتبہ نے نذرمانی کہ وہ حمزہ کا کلیجہ ضرور چبائے گی اگر وہ اس پر قادر ہوئی پس دونوں لشکروں کے باہم جنگ کرنے سے قبل یہ افراد قتل ہوگئے۔

جب مسلمانوں نے دیکھا کہ جنگ شروع ہوچکی ہے تو پکارپکار کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فتح ونصرت کی التجاء کرنے لگے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے دست مبارک رب کریم کی بارگاہ میں بلند کیے اور جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا تھا اس کی التجا کی اور فتح و نصرت کی دعا مانگتے ہوئے عرض کرنے لگے: اللهم ان ظهرعلى هذه العصابة ظهرالشرك ولم يقم لك دين" (اے اللہ! اگر اس جماعت پر مشرکین غالب آگئے تو پھر تیرا دین قائم نہیں ہو سکے گا)۔ پاس ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود تھے، آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ ضرور بہ ضرور آپ کی مدد فرمائے گا اور آپ کے چہرہ کو منورو روشن فرمائے گا۔

---

(۱) سیرت کی کتابوں اور ذخیرہ احادیث کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ بدر کے موقع پر عتبہ بن ربیعہ نے مبارزت طلب کی تھی جن کے مقابلہ میں انصار میں سے تین آدمی نکلے۔عتبہ نے اعتراض کیا کہ یہ ہمارے جوڑ کہ نہیں اس لئے رسول اللہ ﷺ نے عتبہ کے مطالبہ پر مہاجرین میں سے علی، حمزہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہم کو مقابلے کے لئے بھیجا۔گویا نبی کریم ﷺ کو انصار کی مبارزت کے لئے نکلنے پر کوئی اعتراض نہیں تھا جس طرح مذکورہ روایت میں ہے کہ انصار کے نکلنے پر آپ نے حیا محسوس کی اور انصار کو واپس کیا، اصل میں اعتراض عتبہ کو تھا۔

(۲) **عبیدہ بن الحارث بن مطلب** : (۶۲ ق ھ - ۶۲۴ م) قریش کے جری اور بہادر سپہ سالاروں میں سے تھے۔نبی کریم ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ہی اسلام قبول کیا تھا ۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے مشرکین مکہ کی دعوت مبارزت قبول کی تھی ۔ جن کے بارے میں سورۃ الحج آیت ۱۹ نازل ہوئی: (هذان خصمان اختصموا في ربهم) انھوں نے بدر میں شہادت پائی۔دیکھیں: ابونعیم ،معرفۃ الصحابۃ ، ج ۴ ،ص ۱۹۳؛ ابن حجر ،الاصابۃ، رقم : ۵۳۷۷؛ ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، رقم : ۱۶۷۷۔

(۳) **ہند بنت عتبہ** : ہند بنت عتبہ بن ربیعہ صحابیہ ،قریشیہ ، فصیح اللسان ، بہادر ، ذی رائے اور شاعرہ تھی۔ ابو سفیانؓ کی زوجہ اور امیر معاویہؓ کی والدہ تھی۔یوم الفتح کے دن ایمان لائی۔ عائشہ رضی اللہ عنہانے ان سے روایت لی ہے۔انھوں نے ۱۴ھ کو وفات

؎ پھر اللہ تعالیٰ نے دشمن کی اطراف میں ملائکہ کا لشکر اتارا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد اور نصرت نازل فرما دی ہے۔ اے ابوبکر! تمہارے لیے بشارت ہو۔ ملائکہ علیہم السلام نازل ہوچکے ہیں۔ کیونکہ میں نے جبرئیل امین علیہ السلام کو عمامہ مبارک باندھے ہوئے زمین وآسمان کے درمیان گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے دیکھا ہے۔ پس جب وہ زمین پر اترے، اس پر سوار ہوئے اور ایک لحظہ میں مجھ سے غائب ہوگئے۔ پھر میں نے ان کے چہرہ پر غبار دیکھا ہے۔ اور ابوجہل نے یہ نے یہ دعا مانگی "اللھم انصر خیر الدینین، اللھم دیننا القدیم ودین محمد الحدیث" اے اللہ! دو دینوں میں سے افضل اور بہترین دین کی مدد فرما، اے اللہ! ہمارا دین قدیم ہے اور محمد (ﷺ) کا دین نیا اور جدید ہے" جب شیطان نے ملائکہ علیہم السلام کو دیکھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلا اور اپنے دوستوں کی مدد سے پیچھے ہٹ گیا اور رسول اللہ ﷺ نے سنگریزوں کی ایک مشت بھری اور انہیں مشرکین کے چہروں پر پھینک دیا اوراللہ تعالیٰ نے ان سنگریزوں کو اتنی عظیم شان عطا فرمائی کہ مشرکین میں ہر آدمی کی آنکھ ان سے بھر گئی۔ ملائکہ انہیں قتل کرنے لگے اور انہیں قیدی بنانے لگے۔ اور وہ جماعت کو اس حال میں پاتے کہ ان میں سے ہر آدمی چہرے بل گرتا اور وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ جدھر منہ کرتا ہے اس کی آنکھوں میں مٹی پڑ جاتی ہے۔

قریش شکست خوردہ اور مغلوب ہو کر مکہ کی طرف لوٹے۔ اللہ تعالیٰ نے واقعہ بدر کے سبب مشرکین ومنافقین کو ذلیل ورسوا کر دیا اور مدینہ منورہ میں کوئی منافق اور یہودی باقی نہیں رہا مگر اس کی گردن واقعہ بدر کے سبب پست اور جھکی ہوئی تھی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے دن شرک اور ایمان کے مابین فرق کر دیا اس لیے کہ وہ دن یوم الفرقان کہلاتا ہے۔ یہودیوں نے اسی کے بعد یقین سے کہا: کہ بلاشبہ یہی وہ نبی ہیں جن کے اوصاف ہم تورات میں پاتے ہیں۔ خدا کی قسم! آج کے بعد یہ جو علم بھی بلند کرے گا وہی غالب آئے گا۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ منور کی طرف مراجعت فرماہوئے اور ثنیۃ الوداع سے اس میں داخل ہوئے اور قرآن کریم نازل ہوا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر اپنی اس نعمت کا تذکرہ کیا، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں بدر کی طرف نکلنا ناپسند کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِن بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ یہ آیت اور اس کے ساتھ تین آیات اور نازل فرمائیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مومنین کی دعا قبول کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ "یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے تو سن لی اس نے تمہاری فریاد"۔ اور اس کے ساتھ دوسری آیت بھی نازل فرمائی۔ اورجب اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کردی تو یہ آیت نازل فرمائی: إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ۔۔۔الآیہ "یاد کرو جب اللہ نے ڈھانپ تمہیں غنودگی سے"۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں

؎ دیکھیں: ابونعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۶، ص ۳۴۶۰؛ ابن الأثیر، اسد الغابۃ، ج ۵، ص ۵۷۰، رقم: ۴۳۵۳؛ ابن عبد البر، الاستیعاب، ج ۴، ص ۴۷۴، رقم: ۳۵۴۸۔

اس وحی کے بارے میں خبر دی جو ان کی نصرت اور مدد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی طرف فرمائی۔ لہٰذا ارشاد فرمایا: إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ ۔۔۔۔۔۔الآیہ (۱) "یاد کرو جب وحی فرمائی آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں" یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت نازل فرمائی۔ اور مشرکین کے قتل اور رسول اللہ ﷺ نے جو مٹی اٹھا کر ان کی طرف پھینکی تھی اس کے بارے میں یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت نازل فرمائی: فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (۲) ترجمہ" پس تم نے نہیں قتل کیا انہیں بلکہ اللہ نے قتل کیا انہیں۔ او(اے محبوب!) نہیں پھینکی آپ نے (وہ مشت خاک) جب آپ نے پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی"۔ اور ان کے فیصلے کے مطالبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: إِن تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ (۳) "اے کفار! اگر تم فیصلہ کے طالب تھے تو (لو) آگیا تمہارے پاس فیصلہ"۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سات آیات میں یہ حکم نازل کیا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ (۴) ترجمہ"اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی"۔ اور اترنے کی جگہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا ترجمہ"جب تم وادی کے نزدیک والے کنارے پر تھے"۔ اور اس کے بعد والی آیت بھی اسی کے بارے میں نازل فرمائی۔ اور جن لوگوں نے مسلمانوں کی تعداد کو قلیل دیکھ کر باہم گفتگو کی ان کے بارے میں یہ آیت نازل کی: غَرَّ هَٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ (۵) ترجمہ" کہ مغرور کر دیا ہے انہیں ان کے دین نے"۔ اور مشرکین اور ان کے متبعین کے مقتولوں کے بارے میں یہ آیت اور اس کے ساتھ آٹھ آیات نازل کیں فرمایا: وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ (۶)

" اور کاش تم اس وقت (کی کیفیت) دیکھو جب فرشتے کافروں کی جانیں نکالتے ہیں اُن کے مونہوں اور پیٹھوں پر (کوڑے اور ہتھوڑے وغیرہ) مارتے (ہیں اور کہتے) ہیں کہ (اب) عذاب آتش (کا مزہ) چکھو"۔

(أ) ابن اسحاق، ابن جریر اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو خبر موصول ہوئی کہ ابوسفیان شام سے آرہا ہے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کی توجہ ان کی طرف دلائی اور فرمایا یہ قریش کا قافلہ ہے جس میں ان کا مال تجارت کثرت سے موجود ہے۔ پس تم اس کی طرف خروج کرو۔ اللہ تعالیٰ اس کے سبب تمہاری مشکل کو کھول دے گا۔ بعض لوگوں نے اس رائے کو قبول کیا۔ بعض نے اسے حقیر جانا اور

(أ) ابن إسحاق کی یہ روایت ، سیرت ابن ہشام میں ملی:سیرۃ ابن ہشام ، غزوہ بدر الکبریٰ ، ج ۱ ، ص ۶۰۶ ، ۶۰۷ ، ۶۱۴ ، ۶۱۵ ؛ تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۷۴۰۔

بعض کے لیے یہ ثقیل اور گراں ثابت ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں یہ گمان نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا واسطہ جنگ سے پڑے گا۔ ابوسفیان جب حجاز(۱) کی قریب پہنچا تو وہ بھی خبروں کا تجسس کرنے لگا۔ اور لوگوں کے عمل سے ڈرتے ہوئے جو سوار بھی اسے ملتا اسی سے حالات معلوم کرتا۔ یہاں تک کہ ایک سوار نے اسے یہ خبر پہنچا دی کہ محمد (ﷺ) نے تیرے لیے اصحاب کو جمع کیا ہوا ہے۔ چنانچہ یہ خبر سنتے ہی وہ خوف زدہ ہوگیا۔ اس نے ضمضم بن عمروغفاری کو اجرت پر لیا اور اسے مکہ مکرمہ بھیجا۔ اسے یہ حکم دے بھیجا کہ وہ قریش کو ساتھ لے آئے۔ اسے چاہیے کہ وہ انہیں اپنے مالوں کے لیے جمع کرے اور انہیں یہ خبر دے کہ محمد (ﷺ) نے اپنے اصحاب کے ساتھ قافلے کو روکا ہے۔ چنانچہ وہ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ مکہ پہنچا اور رسول اللہ ﷺ بھی جب وادی وجران(۲) میں پہنچے تو آپ ﷺ کو قریش کے بارے میں یہ خبر موصول ہوئی کہ وہ اپنے قافلے کی حفاظت کے لیے مکہ سے چل پڑے ہیں، اس وقت نبی کریم ﷺ نے لوگوں سے مشورہ طلب کیا۔ تو سب سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے اور انتہائی خوب صورت گفتگو فرمائی، پھر عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہوں نے بھی بہت خوب صورت گفتگو کی۔ پھر مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو حکم دیا ہے آپ اسے پورا کریں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم! ہم قطعاً اس طرح نہیں کہیں گے جیسے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ بلکہ آپ اور آپ کا رب جائیں اور دونوں لڑیں ہم تمہارے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔ اذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا مَعَكُمْ مُقَاتِلُونَ۔ پس قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے چلیں تو ہم وہاں پہنچنے تک آپ کے ساتھ ساتھ رہیں گے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے دعائے خیر سے نوازا۔ پھر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اگر آپ ہمیں اس سمندر پر لے جائیں اور آپ اس میں

---

(۱) حجاز : جزیرہ العرب کا شمال مغربی حصہ ، مسلمانوں کا روحانی مرکز اور سعودی عرب کا مغربی صوبہ ہے جو بحر قلزم کے ساتھ مغربی ساحل پر واقع ہے ۔ اسکا لفظی معنی ہے وہ چیز جو دو چیزوں کو جدا کرے۔ چونکہ یہ حصہ بھی نجد اور تہامہ کے درمیان حائل ہے۔ اس لئے اسے بھی حجاز کہتے ہیں۔دیکھیں: یاقوت حموی ، معجم البلدان ، ج ۲ ، ص ۲۱۸ ؛ قاسم محمود ، اسلامی انسائیکلو پیڈیا ، ج ۲ ، ص ۸۲۹ ۔

(۲) وجران : تفسیرالدرالمنثور کے زیراستعمال مطبوعہ میں وجران لفظ آیا ہے جبکہ کتب التاریخ میں ذفران ہے جو مدینہ کے نواح میں وادی صفراء کے قریب ایک وادی ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بدر کے لئے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ وادی الصفراء کو بائیں جانب چھوڑ کر دائیں جانب وادی ذفران کی طرف چلے۔ دیکھیں: یاقوت حموی، معجم البلدان، ج ۳ ، ص ۶ ؛ تاریخ الطبری ، ج ۲ ، ص ۱۴۰ ؛ سیرۃ ابن ہشام ، بقیۃ طریق إلی بدر ، ج ۱ ، ص ۶۱۳۔ جبکہ وجران اُرمینیہ کے قریب ایک شہر ہے جسکا موسم سخت سرد ہے ۔معجم البلدان ، ج ۵ ، ص ۳۶۳۔

کود جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ اس میں چھلانگ لگا دیں گے۔ ہم میں سے کوئی آدمی بھی پیچھے نہیں رہے گا اور ہم قطعاً یہ ناپسند نہیں کرتے کہ کل ہمارا مقابلہ دشمن سے ہوگا۔ بے شک ہم جنگ کے دوران انتہائی صابر ہیں اور ملاقات میں انتہائی صادق ہیں۔ بالیقین ہماری جانب سے اللہ تعالیٰ آپ کو وہ کچھ دکھائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، پس آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت وبرکت پر بھروسہ کرتے ہوئے ہمارے ساتھ چلیں۔ سعد رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو سے رسول اللہﷺ انتہائی خوش ہوئے اور انتہائی راحت واطمنان کا اظہار فرمایا اور فرمایا: چلو اور تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں میں سے ایک کے متعلق میرے ساتھ وعدہ فرمارکھا ہے۔ خدا کی قسم! میں قوم کے مقتولوں کے گرنے کے مقامات کو دیکھ رہا ہوں۔

(أ) امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن مردویہ نے بیان کی ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ: **واذیعدکم اللہ احدی الطآئفتین** کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اہل مکہ کا ایک قافلہ ملک شام سے آیا۔ تو اس کی خبر اہل مدینہ تک پہنچی۔ چنانچہ وہ قافلے کی راہ روکنے کے ارادہ سے باہر نکلے اور ان کے ساتھ رسول اللہﷺ بھی تھے۔ اس کی خبر اہل مکہ کو بھی پہنچ گئی اور وہ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ قافلے کی جانب چل پڑے۔ تاکہ رسول اللہﷺ اور آپ کے صحابہ کرام اس پر غالب نہ آجائیں۔ وہ قافلہ رسول اللہﷺ کے پہنچنے سے پہلے ہی اپنی منزل کی جانب نکل گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہﷺ اور آپ کے اصحاب کے ساتھ دو گروہوں میں سے ایک کے بارے میں وعدہ فرمایا تھا۔ ان کے نزدیک قافلے سے ملاقات زیادہ پسندیدہ تھی، اس کے ساتھ مقابلہ نسبتاً آسان تھا اور افراد کی تعداد کے لحاظ سے وہ مختصر تھا۔ پس جب قافلہ آگے نکل گیا اور رسول اللہﷺ کی گرفت سے آگے بڑھ گیا، تو اب رسول اللہﷺ مسلمانوں کو ساتھ لے کر قریش کے لشکر کے ارادہ سے چلے۔ تو قریش کی قوت وطاقت کے سبب بعض لوگوں نے ان کے چلنے کو ناپسند کیا۔ نبی کریمﷺ اور مسلمانوں نے جہاں پڑاؤ کیا، وہاں ان کے اور پانی کی درمیان ریت کا ایک ٹیلہ تھا۔ مسلمانوں کو انتہائی شدید ضعف اور کمزوری لاحق ہوگئی۔ شیطان نے ان کے دلوں میں غیظ وغضب ڈال دیا اور ان کے درمیان وسوسہ اندازی شروع کردی۔ وہ یہ وسوسہ ڈالنے لگا کہ تم گمان رکھتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو اور تم میں اس کے رسول اللہﷺ ہیں۔ حالانکہ مشرکین تمہاری نسبت پانی پر غالب ہیں اور تم ایسے مقام پر پہنچے ہو جو پانی سے انتہائی دور ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر شدید بارش نازل فرمائی اور مسلمانوں نے جی بھر کر پانی پیا اور طہارت حاصل کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان سے شیطان کے وسوسہ کو بھی دور ہٹادیا۔ اور بارش ہونے کے سبب ریت اچھی طرح بیٹھ گئی۔ اور لوگ اور چوپائے اس پر چلتے رہے اور قوم (لشکر کفار) تک جاپہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ الأنفال، رقم ۱۵۷۲۳، ۱۵۷۷۱، ۱۶۱۸۳: ابن مردویہ کی روایت -جیسا کہ: الزیلعی، تخریج احادیث الکشاف، سورۃ الأنفال، ج ۲، ص ۱۶، ۱۷ میں ملی۔

نبی کریم ﷺ اور دیگر مومنین کی ایک ہزار ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ مدد فرمائی۔ ایک جانب جبرائیل علیہ السلام کی قیادت میں پانچ سو ملائکہ تھے۔ اور ایک جانب میکائیل علیہ السلام کی قیادت میں پانچ سو ملائکہ تھے۔ ابلیس اپنے لشکر کے ساتھ آیا، اس کے پاس ایک جھنڈا تھا۔ اور سب بنی مدلج(۱) کے مردوں کی شکل وصورت میں تھے اور شیطان سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں تھا۔ شیطان نے مشرکین کو کہا: لاَ غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ (۲)

ترجمہ" کوئی غالب نہیں آسکتا تم پر آج ان لوگوں میں سے اور میں نگہبان ہوں تمہارا"۔

جب قریش کا لشکر صف بستہ ہوگیا۔ تو ابوجہل نے یہ دعا مانگی (اے اللہ ! ہم میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہے تو اس کی مدد فرما) اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی (اے پروردگار! اگر تو نے زمین میں اس جماعت کو ہلاکت کردیا تو پھر کبھی زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی)۔ تو جبرئیل امین علیہ السلام نے حاضر خدمت ہوکر یہ عرض کی مٹی کی کہ ایک مشت لیجئے اور ان کے چہروں پر پھینک دیجئے۔ پس مشرکین میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں بچا جس کی آنکھوں، ناک اور منہ تک اس مشت میں سے مٹی نہ پہنچی ہو۔ نتیجۃً وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ جب ابلیس کی نظر آپ پر پڑی، اس وقت اس کا ہاتھ مشرکین میں سے ایک آدمی کے ہاتھ میں تھا۔ ابلیس نے اس کا ہاتھ چھوڑا اور پھر اپنی جماعت کو ساتھ لے کر پیٹھ پھیر کر بھاگ گیا۔ تو اس آدمی نے اسے پکار کر کہا: اے سراقہ! کیا تو یہ نہیں کہتا تھا کہ تو ہمارا نگہبان ہے؟ تو اس نے جواب دیا: بلاشبہ جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ رہے۔ بے شک میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ یہ اس نے تب کہا جب اس نے ملائکہ کو دیکھا۔

(أ) عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ کی تفسیر میں قتادہؓ نے کہا: دوگروہوں سے مراد ایک تو ابوسفیان کا وہ قافلہ ہے جو ملک شام سے واپس آرہا تھا اور دوسرا گروہ ابوجہل بن ہشام کا ہے جس کے ساتھ قریش کی ایک خاص تعداد تھی۔ پس مسلمانوں نے جنگ وقتال کو ناپسند کیا اور قافلے کے ساتھ ملاقات کو پسند کیا اور اللہ تعالیٰ نے جو ارادہ فرمایا وہی کچھ ہوا۔

(أ) تفسیر الطبری ، سورۃ الانفال ، رقم: ۱۵۷۲۲ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم: ۸۸۱۴۔

(۱) بنی مدلج: سراقہ بن مالک بن جعشم کے قبیلہ کا نام ہے جو عدنانی قبیلہ کنانہ کا بطن ہے۔ آپ ﷺ نے ۲ ہجری میں ان سے امن کا معاہدہ کیا تھا۔ دیکھیں: عمر رضا کحالہ ، معجم قبائل العرب ، ج ۳ ، ص ۱۰۶۱ ؛ سید فضل الرحمن ، فرہنگ سیرت ، ص ۲۶۴۔

(۲) الانفال : (۴۸)

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ضحاک نے وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ کی تفسیر میں فرمایا: کہ اس سے مراد ابوسفیان کا قافلہ ہے جسے محمد ﷺ کے صحابہ کرام نے پسند کیا۔ کیونکہ قافلے تو ان کے لیے مفید تھا اور قتال سے اعراض کرتا تھا۔

(ب) عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے فرمایا: وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ کا معنی یستاصلھم (یعنی کافروں کی جڑ کاٹ دینا، انہیں نیست ونابود کردینا) ہے۔

(ج) فریابی، ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ، ابو یعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب غزوہ بدر سے فارغ ہوئے تو آپ سے کہا گیا: آپ پر لازم ہے کہ قافلے کو پکڑیں اس سے کم کوئی شے قبول نہیں۔ تو عباس رضی اللہ عنہ جو اس وقت آپ کی قید میں اسیر تھے،انہوں نے آپ سے کہا وہ (یعنی قافلے کا تعاقب) آپ کے لئے مفید نہیں ہوگا ، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کیوں نہیں؟ تو انہوں نے عرض کی: اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ دوگروہوں میں سے ایک کے بارے میں وعدہ فرمایا ہے اور اس نے جو وعدہ آپ کے ساتھ فرمایا ہے، وہ آپ کو عطا فرما دیا ہے (یعنی اسے پورا فرمادیا ہے) تو یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم نے سچ کہا ہے۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۸۸۱۸۔

(ب) روایت نہیں ملی۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب المغازی ، غزوہ بدر الکبری ، رقم : ۳۶۷۰۲ ؛ مسند أحمد ، کتاب : ومن مسند بنی ہاشم ، باب مسند عبد اللہ بن العباس ، رقم : ۲۰۲۲ ؛ سنن ترمذی ، کتاب : تفسیر القرآن ، باب : ومن سورۃ الأنفال ، رقم : ۳۰۹۱ ؛ مسند ابی یعلی ، أول مسند ابن عباس ، رقم: ۲۳۷۳ ؛ تفسیر الطبری میں روایت نہیں ملی ؛ ابن المنذر ، الأوسط ، ذکر إباحۃ إیثاق لأ ساری، رقم : ۶۶۱۷ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۸۸۱۳ ؛ الطبرانی ، المعجم الکبیر ،رقم : ۱۱۷۳۳۔(حکم) : شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف الاسناد کہا ہے :ضعیف سنن ترمذی، رقم : ۵۶۹ ، ج ۱ ، ص ۳۷۸ ، رقم : ۵۶۹۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ (9) وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (10)

ترجمہ: ”جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کرلی ۔(اور فرمایا) کہ (تسلی رکھو) ہم ہزار فرشتوں سے جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے تمہاری مدد کریں گے۔ اور اس (مدد) کو خدا نے محض بشارت بنایا تھا کہ تمہارے دل اس سے اطمینان حاصل کریں اور مدد تو اللہ کی طرف سے ہے۔ بے شک خدا غالب ، حکمت والا ہے“۔

(أ) ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوعوانہ(ا)، ابن حبان، ابوالشیخ، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ جب بدر کا دن تھا تو نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو شمار کیا تو ان کی تعداد تین سو دس سے کچھ زائد تھی اور جب مشرکین کی طرف دیکھا تو ان کی تعداد ہزار سے زائد تھی۔ پھر نبی کریم ﷺ قبلہ رو ہوئے اور اپنے ہاتھ پھیلا کر اپنے رب کریم کو پکارنے لگے اور التجا کرنے لگے اللھم انجزلی ما

(أ)مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب المغازی ، غزوہ بدر الکبری ، رقم : ۳۶۶۸۴ ؛ مسند أحمد ، مسند العشرہ المبشرین بالجنۃ ، مسند عمر بن خطاب ، رقم : ۲۰۸ ؛ صحیح مسلم ، کتاب الجھاد والسیر ، باب: الإمداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر ، رقم : ۱۷۶۳ ؛ سنن ابی داؤد ، کتاب الجھاد ، باب فی الفداء الأسیر بالمال ،رقم : ۲۶۹۰ ؛ سنن ترمذی ، کتاب تفسیر القرآن ، باب : ومن سورۃ الأنفال ، رقم: ۳۰۱۸ ؛ تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۷۳۴ ؛ ابن منذر ، الأوسط ، ذکر إثبات الخیار للإمام بین القتل، رقم: ۶۶۰۴ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم: ۸۸۲۵ ؛ ابو عوانہ ، یعقوب بن إسحاق الاسفرائنی ، مسند ابی عوانہ ، مطبعۃ جمعیۃ دائرۃ المعارف العثمانیہ ، حیدر آباد دکن ہند ، ۱۳۵۲ھ ، باب إباحۃ قتل الأساری المشرکین ، رقم: ۶۶۹۲ ، ۶۶۹۳ ؛ صحیح ابن حبان ، کتاب السیر ، باب : الخروج وکیفیۃ الجھاد ، رقم : ۴۷۹۳ ؛ ابو نعیم ، إسماعیل بن محمد الأصبہانی ، دلائل النبوۃ ، تحقیق : محمد محمد الحداد ، دار طیبۃ ، ریاض ، ط ۱ ، ۱۴۰۹ ھ ، ص ۱۱۹ ، رقم : ۱۲۷ ؛ البیہقی ، دلائل النبوۃ ، باب : ماجاء فی دعاء النبی ﷺ ، ج ۳ ، ص ۵۱ ، ۵۲۔

(ا) ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ، نیشاپوری ، اسفرائینی ، ابو عوانہ ، اکابر حفاظ حدیث میں سے تھے۔ یاقوت حموی انھیں حافظ الدنیا کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔ طلب حدیث میں شام ،مصر، عراق ، حجاز ، جزیرہ، یمن اور فارس کے طویل سفر کیے۔ اسفرائین میں سکونت اختیار کی ۔ وہیں امام شافعی کا مسلک خوب پھیلایا اور وہی ۳۱۶ھ (۹۲۸م) کووفات پاگئے ۔دیکھیں: الذہبی ، سیر أعلام النبلاء ، ج ۱۴ ، ص ۴۱۷ ، رقم : ۲۳۱ ؛ الزرکلی ، الأعلام ، ج ۸ ، ص ۱۹۶ ؛ یاقوت حموی ، معجم البلدان ، ج ۱ ، ص ۱۷۷ ، ۱۷۸۔

وعـدتـنی اللھم ان تھلك ھذہ العصابة من اھل الاسلام لاتعبد فی الارض " اے اللہ! جو وعدہ تو نے میرے ساتھ فرمایا ہے اسے پورا فرما۔ اے اللہ! اگر تو نے اہل اسلام کی اس جماعت کو ہلاک کردیا، تو پھر زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی" آپﷺ قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر، اپنے دست مبارک پھیلا کر اپنے رب سے مسلسل یہ التجاء اور دعا کرتے رہے یہاں تک کہ چادر مبارک کندھوں سے نیچے گر گئی۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قریب آئے۔ آپ نے چادر مبارک اٹھائی اور آپﷺ کے کندھوں پر ڈال دی، پھر آپ کو پیچھے کی جانب سے پکڑ لیا اور عرض کی : اے اللہ تعالیٰ کے نبی! آپ کی التجا پر آپ کا رب آپ کے لیے کافی ہے جو وعدہ اس نے تمہارے ساتھ فرمایا ہے اسے وہ پورا فرمادے گا۔" تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ پس جب اس دن دونوں لشکر برسر پیکار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست اور ناکامی سے دوچار کیا، ان میں سے ستر افرد مقتول ہوئے (اور قیدیوں کے بارے میں) رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور علی رضی اللہ عنہما سے مشورہ طلب فرمایا؟ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ یہ لوگ چچا کے بیٹے اور خاندان کے افراد ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں اور جو کچھ ہم ان سے وصول کریں گے، وہ کفار کے خلاف ہمارے لیے باعث قوت وطاقت ہوگا۔ پھر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمادے اور یہی لوگ ہمارے لیے قوت وطاقت کا سبب بن جائیں۔ پھر رسول اللہﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب! تیری کیا رائے ہے؟ تو میں نے عرض کی: ایک رائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے لیکن اس کے برعکس میری رائے یہ ہے کہ فلاں آدمی جو عمر کا زیادہ قریبی ہے اسے میرے حوالے کر دیں اور میں اس کی گردن قلم کردوں تاکہ اللہ تعالیٰ یہ جان لے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لیے کوئی مودت و محبت موجود نہیں۔ یہ ان کے سردار ، ائمہ اور قائد ہیں۔ لیکن جو کچھ ابوبکر صدیق رضی للہ عنہ نے کہا تھا رسول اللہ ﷺ نے اسے پسند فرمایا: اور جو کچھ میں نے کہا اسے پسند نہ فرمایا۔ اور ان سے فدیہ لے لیا۔ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دوسرا دن آیا، تو میں نبی کریمﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ نبی کریمﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں رو رہے ہیں۔ تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہﷺ مجھے بتایئے کون سی شے آپ کو اور آپ کے ساتھی ابوبکر صدیق کو رلارہی ہے؟ تاکہ اگر مجھے بھی رونا آجائے تو میں بھی رولوں اور اگر مجھے رونا نہ آئے تو تم دونوں کے رونے کے سبب میں بھی رونے کی صورت بنالوں؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تیرے اصحاب پر جو فدیہ لینے کا حکم نافذ کیا گیا ہے اسے تمہارے عذاب کا سبب بنا دیا گیا جو کہ اس قریب والے درخت کی نسبت بھی زیادہ قریب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ [1] "پیغمبر کو شایاں نہیں کہ اس کے قبضے میں

---

(۱) الانفال:(۶۷)

قیدی رہیں جب تک (کافروں کو قتل کرکے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہادے'' یہاں تک کہ یہ حکم نازل فرمایا: لَوْلاَ كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۱) '' اگر خدا کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو(فدیہ) تم نے لیا ہے ، اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب (نازل) ہوتا' ' یعنی جو فدیہ تم نے لیا ہے اس کے عوض بہت بڑی سزا کا سامنا ہوتا) پھر ان کے لیے مال غنیمت حلال کردیا گیا پھر جب آئندہ سال غزوۂ احد ہوا۔ تو غزوۂ بدر کے دن فدیہ لینے کا جو عمل انہوں نے کیا تھا انہیں اس کی سزا دی گئی اور ان سے ستر افراد مقتول ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب بھاگ نکلے۔ آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ ﷺ کے سر مبارک کا خود توڑ دیا گیا اور آپ چہرہ مقدس پر خون بہ پڑا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هَـٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ (۲) '' جب پہنچی تمہیں کچھ مصیبت حالانکہ تم پہنچا چکے ہو (دشمن کو) اس سے دگنی تو تم کہہ اٹھے کہاں سے آپڑی یہ مصیبت؟ فرمایئے! یہ تمہاری طرف سے ہی آئی ہے''۔ یعنی یہ تمہارے فدیہ لینے کے سبب سے آئی ہے ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب مسلمانوں میں سے کوئی آدمی اپنے سامنے مشرکین میں سے کسی آدمی پر شدت سے حملہ آور ہوتا تھا، تو وہ اپنے اوپر کی جانب سے مارنے کی آواز اور گھڑ سوار کی آواز کو سنتا تھا جو یہ کہہ رہا تھا۔ ''اقــــــدم حیــزوم '' یعنی جب وہ مشرک کو اپنے سامنے دیکھتا تو اپنے گھوڑے سے کہتا: اے حیزوم آگے بڑھ۔ پس وہ چت گر پڑتا اور وہ اس کی طرف دیکھتا تو اس کی ناک ٹوٹی ہوتی اور اس کا چہرہ اس طرح زخمی ہوتا گویا اس پر کوڑے سے ضرب لگائی گئی ہے۔ پس تمام کے تمام حاضر تھے کہ اتنے میں ایک انصاری آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ بیان کیا ، تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے، وہ تیسرے آسمان سے آنے والی مدد تھی۔ اس دن ستر کافر قتل کیے گئے اور ستر قیدی بنا لیے گئے۔

(أ) ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جبرائیل امین علیہ السلام ایک ہزار ملائکہ ساتھ لے کر نبی کریم ﷺ کی دائیں جانب اترے اور اسی جانب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور میکائیل علیہ السلام ایک ہزار ملائکہ کی معیت میں نبی کریم ﷺ کی بائیں جانب اترے۔ اور میں اسی جانب (میسرہ) میں تھا۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے عکرمہؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن فرمایا: یہ جبرئیل امین ہیں جو اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوئے ہیں اور اسی پر سامان جنگ موجود ہے''

(أ) تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۷۵۶۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب المغازی ، غزوہ بدر الکبریٰ ، رقم : ۳۶۶۶۷۔

(۱) الانفال :(۶۸)

(۲) آل عمران:(۱۶۵)

(أ) سنید(۱) ، ابن جریر اور ابوالشیخ نے مجاہد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ہزار سے زیادہ کے ساتھ مدد نہیں کی گئی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال میں فرمایا ہے۔ اور جو تین یا پانچ ہزار کا ذکر کیا گیا ہے وہ صرف بشارت اور خوش خبری ہے۔ سوان کی مدد صرف ایک ہزار سے کی گئی۔

(ب) ابن ابی شیبہ اور امام بخاری نے رفاعۃ(۲) بن رافع ازرقی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور آپ اہل بدر میں سے تھے انہوں نے کہا کہ جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: تم اپنے نزدیک اہل بدر کو کون سے (درجہ) میں شمار کرتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تمام مسلمانوں سے بڑھ کر افضل ہیں۔ یا اسی طرح کا کوئی اور کلمہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تو یہ سن کر جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا: اسی طرح وہ ملائکہ بھی (افضل) ہیں جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔

(أ) تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال، رقم : ۱۵۷۵۷۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب المغازی ، غزوۃ بدر الکبریٰ ، رقم : ۳۶۷۲۵ ؛ صحیح بخاری ،کتاب المغازی ، باب : شہود الملائکۃ بدراً ، رقم : ۳۷۷۱۔

(۱) سُنید: سنید بن داؤد المصیصی،ابو علی المحتسب کانام حسین تھا لیکن لقب "سنید" سے زیادہ مشہور ہوئے۔ " التفسیر الکبیر" کے مصنف ہیں۔ حماد بن زید ، جعفر بن سلیمان ، عبد اللہ بن المبارک ایک خلق کثیر سے کسب علم کیا۔ان کے شاگردوں میں ابو بکر الأثرم ، أبو زرعۃ الرازی ، أحمد بن زہیر وغیرہ شامل ہیں ۔ ابو حاتم نے انھیں صدوق جبکہ ابن حجر نے انھیں امام کے ساتھ ساتھ ضعیف کہا ہے۔انھوں نے ۲۲۶ ھ کو وفات پائی ۔دیکھیں: ابن حجر، تقریب التھذیب ، ج ۱ ، ص ۳۲۲ ، رقم : ۲۹۲ ؛ الذہبی ، الکاشف ، ج ۱ ، ص ۳۲۴ ، رقم : ۲۱۸۱ ؛ الذہبی ، میزان الاعتدال ، ج ۳ ، ص ۲۳۱ ، رقم : ۳۵۷۲۔

(۲) رفاعۃ بن رافع ازرقی: رفاعۃ بن رافع بن مالک انصاری ، ازرقی قبیلہ خزرج میں سے مسلمان ہونے والے پہلے شخص تھے۔ آپ نے غزوہ بدر ، اُحد ، بیعت رضوان اور تمام اہم واقعات میں شرکت فرمائی ۔ جنگ جمل اور صفین میں جناب علی رضی اللہ عنہ کے ہم رکاب تھے۔انھوں نے ۴۱ ھ (۶۶۱ م) میں وفات پائی ۔کتب الحدیث میں ان سے ۲۴ احادیث مروی ہیں۔دیکھیں: ابن الأثیر ، اسد الغابۃ ، ج ۲ ، ص ۱۳۵ ، رقم : ۱۶۸۶ ؛ ابن حجر ، الإصابۃ ، ج ۱ ، ص ۵۹۲ ، رقم : ۲۶۶۶ ؛ ابو نعیم ،معرفۃ الصحابۃ ، ج ۲ ، ص ۱۰۷۰ ؛ ابن عبد البر ، الاستیعاب ، ج ۲ ، ص ۷۷ ، رقم : ۷۷۶۔

(أ) ابوالشیخ نے عطیہ (۱) بن قیس سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام سبز رنگ کی گھوڑی پر سوار تھے اور غبار سے اٹے ہوئے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور زرہ پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: اے محمد ﷺ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی جانب بھیجا ہے۔ اور مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں آپ سے جدا اور علیحدہ نہ ہوں یہاں تک کہ آپ راضی ہو جائیں تو کیا آپ راضی ہیں؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں (میں راضی ہوں)

(ب) ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قول باری تعالیٰ مُرْدِفِيْن کی تفسیر میں فرمایا :کہا جاتا ہے اس سے مراد مدد ہے۔

(ج) ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مُـــرْدِفِيْــن کی تفسیر میں کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد مدد ہے (یعنی وہ فرشتے جو مدد کے لیے اترے) ۔

(د) ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مُـــرْدِفِيْــن کی تفسیر میں فرمایا کہ ہر فرشتے کے پیچھے ایک فرشتہ تھا۔ (یعنی وہ فرشتے پے درپے نازل ہوئے)۔

(أ) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیر الطبری میں مردفین کے معنی المزید یا ''متتابعین '' کے آئے ہیں ۔''المدد'' معنی نہیں ملا ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۸۸۲۸ بلفظ متتابعین۔

(ج) تفسیر الطبری ،سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۷۴۲ بلفظ'' المزید'' ۔

(د) تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم ۱۵۷۴۵ ؛ دیکھیں: الشوکانی ، فتح القدیر ، سورۃ لأنفال ، ج ۲ ، ص ۲۹۰ ، تفسیر ابن کثیر ، سورۃ لأنفال ، ج ۴ ، ص ۲۰۔

(۱) عطیہ بن قیس: (۱۷ ھ - ۱۲۱ھ = ۶۳۵ - ۷۳۹م)عطیہ بن قیس کلاعی ،حمصی ، ابو یحییٰ،تابعی ،ابو بکر بن کلاب کے غلام تھے۔ ابی بن کعبؓ ، نعمان بن بشیرؓ، ابو الدرداءؓ ، معاویہؓ،عبد الرحمٰن بن غنم ان کے شیوخ میں شامل ہیں ۔ ان سے اہل شام اور سعد بن عطیہ نے روایت لی ہے۔ ابن حجر نے انھیں ثقہ کہا ہے۔ ۱۰۴ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ابی بن کعب اور ابو الدرداء سے ان کی روایت مرسل ہوتی ہے۔دیکھیں: ابن منجویہ، رجال صحیح مسلم ، ج ۲ ، ص ۱۲۶ ، رقم ۱۳۱۹ ؛ ابن حجر ، تہذیب التھذیب ، ج ۴ ، ص ۵۱۳ ، رقم : ۵۴۲۶ ؛ ابن سعد ، الطبقات الکبری ، ج ۷ ، ص ۳۲۰ ، رقم : ۳۸۸۰ ؛ ابن حبان ، الثقات ، ج ۲ ، ص ۴۱۱ ، رقم : ۳۱۴۷ ؛ ابو سعید العلائی ، جامع التحصیل فی احکام المراسیل ،ص ۲۳۹ ، رقم : ۵۴۷ ۔

فصل دوم

رکوع نمبر۲ تا ۴ کے روایات

کی تحقیق

(آیت ۱۱ تا ۳۷)

(أ) ابن ابی حاتم نے شعبیؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ایک ہزار فرشتے مُـرْدِفِيْـن یعنی پے درپے تھے اور تین ہزار اترنے والے تھے۔ پس اس طرح وہ چار ہزار فرشتے تھے۔ اور یہی مسلمانوں کے لیے ان کی سرحدوں میں معاون ومدگار تھے۔

(ب) ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے مُـرْدِفِيْـن کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس کا معنی مُمِدِّيْن ہے (یعنی معاون ومدگار فرشتے)۔

(ج) عبد بن حمید اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ قتادہ نے کہا۔ مُـرْدِفِيْـن کا معنی متتـابعيـن (پے درپے اترنے والے) ہے۔ اللہ تعالٰی نے پہلے ایک ہزار کے ساتھ، پھر تین ہزار کے ساتھ ان کی مدد فرمائی۔ پھر پانچ ہزار مکمل کر دیئے۔ اور آپ نے وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلاَّ بُشْرَى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُم کی تفسیر میں فرمایا: تا کہ ملائکہ کے نزول کے ساتھ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں۔ آپ نے بیان کیا کہ ہمیں یہ بتایا گیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غزوۂ بدر کے دن کے بارے میں ہمیں کوئی شک نہیں ہے کہ ملائکہ ہمارے ساتھ تھے، لیکن اس کے بعد کے متعلق اللہ تعالٰی ہی بہتر جانتا ہے۔

(د) امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کی ہے کہ ابن زید نے کہا مُـرْدِفِيْـن کا معنی ہے کہ بعض فرشتے بعض کے پیچھے تھے۔

(ھ) ابن ابی حاتم نے وَمَـا جَـعَـلَـهُ اللّٰـهُ إِلاَّ بُشْرَى کے متعلق مجاہدؒ نے کہا کہ اللہ تعالٰی نے فرشتوں کو نازل فرمایا تا کہ وہ ان کے نزول کے سبب انہیں خوش کر دے۔

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّن السَّمَاء مَاء لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَـى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الأَقْدَام(11) ''یاد کرو جب اللہ نے ڈھانپ دیا تمہیں غنودگی سے تا کہ باعث تسکین ہو اس کی طرف سے اور اتارا تم پر آسمان سے پانی تا کہ پاک کر دے تمہیں اس سے اور دور کر دے تم سے شیطان کی نجاست اور مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور جما دے اس سے تمہارے قدموں کو''۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۸۸۲۹۔

(ب) تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۷۵۰۔

(ج) تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۷۵۱۔

(د) تسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۷۵۳۔

(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال، رقم : ۸۸۳۰۔

(أ) ابو یعلی اور بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: غزوۂ بدر کے دن مقداد رضی اللہ عنہ کے سوا ہم میں کوئی گھڑ سوار نہیں تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ ہم سب سو رہے تھے مگر رسول اللہ ﷺ درخت کے نیچے نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ابن شہاب سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ کے متعلق فرمایا کہ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ آیت غزوۂ بدر کے دن مومنین کے حق میں نازل ہوئی، جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں غنودگی سے ڈھانپ دیا تھا تاکہ وہ اس کی طرف سے باعث تسکین ہو۔

(ج) ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے أَمَنَةً کے بارے میں مجاہد سے یہ قول نقل کیا ہے کہ امنا من اللہ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے باعث تسکین وراحت ہو۔

(د) ابن ابی حاتم نے قتادہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ غنودگی سر میں ہوتی ہے اور نیند دل میں۔

(ھ) عبد بن حمید نے قتادہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ غنودگی اللہ تعالیٰ کی جانب سے باعث تسکین اور باعث راحت تھی۔ اور غنودگی دو قسم کی تھی، ایک غنودگی غزوۂ بدر کے دن تھی اور ایک غزوۂ احد کے دن تھی۔

(و) ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ کی تفسیر میں سعید بن المسیبؒ نے فرمایا: اس سے مراد وہ بارش ہے جو اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے دن برسائی۔

(أ) مسند ابی یعلی ، مسند علی بن ابی طالب ، رقم : ۲۸۰ ؛ البیہقی ، دلائل النبوۃ ، باب : ماجاء فی دعاء النبی ﷺ ، ج ۳ ، ص ۴۹۔ (حکم): مسند ابی یعلی کے محقق اور مسند امام احمد بن حنبل کے محققین نے اس روایت کے اسناد کو صحیح قرار دیا ہے ۔ دیکھیں : مسند أحمد ، مسند علی بن ابی طالب ، رقم: ۱۰۲۳ ۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ لأ نفال ، رقم : ۸۸۴۰۔

(ج) تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۷۶۲ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ لأ نفال ، رقم : ۸۸۴۱۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأ نفال ، رقم : ۸۸۳۸۔

(ھ) مطلوبہ کتاب میں روایت نہیں ملی۔ الشوکانی ، فتح القدیر ، سورۃ الأ نفال ، ج ۲ ، ص ۲۹۲۔

(و) تفسیر الطبری ، سورۃ لأ نفال ، رقم : ۱۵۷۶۵ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال، رقم : ۸۸۴۳۔

(أ) ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ کی تفسیر میں مجاہدؒ نے فرمایا: اس سے مراد بارش ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر غنودگی سے پہلے نازل فرمائی۔ پس بارش کے سبب گردوغبار ختم ہوگیا اور ان کے سبب زمین کی تہہ جم گئی۔ ان کے دل خوش اور مطمئن ہو گئے اور اس کے سبب ان کے قدم جم گئے۔

(ب) ابن اسحاق(۱) اور ابن ابی حاتم نے عروہؒ (۲) بن زبیر سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادل بھیج دیئے اور وادی کی زمین انتہائی نرم تھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کی جانب اتنا برسے کہ اس سے زمین کی تہہ جم گئی اور ان کے لیے چلنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئی لیکن قریش کی جانب وہ اتنا برسے کہ اس کے سبب ان کے لیے چلنا ممکن نہ رہا۔

(أ) تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۷۷۴ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۸۸۴۵ ؛ تفسیر مجاہد ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۵۰۴۔

(ب) ابن اسحاق کی روایت سیرت ابن ہشام میں ملی۔دیکھیں: ابن ہشام ، السیرۃ النبویۃ، غزوۃ بدر الکبری، ج ۱ ، ص ۶۱۹ ، ۶۲۰ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۸۸۴۴۔

(۱) ابن اسحاق : محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار لأخیاری، ابو بکر ، حافظ ، علامہ ، مؤرخ ،صاحب المغازی ، السیرۃ النبویۃ ،کتاب الخلفاء اور کتاب المبدأ کے مصنف ہیں ۔ اپنے والد اور چچا موسی بن یسار کے علاوہ خلق کثیر سے کسب علم کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے استاذ یزید بن ابی حبیبؒ ، یحیٰ بن سعیدؒ، شعبہؒ امام الثوریؒ وغیرہ شامل ہیں۔ ابن حجر نے انھیں صدوق اور مدلس کہا ہے۔دیکھیں: الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ج ۷ ،ص ۳۳ ، رقم : ۱۵ ؛ السیوطی، اسماء المدلسین ، ص ۸۱، رقم : ۴۵ ؛ ابن حجر ، طبقات المدلسین ، ص ۵۱ ، رقم : ۱۲۵ ؛ الزرکلی ، الأعلام ، ج ۶ ، ص ۲۸۔

(۲) عروۃ بن زبیرؓ : عروۃ بن زبیر ، ابو عبد اللہ عمر فاروقؓ کے دور خلافت کے آخر میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اپنے والد زبیر بن عوامؓ ، بھائی عبداللہ بن زبیر ، اور خالہ عائشہؓ سے حدیث میں فیض حاصل کیا ۔ان کے علاوہ اکابر صحابہ میں زید بن ثابتؓ ، ابن عباسؓ ، ابن عمرؓ سے بھی کسب علم کیا ۔ ابن شہاب نے عروہؒ کو حدیث کا بحر زخار کہا ہے۔ ۹۴ھ (۷۱۲م) میں نواح مدینہ میں انتقال کرگئے۔دیکھیں: الدارقطنی ، ذکر اسماء التابعین ، ج ۱ ، ص ۲۷۶ ، رقم : ۸۱۸ ؛ العجلی ، تاریخ الثقات ، ص ۳۳۱ ، رقم : ۱۱۲۱ ؛ ابن حبان ، کتاب الثقات ، ج ۲ ، ص ۳۸۰ ، رقم: ۲۹۲۲ ؛ الذہبی ، الکاشف ، ج ۲ ، ص ۲۲۹ ، رقم: ۳۸۳۰۔

(أ) ابن منذر اور ابوالشیخ نے ابن جریجؒ(ا) کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ ابتدا میں ہی مشرکین نے مسلمانوں کے مقابلے میں پانی پر قبضہ کرلیا اور مسلمان پیاس محسوس کرنے لگے اور انہوں نے جنبی ہونے اور محدث ہونے کی حالت میں نمازیں پڑھیں۔ ان دونوں لشکروں کے درمیان ریت کے ٹیلے تھے۔ شیطان نے ان کے دلوں میں حزن و ملال ڈالتے ہوئے کہا۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم میں نبی ہیں اور تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو، حالانکہ تم جنابت اور حدث کی حالت میں نمازیں پڑھ رہے ہو؟ تو پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل فرمائی اور وادی پانی سے بھر کر بہنے لگی۔ مسلمانوں نے وہ پانی پیا اور اس سے طہارت حاصل کی۔ نیز ان کے قدم جم گئے اور شیطان کا وسوسہ جاتا رہا۔

(ب) ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے کہا رِجْـــــزَ الشَّيْطَانِ سے مراد اس کا وسوسہ ہے۔

(ج) ابن ابی حاتمؒ نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے کہا وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ کا معنی ہے تا کہ وہ تمہارے دلوں کو صبر کے ساتھ مضبوط کردے۔ اور وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ کی تفسیر میں کہا کہ بطن وادی کی زمین نرم تھیں۔ جب بارش ہوئی تو وہ ریت مضبوط ہوکر جم گئی۔

(أ) الشوکانی ،فتح القدیر ، سورۃ الأنفال، ج ۲ ،ص ۲۹۲۔

(ب) تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال، رقم : ۱۵۷۷۴ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۸۸۶۵ ؛ تفسیر مجاہد ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۵۰۴ ۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۸۸۶۹ ، ۸۸۷۱۔

(ا) ابن جریج : (۸۰ - ۱۵۰ھ = ۶۹۹ -۷۶۷ء) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج ، ابو ولید یا أبو خالد ، حرم مکی کے فقیہ اور اپنے زمانے میں اہل حجاز کے امام تھے ۔ اصل کے لحاظ سے رومی اورقریش کے موالی میں سے تھے۔ مکہ ہی ان کی جائے پیدائش اور وفات ہے۔ ابن سعد نے انھیں ثقہ اورکثیر الحدیث کہا ہے جبکہ امام ذہبی نے کہا کہ ثقہ ہے لیکن تدلیس کرتا ہے۔دیکھیں: النسائی ، ذکر المدلسین ،ص ۱۲۴ ، رقم : ۱۷ ؛ الذہبی ، تذکرۃ الحفاظ ، ج ۱ ، ص ۱۲۸ ، رقم: ۱۶۴ ؛ ابن منجویہ ، رجال صحیح مسلم ، ج ۱ ،ص ۴۳۷ ، رقم : ۹۸۲ ؛ البخاری ، التاریخ الکبیر ، ج ۵ ، ص ۲۶۴ ، رقم: ۱۳۷۳۔

(أ) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ کی تفسیر میں سدی نے کہا: یہاں تک کہ پاؤں اس ریت پر جم گئے جو کہ سطح زمین کے اوپر موجود تھی۔

(ب) ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ البدر کو دعا مانگتے ہوئے اس طرح عرض کی اے اللہ! اگر تو نے اس جماعت کو ہلاک کردیا تو پھر تیری عبادت نہیں کی جائے گی، پھر اسی رات شدید بارش ہوئی۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا۔ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ.

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (12) ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (13) ذَلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ (14)

ترجمہ: ”جب تمہارا پروردگار فرشتوں کو ارشاد فرماتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مؤمنوں کو تسلی دو کہ ثابت قدم رہیں۔ میں ابھی ابھی کافروں کے دلوں میں رعب وہیبت ڈالے دیتاہوں، تو ان کے سر مار (کر) اُڑادو۔ اور ان کا پور پور مار (کر توڑ) دو۔ یہ (سزا) اس لیے دی گئی کہ انہوں نے خدا اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص خدا اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو خدا بھی سخت عذاب دینے والا ہے۔یہ (مزہ تو یہاں) چکھو اور یہ(جانے رہو) کہ کافروں کے لئے (آخرت میں) دوزخ کا عذاب (بھی تیار) ہے“۔

(ج) ابن ابی حاتم نے روایت بیان کی ہے کہ ابوبدر (ا) عباد بن ولید مغبری نے اپنے خط میں ہمیں خبر دی

(أ) تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۷۸۱ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الأنفال ، رقم :۸۸۷۰۔

(ب) تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۷۶۴۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الأنفال ، رقم :۸۸۷۳۔ مصدر التخریج تفسیر ابن ابی حاتم میں ”المغبری“ کی بجائے ”الغبری‘ ہے۔

(ا) ابوبدر عباد بن الولید : عباد بن الولید بن خالد الغبری ، ابو بدر ، کرخ سُرّمن رأی سے تعلق رکھتے تھے جبکہ بغداد میں سکونت پذیر تھے ۔ انھوں نے معمر بن محمد ، حبان بن ہلال ، ابو عاصم ، ابوداؤد الطیالسی، سے علم حاصل کیا ۔ان کے شاگردوں میں ابن ماجہ ، ابن ابی الدنیا ، ابو حاتم ، ابن ابی حاتم وغیرہ شامل ہیں۔ ابن حجر نے انھیں صدوق کہا ہے۔۲۶۲ھ (۸۷۵م) میں وفات پائی۔دیکھیں : ابن حجر ، تہذیب التھذیب ، ج ۳ ، ص ۳۷۷ ، رقم : ۳۶۶۵ ؛ ابن ابی حاتم ، الجرح التعدیل ، ج ۶ ، ص ۱۰۵ ، رقم : ۴۴۶ ؛ الذہبی ، الکاشف ، ج ۲ ، ص ۵۶ ، رقم: ۲۶۰۴۔

ہے کہ اس نے کہا: میں نے ابوسعید(ا) احمد بن داؤد الحداد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو یہ نہیں کہا کہ وہ اس کے ساتھ ہے مگر غزوۂ بدر کے دن ملائکہ کو یہ فرمایا "أَنِّي مَعَكُم بِالنصر" کہ میں مدد کے لیے تمہارے ساتھ ہوں۔

(أ) ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے کہا: غزوۂ بدر کے علاوہ ملائکہ نے عملاً جنگ میں حصہ نہیں لیا۔

(ب) ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے ابوامامہ بن سہل بن حنیف(۲) سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: کہ میرے باپ نے بتایا: اے میرے بیٹے ! ہم نے غزوۂ بدر کے دن یہ منظر دیکھا ہے کہ ہم میں سے کوئی اپنی تلوار کے ساتھ مشرک کے سر کی طرف اشارہ کرتا، تو تلوار لگنے سے پہلے ہی اس کا سر جسم سے کٹ کر گر جاتا۔

(ج) ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب مشرکین قریش قافلے کی مدد اور اس کے سبب جنگ کرنے کے لیے مکہ سے نکلے تو انہوں نے بدر کے دن پانی کے پاس آکر پڑاؤ ڈالا اور مؤمنین کے مقابلہ میں پانی پر قابض ہوگئے۔ نتیجۃً مؤمنین کو پیاس نے آلیا اور وہ نمازیں بھی جنابت اور حدث کی حالت میں پڑھنے لگے۔ شیطان نے مؤمنین کے دلوں میں پریشانی القاء کرتے ہوئے انہیں کہا: کیا تم یہ گمان رکھتے ہو کہ تم میں نبی کریم ﷺ ہیں اور تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو حالانکہ تمہارے پانی پر غلبہ پالیا گیا ہے اور تم جنابت اور حدث کی حالت میں نمازیں پڑھ رہے ہو؟ یہاں تک کہ یہ بات صحابہ کرام کے سینوں میں کافی حد تک راسخ ہوگئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل فرمائی اور وادی پانی سے بہہ پڑی اور مؤمنین نے جی بھر کر پانی پیا اور اپنے مشکیزے بھر لیے۔ اور اپنی سواریوں کو بھی خوب سیراب کیا اور انہوں نے غسل جنابت بھی کرلیا۔ پس اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس پانی کا ان کے لیے باعث طہارت وپاکیزگی بنا دیا اور ان کے قدموں کو بھی ثابت کردیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے اور قریش کے

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، باب : غزوۃ بدر الکبریٰ، رقم : ۳۶۶۵۸۔

(ب) ابوالشیخ اور ابن مردویہ کی روایتیں ان کی دستیاب کتب میں نہیں ملیں۔ البتہ مستدرک حاکم نے اس کی تخریج کی ہے۔ دیکھیں: مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم، ذکر مناقب سہل بن حنیف، رقم: ۵۷۳۶۔ (حکم) امام حاکم نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے۔

(ج) ابن مردویہ کی روایت، الزیلعی، تخریج احادیث الکشاف، ج ۲، ص ۱۶، ۱۷ پر مختصر الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

(ا) ابو سعید احمد بن داود الحداد : احمد بن داود ابو سعید الحداد الواسطی بغداد میں رہتے تھے۔ وہاں انھوں نے حماد ابن زید، خالد بن عبد اللہ، محمد بن یزید الکلاعی اور عبد الرحمٰن بن مہدی سے حدیث کا سماع کیا۔ یحیٰ بن معین نے ابو سعید الحداد کو ثقہ صدوق کہا ہے۔ انھوں نے ۲۲۱ھ یا ۲۲۲ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن ابی یعلی، طبقات حنابلہ، ج ۱، ص ۴۲ ؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۷، ص ۳۵۸۔

(۲) ابوامامہ بن سہل بن حنیف انصاری کا نام اسعد تھا جو نبی کریم ﷺ نے ان کے نانا اسعد بن زرارہ کے نام پر رکھا تھا۔ ابو عمر نے انھیں کبار تابعین میں شمار کیا ہے۔ انھوں نے عثمانؓ، زید بن ثابتؓ اور اپنے والد سہل بن حنیف سے روایتیں کی ہیں۔ دیکھیں: العجلی، تاریخ الثقات، ص ۴۹۰، رقم: ۱۸۹۸ ، ابن الاثیر، اُسد الغابہ، ج ۵، ص ۱۵، رقم: ۵۶۹۹ ، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۵، ص ۱۶ ، رقم: ۶۶۲ ، ابن حجر، الاصابہ، ج ۴ ص ۲۱۵۴، رقم: ۹۵۳۱۔

درمیان ریت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر بارش برسادی اور اسے جما دیا۔ یہاں تک کہ وہ سخت اور مضبوط ہوگئی اور اس پر قدموں کو جما دیا۔ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کی ایک جمعیت کے ساتھ سفر کا آغاز کیا، اس دن ان کی تعداد تین سوتیرہ تھی۔ ان میں سے دو سو ستر افراد انصار میں سے تھے اور بقیہ تمام مہاجرین میں سے تھے۔ اس دن مشرکین کا سردار کبرسنی کے سبب عتبہ بن ربیعہ تھا۔ عتبہ نے کہا: اے گروہ قریش! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور تم پر شفقت کرتا ہوں۔ آج کے بعد میں کوئی نصیحت تمہارے لیے بچا کر نہیں رکھوں گا۔ تحقیق تم وہاں پہنچ چکے ہو جہاں پہنچنے کا تم ارادہ رکھتے تھے۔ ابوسفیان بحفاظت نکل چکا ہے۔ اس لیے تم بھی صحیح و سالم محفوظ انداز میں واپس لوٹ جاؤ۔ کیونکہ اگر محمد ﷺ سچے ہوں گے تو ان کی صداقت کے سبب تم لوگوں سے بڑھ کر سعادت مند ہوگے۔ اور اگر وہ کاذب (جھوٹے) ہوں گے تو تم ہی ان کے خون کی حفاظت کا زیادہ حق رکھتے ہو۔ یہ سن کر ابوجہل اس کی طرف متوجہ ہوا اور اسے برا بھلا کہا اور اس کے چہرے کو نوچتے ہوئے کہا: تیری انتڑیاں رعب سے بھر گئی ہیں۔ تو عتبہ نے اسے جواب دیا: آج معلوم ہو جائے گا کون بزدل ہے اور اپنی قوم کو تباہ کرنے والا ہے۔ چنانچہ عتبہ بن ربیعہ اورشیبہ بن ربیعہ دونوں میدان میں اترے، یہاں تک کہ جب مسلمانوں کے لشکر کے قریب آئے تو کہا: ہمارے مقابلے کے لیے افراد بھیجو ہم ان سے قتال کریں گے۔ تو بنی خزرج کے نوجوان اٹھے۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے انہیں بٹھا دیا۔ پھر فرمایا۔ اے بنی ہاشم ! کیا تم اپنے بھائیوں کی طرف بنی خزرج(۱) کے نوجوان بھیج رہے ہو حالانکہ نبی (ﷺ) تم میں سے ہیں؟ پھر حمزہ بن عبدالمطلب، علی بن ابی طالب اور عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم اٹھیں اور بڑے جذبات اور جرأت کے ساتھ ان کی جانب چل پڑیں۔ عتبہ نے کہا، تم گفتگو کرو تا کہ ہم تمہیں پہچان لیں۔ کیونکہ اگر تم ہمارے ہمسر ہوگے تو ہم تم سے قتال کریں گے۔ تو حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا " انا اسد الله واسد رسول الله ﷺ " میں اللہ اور اس کے رسول معظم ﷺ کا شیر ہوں۔ تو عتبہ نے انہیں کہا اچھا اور کریم ہمسر مقابل ہے۔ چنانچہ شیبہ نے آپ پر حملہ کردیا۔ دوضربوں کا تبادلہ ہوا پھر حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے ضرب لگائی اور اسے قتل کردیا۔ پھر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ولید بن عتبہ کے مقابلے کے لیے اٹھے اور دو ضربوں کا باہم تبادلہ ہوا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے اس پر کاری ضرب لگا کر اسے قتل کرڈالا۔ پھر عبیدہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور عتبہ آپ کے مقابلے کے لیے آگے بڑھا، باہم دوضربوں کا تبادلہ ہوا اور ہر ایک نے دوسرے کو زخمی کردیا، اتنے میں حمزہ رضی اللہ عنہ عتبہ پر جھپٹے اور اسے قتل کر دیا۔ نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئیں اور فرمایا: اے اللہ! اے ہمارے رب! تو نے مجھ پر کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے قتال کا حکم دیا ہے اور میرے ساتھ مدد ونصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور تو وعدہ خلافی نہیں کرتا" اتنے میں

---

(۱) بنی خزرج: مدینہ کے ایک قبیلہ کا نام ہے جس کا سلسلہ قحطان سے جاملتا ہے۔اسلام کے بعد یہ لوگ انصار کہلائے ۔ مشہور صحابی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔دیکھیں: عمر رضا ، معجم قبائل العرب ، ج ۱ ، ص ۳۴۲ ؛ جوادعلی ، المفصل فی تاریخ العرب، ج ۱۳، ص ۳۱۵ ؛ سید فضل الرحمٰن ، فرہنگ سیرت ، ص ۱۱۴۔

جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلاثَةِ آلافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ ''کیا تمھیں یہ کافی نہیں کہ تمہاری مدد فرمائے تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں''۔ پس اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی طرف وحی فرمائی: أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُواْ الَّذِينَ آمَنُواْ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُواْ الرَّعْبَ فَاضْرِبُواْ فَوْقَ الأَعْنَاقِ وَاضْرِبُواْ مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ نتیجتاً ابوجہل ان افراد میں مارا گیا اور عقبہ(۱) بن ابی معیط گرفتار ہوگیا اور پھر اُسے بھی قتل کردیا گیا، تو اس طرح ستر افراد مارے گئے اور ستر قید کر لیے گئے۔

(أ) ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں بنی ساعدہ(۲) کے ایک آدمی سے روایت بیان کی ہے کہ اس نے کہا: میں نے ابواسید(۳) مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو ان کی بصارت ختم ہو جانے کے بعد یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر اب میں تمہارے ساتھ بدر میں ہوتا اور میری بصارت بھی صحیح ہوتی، تو میں بالیقین تمھیں اس گھاٹی کے بارے میں بتاتا جس سے ملائکہ ظاہر ہوئے تھے۔ مجھے اس کے بارے میں ذرا شک وشبہ نہیں ہے۔ جب ملائکہ نازل ہوئے تو ان کے پیچھے ابلیس تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی فرمائی: میں تمہارے ساتھ ہوں اور تم اہل ایمان کو ثابت قدم رکھو أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُواْ الَّذِينَ آمَنُواْ اور ان کے ثابت قدم رکھنے کا اندازہ یہ تھا کہ فرشتے آدمی کے پاس ایسے آدمی کی صورت

(أ) البیہقی ، دلائل النبوۃ ، باب : ماجاء فی دعاء النبی ﷺ ، ج ۳ ، ص ۵۲ ، ۵۳۔

(۱) عقبہ بن ابی معیط: عقبہ بن ابی معیط کفارقریش کے ان اوباشوں میں سے تھے جنھوں نے آپ ﷺ کو طرح طرح کی اذیتیں دی تھی۔ اس کا نام أبان بن أبي عمرو ذکوان بن امیہ بن عبد شمس تھا۔ غزوۂ بدر میں کفر کی حالت میں مارے گئے۔ ابوجہل ، عتبہ اور شیبہ کے ساتھ ان کی لاش بدر کے کنویں میں ڈال دی گئی۔دیکھیں: النووی ، یحی بن شرف الدین ، تہذیب الاسماء واللغات ، تحقیق:مصطفیٰ عبدالقادرعطا ، دارالکتب العلمیہ ، بیروت ، ط ۱، ۱۴۲۸ھ۔۲۰۰۷م ، کل اجزاء : ۲ ، ج ۱ ، ص ۳۶۶ ، رقم : ۴۱۶۔

(۲) بنی ساعدہ : بنوساعدۃ بن کعب الخزرج قبیلہ خزرج کےبطن میں سے ہے۔خزرج ازد کےبطن سے اور ازد قحطانی نسل سے تھے۔ سعدبن عبادۃؓ ، سہل بن سعدؓ ، ابودجانہ سماک بن اوسؓ ، کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا۔دیکھیں: عمر رضا ، قبائل العرب ، ج ۲ ، ص ۴۹۵، ۴۹۶ ؛ یاقوت حموی ، معجم البلدان ، ج ۲ ، ص ۴۶۰۔

(۳) أبوأسید مالک بن ربیعہ : مالک بن ربیعہ بن البدن بن عمرو ، ابوأسید الساعدی ، انصاری صحابی ہیں۔ بدر، احد اور دوسرے تمام مشاہد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہیں۔فتح مکہ کے دن بنوساعدہ کا علم آپ کے ہاتھ میں تھا۔ سن وفات میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ۶۰ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ان سے ۲۸ احادیث مروی ہیں۔دیکھیں: ابن حزم ، اسماء الصحابہ الرواۃ ، رقم : ۹۸ ؛ ابن الاثیر ، اسد الغابۃ ،ج ۵ ،ص ۱۱ ، رقم: ۵۶۸۹ ؛ ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، ج ۴ ، ص ۱۶۱ ، رقم : ۲۸۷۴ ؛ ابونعیم ، معرفۃ الصحابۃ ،ج ۵ ، ص ۲۴۵۰۔

میں آتے، جسے وہ پہچانتا ہوتا اور وہ کہتا: تمہیں بشارت ہو۔ وہ کوئی شے نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ چنانچہ وہ ان پر جھپٹ پڑے۔ پس جونہی ابلیس نے ملائکہ کو دیکھا تو الٹے پاؤں بھاگ پڑا اور کہنے لگا میں تم سے بری ہوں۔ اس دن وہ سراقہ کی شکل میں تھا۔ ابوجہل آیا وہ اپنے ساتھیوں کے جذبات بھڑ کانے کے لیے کہنے لگا سراقہ کا تمہارے ساتھ دھوکہ کرنا تمہیں خوف زدہ نہ کردے۔ کیونکہ وہ تو محمد (ﷺ) اور آپ کے اصحاب کے ساتھ وعدہ کرچکا ہے، پھر اس نے کہا: لات وعزیٰ کی قسم! ہم واپس نہیں لوٹیں گے۔ یہاں تک کہ ہم محمد (ﷺ) اور آپ کے اصحاب کو ہم رسیوں کے ساتھ باندھ لیں گے۔ پس تم انہیں قتل نہ کرنا بلکہ انہیں مضبوطی کے ساتھ پکڑ لینا۔

(أ) بیہقی نے دلائل میں عکرمہ کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب جنگ شروع ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک بلند کرکے اللہ تعالیٰ سے مدد و نصرت کی التجاء کرنے لگے۔ اور آپ ﷺ نے اس طرح مدد مانگی اے اللہ! اگر وہ اس جماعت پر غالب آگئے تو شرک غالب ہو جائے گا اور تیرا دین قائم نہیں رہ سکے گا'' اور ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کی ضرور مدد فرمائے گا اور وہ آپ کا چہرہ ضرور روشن کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے پے درپے ہزار فرشتے دشمن کی اطراف میں نازل فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں بشارت ہو یہ جبرئیل امین علیہ السلام زردرنگ کا عمامہ باندھے ہوئے زمین وآسمان کے درمیان اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہیں۔ پس جونہی وہ زمین کی طرف اترے تو ایک لحظہ میں مجھ سے غائب ہوگئے، پھر ان کے چہرے پر غبار کے آثار تھے۔ اور وہ یہ کہہ رہے تھے'' اتـاك نصر الله اذ دعوتة'' کہ جونہی آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو اس کی نصرت آپ کے پاس آگئی۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ربیع بن انس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: غزوہ بدر کے دن لوگ ملائکہ کے قتل کردہ افراد کو اس سے پہچانتے تھے کہ انہوں نے انہیں گردنوں اور جوڑوں پر مار کر قتل کیا اور ان پر آگ کے جلانے جانے کی مثل نشان موجود تھے۔

(ج) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ عکرمہ کہتے تھے کہ الْأَعْنَاقِ سے مراد سر ہیں۔

(د) ابن جریر اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ عطیہ نے کہا ہے کہ فَـاضْـرِبُواْ فَوْقَ الْأَعْنَاقِ سے مراد گردنوں کو ماردینا ہے۔

(أ) البیہقی ، دلائل النبوۃ ، باب : ماجاء فی دعاء النبی ﷺ ، ج ۳ ، ص ۵۳ ، ۵۴۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال ، رقم : ۸۸۷۶۔

(ج) تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم: ۱۵۷۸۷ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم: ۸۸۷۷۔

(د) تفسیر الطبری ، سورۃ لأنفال ، رقم: ۱۵۷۸۴۔

(أ) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ضحاک کہا کرتے کہ اس کا معنی ہے ، گردنوں کو ماردو۔

(ب) ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کُلَّ بَنَان سے مراد ہر جوڑ ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ امام اوزاعی نے کہا: وَاضْـرِبُـواْ مِنْهُمْ كُلَّ بَنَان کا معنی یہ ہے کہ اس کے چہرے اور آنکھ پر مارنا اور اسے آگ کے شعلے میں پھینکنا اس سے زیادہ شدید اور سخت ہے۔

(د) طستی (۱) نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہیں نافع(۲) بن ازرق نے کہا : کہ مجھے وَاضْـرِبُـواْ مِنْهُمْ كُلَّ بَنَان کا مفہوم بتایئے۔تو آپ نے فرمایا: كُـلَّ بَنَان سے مراد انگلیوں کے اطراف (پور) ہیں اور لغت ہذیل کے مطابق تمام بدن کے جوڑ ہیں۔ ان دونوں معنوں کی تائید میں کوئی کلام ہے تو بتایئے؟ آپ نے فرمایا: جی

(أ) تفسیر الطبر ی ، سورۃ الأنفال ، رقم: ۱۵۷۸۶ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم: ۸۸۷۸۔

(ب) تفسیر الطبر ی ، سورۃ الأنفال ، رقم: ۱۵۷۸۸ ، ۱۵۷۹۰ ، ۱۵۷۹۱ ۔ عطیہ ، الضحاک اور عکرمہ سے یہ روایت مروی ہے ۔ابن عباس سے مروی نہیں ملی؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال ، رقم : ۸۸۸۰۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال ، رقم : ۸۸۸۱۔

(د) الطستی ، عبدالصمد بن علی ، مسائل النافع بن الأزرق عن عبداللہ بن عباسؓ ، محقق : محمد احمد احمد الرابی، مکتبہ الجفان والجابی ، قبرص ، ط ۱ ، ۱۴۱۳ھ۔۱۹۹۳م ، ص ۱۵۳ ، رقم : ۱۹۱۔

(۱) طستی: طستی عبدالصمد بن علی بن محمد ، ابوالحسین بغدادی ،طستی ، محدث ، ثقہ اور مسند تھے ۔انھوں نے احمد بن عبید اللہ النرسی ، ابو بکر بن ابی الدنیا ، حامد بن سہل اور ابراہیم بن الحربی سے سماع کیا ۔ان کے شاگردوں میں ابو الحسن بن رزقویہ ، ابو الحسن بن بشران ، علی بن داؤد ، اور ابو علی بن شاذان شامل ہیں۔وہ ۸۰ سال زندہ رہیں ۔شعبان ۳۴۶ھ میں وفات پائی۔دیکھیں: الذہبی ، العبر ، ج ۱ ، ص ۳۳۷ ؛ السمعانی ، الأنساب ، ج ۴ ، ص ۴۴ ، رقم : ۶۶۴۳ ؛ الذہبی ، سیر اعلام النبلاء ، ج ۱۵ ، ص ۵۵۵ ، رقم : ۳۳۱۔

(۲) نافع بن ازرق : نافع بن ازرق بن قیس حنفی ، بکری ، وائلی ، حروری ، ابو راشد ،فرقہ ازارقہ کے بڑے اور اپنے قوم کے أمیر اور فقیہ تھے ۔ اہل بصرہ میں سے تھے۔عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے انھوں نے (أسئلہ - ط) روایت کیا ہے۔فرقہ ازارقہ فرقہ خوارج کا سب سے بڑا فرقہ ہے۔دیکھیں: الزرکلی ، أعلام ، ج ۷ ، ص ۳۵۱۔

ہاں وہ کلام موجود ہے، انگلیوں کے اطراف کے بارے میں عنترہ عبسی(۱) کا یہ قول ہے۔

فنعم فوارس الهيجاء قومي اذا علق الاعنة بالبنان

''پس میری قوم کے ہیجاء کے شہ سوار کتنے اچھے ہیں جب وہ لگاموں کو پوروں کے ساتھ باندھتے ہیں''۔ اور بنی ہذیل(۲) کے شاعر نے جسم کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے کہا ہے:

لها اسد شاكي البنان مقذف له لبد اظفاره لم تقلم

''اس قوم میں ایسا غارت گر شیر ہیں جس کے پورے مسلح ہیں وہ (شیر) نہال والا ہے اور اس کے ناخن کٹے ہوئے نہیں ہیں''۔

(أ) عبد بن حمید اور ابن مردویہ نے ابوداؤد مازنی(۳) رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اس اثنا میں کہ میں غزوۂ بدر کے دن ایک مشرک کا پیچھا کررہا تھا۔ میں نے اس کی طرف اپنی تلوار سونتی۔ تو میری تلوار اس تک پہنچنے

(أ) عبد بن حمید اور ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) عنترہ العبسی: عنترہ بن شداد بن عمرو بن معاویہ عبسی أہل نجد اور شعراء کے پہلے طبقہ میں سے تھے۔ اسکی ماں حبشی تھی جس کا نام زبیبہ تھا۔ عنترہ نے داحس اور غبراء کے لڑائیوں میں بھی شرکت کی ۔ طویل عرصے تک زندہ رہے ۔ تقریباً ۲۲ ق ھ (۶۰۰ء) کو اسد الرہیص اور جبار بن عمر والطائی نے ان کو قتل کردیا۔ ان کی طرف '' قصہ عنترہ '' اور دیوان شعر منسوب ہے جس کی اکثر اشعار مصنوعی ہیں۔دیکھیں: الزرکلی ، الأعلام ، ج ۵ ، ص ۹۱ ؛ ابو الفرج الأصبہانی ، الأغانی ، تحقیق : سمیر جابر ، دارالفکر بیروت ، ط ۲ ، تاریخ طبع نامعلوم ، کل اجزاء ۲۴ ، ج ۸ ، ص ۲۴۴۔

(۲) یہ شعر ہذیل کی بجائے زہیر بن ابی سلمی شاعر کی طرف منسوب ہے ۔ دیکھیں : ابو العباس ثعلب ، شرح دیوان زہیر ، الدارالقومیہ للطباعۃ والنشر ، القاہرۃ ، ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴م، ص ۲۳۔

ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر قبیلہ عدنان میں سے تھے۔ جسکی آل اولاد بہت بڑے قبیلے کی شکل میں ہے۔ ان میں سے اکثر وادی نخلہ میں سکونت پزیر تھے۔ کچھ مکہ کے مجاور تھے۔لبیک عن ھذیل حج کے دوران ان کا تلبیہ ہوا کرتا تھا ۔ ابن حزم کے نزدیک ان میں تقریباً ۷۰ مشہور شاعر گذرے جن میں؛سے ۳۱ شعراء کے دیوان '' دیوان الہذلیین '' کے نام سے مصر سے شائع ہوئے۔دیکھیں: الزرکلی ، الأعلام ، ج ۸ ، ص ۸۰۔

(۳) ابو داؤد المازنی : عمرو بن عامر بن مالک بن خنساء بن مبذول بن عمرو ، ابو داؤد المازنی غزوہ بدر ، اُحد اور اس کے بعد کے دوسرے مشاہد میں شریک ہوئے۔ غزوہ بدر میں ابو البختری کو آپ ہی نے قتل کیا تھا۔ ابن اسحاق کے نزدیک آپ کا نام عمیر تھا۔دیکھیں:ابو نعیم ، معرفۃ الصحابۃ ،ج ۴ ، ص ۲۰۱۳ ؛ ابن حجر ، الإصابۃ ، ج ۴ ، ص ۲۲۱۳ ، رقم : ۹۸۵۳ ؛ ابن عبد البر ، الاستیعاب ، ج ۴ ، ص ۲۰۹ ، رقم: ۲۹۶۷۔

سے پہلے ہی اس کا سر گر گیا۔ تو میں نے پہچان لیا کہ اسے میرے سوا کسی اور نے قتل کیا ہے۔

(أ) عبد بن حمید نے قتادہؒ یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا اس دن کوئی ضرب بھی سر، چہرے اور جوڑ کے سوا نہیں لگی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفاً فَلاَ تُوَلُّوهُمُ الأَدْبَارَ (15) وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلاَّ مُتَحَرِّفاً لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزاً إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاء بِغَضَبٍ مِّنَ اللّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (16)

ترجمہ "اے اہل ایمان! جب میدانِ جنگ میں کفار سے تمہارا مقابلہ ہوتو ان سے پیٹھ نہ پھیرنا ۔اور جو شخص جنگ کے روز اس صورت کے سوا کہ لڑائی کے لیے کنارے کنارے چلے(یعنی حکمتِ عملی سے دشمن کو مارے) یا اپنی فوج میں جاملنا چاہے اُن سے پیٹھ پھیرے گا تو (سمجھو) وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہوگیا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے"۔

(ب) امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں، نسائی، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے نافع[۱] سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کیا ہم ایسی قوم ہیں جو اپنے دشمنوں سے جنگ کرتے وقت ثابت قدم نہیں رہتے۔ اور ہم یہ نہیں جانتے کہ ہمارے سامنے ایک جماعت ہے یا ہمارا لشکر ہے؟ تو انہوں نے مجھے فرمایا: جماعت تو رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ پھر میں نے کہا: اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفاً فَلاَ تُوَلُّوهُمُ الأَدْبَارَ تو انہوں نے فرمایا: یہ آیت صرف اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے، نہ اس سے پہلے والوں کے لیے اور نہ ہی اس کے بعد والوں کے لیے ہے۔

(أ) عبد بن حمید اور ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) البخاری ، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم ، التاریخ الکبیر ، تحقیق:سید ہاشم الندوی، دار الفکر بیروت، طبع وتاریخ نا معلوم ، کل اجزاء ۸ ، باب : خلاد ، ج ۳ ، ص ۱۸۸ ، رقم: ۶۳۷ ؛ النسائی ، سنن الکبریٰ ، کتاب التفسیر ، باب الأنفال ، رقم : ۱۱۲۰۰ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ لأنفال ، رقم : ۸۸۹۷۔

(۱) نافع : ابوعبداللہ، فقیہ ، تابعی ، مدنی ، مجہول النسب، ابن عمر کے غلام تھے۔ ان کے شیوخ میں ابو ہریرۃؓ ، عائشہؓ ، ابوسعید خدریؓ، قاسم بن محمد وغیرہ شامل ہیں۔ان سے ایک کثیر جماعت نے روایت لی ہے۔ابن سعد نے انھیں ثقہ کثیرالحدیث لکھاہے۔امام بخاریؒ نے مالک عن نافع عن ابن عمرؓ کو أصح لأسانید کہاہے۔ان کی توثیق پر اتفاق ہے۔دیکھیں: ابن حجر، تہذیب، ج ۱۰، ص ۴۱۲، رقم: ۷۴۲ ؛ العجلی، تاریخ الثقات ، ص ۴۴۷، رقم: ۱۶۷۹ ؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۵، ص ۳۴۲ ، رقم: ۱۰۴۷ ؛ الدارقطنی، ذکراسماء التابعین، ج ۱، ص ۳۷۳، رقم: ۱۱۴۸ ؛ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۸، ص ۵۱۶ ، رقم: ۱۵۳۷۷۔

(أ)عبد بن حمید، ابوداؤد، نسائی، ابن جریر ، ابن منذر ، ابن ابی حاتم، نحاس نے ناسخ میں، ابوالشیخ ، ابن مردویہ اور حاکم نے ابوسعید(۱) خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: یہ آیت صرف اہل بدر کے لیے ہے۔

(ب) ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ الایہ کے متعلق ابونضرہ(۲) نے کہا: یہ آیت غزوہ بدر کے دن نازل ہوئی۔ اور ان کے لیے پھر جانا مناسب نہیں تھا۔ کیونکہ اگر وہ پھر کر پیچھے ہٹتے تو صرف اور صرف مشرکین (کے خوف سے) پیچھے ہٹتے (اور یہ مناسب نہیں)۔

(أ) سنن ابی داود ، کتاب الجهاد ، باب: فی التولی یوم الزحف ، رقم : ۲۶۴۸ ؛ النسائی ، سنن الکبریٰ ، کتاب السیر ، باب الفرار من الزحف ، رقم : ۸۶۵۴ ؛ تفسیر الطبری ، سورة الأنفال ، رقم : ۱۵۷۹۹ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورة الأنفال ، رقم : ۸۸۹۱ ؛ النحاس ، الناسخ والمنسوخ ، ص ۴۶۰ ؛ ابن مردویہ کی روایت۔ جیسا کہ تفسیر ابن کثیر ، سورة انفال ، آیۃ ۱۶ ، ج ۴ ، ص ۳۰ ؛ الحاکم ، المستدرک ، کتاب التفسیر ، سورة الأنفال ، رقم : ۳۲۶۲۔**(حکم)** :شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے ۔دیکھیں : صحیح سنن ابی داؤد ، رقم : ۲۳۰۶ ، ج ۲ ص ۵۰۲۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب المغازی ، باب : غزوة بدر الکبریٰ ، رقم : ۳۶۷۱۲ ؛ تفسیر الطبری ، سورة الأنفال ، رقم : ۱۵۷۹۷۔

(۱) ابو سعید خدریؓ :سعد بن مالک بن سنان بن عبید انصاری خزرجی جلیل القدر صحابی ہیں ۔ اہل صفہ میں سے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بارہ غزوات میں شرکت فرمائی ۔غزوہ اُحد میں چھوٹے سمجھے گئے۔ پہلی دفعہ غزوہ خندق میں شامل ہوئے ۔ مدینہ میں سکونت پذیر تھے۔ وہیں ۹۴ سال کی عمر میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ آپ سے ۱۱۷۰ اُحادیث مروی ہیں۔دیکھیں: ابن قانع ، معجم الصحابۃ ، ج ۵ ، ص ۱۸۹۳ ؛ ابونعیم ،معرفۃ الصحابۃ ، ج ۳ ، ص ۱۲۶۰ ؛ ابن الأثیر ، اسد الغابۃ ، ج ۲ ، ص ۲۶۵ رقم : ۲۰۳۷ ؛ ابن حجر ، الإصابۃ ، ج ۱ ، ص ۶۱۴ ، رقم : ۳۱۹۷۔

(۲) ابو نضرۃ : امام ، محدث ، ثقہ ، ابونضرۃ عبدی ، بصری ، منذر بن مالک بن قطعہ تابعین کے تیسرے طبقے اور بصرہ کے کبار علماء میں سے تھے۔ طبقہ صحابہ میں علیؓ ، ابو ہریرۃؓ ، ابن عباسؓ ، ابن عمرؓ ، ابو سعید خدریؓ جبکہ ابو ذرؓ مرسل سے روایت بیان کرتا ہے۔ ان کے شاگردوں میں قتادہ ، یحیٰ بن کثیر ، عاصم لأحوال وغیرہ شامل ہیں ۔ ابن سعد نے انھیں ثقہ کثیر الحدیث لکھا ہے۔ ۱۰۸ھ یا ۱۰۹ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: الدارقطنی ، ذکر اسماء التابعین ، رقم : ۱۲۵۰ ؛ ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ، رقم : ۳۰۸۱ ؛ ابن حجر ، تقریب التھذیب ، ج ۲ ، ص ۲۸۰ ، رقم : ۸۸۵۶۔

(أ) ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت تمھیں دھوکا نہ دے کیونکہ یہ بدر کے دن نازل ہوئی تھی اور میں ہر مسلمان کے لیے مرجع اور پناہ ہوں ۔

(ب) عبد بن حمید اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے اسی آیت کے بارے میں کہا: یہ غزوہ بدر کے دن نازل ہوئی کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔

(ج) ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت صرف اہل بدر کے لیے نازل ہوئی کیونکہ ان کے لیے مناسب نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بھاگ جائیں اور آپ ﷺ کو چھوڑ دیں۔

(د) ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، نحاس نے ناسخ میں اور ابوالشیخ نے حسنؒ(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آیت صرف اہل بدر کے لیے ہے۔لشکر جرار کے مقابلہ سے فرار اختیار کرنا کبائر میں سے نہیں ہے۔

(ھ) ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ عکرمہؒ نے وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ کے متعلق فرمایا کہ یہ آیت غزوہ بدر کے متعلق ہے۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب السیر ، باب : ماجاء فی الفرار من الزحف ، رقم : ۳۳۶۸۸ ؛ تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۸۱۵ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۸۸۹۸۔

(ب) تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم: ۱۵۸۰۵۔

(ج) ابوالشیخ اور ابن مردویہ کی مطلوبہ کتابیں نہیں ملی۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب المغازی، غزوہ بدر الکبریٰ ، رقم : ۳۶۷۳۳ ؛ تفسیر الطبری، سورۃ الأنفال،رقم : ۱۵۸۰۵ ؛ النحاس ، الناسخ والمنسوخ ، ص ۴۶۰۔

(ھ) ابوالشیخ اور ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی ۔

(۱) حسن : الحسن بن ابی الحسن البصری ، ابو سعید مشہور ، کبیر الشان ، ثقہ فقیہ تابعی ہیں ۔ ان کی والدہ خیرہ اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھی ۔ انھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان کا خطبہ سنا علیؓ کو بھی دیکھا لیکن ان سے سماع ثابت نہیں ہے۔ان میں سے ہر ایک سے مرسل روایات بیان کرتا ہے ۔ تدلیس کے وصف سے بھی موصوف ہیں ۔انھوں نے ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔دیکھیں: ابن حجر ، طبقات المدلسین ، ص ۲۹، رقم ۴۰ ؛النسائی ، ذکر المدلسین، ص ۱۲۱ ، رقم ۱ ؛ ابن منجویہ ، رجال صحیح مسلم ، ج ۱ ، ص ۱۲۹ ، رقم : ۲۴۲ ؛ الدارقطنی، ذکر اسماء التابعین ، ج ۱ ، ص ۱۰۱، رقم ۱۸۸۔

(أ) عبدالرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ ضحاک نے کہا: بدر کا دن تھا اور مسلمانوں کے لیے کوئی ایسی جماعت نہ تھی جس کی طرف وہ بھاگ کر لوٹ سکتے۔

(ب) عبدالرزاق نے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ ان کا خیال ہے کہ یہ حکم بدر کے بارے میں نازل ہوا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ وہ کہتا ہے وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ۔

(ج) ابن جریر اور ابن منذر نے یزید بن ابی حبیب(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن فرار اختیار کرنے والے کے لیے جہنم واجب کردی ہے اور فرمایا ہے: وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ . الی قوله. فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ۔ پھر جب اس کے بعد غزوۂ اُحد ہوا تو فرمایا: إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ (۲) " تو پھسلا دیا تھا انہیں شیطان نے بوجہ ان کے کسی عمل کے اور بے شک (اب) معاف فرما دیا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں"۔ پھر جب ساتویں سال غزوۂ حنین ہوا تو فرمایا: ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ (۳) "پھر تم مڑے پیٹھ پھیرتے ہوئے" اور فرمایا: ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ (۴) "پھر رحمت سے توجہ فرمائے گا اللہ تعالیٰ اس کے بعد جس پر چاہے گا"۔

(أ) مصنف عبد الرزاق، کتاب الجهاد ، باب: الفرار من الزحف ، رقم : ۹۵۲۱ ؛ تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۸۰۴۔

(ب) مصنف عبد الرزاق ، کتاب الجهاد ، الفرار من الزحف ، رقم : ۹۵۲۰۔

(ج) تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۸۱۱۔

(۱) یزید بن ابی حبیب: یزید بن ابی حبیب ،ابو رجاء مصری اپنے زمانہ میں اہل مصر کے مفتی تھے۔ ان سے اہل مصر کے اکابر روایت کرتے ہیں ۔ ان کے شیوخ میں عبد اللہ بن الحارث ، ابو الطفیل ، عطاء بن ابی رباح ، صفوان بن سلیم ، سوید بن قیس ایک خلق کثیر شامل ہیں ۔ ابن سعد نے انھیں ثقہ ، کثیر الحدیث لکھا ہے۔ ۱۲۸ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن حجر ، تهذیب التهذیب ، ج ۷ ، ص ۱۴۲، رقم : ۹۰۰۵ ؛ ابن منجویہ ، رجال صحیح مسلم ، ج ۲ ، ص ۳۵۵ ، رقم : ۱۸۶۶ ؛ العجلی ، تاریخ الثقات ، ص ۴۷۸ ، رقم : ۱۸۳۷ ؛ ابن ابی حاتم ، الجرح والتعدیل ، ج ۹، ص ۳۳۰، رقم : ۱۱۴۲۔

(۲) آل عمران: (۱۵۵) (۳) التوبۃ: (۲۶) (۴) التوبۃ: (۲۷)

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ وَمَـن يُـوَلِّهِـمْ الآیۃ، صرف بدر کے دن بھاگنے والوں کے لیے ہے اور إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ کے بارے میں فرمایا: یعنی جو بھاگتے ہوئے مشرکین کی جانب پلٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ یعنی یا وہ بغیر شکست کے اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹ کر آجائے۔ اور فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ناراضگی کو واجب کرلیا ہے۔ وَمَـأْوَاهُ جَهَـنَّـمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ یہ صرف بدر کے دن کے ساتھ خاص ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس دن مسلمانوں پر سختی کی، تا کہ وہ کافروں کی جڑ کو کاٹ دیں۔ یہی وہ پہلی جنگ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کو خوب قتل کیا۔

(ب) ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ضحاک نے کہا متحرف کا معنی ہے اپنے ساتھیوں میں آگے بڑھنے والا۔ بے شک ایسا آدمی جونہی دشمن کی جانب سے موقع پاتا ہے وہ اس پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔ اور متحیز کا معنی ہے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کی طرف بھاگ کر آنے والا۔ اسی طرح اس آدمی کو بھی کہا جاتا ہے جو اس دور میں اپنے امیر اور ساتھیوں کی طرف بھاگ کر آجائے۔ ضحاک نے فرمایا: یہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے وعید ہے کہ وہ فرار اختیار نہ کریں، جب کہ حضور ﷺ نے انہیں ثابت قدم کر دیا ہے۔

(ج) ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ آیت سورۃالانفال کی اس آیت کے ساتھ منسوخ ہوچکی ہے : الْئَنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنكُمْ(۱)۔

(د) ابن جریر اور نحاس نے ناسخ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لشکر جرار کے مقابلے سے فرار اختیار کرنا گناہ کبیرہ میں سے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ الآیۃ۔

(ھ) ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لشکر کے مقابلہ سے بھاگنا گناہ کبیرہ میں سے ہے۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم ، رقم: ۸۸۹۲، ۸۸۹۳، ۸۸۹۵، ۸۹۰۲، ۸۹۰۴۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم ، رقم : ۸۸۹۴، ۸۸۹۹۔

(ج) تفسیر الطبر ی ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۸۱۳۔

(د) تفسیر الطبر ی ، سورۃ لأنفال ، رقم : ۱۵۸۱۶ : النحاس ، الناسخ والمنسوخ، ص ۴۶۱۔

(ھ) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب السیر ، باب : ماجاء فی الفرار من الزحف ، رقم : ۳۳۶۹۲۔

(۱) الانفال : (۶۶)

(أ) سعید بن منصور، ابن سعد(ا) ، ابن ابی شیبہ، احمد،عبد بن حمید، امام بخاری نے الادب المفرد میں اور یہ الفاظ آپ ہی کے ہیں ، ابوداؤد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کوحسن قرار دیا ہے، ابن ماجہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ تعالی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم

(أ) التفسیر من سنن سعید بن منصور ،ص ۱۵۰ ، رقم: ۹۳۲ ؛ ابن سعد ، الطبقات الکبری ، ج ۴ ،ص ۱۴۵ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ ،کتاب السیر ، باب : ماجاء فی الفرار من الزحف ، رقم : ۳۳۶۸۶ ؛ مسند أحمد ، مسند المکثرین من الصحابۃ ، مسند عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، رقم : ۵۳۸۴ ؛ البخاری ، الأدب المفرد ، کتاب :السلام والمصافحۃ ، باب : تقبیل الید ، رقم : ۹۷۲ ؛ ابوداؤد ،سنن ابی داود ، کتاب الجھاد ، باب : فی التولی یوم الزحف ، رقم : ۲۶۴۷ ؛سنن ترمذی ، کتاب الجھاد عن رسول اللہ ، باب ماجاء فی الفرار من الزحف ، رقم : ۱۷۲۲ ؛تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۸۸۹۶ ؛ النحاس ، احمد بن محمد بن اسماعیل ، معانی القرآن الکریم ، تحقیق : محمد علی الصابونی ، جامعۃ اُم القری ، مکہ المکرمہ ، ط ۱ ، ۱۴۰۹ھ ،کل اجزاء : ۶ ، سورۃ الأنفال ، ج ۳ ،ص ۱۳۹ ؛ البیہقی ، شعب الإیمان ، باب : المرابطۃ فی سبیل اللہ عزوجل ، رقم : ۴۰۰۲ ـ(حکم): مسند کے محققین نے اس روایت کے اسناد کو ضعیف کہا ہے ـ شیخ البانی نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا ہے : محمد ناصر الدین البانی ،ضعیف سنن ترمذی ، المکتب الاسلامی بیروت ، ط ۱ ، ۱۴۱۲ھ - ۱۹۹۱ م ، رقم: ۲۹۰ ، ج ۱ ،ص ۱۹۷ـ

(ا) ابن سعد : (۱۶۸ - ۲۳۰ھ = ۷۸۴ - ۸۴۵م) محمد بن سعد بن منیع الزھری ، بصری ، بغدادی ، ابو عبد اللہ ، ابن سعد ، ثقہ مؤرخ اور حفاظ حدیث میں سے تھے ـ طلب علم کے لئے بغداد ، مکہ اور مدینہ کے اسفار کیے ـ بغداد میں زندگی کا بڑا حصہ گذارا جہاں محمد بن عمر الواقدی کے کاتب کہلائے ـ ان سے کبار محدثین جیسے ابن ابی الدنیا ، الحارث بن ابی اسامۃ نے سماع حدیث کیا ـ ان کے مؤلفات میں " الطبقات الکبری " کو سب سے زیادہ شہرت ملی ـ دیکھیں : ابن حجر ، تہذیب التھذیب ، ج ۵ ،ص ۵۹۷ ، رقم: ۶۹۷۸ ؛ الذھبی ، سیر اعلام النبلاء ، ج ۱۰ ،ص ۶۶۴ ، رقم : ۲۴۲ ؛ الکتانی ، الرسالہ المستطرفۃ ،ص ۱۳۸ـ

ایک غزوہ میں تھے۔ لوگ انتہائی زیادہ تنگ اور پریشان ہوگئے۔ ہم نے کہا: ہم نبی کریم ﷺ سے کیسے جاکر ملاقات کریں گے حالانکہ ہم میدان جنگ سے بھاگے ہیں اور ہم غضب کے مستحق ہوچکے ہیں؟ پس ہم نماز فجر سے پہلے نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا تم کون لوگ ہو؟ تو ہم نے عرض کی: ہم فرار ہوکر آنے والے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم تو بہت زیادہ حملہ کرنے والے ہو (اور پلٹ کر آنے والے ہو)۔ یہ سن کر ہم نے نبی کریم ﷺ کا دست مبارک چوم لیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہاری پناہ ہوں اور مسلمانوں کی پناہ بھی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ۔

(أ) ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی کنیز اُمامہ(ا) رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کو وضو کرارہی تھی اور آپ ﷺ کے دست مبارک پر پانی انڈیل رہی تھی کہ اچانک ایک آدمی حاضر خدمت ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے گھر والوں سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے کوئی ایسی نصیحت فرمایئے جسے میں آپ کی جانب سے یاد رکھوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جنگ کے وقت میدان جنگ سے قطعاً نہ بھاگنا۔ کیونکہ جس کسی نے جنگ سے راہ فرار اختیار کی، وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ناراضگی اور غصے کا سبب بن گیا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

(ھ) ابن مردویہ کی کتاب نہیں ملی۔ البتہ اس حدیث کی تخریج کی ہے: الحاکم، المستدرک، ذکر اُمیمۃ مولاۃ النبی ﷺ رقم: ۶۸۳۰ اور ابو بکر الشیبانی، احمد بن عمرو، لأحاد والمثانی، دار الرایۃ، الریاض، ط ۱، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء کل اجزاء: ۶ باب: اُمیمۃ مولاۃ النبی ﷺ، رقم: ۳۴۴۷۔ (حکم): اس روایت کی سند میں یزید بن سنان الرہاوی ہے جس کو امام بخاری نے ثقہ قرار دیا ہے لیکن اکثر نے اس کی تضعیف کی ہے۔ باقی رجال ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد للہیثمی، کتاب الوصایا، باب: وصیۃ رسول اللہ ﷺ رقم: ۷۱۱۷۔

(ا) الدرالمنثور کے زیر استعمال مطبوعہ میں اُمامہ نام استعمال ہوا ہے۔اس نام سے نبی کریم ﷺ کی کوئی لونڈی نہیں ملی۔ کتب تراجم اور کتب الحدیث میں اُمیمۃ نام ہے۔

اُمیمۃ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی لونڈی تھی۔ ابو عمر کے مطابق انھوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت بھی کی۔ ان سے جبیر بن نفیر الحضرمی نے حدیث کی روایت لی ہے۔ ان کے علاوہ اہل شام ان سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ دیکھیں: ابن الأثیر، اسد الغابۃ، ج ۵، ص ۳۷۵، رقم: ۶۷۴۱: ابن حجر، الإصابۃ، ج ۴، ص ۲۳۱، رقم: ۱۰۸۶۵: ابن عبد البر، الاستیعاب، ج ۴، ص ۳۵۴، رقم: ۳۲۷۷۔

(أ) شافعی(ا) اور ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو آدمی دو سے بھاگ گیا تحقیق اس نے راہ فرار اختیار کی۔

(ب) خطیب(۲) نے المتفق والمفترق میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفاً فَلاَ تُوَلُّوهُمُ الأَدْبَارَ ......الآیہ نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ارشاد فرمایا: تم اس طرح قتال کرو جیسے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا۔

(أ) الشافعی ، محمد بن ادریس، احکام القرآن ، تحقیق:عبد الغنی عبد الخالق ، دارالکتب العلمیہ، بیروت ، ۱۴۰۰ھ ، کل اجزاء : ۲ ،فصل فیمن لا یجب علیہ الجھاد ، ج ۲ ،ص ۴۱ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ ،کتاب السیر ، باب ماجاء فی الفرار من الزحف ، رقم : ۳۳۲۹۰۔(حکم): شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے: (محمد ناصر الدین الالبانی ، إرواہ الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل، المکتب الاسلامی، بیروت ، ط ۲ ، ۱۴۰۵ھ - ۱۹۸۵ء ،کتاب الجھاد ، رقم : ۱۲۰۴ ، ج ۵ ، ص ۲۸۔

(ب) الخطیب البغدادی ، المتفق والمفترق ،تحقیق ، د/محمد صادق آیدن الحمدی ، دار القادری ، دمشق وبیروت ، ط ۱ ، ۱۴۱۷ھ - ۱۹۹۷ء ، ج ۱،ص ۱۴۹ ، رقم : ۳۱۔

(ا) امام شافعی : (۱۵۰ - ۲۰۴ھ / ۷۶۷ - ۸۲۰ء) محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان ابن شافع ہاشمی قریشی ، ابو عبد اللہ شعر ، لغت، ایام عرب ، فقہ اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔نہایت ذہین فطین اور حاضر جواب تھے۔ پہلا فتویٰ بیس سال کے عمر میں دیا تھا ۔ انکی کئی مشہور تصانیف ہیں جن میں الأم ، أحکام القرآن ، السنن ، الرسالۃ ، المسند وغیرہ شامل ہیں۔دیکھیں: الذھبی، سیر اعلام النبلاء ، ج ۱۰،ص ۵ ، رقم : ۱ ؛ ابن ابی یعلی ، طبقات حنابلہ ،ج ۱ ،ص ۲۷۸ ؛السیوطی ،حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاہرۃ ، ج ۱،ص ۳۰۳ ،رقم : ۳۸ ؛ الاعلام، الزرکلی ، ج ۶ ، ص ۲۶۔

(۲) خطیب :(۳۹۲- ۴۶۳ھ / ۱۰۰۲ ۔ ۱۰۷۲ء) احمد بن علی بن ثابت ، بغدادی ، ابو بکر ،خطیب حافظ حدیث اور مؤرخ اسلام تھے غُزیہ (بالتصغیر) میں پیدا ہوئے جو مکہ اور کوفہ کے بالکل درمیان میں مساوی مسافت پر واقع ہے۔ بغداد میں رہائش پذیر تھے اور وہی وفات پاگئے۔کئی تصانیف کے مصنف ہیں جن میں تاریخ بغداد ، المتفق والمفترق، الرحلۃ فی طلب الحدیث وغیرہ شامل ہیں۔دیکھیں: الذھبی ، سیر اعلام النبلاء ، ج ۱۸ ،ص ۲۷۰ ، رقم : ۱۳۷ ؛ الذھبی ، العبر،ج ۱ ،ص ۴۸۱ ؛ ابن حجر ، لسان المیزان ، رقم : ۷۳۰ ؛ الزرکلی ، لأعلام ، ج ۱،ص ۱۷۲۔

(أ) امام احمد نے عمر وبن العاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سات موتوں سے پناہ طلب کی ہے۔ ایک اچانک آنے والی موت، دوسری وہ جو سانپ ڈسنے کے سبب ہو، تیسری جو کسی درندے کے چیرنے پھاڑنے سے واقع ہو، چوتھی جو غرق ہونے کی وجہ سے ہو، پانچویں جو آگ میں جلنے کے سبب ہو، چھٹی وہ موت جو آدمی پر کوئی شے گرنے کے سبب ہو اور ساتویں جو میدان جنگ سے بھاگتے وقت قتل کیے جانے کے سبب واقع ہو۔

(ب) امام احمد نے ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان سات کلمات کے ساتھ دعا کرتے تھے، آپ عرض کرتے " **اللھم انی اعوذبك من الھرم، واعوذبك من الغم والغرق والحرق واعوذبك ان یتخبطنی الشیطان عند الموت، واعوذبك ان اموت فی سبیلك مدبرا، واعوذبك ان اموت لدیغا** اے اللہ! میں انتہائی زیادہ بڑھاپے سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، میں غم، پانی میں غرق ہونے اور آگ میں جل جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں، موت کے وقت شیطان کے مجھ پر غالب آجانے سے میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تیرے راستے میں پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے مجھے موت آجائے اور میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں اس سے کہ کسی کیڑے کے ڈسنے کے سبب میری موت واقع ہو"۔

(ج) ابن سعد، ابوداؤد، ترمذی اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں بلال بن یسار[۱] سے اور انہوں نے رسول

(أ) مسند أحمد ، مسند المکثرین من الصحابۃ ، باب :مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص ، رقم : ۶۵۹۴ ـ(حکم) : مسند احمد کے محققین نے اس کے اسناد کو دو وجہوں سے ضعیف کیا ہے۔ ایک اس میں ابن لھیعہ ہے جو سیئی الحفظ ہے اور دوسرا مالک بن عبد اللہ مجہول ہے۔

(ب) مسند احمد ، مسند المکثرین من الصحابۃ ، حدیث ابی الیسر الأنصاری کعب بن عمرو ، رقم : ۱۵۵۲۳ـ

(ج) ابن سعد ، الطبقات الکبری ، ج ۷ ، ص ۲۹؛ سنن ابی داوٗد ، کتاب الصلاۃ ، باب فی الأستغفار ، رقم : ۱۵۱۷ ؛سنن ترمذی ، کتاب : الدعوات عن رسول اللہ ﷺ ، باب : فی الدعاء الضیف،رقم: ۳۵۷۷؛ البیہقی، أحمد بن الحسین ، الأسماء والصفات ،تحقیق:عبد اللہ بن محمد الحاشدی ، مکتبہ السوادی، جدۃ، ط ۱ ، تاریخ طبع نامعلوم ،کل اجزاء : ۲ ، باب : بیان أن للہ جل ثناء ہ أسماء أخری، رقم: ۲۱۱ـ(حکم): شیخ البانی نے اسکو صحیح کہا ہے ـدیکھیں: صحیح ترمذی ، ۲۸۳۱ ، ج ۳ ،ص ۱۸۲ ، رقم: ۲۸۳۱ـ

(۱) بلال بن یسار : بلال بن یسار بن زید ،قریشی مولی النبیﷺ کبار تبع تابعین میں سے ہیں۔اپنے والد اور دادا سے روایت کرتا ہے۔ اور ان سے عمر بن مرہ الشنی نے روایت کی ہے ۔ ابن حجر نے انھیں مقبول کہا ہے ـدیکھیں: ابن حجر ،تقریب التھذیب ، ج ۱ ، ص ۱۱۸ ، رقم : ۸۸۱؛ ابن حبان،کتاب الثقات ، ج ۳، ص ۲۲۸ ، رقم : ۳۸۷ ؛ الذھبی، الکاشف ،ج ۱ ،ص ۱۱۲ ، رقم : ۶۷۰ ؛ ابن ابی حاتم ، الجرح والتعدیل ، ج ۲ ، ص ۳۱۹ـ

اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے سنا: کہ جس کسی نے یہ کہا " **أستغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ** '' تو اس کی مغفرت کردی جائے گی اگر چہ اس نے میدان سے راہ فرار اختیار کی ہو۔

(أ) ابن ابی شیبہ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے تین بار یہ کہا: **استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم** '' اس کے گناہ معاف کردیے جائیں گے اگرچہ وہ میدان جہاد میں دشمن کے مقابلے سے بھاگ نکلا ہو۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے معاذ بن جبل[۱] رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل موقوف روایت بیان کی ہے اور وہ بھی مرفوع کے حکم میں ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (17) ذَلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ (18)

ترجمہ: ''تم لوگوں نے ان (کفار) کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے انہیں قتل کیا۔ او (اے محمد ﷺ) جس وقت تم نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔ اس سے یہ غرض تھی کہ مؤمنوں کو اپنے (احسانوں) سے اچھی طرح آزمالے۔ بیشک خدا سنتا جانتا ہے''۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الدعاء، باب : ما ذکر فی الأستغفار، رقم : ۲۹۴۵۰؛ حاکم، المستدرک، کتاب الجھاد، رقم: ۲۵۵۰۔(حکم): امام حاکم نے اس کو صحیح حدیث علی شرط بخاری ومسلم کہا ہے ۔ شیخ البانی نے اسکو صحیح لغیرہ کہا ہے ۔امام نووی، ریاض الصالحین، تحقیق : محمد ناصر الدین البانی، المکتب الاسلامی، بیروت، ص ۶۳۹، رقم: ۱۸۸۳۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الدعاء، باب: ماذکر فی الأستغفار، رقم : ۲۹۴۴۹۔

(۱) معاذ بن جبل : (۲۰ ق ھ - ۱۸ھ/ ۶۰۳- ۶۳۹م) معاذ بن جبل بن عمرو بن أوس انصاری خزرجی، ابو عبد الرحمٰن امام الفقہاء، کنز العلماء، جلیل القدر صحابی ہیں۔انہوں نے اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔عقبہ ثانیہ، غزوہ بدر، احد، خندق اور دوسرے تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہیں۔غزوہ تبوک کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان کو یمن کا قاضی اور والی بناکر بھیجا۔ ان سے مروی احادیث کی مجموعی تعداد ۱۵۷ ہے۔دیکھیں: ابن قانع، معجم الصحابۃ، ج ۱۳، ص ۴۵۹۶ ؛ ابن الأثیر، اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۲۹۲، رقم : ۴۹۶۲ ؛ ابن حجر، الا صابۃ، ج ۲، ص ۱۸۴۷، رقم : ۸۰۴۰؛ ابن عبد البر، الاستیعاب، ج ۳، ص ۴۵۹، رقم : ۲۴۴۵۔

(أ) ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ میں نبی کریم ﷺ کے اصحاب کو فرمایا (تم نے انہیں قتل نہیں کیا) جب کہ انہوں نے یہ کہا اسے میں نے قتل کیا اور اسے میں نے قتل کیا۔ اور جب نبی کریم ﷺ نے کفار کی جانب سنگریزے پھینکے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَـٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ۔

(ب) عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن منذر نے ذکر کیا کہ قتادہؒ نے وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ کے متعلق کہا: کہ نبی کریم ﷺ نے بدر کے دن کفار کی جانب سنگریزے پھینکے تھے۔

(ج) عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ عکرمہؒ نے کہا۔ کہ وہ ریت کے ذرات ہر آدمی کی آنکھ میں پڑے تھے ۔

(د) ابن ابی حاتم نے ابن زید سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ بدر کا دن ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تین کنکریاں اٹھائیں اور ان میں سے ایک کنکری ان کے درمیان پھینک دی اور فرمایا "**شاهت الوجوه**" پس وہ شکست دو چار ہوئے۔

(ھ) ابن عسا کرنے مکحولؒ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ علی اور حمزہ رضی اللہ عنہما نے شیبہ بن ربیعہ پر حملہ کیا تو مشرکین غضب ناک ہوگئے اور کہنے لگے: کیا ایک کے مقابلے میں دو ہیں؟ پس اس سے جنگ بھڑک اٹھی۔ تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے رب کریم کی بارگاہ میں التجاء کی اے اللہ !بلاشبہ تو نے مجھے جنگ کا حکم دیا ہے اور میرے ساتھ مدد ونصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور تیرے وعدے کا خلاف نہیں ہوتا" پھر آپ ﷺ نے سنگریزوں کی مشت اٹھائی اور ان کے چہروں پر پھینک دی، تو وہ اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت سے شکست کھاگئے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَـٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ۔

(أ) تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۸۱۷؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۸۹۰۵؛ تفسیر مجاهد،سورۃ الأنفال ، رقم : ۵۰۵۔

(ب) عبد الرزاق الصنعانی ،تفسیر القرآن ،تحقیق:مصطفیٰ مسلم محمد ،مکتبہ الرشد ، الریاض، ط ۱ ، ۱۴۱۰ھ ، ۱۹۸۹م،ج ۱ ، ص ۲۵۵ ، ۲۵۶ ؛تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۸۱۹۔

(ج) عبد الرزاق،تفسیر الصنعانی ، سورۃ الأنفال ، ج ۱ ، ص ۲۵۶؛ تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۸۲۰ ؛تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم: ۸۹۰۸۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۸۹۱۲۔

(ھ) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۴۱، ص ۴۵۶۔

(أ) ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی(۱) اور ابن مردویہ نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب بدر کا دن تھا تو ہم نے آسمان سے زمین کی جانب آنے والی ایک آواز سنی۔ وہ ایسی آواز تھی گویا کہ سنگریزے ٹب میں گرے ہوں۔اور رسول اللہ ﷺ نے وہ سنگریزے پھینکے تھے اور ساتھ فرمایا تھا" **شاهت الوجوه**" (چہرے قبیح ہو جائیں اور وہ خوف زدہ ہو جائیں) پس ہم شکست کھا گئے ۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ۔

(ب) ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے روایت کیا ہے کہ جابر(۲) رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: میں نے سنگریزوں کی آواز سنی جو بدر کے دن آسمان سے گرے، گویا کہ وہ ایک ٹب میں گرے ہیں، جب لوگ صف بستہ ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے سنگریزے اٹھائے اور وہ مشرکین کے چہروں کی جانب پھینک دیے پس وہ شکست کھاگئے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: سنگریزوں کی ایک مشت مجھے پکڑاؤ۔ چنانچہ انہوں نے وہ پیش کی تو آپ ﷺ نے اسے قوم کے چہروں پر پھینک دیا،نتیجۃً ان کے لشکر کے ہر فرد کی آنکھیں اس ریت سے بھر گئی۔تو اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ الآیہ۔

(أ) تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۸۲۲؛ تفسیر ابن ابی حاتم ،سورۃ لأنفال ، رقم : ۸۹۰۶ ؛ الطبرانی ، سلیمان بن أحمد ، المعجم الأوسط ، تحقیق ، طارق بن عوض اللہ ، عبدالمحسن بن ابراہیم ، دار الحرمین ، القاہرہ ، ۱۴۱۵ھ ، رقم : ۹۰۹۷۔

(ب) ابوالشیخ اور ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔الشوکانی، فتح القدیر ، سورۃ لأنفال ، ج ۲ ، ص ۲۹۶۔

(۱) طبرانی: (۲۶۰ - ۳۶۰ھ / ۸۷۳ - ۹۷۱م) سلیمان بن أحمد بن ایوب بن مطیر شامی ، ابو القاسم مشہور ثقہ حافظ محدث ہیں ۔ أصلاً طبریہ شام کے ہیں جبکہ خود فلسطین میں پیدا ہوئے۔ بہت سے ملکوں کے اسفار کیے جن میں کوفہ ، بغداد ، بصرہ ، حجاز ، مصر ، یمن ،الجزیرہ شامل ہیں ۔انہوں نے أصبہان میں وفات پائی ۔ ان کی تصانیف میں المعجم الکبیر ، المعجم لأوسط ، المعجم الصغیر، مسند سفیان وغیرہ شامل ہیں۔دیکھیں: السمعانی ، الأنساب ،ج ۴ ، ص ۲۱ ، رقم: ۶۵۴۱؛ الذھبی، میزان الاعتدال ، ج ۳ ،ص ۲۷۸ ، رقم : ۳۴۲۶ ؛ ابن ابی یعلی ، طبقات حنابلہ ، ج ۲،ص ۴۹۔

(۲) جابر: جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام بن کعب بن غنم أنصاری ، صحابی رسول ﷺ ، خزرجی، ہجرت سے بیں سال قبل پیدا ہوئے۔ عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے ۔ آن ﷺ کے ساتھ ۱۹ غزوات میں شریک ہوئے۔انکی مرویات کی تعداد ۱۵۴۰ ہے۔انھوں نے ۹۴ برس کی عمر میں ۷۴ھ میں وفات پائی۔دیکھیں: البغوی ،معجم الصحابۃ ، ج ۱، ص ۴۳۸ ؛ ابن لأثیر ،أسد الغابۃ ،ج ۱ ،ص ۳۲۹ ، رقم : ۶۴۷؛ ابن حجر، الإصابۃ ، ج ۱ ،ص ۲۴۳ ، رقم : ۱۰۲۶ ؛ ابن عبد البر ، الاستیعاب ، ج ۱ ،ص ۲۹۲ ،رقم : ۲۹۰۔

(أ) ابن جریر نے محمد بن قیس(۱) اور محمدؒ بن کعب القرظی سے روایت بیان کی ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ جب لشکر کے افراد ایک دوسرے کے قریب ہوئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے مٹی کی ایک مشت اٹھائی اور وہ ان کے چہروں پر پھینک دی اور ساتھ فرمایا" شاھت الوجوہ وہ مٹی ان تمام کی آنکھوں میں پڑی۔ اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام انہیں قتل کرنے میں لگ گئے اور رسول اللہ ﷺ کے یہی مٹی پھینکے کے سبب وہ شکست سے دو چار ہوگئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسی کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَـٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۔ الی قولہ۔ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔

(ب) عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن المسیبؒ نے بیان کیا ہے کہ جب غزوۂ احد کا دن تھا۔ ابی بن خلف اپنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے آیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے قریب آپہنچا۔ مسلمانوں میں سے کچھ افراد نے ابن ابی خلف سے تعرض کیا تاکہ وہ اسے قتل کریں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: پیچھے ہٹ جاؤ۔ پس وہ پیچھے ہٹ گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا چھوٹا نیزہ اپنے دست مبارک میں پکڑا اور اسے ابی بن خلف کی طرف پھنکا۔ اس نے اس کی ایک پسلی توڑ دی۔ ابی ابن خلف انتہائی مشکل کے ساتھ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ کرگیا اور انہوں نے اسے اٹھا لیا جب کہ وہ پیچھے مڑکر گئے۔ اور یہ کہنے لگے: کوئی حرج نہیں۔ جب انہوں نے اس طرح کہا تو ابی نے کہا: قسم بخدا! اگر یہ لوگوں کی جانب سے ہوتا تو میں بالیقین ان سے قتال کرتا۔ کیا آپ (ﷺ) نے نہیں کہا تھا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں تجھے ضرور قتل کروں گا؟ اس کے ساتھی اسے اٹھا کر چلتے رہے یہاں تک کہ وہ راستے میں ہی مرگیا۔ انہوں نے اسے دفن کردیا۔ ابن مسیّب نے کہا: اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَـٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ.

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۸۲۳۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۸۹۱۰۔

(۱) محمد بن قیس: ابو معشر کے شیخ ، مدنی تابعی ہیں۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ان سے ابو معشر نے روایت لی ہے۔ ابن حجر نے انھیں ضعیف کیا ہے۔دیکھیں: ابن حجر ، تقریب التہذیب ، ج ۲ ، ص ۲۱۱ ، رقم : ۷۰۳۲ ؛ الذھبی ، من تکلم فیہ وھو موثق ، ص ۱۶۸ ، رقم : ۳۱۳۔

(أ) ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے سعید بن میّبؒ اور زہریؒ سے روایت بیان کی ہے کہ ان دونوں نے کہا: یہ آیت غزوۂ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے ابی بن خلف کی طرف چھوٹا نیزہ پھینکنے کے بارے میں نازل کی گئی۔ وہ حالت خوف میں تھا تو آپ ﷺ نے اس کی ہنسلی کی ہڈی پر نیزہ دے مارا۔ پس وہ اپنے گھوڑے سے بار بار گرنے لگا یہاں تک کہ چند دنوں کے بعد اسی کے سبب اس کی موت واقع ہوگئی۔ اسی صورت میں اس کے لیے دردناک عذاب دوسروں سے پہلے آگیا جو اس عذاب برزخ کے ساتھ متصل ہے جو عذاب آخرت کے ساتھ متصل ہے۔

(ب) ابن جریر اور ابن منذر نے زہریؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احد کے دن ابی بن خلف کی طرف اپنا نیزہ پھینکا۔تو اسے کہا گیا: یہ تو صرف خراش سی ہے۔تو اس نے کہا کیا انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا؟ قسم بخدا! اگر انہوں نے ساری مخلوق کے بارے میں ایسا کہا ہوتا تو وہ سب کے سب مرجاتے۔

(ج) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے عبدالرحمن بن جبیرؒ(۱) سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن ابی الحقیق کے قتل کے دن ایک کمان منگائی، تو آپ ﷺ کے پاس ایک طویل کمان لائی گئی، آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس اس کے سوا کوئی اور کمان لاؤ۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کو کمان کیدا پیش کی اور رسول اللہ ﷺ نے اسے قلعے کی جانب

(أ) تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۷۹۴۳۔تفسیر طبری میں یہ روایت السدیؒ سے مروی ہے ؛تفسیر ابن ابی حاتم سورۃ الأنفال ، رقم : ۸۹۱۰۔

(ب) تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۷۹۴۳ ، ۱۵۸۲۹۔

(ج) تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۸۲۹؛تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ،رقم : ۸۹۱۱۔

(۱) عبد الرحمٰن بن جبیر : عبد الرحمٰن بن جبیر مصری،مؤذن، ثقہ تابعی اورعلم الفرائض کے بہت بڑے عالم تھے۔انھوں نے ابو الدرداء ، المستورد الفہری ،عمرو بن العاص ، عقبہ بن عامر الجھنی سے علم حاصل کیا۔ان کے شاگردوں میں کعب بن علقمہ ، یزید بن أبی حبیب ، عقبہ بن مسلم اور دوسرے لوگ شامل ہیں۔امام نسائی نے اسے ثقہ کہا ہے۔انھوں نے ۹۸ھ میں وفات پائی۔دیکھیں: ابن حجر ، تہذیب التہذیب ، ج ۴ ، ص ۲۴ ، رقم : ۴۴۶۵ ؛ العجلی ، تاریخ الثقات ، ص ۲۹۰ ، رقم : ۹۴۰ ؛ ابن حبان ، کتاب الثقات ، ج ۲ ، ص ۳۰۵ ، رقم: ۲۳۴۸۔

پھنکا۔ پس اس سے تیر گرتے ہی ابن ابی الحقیق(۱) اپنے بستر پر قتل ہوگیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَـٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ۔

(أ) ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے عروہ بن زبیر سے وَلَـٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ کی تفسیر اس طرح نقل کی ہے یعنی وہ آپ کے پھینکنے کے سبب (قتل) نہ ہوتا اگر اللہ تعالیٰ آپ کی مدد نہ کرتا اور آپ کے دشمن کے سینے میں وہ القاء نہ کرتا جس نے انہیں شکست سے دوچار کردیا۔ اور وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ مؤمنین کو قلت تعداد کے باوجود کثیر تعداد دشمن پر غلبہ عطا فرما کر ان پر اپنی نعمت واحسان کا انہیں احساس دلاتا ہے تاکہ اس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کے حق کو پہچان سکیں اور پھر اس کی نعمت واحسان پر اس کا شکر بجالائیں۔

إِن تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ وَإِن تَنتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِن تَعُودُوا نَعُدْ وَلَن تُغْنِيَ عَنكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ (19) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ (20)

ترجمہ: "(کافرو) اگرتم (محمد ﷺ پر) فتح چاہتے ہو تو تمہارے پاس فتح آچکی۔(دیکھو) اگرتم (اپنے افعال سے) باز آجاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر پھر (نافرمانی) کروگے تو ہم بھی پھر (تمہیں عذاب) کریں گے اور تمہاری جماعت خواہ کتنی ہی کثیر ہو تمہارے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور خدا تو مؤمنوں کے ساتھ ہے۔ اے ایمان والو! اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور اس سے روگردانی نہ کرو اور تم سنتے ہو"۔

(أ) سیرۃ ابن ہشام، غزوہ بدر الکبریٰ، ج ۱، ص ۶۶۸؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الأنفال، رقم: ۸۹۱۳، ۸۹۱۴۔

(۱) ابن ابی الحقیق: سلام بن ابی الحقیق، ابو رافع، یہود کے ان اکابرین میں سے تھا جنھوں نے مسلمانوں کے خلاف مشرکین کو ورغلانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ اور مال اور رسد سے ان کی امداد کی تھی۔ اس سے پہلے کعب بن اشرف کا قتل قبیلہ اوس کے چند صحابہ کے ہاتھوں ہو چکا تھا اس لیے قبیلہ خزرج نے اس کے قتل کی اجازت چاہی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے پانچ آدمیوں کا ایک دستہ اس مہم پر روانہ کیا۔ صحیح بخاری کے روایت کے مطابق عبداللہ بن عتیک جبکہ ابن اسحاق کے مطابق عبداللہ بن انیس نے اسے قتل کیا۔دیکھیں: ابن جریر، تاریخ الطبری، ج ۲، ص ۱۸۳؛ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ،مقتل ابو رافع الیھودی، ج ۴، ص ۱۳۷؛ ابن حجر،احمد بن علی،فتح الباری شرح صحیح البخاری، تحقیق:احمد بن علی بن حجر عسقلانی، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ ،کل اجزاء: ۱۳ ،باب قولہ: قتل أبی رافع عبداللہ بن ابی الحقیق، ج ۷، ص ۳۴۲۔

(أ) ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم ،ابوالشیخ، ابن مردویہ، ابن مندہ(۱) ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے دلائل میں ابن شہاب کے واسطہ سے عبداللہ بن ثعلبہ(۲) بن صیغر سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ جس وقت لشکر باہم برسرپیکار ہوئے تو ابوجہل نے کہا: اے اللہ ! ہمارے رشتوں کوکاٹ دے اور ہمیں اس طرح بنا دے کہ ہم کسی کو نہ پہچانتے ہوں اور کل تک اسے ٹیڑھا کردے (یعنی اسے ہلاک کردے) تو اس طرح گویا وہ اللہ تعالیٰ سے فیصلہ طلب کررہا تھا۔تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: إِن تَسْتَفْتِحُواْ فَقَدْ جَاءكُمُ الْفَتْحُ ۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ ،کتاب المغازی ،باب: غزوہ بدر الکبریٰ ، رقم : ۳۶۶۷۴؛ مسند أحمد،کتاب: تتمہ مسند لأ نصار ، باب : حدیث عبد اللہ بن ثعلبہ بن صُعیر ، رقم : ۲۳۶۶۲ ؛ النسائی ، السنن الکبریٰ ، کتاب التفسیر ، باب : سورۃ لأ نفال ، رقم : ۱۱۲۰۱ ؛ تفسیر الطبر ی ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۸۴۶ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ لأ نفال ، رقم : ۸۹۱۷ ؛ الحاکم ، المستدرک ، کتاب التفسیر ،تفسیر سورۃ الأ نفال ، رقم : ۳۲۶۴ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ ، باب: استفتاح ابی جہل عند التقاء الصفین ، ج ۳ ،ص ۷۴۔(حکم): امام حاکم اور مسنداحمد کے محققین نے اس روایت کو صحیح کیا ہے۔

(۱) ابن مندہ : (۳۱۰ - ۳۹۵ھ / ۹۲۲ - ۱۰۰۵م) محمد بن اسحاق بن محمد بن یحیٰ ، ابن مندہ ، ابو عبد اللہ العبدی ، اُصبہانی ، کبار حفاظ حدیث میں سے تھے۔انھوں نے اسماعیل بن موسیٰ السدی، ھناد بن السری ، احمد بن فرات سے علم حاصل کیا جبکہ ان کے شاگردوں میں ابو القاسم الطبرانی ، ابو الشیخ ، ابو اسحاق بن حمزہ وغیرہ شامل ہیں ۔ انھوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں فتح الباب فی الکنیٰ والالقاب ، الرد علی الجھمیۃ ، معرفۃ الصحابۃ وغیرہ شامل ہیں۔دیکھیں:الذھبی ، سیر اعلام النبلاء ، ج ۱۷ ،ص ۲۸ ، رقم : ۱۳ ؛ ابن ابی یعلی ، طبقات حنابلہ ، ج ۲ ،ص ۱۶۶؛ الزرکلی ، لأعلام ، ج ۶ ،ص ۲۹۔

(۲) الدرالمنثور میں عبد اللہ بن ثعلبہ بن ''صغیر'' ہے جبکہ کتب تراجم مثلاً لإ صابہ ، الاستیعاب ، تقریب ، أسد الغابۃ ، وغیرہ میں ''صُعیر '' ہے۔

عبد اللہ بن ثعلبہ بن صُعیر یا ابن ابی صعیر عذری ، ابو محمد قبیلہ بنو زہرہ کے حلیف تھے ۔ ایک روایت کے مطابق ان کی پیدائش فتح مکہ کے سال ہوئی تو بغرض برکت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے گئے۔آپ نے اپنا دست مبارک ان پہ پھیر دیا اور برکت کی دعا کی۔انھوں نے ۸۹ھ میں وفات پائی ۔ ان سے ان کے بیٹے اور محمد بن مسلم الزھری نے روایت کی ہے۔دیکھیں: ابو نعیم ،معرفۃ الصحابۃ ، ج ۳ ،ص ۱۶۰۲ ؛ ابن لأ ثیر ، اسد الغابۃ ، ج ۳ ،ص ۲۰ قم : ۲۸۵۰؛ ابن حجر، لإ صابۃ، ج ۲ ،ص ۱۰۱۸ ، رقم: ۴۵۷۸؛ ابن عبد البر، الاستیعاب ، ج ۳ ،ص ۱۲ ، رقم : ۱۴۹۶۔

(أ) ابن ابی شیبہ ، ابن جریر ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ اے مشرکین! اگر تم مدد طلب کرتے ہو تو تحقیق تمہارے پاس مدد آگئی۔

(ب) ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے عطیہ(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ابوجہل نے بدر کے دن کہا۔ اے اللہ! دوگروہوں میں سے ایک کی مدد کر اور دونوں لشکروں میں سے افضل وبہتر کی مدد فرما۔ تب یہ آیت نازل ہوئی إِن تَسْتَفْتِحُواْ فَقَدْ جَاءكُمُ الْفَتْحُ ۔

(ج) ابوعبید نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح قرات کیا کرتے تھا: إِن تَسْتَفْتِحُواْ فَقَدْ جَاءكُمُ الْفَتْحُ وَإِن تَنتَهُواْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِن تَعُودُواْ نَعُدْ وَلَن تُغْنِيَ عَنكُمْ فِئَتُكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئاً.

(أ) تفسیر الطبر ی ، سورۃ الأنفال ، رقم: ۱۵۸۳۳ ؛تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ لأنفال ، رقم : ۸۹۱۸۔

(ب) تفسیر الطبر ی ، سورۃ لأنفال ، رقم : ۱۵۸۴۴ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۸۹۲۰۔

(ج) ابو عبید القاسم بن سلام ، فضائل القرآن ، تحقیق : وہبی سلیمان غاوجی ، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت، ط ۱ ، ۱۴۱۱ ھ ، ۱۹۹۱م ، ص ۱۷۲ ، ۱۷۳۔

(۱) عطیہ: عطیہ بن سعد بن جنادہ العوفی ، ابو الحسن مشہور تابعی اور رجال حدیث میں سے ہیں ۔ ابن عباس ، ابو سعید الخدریؓ ، اور ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ان کے شاگردوں میں اعمش ، مسعر ، حجاج بن أرطاہ وغیرہ شامل ہیں۔ ضعیف الحدیث ، شیعہ اور مدلس تھے۔ ۱۱۱ھ / (۷۲۹ء) کو فوت ہوئے۔دیکھیں:ابن حجر، طبقات المدلسین، ص ۵۰ ، رقم : ۱۲۲ ؛ ابن ابی حاتم ، الجرح والتعدیل، ج ۶ ، ص ۵۰۳ ، رقم : ۲۱۲۵ ؛ ابن حبان ، المجروحین ، ج ۲ ، ص ۱۷۶ ، رقم : ۸۰۴ ؛ ابن جوزی ، کتاب الضعفاء والمتروکین ، ج ۲ ، ص ۱۸۰ ، رقم : ۲۳۲۱ ؛ العقیلی ، محمد بن عمرو بن موسیٰ ، کتاب الضعفاء ، تحقیق ، د.مازن بن محمد السرساوی ، دار الاسلام ، القاہرہ، ط ۱ ، ۲۰۰۸م ، کل اجزاء : ۷ ، ج ۴ ، ص ۴۵۶ ، رقم: ۱۳۹۸۔

(أ) عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہدؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آیت کفار قریش کے اس قول کے بارے میں نازل ہوئی: اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرمادیا۔

(ب) عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر نے اس آیت کے بارے میں عکرمہؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر تم فیصلہ طلب کرتے ہو تو پھر بدر کے دن تمہارا فیصلہ آچکا ہے۔

(ج) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَإِن تَنتَهُواْ کی تفسیر میں سدیؒ نے کہا: اگر تم محمد ﷺ کے ساتھ جنگ لڑنے سے باز آجاؤ۔ اور وَإِن تَعُودُواْ نَعُدْ کی تفسیر میں کہا: کہ اگر تم دوبارہ فیصلہ طلب کرو تو میں محمد ﷺ کے حق میں فیصلہ دوں گا۔ وَأَنَّ اللّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ فرمایا: کہ بے شک اللہ تعالیٰ محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہے۔

(د) عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ وَإِن تَعُودُواْ نَعُدْ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اگر تم دوبارہ اس طرح کی شرارت کروگے تو ہم پھر قید اور قتل کے لیے تمہاری طرف رجوع کریں گے۔

وَلاَ تَكُونُواْ كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لاَ يَسْمَعُونَ (21)

ترجمہ:''اور نہ بن جانا ان لوگوں کی طرح جنھوں نے کہا ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے''۔

(ھ) ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے کہا ہے وَهُمْ لاَ يَسْمَعُونَ کا معنی ہے حالانکہ وہ نافرمانی کرتے ہیں۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابَّ عِندَ اللّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لاَ يَعْقِلُونَ (22)

ترجمہ: ''بے شک سب جانوروں سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ بہرے گونگے (انسان) ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے''۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ الأنفال، رقم: ۱۵۸۳۵؛ تفسیر مجاہد، سورۃ الأنفال، رقم: ۵۰۶۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ الأنفال، رقم: ۱۵۸۳۲۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ الأنفال، رقم: ۱۵۸۵۱؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الأنفال، رقم ۸۹۲۵، ۸۹۲۷، ۸۹۳۰۔

(د) عبدبن حمید کی متداول کتب میں یہ روایت نہیں ملی۔الشوکانی، فتح القدیر، سورۃ الأنفال، ج ۲، ص ۲۹۷۔

(ھ) تفسیر الطبری، سورۃ الأنفال، رقم: ۱۵۸۵۴؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الأنفال، رقم: ۸۹۳۳؛ تفسیر مجاهد، سورۃ الأنفال، رقم: ۵۰۷۔

(أ) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو اللہ تعالٰی کے نزدیک سب جانوروں سے بدتر ہیں وہ کفار ہیں۔

(ب) فریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، بخاری، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللّٰهِ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ اس سے مراد قریش کے قبیلہ بنی عبد الدار(۱) کا ایک گروہ ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لاَ يَعْقِلُونَ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حق کی اتباع وپیروی نہیں کرتے۔

(د) عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے قتادہؒ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ یہ آیت عرب کے قبائل میں سے قبیلہ بنی عبدالدار کے بارے میں نازل ہوئی۔

(ھ) ابن منذر نے ابن جریجؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث(۲) اور اس کی قوم کے بارے میں نازل ہوئی۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم میں روایت نہیں ملی۔

(ب) صحیح بخاری ، کتاب تفسیر القرآن ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۴۳۶۹ ؛ تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۸۶۰ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۸۹۳۶ ؛ تفسیر مجاہد ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۵۰۸۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۸۹۴۳۔

(د) عبد بن حمید اور ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ) ابن منذر کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی؛ فتح القدیر ، سورۃ الأنفال ، ج ۲ ، ص ۲۹۸۔

(۱) بنی عبد الدار : عبدالدار بن قصی : قصی بن کلاب کے لڑکے کا نام ہے جو عدنانیوں میں سے ایک بطن ہے۔ ان کا شجرہ یہ ہے: بنو عبد الدار بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فھر بن مالک بن کنانہ۔ دیکھیں: عمر رضا ، معجم قبائل العرب ، ج ۲ ، ص ۷۲۳۔

(۲) نضر بن حارث: النضر بن الحارث بن کلدہ بن بن کلدہ بن علقمہ قریشی صحابی ، بنی عبد الدار میں سے تھے ۔ اور اہل حجاز میں شمار ہوتے ہیں ۔ غزوہ حنین میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے، مؤلفۃ القلوب میں سے تھے ۔ آپ ﷺ نے ان کو سو(۱۰۰) اونٹ عنایت فرمائے تھے۔ دیکھیں: ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ ، ج ۵ ، ص ۲۶۹۶ ؛ ابن الأثیر ، اسد الغابۃ ، ج ۴ ، ص ۳۸۷ ، رقم : ۵۲۲۱۔

(أ) ابن جریر نے ابن زید سے یہ بیان کیا ہے کہ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ سے مراد مخلوق ہیں ۔ پھر انہوں نے یہ آیات پڑھیں وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِن دَابَّةٍ (۱) ترجمہ "اور اگر اللہ تعالیٰ (فوراً) پکڑ لیا کرتا لوگوں کو ان کے کرتوتوں کے باعث تو نہ (زندہ) چھوڑتا زمین کی پشت پر کسی جانور کو"۔ اور وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا(۲) ترجمہ" اورنہیں کوئی جانور زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس کا رزق"۔ فرمایا: یہ اسی میں داخل ہیں۔

وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ (23)

ترجمہ:" اور اگر خدا ان میں نیکی (کامادہ) دیکھتاتو ان کو سننے کی توفیق بخشا۔ اور اگر (بغیر صلاحیت ہدایت کے) سماعت دیتاتو وہ منہ پھیر کر بھاگ جاتے "۔

(ب) ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ کی تفسیر عروہ بن زبیر نے اس طرح کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے ان کا وہ قول تیار کردیتا ہے جو وہ اپنی زبانوں سے کہتے لیکن ان کے دل اس کے خلاف ہوتے۔

(ج) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن زیدؒ نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ یہ جاننے کے بعد کہ ان میں کوئی خیرو خوبی نہیں ہے جو اس کا علم نافذ ہونے کے بعد ان کے لیے نفع بخش ہو، انہیں سنوادیتا تو وہ اس سے کوئی نفع حاصل نہ کرتے۔

(د) ابوالشیخ نے اسی آیت کے بارے میں عکرمہؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہم اس سے بہرے ہیں جس کی طرف ہمیں محمد (ﷺ) دعوت دیتے ہیں، ہم اسے سنتے ہی نہیں اور ہم گونگے ہیں، ہم اس کی تصدیق کے بارے میں انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے۔ وہ سب کے سب غزوۂ احد میں مقتول ہوئے اور وہی احد کے دن اصحاب اللواء (علمبردار تھے)۔

(أ) تفسیر الطبری ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۱۵۸۵۶۔

(ب) سیرت ابن ہشام ، غزوہ بدر الکبریٰ ، ج ۱ ، ص ۶۶۹ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ لأنفال ، رقم : ۸۹۴۴۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال ، رقم : ۸۹۴۵۔

(د) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی ؛ الشوکانی ، فتح القدیر ، سورۃ لأنفال ، ج ۲ ، ص ۲۹۸۔

(۱) فاطر: (۴۵) (۲) ہود : (۶)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (24)

ترجمہ:'' مؤمنو! خدا اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جبکہ خدا تمہیں ایسے کام کے لیے بلاتے ہیں جو تم کو زندگی (جاوداں) بخشتا ہے اور جان رکھو کہ خدا آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوجاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے روبرو جمع کیے جاؤ گے''۔

(أ) ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ مجاہدؒ نے إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد یہ قرآن ہے جس میں زندگی بھی ہے اور تقویٰ بھی، نجات بھی ہے اور دنیا وآخرت میں عصمت وحفاظت کا (سامان بھی)۔

(ب) ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے عروہؓ بن زبیر سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تمہیں بلائیں اس جنگ کی طرف، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہیں ذلت کے بعد غلبہ اور عزت عطا فرمائے گا اور ضعف وکمزوری کے بعد اس کے سبب تمہیں قوت وطاقت عطا فرما دے گا۔ اور اس کے ذریعے تمہیں دشمنوں کے قہروغضب سے محفوظ کرے گا۔

(ج) ابن ابی شیبہ، حشیش[۱] بن اصرم نے الاستقامہ میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ کی تفسیر میں کہا: اللہ تعالیٰ کا حکم مومن اور کفر اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور کافر اور ایمان اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کے مابین حائل ہو جاتا ہے۔

(د) ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اس آیت يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا حکم مؤمن اور کفر کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور کافر اور ہدایت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم:۱۵۸۷۲ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال، رقم: ۸۹۵۰۔

(ب) ابن اسحاق کی روایت سیرت ابن ہشام میں ملی : سیرت ابن ہشام، غزوۃ البدر الکبریٰ، مانزل فی حض المسلمین، ج ۱ص۶۶۸-۶۶۹؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال، رقم:۸۹۴۸۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم:۱۵۸۸۸ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم:۸۹۵۴ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الانفال، رقم:۳۲۶۵۔

(د) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) حشیش بن اصرم کے حالات زندگی نہیں ملی۔

(أ) ابوالشیخ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم کافر اور اس کے درمیان حائل ہو جاتا ہے کہ وہ خیر کے دروازے کی حفاظت کرے یا اس کے مطابق عمل کرے یا وہ اس سے ہدایت و رہنمائی حاصل کرے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ربیع بن انسؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کا علم آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم نے ابوغالب خلجی(۱) سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حائل ہو جاتا ہے مومن اور اس کے ایسے گناہ کے درمیان جو اس کے لیے باعث ہلاکت ہوتا ہے۔ لہٰذا ابن آدم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے سوا دوسرے اعمال (خیر) کرے اور وہ اپنے دل میں ایسی ہلاک کرنے والی چیزیں داخل نہ کرے جن کے سبب وہ دارالفاسقین کا مستحق ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کافر اور اس کی اس اطاعت کے درمیان ہو حائل ہو جاتا ہے جو اسے ایسی چیزوں کا مستحق بنا دے جنھیں اپنانے والے اور جن سے محبت رکھنے والے خیر اور بھلائی تک پہنچ جاتے ہیں اور یہ اس علم سابق میں ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا امر منتہی ہوتا ہے اور اسی کے پاس بندوں کے اعمال قرار پکڑتے ہیں۔

(د) ابوالشیخ نے ابو غالب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے اس آیت کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس سے قبل رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا ذکر کیا گیا کہ جب ان کے لیے فیصلہ یہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام سے فرمایا جنہوں نے آپ سے سوال کیا تھا: عمل کرو، پس ہر کام آسان بنا دیا گیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: وہ تیسیر (آسان بنانا) کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: صاحب نار کے کے لیے جہنم کا عمل آسان بنادیا گیا ہے اور صاحب جنت کے لیے جنت کا عمل آسان کردیا گیا ہے۔

(أ) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃالانفال، رقم: ۸۹۵۵۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم،سورۃالانفال،رقم:۸۹۵۵۔

(د) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) ابوغالب خلجی کی حالات زندگی نہیں ملی۔

(أ) امام احمدؒ نے الزہد میں اور ابن منذر نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے ایک غلام کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا: اے اللہ ! بیشک تو آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ پس تو میرے اور خطاؤں کے درمیان حائل ہوجا۔ تاکہ میں برے اعمال نہ کروں۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے تو اس سے نیکی اور عمل خیر کی دعا مانگ۔

(ب) عبد بن حمید اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ حسنؒ نے کہا اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان اس سے قرب اختیار کرنے میں حائل ہو جاتا ہے۔

وَاتَّقُواْ فِتْنَةً لاَّ تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُواْ مِنكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (25)

ترجمہ: ''اور اس فتنے سے ڈرو جوخصوصیت کے ساتھ انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جوتم میں گنہگار ہیں اور جان رکھوکہ خدا سخت عذاب دینے والا ہے''۔

(ج) امام احمد، بزار، ابن منذر، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے مطرفؒ(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم نے زبیر کو کہا: اے ابوعبد اللہ ! تم نے خلیفہ کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ انہیں شہید کردیا گیا پھرتم ان کے خون کا مطالبہ کرنے لے لیے آئے ہو؟ تو زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک ہم نے رسول اللہ ﷺ، ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں یہ پڑھتے تھے وَاتَّقُواْ فِتْنَةً لاَّ تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُواْ مِنكُمْ خَآصَّةً اور ہم یہ گمان نہیں کرتے تھے کہ ہم اس کے اہل ہیں یہاں تک کہ یہ ہم ہی میں واقع ہوگا جیسا کہ واقع ہوچکا ہے۔

(أ) امام أحمد، الزہد، زہدعمر بن الخطابؓ،ص ۱۱۴۔

(ب) یہ روایت تفسیر طبری میں نہیں ملی۔

(ج) مسنداحمد،مسند باقی العشرة المبشرین بالجنة، باب:مسندالزبیربن العوامؓ،رقم:۱۴۱۴ ؛ مسندالبزار،مسندالزبیربن العوامؓ، رقم:۹۷۶ ؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۱۴،ص ۴۰۵۔**(حکم)**: مسنداحمد کے محققین نے اس کے اسنادکوجید کہا ہے۔

(۱) مطرف: مطرف بن عبداللہ بن شخیرحرشی عامری بصری،ابوعبداللہ،ثقہ ، عابدفاضل تابعی تھے۔ان کے والد اُصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے تھے۔انھوں نے اپنے والد اورعلیؓ، عثمانؓ ،عائشہؓ ، معاویہؓ اورعمران بن حصین وغیرہ سے تحصیل علم کیا۔ ابی بن کعب سے مرسل روایت بیان کرتا ہے۔حسن بصری ثابت بنانی، غیلان بن جریروغیرہ ان کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ ۸۷ھ (۷۰۶م) میں وفات پائی۔تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: الدارقطنی،ذکراسماء التابعین ، ج ۱، ص ۳۵۶، رقم:۱۰۹۰ ؛ العجلی،تاریخ الثقات،ص ۴۳۱، رقم:۱۵۸۶ ؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۷، ص ۱۰۳، رقم:۳۰۲۲۷ ؛ ابن حجر،تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۲۶۰، رقم : ۷۵۵۵۔

(أ) ابن ابی شیبہ، عبدبن حمید،نعیم بن حماد(۱)نے الفتن میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: تحقیق ایک زمانہ تک ہم پڑھتے رہیں اور ہم یہ گمان نہیں رکھتے تھے جو ہم اس کے اہل میں سے ہیں اور ہم ہی اس آیت کے مصداق اور مراد ہوں گے: وَاتَّقُواْ فِتْنَةً لاَّ تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُواْ مِنكُمْ خَآصَّةً.

(ب) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حسنؒ نے کہا ہے فتنہ سے مراد بلاء (آزمائش) ہے اور وہ امر ہے جو ہونے والا ہو۔

(ج) ابن جریر اور ابن منذر نے حسنؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت علی، عثمان، طلحہ(۲) اور زبیر کے بارے میں نازل ہوئی۔

(د) عبد بن حمید نے اسی آیت کے بارے میں حسنؒ سے یہ قول نقل کیا ہے: خدا کی قسم ! جب یہ آیت نازل ہوئی تو کئی اقوام نے یہ جانا کہ عنقریب ایک قوم اس کے ساتھ خاص ہو جائے گی۔

(أ) نعیم بن حماد المروزی، کتاب الفتن، تحقیق: سمیرأمین الزھری، مکتبۃ التوحید، القاھرۃ، ط ۱، ۱۴۱۲ھ، کل اجزاء:۲، باب ما یذکر من ندامۃ القوم من أصحاب النبیؐ، رقم:۱۹۳؛ تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم:۱۵۹۰۶؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم:۸۹۶۲۔

(ب) ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۸۹۶۰۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم:۱۵۹۰۳۔

(د) عبدبن حمید کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) نعیم بن حماد: نعیم بن حماد بن معاویہ بن الحارث خزاعی، مروزی، ابوعبداللہ علم الفرائض کے بہت بڑے عالم تھے۔ طلب حدیث میں عراق اور حجاز کے سفر کیے اور پھر مصر میں سکونت اختیار کی۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ خلافت معتصم میں عراق لائے گئے۔ آپ سے قرآن کے مخلوق اور غیرمخلوق ہونے کے بارے میں پوچھا گیا لیکن آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چنانچہ آپ کو سامرا میں قید کرلیا گیا اور قید ہی میں وفات پاگئے۔ الفتن والملاحم ان کی مشہور کتاب ہے۔ ملاحظہ کیجیے: الزرکلی، الأعلام، ج ۸، ص ۴۰ ؛ الذھبی، سیرأعلام النبلاء، ج ۱۰، ص ۵۹۵، رقم:۲۰۹ ؛ الذھبی، من تکلم فیہ وھوموثق ، ص ۱۸۴ ، رقم: ۳۵۱۔

(۲) طلحہ: (۲۸ق ھ۔۳۶ھ/۵۹۶۔۶۵۶م) طلحہ بن عبیداللہ بن عثمان تیمی قریشی، مدنی ، ابومحمد، صحابی، عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ ان کا شماران آٹھ مبارک نفوس میں ہوتا ہے جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ اُحد اور دوسرے غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی۔ جنگ جمل میں شہید ہوئے۔ ان سے ۳۸ أحادیث مروی ہیں۔ دیکھیں: ابن الاثیر، أسدالغابۃ، ج ۲، ص ۴۶۹، رقم:۲۶۲۸ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۲، ص ۳۱۶، رقم:۱۲۸۹۔

(أ) عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے اسی آیت کے بارے میں قتادہؓ سے یہ قول نقل کیا ہے خدا کی قسم! نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام میں سے صاحب عقل ودانش نے اس وقت یقین کرلیا جب یہ آیات نازل ہوئی کہ عنقریب فتنے ظاہر ہوں گے۔

(ب) عبد بن حمید نے ذکر کیا ہے کہ ضحاکؒ نے کہا: یہ آیت صرف اصحاب محمد ﷺ کے متعلق نازل ہوئی۔

(ج) ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ سدیؒ نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آیت صرف اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور یہ فتنہ جنگ جمل کے دن ان تک پہنچا اور وہ قتل ہوگئے۔ مقتولین میں سے طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہ دونوں اہل بدر میں سے تھے ۔

(د) امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے سدیؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا مجھے یہ خبر دی گئی ہے (کہ یہ آیت جن کے بارے میں نازل ہوئی) وہ اصحاب جمل ہیں۔

(ھ) امام ابن ابی حاتم نے ضحاکؒ سے اسی آیت کے بارے میں یہ قول ذکر کیا ہے کہ یہ فتنہ ظالم اور صالح تمام کو پہنچے گا۔

(و) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ مجاہدؒ نے کہا کہ یہ فتنہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جائے گا یہاں تک کہ وہ اسے اس طرح کر چھوڑے گا کہ وہ اسے سمجھ ہی نہیں پائے گا۔

(ز) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم دیا کہ وہ اپنے درمیان کسی منکر (گناہ) کو پختہ نہ ہونے دیں کہ اس کے سبب اللہ تعالیٰ کا عذاب انہیں بھی آجائے گا۔

(أ) عبدبن حمید اور ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) عبدبن حمید اور ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃالانفال ، رقم: ۱۵۹۰۷

(د) مصنف ابن ابی شیبہ ،کتاب الجمل،باب:فی مسیرۃ عائشہؓ و علیؓ وطلحہؓ والزبیرؓ، رقم: ۳۷۸۰۵ ؛ تفسیرابن ابی حاتم،سورۃ الانفال ، رقم :۸۹۶۳۔

(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم،سورۃالانفال، رقم:۸۹۶۵۔

(و) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ز) تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم: ۱۵۹۰۹ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۸۹۶۴۔

وَاذْكُرُوْا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِيْ الْأَرْضِ تَخَافُوْنَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (26)

ترجمہ: ''اور (اس وقت کو) یادکرو جب تم زمین (مکہ) میں قلیل اور ضعیف سمجھے جاتے تھے اور ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمہیں اُڑا (نہ) لے جائیں (یعنی بے خانماں نہ کردیں) تو اس نے تم کوجگہ دی اور اپنی مدد سے تم کو تقویت بخشی اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں تاکہ (اس کا) شکر کرو''۔

(أ) ابن منذر، ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَاذْكُرُوْا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيْلٌ---- الآیہ کی تفسیر میں قتادہ نے کہا کہ یہ قبیلہ ذلت کے اعتبار سے تمام لوگوں سے بڑھ کر ذلیل، زندگی گزرنے کے لحاظ سے انتہائی شقی اور بدبخت، پیٹ کے اعتبار سے انتہائی بھوکا ، بدن کے اعتبار سے سب سے زیادہ لباس سے عاری اور ضلالت وگمراہی کے لحاظ سے انتہائی بین اور واضح تھا۔ فارس اور روم کے درمیان پتھر کے سروں پر جھکنے والے لوگ تھے۔ خدا کی قسم ! ان کے شہروں میں ایسے لوگ نہیں تھے جو اس پر حسد کرتے ہوں۔ ان میں سے جو زندہ رہا اس نے بدبختی اور شقاوت کی زندگی گزاری اور ان میں سے جو مرگیا اسے آگ میں پھینک دیا گیا۔ وہ کھلاتے تھے اور کھاتے نہیں تھے۔ خدا کی قسم ! اس وقت زمین پر موجود کسی قبیلے سے ہم واقف نہیں تھے جو رتبہ اور درجہ میں ان سے بڑھ کر شریر ہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام عطا فرمایا: اور اس کے سبب اس نے شہروں کو آباد کیا اور رزق میں وسعت پیدا فرمائی۔ اور اس کے سبب تمہیں لوگوں پر حاکم بنایا اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کے سبب وہ سب کچھ عطا فرمایا جو تم دیکھ رہے ہو۔ پس اللہ تعالیٰ کا اس کی نعمت پر شکر ادا کرو۔ کیونکہ تمہارا رب نعمتیں عطا فرمانے والا ہے اور وہ شکر کو پسند کرتا ہے اور اہل شکر کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور زیادہ عطا کیا جاتا ہے۔

(ب) ابن منذر نے ابن جریج سے يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاس کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ دور جاہلیت میں مکہ مکرمہ میں لوگ تمہیں اچک لے جاتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی طرف پناہ دی۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم : ۱۵۹۱۹۔

(ب) الشوکانی، فتح القدیر، سورۃ الانفال، ج ۲، ص ۴۳۹۔

(أ) عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے وہبؒ(۱) سے اسی کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اس آیت میں الناس سے مراد فارس اور روم کے لوگ ہیں۔

(ب) ابوالشیخ، ابونعیم، اور دیلمی(۲) نے مسند الفردوس میں بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ سے عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ الناس سے مراد کون لوگ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد اہل فارس ہیں۔

(ج) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ فَاٰوٰكُمْ کی تفسیر میں سدیؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں انصار مدینہ کی طرف پناہ دی۔ اور وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ کی تفسیر میں فرمایا: اور اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے دن اپنی نصرت کے ساتھ تمہیں طاقت بخشی۔

(أ) عبدالرزاق الصنعانی، سورۃالانفال، آیۃ ۲۶، ج ا، ص۲۵۸ ؛ تفسیرالطبری،سورۃالانفال، رقم:۱۵۹۱۸ ؛ تفسیرابن ابی حاتم،سورۃالانفال، رقم:۸۹۶۸۔

(ب) الدیلمی،شیرویہ بن شہردار، فردوس الأخباربمأثورالخطاب،تحقیق:السعیدبسیونی زغلول، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت،ط ا،۱۹۸۶م ، کل اجزاء:۲، ج ا،ص۴۷۷ ، رقم : ۱۸۴۷۔

(ج) تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم: ۱۵۹۲۰ ؛تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال ، رقم: ۸۹۶۹، ۸۹۷۰۔

(۱) وہب:(۳۴۔۱۱۴ھ/۶۵۴۔۷۳۲م) وہب بن منبہ بن کامل بن سیج بن ذی کبار،ابوعبداللہ،مؤرخ، کثیرالأخبار،تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔حدیث میں متعدد صحابہ سے فیض یاب ہوئے۔ ابوہریرۃؓ،جابر بن عبداللہؓ،ابن عباسؓ،انس بن مالکؓ، نعمان بن بشیرسے ان کی روایت ملتی ہیں۔ان کے شاگردوں میں ان کا بیٹاعبداللہ،عمروبن دینار،سماک بن فضل اور اسرائیل وغیرہ شامل ہیں۔کعب احبار کی طرح ان کے ذریعے بھی مسلمانوں میں غیرمعتبر اسرائیلیات کی اشاعت ہوئی۔انہوں نے صنعاء میں وفات پائی۔ دیکھیں: العجلی،تاریخ الثقات،ص۴۶۷، رقم:۱۷۸۶ ؛ الذہبی،تذکرۃ الحفاظ،ج ا، ص ۷۷، رقم:۹۳ ؛ الدارقطنی، ذکراسماء التابعین، ج ا، ص ۳۸۱، رقم: ۱۱۷۱ ؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ، ج ۶، ص ۷۰، رقم : ۱۷۵۵۔

(۲)دیلمی:(۴۴۵۔۵۰۹ھ/۱۰۵۳۔۱۱۱۵م) شیرویہ بن شہرداربن شیرویہ بن فناخسرو، ابوشجاع، دیلمی، ہمذانی، مؤرخ،حافظ،عالم بالحدیث اور مسند الفردوس اورتاریخ ہمذان کے مؤلف ہیں۔انھوں نے محمدبن عثمان،یوسف بن محمدبن یوسف، ابن مجویہ سے علم حاصل کیا۔ان کے شاگردوں میں ان کابیٹا شہردار، ابوموسیٰ المدینی، محمدبن الفضل العطاروغیرہ شامل ہیں۔انھوں نے ۶۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔ملاحظہ کریں:الذہبی ، سیراعلام النبلاء ، ج ۱۹، ص ۲۹۴، رقم: ۱۸۶ ؛ الزرکلی ، الأعلام ، ج ۳، ص ۱۸۳۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ (27) وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ (28)

ترجمہ: ''اے ایمان والوں ! نہ تو خدا اور رسول ﷺ کی امانت میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم (ان باتوں کو) جانتے ہو۔ اورجان رکھو کہ تمہارا مال اوراولاد بڑی آزمائش ہے اور یہ کہ خدا کے پاس (نیکیوں کا)بڑا ثواب ہے''۔

(أ) ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ابوسفیان مکہ سے نکلا تو جبرائیل امین علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: کہ ابوسفیان فلاں فلاں جگہ پر ہے پس تم اس کی طرف نکلو اور (اپنا معاملہ) مخفی رکھو۔ تو منافقین میں سے ایک آدمی نے ابوسفیان کی طرف یہ لکھ دیا کہ محمد ﷺ تمہارے ارادے سے نکل رہے ہیں اس لیے تم انتہائی احتیاط کو لازم رکھنا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ الآیہ۔

(ب) سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے عبداللہ بن قتادہ(۱) سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت ابولبابہ(۲) بن عبد منذر کے بارے میں نازل ہوئی۔ بنی قریظہ(۳) نے اپنے محاصرے کے

(أ) تفسیر الطبری، سورۃالانفال، رقم: ۱۵۹۲۲۔

(ب) التفسیر من سنن سعید بن منصور، ج ۱، ص ۱۵۰، رقم:۹۳۴ ؛تفسیر الطبری، سورۃالانفال، رقم:۱۵۹۲۳ ؛تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم : ۸۹۷۵۔

(۱)عبداللہ بن ابی قتادۃ:درّمنثور میں عبداللہ بن قتادۃ ہے، جبکہ کتب تراجم میں اس نام سے کوئی راوی نہیں ملا۔مصدالتخریج تفسیرالطبری اورتفسیرابن ابی حاتم میں عبداللہ بن ابی قتادۃ سے یہ روایت مروی ملی ہے۔

عبداللہ بن ابی قتادۃ انصاری سلمی،ابوابراہیم،ابویحیٰ تابعین کے تیسرے درجے سے تعلق رکھتے ہیں۔جابربن عبداللہ اور اپنے والدابوقتادۃ جوشہسوار رسولﷺ تھے، سے روایت کرتے ہیں۔ان سے کثیرتعداد میں لوگوں نے روایت کی ہے۔جن میں اسماعیل بن أبی خالد،اُسید بن ابی اُسید، زید بن اُسلم وغیرہ شامل ہیں۔ابن سعد نے انھیں ثقہ ،قلیل الحدیث لکھاہے جبکہ امام نووی نے کہاکہ ان کے توثیق پر اتفاق ہے۔تفصیل کے لیے دیکھیں:ابن حبان،محمد بن حبان، مشاہیرعلماء الامصارواعلام فقہاء الاقطار،تحقیق:مرزوق علی ابراہیم، دارالوفاء للنشروالتوزیع، ط ۱،۱۴۱۱ھ۔۱۹۹۱م، ص ۱۱۳، رقم: ۳۲۶ ؛ النووی ، تہذیب الاسماء واللغات، ج ۱،ص ۳۱۰،۳۱۱ ، رقم: ۳۲۶۔

(۲) ابولبابہ بن عبدالمنذر،انصاری مدنی ،صحابی، نبی کریم ﷺ کے ساتھ اُحداوراس کے بعد تمام مشاہد اورغزوات میں شریک رہے۔ایک روایت یہ بھی ملتی ہے۔کہ بدر میں نبی کریم ﷺ نے آپ کو مقام روحاء سے واپس لوٹا کرمدینہ کاعامل مقررکیا۔جبکہ اجراورمال غنیمت میں برابرشریک کیا۔فتح مکہ میں بنی عمرو بن عوف کا علم آپ کے پاس تھا۔خلافت علیؓ میں فوت ہوئے۔ دیکھیں: ابن الاثیر، اُسد الغابۃ،ج ۵، ص ۲۰۵، رقم: ۶۲۰۸ ؛ ابن عبدالبر،الاستیعاب، ج ۴، ص ۳۰۳، رقم:۳۱۸۰۔

(۳)بنوقریظہ: بنوقریظہ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ میں آباد تھا۔دیکھیں: ابن منظور،لسان العرب، مادہ: (ق ر ظ)۔

دن ان سے پوچھا یہ معاملہ کیا ہے (اس امر کا انجام کیا ہے) ؟ تو آپ نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس کا انجام ذبح ہے (یعنی تم قتل کر دیئے جاؤ گے)۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے قدم پھسل گئے جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ خیانت کی ہے۔

(أ) سنید اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ زہریؒ نے اس آیت کے بارے میں یہ قول کیا ہے کہ یہ آیت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں (یہود کی طرف) بھیجا۔ تو انہوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہیں اشارۃً بتا دیا کہ وہ ذبح کر دیے جائیں گے۔ پھر ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! میں کھانا نہیں چکھوں گا اور نہ ہی کوئی شے پیوں گا یہاں تک کہ میں مرجاؤں یا میری توبہ قبول ہو جائے۔ پس سات دن تک وہ اسی حال پر رہے کہ نہ کھانا چکھا اور نہ کوئی مشروب پیا یہاں تک کہ وہ غش کھا کر گر پڑے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی۔ تو آپ کو بتایا گیا: اے ابولبابہ! تمہاری توبہ قبول ہوگئی ہے۔ تو آپ نے کہا: خدا کی قسم! میں اپنے آپ کو (اس ستون سے) نہیں کھولوں گا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں اور بذات خود مجھے کھول دیں۔ پس آپ ﷺ بنفس نفیس تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے انہیں کھول دیا۔

(ب) عبد بن حمید نے کلبی(۱) سے اس طرح روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بنی قریظہ کی طرف بھیجا۔ کیونکہ وہ ان کے حلیف تھے ۔تو آپ نے وہاں جا کر اپنے ہاتھ کے ساتھ ان کے ذبح قتل کی طرف اشارہ کیا۔تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ آمَنُواْ لاَ تَخُونُواْ اللّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُواْ أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُون تو رسول اللہ ﷺ نے ابولبابہ کی بیوی کو فرمایا: کیا وہ نمازیں پڑھتا ہے؟

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۵۹۲۳۔

(ب) عبد بن حمید کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) کلبی: محمد بن سائب بن بشر بن عمرو الکلبی کوفہ میں تفسیر، اخبار اور ایام عرب کے مشہور عالم تھے۔ان کے شیوخ میں ان کے بھائی سفیان اور سلمہ ان کے علاوہ ابوصالح، اور عامر الشعبی وغیرہ شامل ہیں۔ان سے دونوں سفیانوں، حماد بن سلمہ، ابن مبارک، ابن جریج وغیرہ نے روایت لی ہے۔امام ذہبی نے انھیں متروک الحدیث، النسائی نے غیر ثقہ اور ابن عدی نے لکھا ہے کہ ابوصالح سے ان کی روایات جھوٹ پر مبنی ہوتی ہے۔انہوں نے ۱۴۶ھ (۷۶۳م) میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۵، ص ۵۹۴، رقم: ۶۹۷۱ ؛ ابن حبان، المجروحین، ج ۲، ص ۲۶۲، رقم: ۹۲۷ ؛ ابن عدی، الکامل فی الضعفاء ، ج ۷، ص ۲۷۳، رقم: ۱۶۲۶ ؛ العقیلی، کتاب الضعفاء ، ج ۵، ص ۲۸۵، رقم: ۱۶۴۰ ؛ الدارقطنی، علی بن عمر، الضعفاء والمتروکون، تحقیق: موفق بن عبداللہ بن عبدالقادر، مکتبۃ المعارف، الریاض، ط ۱، ۱۴۰۴ھ-۱۹۸۴م ، ص ۳۴۲، رقم: ۴۶۷۔

روزے رکھتا ہے اور غسل جنابت کرتا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی، بلاشبہ وہ نمازیں بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں، غسل جنابت بھی کرتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں پھر آپ ﷺ نے انہیں بلا بھیجا۔ وہ حاضرخدمت ہوئے، اورعرض کی: یارسول اللہ ﷺ ! خدا کی قسم میں نمازیں پڑھتاہوں ، روزے رکھتا ہوں اور غسل جنابت بھی کرتا ہوں۔میں عورتوں اور بچوں کی طرف مائل رہا اور ان کے لیے میرے دل میں (جذبات محبت) قائم رہے یہاں تک کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے۔

(أ) ابوالشیخ نے اسی آیت کے بارے میں سدیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آیت ابولبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ پھر اسے سورۂ برات کی آیت وَآخَرُونَ اعْتَرَفُواْ بِذُنُوبِهِمْ (۱) ترجمہ "کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کرلیا ہے اپنے گناہوں کا" نے منسوخ کردیا۔

(ب) ابن مردویہ نے عکرمہؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب بنی قریظہ کا معاملہ پیش آیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف علی رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس موجود لوگوں کے ساتھ بھیجا۔آپ ان کے پاس پہنچے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس میں کئی عیوب ونقائص نکالے۔ اتنے میں جبرائیل امین علیہ السلام ابلق (سیاہ وسفید) گھوڑے پر سوار ہوکر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہانے کہا۔گویا میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہی ہوں کہ آپ ﷺ نے جبریل امین علیہ السلام کے چہرہ سے غبار صاف کیا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہ دحیہ؟(۲) ہیں؟تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جبرئیل ہیں۔تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ کون سی شے ہے جو آپ کو بنی قریظہ کے پاس جانے سے روک رہی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے لیے ان کے قلعے میں جانا کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا: میں اپنا یہ گھوڑا ان پر داخل کروں گا۔ تب رسول اللہ ﷺ بغیر زین کے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ جب علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا۔تو عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ! آپ کے لیے مناسب نہیں کہ آپ ان میں تشریف لے جائیں، کیونکہ وہ آپ کو گالی گلوچ دے رہے ہیں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا : ہرگز نہیں۔ بلاشبہ عنقریب وہ آداب بجالائیں گے۔پس نبی کریم ﷺ ان میں تشریف لائے اور فرمایا: اے

(أ) روایت ابوالشیخ کی متداول کتب میں نہیں ملی۔

(ب) الحاکم، المستدرک، کتاب المغازی والسرایا، رقم: ۴۳۳۲۔ (۱) التوبۃ:(۱۰۲)

(۲) دحیہ : دحیہ بن خلیفہ بن فروۃ بن فضالہ،صحابی، کانام زیدمناۃ تھا۔قدیم اسلام اور لوگوں میں سب سے زیادہ وجیہہ تھے۔جبریل علیہ السلام ان کی صورت میں آپ ﷺ کے پاس آتے تھے۔غزوۂ یرموک میں شرکت کے بعد دمشق میں سکونت اختیارکی اور خلافت معاویہؓ میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابونعیم،معرفۃالصحابۃ، ج ۲، ص ۱۰۱۲ : البغوی، معجم الصحابۃ ، ج ۲ ،ص ۲۹۲۔

خنزیروں اور بندروں کے بھائی! تو انہوں نے عرض کی: ابوالقاسم ! کیا آپ اتنے فحش الفاظ کہہ رہے ہیں؟ پھر انہوں نے کہا: ہم محمد ﷺ کے حکم پر نیچے نہیں اتریں گے بلکہ ہم تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر نیچے آئیں گے چنانچہ وہ نیچے اترے سعد رضی اللہ عنہ نے ان کا فیصلہ فرمایا کہ ان کے جنگجو قتل کر دیئے جائیں اور ان کی اولاد کو قیدی بنا لیا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسی سبب سے فرشتے نے مجھ پر جادو کر دیا ہے پس ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُواْ لاَ تَخُونُواْ اللّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُواْ أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ اور خاص طور پر یہ آیت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے بنی قریظہ کی طرف یہ اشارہ کیا تھا جب انہوں نے یہ کہا کہ ہم سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر نیچے اتریں گے کہ تم اس طرح نہ کرو، کیونکہ نتیجۃً تم ذبح اور قتل ہو جاؤ گے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا تھا۔

(أ) ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے خیانت نہ کرو اس کے فرائض ترک کرتے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے خیانت نہ کرو ان کی سنت چھوڑ کر اور معصیت کا ارتکاب کرتے ہوئے اور اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو یعنی انہیں نقصان نہ پہنچاؤ۔ امانت سے مراد ہر وہ شے ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے بندوں کو امین بنایا ہے۔

(ب) ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ مغیرہ(۱) بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یہ آیت عثمان(۲) رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۵۹۳۲ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم، ۸۹۷۴ ، ۸۹۷۸ ، ۸۹۸۰۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم :۱۵۹۲۵۔

(۱) مغیرہ بن شعبہ:(۲۰ق ھ۔۵۰ھ/ ۶۰۳۔۶۷۰م) مغیرہ بن شعبہ بن ابی عامر بن مسعود ثقفی، اُبوعیسیٰ یا ابوعبداللہ، مشہور صحابی ہیں۔ غزوۂ خندق کے سال ایمان لائے۔ حدیبیہ اور اس کے بعد تمام مواقع میں مسلمانوں کے ساتھ شریک رہے۔ اس کے علاوہ یمامہ، فتوحات الشام، قادسیہ، نہاوند اور ہمدان وغیرہ کے لڑائیوں میں شرکت فرمائی۔ علیؓ کے شہادت کے بعد امیر معاویہؓ کی طرف سے کوفہ کے والی بنائے گئے۔ جہاں ۵۰ھ (۶۷۰م) میں فوت ہوئے۔ ان سے ۱۳۶ اُحادیث مروی ہیں۔ ملاحظہ کریں: ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۵۸، رقم:۳۱ ؛ البغوی، معجم الصحابہ ، ج ۵، ص ۳۹۸ ؛ ابونعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۵، ص ۲۵۸۲ ؛ ابن الأثیر، اُسد الغابۃ، ج ۴، ص ۳۳۶، رقم: ۵۰۷۳ ؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب ، ج ۶، ص ۳۷۹، رقم: ۸۰۶۷۔

(۲) عثمان بن عفان (۴۷ق ھ۔۳۵ھ/ ۵۷۷۔۶۵۶م) عثمان بن عفان بن ابی العاص بن اُمیہ قریشی، اُمیرالمؤمنین، ذوالنورین، ذوالھجرتین مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ تھے۔ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ انہوں نے ظہور اسلام کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا۔ بہت شریف اور غنی تھے۔ قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کروانے والے تھے۔ عمر فاروقؓ کی وفات کے بعد ۲۳ھ کو خلیفہ بنے۔ ان سے ۱۴۶ اُحادیث مروی ہیں۔ دیکھیں: ابن الأثیر، اُسد الغابۃ، ج ۳، ص ۳۱۷، رقم:۳۵۹۰ ؛ ابن حجر، الاصابۃ ، ج ۲، ص ۱۲۳۸، رقم:۵۴۵۰ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۳، ص ۱۵۵، رقم:۱۷۹۷ ؛ ابونعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۴، ص ۱۹۵۲۔

(أ) ابوالشیخ نے یزید بن ابی حبیب سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لاَتَخُونُواْ اللّهَ وَالرَّسُولَ سے مراد میدان جنگ سے ہتھیار کے ساتھ غائب ہو جانا ہے۔

(ب) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے ہر کوئی ایک فتنہ میں مبتلا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے :أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلاَدُكُمْ فِتْنَةٌ پس تم میں سے جو بھی پناہ طلب کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے فتنوں کی تکلیف اور تنگی سے پناہ مانگے۔

(ج) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے اس آیت کے بارے میں کہا: مراد وہ فتنہ ہے جس نے انہیں آزمائش اور امتحان میں ڈال دیا۔ پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھا: وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً (۱) ”اور ہم خوب آزماتے ہیں تمہیں برے اور اچھے حالات سے دوچار کرکے“۔

يِا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إَن تَتَّقُواْ اللّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَاناً وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (29)

ترجمہ: ”مومنو، اگر تم خدا سے ڈروگے تو وہ تمہارے لیے امرفارق پیدا کردے گا (یعنی تم کو ممتاز کردے گا) اور تمہارے گناہ مٹادے گا اور تمہیں بخش دے گا اور خدا بڑے فضل والا ہے“۔

(د) ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: فُرْقَاناً سے مراد نجات ہے۔

(ھ) ابن جریر نے عکرمہ سے بھی یہی معنی بیان کیا ہے۔

(و) ابن ابی حاتم اورابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا فُرْقَاناً سے مراد مدد ونصرت ہے ۔

(ز) ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَاناً کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مجاہد فرماتے ہیں: اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہارے لیے دنیا اور آخرت میں نکلنے کی راہ پیدا کردے گا۔

(أ) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۵۹۳۴ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۸۹۸۴۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۵۹۳۵ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۸۹۸۵۔

(د) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۵۹۵۲ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۸۹۸۹۔

(ھ) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۵۹۴۹۔ (و) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۸۹۸۸۔

(ز) روایت ابن ابی شیبہ، عبدبن حمید، ابن منذر اور ابوالشیخ کی متداول کتب میں نہیں ملی۔ دیکھیں تفسیر مجاہد، سورۃ الانفال، رقم: ۵۱۳۔

(۱) الانبیاء: (۳۵)

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ (30)

ترجمہ: ''اور (اے محمد ﷺ اس وقت کو یاد کرو) جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا جان سے مار ڈالیں یا (وطن سے) نکال دیں۔ تو (ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے۔ اور (ادھر) خدا تدبیر چلا رہا تھا۔ اور خدا سب سے بہتر تدبیر چلنے والا ہے''۔

(أ) عبد الرزاق، احمد، عبد بن حمید، ابن منذر، طبرانی، ابو الشیخ، ابن مردویہ، ابو نعیم نے دلائل میں اور خطیب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک رات مکہ مکرمہ میں قریش نے مجلس مشاورت قائم کی۔ ان میں سے بعض نے کہا: جب صبح ہو جائے تو تم اسے بیڑیوں کے ساتھ قید کرلو۔ اس سے وہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کا ارادہ کررہے تھے۔ بعض نے یہ رائے دی: نہیں بلکہ تم انہیں قتل کردو اور بعض نے یہ کہا: نہیں بلکہ تم انہیں جلا وطن کر دو۔ تو اللہ تعالی نے ان کی اس مشاورت پر اپنے نبی کریم ﷺ کو مطلع کردیا، پس علی رضی اللہ عنہ رات بھر نبی کریم ﷺ کے بستر پر آرام فرما رہے اور نبی کریم ﷺ وہاں سے نکل گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ غار (غار ثور) میں جا پہنچے۔ مشرکین اس خیال سے کہ نبی کریم ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں آرام فرما ہیں، رات بھر علی رضی اللہ عنہ کی نگرانی کرتے رہے، پس جونہی انہوں نے صبح کی تو وہ آپ کی طرف جھپٹے اور جب انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو اس طرح اللہ تعالی نے ان کی خفیہ تدبیر کو رد کر دیا۔ انہوں نے پوچھا: تمہارے یہ صاحب کہاں ہیں ؟ آپ نے فرمایا: میں نہیں جانتا۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ کے نشانات قدم پر آپ کا پیچھا کیا۔ لیکن جب وہ پہاڑ تک پہنچے تو ان پر وہ نشانات مختلط ہو گئے اور وہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور انہوں نے غار کے دروازے پر مکڑی کا بنا ہوا جال دیکھا تو کہنے لگے۔ اگر آپ اس میں داخل ہوتے تو اس کے دروازے پر مکڑی کا یہ جالا نہ ہوتا۔ پس آپ ﷺ اس میں تین راتوں تک قیام فرما رہے۔

(أ) عبدالرزاق، مصنف عبدالرزاق، کتاب المغازی ، باب: من ہاجرالی الحبشہ، رقم:۹۷۴۳ ؛ مسند امام أحمد، کتاب: ومن مسند بنی ھاشم، باب: مسند عبداللہ بن عباس، رقم: ۳۲۵۱ ؛ الطبرانی، معجم الکبیر، رقم: ۱۲۱۵۵ ؛ ابونعیم، دلائل النبوۃ، ص ۶۶، رقم:۴۹ ؛ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۱۹۱۔ (حکم): شیخ البانی اور مسند احمد کے محققین نے اس روایت کے اسناد کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھیں: محمد ناصرالدین الألبانی، سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، دارالمعارف ،الریاض، ط ۱، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲م، کل اجزاء: ۱۴، ج ۱۳، ص ۷۴۱ ، رقم:۶۲۳۴۔

(أ) ابن اسحاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابونعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ قریش کی ایک جماعت اور تمام قبیلوں کے سردار جمع ہوئے تا کہ وہ دارالندوہ میں داخل ہوں اور ابلیس بھی ایک انتہائی بوڑھے آدمی کی صورت ان کے پاس آپہنچا۔ جب انہوں نے اسے دیکھا تو اس نے پوچھا تو کون ہے ؟ اس نے جواب دیا۔ میں اہل نجد(۱) کا شیخ ہوں۔ میں نے اس کے بارے میں سنا جس کے لیے تم اکٹھے ہوئے ہو، تو میں نے چاہا کہ میں تم میں حاضر ہوں اور میری جانب سے کوئی رائے اور نصیحت تمہیں محروم نہیں کرے گی۔ تو انہوں نے کہا: ہاں ضرور تم اندر آجاؤ پس وہ بھی ان کے ساتھ داخل ہوگیا اور اس نے کہا: تم اس آدمی کے حالات کے بارے میں غور وفکر کرو۔ خدا کی قسم ! قریب ہے کہ وہ اپنے حکم سے تمہارے معاملات میں دخل اندازی کرے گا۔ تو پھر کسی کہنے والے نے کہا: تم اسے بیڑیوں میں قید کرلو اور پھر اس کی موت کا انتظار کرو۔ یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جائے جیسا کہ اس سے پہلے شعراء ہلاک ہو گئے، یعنی زہیر(۲) اور نابغہ(۳) وغیرہ۔ کیونکہ یہ بھی انہیں میں سے کسی کی طرح ہے ۔ تو دشمن خدا شیخ نجدی نے کہا : خدا کی قسم! تمہاری رائے کوئی مضبوط تمہارے شہروں سے نکال دیں۔ لہٰذا تم کسی دوسری رائے میں غور وفکر کرو۔ تو پھر ایک اور نے کہا: تم اسے اپنے درمیان سے نکال کر جلاوطن کردو، تو تم اس سے راحت اور سکون پا جاؤ گے، کیونکہ جب وہ نکل جائیں گے تو پھر

(أ) ابن اسحاق کی روایت: سیرت ابن ہشام، ہجرت رسول ﷺ، اجتماع الملأ من قریش، ج ۱، ص ۴۸۰ میں ملی؛ تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۵۹۶۵ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۸۹۹۴ ؛ ابونعیم، دلائل النبوۃ، ص ۶۶، رقم: ۴۹ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ ، باب: مکر المشرکین برسول اللہ ﷺ وعصمۃ اللہ، ج ۲، ص ۴۶۸۔

(۱) نجد : یہ ایک نیم صحرائی لیکن شاداب خطہ ہے۔ اس میں متعدد وادیاں اور پہاڑ ہیں۔ یہ علاقہ سطح زمین سے ۱۲۰۰ میٹر بلند ہے۔ اس بلندی کی بناپر اسکو "نجد" کہتے ہیں۔ یہ جزیرہ نماعرب کا ایک ممتاز اورخاص عربی خصوصیات رکھنے والا علاقہ سمجھا جاتا ہے۔ دیکھیں: سید فضل الرحمٰن، فرہنگ سیرت، ص ۲۹۷۔

(۲) زہیر: زہیر بن ابی سلمی، ربیعہ بن ریاح مزنی، دورجاہلیت کے دانا اورحکیم شعراء میں سے تھے۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ زہیر کوشعر میں وہ مقام حاصل ہے، جوکسی اورکوحاصل نہیں۔ ان کاباپ، ماموں، دوبہنیں سلمی اورخنساء، دوبیٹے کعب اوربجیر شاعر تھے۔ دیوان زہیر اورمعلقات انکے اشعارکامجموعہ ہے۔ ان کی تاریخ وفات ۱۳ ق ھ (۶۰۹م) ہے۔ دیکھیں: الزرکلی، الأعلام، ج ۳، ص ۵۲۔

(۳) نابغہ : النابغہ الذبیانی کانام زیاد بن معاویہ بن خباب ذبیانی، غطفانی، مضری ہے۔ کنیت ابوأمامہ، زمانہ جاہلیت کے پہلے طبقہ سے تعلق رکھنے والے شاعر تھے۔ طویل عمرگزاری۔ تقریباً ۱۸ق۔ھ (۶۰۴م) میں فوت ہوئے۔ دیکھیں: الزرکلی، الأعلام، ج ۳، ص ۵۴۔

رائے نہیں ہے۔اس کے قید خانے سے خبر اس کے اصحاب تک پہنچ جائے گی اور پھر یقیناً وہ اس پر حملہ کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ انہیں تمہارے قبضے سے لے لیں گے اور پھر انہیں تم سے محفوظ کرلیں گے، پھر تم اس سے محفوظ نہیں ہوکہ وہ تمہیں تمہارے شہروں سے نکال دیں لہذا تم کسی دوسری رائے میں غوروفکر کرو۔تو پھرایک اور نے کہا:تم اسے اپنے درمیان سے نکال کرجلاوطن کردو، تو تم اس سے راحت اورسکون پاجاؤگے کیونکہ جب وہ نکل جائیں گے تو پھر جہاں بھی رہیں اور جو کریں وہ تمہارے لیے باعث ضرر نہیں ہوگا۔ جب ان کا ضرر اور اذیت تم سے دور ہوگئی تو بالیقین تم اس سے راحت پا جاؤ گے، کیونکہ جب وہ نکل جائیں گے تو ان کا عمل تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ہوگا اور ان کا ہر معاملہ دوسرے کے ساتھ ہوگا، یہ سن کر شیخ نجدی بولا: نہیں خدا کی قسم ! تمہاری یہ رائے اتنی پختہ نہیں ہے ، کیا تم اس کی گفتگو کی حلاوت، طلاقتِ لسانی اور جو اس گفتگو کو سنتے ہیں ان کے دلوں کو اپنی گرفت میں لینے سے تم واقف نہیں ہو؟خدا کی قسم! اگر تم نے ایسا کیا، پھر تو انہیں عربوں کے حوالے کر دیا گیا۔ نتیجۃً وہ ضرور بہ ضرور ان کے پاس جمع ہو جائیں گے۔ پھر وہ تمہاری جانب چل کر آئیں گے اورتمہیں اپنے شہروں سے نکال دیں گے اور تمہارے سرداروں کو قتل کر دیں گے۔ تمام نے یہ سن کر کہا: اس نے سچ کہا ہے۔ خدا کی قسم! تم اس کے علاوہ کوئی اور رائے تلاش کرو۔ تو ابوجہل نے کہا:خدا کی قسم! ایک رائے میں تمہیں دیتا ہوں اور اس سے بہتر رائے میرے خیال میں اور کوئی نہیں۔ فوراً سب نے کہا: بتاؤ وہ کیا ہے ؟ تو وہ بولا: ہر قبیلے سے ایک نوجوان جو دانا اور طاقتور ہو وہ لے لو۔ پھر ہر نوجوان کو تیز دھار تلوار دی جائے۔ پھر وہ اس کے ساتھ اس پر اس طرح یکبارگی حملہ کریں گویا کہ ایک آدمی نے ضرب لگائی ہے۔ پس جب تم اسے قتل کردو گے تو اس کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے گا۔ اور میں یہ خیال نہیں کرتا کہ بنی ہاشم کا یہ خاندان تمام قریش سے جنگ کرنے کی قدرت رکھتا ہوگا۔ لہذا جب وہ انتقام کا ارادہ کریں گے تو دیت پر راضی ہو جائیں گے۔ نتیجۃً ہم سے اس کی اذیت ختم ہو جائے گی اور ہم اس سے راحت پالیں گے۔ یہ سن کر شیخ نجدی نے کہا: خدا کی قسم! یہ رائے مضبوط اور قابل عمل ہے جو اس نوجوان نے دی ہے۔ میں بھی اس کے سوا کوئی رائے نہیں رکھتا۔ چنانچہ وہ اسی رائے پر اتفاق کرکے اس مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ادھر جبرئیل امین علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ آپ آج کی رات اپنے اس بستر پر آرام فرما نہیں ہوں گے جس پر پہلے استراحت فرما ہوتے ہیں، ساتھ ہی قوم کی خفیہ تدبیر سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا۔ لہذا وہ رات رسول اللہ ﷺ نے اپنے کاشانہ اقدس میں بسر نہیں کی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خروج کی اجازت عطا فرمائی، اور انہیں ہجرت کاحکم دیا اور ان پر جہاد فرض کردیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ-(۱) "اذن دے دیا گیا ہے (جہاد کا) ان (مظلوموں) کو جن سے جنگ کی جاتی ہے"۔ پس یہ دونوں آیتیں جنگ کے بارے میں سب سے پہلے نازل ہوئیں۔ اور آپ ﷺ کے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد یہ آیت نازل کی گئی جس میں اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی نعمت واحسان یاد دلارہا ہے: وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا الآیہ۔

---

(۱) الحج: (۳۹)

(أ) سنید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے عبید(۱) بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں باہم مشورہ کیا کہ وہ آپ کو قید کر لیں یا قتل کردیں یا آپ کو جلا وطن کر دیں۔ تو آپ ﷺ کو آپ کے چچا ابو طالب (۲) نے کہا: تم جانتے ہو کہ انہوں نے تمہارے بارے میں کیا مشورہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ مجھے قید کر لیں یا مجھے قتل کر دیں یا مجھے جلا وطن کر دیں۔ تو انہوں نے پوچھا: آپ کو اس کے بارے میں کس نے بتایا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے۔ تو انہوں نے کہا: آپ کا رب کتنا اچھا رب ہے۔ اس سے خیر کی نصیحت لیجئے۔ میں بھی اس سے نصیحت لوں گا بلکہ وہ مجھے بھی نصیحت عطا فرمائے گا۔

(ب) ابن جریر نے عبید بن عمیر کی سند سے مطلب (۳) بن ابی وداعہ سے یہ روایت کیا ہے کہ ابو طالب نے نبی کریم ﷺ سے کہا: آپ کی قوم آپ کے بارے میں کیا مشاورت کر رہی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(أ) تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم:۱۵۹۶۴؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۸۹۹۸۔

(ب) تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم: ۱۵۹۶۳۔ابن کثیرنے اپنی تفسیرمیں اس روایت میں ابوطالب کے ذکرکونہایت غریب اورمنکرکہاہے۔اس لیے کہ یہ مدنی آیت ہے اوریہ قصہ،قریش کایہ اجتماع، آپ کے بارے میں مشاورت، ہجرت کی پہلی رات سے متعلق ہے جوابوطالب کے موت کے تقریباً تین سال بعد کا واقعہ ہے۔دیکھیں:تفسیرابن کثیر،سورۃالانفال، آیۃ ۳۰، ج ۴، ص ۴۴۔

(۱) عبیدبن عمیر: واعظ،مفسر،عبیدبن عمیربن قتادہ اللیثی جندعی،مکی کے صحابیت میں اختلاف ہے۔امام بخاری ان کے رویت کے قائل ہیں جبکہ امام مسلم نے ان کا تذکرہ ان لوگوں میں کیا ہے جو عہدنبی ﷺمیں پیدا ہوئے لیکن آپ کونہیں دیکھا۔مکہ کے ائمہ اورثقات تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ابن عمرؓ سے پہلے فوت ہوئے۔ دیکھیں: العجلی، تاریخ الثقات، ص ۳۲۱، رقم:۱۰۸۴ ؛ ابن منجویہ، رجال صحیح مسلم،ج ۲،ص ۲۷، رقم:۱۰۶۲ ؛ ابوسعیدالعلائی،جامع التحصیل فی احکام المراسیل ، ص ۲۳۴، رقم: ۴۹۷۔

(۲) ابوطالب: ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم، نبی کریم ﷺکے چچا ،علیؓ،عقیلؓ اور جعفرطیارؓ کے والد تھے۔ان کانام عبدمناف تھا لیکن اپنی کنیت سے زیادہ مشہورتھے۔ دیکھیں: ابن حجر، الإصابۃ،تحقیق:علی محمدالبجاوی ، دارالجبل،بیروت، ط ۱، ۱۴۱۲ھ، کل اجزاء: ۸، ج ۷، ص ۲۳۵، رقم:۱۰۱۶۹ ؛ محمد بن حبیب البغدادی، المنمق فی اخبارقریش، محقق: خورشیداحمدفاروق، عالم کتب، بیروت، ط نامعلوم ، ، ص ۴۲۵۔

(۳) مطلب بن ابی وداعۃ: مطلب بن ابی وداعۃ الحارث بن صبیرۃ قریشی،سہمی ،فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔نبی کریم ﷺ،عباسؓ،ام المؤمنین حفصہؓ اوراپنے والد ابی وداعہ سے روایت کرتے ہیں۔ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے بیٹے جعفر، کثیر،عبدالرحمٰن اور انکے پوتے ابوسفیان بن عبدالرحمٰن شامل ہیں۔ان سے ۳ احادیث مروی ہیں۔ دیکھیں: ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۱۶۶، رقم:۱۹۸ ؛ ابن حجر،الإصابۃ،ج ۳، ص ۱۸۴۵، رقم:۸۰۳۱ ؛ ابن عبدالبر،الاستیعاب، ج ۳،ص ۴۵۹، رقم:۳۴۴۳ ؛ ابونعیم،معرفۃ الصحابۃ، ج ۵،ص ۲۵۶۰۔

وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ مجھے قید کر لیں یا قتل کر دیں یا پھر ملک بدر کردیں۔ انہوں نے پوچھا: آپ کو اس کے بارے میں کس نے بتایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے ، تو انہوں نے کہا: آپ کا رب کتنا اچھا رب ہے۔ اس سے خیر کی نصیحت لیجیے۔ مزید کہا: میں بھی اس سے نصیحت لوں گا بلکہ وہ مجھے نصیحت عطا فرمائے گا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الآیہ۔

(أ) ابن جریر اور ابوالشیخ نے ابن جریجؒ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول ذکر کیا ہے کہ یہ آیت مکی ہے۔

(ب) ابن مردویہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قول بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے ایام (دنوں) کے بارے میں پوچھا گیا اور بالخصوص ہفتے کے دن کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: یہ مکر اور دھوکہ دینے کا دن ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ وہ کیسے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اسی دن قریش نے دارالندوہ میں وہ خفیہ تدبیر کی تھی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ۔

(ج) ابن جریر ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لِيُثْبِتُوكَ کا معنی ہے کہ وہ آپ کو قید کرلیں۔

(د) عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے قتادہؒ سے اس طرح بیان کیا ہے کہ قریش نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں مشورہ کرنے کے لیے دارالندوہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے کہا: ایسا کوئی آدمی داخل نہ ہو جو تم میں سے نہ ہو۔ چنانچہ شیطان بھی اہل نجد میں سے ایک بوڑھے آدمی کی شکل میں ان کے ساتھ اندر چلا گیا۔ انہوں نے باہم مشاورت شروع کی۔ تو ان میں سے ایک نے کہا: ہم انہیں جلا وطن کردیں گے۔ تو یہ سن کر شیطان نے کہا: یہ رائے بہت کمزور اور بری ہے کیونکہ قریب ہے کہ وہ تمہارے درمیان فساد برپا کرے گا کیونکہ جب تم اسے باہر نکالو گے تو وہ لوگوں کے ذہنوں کو فاسد کر دے گا۔ پھر انہیں تمہارے خلاف بھڑکائے گا اور وہ تمہارے ساتھ جنگ لڑیں گے۔ سب نے کہا: ہاں یہ رائے بہتر نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اس پر مطلع کردیا اور آپ ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر ثور کے غار کی طرف نکلے۔ علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے بستر پر آرام فرما ہوئے۔ قریش نے اس گمان میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزار دی کہ یہ نبی کریم ﷺ ہیں۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۵۹۷۶۔

(ب) روایت ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں نہیں ملی۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۵۹۵۶ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال، رقم: ۸۹۹۵۔

(د) عبدالرزاق، مصنف عبدالرزاق، کتاب المغازی، باب من ھاجر الی الحبشہ، رقم: ۹۷۴۳۔

پھر جب صبح ہوئی تو وہ ان کی طرف جھپٹے۔تو کیا دیکھا وہ علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے آپ سے پوچھا: آپ کے صاحب کہاں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں نہیں جانتا۔ انہوں نے دور تک آپ کے نشانات قدم کی پیروی کی یہاں تک کہ وہ غار تک پہنچ گئے۔ پھر واپس لوٹ آئے۔نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین رات تک وہاں ٹھہرے رہے۔

(أ) عبد بن حمید نے معاویہ(ا)بن قرہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ قریش ایک گھر میں جمع ہوئے اور انہوں نے کہا: آج تمہارے ساتھ اندر وہی آدمی داخل ہو جو تم میں سے ہو۔ اتنے میں ابلیس آگیا۔کسی نے اس سے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں اہل نجد کا شیخ ہوں اور میں تمہارا بھانجا ہوں۔تو انہوں نے کہا: قوم کا بھانجا تو انہیں میں سے ہوتا ہے پھر مشاورت کے دوران بعض نے کہا: تم اسے قید کرلو۔ تو ابلیس نے کہا: کیا بنی ہاشم اس پر راضی ہوجائیں گے؟ پھر بعض نے کہا: تم اسے جلا وطن کردو تو پھر یہ بولا: تمہارے سوا دوسرے لوگ اسے پناہ دیں گے (اور اس کی حفاظت کریں گے) تو پھر ابوجہل نے کہا: چاہئے کہ ہر قبیلے سے ایک ایک مرد جمع ہو اور وہ اسے قتل کردیں۔ یہ سن کر ابلیس نے کہا: یہ رائے انتہائی اچھی اور بہتر ہے جو اس نوجوان نے دی ہے۔تو اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ---الآیہ۔

(ب) عبد بن حمید ، ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: کہ کفار قریش نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں آپ کے مکہ مکرمہ سے نکلنے سے قبل یہ ارادہ کیا کہ وہ آپ کو قید کر لیں یا قتل کردیں یا آپ کو جلاوطن کردیں۔

(ج) حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات کا سودا کیا اور نبی کریم ﷺ کا کپڑا اپنے اوپر لیا ۔ پھر آپ ﷺ کی جگہ سو گئے۔

(أ) عبدبن حمید کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃالانفال، رقم: ۱۵۹۷۰۔

(ج) الحاکم ، المستدرک ، کتاب الہجرۃ، باب ایضاً ، رقم: ۴۲۶۳۔

(ا) معاویہ بن قرۃ: معاویہ بن قرۃ بن ایاس بن ہلال بن رئاب المزنی، ابوایاس بصری،تابعین کے تیسرے طبقہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔جنگ جمل کے دن ۳۶ھ کو پیداہوئے۔ان کے شیوخ میں انس بن مالکؓ،حسن بن علیؓ،شہربن حوشب شامل ہیں۔ان سے ثابت البنانی،بسطام بن مسلم،ایاس بن معاویہ نے روایتیں لی ہیں۔ابن حجر نے انھیں ثقہ کہا ہے۔ابوزرعہ نے کہا کہ علیؓ سے ان کی روایت مرسل ہوتی ہے۔انھوں نے ۱۱۳ھ(۷۳۱م) کووفات پائی۔دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۳۲۸، رقم:۷۹۹۵ ؛ ابوسعیدالعلائی، جامع التحصیل فی احکام المراسیل، ص ۲۸۲، رقم: ۷۷۸۔

مشرکین یہ گمان کر رہے تھے کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ قریش آپ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ پس وہ دیر تک علی رضی اللہ عنہ کو دیکھتے رہے اور آپ کو یہی گمان کرتے رہے کہ یہ نبی کریم ﷺ ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ جب سامنے آئے تو اچانک ان کی نظر آپ پر پڑی۔ تو کہہ اٹھے بلاشبہ تو تو لئیم ہے۔ تو مائل ہو رہا ہے، تیرا صاحب تو تیری طرح نہیں ہوگا۔ ہم نے اس کے بارے میں تجھ سے پوچھا ہے۔

(أ) حاکم نے علی(۱) بن حسین سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس بارے میں کہا:

وقيت بنفسي خير من وطى الحصى ومن طاف بالبيت العتيق وبالحجر

''میں نے اپنی جان کے ساتھ اسی ہستی کو بچالیا جو روئے زمین پر سب سے بہتر اور افضل ہے اور اس سے بھی جس نے بیت عتیق (یعنی بیت اللہ شریف) اور حجر اسود کا طواف کیا''۔

رسول الإله خاف ان يمكروا به فنجاه ذوالطول الاله من المكر

''اللہ تعالیٰ کا رسول معظم اپنے ساتھ ان کے مکر کرنے سے خوف زدہ ہوا، پس آپ کو صاحب قدرت اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر فریب سے نجات دلائی''۔

وبات رسول الله في الغار امنا وفي حفظ من الله وفي ستر

''اور رسول اللہ ﷺ نے غار میں پر امن رات بسر کی درآنحالیکہ آپ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حفاظت اور پردے میں تھے''۔

وبت اراعيه وما يتهمونني وقدوطنت نفسي على القتل والاسر

''اور میں نے آپ کی حفاظت کرتے ہوئے رات گزاری اور وہ مجھے الزام نہیں دے سکتے، حالانکہ میں نے اپنے آپ کو قتل اور قید کے لیے پیش کر دیا''۔

وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُواْ قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاء لَقُلْنَا مِثْلَ هَـذَا إِنْ هَـذَا إِلاَّ أَسَاطِيرُ الأوَّلِينَ (31)

ترجمہ: ''اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں (یہ کلام) ہم نے سن لیا ہے اگر ہم چاہیں تو اسی طرح کا (کلام) ہم بھی کہدیں اور یہ ہے ہی کیا؟ صرف اگلے لوگوں کی حکایتیں ہیں''۔

(أ) الحاکم، المستدرک، کتاب الہجرۃ، رقم: ۴۲۶۴۔

(۱) علی بن حسین: (۳۸۔۹۴ھ/۶۵۸۔۷۱۲ء) علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، ہاشمی، قریشی، ابوالحسن، زین العابدین، مدینہ کے کبار تابعین میں سے ہیں۔ ابن سعد نے انھیں مأمون، ثقہ اور کثیر الحدیث کہا ہے۔ ان کے شیوخ میں ان کے والد حسین بن علیؓ، عائشہؓ، ابوہریرۃ شامل ہیں۔ ان سے ان کے بیٹے محمد، زید اور عمر، الزہری، ابوالزناد وغیرہ نے تحصیل علم کیا۔ العجلی نے کہا: مدنی ثقہ ہے۔ دیکھیں: الدارقطنی، ذکر أسماء التابعین، ج ۱، ص ۲۴۸، رقم: ۷۱۵؛ العجلی، تاریخ الثقات، ص ۳۴۴، رقم: ۱۱۸۰؛ ابن حبان، کتاب الثقات، ج ۲، ص ۳۶۰، رقم: ۱۷۷۵؛ الذہبی، الکاشف، ج ۲، ص ۲۳۶، رقم: ۳۹۵۸۔

(أ) ابن جریر اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ سعید بن جبیر نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے غزوۂ بدر کے دن عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کو قتل کرنے کے لیے بند کر دیا۔ مقداد رضی اللہ عنہ نے نضر کو گرفتار کیا تھا۔ جب آپ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو مقداد نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ وہ میرا قیدی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کتاب کے بارے میں جو کہتا ہے سو کہتا ہے۔ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل کی گئی ہے: وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُواْ قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاء لَقُلْنَا مِثْلَ هَـذَا إِنْ هَـذَا إِلاَّ أَسَاطِيرُ الأوَّلِينَ۔

(ب) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی سے اس طرح بیان کیا ہے کہ نضر بن حارث حیرہ(ا) کی جانب سفر کرتا تھا اور وہاں کے باسیوں کی مسجع کلام سنتا تھا۔ جب وہ مکہ مکرمہ آیا تو اس نے نبی کریم ﷺ کا کلام اور قرآن سنا اور یہ کہا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاء لَقُلْنَا مِثْلَ هَـذَا إِنْ هَـذَا إِلاَّ أَسَاطِيرُ الأوَّلِينَ۔

وَإِذْ قَالُواْ اللَّهُمَّ إِن كَانَ هَـذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِندِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (32) وَمَا كَانَ اللّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (33) وَمَا لَهُمْ أَلاَّ يُعَذِّبَهُمُ اللّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُواْ أَوْلِيَاءهُ إِنْ أَوْلِيَآؤُهُ إِلاَّ الْمُتَّقُونَ وَلَـكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لاَ يَعْلَمُونَ (34)

ترجمہ: "اور جب انہوں نے کہا کہ اے خدا اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے، تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور تکلیف دینے والا عذاب بھیج۔اورخدا ایسا نہ تھا کہ جب تک تم ان میں تھے، انہیں عذاب دیتا۔ اور نہ ایسا تھا کہ وہ بخشش مانگیں ، اور انہیں عذاب دے۔اور (اب) ان کے لیے کون سی وجہ ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ دے جب کہ وہ مسجد محترم (میں نماز پڑھنے) سے روکتے ہیں اور اس مسجد کے متولی بھی نہیں ہیں۔ اس کے متولی تو صرف پرہیزگار ہیں، لیکن اُن میں اکثر نہیں جانتے "۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم : ۱۵۹۷۹۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۵۹۷۸ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۰۰۲۔

(ا) حیرہ: کوفہ سے تین میل کے فاصلے پر شہر ہے۔یہ لخمی بادشاہوں کا دارالحکومت تھا جس کے آثار عراق میں کوفہ اور نجف کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ آغاز اسلام کے وقت یہاں نسطوری عیسائی آباد تھے۔نابغہ ذبیانی اور طرفہ جیسے شعراء دربار حیرہ سے وابستہ رہے۔ دیکھیں: یاقوت الحموی ،معجم البلدان ، ج ۲ ، ص ۳۲۸ ؛ احمد عادل کمال ،اطلس فتوحات اسلامیہ ، ص ۷۹۔

(أ) امام بخاری، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ابوجہل بن ہشام نے کہا: اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَاءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ تب یہ آیت نازل ہوئی: وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ۔

(ب) عبدبن حمید نے اسی آیت کے بارے میں قتادہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ یہ آیت ابوجہل بن ہشام کے بارے میں نازل ہوئی۔

(ج) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیرؒ سے نقل کیا ہے کہ آیت وَاِذْ قَالُوا اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ ۔نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی۔

(د) ابن جریر نے عطاءؒ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ نضر بن حارث کے بارے میں کتاب اللہ کی دس سے زائد آیات نازل ہوئیں۔ انہیں میں سے یہ آیات ہیں: وَاِذْ قَالُوا اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَاءِ قَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ (۱) ’’اور (مزاقاً) کہتے ہیں اے ہمارے رب جلدی دے دے ہمارے حصہ (کا عذاب) یوم حساب سے پہلے‘‘ ۔وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی کَمَا خَلَقْنٰکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ (۲) ’’بے شک آگئے ہو تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے جیسے ہم نے پیدا کیا تھا تمہیں پہلی دفعہ‘‘ ۔اور سَاَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ (۳) ترجمہ’’ مطالبہ کیا ہے ایک سائل نے ایسے عذاب کا جو ہوکر رہے گا‘‘۔

(ھ) ابن مردویہ نے بریدہ(۴) رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے غزوۂ احد کے دن عمرو بن العاص کو گھوڑے پر ٹھہرے ہوئے دیکھا اور وہ یہ کہہ رہے تھے: اے اللہ! اگر وہ سچ ہے جو محمد ﷺ کہتے ہیں تو مجھے اور میرے گھوڑے کو زمین میں دھنسا دے۔

(أ) صحیح بخاری، کتاب، تفسیرالقرآن، سورۃالانفال، رقم: ۴۳۷۱، ۴۳۷۲ ؛ تفسیرابن ابی حاتم،سورۃالانفال،رقم:۹۰۰۷ ؛ البیہقی،دلائل النبوۃ، باب:استفتاح یوم بدرابوجہل بن ہشام، ج ۳، ص ۷۵۔

(ب) روایت عبدبن حمید کی متداول کتابوں میں نہیں ملی ۔

(ج) تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم:۱۵۹۸۱ ؛تفسیرابن ابی حاتم،سورۃالانفال، رقم:۹۰۰۸۔

(د) تفسیرالطبری، سورۃالانفال ، رقم:۱۵۹۸۵۔

(ھ) ابن مردویہ کی روایت-جیسا کہ تفسیرابن کثیر،سورۃالانفال،آیۃ ۳۱،ج ۴، ص ۴۸۔

(۱) ص :(۱۶) (۲) الانعام :(۹۴) (۳) المعارج :(۱)

(۴) بریدہ بن حصیب بن عبداللہ بن حارث، ابوعبداللہ صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں۔انھوں نے ۶ھ یااس سے کچھ پہلے ہجرت کاشرف حاصل کیا۔تقریباً سولہ(۱۶)غزوات میں شریک ہوئے ۔یزید کی عہدحکومت میں وفات پائی۔ان کی مرویات کی تعداد ۱۶۴ تک پہنچتی ہے۔ملاحظہ کریں: ابن الأثیر،اسدالغابۃ،ج ۱، ص ۲۳۳، رقم: ۳۹۸ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۱، ص ۱۶۵، رقم: ۶۲۳ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب،ج ۱، ص ۲۶۳، رقم: ۲۱۹۔

(أ) ابن جریر،ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: مشرکین بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے اور یہ کہتے تھے: ''لبيك لا شـــريك لك لبيك'' اور نبی کریم ﷺ فرماتے تھے ہاں، ہاں تحقیق اسی طرح ہے ۔ اور وہ کہتے تھے "لاشـــريك لك الا شريك هو لك تملكه وما ملك ۔ اور کہتے تھے: غفرانك غفرانك۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ ۔۔الایۃ۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے لیے دو امانتیں ہیں۔ ایک نبی کریم ﷺ اور دوسری استغفار۔ پس نبی کریم ﷺ تو چلے گئے اور استغفار باقی رہا اور آپ نے فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ میں عذاب سے مراد عذاب دینا ہے۔

(ب) ابن جریر نے یزید(۱) بن رومان اور محمد بن قیسؒ دونوں سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قریش میں سے بعض نے بعض کو کہا: کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان سے محمد (ﷺ) کو عزت وتکریم سے نوازا ہے۔ لہٰذا یہ دعا مانگی: اَللّٰهُمَّ إِن كَانَ هَـٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِندِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ ۔۔۔۔ الآیۃ جب شام ہوئی تو اپنے کہنے پر انہیں خوب ندامت ہوئی چنانچہ یہ دعا مانگی: غفرانك اللهم ''اے اللہ! تو مغفرت فرمادے''۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت لَا يَعْلَمُونَ تک نازل فرمائی وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ۔

(أ) تفسیر الطبری،سورۃ الانفال،رقم: ۱۶۰۰۰ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم،سورۃ الانفال،رقم: ۹۰۱۷ ؛ البیہقی،سنن الکبریٰ،کتاب الحج، باب:کان المشرکون یقولون فی التلبیۃ،رقم:۸۸۱۹۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ذکر ہے سوائے ان کے اس قول کے:غفرانک آخر تک: صحیح مسلم،کتاب الحج،باب: التلبیۃ وصفتھا ووقتھا، رقم: ۱۱۸۵۔

(ب) تفسیر الطبری،سورۃ الانفال، رقم: ۱۶۰۰۱۔

(۱) یزید بن رومان: یزید بن رومان اُسدی، ابوروح،مدنی،ثقہ،آل زبیر بن عوام کے غلام اورمغازی کے بڑے عالم تھے۔انھوں نے عبیداللہ، سالم بن عبداللہ بن عمرؓ،عروہ بن زبیر،زہری سے علم حاصل کیا۔ان کے شاگردوں میں ہشام بن عروہ ، ابن اسحاق،مالک،جریر بن حازم وغیرہ شامل ہیں۔وہ ثقہ، حجۃ عالم الحدیث اورکثیر الحدیث تھے۔ ۱۳۰ھ (۷۴۷م) میں فوت ہوئے۔دیکھیں: ابن منجویہ، رجال صحیح مسلم،ج ۲، ص ۳۵۷، رقم: ۱۸۷۰ ؛ ابن حبان،کتاب الثقات، ج ۳، ص ۱۴۰،رقم:۴۵۶۰ ؛ ابن سعد،الطبقات الکبریٰ، ج ۵، ص ۴۱۲، رقم:۱۲۰۷ ؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۷،ص ۱۴۸، رقم:۹۰۱۶۔

(أ) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن أبزی(۱) نے کہا: رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں تھے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت فرما ہوئے۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی: وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ اور جب انہوں نے خروج کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمْ ۔۔۔الآیۃ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے بارے میں اطلاع دی، پس یہی وہ عذاب تھا جس کا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا۔

(ب) عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ کی تفسیر میں عطیہؒ نے فرمایا: ''اس میں ھم ضمیر سے مراد مشرکین ہیں۔یعنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کو عذاب دے حالانکہ آپ ان میں تشریف فرما ہیں''۔یہاں تک کہ وہ آپ کو ان سے نکال لے۔ اوروَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس میں ھم ضمیر سے مراد مومنین ہیں۔یعنی نہیں ہے اللہ تعالیٰ مومنین کو عذاب دینے والا حالانکہ وہ مغفرت طلب کررہے ہوں۔پھر مشرکین کی طرف دوبارہ لوٹتے ہوئے فرمایا:وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ''یعنی اب کیا وجہ ہے مشرکین کے لیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے حالانکہ وہ (مسلمانوں کو) مسجد حرام سے روکتے ہیں''۔

(ج) ابن ابی حاتم نے ذکرکیاہے کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ کی تفسیر میں سدیؒ کہتے ہیں کہ اگر وہ استغفار کرلیں اور گناہوں کا اقرار کرلیں تو وہ بالیقین مؤمن ہیں۔ اور وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: کیا وجہ ہے کہ میں انہیں عذاب نہ دوں حالانکہ وہ استغفار نہیں کرتے۔

(أ) تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم:۱۵۹۹۰ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم:۹۰۲۷۔

(ب) تفسیرالطبری میں نہیں ملی،تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۹۰۲۲، میں مختصراًروایت ذکرہے۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۹۰۲۳، ۹۰۲۸۔

(۱) ابن ابزی: عبدالرحمٰن بن ابزی خزاعی، نافع بن عبدالحارث کے غلام تھے۔ان کے شرف صحابیت میں اختلاف ہے۔ابن ابی داؤد نے کہاکہ وہ تابعی ہے جبکہ ابوحاتم نے کہاکہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز بھی پڑھی ہے۔امام بخاریؒ بھی ان کے صحابیت کے قائل تھے۔کتاب اللہ کے قاری اور علم الفرائض کے بہت بڑے عالم تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۱۴۷، رقم:۱۶۲ ؛ ابن الاثیر، اسدالغابۃ، ج ۳، ص ۱۹۴، رقم:۳۲۶۷ ؛ ابن حجر،الاصابہ، ج ۲، ص ۱۱۴۸، رقم:۵۰۷۶ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۲، ص ۳۶۶، رقم:۱۳۹۶۔

(أ) عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے مجاہدؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: وَأَنتَ فِيهِم کا معنی ہے اور آپ ان کے درمیان ہیں۔ اور آپ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ کی تفسیر میں آپ کہتے ہیں۔نہیں ہے اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دینے والا، حالانکہ ان میں سے ایک آدمی ہمیشہ اسلام میں داخل ہوتا رہتا ہے۔

(ب) عبد بن حمید اور ابن جریر نے عکرمہؒ سے وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ وہ اسلام میں داخل ہورہے ہیں۔

(ج) ابن ابی حاتم نے عطاء بن دینارؒ(ا) سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سعید بن جبیرؒ سے استغفار کے بارے میں پوچھا گیا۔تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے : وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ تو آپ فرماتے ہیں وہ غفران (بخشش) کی شرط پر عمل کرتے ہیں اور میں جانتا ہوں عنقریب ایسے لوگ جہنم میں داخل کیے جائیں گے جو اپنی زبانوں سے استغفار کرتے ہیں اور اسلام اور دیگر تمام دینوں کا دعویٰ اور اقرار کرتے ہیں۔

(د) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے عکرمہؒ اور حسنؒ دونوں سے یہ قول بیان کی ہے۔ کہ آیت وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ کے لیے اس کے بعد آنے والی آیت :وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ ناسخ ہے، لہٰذا انہیں مکہ میں قتل کیا گیا اور انہیں بھوک اور تنگی میں مبتلا کر دیا گیا۔

(ھ) ابوالشیخ نے سدیؒ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

(أ) تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم : ۱۶۰۱۱۔

(ب) تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم : ۱۶۰۰۸۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال ، رقم: ۹۰۲۴۔

(د) تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم: ۱۶۰۱۷ ؛ تفسیرابن ابی حاتم،سورۃالانفال، رقم: ۹۰۳۰۔

(ھ) روایت ابوالشیخ کی متداول کتب میں نہیں ملی۔

(ا) عطاء بن دینار : عطاء بن دینارہذلی، رجال حدیث میں سے تھے۔ان کی تفسیرجس کی روایات وہ سعیدبن جبیرسے روایت کرتے ہیں لیکن انہیں سعیدبن جبیرسے سماع کاموقع نہیں ملا۔بقول ابوحاتم کے عبدالملک بن مروان نے سعیدبن جبیرکوتفسیر لکھنے کا کہا تھاانھوں نے تفسیرلکھی اوروہی تفسیردیوان مین عطاء کے ہاتھ لگ گئی۔ابن حجر نے انھیں صدوق کہا ہے۔ انھوں نے ۱۲۶ھ (۷۴۴م)کووفات پائی۔دیکھیں: ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۶، ص ۳۲۹، رقم: ۱۱۰۹۵ ؛ ابن حجر،تقریب التھذیب،ج ۲، ص ۲۵، رقم: ۵۱۶۲ ؛ ابن شاھین، تاریخ الثقات، ص ۲۴۷، رقم: ۹۶۹ ؛ ابن حجر،تہذیب التھذیب، ج ۴، ص ۴۸۷، رقم: ۵۳۹۰۔

(أ) عبد بن حمید اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ ابومالک نے کہا لِیُعَذِّبَهُمْ میں ھُم ضمیر سے مراد اہل مکہ ہیں اور وَمَا کَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دینے والا حالانکہ ان میں ایسے مومنین ہیں جو مغفرت طلب کرتے ہیں۔

(ب) بیہقیؒ نے شعب الایمان میں قتادہؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بے شک قرآن کریم تمہاری بیماری اور تمہارے علاج پر رہنمائی کرتا ہے۔ پس تمہاری بیماریاں تمہارے گناہ ہیں اور تمہارے علاج اور دوا استغفار ہے۔

(ج) ابن ابی الدنیا(۱) اور بیہقی نے کعب(۲) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بے شک بندہ گناہ صغیرہ کا ارتکاب کرتا ہے اور اسے حقیر گمان کرتا ہے، اس پر نادم نہیں ہوتا اور نہ اس سے استغفار کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ بہت بڑے ٹیلے کی مثل ہو جاتا ہے۔ اور وہ ایک گناہ (کبیرہ) کا ارتکاب کرتا ہے اور اس پر نادم ہو جاتا ہے اور اس سے استغفار کرتا رہتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھوٹا ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیتے ہیں (یعنی اسے بالکل مٹا دیتے ہیں)۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۵۹۹۲۔

(ب) البیہقی، شعب الایمان، باب: معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، رقم: ۶۷۴۵۔

(ج) ابن ابی الدنیا، التوبۃ، تحقیق: مجدی السید ابراہیم، مکتبۃ القرآن، ۱۹۹۱م، ص ۲۰۷ ؛ البیہقی، شعب الایمان ، معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، رقم: ۶۷۵۰۔

(۱) ابن ابی الدنیا: (۲۰۸۔۲۸۱ھ/۸۲۳۔۸۹۴م) عبداللہ بن محمد بن عبیداللہ بن سفیان بن قیس، اُموی، ابوبکر بن الدنیا، بغدادی، حافظ، محدث بہت سے مشہور اور مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔ جن کی تعداد ۱۶۴ تک پہنچ چکی ہے۔ جن میں العظمۃ، الصمت، الیقین، ذم الدنیا، الشکر، الفرج بعدہ الشدۃ وغیرہ شامل ہیں۔ امام ذہبی نے انھیں صدوق کثیر العلم کہا ہے۔ ان کی جائے پیدائش اور وفات بغداد ہے۔ دیکھیں: ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۵، ص ۱۹۹، رقم: ۷۵۱ ؛ ابن حجر، تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۴۲۰، رقم: ۳۹۷۷ ؛ الذہبی، العبر ، ج ۱، ص ۲۵۲ ؛ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۳۹۷، رقم: ۱۹۲۔

(۲) کعب الأحبار: کعب بن ماتع بن ذی ہجن، ابواسحاق مشہور تابعی ہیں۔ قبول اسلام سے پہلے یہود کے جید علماء میں سے تھے۔ قبول اسلام کے زمانہ میں اختلاف ہے۔ صاحب اصابہ کے نزدیک ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں جبکہ ابن سعد کے نزدیک عمر فاروقؓ کے زمانہ میں انہوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کی علمی جلالت میں کوئی شک نہیں لیکن یہودی مذہب کے عالم ہونے کی وجہ سے بعض بے سروپا اسرائیلی روایات اسلامی لٹریچر میں بھی سرایت کرگئیں۔ اسی بنا پر بعض ائمہ کعبؒ کی روایات ساقط الإعتبار سمجھتے ہیں۔ انہوں نے شام میں ۳۲ھ (۶۵۲م) کو وفات پائی۔ دیکھیں: ابن حبان، الثقات، ج ۲، ص ۴۵۶، رقم: ۳۵۰۲ ؛ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ج ۳، ص ۴۸۹، رقم: ۱۱۱ ؛ ابن العماد، شذرات الذہب، ج ۱، ص ۶۹؛ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۴۲، رقم: ۳۳۔

(أ) ترمذی نے ابوموسیٰ(۱) اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے امت کے لیے مجھ پر دو امانیں نازل فرمائیں اور وہ یہ ہیں: وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ اور جب میں چلاجاؤں گا تو میں ان میں قیامت کے دن تک کے لیے استغفار چھوڑ جاؤں گا۔

(ب) ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: تم میں دو امانیں تھیں۔ ان میں سے ایک گزرگئی اور دوسری باقی ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس امت میں دوامانیں رکھی ہیں۔ جب تک وہ ان کے درمیان رہیں گی وہ عذاب کی کڑک سے محفوظ رہیں گے۔ پس ایک امان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے قبضہ میں لے لیا ہے اور ایک امان تم میں باقی ہے اور وہ یہ ارشاد ہے وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ ---- الآیہ۔

(د) ابن جریر، ابوالشیخ، طبرانی ، ابن مردویہ، حاکم اور ابن عسا کر نے بیان کیا ہے کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک تم میں دو امانیں تھیں۔ ان میں سے ایک گزرچکی ہے اور دوسری باقی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ پس رسول اللہ ﷺ وصال فرماچکے ہیں اور

(أ) ترمذی، سنن ترمذی ،کتاب تفسیرالقرآن، باب:من سورۃالأنفال، رقم: ۳۰۹۳۔(حکم): ضعیف: (سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ، ج ۴، ص ۱۸۶، رقم : ۱۶۹۰۔

(ب) حاکم، مستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر والتہلیل والتسبیح، رقم: ۱۹۸۸ ؛ البیہقی، شعب الایمان، فصل فی إدامۃ ذکراللہ عزوجل، رقم: ۶۴۵۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۹۰۲۵۔

(د) تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم: ۱۶۰۰۳ ؛ الطبرانی، المعجم الأوسط، رقم: ۳۲۴۶ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر، رقم: ۱۹۸۹ ؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۴۔

(۱) ابوموسیٰ اَشعری: (۲۱ ق ھ۔۴۴ھ/۶۰۲۔۶۶۵م) عبداللہ بن قیس بن حضار، کنیت ابوموسیٰ اَشعری، جلیل القدرصحابی ہیں۔انھوں نے ہجرت سے پہلے مکہ میں اسلام قبول کیا۔دو دفعہ ہجرت فرمائی۔عمرفاروقؓ کے زمانے میں کوفہ اوربصرہ کے والی رہے۔جنگ صفین میں علیؓ کی طرف سے حکم بنائے گئے تھے۔آپ سے مروی روایات کی تعداد ۳۶۰ ہے۔تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں: ابن قانع، معجم الصحابۃ، ج ۹، ص ۳۳۰۳ ؛ ابن الاثیر، اسدالغابۃ، ج ۳، ص ۱۵۳، رقم: ۳۱۳۸ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۲، ص ۱۱۱، رقم: ۴۹۰۰۔

استغفار یوم قیامت تک باقی رہے گا۔

(أ) امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اس امت میں دو امانیں ہیں ۔ ایک رسول اللہ ﷺ اور دوسری استغفار۔ پس ایک امان گزر چکی ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ وصال فرما چکے ہیں اور ایک امان یعنی استغفار باقی ہے۔

(ب) امام احمد نے فضالہ[1] بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بندہ اللہ تعالٰی سے جو استغفار کرتا ہے اس کے سبب اس کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔

(ج) امام احمدؒ اور امام بیہقیؒ نے الاسماء والصفات میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک شیطان نے کہا: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم ! میں تیرے بندوں کو بہکاتا رہوں گا جب تک ان کی ارواح ان کے جسموں میں باقی رہیں۔ تو رب کریم نے جواب دیا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ! میں ان کی مغفرت فرماتا رہوں گا جس کی وہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہے۔

(د) ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے کثرت سے استغفار کیا، اللہ تعالٰی اس کے لیے ہر غم اور پریشانی سے نجات، ہر تنگی اور کلفت سے نکلنے کی راہ پیدا فرما دے گا اور اسے وہاں سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے گمان تک نہ ہوگا۔

(أ) البیہقی، شعب الایمان، باب: حب النبی ﷺ، فصل فی براءۃ مینا ﷺ، رقم: ۱۴۱۱۔

(ب) مسند احمد، کتاب: تتمۃ مسند الأنصار، باب: مسند فضالۃ بن عبید الأنصاری ، رقم: ۲۳۹۵۳۔ (حکم): مسند احمد کے محققین نے اس حدیث کوحسن اوراس کے اسنادکوضعیف کہاہے، راشدین کی ضعف کی وجہ سے اوروہ ابن سعد ہے۔فضالہ بن عبیدسے روایت کرنے والے میں ابہام ہے۔

(ج) مسند احمد، کتاب: مسند المکثرین من الصحابۃ، باب: مسند ابی سعید الخدری، رقم: ۱۱۲۳۷ ؛ البیہقی، الاسماء والصفات، باب: ماجاء فی اثبات صفۃ العلم، رقم: ۲۶۵۔ (حکم): مسند احمد کے محققین نے اس روایت کو حسن لغیرہ کہا ہے۔

(د) ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب: فی الاستغفار، رقم: ۱۵۱۸ ؛ النسائی، سنن الکبریٰ، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، باب: ثواب ذلک، رقم: ۱۰۲۹۰ ؛ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب الاستغفار، رقم: ۳۸۱۹۔ (حکم): ضعیف: (محمد ناصرالدین البانی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، ج ۲، ص ۱۴۲، رقم: ۷۰۵۔

(۱) فضالہ بن عبید: صحابی رسول ﷺ فضالہ بن عبید بن ناقد بن قیس انصاری اوسی ابومحمد نے پہلے پہل غزوۂ اُحد میں شرکت فرمائی۔اس کے بعد تمام مشاہد اور غزوات میں شریک رہے۔پھر مدینہ سے شام منتقل ہوئے اور دمشق میں سکونت اختیار کی جہاں معاویہ بن ابی سفیان کے قاضی رہے۔صحیح قول کے مطابق ۵۳ھ میں وہیں فوت ہوئے۔ ان سے ۵۰ اَحادیث مروی ہیں۔ دیکھیں: ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۸۰، رقم: ۶۲ ؛ ابن الاثیر، اُسد الغابۃ، ج ۴، ص ۲۴، رقم: ۴۲۲۳ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۲۷، رقم: ۲۱۰۴۔

(أ)حکیم ترمذی نے نوادرالاصول، نسائی اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن بسر(۱) رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس انسان کے لیے مبارک اور سعادت مندی ہے جو اپنے نامہ اعمال میں کثرت سے استغفار پائے گا۔

(ب) حکیم ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم کثرت سے استغفار کرنے کی طاقت رکھتے ہو تو کرو کیونکہ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نجات دلانے والی اور اس سے زیادہ پسندیدہ اور کوئی شے نہیں۔

(ج) امام احمد نے الزہد میں مغیث(۲) بن اسماء رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تم سے پہلی امتوں میں آدمی تھا جو گناہ کے اعمال کرتا تھا۔ پس اسی اثناء میں کہ وہ خوشحال اور آسان دن گزار رہا تھا کہ اچانک وہ اپنے ماضی کے اعمال میں غوروفکر کرنے لگا تو سوچ کر اس نے رب کریم کی بارگاہ میں یہ التجا کی " اللهم غفرانك " اے اللہ! تیری بخشش وسیع ہے، معاف فرمادے اسی حال میں اس پر موت واقع ہوگئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

(أ) حکیم ترمذی،نوادرالاصول، ج ۲، ص ۷۵۔**(حکم)**: شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے:(محمد ناصرالدین البانی، صحیح سنن ابن ماجہ، المکتب الاسلامی،بیروت، ۱۴۰۹ھ۔۱۹۸۹م، کل اجزاء : ۲، ج ۲، ص ۳۲۱ ،رقم:۳۰۷۸۔

(ب) حکیم ترمذی، نوادرالاصول، فی حقیقۃ الاستغفار، ج ۲، ص ۱۲۴ ؛ مصدالتخریج نوادرالاصول میں یہ روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی بجائے ابودرداءؓ سے مروی ہے۔**(حکم)** : شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے: (محمد ناصرالدین البانی ،ضعیف الجامع الصغیروزیادتہ، المکتب الاسلامی، بیروت، ط ۳، ۱۴۱۰ھ۔۱۹۹۰م ، ص ۱۰۴ ، رقم: ۱۲۹۰۔

(ج) مغیث بن اسماء کے نام سے کوئی راوی نہیں ملا۔یہ اصل میں مغیث بن سُمَی ہے۔کتاب الزہد میں روایت نہیں ملی۔

(۱) عبداللہ بن بسر:عبداللہ بن بسر مازنی حمصی،صحابی رسول ﷺ کی کنیت ابوصفوان یا ابوبسر ہے۔انھوں نے اہل شام کے صحابہ کرام میں سے سب سے آخر میں وفات پائی۔انھیں دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھنے کا شرف حاصل تھا۔تقریباً سوسال کی عمر میں ۸۸ھ (۷۰۷م) کو وفات پائی۔ ان کی مرویات کی تعداد ۵۰ ہے۔ دیکھیں: ابن الاثیر، اسدالغابہ، ج ۳،ص ۱۲، رقم: ۲۸۴۰ ؛ ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۸۱، رقم:۶۳ ؛ ابن حجر،الاصابۃ، ج ۲، ص ۱۰۳۱، رقم:۴۵۶۶ ؛ ابن عبدالبر،الاستیعاب، ج ۳، ص ۱۰، رقم:۱۴۹۰۔

(۲) مغیث بن سُمَی:مغیث بن سمی اوزاعی،ابوایوب شامی نے عبداللہ بن عمرؓ اورکعب الاحبار سے سماع کیا۔ان کے شاگردوں میں زید بن واقد، تھیک اورحضرمی بن لاحق شامل ہیں۔ایک روایت میں آتا ہے کہ انھوں نے تقریباً ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے ملاقات کی۔ابن حجر نے انھیں ثقہ لکھا ہے۔دیکھیں: ابن حجر،تہذیب التھذیب،ج ۶، ص ۲۷۳، رقم:۸۰۵۴ ؛ ابن حبان،مشاھیر علماء الامصار، ص ۱۱۴، رقم:۸۶۹ ؛ البخاری،التاریخ الکبیر،ج ۸، ص ۲۴، رقم:۲۰۲۰۔

(أ) ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے الزہد میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ خوش نصیب ہے وہ انسان جو اپنے نامہ اعمال میں استغفار کے جھنڈے پائے گا۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے ابوسعید خدری اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا: جس کسی نے اس طرح پانچ بار استغفار کیا " أستغفر الله العظيم الذى لا اله الا هو الحى القيوم وأتوب إليه " تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرماوے گا اگرچہ اس پر سمندر کی جھاگ کے برابر گناہ ہوں۔

(ج) ابوداؤد، ترمذی نے شمائل میں اور نسائی نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گرہن لگا۔ تو آپ ﷺ نے نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ نے اتنا طویل قیام کیا کہ گویا آپ رکوع نہیں کریں گے، پھر اسی طرح ایک طویل رکوع کیا، پھر اسی طرح طویل سجدہ کیا، گویا آپ اس سے سراقدس نہیں اٹھائیں گے۔ پھر آپ ﷺ دوسری رکعت کے لیے اٹھے اور پہلی کی طرح دوسری رکعت بھی انتہائی طویل کر کے پڑھائی۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے سجود کے آخر میں پھونک ماری پھر اس طرح دعا مانگی: اے میرے رب ! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ تو انہیں عذاب نہیں دے گا حالانکہ میں ان میں موجود ہوں؟ اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ تو انہیں عذاب نہیں دے گا حالانکہ وہ استغفار کرتے ہوں اور ہم تجھ سے مغفرت طلب کررہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو چکا تھا۔

(د) دیلمی نے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین میں دو امانیں ہیں۔ ایک امان میں ہوں اور دوسری امان استغفار ہے۔ مجھے دنیا سے اٹھا لیا جائے گا اور استغفار کی امان باقی رہے گی۔ ہر حدث اور گناہ کرتے وقت تم پر استغفار کرنا لازم ہے۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الدعاء، باب:ماذکر فی الاستغفار، رقم: ۲۹۴۴۶ ، ۳۵۰۷۶: الزہد لامام احمد میں روایت نہیں ملی۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الدعاء، باب:ماذکر فی الاستغفار، رقم: ۲۹۴۴۷۔

(ج) ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب:من قال یرکع رکعتین، رقم:۱۱۹۴ ؛ الترمذی، محمد بن عیسٰی بن سورۃ، شمائل المحمدیہ والخصائل المصطفویۃ، تحقیق:سید عباس الجلیمی، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت، باب:ماجاء فی بکاء رسول اللہ وفیہ أحادیث، رقم،۳۲۵ ؛ النسائی، أحمد بن شعیب، المجتبیٰ من السنن، تحقیق:عبدالفتاح أبوغدۃ، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، حلب، ط ۲، ۱۴۰۶ھ ـ ۱۹۸۶م ، کل اجزاء: ۸، کتاب الکسوف، باب: نوع آخر، رقم: ۱۴۸۲ـ(حکم): صحیح:(محمد ناصرالدین البانی، صحیح ابی داؤد، ج ۱، ص ۲۲۱، رقم:۱۰۵۵۔

(د) الدیلمی، مسندالفردوس ، عثمان بن ابی العاص ، رقم: ۴۳۴۷۔

(أ) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس نے ناسخ میں اور بیہقیؒ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے لائق نہیں ہے کہ وہ کسی قوم کو عذاب دے حالانکہ ان کے انبیاء علیہم السلام ان کے درمیان موجود ہوں۔ یہاں تک کہ وہ انہیں ان سے نکال لے۔ اور وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے لائق نہیں ہے کہ وہ انہیں عذاب دینے والا ہو حالانکہ ان میں ایسے لوگ موجود ہوں جنھیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایمان میں داخلہ مل چکا ہو اور وہ استغفار ہے۔ اور کافر کے لیے فرمایا: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّى يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ [ا] ترجمہ "نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ چھوڑ ے رکھے مومنوں کو اس حال پر جس پر تم اب ہو جب تک الگ الگ نہ کردے پلید کو پاک سے"۔

پس اللہ تعالیٰ اہل سعادت کو اہل شقاوت سے ممتاز کرے گا اور وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے دن تلوار (قتل) کے سبب عذاب میں مبتلا کیا۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ پھر اہل شرک کی اس حکم سے استثنٰی کرتے ہوئے فرمایا: وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ ۔

(ج) عبد بن حمید، ابن جریر، نحاس اور ابوالشیخ نے ضحاکؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ يُعَذِّبَهُمْ میں بھی ھم ضمیر سے مراد کفار مکہ ہیں۔ اور وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ میں مکہ مکرمہ کے مؤمنین ہیں۔ اور وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰه میں بھی ھم سے مراد کفار مکہ ہیں۔

(د) ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے سعید بن جبیرؒ سے وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ ان کے عذاب سے مراد مکہ کا فتح ہونا ہے۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۶۰۱۲؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۷۵۴؛ النحاس، الناسخ والمنسوخ، ج ۱، ص ۴۶۴؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب: استفتاح ابوجہل عند التقاء، ج ۳، ص ۷۶۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۰۲۹۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۶۰۱۵؛ النحاس، الناسخ والمنسوخ، ص ۴۶۵۔

(د) ابن ابی شیبہ اور ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ا) آل عمران: (۱۷۹)

(أ) ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے عباد بن عبد اللہ بن زبیر(۱) رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کے بارے میں یہ روایت کیا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور ان کے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اگرچہ ان میں وہ بھی ہیں جو دعائیں مانگتے ہیں۔

(ب) ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے عروہ بن زبیر سے وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کی تفسیر میں یہ نقل کرتے ہیں کہ وہ روکتے ہیں مسجد حرام سے انہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لائے حالانکہ آپ نے اور آپ کے متبعین نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے۔ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ یعنی اس کے متولی وہ لوگ ہیں جنہیں اس سے نکالا جاتا ہے اور وہ اس کے نزدیک نماز ادا کرتے ہیں۔ یعنی آپ اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ایمان لائے۔

(ج) ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ کی تفسیر میں مجاہدؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ اس کے متولی نہیں ہیں مگر متقی لوگ یعنی وہ جہاں بھی ہوں۔

(د) امام بخاری نے الادب المفرد میں، طبرانی اور حاکم اور(آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے)نے رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: میرے لیے اپنی قوم کو جمع کرو۔ آپ نے انہیں جمع کیا۔ پس جب وہ محمد ﷺ کے دروازہ پر حاضر ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم:۹۰۳۳۔

(ب) ابن اسحاق کی روایت- جیسا کہ، سیرت ابن ہشام، غزوۃ بدر الکبریٰ، مانزل فی غزۃ قریش، ج ۱، ص ۶۷۰: تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۰۳۴، ۹۰۳۷۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۶۰۱۹ : تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۰۳۵۔

(د) البخاری، الأدب المفرد، کتاب صلۃ الرحم، باب: مولی القوم من أنفسهم، رقم:۷۵ : الطبرانی، المعجم الکبیر، رقم: ۴۵۴۵ : الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، کتاب التفسیر، باب سورۃ الانفال، رقم:۳۲۶۶۔(حکم): حسن :(البانی صحیح الأدب المفرد، باب: مولی القوم من أنفسهم، ج ۱، ص ۳۴، رقم: ۵۵۔

(۱) عباد بن عبداللہ بن زبیرؒ اپنے والد عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانہ میں مکہ کے قاضی تھے۔ حج کے لیے ان کی طرف سے خلیفہ بھی مقرر ہوئے۔ انھیں عائشہ صدیقہؓ اور اپنے والد عبداللہ بن زبیرؓ سے سماع حاصل ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ان کا بیٹا یحیٰ، عبدالواحد بن حمزہ وغیرہ شامل ہیں۔ ابن سعد نے انھیں ثقہ کثیر الحدیث اور العجلی نے مدنی، تابعی، ثقہ لکھا ہے۔ دیکھیں: ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۵، ص ۳۶۷، رقم:۱۰۰۵ : العجلی، تاریخ الثقات، ص ۲۴۷، رقم:۷۶۴ : ابن حجر، تقریب، ج ۱، ص ۲۷۴، رقم:۳۴۶۹ : ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۶، ص ۱۰۰، رقم: ۹۶۶۹۔

اور عرض کی: میری قوم آپ کے حکم پر جمع ہوچکی ہے۔ جب انصار نے اس کے بارے میں سنا تو انہوں نے کہا: تحقیق قریش کے بارے میں وحی نازل ہوئی ہے۔ پس دیکھنے سننے والے آئے کہ انہیں کیا کہا جاتا ہے۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور ان کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: کیا تم میں تمہارے سوا بھی کوئی ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! ہم میں ہمارے حلیف، ہمارے بھانجے اور ہمارے موالی بھی ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہمارے حلیف ہم میں سے ہیں۔ ہمارے بھانجے ہم میں سے ہیں اور ہمارے موالی بھی ہم میں سے ہیں۔ تم سن لو! تم میں سے میرے دوست صرف پرہیزگار اور متقی لوگ ہیں۔ اگر تم اسی طرح ہو تو پھر ایسا ہی ہے۔ ورنہ غور کرلو قیامت کے دن لوگ اعمال لے کر نہیں آئیں گے اور تم بھاری بھرکم بوجھوں کے ساتھ آؤ گے اور تم سے اعراض کرلیا جائے گا۔

(أ) امام بخاریؒ نے الادب المفرد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک قیامت کے دن میرے دوست متقی لوگ ہوں گے۔ اگرچہ نسب کے اعتبار سے کوئی زیادہ قریبی ہو۔ پس لوگ اعمال لے کر میرے پاس نہیں آئیں گے اور تم دنیا لے کر میرے پاس آؤ گے، تم اسے اپنی گردنوں پر اٹھائے ہوئے ہوگے اور میں اس اس طرح کہوں گا مگر میں ہر ایک سے اس کے تکبر کے سبب اعراض کرلوں گا۔

(ب) ابن مردویہ، طبرانی اور بیہقی نے سنن میں انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: آپ کی آل کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہر متقی (میری آل ہے) اور پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: إِنْ أَوْلِيَآؤُهُ إِلاَّ الْمُتَّقُونَ ۔

(ج) امام احمد، بخاری اور مسلم نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بلاشبہ فلاں کے آل میرے دوست نہیں ہیں۔ بے شک میرا دوست اللہ اور صالح مؤمنین ہیں

(أ) البخاری، الأدب المفرد، کتاب الشعر، باب الحسب، رقم: ۸۹۷۔ **(حکم)**: یہ روایت حسن ہے: (البانی صحیح الأدب المفرد، باب الحسب، ج ۱، ص ۳۴۳، رقم، ۶۹۲۔

(ب) ابن مردویہ کی روایت۔جیسا کہ تفسیر ابن کثیر، سورۃ الانفال، آیۃ ۳۴، ج ۴، ص ۵۱ ؛ الطبرانی ، سلیمان بن أحمد، المعجم الصغیر، تحقیق محمد شکور محمود الحاج، المکتب الاسلامی، دار عمان، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵م، کل اجزاء: ۲، رقم: ۳۱۸ ؛ للبیہقی، سنن الکبری ، کتاب الحیض، باب: من زعم أن آل النبی ﷺ ہم أہل دینہ عامۃ، رقم: ۲۶۹۳۔ **(حکم)**: شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف جداً کہا ہے۔دیکھیں: (سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ، ج ۳، ص ۴۶۹، رقم: ۱۳۰۴۔

(ج) مسند احمد، کتاب مسند الشامیین، باب: بقیۃ حدیث عمرو بن العاص، رقم: ۱۷۸۰۴ ؛ صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب: یبلّ الرحم ببلالھا، رقم: ۵۶۴۴ ؛ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب: موالاۃ المؤمنین ومقاطعۃ وغیرہم، رقم: ۲۱۵۔ **(حکم)**: صحیح علی شرط شیخین۔

(أ) امام احمد نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سے متقی لوگ میرے سب سے زیادہ قریب ہیں وہ جو ہوں اور جہاں ہوں۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ (35)

ترجمہ: ’’ اور ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی‘‘۔

(ب) امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ قریش طواف میں نبی کریم ﷺ سے تعرض کرتے تھے، استہزاء کرتے، سیٹیاں مارتے اور تالیاں بجاتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً۔الآیہ۔

(ج) ابوالشیخ نے نبیط(۱) سے اور آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے اسی آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام بیت الحرام کا طواف کر رہے ہوتے تھے جب کہ وہ (کفار قریش) سیٹیاں بجا رہے ہوتے تھے۔

(د) ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ضیاء (۲) نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

(أ) مسند احمد، کتاب مسند الأنصار، باب: حدیث معاذ بن جبل، رقم: ۲۲۰۵۲۔ **(حکم):** مسند احمد کے محققین اور شیخ البانی نے کہا ہے کہ ”اس کا اسناد صحیح اور اس کے سب رجال ثقہ ہیں“۔(محمد ناصر الدین البانی، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ وشیٔ من فقھھا وفوائدھا، مکتبۃ المعارف، الریاض، ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۵م، کل اجزاء: ۱۹، ج ۵، ص ۴۹۶، رقم: ۲۴۹۷۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۶۰۳۵۔

(ج) روایت نہیں ملی۔

(۱) نُبیط: نبیط بن شریط بن أنس بن مالک اُشجعی کوفی کا شمار صغار صحابہ میں ہوتا ہے۔انھوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور انھیں حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کا خطبہ سننے کا شرف بھی حاصل ہوا۔وہ مشہور محدث سلمہ بن نبیط کے والد ہیں۔ دیکھیں: ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۲۶۲، رقم: ۳۷۵ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۳، ص ۱۹۹۱، رقم: ۸۶۸۶ ؛ ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۳۸۲، رقم: ۵۲۰۳ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۴، ص ۵۵، رقم: ۲۶۱۷۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۰۲۵؛ الضیاء المقدسی، الأحادیث المختارۃ، تحقیق: عبدالملک بن عبداللہ بن دھیش، مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ، مکۃ المکرمۃ، ط ۱، ۱۴۱۰ھ، کل اجزاء: ۴، ج ۴، ص ۱۱۹، رقم: ۱۱۶۔

(۲) ضیاء الدین مقدسی (۵۶۹۔۶۴۳ھ / ۱۱۷۴۔۱۲۴۵م) محمد بن عبدالواحد بن احمد مقدسی، ابوعبداللہ، امام، حافظ، مؤرخ اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔اہل دمشق میں سے ہیں وہی ان کی جائے پیدائش اور وفات ہے۔انھوں نے بغداد، مصر اور فارس کے اسفار کیے اور ۵۰۰ سے زیادہ شیوخ سے استفادہ کیا۔ان کے مشہور تصانیف میں فضائل الأعمال، الأحادیث المختارۃ، مناقب المحدثین، فضائل الشام وغیرہ شامل ہیں۔دیکھیں: الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ج ۲۳، ص ۱۲۶، رقم: ۹۷ ؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۶، ص ۲۵۵۔

وہ ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے اور اس دوران سیٹیاں مارتے اور تالیاں بجاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ۔ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاء وَتَصْدِيَةً فرمایا: مُكَاء کا معنی سیٹی بجانا ہے ۔ اس میں انہیں پرندے کے سیٹی مارنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور تَصْدِيَةً کا معنی ہے ''تالی بجانا''۔ انہیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ (۱) الآیہ۔

(أ) طستی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ نافع بن ازرق نے آپ سے کہا: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وضاحت کیجئے: إِلَّا مُكَاء وَتَصْدِيَةً تو آپ نے فرمایا: مُكَاء سے مراد ساز کی آواز ہے اور وَتَصْدِيَةً سے مراد چڑیوں کی آواز ہے اور اس سے مراد تالیاں بجانا ہے۔ سبب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ تو آپ ﷺ حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے تھے۔ تو بنی سہم (۲) کے دو آدمی آئے۔ ایک آپ ﷺ کے دائیں جانب کھڑا ہوتا اور دوسرا بائیں جانب۔ ان میں سے ایک اس طرح چیختا تھا جس طرح سیٹی بجانے کی آواز ہوتی ہے اور دوسرا ہاتھوں کے ساتھ اس طرح تالی بجاتا جس طرح چڑیاں پر پھڑ پھڑاتی ہیں۔ تو یہ سن کر نافع بن ازرق نے کہا: کیا اہل عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ توانہوں نے فرمایا: جی ہاں! کیاتو نے حسان (۳) بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا۔ وہ کہتے ہیں:

نقوم الی الصلوة اذا دعینا ۔۔۔ وھمتك التصدی والمكاء

''جب ہمیں نماز کی طرف بلایا جاتا ہے تو ہم اس کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور تیرا ارادہ شوروغل کرنا اور تالیاں بجانا ہے''۔

(أ) مسائل النافع، ص ۶۲، رقم: ۳۳ ؛ مسائل نافع میں یہ بیت کچھ یوں ہے: إذاقام الملائكةاتبعتم * صلاتكم التصفق والمكاء. (۱) الاعراف: (۳۲)

(۲) بنی سہم: سہل بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوئ بن غالب بن فہرعدنانی قبائل میں سے قریش کا ایک بطن ہے۔ جو بنوسہم کہلاتے ہیں۔مشہورصحابی عمرو بن العاصؓ کا تعلق بھی اس قبیلہ سے تھا۔ ملاحظہ کریں: عمررضا کحالۃ، معجم قبائل العرب، ج ۲ ، ص ۵۶۰ ؛ جوادعلی، المفصل فی تاریخ العرب، ج ۸، ص ۴۷۔

(۳) حسان بن ثابت: حسان بن ثابت المنذر بن حرام عمروالنجاری، ابوالولیداوربقول بعض ابوالحسام،اپنے والداوروالدہ دونوں کی طرف سے قبیلہ خزرج سے تھے۔شاعررسول ﷺ ہیں۔عہدرسالت میں شعراء کفارکے ہجویہ اشعارکا جواب دیاکرتے تھے۔قدیم الاسلام تھے لیکن آپ ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں شریک نہیں ہوئے۔خلافت معاویہ میں ۱۲۰ سال کی عمرمیں وفات پائی۔ دیکھیں: البغوی،معجم الصحابۃ، ج ۲، ص ۱۵۰ ؛ ابونعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، ص ۸۴۵ ؛ ابوالفرج لأصفهانی، الأغانی، ج ۴، ص ۱۴۱۔

ایک اور شاعر نے وَتَصْدِيَةً کے بارے میں کہا ہے:

حتیٰ تنبهنا سحیرا　　　　قبل تصدية الغصافير

''یہاں تک کہ ہم چڑیوں کی آوازوں سے پہلے سحری کے وقت بیدار ہوگئے''۔

(أ) ابن منذر نے عطیہؒ کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مُـكَـاء کا معنی سیٹیاں بجانا ہے۔ان دونوں میں سے ایک اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھتا تھا۔ پھر وہ سیٹیاں بجاتا تھا۔

(ب) فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر نے اسی کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ مُكَاء سے مراد سیٹی بجانا ہے اور وَتَصْدِيَة سے مراد تالی بجانا ہے۔

(ج) ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ مُكَاء سے مرادصفیر سیٹی بجانا اور وَتَصْدِيَةً سے مراد تصفيق یعنی تالی بجانا ہے۔

(د) ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہدؒ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: مُـكَـاء سے مراد ان کا اپنے مونہوں میں اپنی انگلیاں داخل کرنا ہے اور وَتَـصْـدِيَةً کا مفہوم سیٹی بجانا ہے۔اس سارے عمل کے ساتھ وہ نبی کریم ﷺ کی نماز میں خلل اندازی کی کوشش کرتے تھے۔

(ھ) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مُـكَـاءً سے مرادصفیر سیٹی بجانا ہے جو اس سفید پرندے کی آواز کی مثل ہو جسے مکاء کہا جاتا ہے ۔ مکاء سرزمین حجاز میں ہوتا ہے اور وَتَـصْـدِيَةً سے مراد تالیاں بجانا ہے۔

(و) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے سعید بن جبیرؒ سے مُـكَـاءً کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ اپنی انگلیوں کا جال بناتے تھے اور ان میں سیٹیاں بجاتے تھے اور وَتَـصْـدِيَة سے مراد لوگوں کا ان انہیں روکنا اور باز رکھنا ہے۔

(أ) ابن منذر کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم: ۱۶۰۳۱۔

(ج) تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم: ۱۶۰۲۹ ؛ تفسیرابن ابی حاتم،سورۃالانفال، رقم: ۹۰۴۰، ۹۰۴۵۔

(د) تفسیرالطبری،سورۃالانفال، رقم:۱۶۰۳۷ ؛ تفسیرابن ابی حاتم،سورۃالانفال، رقم: ۹۰۴۲، ۹۰۴۶۔

(ھ) تفسیرالطبری،سورۃالانفال، رقم: ۱۶۰۳۷ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۸۰۴۱۔

(و) تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم:۱۶۰۴۱، ۱۶۰۴۹ ؛ تفسیرابن ابی حاتم،سورۃالانفال،رقم: ۹۰۴۴، ۹۰۴۹۔

(أ) عبد بن حمید نے عکرمہؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مشرکین بیت اللہ شریف کا طواف بائیں جانب پر کرتے تھے۔ اسی کا تذکرہ اس آیت میں کیا گیا ہے۔ پس مُکَاءً سے مراد بگل میں پھونک مارنے کی طرح آواز پیدا کرنا ہے اور وَتَصْدِيَةً سے مراد ان کا بائیں جانب پر طواف کرنا ہے۔

(ب) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ضحاک نے فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ خطاب غزوۂ بدر میں شامل ہونے والے کفار مکہ کو ہے کہ کفار بدر اب عذاب چکھو۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل اور قید کے ساتھ عذاب میں مبتلا کر دیا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ (36) لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (37)

ترجمہ: ’’ جو لوگ کافر ہیں، اپنا مال خرچ کرتے ہیں کہ (لوگوں کو) خدا کے رستے سے روکیں سو ابھی اور بھی خرچ کریں گے مگر آخر وہ (خرچ کرنا) ان کے لیے (موجب) افسوس ہوگا اور وہ مغلوب ہوجائیں گے اور کافرلوگ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔تا کہ خدا ناپاک کو پاک سے الگ کردے اورناپاک کوایک دوسرے پر رکھ کر ایک ڈھیر بنادے ،پھر اس کو دوزخ میں ڈال دے۔یہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں‘‘۔

(أ) عبدبن حمیدکی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی البتہ الشوکانی،فتح القدیر، سورۃالانفال، آیۃ ۳۵، ج ۲، ص ۳۰۷ میں روایت موجود ہے۔

(ب) تفسیرالطبری،سورۃالانفال، رقم:۱۶۰۵۵ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۹۰۵۱۔

(أ) ابن اسحاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقیؒ نے دلائل میں، ان تمام نے اپنی سند سے کہا ہے کہ زہری، محمد(۱) بن یحییٰ بن حیان، عاصم(۲) بن عمر بن قتادہ اور حصین (۳)بن عبدالرحمٰن بن عمرنے کہا: کہ جب بدر کے دن قریش شکست فاش سے دوچار کردیئے گئے اور لوٹ کر مکہ مکرمہ کی طرف گئے اور ابوسفیان اپنے قافلے کے

(أ) ابن اسحاق کی روایت- سیرت ابن ہشام، غزوۂ اُحد، التحریض علی غزوۃ الرسول، ج ۲، ص ۶۰پرملی ـتفسیرالطبری،سورۃالانفال، رقم:۱۶۰۶۳ ؛تفسیرابن ابی حاتم،سورۃالانفال، رقم:۹۰۵۵ ؛البیہقی،ولائل النبوۃ، باب:کیف الخروج الی اُحد، ج ۳، ص ۲۲۴ـ

(۱) محمد بن یحیٰ بن حبان الأنصاری،ابوعبداللہ مازنی،مدنی،امام، فقیہ، حجہ ۴۷ھ میں پیداہوئےـآپ امام مالک کے شیوخ میں سے ہیںـ۱۲۱ھ میں ۷۴سال کی عمر میں مدینہ میں فوت ہوئےـابن حجرنے انھیں ثقہ کہا ہےـدیکھیں: ابن حجر،تہذیب العہذیب، ج ۹، س ۱۰۴، رقم: ۷۵۴۱ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء،ج ۵، ص ۱۸۶، رقم:۶۶ ؛ ابوسعیدالعلائی، جامع التحصیل فی احکام المراسیل، ص ۲۷۱، رقم: ۷۱۸ـ

(۲) عاصم بن عمربن قتادۃ، عاصم بن عمربن قتادۃبن نعمان، ابوعمرانصاری، مدنی، تابعی نے اپنے والدکے علاوہ جابربن عبداللہ،محمودبن لبید، اُنس بن مالک اوراپنی دادی رُمیثہ صحابیہ سے علم حاصل کیاـان کے شاگردوں میں بکیربن اشجع ، ابن عجلان ، ابن اسحاق شام ہیںـآپ مغازی کے بہت بڑے عالم تھےـ ابن حجرنے انھیں ثقہ لکھاہےـ دیکھیں: ابن حجر،تہذیب العہذیب، ج ۳، ص ۳۲۸، رقم: ۳۵۶۹ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۵، ص ۲۴۰، رقم:۱۰۲ ؛ ابن حجر،طبقات المدلسین، ص ۶۲، رقم: ۱۵۹ـ

(۳) حصین بن عبدالرحمٰن بن عمروبن سعدبن معاذانصاری،ابومحمد،مدنی،تابعی کے شیوخ میں اسیدبن حضیر، انس بن مالک، عبداللہ بن عباس، محمودبن لبیدوغیرہ شامل ہیںـان سے حجاج بن ارطاۃ، عتبہ بن جبیرۃ،محمدبن اسحاق بن یسار، محمدبن صالح ازرق وغیرہ نے روایت لی ہےـقلیل الحدیث تھےـانھوں نیں ۱۲۶ھ میں وفات پائیـ دیکھیں: ابن حجر،تہذیب العہذیب، ج ۲، ص ۱۲۳، رقم:۱۶۲۲ ؛ الذہبی، من تکلم فیہ وھوموثق، ص ۶۹، رقم: ۸۹ـ

ساتھ واپس پہنچ گیا تو عبد اللہ بن ربیعہ، عکرمہ (۱)بن ابی جہل، صفوان(۲) بن امیہ قریش کے دیگر افراد کے ساتھ اس کے پاس گئے جس کے پاس سامان تجارت تھا اور جاکر کہا: اے گروہ قریش ! بے شک محمد (ﷺ) نے تمھیں اذیت میں مبتلا کیا ہے اور تمہارے سرداروں کو قتل کر دیا ہے۔لہٰذا تم اس مال کے ساتھ ان کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے ہماری مدد اور معاونت کرو۔ شاید ہم ان سے بدلہ چکالیں۔تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل کی ہے: إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَن سَبِيْلِ اللّٰهِ .تا.وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ۔

(أ) ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَن سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ ابوسفیان بن حرب کے بارے میں نازل ہوئی۔

(ب) عبد حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا کہ یہ آیت إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے لے کر أُوْلٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ تک جنگ احد میں ابوسفیان کے کفار پر مال خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔

(ج) ابن سعد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عسا کرنے سعید بن جبیرؒ سے اسی آیت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت ابوسفیان بن حرب کے متعلق نازل ہوئی۔ اس نے احد کے دن بنی کنانہ سے

(أ) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم: ۱۶۰۶۱ ؛ تفسیرمجاہد، سورۃالانفال، رقم: ۵۱۷۔

(ج) تفسیرالطبری،سورۃالانفال، رقم :۱۶۰۵۶ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم:۹۰۵۴ ؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق،ج ۲۳،ص ۴۳۸ ؛ اشعار کے لیے دیکھیں:(سیرت ابن ہشام، غزوۂ احد،شعرکعب فی الوداع علی جبیرۃ ، ج ۲،ص ۱۳۴ ، ابن کثیر،البدایۃ والنہایۃ، ج ۴،ص ۵۴)

(۱) عکرمہ بن ابی جہل: عکرمہ بن ابی جہل عمروبن ہشام مخزومی،ابوعثمان،قریشی،اپنے باپ کے قتل کے بعدقبیلہ بنومخزوم کے سرداربنائے گئے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی قسمت میں ہدایت لکھی تھی چنانچہ انھوں نے فتح مکہ کے بعداسلام قبول کیا۔ایک روایت کے مطابق انھوں نے غزوۂ یرموک میں شہادت پائی۔تفصیل کے لیے دیکھیں:ابونعیم ،معرفۃ الصحابۃ،ج ۴،ص ۲۱۷۱ ؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۳،ص ۹۸-۱۰۰۔

(۲) صفوان بن اُمیہ بن خلف بن وہب جُمحی، ابووہب، صحابی،جاہلیت اوراسلام دونوں زمانوں میں اشراف قریش میں سے تھے۔فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔مؤلفۃالقلوب میں سے تھے۔غزوۂ یرموک میں شریک ہوئے تھے۔انھوں نے ۴۱ھ کو مکہ میں وفات پائی۔ان سے ۱۳ اَحادیث مروی ہیں۔دیکھیں: البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۳ ، ص ۳۲۳ ؛ ابونعیم، معرفۃالصحابۃ، ج ۳ ،ص ۱۴۹۸۔

دو ہزار احابیش اجرت پر لیے کہ وہ ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ لڑے گا۔ اور یہ اس لشکر کے علاوہ تھے جو اس نے عرب سے جمع کیا تھا۔ تو اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور یہ وہی ہیں جن کے بارے میں کعب بن مالک(۱) رضی اللہ عنہ نے کہا ہے:

وجئنا الیٰ موج من البحر وسطه　　　احابیش منهم حاسر ومقنع

''ہم سمندر کی موج کی طرف آئے جس کے درمیان میں احابیش تھے ان میں سے کچھ ننگے سر اور کچھ نقاب پوش تھے''۔

ثلاثة آلاف ونحن نصية　　　ثلاث مئين ان كثرن فاربع

''وہ تین ہزار تھے اور ہم تین سو کے لگ بھگ تھے اگر وہ بڑھ جائیں تو (ہم بھی) ڈٹ جانے والے ہیں''۔

(أ) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حکم بن عتبہ(۲) نے اس آیت کے بارے میں کہا کہ یہ آیت ابوسفیان کے بارے میں نازل ہوئی کہ اس نے جنگ احد میں مشرکین پر چالیس اوقیہ سونا خرچ کیا۔ اس وقت ایک اوقیہ بیالیس مثقال سونے کا تھا۔

(ب) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ سدی نے کہا کہ اس آیت میں عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ سے مراد محمد (ﷺ) ہیں اور حَسْرَةً سے مراد قیامت کے دن کی ندامت اور شرمندگی ہے۔

(ج) ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے عباد بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو ابوسفیان اور قریش کے ان لوگوں کی طرف چل کرگئے تھے جن کے پاس سامان تجارت تھا۔ انہوں نے ان سے جاکر کہا کہ وہ اس سامان کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے انہیں قوت اور طاقت باہم پہنچائیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۶۰۵۸؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۰۵۳۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۶۰۶۰؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۰۵۶، ۹۰۵۷۔

(ج) ابن اسحاق کی روایت۔جیسا کہ سیرت ابن ہشام، غزوۃ الکبریٰ، ج ۱، ص ۶۷۱ پر ملی؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۰۶۰۔

(۱) کعب بن مالک بن عمروانصاری سلمی، خزرجی، صحابی، مدینہ کے اکابر شعراء میں سے تھے۔ حسان بن ثابت کی طرح نبی کریم ﷺ کے فرمائش پر دشمنوں کے معاندانہ اشعار کے جواب میں شعر کہتے تھے۔غزوہ بدر کے علاوہ دوسرے غزوات میں حصہ لیا۔ ۵۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۵، ص ۱۰۴؛ ابونعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۵، ص ۲۳۶۶؛ ابوالفرج، لأصفہانی، لأغانی، ج ۱۶، ص ۲۳۰۔

(۲) حکم بن عتبہ کندی، ابومحمد یا ابوعبداللہ کا شمار کوفہ کے فقہاء تابعین میں ہوتا ہے۔ شریح القاضی، علی بن حسین اور مقسم ان کے شیوخ میں شامل ہیں۔جب کہ ان سے منصور، اعمش، مسعر وغیرہ نے روایتیں کی ہیں۔ ابن حجر نے انھیں ثقہ ثبت کہا ہے اور کہا ہے کہ تدلیس بھی کرتے تھے۔ انھوں نے ۱۱۳ھ (۷۳۱م) کو وفات پائی۔ دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۱۶۹، رقم: ۱۴۲۲؛ النسائی، ذکر المدلسین، ص ۱۲۳، رقم: ۱۱؛ السیوطی، اسماء المدلسین، ص ۴۴، رقم: ۱۲۔

فصل سوم

رکوع نمبر۵ تا ۷ کے روایات کی تحقیق

(آیت ۳۸ تا ۵۸)

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ کی تفسیر میں شہر[۱] بن عطیہ نے کہا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں الگ کردے گا جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے اعمال صالحہ کیے۔ پھر ساری کی ساری دنیا کو پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

(ب) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا کا معنی ہے اللہ تعالیٰ ان تمام کو جمع کرے گا۔

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ وَإِنْ يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ (38) وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (39) وَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ نِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ (40)

ترجمہ: ”(اے پیغمبر!) کفار سے کہہ دو کہ اگر وہ اپنے افعال سے باز آجائیں تو جو ہو چکا وہ انہیں معاف کردیا جائے گا اور اگر پھر (وہی حرکات) کرنے لگیں گے تو اگلے لوگوں کا (جو) طریق جاری ہو چکا ہے (وہی ان کے حق میں برتا جائے گا)۔اور ان لوگوں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (یعنی کفر کا فساد) باقی نہ رہے اوردین سب خدا ہی کا ہوجائے اور اگر باز آجائیں تو خدا ان کے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔اور اگر روگردانی کریں تو جان رکھو کہ خدا تمہارا حمایتی ہے۔ (اور) وہ خوب حمایتی اور خوب مددگار ہے“۔

(ج) امام احمدؒ اور مسلمؒ نے عمرو بن العاص سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی رغبت پیدا فرمائی تو میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: اپنا دست مبارک پھیلایئے۔ تاکہ میں آپ کی بیعت کرلوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنا دایاں دست مبارک آگے کیا۔ تو میں اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کی: مجھے ایک شرط لگانے کا خیال آگیا ہے۔ میری بات سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو کیا شرط لگانا چاہتا ہے؟ تو میں نے عرض کی: میری شرط یہ ہے کہ میری مغفرت ہو جائے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم:۹۰۶۲ - مصدر التخریج تفسیر ابن ابی حاتم میں یہ روایت شہر بن عطیہ کی بجائے شمر بن عطیہ سے مروی ہے۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال ، رقم:۱۶۰۶۹ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۰۶۳۔

(ج) اصل میں ”ابن احمد“ ہے۔دیکھیں: الدر المنثور، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ط ۲، ج ۳، ص ۳۳۵ ؛ مسند احمد، مسند شامیین، بقیۃ حدیث عمرو بن العاص، رقم: ۱۷۸۲۷ ؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: کون الاسلام یھدم ماقبلہ، رقم:۱۲۱۔(حکم): اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔

(۱) الدر المنثور کے زیر استعمال مطبوعہ میں ”شہر بن عطیہ لکھا ہوا ہے۔اس نام سے کتب تراجم میں کوئی راوی نہیں ملا۔یہ اصل میں شمر بن عطیہ ہے۔

شمر بن عطیہ اسدی، کاہلی، کوفی نے زر بن حبیش، سعید بن جبیر، عبداللہ بن سنان سے علم حاصل کیا۔ان کے شاگردوں میں سلیمان اعمش، عمرو بن مرۃ، بدر بن خلیل اسدی شامل ہیں۔ابن سعد اور امام نسائی نے انھیں ثقہ کہا ہے۔دیکھیں: ابن حجر، تہذیب، ج ۳، ص ۱۷۸، رقم: ۳۲۹۸؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۶، ص ۳۱۰، البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۴، ص ۲۵۶۔

نہیں جانتا کہ اسلام اپنے سے پہلے تمام گناہوں کو مٹادیتا ہے ہجرت اپنے سے پہلے تمام گناہوں کو ختم کردیتی ہے اور حج اپنے سے پہلے تمام گناہوں کو گرادیتا ہے؟۔

(أ) ابن ابی حاتم نے مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کسی کافر کا ایسے عمل پر مواخذہ نہیں کیا جائے گا جو اس نے حالت کفر میں کیا۔ جب اس نے اسلام قبول کرلیا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالی ارشاد فرما رہا ہے: قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِن يَنتَهُواْ يُغْفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ۔

(ب) ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ فَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ کے بارے میں مجاہدؒ نے کہا ہے کہ ہمارا طریقہ پہلے نافرمانوں یعنی قریش وغیرہ کے ساتھ غزوۂ بدر میں اور ان سے پہلی امتوں میں گزر چکا ہے۔

وَاعْلَمُوٓاْ أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُۥ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّهِ وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (41)

ترجمہ: "اورجان رکھو جو چیز تم (کفارسے) لوٹ کر لاؤ اس میں سے پانچواں حصہ خدا کا اور اس کے رسولﷺ کا اور اہل قربت کا اوریتیموں اورمحتاجوں کا اور مسافروں کا ہے، اگرتم خداپر اوراُس(نصرت) پر ایمان رکھتے ہو جو (حق وباطل میں) فرق کرنے کے دن (یعنی جنگ بدرمیں) جس دن دونوں فوجوں میں مُٹھ بھیڑ ہوگئی اپنے بندے (محمدؐ) پر نازل فرمائی اور خدا ہر چیز پر قادرہے"۔

(ج) ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے عباد بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: پھر مال فے کے حصص بیان کیے گئے اور ان سے آگاہ کرتے ہوئے اللہ تعالٰی نے فرمایا: وَاعْلَمُوٓاْ أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ غزوۂ بدرگزر جانے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

(د) عبدالرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا کہ 'أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ کا معنی ہے معمولی سی چیز حتی کہ سوئی بھی تم غنیمت میں حاصل کرو۔

(أ) تفسیرابن ابی حاتم،سورۃالانفال، رقم: ۹۰۶۶۔

(ب) تفسیرالطبر ی، سورۃالانفال، رقم: ۱۶۰۷۰ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۹۰۷۰۔

(ج) ابن اسحاق کی روایت-جیساکہ سیرت ابن ہشام،غزوۃالکبریٰ، مانزل فی تقسیم الفئ، ج ۱، ص ۲۲۸ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۹۰۸۲۔

(د) عبدالرزاق،مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، باب الغلول، رقم، ۹۴۹۵ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب فی الغنیمۃ کیف تقسم، رقم:۳۳۳۱۴ ؛ تفسیرالطبر ی، سورۃالانفال، رقم:۱۶۰۹۰ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۹۰۸۴۔

(أ) ابن منذر نے ابن ابی نجیح(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مال تین قسم کا ہوتا ہے: مال غنیمت یا مال فے یا مال صدقہ۔ان میں سے ہر درہم کا اللہ تعالیٰ نے محل اور مصرف بیان فرما دیا ہے۔چنانچہ مال غنیمت کے بارے میں فرمایا: وَاعْلَمُوْا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّهِ۔ یعنی گناہ سے اہل ایمان کو بچانے کے لیے یہ بیان فرمایا: اور مال فے کے بارے میں فرمایا لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ (۲) ''تاکہ وہ مال گردش نہ کرتا رہے تمہارے دولت مندوں کے درمیان''۔ اور صدقہ کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (۳) (یہ سب فرض ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا دانا ہے)

(ب) عبدالرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور حاکم نے قیس(۴) بن مسلم جدلی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حسن(۵) بن محمد بن علی بن ابی طالب ابن الحنفیہ سے ارشاد خداوندی وَاعْلَمُوْا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ کے متعلق پوچھا: تو انہوں نے فرمایا: یہ کلام کا آغاز ہے،

(أ) ابن منذر کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، باب: ذکر الخمس وسہم ذی القربیٰ، رقم: ۹۴۸۲ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب: فی الغنیمۃ کیف یقسم، رقم: ۳۳۳۰۶ ؛ تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۶۰۹۴ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۰۸۵ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب قسم الفیٔ، باب: أیضاً، رقم: ۲۵۸۵۔

(۱) ابن ابی نجیح: ان کا نام عبداللہ تھا۔ابویسار مکی کے نام سے مشہور تھے۔ان کے شیوخ میں عطاء، مجاہد، عکرمہ، طاوس، الزبیر بن موسیٰ شامل ہیں۔ان سے عمرو بن شعیب نے روایت لی ہے۔ثقہ کثیرالحدیث تھے۔تدلیس بھی کرتے تھے۔انھوں نے ۱۳۱ھ کو وفات پائی۔ ملاحظہ کریں: النسائی، ذکر المدلسین، ص ۱۲۳، رقم: ۱۶ ؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۶، ص ۳۱، رقم: ۱۵۸۲ ؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۳، ص ۶۸۴، رقم: ۴۳۵۲۔

(۲) الحشر: (۷) (۳) التوبۃ: (۶۰)

(۴) قیس بن مسلم جدلی، کوفی، ابوعمرو نے طارق بن شہاب، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور مجاہد بن جبر سے علم حاصل کیا۔ان سے ایوب بن عائذ، ابوحنیفہ، مسعر، شعبہ، سفیان الثوری اور دوسرے کئی لوگوں نے حدیث کی روایت کی ہے۔۱۲۰ھ میں وفات پائی۔ ابن سعد نے انھیں ثقہ ثبت لکھا ہے۔ دیکھیں: ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۶، ص ۳۱۷ ؛ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۵، ص ۱۶۴، رقم: ۵۹ ؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۷، ص ۱۵۴، رقم: ۶۹۱۔

(۵) حسن بن علی بن محمد بن علی بن ابی طالب ابن الحنفیۃ ھاشمی، قریشی، تابعی علمائے اہل بیت میں سے تھے۔مسئلہ ارجاء پر سب سے انھوں نے کلام کیا۔مدینہ میں ۱۰۰ھ (۷۱۸م) کوفت ہوئے۔العجلی اور ابن حجر نے انھیں ثقہ کہا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۵، ص ۳۲۸ ؛ النووی، تہذیب الاسماء واللغات، ج ۱، ص ۱۸۳، رقم: ۱۱۹۔

دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔وَلِلرَّسُولِ وَلِذِی الْقُرْبَی وَالْیَتَامَی وَالْمَسَاکِیْنِ اور رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ان دونوں حصوں کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ ذوی القربیٰ کا حصہ خلیفہ کے قرابت داروں کے لیے ہوگا۔ اور بعض نے یہ قول کہاہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ کا حصہ خلیفہ کے لیے ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی رائے اس پر متفق ہے کہ انہوں نے یہ دونوں حصے فی سبیل اللہ گھوڑوں اور دیگر تیاری کے لیے مختص کیے ہیں۔ ابوبکر اور عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما دونوں کے زمانہ خلافت میں اسی طرح ہوتا رہا۔

(أ) ابن جریر، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی سریہ بھیجتے اور وہ حاصل ہونے والے مال غنیمت کا خمس نکالتے تو آپ ﷺ اس خمس کو پھر پانچ حصوں میں تقسیم کرتے۔ پھر یہ آیت پڑھتے: وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَیْءٍ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ۔ فرمایا: فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ آغاز کلام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے لِّلّٰهِ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ[1] ''اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے جوکچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے'' ۔ پس اللہ تعالیٰ نے اللہ اور رسول کا حصہ ایک قرار دیا ہے۔ اور وَلِذِی الْقُرْبَی اور ان دونوں حصوں (یعنی پہلے اور اس حصے) کو گھوڑوں اور اسلحہ میں قوت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور یتامیٰ مساکین اور ابن سبیل کا حصہ ان کے سوا کسی غیر کو نہیں دیا اور باقی کے چار حصے بنائے ہیں۔ گھوڑے کے لیے دو حصے ہیں، سوار کے لیے ایک حصہ ہے اور پیدل کے لیے بھی ایک حصہ ہے۔

(ب) عبدالرزاق نے قتادہؒ سے روایت بیان کی ہے کہ وہ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ خمس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، پھرخمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے اور فرمایا وَلِلرَّسُولِ وَلِذِی الْقُرْبَی وَالْیَتَامَی وَالْمَسَاکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۔

(ج) ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مال غنیمت پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، ان میں سے چار حصے تو واضح ہیں کہ وہ جنگ لڑنے والوں کے لیے ہیں اور ان میں سے ایک حصہ پانچ میں سے چار حصوں پر تقسیم کیا جاتا ہے یعنی اس کی ایک چوتھائی اللہ تعالیٰ ، رسول مکرم اور

(أ) تفسیرالطبری،سورۃالانفال، رقم: ۱۶۰۹۵، ۱۶۱۲۱ ؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، رقم: ۱۲۶۶۰(حکم): اس میں نہشل بن سعید ہے جو متروک ہے:(الھیثمی علی بن ابی بکر، مجمع الزوائدومنبع الفوائد، دارالفکر،بیروت،۱۴۱۲ھ، کل اجزاء: ۱۰، کتاب الجہاد، باب: قسم الغنیمۃ، رقم: ۹۷۵۱۔

(ب) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، باب: ذکرالخمس وسہم ذی القربیٰ، رقم: ۹۴۸۱۔

(ج) تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم: ۱۶۱۰۴ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۹۰۹۰۔

(۱) البقرۃ:(۲۸۴)

ذوی القربیٰ کے لیے ہے۔ ذوی القربیٰ سے مراد رسول اللہ ﷺ کے قرابت دار ہیں۔ اور جو اللہ اور رسول کے لیے ہے وہی نبی کریم ﷺ کے قرابت داروں کے لیے ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خمس میں سے کوئی چیز نہیں لی۔ دوسرا چوتھائی یتامیٰ کے لیے ہے، تیسرا چوتھائی مساکین کے لیے ہے اور چوتھا چوتھائی ابن سبیل کے لیے ہے اور اس سے مراد وہ فقیر مہمان ہے جو مسلمانوں کے گھر آتا ہے۔

(أ) ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے ضمن میں ابوالعالیہ(۱) نے کہا ہے کہ مال غنیمت لایا جاتا اور اسے رکھ دیا جاتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اسے پانچ حصوں میں تقسیم کرتے پھر ان سے ایک حصہ الگ کرلیتے اور چار حصے ان لوگوں کے درمیان تقسیم فرمادیتے۔ جو جنگ میں حاضر ہوتے۔ پھر علیحدہ کیے ہوئے سارے حصے میں اپنا دست مبارک مارتے اور جس شے پر ہاتھ رکھتے اسے کعبہ معظّمہ کے لیے مختص کردیتے اور وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کیا گیا ہے اس کے بارے میں تو یہ ہے لا تجعلوا اللہ نصیبا فان للہ الدینا والآخرۃ" (کہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی حصہ نہ بناؤ کیونکہ دنیا اور آخرت سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے) پھر آپ بقیہ حصہ کی طرف متوجہ ہوتے اور اسے پانچ حصوں میں تقسیم فرمادیتے۔ ایک حصہ نبی کریم ﷺ کے لیے، دوسرا حصہ ذوالقربیٰ کے لیے، تیسرا یتامیٰ کے لے، چوتھا مساکین کے لیے اور پانچواں حصہ مسافروں کے لیے۔

(ب) ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے مجاہدؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے قرابت دار صدقات میں سے کوئی شے نہیں کھاتے تھے، وہ ان کے لیے حلال نہیں تھی۔ پس نبی کریم ﷺ کے لیے خمس کا پانچواں حصہ ہے اور آپ کے قرابت داروں کے لیے بھی خمس کا پانچواں حصہ ہے۔ اس طرح خمس کا ایک ایک حصہ یتامیٰ، مساکین اور ابن سبیل کے لیے ہے۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب فی الغنیمۃ، رقم: ۳۳۲۹۸ ؛ تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۶۱۰۳ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۰۸۶۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۶۱۱۱۔

(۱) ابوالعالیہ : رُفیع بن مہران، ابوعالیہ ریاحی، کنیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ انہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا۔ آن ﷺ کی وفات کے دو سال بعد اسلام لائے۔ علمی اعتبار سے ممتاز تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ ابوجعفر طبری کا بیان ہے کہ ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے۔ انھوں نے ۹۳ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: الدارقطنی، ذکر اسماء التابعین، ج ۲، ص ۸۱، رقم: ۳۳۷ ؛ العجلی، تاریخ الثقات، ص ۵۰۳، رقم: ۱۹۸۳ ؛ الذہبی، الکاشف، ج ۱، ص ۲۴۲، رقم: ۱۵۹۸ ؛ ابن العماد، شذرات الذہب، ج ۱، ص ۱۸۹۔

(أ) عبدالرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ، اور ابن منذر نے شعبیؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے حصہ کو صفی کہا جاتا تھا۔ اگر آپ غلام چاہیں یا گھوڑا چاہیں (یعنی جو بھی آپ چاہتے) اس خمس نکالنے سے پہلے آپ چن لیتے تھے۔ آپ اسے اپنے حصہ کے ساتھ ملا لیتے اگر وہ حاضر ہوتا یا غائب ہوتا۔ صفیہ(۱) بنت حیی صفی میں سے تھیں۔

(ب) ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن حاتم نے عطاءؒ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول ذکر کیا ہے۔ کہ اللہ تعالٰی اور رسول ﷺ کا خمس ایک ہی ہے اگرچہ نبی کریم ﷺ اسے اٹھا سکتے ہیں اور اس میں جو اللہ تعالٰی چاہے تصرف فرماسکتے ہیں۔

(ج) ابن ابی حاتم نے جبیر(۲) بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ زمین حاصل کی یا اونٹ کی اون میں سے کچھ حاصل کی اور فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے ! اللہ تعالٰی نے جو مال بطور غنیمت تمہیں عطا فرمایا ہے، اس میں سے میرے لیے کچھ بھی نہیں اور نہ اس کی مثل سوائے خمس کے اور خمس بھی تمہیں پر لوٹا دیا جاتا ہے۔

(أ) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، باب:ذکرالخمس وسھم ذی القربیٰ، رقم: ۹۴۸۵ : مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب:فی الغنیمۃ کیف تقسم، رقم:۳۳۳۰۷۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر ، باب:فی الغنیمۃ کیف تقسم، رقم:۳۳۳۰۴ : تفسیرابن ابی حاتم،سورۃالانفال، رقم:۹۰۸۸۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم،سورۃالانفال، رقم: ۹۰۸۷۔**(حکم)**:شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح کہاہے۔دیکھیں:(ارواء الغلیل،کتاب الجہاد،رقم:۱۲۴۰)

(۱) صفیہ بنت حیی:صفیہ بنت حیی بن اخطب،اُم المؤمنین،ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھی۔غزوۂ خیبر کے موقع پرآپ ﷺ کے نکاح میں آئی۔ان سے ۱۰ اَحادیث مروی ہیں۔ ۵۰ھ (۶۷۰م) کو مدینہ میں فوت ہوئی۔ دیکھیں:ابونعیم، معرفۃالصحابۃ،ج ۶، ص ۳۲۳۱ : ابن حجر،الاصابۃ،ج ۴، ص ۲۵۵۷، رقم: ۱۱۳۹۸ : ابن عبدالبر، الاستیعاب،ج ۴، ص ۴۲۶، رقم:۳۴۳۹۔

(۲) جبیربن مطعم:جبیربن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبدمناف، ابومحمد،بروایت صحیح صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی زمانے میں مسلمان ہوئے۔قبول اسلام کے بعدصرف غزوۂ حنین میں شرکت کا پتہ چلتاہے۔ان کی مرویات کی تعداد ۶۰ تک پہنچتی ہے۔علم الأنساب کے بڑے حافظ تھے۔ ۵۷ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن الاثیر،اسدالغابۃ، ج ۱، ص ۳۴۶، رقم:۶۹۸؛ ابن حجر، الاصابۃ، ج ۱، ص ۲۵۹، رقم:۱۰۹۲ : ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۱، ص ۳۰۳، رقم:۳۱۵۔

(أ) ابن منذر نے ابو مالک(۱) کی سند سے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ابتدا میں مال غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم فرماتے تھے۔ ان میں سے چار حصے ان کے لیے ہوتے جو جنگ میں شریک ہوتے پھر آپ وہ خمس لیتے جو اللہ تعالی کے لیے ہوتا۔ اور آپ ﷺ اسے چھ حصوں میں تقسیم فرماتے۔ ایک حصہ اللہ تعالی کے لیے، ایک حصہ رسول کریم ﷺ کے لیے، ایک حصہ قرابت داروں کے لیے، ایک حصہ یتیموں کے لیے، ایک حصہ مسکینوں کے لیے اور ایک حصہ ابن سبیل کے لیے، نبی کریم ﷺ اللہ تعالی کا حصہ اسلحہ، دیگر سازوسامان کی تیاری اور فی سبیل اللہ کی مدد میں خرچ کرتے تھے۔ یہی حصہ کعبہ معظّمہ کے غلاف، صفائی اور دیگر حاجات کے لیے خرچ کیا جاتا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ کا حصہ ہتھیاروں، دیگر ضروری سامان اور آپ کے اہل کے نفقہ میں خرچ کیا جاتا تھا۔ ذوی القربٰی کا حصہ آپ ﷺ کے قرابت داروں کے لیے تھا، رسول اللہ ﷺ فقر وافلاس اور تنگی کی بنا پر ان میں ان کا حصہ تقسیم فرماتے تھے۔ اور تین حصے یتامی، مساکین اور ابن سبیل کے لیے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان میں سے جسے چاہتے اور جہاں چاہتے یہ عطا فرمادیتے تھے۔ بنی عبدالمطلب (۲) کے لیے ان تین میں صرف ایک حصہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کے لیے عام لوگوں کے ساتھ کوئی حصہ نہیں ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے حسین المعلم (۳) سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم:۹۰۸۹۔

(۱) ابو مالک: ابو مالک الکوفی کا نام غزوان الغفاری ہے۔لیکن اپنی کنیت سے زیادہ مشہور ہوئے۔تابعین کے تیسرے طبقہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ان کے شیوخ میں البراء بن عازبؓ،ابن عباسؓ اور عمار بن یاسر شامل ہیں۔ان سے اسماعیل بن سمیع، حصین بن عبدالرحمٰن، سلمہ بن کھیل وغیرہ نے حصول علم کیا۔ابن معین نے انھیں ثقہ کہا ہے۔تفصیل کے لیے دیکھیں:ابن حجر،تہذیب التہذیب، ج ۵، ص ۲۲۶، رقم:۶۳۱۸ ؛ الدولابی،محمد بن احمد بن حماد، الکنی والأسماء، تحقیق:شیخ زکریا عمیرات، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط ۱، ۱۴۲۰ھ۔۱۹۹۹م ، کل اجزاء:۲، ج ۲، ص ۲۰۹، رقم: ۱۶۹۰۔

(۲) بنی عبدالمطلب عدنانیوں میں قریش کے بنی ہاشم کا ایک بطن ہے۔عبدالمطلب بن ہاشم نبی کریم ﷺ کے دادا ، قریش مکہ کے نامور سردار، رئیس اور قائد تھے۔ دیکھیں: الطبری، تاریخ الطبری، ج ۲، ص ۲۸۔

(۳) حسین المعلم ابن ذکوان المکتب العوذی عطاء بن ابی رباح ، عمرو بن شعیب، قتادۃ اور یحیٰی بن ابی کثیر وغیرہ سے حدیث کی روایت کرتا ہے۔ان سے ابن المبارک،یحیٰی بن القطان، یزید بن زریع،روح بن عبادہ کے علاوہ خلق کثیر نے روایت لی ہے۔ ۱۴۵ یا ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔حافظ،حجہ اور وافرالعلم تھے۔العجلی نے انھیں بصری ثقہ لکھاہے۔ دیکھیں: العجلی،تاریخ الثقات، ص ۱۲۲، رقم: ۲۹۶؛ الدارقطنی،ذکرأسماء التابعین،ج ۱، ص ۱۰۵، رقم:۲۰۷ ؛ الذہبی،تذکرۃالحفاظ،ج ۱، ص ۱۳۱، رقم: ۱۷۰ ؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب،ج ۲، ص ۸۷، رقم: ۱۵۶۳۔

عبد اللہ(۱) بن بریدہ سے فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا: وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے وہ اس کے نبی کے لیے ہے اور جو حصہ رسول کے لیے وہ رسول کی ازواج کے لیے ہے۔

(أ) ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ سدی نے کہا ہے ذوی القربیٰ سے مراد بنو عبدالمطلب ہیں۔

(ب) شافعی، عبدالرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ، مسلم، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نجدہ (۲) نے آپ کی طرف لکھا اور ذوی القربیٰ کے بارے میں پوچھا جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ تو آپ نے اس کی طرف لکھا: بے شک ہم یہ خیال کرتے تھے کہ صرف ہم ان میں سے ہیں۔ لیکن ہمارے قوم نے اس کا انکار کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ تمام کے تمام قریش ذوی القربیٰ میں شامل ہیں۔

(ج) ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے ایک دوسری سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نجدہ حروری نے ان کی جانب لکھ بھیجا اور آپ سے ان ذوی القربیٰ کے حصے کے بارے میں دریافت کیا، جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تو آپ نے اس کی طرف لکھا کہ بے شک ہم تو یہ گمان کرتے تھے کہ صرف ہم ہی وہ ہیں۔ لیکن

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب: سھم ذوی القربیٰ لمن ھو، رقم: ۳۳۴۵۳۔

(ب) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، باب سھم العبد، رقم: ۹۴۵۵ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب: سھم ذوی القربیٰ لمن ھو، رقم: ۳۳۴۵۰ ؛ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب النساء الغازیات، رقم: ۱۸۱۲ ؛ تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۶۱۱۵ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۰۹۲ ؛ البیہقی، سنن الکبریٰ، کتاب قسم الفئ والغنیمۃ، باب: سھم ذی القربیٰ من الخمس، رقم: ۱۲۷۴۴۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب: سھم ذوی القربیٰ لمن ھو، رقم: ۳۳۴۵۰۔

(۱) عبداللہ بن بریدہ: (۱۴۔۱۱۵ھ/ ۶۳۵۔۷۳۳م) عبداللہ بن بریدہ بن حصیب اسلمی، ابوسھل، تابعی، رجال حدیث میں سے ہیں۔ مرو میں بیک کے شیخ اور قاضی تھے۔ اصل کے لحاظ سے کوفی تھے۔ لیکن بصرہ میں سکونت پذیر تھے۔ ابن حجر اور العجلی نے انھیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں: البخاری، تاریخ الکبیر، ج ۵، ص ۵۱، رقم: ۱۱۰ ؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۳، ص ۴۶۱، رقم: ۳۷۵۴۔

(۲) نجدہ: (۳۶۔۶۹ھ/ ۶۵۶۔۶۸۸) نجدہ بن عامر الحروری الحنفی فرقہ "النجدیہ" کے سردار تھے۔ ان کی نسبت "الحروریہ" کی طرف ہے اس لیے حروری کہلائے۔ ان کی رائے تمام خوارج سے یکسر مختلف تھی۔ مسلکی اختلاف کی وجہ سے انھوں نے نافع بن ازرق کا ساتھ چھوڑ دیا۔ ۶۶ھ میں اس نے عبداللہ بن زبیر کے زمانہ میں یمامہ میں خروج کیا جن کو آخر کار مصعب بن زبیرؓ نے شکست دے دی۔ دیکھیں: الزرکلی، الأعلام، ج ۸، ص ۱۰۔

ہماری قوم نے اس کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے: وہ ان کے لیے بھی کہتا ہے جنہیں تو گمان کرتا ہے۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ حصہ رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کے لیے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں کے لیے وہ حصہ مختص کیا ہے۔ ایک دفعہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس حصے میں سے کچھ سامان ہمیں دیا۔ تو ہم نے دیکھاہمارے حق سے کم ہے۔ ہم نے وہ سامان آپ کو واپس لوٹا دیا اور قبول کرنے سے انکار کردیا۔ آپ نے ان کے لیے کہ وہ جو کچھ مقرر کیا تھا وہ یہ ہے کہ ان میں سے شادی کرنے والوں کی مدد کی جائے اور مقروض کے قرض ادا کردیے جائیں اور ان کے فقراء کو عطا کیا جائے اور آپ نے اس سے زائد دینے سے انکار کردیا۔

(أ) ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن(۱) بن ابی لیلیٰ نے کہا ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور کہا اے امیر المومنین! مجھے بتایئے خمس میں سے تمہارے حصے کے متعلق ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا عمل کیسا تھا؟ تو آپ نے فرمایا: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اخماس نہیں تھے اور عمر رضی اللہ عنہ ہر خمس میں سے مجھے دیتے رہے یہاں تک کہ سوس اور نیشاپور کے لشکر کا خمس بھی دیا۔ میں ان کے پاس ہی تھا تو آپ نے کہا یہ خمس میں سے تم اہل بیت کا حصہ ہے۔ اور آپ نے بعض مسلمانوں کے لیے بھی ان کی شدید حاجت اور ضرورت کے تحت حلال قرار دیا۔ تو میں نے کہا : ہاں (ٹھیک ہے) تو عباس بن عبدالمطلب نے اچھلتے ہوئے کہا: جو ہمارے لیے ہے آپ اس میں تعرض نہ کیجئے۔ میں نے کہا: کیا ہم امیر المومنین کی مدد کا اور مسلمانوں سے بڑھ کر حق نہیں رکھتے؟ پھر انہوں نے وہ لے لیا۔ اور اللہ کی قسم! ہم نے وہ نہیں لیا اور نہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اس پر اصرار کیا ہے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ پر صدقہ حرام قرار دیا ہے اور اس کے عوض خمس میں سے حصہ عطا فرمایا ہے جو اس کا عوض ہے جو آپ پر حرام قرار دیا۔ اور صرف آپ کی اہل بیت پر صدقہ حرام قرار دیا۔ آپ کی امت پر نہیں۔ اس لیے ان کے لیے بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک حصہ مقرر کر دیا جو اس کے عوض ہے جو ان پر حرام قرار دیا۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(۱) عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ:عبدالرحمٰن بن یسار بن بلال اوسی، انصاری کا شمار علمی اعتبار سے ممتاز تابعین میں ہوتا ہے۔عمر فاروقؓ کے دور میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰ صحابہ کو دیکھا۔حدیث کے ممتاز حفاظ میں سے تھے۔صحابہ میں انھوں نے ابولیلیٰ ،عمرؓ،علیؓ،حذیفہؓ وغیرہ سے استفادہ کیا۔ان کے تلامذہ میں ان کے بیٹے عیسیٰ،پوتے عبداللہ کے علاوہ عمرو بن میمون ، شعبی،ثابت البنانی شامل ہیں۔علامہ نووی کے نزدیک ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے۔۸۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ دیکھیں:النووی، تہذیب الأسماء واللغات،ج ۱، ص ۳۴۳، رقم: ۳۶۱ ؛ العجلی، تاریخ الثقات، ص ۲۹۸، رقم:۹۷۸ ؛ الدارقطنی، ذکر اسماء التابعین ، ج ۱، ص ۲۱۲، رقم: ۵۸۲؛ ابن حبان، کتاب الثقات،ج ۲، ص ۲۱۹، رقم: ۴۵۲۔

(أ) ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہارے لیے ہاتھوں کے دھون (صدقہ) سے اعراض کرلیا ہے۔ کیونکہ ہمارے لیے خمس کے خمس میں اتنا ہے جو تمہیں غنی کر دے گا یا فرمایا: یہ تمہارے لیے کافی ہوگا۔

(ب) ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے زہری اور عبد اللہ(۱) بن ابی بکر سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر(۲) سے حاصل ہونے والے مال میں سے ذوی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب پر تقسیم کیا۔

(ج) ابن ابی شیبہ نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب پر تقسیم فرمایا۔ روای کا بیان ہے کہ میں اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ چل پڑے یہاں تک کہ آپ کے پاس حاضر ہوگئے اور ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کے بھائی بنی ہاشم ہیں۔ ہم ان کی فضیلت کا آپ کے اس مقام کی وجہ سے انکار نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان میں سے عطا فرمایا ہے۔ آپ کا

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۰۹۳۔ **(حکم)**: یہ حدیث سند کے لحاظ سے حسن ہے۔ اس کے سند میں ابراہیم بن مہدی کو ابوحاتم نے ثقہ کہا ہے۔ جبکہ یحیٰ بن معین نے کہا کہ وہ منکر روایات بیان کرتا ہے۔ دیکھیں: (تفسیر ابن کثیر، سورۃ الانفال، آیۃ: ۴۱، ج ۴، ص ۶۴)۔

(ب) ابن ابی حاتم نے یہ روایت ابن اسحاق کے واسطے سے بیان کی ہے۔ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۰۹۴۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، باب: غزوۂ خیبر، رقم: ۳۶۸۷۵۔ **(حکم)**: یہ روایت صحیح ہے (صحیح بخاری، کتاب الخمس، باب: ومن دلیل ان الخمس لامام، رقم: ۲۹۷۱، ۳۳۱۱)۔

(۱) عبداللہ بن ابی بکر: عبداللہ بن ابی بکر صدیق بن عثمان بن عامر قریشی، اسماءؓ کے بھائی تھے۔ قدیم الاسلام تھے۔ فتح مکہ، حنین اور غزوۂ طائف میں شریک رہے۔ ہجرت کے موقع پر غار ثور میں آپ ﷺ اور اپنے والد کے پاس طعام اور قریش مکہ کے خبریں پہنچاتے تھے۔ شوال ۱۱ ہجری کو اپنے والد کے ابتداء عہد میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۴۴۶، رقم: ۷۷۷ ؛ ابن حجر، الإصابہ، ج ۲، ص ۱۰۱۵، رقم: ۴۵۵۰ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۳، ص ۱۱، رقم: ۱۴۹۲۔

(۲) خیبر: خیبر ایک نخلستان ہے جو مدینہ منورہ سے ۱۸۴ کلومیٹر شمال میں واقع ہے۔ عہد نبوت میں خیبر یہودیوں کا بہت بڑا گڑھ تھا۔ فلسطین سے جلاوطن ہوکر یہودی قبیلے خیبر اور یثرب میں بھی آبسے۔ یہودیوں کی بولی میں "خیبر" قلعہ کو کہتے ہیں۔ خیبر کا سب سے بڑا قلعہ "القموص" ہے جسے علی رضی اللہ عنہ سے فتح کیا۔ دیکھیں: یاقوت الحموی، معجم البلدان، ج ۲، ص ۴۰۹، ۴۱۰ ؛ دشوقی ابوخلیل، اطلس القرآن، ص ۳۸۴۔

ہمارے ان بھائیوں کے بارے میں جو بنی مطلب میں سے ہیں کیا خیال ہے؟ آپ نے انہیں ہم سے کم عطا کیا ہے حالانکہ ہم اور وہ نسب کے اعتبار سے ایک ہی درجہ میں ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ انہوں نے ہم سے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں علیحدگی اور جدائی اختیار نہیں کی۔

(أ) ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ زید(۱) بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آل محمد ﷺ وہ ہیں جنھیں خمس دیا گیا اور وہ آل علی، آل عباس، آل جعفر اور آل عقیل ہیں۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے مجاہدؒ سے یہ قول بیان کیا ہے آل محمد ﷺ کے لیے چونکہ صدقہ حلال نہیں کیا گیا تھا اس لیے ان کے لیے خمس کا خمس مقرر کر دیا گیا۔

(ج) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ سعید بن جبیرؒنے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو کوئی چیز تم (مشرکین سے) غنیمت میں حاصل کرو ۔ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبٰى ذوی القربیٰ سے مراد نبی کریم ﷺ کے قرابت دار ہیں۔ وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔ابن سبیل سے مراد مہمان ہے۔ نبی کریم ﷺ کے عہد مقدس میں جب مسلمان مال غنیمت حاصل کرتے تو وہ اس کا خمس نکالتے۔ پھر اس ایک خمس کے چار حصے بناتے۔ ان میں سے ایک چوتھائی اللہ، رسول اور نبی کریم ﷺ کے قرابت داروں کے لیے ہوتا اور جو کچھ اللہ کے لیے تھا وہی رسول اللہ ﷺ اور ذوی القربیٰ کے لیے تھا۔ اور نبی کریم ﷺ کے لیے قرابت میں سے ایک آدمی کا حصہ ہوتا۔دوسرا چوتھائی نبی کریم ﷺ کے لیے ، تیسرا چوتھائی مساکین کے لیے اورچوتھا چوتھائی ابن سبیل کے لیے ہوتا۔ پھر وہ اس مال کی طرف متوجہ ہوتے جو باقی رہ جاتا اور وہ اسے اپنے حصوں پر تقسیم کرلیتے۔ جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوگیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرابت کا حصہ ختم کردیا اور اسے آپ اللہ تعالیٰ کے راستے میں (فی سبیل اللہ) خرچ کرنے لگے۔ اور یتامیٰ ، مساکین اور ابن سبیل کے حصے باقی رکھے۔

(أ) الشوکانی، فتح القدیر، سورۃالانفال، آیۃ: ۴۱، ج ۲، ص ۳۱۳۔

(ب) مصنف بن ابی شیبہ، کتاب الزکاۃ، باب:من قال لاتحل الصدقۃعلی بنی ہاشم، رقم: ۱۰۷۱۴۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم،سورۃالانفال، رقم:۹۰۸۳ ؛ یہ روایت تفسیرابن ابی حاتم میں مختصراً "من المشرکین تک" ذکر ہے۔

(۱) زیدبن ارقم:زیدبن ارقم بن قیس بن نعمان خزرجی،ابوعمریاابوعامر،صحابی، نبی کریم ﷺ کے ساتھ ۱۷غزوات میں شریک ہوئے۔غزوۂ احدمیں کم سنی کی وجہ سے اجازت نہیں ملی۔آپ کا پہلا غزوہ، خندق یا المریسیع ہے۔آپ سے ۷۰روایات مروی ہیں۔کوفہ میں ۶۶ھ یا ۶۸ھ کو وفات پائی۔دیکھیں: ابن حزم،اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۶۹، رقم:۴۶ ؛ ابن الاثیر، اُسد الغابۃ، ج ۲، ص ۱۸۲، رقم:۱۸۱۹ ؛ ابن حجر،الإصابۃ، ج ۱، ص ۶۴۰، رقم: ۲۸۷۴ ؛ ابن عبدالبر،الاستیعاب، ج ۲، ص ۱۰۹، رقم: ۸۴۲۔

(أ) ابن ابی شیبہ، بغوی(ا) ، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں بلقین(۲) کے ایک آدمی سے اور اس نے اپنے چچا کے بیٹے سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ اس مال کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور چار حصے ان کے لیے یعنی مسلمانوں کے لیے ہیں۔ میں نے عرض کی: کیا ان میں سے کوئی ایک دوسرے کی نسبت زیادہ حق بھی رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اگر میں تیرے پہلو سے تیر کھینچ لوں تب بھی تو اپنے مسلمان بھائی کی نسبت اس کا زیادہ حق دار نہیں ہے۔

(ب) ابن ابی شیبہ، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں عمرو بن شعیب سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ مال غنیمت میں سے خمس کا فریضہ نازل ہونے سے قبل تنفیل کرتے تھے۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۔الآیہ ۔تو آپ ﷺ نے تنفیل چھوڑ دی اور اسے خمس کے ساتھ مختص کردیا۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کا حصہ ہے۔

(ج) ابن ابی شیبہ نے مالک(۳) بن عبد اللہ خثعمی سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہم عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا: یہاں اہل شام میں کون ہے؟ یہ سن کر میں کھڑا ہوگیا۔ تو آپ نے فرمایا: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہ پیغام پہنچا دینا کہ جب انہیں مال غنیمت حاصل ہو۔تو وہ پانچ حصے بنالیں اور ان میں

(أ) البیہقی ، شعب الایمان، الثبات للعدو وترک الفرار من الزحف، رقم: ۴۰۲۰۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر ،باب: قولہ یسألونک عن الأنفال ماذکرفیھا، رقم: ۳۳۲۸۴۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر ،باب:فی الغنیمۃ کیف تقسم، رقم:۳۳۲۹۹ ؛ مصدرالتخریج میں مصنف ابن ابی شیبہ میں مالک بن عبداللہ ''الخثعمی'' ہے۔''الحنفی'' کے نام سے کوئی نہیں ملا۔

(ا) البغوی:(۲۱۳ـ۳۱۷ھ/ ۸۲۸ـ۹۲۹م)عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز ابن المرزبان ، حافظ،مسندالعصراورعلمائے حدیث میں سے تھے۔اپنے زمانے میں عراق کے محدث تھے۔معجم الصحابہ اور کتاب الجعدیات جومسند بن الجعد کے نام سے مطبوع ہوچکی ہے،ان کی مشہور کتابیں ہیں۔بغداد ان کی جائے پیدائش اور وفات ہے۔ ملاحظہ کریں: الکتانی،الرسالۃ المستطرفۃ، ص ۷۸ ؛ السمعانی،الأنساب، ج ۱، ص ۳۹۳، رقم:۱۳۱۰ ؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۴، ص ۱۱۹۔

(۲) البلقاء: یہ شام کے علاقے میں واقع ہے۔دمشق سے دو مرحلوں پراورمدینہ سے اٹھائیس مرحلوں پر ہے۔یہاں کی تلواریں بہت مشہور ہیں۔اس کا ذکر سریہ مؤتہ،غزوۂ تبوک اور سریہ اسامہؓمیں آتا ہے۔دیکھیں:یاقوت الحموی، معجم البلدان، ج ۱، ص ۴۸۹ ؛ سید فضل الرحمن ، فرہنگ سیرت، ص ۶۱۔

(۳) مالک بن عبداللہ الخثعمی:ابوالحکیم،صاحب سرایا، الفلسطینی،اسلام کے بہادرسپہ سالار تھے۔بقول بعض روایت کے صحابی ہیں۔جبکہ صحیح قول کے مطابق تابعی ہیں۔انھوں نے بہت سے غزوات میں حصہ لیااورغازی بن کر لوٹے۔ارض روم میں تقریباً ۶۰ھ میں وفات پائی ۔دیکھیں:ابونعیم،معرفۃ الصحابۃ، ج ۵، ص ۲۴۶۳ ؛ البغوی،معجم الصحابۃ، ج ۵، ص ۲۲۶ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۴، ص ۱۰۹، رقم:۳۵۔

سے ہر حصہ پر یہ لکھ دیں "للہ " (یعنی یہ حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے) پھر قرعہ اندازی کریں، پس جس کے بارے میں قرعہ نکل آئے اسے لے لیں۔

(أ) ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ شعبی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ اور نبی کریم ﷺ کا حصہ ایک ہی ہے۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے محمد(۱) بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مال غنیمت میں خمس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور نبی کریم ﷺ کا حصہ صفی (یعنی چناؤ) ہے۔ آپ ﷺ کو اختیار حاصل ہے کہ مال غنیمت کے قیدیوں میں سے جو بہتر ہو اسے اپنے لیے چن سکتے ہیں بشرطیکہ مال میں قیدی ہوں ورنہ دوسرا مال بھی آپ منتخب کرسکتے ہیں، پھر خمس نکالا جائے گا۔ پھر صفی کے بعد مسلمانوں کے ساتھ آپ کے لیے حصہ نکالا جائے گا۔ چاہے آپ میدان میں حاضر ہوں یا وہاں سے غائب۔

(ج) ابن ابی شیبہ نے عطاء(۲) بن سائب سے نقل کیا ہے کہ ان سے سوال کیا گیا۔ فے کیا ہے؟ اور مال غنیمت کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جب مسلمان مشرکین پر اور ان کی زمین پر غالب آجائیں اور انہیں بزور طاقت و قوت پکڑ لیں۔ تو اس صورت میں جو مال انہوں نے حاصل کیا اور اس پر غالب آئے۔ تو ہو مال غنیمت ہے ۔ اور وہ زمین فے کہلائے گی۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر ،باب:فی الغنیمۃ کیف یقسم، رقم: ۳۳۳۰۵۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ،کتاب السیر، باب:فی الغنیمۃ کیف یقسم، رقم:۳۳۳۰۷۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر ،باب: فی الغنیمۃ کیف یقسم، رقم:۳۳۳۱۱۔

(۱) محمد بن سیرین:(۳۳-۱۱۰ھ/۶۵۳-۷۲۹م) محمد بن سیرین بصری،ابوبکر،تابعی نے انس بن مالکؓ کے دامن علم میں تربیت پائی تھی۔اکابر صحابہ میں ابوہریرہؓ اورتابعین میں حسن بصری سے بھی استفادہ کیا۔امام اوزاعی،مالک بن دینار،ابن عون،قتادہ وغیرہ ان کے مشہور تلامذہ ہیں۔ابن سعد نے انھیں ثقہ مأمون اور حافظ ذہبی نے ثقہ ثبت کہا ہے۔دیکھیں:الدارقطنی، ذکراسماء التابعین، ج ۱، ص ۳۱۴، رقم:۹۲۹ ؛ العجلی،تاریخ الثقات، ص ۴۰۵، رقم:۱۴۶۴ ؛ الذہبی،العبر، ج ۱، ص ۷۶ ؛ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ، ج ۱، ص ۶۳، رقم: ۷۴۔

(۲) عطاء بن سائب بن مالک ابوسائب یاابوزید، کوفی تابعی تھے۔انھوں نے انسؓ،عمروبن حرث اورابن ابی اوفی سے استفادہ کیا۔ان کے تلامذہ میں شعبہ،دونوں سفیان،دونوں حماد اور یحیٰ بن القطان شامل ہیں۔ہررات کو قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔آخری عمر میں اختلاط کاشکار ہوگئے تھے۔ ۱۳۶ھ یا ۱۳۷ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں:ابن حجر،تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۲۵، رقم: ۵۱۶۵ ؛ العجلی،تاریخ الثقات، ص ۳۳۲، رقم:۱۱۲۸ ؛ الذہبی،من تکلم فیہ وہو موثق،ص ۱۳۴، رقم:۲۴۲ ؛ بشارعواد معروف، شعیب الأرنووط،تحریرتقریب التہذیب، موسسۃ الرسالۃ،بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷م ، کل اجزاء: ۴، ج ۳، ص ۱۴، رقم:۴۵۹۲۔

(أ) ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ سفیان(۱) نے کہا ہے غنیمت وہ ہے جسے مسلمانوں نے بزور شمشیر طاقت کے ساتھ حاصل کیا ہو، پس اسی مال کا پانچ میں ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر ہے اور چار حصے ہے ان کے لیے جو جنگ میں شریک ہوئے۔

(ب) ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ان سے یہ پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ خمس میں کس طرح کا عمل کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں آپ ایک حصہ دیتے تھے، پھر ایک آدمی کو پھر ایک آدمی کو۔ (یعنی آپ ﷺ باری باری ایک ایک فی سبیل اللہ حصہ عطا فرماتے تھے)۔

(ج) امام ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے لیے مال غنیمت میں ایک شے ہوئی تھی۔ آپ ﷺ اسے اپنے لیے پسند فرمالیتے تھے۔ چاہے وہ خادم ہو یا گھوڑا ہو۔ پھر اس کے بعد آپ کا حصہ خمس میں سے تھا۔

(د) ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ہم نے انفال (مال غنیمت) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حوالے کردیا اور رسول اللہ ﷺ نے بدر میں اس سے خمس نہیں نکالا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی وَاعْلَمُوٓا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ پس بدر کے بعد ہر مال غنیمت سے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے خمس قبول فرمایا۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب: فی الغنیمۃ کیف یقسم، رقم: ۳۳۳۱۲۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب: من یعطی من الخمس وفیمن یوضع، رقم: ۳۳۳۱۹۔

(ج) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) سفیان: سفیان بن سعید بن مسروق الثوری، ابوعبداللہ کوفہ میں ۹۷ھ (۷۱۶م) کو پیدا ہوئے اور وہی پلے بڑھے۔ امیرالمؤمنین فی الحدیث تھے۔ حدیث میں الجامع الکبیر والصغیر انکی مشہور تصانیف ہیں۔ علوم دینیہ اورتقویٰ میں بے مثال تھے۔ سفیان ثوری امام، فقیہ اور حجۃ تھے۔ کبھی کبھی تدلیس بھی کرتے تھے۔ ۱۶۱ھ (۷۷۸م) کو بصرہ میں فوت ہوئے۔ دیکھیں: العجلی، تاریخ الثقات، ص ۱۹۰، رقم: ۵۷۱ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۷، ص ۹۲۲، رقم: ۸۲ ؛ النسائی، ذکرالمدلسین، ص ۱۲۳، رقم: ۱۴۔

(أ) ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ مجھے والی نہیں بناویں گے اس خمس پر جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے خاص کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے مجھے اس کا والی بنا دیا۔

(ب) حاکم نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے خمس کے خمس کا والی بنا دیا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں اس کے صحیح مواقع اور محل میں اسے خرچ کیا۔

(ج) عبدالرزاق نے مصنف میں مکحولؒ سے روایت نقل کی ہے جسے انہوں نے نبی کریم ﷺ تک مرفوع ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سوائے دو گھوڑوں کے اور کسی گھوڑے کا حصہ نہیں اگر چہ دشمن کی جو سرحد عبور کرتے وقت اس کے ساتھ ایک ہزار گھوڑے ہوں۔ راوی نے مزید کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے دن گھوڑ سوار کے لیے ایک حصہ مقرر فرمایا۔

(د) عبدالرزاق نے قتادہؒ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے خمس کی وصیت کی اور فرمایا میں اس کے بارے میں وصیت کررہا ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی: وَاعْلَمُوٓا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب سہم ذوی القربیٰ لمن ھو، رقم: ۳۳۴۴۹۔

(ب) الحاکم، المستدرک، کتاب قسم الفئ، باب ایضاً، رقم: ۲۵۸۶۔

(ج) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، باب السہام للخیل، رقم: ۹۳۲۰۔

(د) مصنف عبدالرزاق، کتاب الوصایا، باب: کم یوصي الرجل من مالہ، رقم: ۱۶۳۶۳ ؛ کتاب التخرج مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ قتادہ بیان کرتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خمس کی وصیت کی (عن قتادة أن أبابكر أوصى بالخمس)۔ جبکہ الدرالمنثور کے زیر استعمال مطبوعہ میں ہے کہ قتادۃ نے خمس کی وصیت کی۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالی اِنْ کُنتُمْ آمَنتُمْ بِاللّٰہ کی تفسیر میں مقاتل (۱) کہتے ہیں۔ اگر انہوں نے اقرار کیا میرے حکم کے ساتھ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَى عَبْدِنَا کی تفسیر میں کہتے ہیں: اور جو کچھ تقسیم کے بارے میں محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔ یَوْمَ الْفُرْقَانِ سے مراد بدر کا دن ہے۔ اور یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ سے مراد وہ دن ہے جس دن مسلمانوں کا لشکر اور مشرکین کا لشکر باہم آمنے سامنے آئے اور ملے۔

(ب) ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یَوْمَ الْفُرْقَانِ کے بارے میں کہا ہے اس سے مراد بدر کا دن ہے۔ اور بدر، مکہ مکرمہ اور مدینہ کے درمیان پانی کا ایک کنواں ہے۔

(ج) ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یَوْمَ الْفُرْقَانِ سے مراد بدر کا دن ہے۔ اللہ تعالی نے اس کے ذریعہ حق اور باطل کے درمیان فرق کردیا۔

(د) سعید بن منصور، محمد (۲) بن نصر اور طبرانی نے ابن مسعود رضی اللہ سے یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے کہ غزوۂ بدر رمضان المبارک کی سترہ تاریخ کو واقع ہوا۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۰۹۹، ۹۱۰۰، ۹۱۰۱، ۹۱۰۴۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۶۱۳۴؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۰۲۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۶۱۳۰؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۰۱؛ الحاکم، المستدرک، کتاب المغازی والسرایا، باب: ایضاً، رقم: ۴۳۰۷؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب: سیاق قصۃ بدر عن مغازی موسیٰ بن عقبہ، ج ۳، ص ۱۲۰۔

(د) التفسیر من سنن سعید بن منصور ج ا، ص ۱۱۸، رقم: ۹۴۲؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۹، ص ۲۲۱، رقم: ۹۰۷۳۔

(۱) مقاتل بن حیان نبطی، ابو بسطام بلخی، امام، محدث نے شعبی، مجاہد، ضحاک، عکرمہ، شہر بن حوشب، عمر بن عبدالعزیز وغیرہ سے استفادہ کیا۔ ان کے تلامذہ میں بکیر بن معروف، ابراہیم بن ادہم اور عبداللہ بن المبارک وغیرہ شامل ہیں۔ انھوں نے ۱۵۰ھ میں ہند (کابل) میں وفات پائی۔ دارقطنی نے انھیں صالح الحدیث کہا ہے۔ دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۱۰، ص ۲۹۴، رقم: ۸۰۹۶؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۶، ص ۳۴۰، رقم: ۱۴۴؛ ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص ۱۹۵، رقم: ۱۵۶۶۔

(۲) محمد بن نصر: (۲۰۲-۲۹۴ھ/۸۱۷-۹۰۶م) محمد بن نصر المروزی، ابوعبداللہ فقہ اور حدیث کے امام تھے۔ احکام میں صحابہ کے اختلاف کے بہت بڑے عالم تھے۔ بغداد میں پیدا ہوئے، نیشاپور میں پلے بڑھے۔ بعد میں سمرقند کو وطن بنایا اور وہی فوت ہوئے۔ ان کی بہت سی تصنیفات ہیں جن میں چند یہ ہیں: المسند، القسامۃ، ماخالف بہ ابوحنیفہ علیا وابن مسعود۔ دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۸۷، رقم: ۷۵۰۳؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۱۴، ص ۳۳، رقم: ۱۳؛ جلال الدین السیوطی، حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاهرۃ، ج ا، ص ۳۱۰، رقم: ۵۹۔

(أ) ابن جریر نے حسن (۱) بن علی رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فیصلہ کن رات جس دن کو دونوں لشکر باہم برسرپیکار ہوئے ، رمضان المبارک کی سترہ تاریخ تھی۔

(ب) ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: غزوۂ بدر کی وہ رات جس کی صبح کو دونوں لشکر باہم آمنے سامنے آئے اور فیصلہ کن جنگ ہوئی وہ جمعہ کی رات تھی اور رمضان المبارک کی سترہ تاریخ تھی۔

(ج) عبد الرزاق اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو قرآن کریم کی آیات میں قتال کا حکم دیا گیا۔ پس وہ پہلا معرکہ جس میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفس حاضر ہوئے وہ بدر تھا۔ اس دن مشرکین کے لشکر کا سردار عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس تھا۔ رمضان المبارک کی سلہ یا سترہ راتیں گزر چکی تھیں کہ جمعہ کے دن بدر کے پاس دونوں لشکر باہم آمنے سامنے آملے۔ رسول اللہ ﷺ کے جانثاروں کی تعداد تین سو دس افراد سے کچھ زائد پر مشتمل تھی اور مشرکین کا لشکر نو سو اور ہزار کے درمیان تھا۔ اور وہ دن يَـوْمَ الْفُـرْقَـانِ تھا۔ کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے درمیان فرق اور امتیاز کردیا۔ اس دن سب سے پہلے قتل ہونے والا مجع مولی عمر اور انصار میں ایک آدمی تھا۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست فاش سے دوچار کیا۔ ان میں سے ستر سے زائد افراد قتل ہوئے اور اتنے ہی ان میں سے قیدی بنالیے گئے۔

(د) ابن ابی شیبہ نے جعفر(۲) سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت ذکر کی ہے کہ غزوۂ بدر رمضان المبارک کی سترہ تاریخ بروز جمعۃ المبارک ہوا۔

(أ) ابن مردویہ کی روایت–جیسا کہ تفسیر ابن کثیر،سورۃ الانفال،آیۃ ۴۲،ج ۴، ص ٦٦۔

(ب) تفسیر الطبری،سورۃ الانفال، رقم: ۱٦۱۳۵۔

(ج) مصنف عبدالرزاق، کتاب المغازی، باب: وقعۃ بدر، رقم: ۹۷۲٦ ؛ تفسیر الطبری،سورۃ الانفال، رقم:۱٦۱۳۲۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، باب: غزوۃ بدرالکبری، رقم: ۳٦٦۵۳۔

(۱) حسن بن علیؓ:(۳ـ۵۰ھ/٦۲۴ـ٦۷۰م) حسن بن علی بن ابی طالب ہاشمی، ابومحمد، پانچویں خلیفہ راشد،فاطمۃ الزہراءؓ کے بڑے بیٹے تھے۔بڑے فصیح،بردبار،صلح جو انسان تھے۔ان سے مروی روایات کی تعداد ۱۳ ہے۔جو زیادہ تر علیؓ اور ہند سے مروی ہیں۔ ۴۷ سال کی عمر میں مدینہ میں وفات پائی۔ دیکھیں:ابن الاثیر، اسدالغابہ، ج ۱، ص ۵۰۷، رقم: ۱۱٦۵ ؛ ابن حجر، الإصابہ، ج ۱، ص ۳۲۸، رقم: ۱۷۲۱ ؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۲، ص ۲٦۷، رقم: ۲۳۹۱۔

(۲) جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہاشمی،علوی، ابوعبداللہ،الصادق،عالم،فاضل،فقیہ اورسادات اہل بیت میں سے ہیں ۸۰ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔انھوں نے اپنے والدابوجعفرالباقر،عطاء بن ابی رباح،القاسم بن محمد سے استفادہ کیا۔وہ ثقہ ابن ثقہ ہے۔ ۱۴۸ھ میں فوت ہوئے۔دیکھیں: العجلی،تاریخ الثقات،ص ۹۸،رقم: ۲۱٦ ؛ الدارقطنی،ذکراسماء التابعین،ج ۲، ص ۳٦ ؛ ابن جوزی،صفۃالصفوۃ،ص ۳۳۱، رقم: ۱۷۱، الذہبی،الکاشف،ج ۱،ص ۱۳۰، رقم: ۸۰۷۔

(أ) ابن ابی شیبہ نے ابوبکر(۱) بن عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام سے یہ بیان کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا: بدر کی رات کون سی رات تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا: یہ جمعۃ المبارک کی رات تھی اور ابھی تک رمضان المبارک کی سترہ راتیں باقی تھیں۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے عامر (۲)بن ربیعہ البدری رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بدر کا دن پیر کا دن تھا اور رمضان المبارک کی سترہ تاریخ تھی۔

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَى وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ (42)

ترجمہ: ’’جس وقت (تم مدینے سے) قریب کے ناکے پر تھے اور کافر بعید کے ناکے پر اور قافلہ تم سے نیچے (اُتر گیا) تھا۔اور اگر تم (جنگ کے لیے) آپس میں قرارداد کرلیتے تو وقت معین (پر جمع ہونے) میں تقدیم و تاخیر ہوجاتی لیکن خدا کو منظور تھا کہ جو کام ہوکر رہنے والا تھا اُسے کر ہی ڈالے ، تا کہ جو مرے بصیرت پر(یعنی یقین جان کر) مرے اور جو جیتا رہے وہ بھی بصیرت پر (یعنی حق پہچان کر) جیتا رہے ۔ اور کچھ شک نہیں کہ خدا سنتا اور جانتا ہے‘‘۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، باب:غزوۃ بدر الکبریٰ، رقم:۳۶۶۵۶۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ،کتاب المغازی،باب: غزوۃ بدر الکبریٰ، رقم: ۳۶۶۵۴۔

(۱) ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام عمرؓ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔حافظ حدیث،اور مدینہ کے فقہاء سبعہ میں تھے۔سادات تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔صحابہ میں اپنے والد عبدالرحمٰن،ابوہریرۃؓ، عمار بن یاسرؓ، ابومسعودؓ،عائشہؓ، ام سلمہؓ سے استفادہ کیا۔ابن سعد نے انھیں ثقہ لکھا ہے۔ انھوں نے ۹۴ھ (۷۱۲م) میں وفات پائی۔دیکھیں:ابن سعد،الطبقات الکبریٰ، ج ۵، ص ۱۵۹، رقم:۷۵۰ ؛ العجلی،تاریخ الثقات، ص ۴۹۲، رقم:۱۹۱۱؛ ابن حجر، تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۴۰۵، رقم: ۹۰۷۵۔

(۲) عامر بن ربیعہ البدری: عامر بن ربیعہ بن کعب بن مالک،ابوعبداللہ،صحابی، سابقین اولین میں سے ہیں۔ذوالھجرتین ہیں۔قتل عثمانؓ کے دنوں میں ۳۲ھ (۶۵۲) میں وفات پائی۔ان سے ۲۲ اُحادیث مروی ہیں۔دیکھیں:ابن الاثیر،اسدالغابہ،ج ۲، ص ۴۹۵، رقم: ۲۶۹۴ ؛ ابن حجر،الاصابہ، ج ۲، ص ۹۷۴، رقم:۴۳۸۳ ؛ ابن عبدالبر،الاستیعاب، ج ۲، ص ۲۳۹، رقم:۱۳۲۵ ؛ ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۱۱۷، رقم: ۱۱۶۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا سے مراد وادی کا کنارہ ہے اور الرکب سے مراد ابوسفیان کا قافلہ ہے۔

(ب) ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ عکرمہؒ نے کہا: بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا سے مراد وادی کاقریب والا کنارہ ہے اوربِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَى سے مراد وادی کا دور والا کنارہ ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ عروہؓ نے وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ کے ضمن میں کہا کہ ابو سفیان ستر سواروں کے ہمراہ وادی کے نیچے کی جانب تھا۔ قریش کا لشکر مکہ سے چلا تو اس کی تعداد نو سو پچاس تھی۔ قریش مقام جحفہ پر تھے کہ ابوسفیان نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ میں قوم سے محفوظ نکل آیا ہوں اس لیے تم واپس لوٹ آؤ۔ مگر انہوں نے کہا: خدا کی قسم! ہم واپس نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ ہم بدر کے پانی تک پہنچیں گے۔

(د) ابن شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ کی تفسیر میں مجاہدؒ نے کہا: ابوسفیان اور اس کے ساتھی ملک شام سے تجارت کرکے آرہے تھے۔ انہیں اصحاب بدر کی خبر یہ تھی اور نہ ہی نبی کریم ﷺ کے اصحاب کو کفار قریش کی اطلاع تھی اور نہ ہی کفار قریش کو ان کے بارے میں کچھ خبر تھی۔ یہاں تک کہ وہ بدر کے پانی پر باہم آمنے سامنے مل گئے اور لڑ پڑے۔ نتیجۃً نبی ﷺ کے اصحاب ان پر غالب آگئے اور انہیں قیدی بنا لیا۔

(ھ) ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ عباد بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَى سے مراد وادی کی وہ جانب ہے جو مکہ مکرمہ کی طرف تھی۔اوروَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ سے مراد ابوسفیان اور اس کے قافلے کے ساتھی ہیں۔وہ وادی سے نیچے کی جانب ساحل کی طرف تھے۔ اور وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ یعنی اس کے بارے میں تمہارے اور ان کے درمیان وقت مقرر ہوتا پھر تمہیں ان کی تعداد کی کثرت اور اپنی تعداد کی قلت کی خبر پہنچتی تو تم آپس میں آمنے سامنے آکر جنگ نہ کرتے وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لیکن یہ اس لیے بلاارادہ ہوا تاکہ اللہ تعالیٰ وہ کر دکھائے جو اس نے اپنی قدرت کے ساتھ اسلام اور اہل اسلام کو غلبہ دینے

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۰۶۔

(ب) روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۱۲۔

(د) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۶۱۴۲؛ تفسیر مجاہد، سورۃ الانفال، رقم: ۵۱۹۔

(ھ) ابن اسحاق کی روایت- جیسا کہ سیرت ابن ہشام، غزوۃ بدر الکبریٰ، مانزل فی تقسیم الفئ، ج ۱، ص ۶۷۲؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۰۹، ۹۱۱۱، ۹۱۱۳، ۹۱۱۵، ۹۱۱۶۔

اور کفر اور اہل کفر کو ذلیل ورسوا کرنے کا تم سے مشورہ کیے بغیر ارادہ فرمارکھا ہے۔ پس اس نے جو ارادہ کیا اسے اپنے لطف وعنایت سے پورا کردیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو قافلے کی طرف نکالا آپ کا اس وقت قافلے کے سوا اور کوئی ارادہ نہ تھا۔ اور قریش کو مکہ سے نکالا اور وہ بھی اپنے قافلے کے دفاع اور بچاؤ کے سوا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قوم کو جنگ پر برانگیختہ کیا حالانکہ قافلے کے سوا ان کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ اسی کے بارے میں فرمایا وَلَـٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْراً كَانَ مَفْعُولاً یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ حق اور باطل کے درمیان فیصلہ فرمادے۔ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَة یعنی تاکہ جو کفر اختیار کرے وہ بھی دلیل کے بعد کفر پر رہے جب کہ وہ آیات اور عبرت کی علامات دیکھ لے اور جو ایمان لائے وہ بھی اسی طرح براہین ودلائل کے ساتھ ایمان لائے۔

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلاً وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيراً لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَـٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (43)

ترجمہ: ''اس وقت خدانے تمھیں خواب میں کافروں کو تھوڑی تعداد میں دکھایا۔اور اگر بہت کرکے دکھاتا توتم لوگ جی چھوڑدیتے اور(جو)کام (درپیش تھا اُس)میں جھگڑنے لگتے لیکن خدانے(تمھیں اس سے)بچالیا۔بیشک وہ سینوں کی باتوں تک سے واقف ہے''۔

(أ) عبدالرزاق ، ابن جریر، ابن منذراور ابن ابی حاتم نے اس آیت کی تفسیر میں مجاہدؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ :اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حالت خواب میں لشکر کفار کی تعداد قلیل دکھائی۔پھرآپ ﷺ نے اس کے بارے میں اپنے اصحاب کو آگاہ کیا۔یہ انھیں ثابت قدم رکھنے کے لیے تھا۔

(ب) ابن اسحاق اور ابن منذر نے حبان(۱) بن واسع بن حبان سے اور انہوں نے اپنی قوم کے شیوخ سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن اپنے صحابہ کی صفیں درست فرمائیں اور عریش کی طرف واپس تشریف

(أ) عبدالرزاق، تفسیرالصعانی،سورۃالانفال،ج ۱، ص ۲۵۹ ؛ تفسیرالطبری،سورۃالانفال، رقم: ۱۶۱۵۰ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۹۱۱۸۔

(ب) ابن اسحاق کی روایت- جیساکہ سیرت ابن ہشام،غزوۃبدرالکبریٰ، ج ۱، ص ۶۲۶،۶۲۷پر ملی۔

(۱) حبان بن واسع بن حبان بن منقذ بن عمروانصاری،مازنی، مدنی صغارتابعین میں سے ہیں۔انھوں نے اپنے والد واسع بن حبان اور خلادبن السائب الأنصاری سے استفادہ کیا۔ان کے تلامذہ میں عبداللہ بن لھیعہ اورعمروبن الحارث شامل ہے۔ دیکھیں:ابن حبان،مشاہیر علماء الامصار، ص ۱۳۳، رقم:۱۰۵۱ ؛ البخاری،التاریخ الکبیر،ج ۳، ص ۱۱۲، رقم:۳۸۰ ؛ ابن حجر،تہذیب التھذیب، ج ۱، ص ۶۳۶، رقم: ۱۲۷۲۔

لائے۔ چنانچہ آپ ﷺ اس میں داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے عریش میں ایک بار پاؤں مارا۔ پھر متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابوبکر! تمہارے لیے بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت تمہارے پاس آچکی ہے ۔ یہ جبرئیل امین ہیں جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے اسے کھینچ رہے ہیں اور ان کے چہرے پر گردوغبار پڑا ہوا ہے۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے کہا: وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ کا معنی ہے کہ تم اس معاملہ میں اختلاف کرنے لگتے۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وَلَـٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ کا معنی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے مکمل کردیا۔

(ج) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَلَـٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ان کا معاملہ مکمل کردیا۔ یہاں تک کہ انہیں ان کے دشمنوں پر غالب کردیا۔

وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ (44)

ترجمہ: ”اور اس وقت جب تم ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو کافروں کو تمہاری نظروں میں تھوڑا کرکے دکھاتا تھا اور تم اُن کو نگاہوں میں تھوڑا کرکے دکھاتا تھا، تاکہ خدا کو جو کام کرنا منظور تھا اسے کرڈالے، اورسب کاموں کا رجوع خداہی کی طرف ہے“۔

(د) ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ بدر کے دن کفار کے لشکر کو ہماری نظروں میں قلیل کردیا گیا یہاں تک کہ میں نے اپنے پہلو میں موجود ایک آدمی کو کہا: کیا تو انہیں ستر دیکھ رہا ہے؟ اس نے کہا: نہیں بلکہ یہ تو سو ہیں۔حتی کہ ہم نے ان میں سے ایک آدمی کو پکڑا اور اس سے پوچھا (تم کتنے ہو؟) تو اس نے جواب دیا: ہم ہزار ہیں۔

(أ) تفسیرابن ابی حاتم،سورۃالانفال، رقم:۹۱۲۲۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم:۹۱۲۴۔

(ج) تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم: ۱۶۱۵۴ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال ، رقم:۹۱۲۳۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی،باب:غزوۃبدرالکبریٰ، رقم:۳۶۶۹۸ ؛ تفسیرالطبری،سورۃالانفال ، رقم : ۱۶۱۵۶ ؛ ابن مردویہ کی روایت- جیساکہ الزیلعی تخریج أحادیث الکشاف، ج ۲، ص ۳۲،۳۱۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے عکرمہ ؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر اکسایا۔

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُواْ إِذَا لَقِیتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُواْ وَاذْکُرُواْ اللّهَ کَثِیراً لَّعَلَّکُمْ تُفْلَحُونَ (45)

ترجمہ: ” مؤمنو! جب (کفار کی) کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو، اور خدا کو بہت یاد کرو تا کہ تم مراد حاصل کرو“۔

(ب) عبد الرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دشمن سے ملاقات (جنگ) کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کی التجاء کرو اور اگر تمہارا ان سے آمنا سامنا ہو جائے تو پھر ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔ اور جب وہ دھکائیں اور چیخیں تو تم پر خاموش رہنا لازم ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم نے کعب الاحبارؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر سے بڑھ کر اور کوئی شے محبوب نہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو نماز اور قتال میں اس کا حکم نہ دیتا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس نے لوگوں کو قتال کے وقت بھی ذکر کا حکم دیا ہے اور فرمایا: یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُواْ إِذَا لَقِیتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُواْ وَاذْکُرُواْ اللّهَ کَثِیراً لَّعَلَّکُمْ تُفْلَحُونَ ۔

(د) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے اس آیت کے ضمن میں کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر فرض قرار دیا ہے اس وقت بھی جب تم انتہائی مشغول ترین ہو اور تلواروں کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۲۸۔

(ب) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، باب: کیف یصنع بالذی یغل، رقم: ۹۵۱۸ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب: رفع الصوت فی الحرب، رقم: ۳۳۴۱۸ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۳۱ ؛ الطبرانی، المعجم الصغیر، ج ۲، ص ۶۵، رقم: ۷۹۰۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۳۲۔

(د) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ) ابونعیم نے حلیہ میں ابوجعفرؒ (۱) سے یہ قول نقل کیا ہے شدید ترین اعمال تین ہیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ، تیرا اپنے آپ سے انصاف کرنا اور مال میں اپنے بھائی کے ساتھ غم خواری کرنا۔

(ب) عبد الرزاق نے یحییٰ (۲) بن ابی کثیر سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دشمن سے جنگ کرنے کی تمنا نہ کرو، کیونکہ تم نہیں جانتے شاید تمہیں انہیں کے سبب آزمائش میں ڈال دیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کی التجاء کرو جب وہ تم پر آجائیں اگر چہ وہ دھمکیاں دے رہے ہوں، جنگ کے لیے تیار ہوں اور زمین پر شور برپا کررہے ہوں تو زمین پر بیٹھ جاؤ اور پھر کہو: اے اللہ ! تو ہمارا رب ہے اور ان کا بھی رب ہے۔ ہم تیرے واسطے سے اپنے آپ کو اور انہیں بھی نصیحت کرتے ہیں۔ بے شک تو ہی انہیں قتل کرسکتا ہے پھر جب وہ تمہارے اور قریب آجائیں، تو ان پر زور دار حملہ کرو اور یہ جان لو کہ جنت تلواروں کے نیچے ہے۔

(ج) ابن ابی شیبہ نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا۔ زلزلے کے وقت خاموش رہنا اور ذکر کرنا واجب ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْراً ۔

(أ) ابونعیم الأصبہانی،حلیۃ الأولیاء، ج ۳، ص ۱۸۳۔

(ب) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، باب: کیف یصنع بالذی یغل، رقم: ۹۵۱۳۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ،کتاب السیر ،باب:رفع الصوت فی الحرب، رقم: ۳۳۴۱۹۔

(۱) ابوجعفر(۵۷۔۱۱۴ھ/۶۷۶۔۷۳۲م) محمد بن علی زین العابدین بن الحسین،ابوجعفر،الباقر،اثناعشریہ امامیہ کے پانچویں امام اور جلیل القدر تابعی ہیں۔آپ نے امام حسنؓ، علیؓ،محمد بن حنفیہ، عائشہؓ ام سلمہؓ سے استفادہ کیا۔امام اوزاعی،اعمش،امام زہری،ابن جریج جیسے اکابرعلماء ومحدثین آپ کے خرمن کمال کی خوشہ چین تھے۔ابن سعد نے کہا: ثقہ کثیر الحدیث تھے۔ دیکھیں:العجلی،تاریخ الثقات، ص ۴۱۰، رقم:۱۴۸۶ ؛ ابن العماد،شذرات الذہب،ج ۱، ص ۲۶۰ ؛ الدارقطنی،ذکراسماء التابعین، ج ۱، ص ۳۱۴، رقم:۹۳۱ ؛ الذہبی،الکاشف، ج ۳، ص ۷۱، رقم:۵۱۴۲۔

(۲) یحیی بن ابی کثیر،ابونصر،الیمانی،حافظ،صغارتابعین میں سے ہیں۔انھوں نے انسؓ،ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف،محمد بن ابراہیم سے استفادہ کیا۔ان کے تلامذہ میں ایوب السختیانی،الاوزاعی،الحسین المعلم وغیرہ شامل ہیں تدلیس کے لیے مشہور ہیں اورکثرت سے مرسل روایات بیان کرتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ کسی صحابی سے ان کا سماع ثابت نہیں۔دیکھیں: ابن حجر،تہذیب التہذیب،ج ۷، ص ۹۴، رقم:۸۹۳۰ ؛ الدارقطنی،ذکراسماء التابعین، ج ۱، ص ۴۰۱، رقم:۱۲۴۴ ؛ ابن حجر،طبقات المدلسین،ص ۳۶، رقم:۶۳ ؛ النسائی، ذکرالمدلسین،ص ۱۲۱، رقم:۴ ؛ ابن حبان، کتاب الثقات، ج ۴، ص ۳۷۷، رقم:۵۱۵۱۔

(أ) ابن عساکر نے عطاء(۱) بن ابی مسلم سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو الوداع کیا۔ تو ابن رواحہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایسی شے کا حکم فرمایئے جسے میں آپ کی جانب سے یاد کرلوں ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کل تو ایسے شہر میں پہنچنے والا ہے جہاں سجدے بہت قلیل ہے۔ پس تم کثرت سے سجود کرنا۔ انہوں نے عرض کی: کچھ اضافہ کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر کیجئے کیونکہ وہ تمہارے ہر مطالبے پر معاون ومدگار ہوگا۔ انہوں نے عرض کی: اور اضافہ فرمایئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن رواحہ ! تو دس کو اچھے طریقے سے نہ کرنے کے سبب ایک کو اچھے طریقے سے کرنے سے عاجز نہ آجائے۔ تو ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اس کے بعد میں کسی شے کے بارے میں سوال نہیں کروں گا۔

(ب) حاکم نے سہل(۲) بن سعد رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ چیزیں رد نہیں کی جاتیں۔ اذان کے وقت کی دعا اور جنگ کے وقت کی دعا جب کہ بعض بعض کو قتل کر رہے ہوں۔

(أ) ابن عساکر،تاریخ دمشق، ج ۲۸، ص ۱۴۰۔**(حکم)**: اس روایت کو شیخ البانی نے ضعیف کہا ہے:(البانی،سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، ج ۱۴، ص ۱۲۵۳ ، رقم:۷۱۴۱۔

(ب) الحاکم،المستدرک، کتاب الجہاد، رقم: ۲۵۳۴۔**(حکم)**:امام حاکم اورشیخ البانی نے اس روایت کو صحیح کہاہے:(محمد ناصرالدین البانی،صحیح الجامع الصغیروزیادتہ،منشورات المکتب الاسلامی، ط ۱، ۱۳۸۸ھ۔ ۱۹۶۹م، رقم: ۳۰۷۹)۔

(۱) عطاء بن ابی مسلم الخراسانی، ابوعثمان اہل بلخ میں سے تھے اورشام میں سکونت پذیر تھے۔صحابہ سے مرسل روایات بیان کرتا ہے۔حسن بصری،سعیدبن جبیر،سعیدبن المسیب وغیرہ سے استفادہ کیا۔ابن حجر کے نزدیک صدوق کثیرالأوھام،مدلس اور مرسل روایات بیان کرنے والا ہے۔ ۱۳۵ھ (۷۵۲م) میں فوت ہوئے۔ دیکھیں:ابن حجر،طبقات المدلسین،ص ۶۴، رقم: ۱۶۵ ؛ ابن حجر،تہذیب، ج ۴، ص ۴۹۹، رقم: ۵۴۰۲ ؛ ابن منجویہ، رجال صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۰۲، رقم:۱۲۵۶ ؛ ابن جوزی، کتاب الضعفاء والمتروکین، ج ۲، ص ۱۷۸، رقم:۲۳۱۲۔

(۲) سہل بن سعد خزرجی،انصاری،صحابی، ہجرت سے پانچ سال قبل پیداہوئے۔ قبیلہ بنوساعدہ سے تعلق رکھتے تھے۔تقریباً سوسال زندہ رہے۔انکی مرویات کی تعداد ۱۸۸ہے جن میں ۲۸ متفق علیہ ہیں۔انھوں نے ۹۱ھ (۷۱۰م)میں وفات پائی۔ دیکھیں:ابن قانع،معجم الصحابہ، ج ۵، ص ۱۹۷۹ ؛ ابن الاثیر،اسدالغابۃ، ج ۲، ص ۳۵۷، رقم: ۲۲۹۵ ؛ ابن حجر،الإصابہ، ج ۱، ص ۷۷۹، رقم: ۳۵۳۴۔

(أ) حاکم نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنگ کے وقت آواز (شوروشغب) ناپسند کرتے تھے۔

(ب) ابن ابی شیبہ اور حاکم نے قیس بن عبادؓ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ جنگ کے وقت آواز کو ناپسند کرتے تھے۔

(ج) ابن ابی شیبہ نے قیس بن عبادؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام تین اوقات میں آواز کو پست کرنا پسند کرتے تھے۔ جنگ کے وقت، تلاوت قرآن کے وقت اور میتوں کے پاس۔

(د) ابن ابی شیبہ نے حسنؒ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ تین اوقات میں آواز بلند کرنا مکروہ جانتے تھے۔ جنازہ کے پاس، جب دولشکر باہم برسر پیکار ہوں اور جب قرآن کریم پڑھا جارہا ہو۔

وَأَطِيعُواْ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلاَ تَنَازَعُواْ فَتَفْشَلُواْ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُواْ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (46)

ترجمہ: ''اورخدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلواور آپس میں جھگڑانہ کرنا کہ(ایسا کروگے تو) تم بزدل ہوجاؤگے اورتمہارا اقبال جاتارہے گااورصبر سے کام لو، بے شک خدا صبرکرنے والوں کامددگارہے''۔

(ھ) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہؓ نے **وَلاَ تَنَازَعُواْ فَتَفْشَلُواْ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ** کی تفسیر میں آپ فرماتے ہیں: تم باہم اختلاف نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اورتمہاری مدونصرت اٹھالی جائے گی۔

(أ) الحاکم المستدرک، کتاب الجہاد، رقم: ۲۵۴۴۔ امام حاکم نے اسکو صحیح اور شیخ البانی نے ضعیف کہاہے:(سلسلۃ لأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، ج ۹، ص ۲۸۲، رقم:۴۲۸۹)۔**(حکم)**: صحیح

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ،کتاب السیر،باب: رفع الصوت فی الحرب، ۳۳۴۲۰ ؛ الحاکم،المستدرک،کتاب الجہاد،رقم: ۲۵۴۳۔**(حکم)**: روایت صحیح موقوف ہے:(البانی،صحیح ابی داؤد،ج ۲، ص ۵۰۵، رقم:۲۳۱۴)

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز،باب:فی رفع الصوت فی الجنازۃ، رقم:۱۱۲۰۱۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ،کتاب الجنائز،باب: فی رفع الصوت فی الجنازۃ، رقم:۱۱۲۰۴۔

(ھ) تفسیرابن ابی حاتم،سورۃالانفال ، رقم: ۹۸۷۰۔

(أ) فریابی(۱) ، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے کہا ہے : ' وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ کا معنی ہے تمہاری نصرت ختم ہو جائے گی۔ تحقیق اصحاب محمد ﷺ کی ہوا اکھڑ گئی جب انہوں نے غزوۂ احد کے دن آپس میں جھگڑا کیا۔

(ب) امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن زیدؒ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا ریح سے مراد مدد ونصرت ہے۔ کبھی بھی مدد و نصرت نہیں آئی مگر ہوا کے ذریعے جسے اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے اور وہ دشمن کے چہروں پر پڑتی ہے اور جب اس طرح ہوتا ہے تو ان کی قوت وطاقت باقی نہیں رہتی۔

(ج) ابن ابی شیبہ نے نعمان(۲) بن مقرن رضی اللہ عنہ سے نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنگ میں حاضر ہوتے تو آپ ﷺ دن کے پہلے اور آخری حصے میں قتال نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سورج ڈھل جاتا اور ہوائیں چلنے لگتیں اور مدد و نصرت حاصل ہوتی۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ (47)

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال ، رقم: ۱۶۱۶۳ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۳۹۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۴۲۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب: فی قتال العدو أی ساعۃ یستحب، رقم: ۳۳۰۸۱۔ (حکم) شیخ البانی نے روایت کو صحیح کہا ہے: (التبریزی، مشکاۃ المصابیح، تحقیق: محمد ناصر الدین البانی، المکتب الاسلامی، بیروت، ط ۲، ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵م ، کل اجزاء: ۳، ج ۲، ص ۳۹۳، رقم: ۳۹۳۲)۔

(۱) فریابی: (۲۰۷۔۳۰۱ھ/۸۲۲۔۹۱۳م) جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض، ابوبکر الفریابی، قاضی، شیخ الوقت، حافظ، علمائے حدیث میں سے تھے۔ انہوں نے شیبان بن فروخ، ہدبہ بن خالد، اسحاق بن راہویہ سے استفادہ کیا۔ ان کے تلامذہ میں ابوبکر النجاد، ابوبکر الشافعی، ابوالقاسم الطبرانی جیسے اکابر علماء شامل ہیں۔ "صفۃ النفاق وذم المنافقین"، "دلائل النبوۃ" اور "فضائل القرآن" ان کی باقی ماندہ کتابیں ہیں۔ دیکھیں: الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۱۴، ص ۹۶، رقم: ۵۴ ؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۲، ص ۱۲۷۔

(۲) نعمان بن مقرن: نعمان بن مقرن بن عائذ المزنی، ابوعمرو، صحابی نے اپنے سات بھائیوں کے ساتھ مدینہ ہجرت کی۔ فتح مکہ کے موقع پر بنومزینہ کا علم ان کے پاس تھا۔ پہلے بصرہ میں سکونت اختیار کی۔ پھر کوفہ سے مدینہ منتقل ہوگئے۔ قادسیہ کی فتح ان کے طفیل حاصل ہوئی۔ فتح نہاوند کے دن شہید ہوئے۔ دیکھیں: ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۲۰۲، رقم: ۲۶۴ ؛ ابن الأثیر، اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۴۰۵، رقم: ۲۵۷۰ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۴، ص ۶۷، رقم: ۲۶۵۵۔

ترجمہ: ''اوراُن لوگوں جیسے نہ ہونا جو اتراتے ہوئے (یعنی حق کا مقابلہ کرنے کے لیے) اور لوگوں کو دکھانے کے لیے گھروں سے نکل آئے اور لوگوں کوخدا کی راہ سے روکتے ہیں۔ اور جو اعمال یہ کرتے ہیں خدا اُن پر احاطہ کیے ہوئے ہے''۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت میں کَالَّذِیْنَ خَرَجُوا ۔ الآیہ۔ سے مراد وہ مشرکین ہیں جنھوں نے بدر کے دن رسول اللہ ﷺ سے قتال کیا۔

(ب) ابن جریر نے محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب قریش مکہ مکرمہ سے بدر کی طرف نکلے تو وہ گانے والی کنیزوں اور دفوف کے ساتھ نکلے تھے۔ لہٰذا اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ وَلاَ تَکُونُواْ کَالَّذِیْنَ خَرَجُواْ مِن دِیَارِهِم بَطَراً ، الآیہ۔

(ج) ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا کہ اس آیت میں کَالَّذِیْنَ سے مراد ابوجہل اور اس کے بدر کے دن کے ساتھی ہیں۔

(د) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے متعلق قتادہؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں ان مشرکین کا ذکر ہے جنھوں نے بدر کے مقام پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنگ لڑی ، وہ اس حال میں مکہ سے نکلے تھے کہ ان پر بغاوت اور فخر وتکبر کے جذبات غالب تھے۔ اس دن ان سے کہا گیا: واپس لوٹ جاؤ تمہارا قافلہ چلاگیا ہے اور تم کامیاب ہو۔ تو انہوں نے کہا ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! (ہم واپس نہیں جائیں گے) یہاں تک کہ اہل حجاز ہماری سفر اور ہماری تعداد کے بارے میں گفتگو کریں گے اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کی۔ اے اللہ ! بے شک قریش اپنے فخر وغرور اورتکبر کے ساتھ آئے ہیں تاکہ تیرے رسول سے آکر جھگڑا کریں۔

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۹۱۴۹۔

(ب) تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم: ۱۶۱۸۲۔

(ج) روایت نہیں ملی۔

(د) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال ، رقم: ۹۱۵۲۔

وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لاَ غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَاءتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَى عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّيَ أَرَى مَا لاَ تَرَوْنَ إِنِّيَ أَخَافُ اللّهَ وَاللّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ (48) إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَـؤُلاء دِينُهُمْ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّهِ فَإِنَّ اللّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (49)

ترجمہ: ''اورجب شیطان نے اُن کے اعمال اُن کو آراستہ کردکھائے اور کہا کہ آج کے دن لوگوں میں سے کوئی تم پر غالب نہ ہوگا اور میں تمھارا رفیق ہوں(لیکن)جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل (صف آرا)ہوئیں ، توپسپا ہوکرچل دیااور کہنے لگا کہ مجھے تم سے کوئی واسطہ نہیں میں توایسی چیز دیکھ رہاہوں جوتم نہیں دیکھ سکتے، مجھے توخداسے ڈرلگتاہے، اور خدا سخت عذاب کرنے والاہے۔ اُس وقت منافق اور (کافر) جن کے دلوں میں مرض تھا کہتے تھے کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے مغرور کررکھاہے۔ اور جوشخص خداپربھروسہ رکھتاہے تو خدا غالب (اور) حکمت والاہے''۔

(أ) ابن منذر نے مجاہدؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بدر کے دن شیطان نے قریش کے اعمال آراستہ کردیئے۔

(ب) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقیؒ نے دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا ابلیس شیاطین کے ایک لشکر کے ساتھ آیا، اس کے ساتھ ایک جھنڈا بھی تھا، وہ بنی مدلج کے آدمیوں کی شکل میں تھا اور خود سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں تھا۔ شیطان نے انہیں کہا: لاَ غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ پھر جبرئیل علیہ السلام ابلیس کے قریب آئے، اس وقت اس کا ہاتھ مشرکین میں سے ایک آدمی کے ہاتھ میں تھا۔ جب اس نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تو ہاتھ چھوڑ دیا او وہ اپنے ساتھیوں سمیت پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلا تو اس آدمی نے کہا: اے سراقہ ! تو تو ہمارا نگہبان ہے؟ اس نے جواب دیا: إِنِّيَ أَرَى مَا لاَ تَرَوْنَ جس وقت اس نے ملائکہ کو دیکھا تو کہا إِنِّيَ أَخَافُ اللّهَ وَاللّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ جب قوم کے بعض افراد بعض کے قریب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی نظروں میں مسلمانوں کوقلیل کردیا۔ تو اس وقت مشرکین نے کہا: یہ کچھ نہیں! غَرَّ هَـؤُلاء دِينُهُمْ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّهِ فَإِنَّ اللّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ کہ انہیں ان کے دین نے مغرور کردیا ہے۔ اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے''۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیرالطبری، سورۃالأنفال، رقم: ۱۶۱۸۳ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃالأنفال، رقم: ۹۱۵۷ ؛ البیہقی، ولائل النبوۃ، باب التقاء الجمعین ونزول الملائکۃ، ج ۳، ص ۷۹،۷۸ ۔

(أ) واقدی(۱) اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب لوگ (میدان میں) ایک دوسرے کے پیچھے کھڑے ہوگئے تو ایک لحظہ کے لیے رسول اللہ ﷺ پر اونگھ طاری کر دی گئی اور پھر آپ ﷺ سے فکر اور غم کو دور ہٹا دیا گیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو بشارت سنائی کہ جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کا پاک لشکر ساتھ لے کر لوگوں کے میمنہ میں آئے ہیں۔ اور میکائیل علیہ السلام ملائکہ کے دوسرے لشکر کے ساتھ میسرہ میں اور اسرافیل علیہ السلام ایک ہزار کا اور لشکر لے کر آئے ہیں۔ ابلیس سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی کی شکل میں مشرکین کی نگہبانی کر رہا تھا کہ آج کے دن لوگوں میں سے کوئی ان پر غالب نہیں آسکتا، پس جونہی اللہ کے دشمن نے ملائکہ کو دیکھا، تو وہ الٹے پاؤں بھاگ پڑا۔ اس نے کہا: بے شک میں تم سے بری ہوں، میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ حارث کھڑے ہو کر اسے دیکھتا رہا اور ابلیس چلا گیا اور دکھائی نہ دیا یہاں تک کہ سمندر میں جاگرا۔ اس نے اپنے ہاتھ بلند کرکے کہا "یا رب موعدك الذی وعدتنی" (اے میرے رب ! تیرا وعدہ برحق ہے جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے)۔

(ب) طبرانی اور ابو نعیم نے دلائل میں رفاعہ بن رافع الانصاری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب ابلیس نے وہ کچھ دیکھا جو کچھ ملائکہ بدر کے دن مشرکین سے کرنے لگے تو وہ خوف زدہ ہوگیا کہ اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔ حارث بن ہشام اس کے ساتھ کھڑا تھا اور وہ اسے سراقہ بن مالک گمان کررہا تھا۔ پس اس نے حارث کے سینے میں زور سے دھکا لگایا اور اسے پرے پھینک دیا اور یہ بھاگتے ہوئے نکل گیا۔ یہاں تک کہ اپنے آپ کو سمندر میں پھینک دیا اور ہاتھ بلند کرکے یہ کہا: اے اللہ ! میں تجھ سے التجاء کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم فرمائے۔

(أ) واقدی،محمد بن عمر بن واقد، کتاب المغازی،تحقیق: د۔مارسدن جونس، مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات بیروت، ط ۳، ۱۴۰۹ھ۔۱۹۸۹م، کل اجزاء: ۳، بدرالقتال، ج ۱، ص ۷۰۔

(ب) الطبرانی ، المعجم الکبیر ، ج ۵، ص ۴۷، رقم: ۴۵۵۰۔ (حکم: الہیثمی نے کہا :اس میں عبدالعزیز بن عمران ہے جوضعیف ہے۔ دیکھیں:مجمع الزوائد،کتاب المغازی والسیر ، باب غزوۃبدر ، رقم: ۹۹۵۶)۔

(۱) واقدی: (۱۳۰۔۲۰۷ھ / ۷۴۷۔۸۲۳م) محمد بن عمر بن واقد،ابوعبداللہ، المدنی حفاظ حدیث اور اسلام کے قدیم مؤرخین میں سے ہیں۔ ۱۸۰ھ میں مدینہ سے عراق منتقل ہوئے اوراپنی وفات تک یہاں مقیم رہیں۔انھوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں المغازی النبویۃ، فتح افریقیہ، فتح مصروالاسکندریہ، أخبارمکہ ، فتوح عراق، تاریخ الفقہاء شامل ہیں۔ان سے روایت کرنے والوں میں سے محمد بن سعدکاتب الواقدی ،نے کافی شہرت حاصل کی۔ یحیٰی بن معین نے کہا واقدی اپنی طرف سے حدیث گھڑتا تھا۔ دیکھیں: الذہبی، سیرأعلام النبلاء، ج ۹، ص ۴۵۴، رقم: ۱۷۲ ؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۶، ص ۳۱۱ ؛ النسائی، احمد بن شعیب ،تسمیۃ مشائخ ابی عبدالرحمٰن النسائی وذکرالمدلسین، محقق:حاتم بن عارف العونی، دارعالم الفوائد، مکۃالمکرمہ، ط ۱، ۱۴۲۳ھ، ص ۷۶، رقم: ۲۔

(أ) طبرانی نے الاوسط میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالٰی نے مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ :(۱) ''عنقریب پسپا ہوگی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے'' تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کون سی جماعت پسپا ہوگی ؟ یہ سب بدر سے پہلے ہوا پھر جب غزوۂ بدر ہوا اور قریش پسپا ہوئے، میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا کہ آپ ان کے پیچھے تلوار سونتے ہوئے تھے اور یہ کہہ رہے تھے: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ تب معلوم ہوا کہ یہ آیت بدر کے دن کے لیے تھی۔ پھر اللہ تعالٰی نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی حَتّٰی إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِم بِالْعَذَابِ (۲) ۔الآیہ ''یہاں تک کہ جب ہم پکڑیں گے ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب سے''۔ اور اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل کی: أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللهِ كُفْرًا (۳) ۔ الآیہ ۔''کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جنہوں نے بدل دیا اللہ تعالٰی کی نعمتوں کو ناشکری سے''۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ان پر ریت پھینکی اور وہ ان تمام پر پڑی اور اس نے ان کی آنکھوں اور مونہوں کو بھر دیا۔ یہاں تک کہ آدمی قتل کیا جاتا درآنحالیکہ اس کی آنکھیں اور منہ ان سے بھرا ہوتا۔ تو اس کے بارے میں اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَـٰكِنَّ اللهَ اور اللہ تعالٰی نے ابلیس کے بارے میں یہ آیت اتاری: فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ. عتبہ بن ربیعہ اور اس کیساتھ دیگر مشرکین نے غزوۂ بدر کے دن کہا: غَرَّ هَـٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ تب اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَـٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ۔

(ب) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ کے ضمن میں حسنؒ نے کہا: کہ اس نے جبرائیل علیہ السلام کو اس حالت میں دیکھا تھا کہ آپ اپنی چادر کا عمامہ باندھے ہوئے گھوڑے کو اپنے ساتھیوں کے سامنے کھینچ رہے ہیں اور آپ اس پر سوار نہیں ہوئے۔

(ج) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اسی کے بارے میں قتادہؒ نے یہ کہا ہے ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ابلیس نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اتر رہے ہیں تو یہ اللہ کا دشمن جان گیا کہ ملائکہ کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا یہ کہہ دیا: إِنِّي أَخَافُ اللهَ اوراللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ،اس کو اللہ کا کوئی خوف نہ تھا۔ لیکن اسے یہ یقین ہوگیا کہ اس کے پاس نہ تو اس کے لیے قوت ہے اور نہ دفاع کو کوئی ذریعہ ہے۔

(أ) الطبرانی، المعجم الأوسط ، ج ۹ ،ص ۵۸ ، رقم: ۹۱۴۱۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃالأنفال، رقم: ۹۱۶۴۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃالأنفال، رقم: ۹۱۶۴۔

(۱) القمر:(۴۵) (۲) المؤمنون:(۶۴) (۳) ابراہیم:(۲۸)

(أ) عبدالرزاق اور ابن منذر نے معمر(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ اس کے بعد وہ سراقہ بن مالک کے پاس آئے۔ (اس سے صورت حال کے بارے میں پوچھا) تو اس نے ان میں سے کسی شے کے ہونے کا انکار کردیا۔

(ب) ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ عباد بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ جس نے حارث بن ہشام(۲) یا عمروبن وہب جمحی(۳) کو الٹے پاؤں بھاگتے ہوئے دیکھا تھا وہ بھی اسی وقت بھاگ گیا۔

(ج) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ کے ضمن میں کہا ہے کہ وہ منافقین اُس دن مسلمانوں میں سے تھے۔

(د) عبد الرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حسن نے إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوبِهِم مَّرَضٌ کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہاں منافقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو بدر کے دن جنگ میں حاضر نہیں ہوئے تو انہیں منافقین کا نام دیا گیا۔

(أ) عبدالرزاق، تفسیر الصنعانی، سورۃ الأنفال، ج ۱، ص ۲۶۰۔

(ب) ابن اسحاق کی روایت -جیسا کہ سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۶۶۳ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الأنفال، رقم: ۹۱۶۱۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الأنفال، رقم: ۹۱۶۵۔

(د) عبدالرزاق، تفسیر الصنعانی، سورۃ الأنفال، ج ۱، ص ۲۶۰ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الأنفال ، رقم: ۹۱۶۶۔

(۱) معمر:(۹۵-۱۵۳ھ/ ۷۱۳-۷۷۰م) معمربن راشد بن ابی عمرو ازدی،ابوعروہ، فقیہ ،حدیث کے حافظ، ثقہ اہل بصرہ میں سے تھے۔انھوں نے قتادہ، زہری، عمروبن دینار، ہمام بن منبہ جیسے کبارمحدثین سے استفادہ کیا۔ان کے تلامذہ میں ابن المبارک ، دونوں سفیان، عمروبن دینار(استاذ) شامل ہیں۔ابن حجر نے انھیں ثقہ ، ثبت فاضل لکھاہے۔ دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۳۶۳، رقم: ۸۰۳۵ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۷، ص ۵، رقم: ۱ ؛ جلال الدین السیوطی، اسماء المدلسین، ص ۹۴، رقم: ۵۶۔

(۲) حارث بن ہشام المخزومی ابوجہل کے بھائی ہیں۔فتح مکہ کے دن انھوں نے اسلام قبول کیا۔نبی کریم ﷺ نے انھیں غزوۂ حنین میں ۱۰۰ اونٹوں سے نوازا۔شام کے غزوات میں شریک رہے یہاں تک کہ طاعون عمواس سے ۱۸ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابونعیم الأصبہانی،معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، ص ۷۶۲ ؛ الذہبی ، سیرأعلام النبلاء ، ج ۴، ص ۴۱۹، رقم: ۱۶۶۔

(۳) سیرت ابن ہشام اورتفسیر ابن ابی حاتم میں عمرو بن وہب کی بجائے عمیربن وہب ہے جس کا ترجمہ پہلے گزرچکا ہے۔

(أ) عبدالرزاق اور ابن منذر نے کلبی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ منافقین سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے اسلام کا اقرار کیا تھا حالانکہ وہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ پھر وہ جنگ بدر کے لیے مشرکین کے ساتھ نکلے۔ تو جب انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا تو کہا ۔ غَرَّ هـٰؤُلاء دِيْنُهُمْ۔

(ب) ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ شعبی نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ وہ لوگ مکہ کے باسی تھے اور اسلام کی گفتگو کرتے تھے۔ بدر کے دن وہ مشرکین کے ساتھ نکلے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کی جماعت کو دیکھا تو یہ کہہ دیا: غَرَّ هـٰؤُلاء دِيْنُهُمْ۔

(ج) ابن ابی حاتم نے ابن اسحاق سے اسی آیت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: کہ منافقین سے مراد وہ جماعت ہے جو قریش کے ساتھ نکلے تھے، ان کے آباء نے انہیں بند کر رکھا تھا۔ وہ نکلے حالانکہ وہ شک میں مبتلا تھے۔ پس جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی تعداد کو انتہائی قلیل دیکھا تو یہ کہہ دیا: غَرَّ هـٰؤُلاء دِيْنُهُمْ کہ یہ اس حال میں آئے کہ مسلمانوں کی تعداد انتہائی قلیل تھی۔ جب کہ ان کے دشمن کی تعداد اتنی کثیر تھی۔ یہ لوگ قریش کی جماعت میں سے ہی تھے۔ ان میں سے پانچ کے نام یہ ہیں: ابوقیس بن ولید بن مغیرہ، ابوقیس بن فاکہ بن مغیرہ یہ دونوں بنی مخزوم سے تعلق رکھتے تھے۔ حارث بن زمعہ، علی بن امیہ بن خلف اور عاص بن منبہ(۱)۔

وَلَوْ تَرَى إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُواْ الْمَلآئِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُواْ عَذَابَ الْحَرِيقِ (50) ذَلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللّهَ لَيْسَ بِظَلاَّمٍ لِّلْعَبِيدِ (51) كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَفَرُواْ بِآيَاتِ اللّهِ فَأَخَذَهُمُ اللّهُ بِذُنُوبِهِمْ إِنَّ اللّهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ (52) ذَلِكَ بِأَنَّ اللّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّراً نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَى قَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنفُسِهِمْ وَأَنَّ اللّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ(53) كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَذَّبُواْ بآيَاتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَ

(أ) عبدالرزاق ، تفسیر الصنعانی، سورۃ الأنفال، ج ۱، ص ۲۶۱۔

(ب) روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الأنفال، رقم: ۹۱۶۷۔

(۱) یہ وہ لوگ تھے جو غزوۂ بدر میں مشرکین مکہ کی طرف سے قتل ہوئے۔ اصل میں مسلمان تھے لیکن کفار مکہ کی شر سے بچنے کے لیے انھوں نے اپنے اسلام کو چھپایا تھا۔ان میں الحارث بن زمعہ بن الأسود، ابوقیس بن الفاکہ، ابوقیس بن الولید بن المغیرہ، علی بن امیہ بن خلف ، العاص بن منبہ بن الحجاج شامل تھے۔ان ہی لوگوں کے بارے میں آیت نزل ہوئی: إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلآئِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُواْ فِيمَ كُنتُمْ قَالُواْ كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الأَرْضِ قَالْوَاْ أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُواْ فِيهَا فَأُوْلَـئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءتْ مَصِيراً (النساء : 97)۔ (دیکھیں: ابن کثیر، البدایہ والنہایۃ، ج ۳، ص ۲۹۶)

أَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَونَ وَكُلٌّ كَانُواْ ظَالِمِينَ (54)

ترجمہ "اورکاش تم اس وقت (کی کیفیت) دیکھو جب فرشتے کافروں کی جانیں نکالتے ہیں اُن کے مونہوں اور پیٹھوں پر (کوڑے اور ہتھوڑے وغیرہ) مارتے (ہیں اور کہتے ہیں) کہ عذاب آتش (کا مزہ) چکھو۔ یہ اُن (اعمال) کی سزا ہے جوتمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔ اور یہ (جان رکھو) کہ خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ جیسا حال فرعونیوں اور ان سے پہلے لوگوں کا (ہواتھاویسا ہی ان کا ہوا کہ) انہوں نے خدا کی آیتوں سے کفر کیاتو خدانے ان کے گناہوں کی سزا میں ان کو پکڑلیا۔ بے شک خدازبردست (اور) سخت عذاب دینے والاہے۔ یہ اس کے لیے جونعمت خداکسی قوم کو دیا کرتا ہے جب تک وہ خود اپنے دلوں کی حالت نہ بدل ڈالیں خدا اسے نہیں بدلا کرتا، اور اس لیے کہ خداسنتاجانتاہے۔ جیسا حال فرعونیوں اوران سے پہلے لوگوں کا (ہواتھاویسا ہی ان کا ہوا)، انہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کوجھٹلایا توہم نے ان کوان کے گناہوں کے سبب ہلاک کرڈالا اورفرعونیوں کو ڈبودیا۔اوروہ سب ظالم تھے"۔

(أ) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ وَلَوْ تَرَى إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُواْ الْمَلآئِكَةُ کی تفسیر میں ضحاک نے کہا کہ ان سے مراد وہ مشرکین ہیں جنہیں اللہ تعالٰی نے میدان بدر میں مارا دیا۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے یہ دو نشانیاں ہیں کافر کو اپنی موت کے وقت دونوں دکھائی جاتی ہیں۔ یعنی وَلَوْ تَرَى إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُواْ الْمَلآئِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ۔

(ج) سعید بن منصور، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے وَأَدْبَارَهُمْ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد "اشباھھم" یعنی ان کے مشابہ لوگ ہیں۔ لیکن اللہ تعالٰی کریم ہے کنایۃ بیان فرمایا ہے۔

(د) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ذَلِكَ بِأَنَّ اللّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّراً نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَى قَوْمٍ کی تفسیر میں سدیؒ نے کہا ہے کہ اللہ کی نعمت سے مراد نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ جو اللہ تعالٰی نے قریش کو عطا فرمائی۔ مگر انہوں نے ناشکری کی تو اللہ تعالٰی نے آپ کو انصار کی جانب منتقل کردیا۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃالأنفال : رقم: ٩١٧١۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃالأنفال : رقم: ٩١٧٢۔

(ج) التفسیرمن سنن سعیدبن منصور، ج ١، ص ١١٨، رقم: ٩٤٤ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال ، رقم: ٩١٧٤۔

(د) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال، رقم: ٩١٧٨۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (55) الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ (56) فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ (57) وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ (58)

ترجمہ: ''جانداروں میں سے سب سے بدتر خدا کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو کافر ہیں سو وہ ایمان نہیں لاتے۔جن لوگوں سے تم نے (صلح کا) عہد کیا ہے۔پھر وہ ہر بار اپنے عہد کو توڑ ڈالتے ہیں اور (خدا سے) نہیں ڈرتے۔ اگر تم ان کو لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی سزا دو کہ جو لوگ ان کے پس پشت ہوں وہ ان کو دیکھ کر بھاگ جائیں عجب نہیں کہ اُن کو (اس سے) عبرت ہو۔اوراگر تم کو کسی قوم سے دغابازی کا خوف ہو تو (اُن کا عہد) اُنہی کی طرف پھینک دو (اور) برابر (کا جواب دو)۔کچھ شک نہیں کہ خدا دغابازوں کو دوست نہیں رکھتا۔

(أ) ابوالشیخ نے سعید بن جبیرؓ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ آیت إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ الآیۃ یہود کے چھ گروہوں کے بارے میں نازل ہوئی انہیں میں سے ابن تابوت ہے۔

(ب) ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ کی تفسیر میں مجاہدؒ نے فرمایا۔ اس سے مراد بنی قریظہ ہیں جنہوں نے غزوۂ خندق کے دوران نبی کریم ﷺ کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کی۔

(ج) ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا: تم انہیں عبرت ناک سزا دو جو ان کے بعد ہیں۔

(د) ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ تم انہیں عبرت ناک سزا دو جو ان کے پیچھے ہیں۔

(ھ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی معنی بیان کیا ہے: آپ انہیں عبرت ناک سزا دیں جو ان کے پیچھے ہیں۔

(أ) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔ ؛ الشوکانی ، فتح القدیر، آیۃ ۵۵، ج ۲، ص ۳۲۱ میں روایت موجود ہے۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۸۱۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۸۷۔

(د) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۶۲۱۳۔

(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۸۶۔

(أ) عبدالرزاق اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ سعید بن جبیرؒ نے کہا: فَشَرِّدْ بِهِم کا معنی ہے آپ انہی خوب ڈرائیں۔

(ب) عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ کا معنی بیان کرتے ہوئے قتادہؒ نے فرمایا ہے کہ آپ ان سے اسی طرح کا سلوک کریں جیسے آپ ان سے کررہے ہو۔

(ج) ابن ابی حاتم بیان کیا ہے کہ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ کی تفسیر میں سدی کہتے ہیں: شاید وہ عہد توڑنے سے باز آجائیں پس ان سے اسی کی مثل برتاؤ کیا جائے گا۔

(د) ابوالشیخ نے ابن شہاب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس داخل ہوئے اور کہا: آپ نے ہتھیار اتار دیے ہیں ہم تو ابھی قوم کی تلاش میں ہیں۔ آپ نکلئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی قریظہ کے بارے میں اذن جہاد دے دیا ہے۔ انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً الآیہ۔

(ھ) ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا: مذکورہ آیت میں قوم سے مراد بنی قریظہ ہیں۔

(و) ابن ابی حاتم نے اس آیت کے بارے میں ابن زیدؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جن سے رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ کیا ہے اگر آپ کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ آپ سے خیانت کریں گے اور دھوکہ دیں گے تو آپ ان کے پاس آئیں اور ان کا معاہدہ واضح طور پر توڑ دیں۔

(ز) ابن ابی حاتم نے علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تو اپنے دشمن کے ساتھ جنگ نہ کر، یہاں تک کہ تو ان کا معاہدہ واضح طور پر ان کی طرف پھینک دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

(أ) عبدالرزاق ،تفسیرالصنعانی، سورۃالانفال، ج ۱، ص ۲۶۱ ؛ تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال، رقم : ۹۱۸۳۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال ، رقم: ۹۱۸۴۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال ، رقم: ۹۱۹۰۔

(د) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال، رقم: ۹۱۹۳ ؛ تفسیر مجاہد ، سورۃالانفال، رقم: ۵۲۶۔

(و) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۹۱۹۲۔

(ز) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۹۱۹۴۔

(أ) امام ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں سلیم(۱) بن عامر سے یہ قول نقل کیا ہے کہ معاویہ(۲) اور رومیوں کے درمیان معاہدہ تھا۔ آپ چلتے رہے یہاں تک کہ آپ ان کی زمین کے قریب ہوگئے۔ پس جونہی معاہدے کی مدت ختم ہوئی تو آپ نے ان پر حملہ کردیا۔ تو ان کے پاس عمرو (۳)بن عبسہ رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: اللہ اکبر وعدہ وفا کرنا چاہیے۔ توڑنا نہیں چاہیے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وہ آدمی جس کے درمیان اور اس کی قوم کے درمیان معاہدہ ہو تو اسے چاہیے کہ نہ وہ کوئی عقد باندھے اور نہ اسے کھولے یہاں تک کہ اس کی مدت گزر جائے یا پھر واضح طور پر ان کی طرف پھینک دے (یعنی عہد توڑ دے) راوی کا بیان ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ لشکروں کے ساتھ واپس لوٹ آئے۔

(أ) البیہقی، شعب الایمان ، کتاب الایفاء بالعقود ، رقم : ۴۰۵۰۔ (حکم): شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح کہاہے۔ دیکھیں: الالبانی، السلسلۃ الصحیحۃ ، ج ۵، ص ۴۷۲، رقم: ۲۳۵۷۔

(۱) سلیم بن عامر کلاعی خبائری، ابویحیٰ حمصی، تابعی نے ابوالدرداءؓ ، تمیم الداریؓ ، المقداد بن الأسودؓ، عمرو بن عبسؓہ، عوف بن مالکؓ سے استفادہ کیا جبکہ ان کے تلامذہ میں معاویہ بن صالح، حریز بن عثمان، محمد بن الولید الزبیدی اور دوسرے لوگ شامل ہیں۔ ۱۳۰ھ میں وفات پائی۔ امام ذہبی اور العجلی نے انھیں ثقہ کہاہے۔ دیکھیں: الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۵، ص ۱۸۵، رقم: ۶۵؛ ابوسعید العلائی، جامع التحصیل فی احکام المراسیل، ص ۱۹۱، رقم: ۲۶۴ ؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۴، ص ۶، رقم: ۲۹۶۴۔

(۲) معاویہ(۲۰ق ھ۔۶۰ھ / ۶۰۳۔۶۸۰م) معاویہ بن ابی سفیان بن امیہ ، صحابی ،کاتب وحی، شام میں اموی حکومت کے بانی مکہ مکرمہ میں پیداہوئے اور فتح مکہ کے دن ۸ھ کواسلام لائے۔ ان سے ۱۳۰ أحادیث مروی ہیں۔ دیکھیں: البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۵، ص ۳۶۳ ؛ ابونعیم الأصبہانی، معرفۃ الصحابۃ، ج ۵، ص ۲۴۹۶۔

(۳) عمرو بن عبسہ بن عامر بن خالد، ابونجیح مشہور صحابی اور ابوذر غفاریؓ کے ماں جائے بھائی تھے۔ انھوں نے سب سے پہلے فتح مکہ میں شرکت فرمائی۔ محاصرہ طائف میں بھی شریک رہے۔ صاحب اصابہ کے نزدیک زمانۂ وفات خلافت عثمانی کا آخری دور ہے۔ ان سے مروی روایات کی تعداد ۴۸ ہے۔ دیکھیں: ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۵۱۱، رقم: ۳۹۸۵ ؛ ابن حجر، الاصابۃ، ج ۲، ص ۱۳۴۴، رقم: ۵۹۰۴ ؛ ابن قانع، معجم الصحابۃ، ج ۱۰، ص ۳۶۷۹۔

فصل چہارم

رکوع نمبر۸ تا ۱۰ کے روایات

کی تحقیق

(آیت ۵۹ تا ۷۵)

(أ) امام بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ میمون(۱) بن مہران نے کہا: تین چیزیں ہیں جن میں مسلمان اور کافر برابر برابر ہیں۔ وہ آدمی جس سے تو نے عہد کیا اس کے عہد کو پورا کر، چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر۔ کیونکہ عہد اللہ تعالٰی کی رضا کے لیے ہے۔ وہ آدمی کہ تیرے اور اس کے درمیان رشتہ داری ہو تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کر، چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر اور وہ آدمی جس نے تجھے امانت پر امین بنایا تو اس کی امانت اسے ادا کر، چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر ہو۔

وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ سَبَقُواْ إِنَّهُمْ لاَ يُعْجِزُونَ (59)

ترجمہ: " اور ہرگز نہ خیال کریں کافر کہ وہ بچ کر نکل گئے ، یقیناً وہ (اللہ تعالٰی کو) عاجز نہیں کرسکتے "۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: لاَ يُعْجِزُونَ کا معنی ہے کہ وہ ہم سے بھاگ نہیں سکتے۔

وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدْوَّ اللّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لاَ تَعْلَمُونَهُمُ اللّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنفِقُواْ مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لاَ تُظْلَمُونَ (60)

ترجمہ: " اورجہاں تک ہوسکے(فوج کی جمعیت کے)زور سے اور گھوڑوں کے تیاررکھنے سے اُن کے (مقابلے کے) لیے مستعد رہو کہ اس سے خدا کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے، اور خداجانتاہے ہیبت بیٹھی رہے گی۔اورتم جوکچھ راہ خدا میں خرچ کروگے اُس کا ثواب تم کو پورا پورادیاجائے گا اور تمہارا ذرا نقصان نہ کیا جائے گا"۔

(أ) البیہقی، شعب الایمان، کتاب الایفاء بالعقود، رقم : ۴۰۵۳۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۹۱۹۵۔

(۱) میمون بن مہران، ابو ایوب ، فضل وکمال کے لحاظ سے ممتاز تابعین اور جزیرہ کے بڑے علماء میں سے تھے۔حدیث کے حافظ تھے۔ انھوں نے صحابہ میں سے ابوہریرۃؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ عائشہ صدیقہؓ سے استفادہ کیا۔ابن سعد نے انھیں ثقہ اور قلیل الحدیث لکھاہے۔انھوں نے ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: العجلی،تاریخ الثقات، ص ۴۴۵ رقم: ۱۶۶۹ ؛ ابن سعد الطبقات الکبریٰ، ج ۷، ص ۳۳۲، رقم: ۳۹۴۸؛ الذہبی،تذکرۃالحفاظ، ج ۱، ص ۷۶، رقم:۹۱ ؛ ابن حجر ،تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۲۹۶، رقم: ۷۹۳۷۔

(أ) امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ، ابویعقوب[۱] اسحاق بن ابراہیم القراب نے کتاب فضل الرمی میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں عقبہ بن عامر[۲] جہنی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جبکہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے: او تیار رکھو ان کے لیے جتنی قوت وطاقت کی استطاعت رکھتے ہو، خبردار! آگاہ رہو تیرا اندازی قوت ہے، خبردار! آگاہ رہو تیرا اندازی قوت ہے۔ آپ ﷺ نے یہ جملہ تین بار فرمایا۔

(ب) ابن منذر نے عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ خبردار آگاہ رہو تیر اندازی قوت ہے۔ آپ ﷺ نے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا۔ بے شک عنقریب تمہارے لیے زمین فتح کردی جائے گی اور تم سے مشقت وتکلیف اٹھائی جائے گی۔ پس تم میں سے کوئی اپنے تیروں کے ساتھ کھیلنے سے عاجز نہ آئے۔

(أ) مسندامام احمد، مسندالشامیین، باب: عقبہ بن عامر الجہنی، رقم: ۱۷۴۳۲ ؛ صحیح مسلم ، کتاب الإمارۃ، باب فضل الرمی والحث علیہ، رقم: ۱۹۱۷ ؛ سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الرمی، رقم: ۲۵۱ ؛ سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب الرمی فی سبیل اللہ، رقم: ۲۸۱۳ ؛ تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم: ۱۶۲۲۵ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۹۱۹۸ ؛ ابویعقوب القراب، اسحٰق بن ابراھیم، فضائل الرمی فی سبیل اللہ ، تحقیق: مشہورحسن محمودسلمان، مکتبۃ المنار، الزرقاء الأردن، ط ۱، ۱۴۰۹ھ-۱۹۸۹م ، رقم: ۹، ۱۰، ۱۱ ؛ البیہقی، شعب الایمان، المرابطۃ فی سبیل اللہ عزوجل، رقم: ۳۹۸۹۔

(ب) ابن منذر کی تفسیر میں روایت نہیں ملی۔(حکم) شیخ البانی نے اس روایت کو" حسن صحیح " کہاہے۔دیکھیں: البانی ، صحیح وضعیف سنن ترمذی، ج ۷، ص ۸۳، رقم: ۳۰۸۳۔

(۱) ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم(۳۴۵_۴۲۹ھ/۹۶۳_۱۰۳۸م) اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن عبدالرحمٰن السرخسی، الھروی، ابویعقوب القراب، مؤرخ اور محدث تھے۔ ان کے کتابوں میں تاریخ وفیات العلماء اور فضائل الرمی شامل ہیں۔ دیکھیں: الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۱۷، ص ۵۷۲، رقم: ۳۷۷ ؛ الزرکلی، الأعلام ، ج ۱، ص ۲۹۳۔

(۲) عقبہ بن عامر الجہنی،ابوحمادیاابولبید، صحابی، علم الفرائض اور فقہ کے بہت بڑے عالم تھے۔فصیح اللسان،شاعر،کاتب اور قرآن پاک جمع کرنے والوں میں سے تھے۔ان سے ۵۵ احادیث مروی ہیں۔معاویہ بن ابی سفیان کے اصحاب میں سے تھے۔انھوں نے ۵۸ھ (۶۷۷م) میں وفات پائی۔ ملاحظہ کریں: ابن حزم ، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۴۸، رقم: ۶۰ ؛ ابن الأثیر، اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۳۶۷، رقم: ۳۷۱۲ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۲، ص ۱۲۷۰، رقم: ۵۶۰۳۔

(أ) بیہقیؒ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے یہ آیت تلاوت کی: **وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ** اور پھر فرمایا خبردار! آگاہ رہو تیر اندازی ایک **قوت** ہے۔

(ب) ابن منذر نے مکحولؒ سے یہ قول بیان کیا ہے: دو ہدفوں (نشانوں) کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ پس تم تیراندازی سیکھو کیونکہ میں نے سنا ہے: اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے: **وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ** فرمایا پس تیر اندازی ایک **قوت** ہے۔

(ج) ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ **قُوَّةٍ** سے مراد تیر، تلواریں اور دیگر ہتھیار ہیں۔

(د) ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں گھوڑے تیار کرنے کا حکم دیا۔

(ھ) ابوالشیخ اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ عکرمہؒ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ **قُوَّةٍ** سے مراد مذکر گھوڑے اور رباط سے مراد مؤنث ہیں۔

(و) ابن ابی حاتم نے مجاہدؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ **قُوَّةٍ** سے مراد مذکر گھوڑے اور **رِّبَاطِ الْخَيْلِ** سے مرادمونث ہیں۔

(ز) ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن مسیّبؒ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ **قُوَّةٍ** سے مراد گھوڑوں سے لے کر تیروں تک اور ان کے سوا دیگر ہتھیار ہیں۔

(ح) ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ **تُرْهِبُونَ بِهِ عَدْوَّ اللّهِ وَعَدُوَّكُمْ** کی تفسیر میں عکرمہؒ نے کہا ہے کہ تم اس کے ساتھ (جنگی تیاری کے ساتھ) اللہ تعالیٰ کے دشمن اور اپنے دشمن کو خوف زدہ اور پریشان کرو۔

(أ) البیہقی، شعب الایمان ، المرابطۃ فی سبیل اللہ عزوجل، رقم: ۳۹۸۹۔

(ب) ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) ابوالشیخ اور ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال، رقم: ۹۱۹۶۔

(ھ) البیہقی، شعب الایمان ، المرابطۃ فی سبیل اللہ عزوجل، رقم: ۳۹۹۸۔

(و) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال، رقم: ۹۲۰۰ ، ۹۱۰۳۔

(ز) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال، رقم: ۹۲۰۱۔

(ح) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال ، رقم:۹۱۰۵۔

(أ) حاکم نے روایت بیان کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے: نبی کریم ﷺ ایک قوم کے پاس سے گزرے اور وہ تیر اندازی کررہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنی اسماعیل! تیر پھینکو۔ تحقیق تمہارے باپ تیر پھینکنے کے بڑے ماہر تھے۔

(ب) ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقیؒ نے عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ساتھ تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرتا ہے تیر کو ثواب کی نیت سے بنانے والا، اس کو اللہ کی راہ میں استعمال کے لیے مہیا کرنے والا اور ایک وہ جو اسے اللہ کی راہ میں پھینکتا ہے۔ اور آپ نے فرمایا: تیر اندازی کرو اور سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا سوار ہونے سے بہتر ہے۔ مزید فرمایا: ہر وہ شے جس کے ساتھ ابن آدم لہو ولعب کرتا ہے وہ باطل ہے سوائے تین کے: اپنی قوس سے تیر پھینکنے کے لیے، اپنے گھوڑے سے اسے مہذب بنانے اور اسے تعلیم دینے کے لیے اور اپنے گھر والوں سے ملاعبت کرنا کیونکہ یہ ان کے حقوق میں سے ہے۔ جس کسی نے تیر اندازی کی تعلیم حاصل کی پھر اسے چھوڑ دیا تو یہ ایک نعمت ہے جس کی اس نے ناشکری کی ہے۔

(ج) عبد الرزاق نے مصنف میں اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں حرام(ا) بن معاویہ سے یہ قول بیان کیا ہے

(أ) الحاکم، المستدرک، کتاب الجہاد، رقم: ۲۴۶۴۔ (حکم) امام حاکم نے اس روایت کو ”صحیح علی شرط مسلم“ کہا ہے۔ شیخ البانی نے بھی اس کو سلسلہ صحیحہ میں ذکر کیا ہے: (البانی، السلسلۃ الصحیحۃ، ج ۴، ص ۱۳، رقم: ۱۴۳۹)۔

(ب) ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الرمی، رقم: ۲۵۱۳؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل الرمی، رقم: ۱۶۴۳؛ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب: الرمی فی سبیل اللہ، رقم: ۲۸۱۱؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الجہاد، رقم: ۲۴۶۷؛ البیہقی، شعب الایمان، المرابطۃ فی سبیل اللہ عزوجل، رقم: ۳۹۹۲۔ (حکم) شیخ البانی نے اس روایت کو ”ضعیف“ کہا ہے۔ دیکھیں: (محمد ناصرالدین البانی، ضعیف الترغیب والترھیب، مکتبۃ المعارف، الریاض، کل اجزاء ۲، ج ۱، ص ۲۰۵، رقم: ۸۲۱)۔

(ج) عبدالرزاق، مصنف عبدالرزاق، کتاب أھل الکتاب، باب ہدم کنائسہم وہل یضربوا بناقوس، رقم: ۱۰۰۰۳؛ البیہقی، شعب الایمان، باب المرابطۃ فی سبیل اللہ، رقم: ۳۹۹۳۔

(ا) حرام بن معاویہ: حرام بن حکیم بن خالد بن سعد بن الحکم الدمشقی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان سے حرام بن معاویہ مراد ہے۔ انھوں نے اپنے چچا عبداللہ بن سعدؓ، محمود بن ربیعؓ اور ابوہریرۃؓ سے استفادہ کیا۔ ان کے تلامذہ میں العلاء بن الحارث، زید بن واقد اور عبداللہ بن العلاء شامل ہیں۔ العجلی نے انھیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۶۸۴، رقم: ۱۲۷۵؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۳، ص ۱۰۱، رقم: ۳۵۱۔

کہ ہماری طرف عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا خنزیر تمہارے پڑوس میں نہ رہیں اور صلیب تم میں بلند نہ ہو اور ایسے دستر خوان سے نہ کھاؤ جس پر شراب پی جاتی ہو اپنے گھوڑوں کو ادب سکھاؤ اور دو فرقوں کے درمیان چلو۔

(أ) بزار اور حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ آپ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نکلے اور بنی اسلم (۱) کی ایک جماعت تیر اندازی کر رہی تھی۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنی اسماعیل ! تیر اندازی کرو، کیونکہ تمہارے باپ بڑے تیر انداز تھے۔تم تیر پھینکو اور میں ابن ادرع (۲) کے ساتھ ہوں،پس قوم نے تیراندازی روک دی۔نبی کریم ﷺ نے وجہ پوچھی، تو انہوں نے جواب دیا کہ جس قوم کے ساتھ آپ ہیں وہی غالب ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تیراندازی میں مقابلہ کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

(ب) امام احمدؒ اور امام بخاریؒ نے سلمہ(۳) بن اکوع رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنی اسلم کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے وہ بازار میں تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(أ) البزار، مسندالبزار، مسندابن عباسؓ، رقم: ۵۲۳۶۔ یہ روایت ''تمہارے باپ بڑے تیرانداز تھے'' تک ابن عباس سے مروی ملی ؛ الحاکم ، المستدرک، کتاب الجهاد، باب : ایضاً، رقم : ۲۴۶۵۔ (حکم) امام حاکم نے اس روایت کو ''صحیح'' کہاہے۔امام الہیثمی نے کہا:اس میں محمد بن عمرو بن علقمہ ہے جس کی حدیث حسن ہوتی ہے باقی رجال صحیح مسلم کے رجال ہیں: (الہیثمی، مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۴۸۹، رقم: ۹۳۸۴)۔

(ب) مسند احمد، کتاب مسندالمدنیین، باب: حدیث سلمہ بن الأکوع، رقم: ۱۶۵۲۸ ؛ صحیح بخاری، کتاب المناقب ، باب نسبۃ الیمن الی إسماعیل، رقم: ۳۳۱۶۔

(۱) بنی أسلم:أسلم بن أفصی قبیلہ خزاعہ کا ایک بطن ہے۔اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر قحطانی بنواسلم کہلاتے ہیں۔ ملاحظہ کریں: عمر رضا کحالہ، معجم القبائل ، ج ۱، ص ۲۶۔

(۲) ابن الأدرع: ان کا نام سلمہ بن ذکوان تھاجو نبی کریم ﷺ کے محافظ تھے جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: ''میں ابن ادرع کے ساتھ ہوں''۔بعض روایت کے مطابق اس سے محجن بن الأدرع مراد ہے جو تیراندازی کے ماہر تھے۔خلافت معاویہ میں ۶۰ھ/۶۸۰م کو وفات پائی۔دیکھیں: ابونعیم الأصبهانی، معرفۃالصحابۃ، ج ۳، ص ۱۳۴۳ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۳،ص ۴۱۹، رقم: ۲۲۳۶۔

(۳) سلمہ بن الأکوع: آپ کانام سنان بن عبداللہ بن قشیر ہے ۶ھ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اسلام لانے کے بعدہجرت کاشرف حاصل کیا۔سب سے پہلے غزوۂ حدیبیہ میں شریک ہوئے۔ ان کی مرویات کی تعداد ۷۷تک پہنچتی ہے۔ بروایت بخاری ۷۴ھ (۶۹۳م)کو وفات پائی۔ دیکھیں: ابن الأثیر، اسدالغابۃ، ج ۲،ص ۳۱۵، رقم:۲۱۵۶ ؛ ابن قانع،معجم الصحابہ، ج ۵،ص ۲۰۳۹ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۱،ص ۷۵۳ ، رقم: ۳۳۹۰۔

اے بنی اسماعیل تیر پھینکو۔ کیونکہ تمہارے باپ بڑے تیر انداز تھے۔تم پھینکو اور میں بنی فلاں کے ساتھ ہوں یعنی آپ نے دو فریقوں میں سے ایک کے بارے میں کہا۔ پس انہوں نے اپنے ہاتھ روک لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیر پھینکو۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ہم کیسے تیر پھینک سکتے ہیں۔ جب کہ آپ بنی فلاں کے ساتھ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

(أ) امام حاکم نے محمد بن ایاس(۱) بن سلمہ سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے اور حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے پاس سے گزرے وہ تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ ! اسے اچھا بنا دے۔ آپ ﷺ نے دو یا تین بار یہ کہا، تم تیر پھینکو اور میں ابن ادرع کے ساتھ ہوں۔تو وہ لوگ رک گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ انہوں نے عام دنوں کی طرح تیر اندازی کی اور پھر واضح طور پر برابر برابر منتشر ہوگئے اور کوئی تیر اندازی میں کسی پر غالب نہ آیا۔

(ب) امام طبرانی نے الاوسط میں حاکم اور قراب نے فضل الرمی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین کے علاوہ دنیا کی لہو ولعب میں سے ہر شے باطل ہے: تیرا اپنی قوس کے ساتھ تیر اندازی کا مقابلہ کرنا، تیرا اپنے گھوڑے کو تہذیب اور ادب سکھانا اور تیرا اپنے اہل کے ساتھ ملاعبت کرنا۔ کیونکہ یہ سب حق ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: تیر اندازی کرو اور سوار ہو۔تمہارا تیر اندازی کرنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے ۔ بے شک اللہ تعالی ایک تیر کے ساتھ تین افراد کو جنت میں داخل کرے گا: خیر کی نیت سے اسے بنانے والا، اس کے ساتھ مدد کرنے والا اور اسے اللہ کی راہ میں پھینکنے والا ۔

(أ) الحاکم ، المستدرک ، کتاب الجہاد، رقم: ۲۴۶۶۔**(حکم)**: امام حاکم نے اس روایت کو ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

(ب) الطبرانی، المعجم الأوسط، ج ۵، ص ۲۷۸، رقم: ۵۳۰۹ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الجہاد، رقم: ۲۴۶۸ ؛ اسحاق القراب، فضائل الرمی ، ص ۱۴، رقم:۱۲ ؛ (حکم) تعلیق الذہبی فی التلخیص:علی شرط مسلم۔

(۱) محمد بن ایاس بن سلمہ بن الأکوع لأسلمی، حجازی، اپنے والد سے روایت کرتا ہے۔ ان سے عبدالرحمٰن بن حرملہ نے روایت لی ہے۔ دیکھیں: البخاری ، التاریخ الکبیر، ج ۱،ص ۲۱، رقم: ۱۵ ؛ ابن حبان، الثقات، ج ۴،ص ۲۲۸، رقم: ۴۰۱۰۔

(أ) امام حاکم اورقراب نے ابو نجیح (۱)سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ہم نے طائف (۲)کے محل کا محاصرہ کیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا جس کسی نے اللہ کے راستے میں ایک تیر پھینکا تو اس کے لیے وہ آزاد کردہ غلام کے برابر ہے۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ اس دن میں نے سولہ تیر پھینکے۔

(ب) ابن ماجہ، حاکم اورقراب نے عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جس نے دشمن پر تیر پھینکا تو اس کا تیر پہنچ گیا، چاہے وہ نشانہ پر نہ لگا یا ٹھیک نشانے پر لگا تو وہ ایک غلام کے مساوی ہے۔

(أ) الحاکم، المستدرک، کتاب الجہاد، رقم: ۲۴۶۹ ؛ اسحٰق بن ابراہیم القراب، فضائل الرمی، ص ۲۳، رقم: ۲۰ (حکم) امام حاکم نے اس روایت کے بارے میں کہا: ”صحیح علی شرط الشیخین“۔

(ب) سنن ابن ماجہ کتاب الجہاد، الرمی فی سبیل اللہ، رقم: ۲۸۱۲ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الجہاد، رقم: ۲۴۷۰ ؛ اسحٰق القراب، فضائل الرمی، ص ۲۴، رقم: ۲۲: (حکم) شیخ البانی نے اس روایت کو ”صحیح“ کہا ہے۔دیکھیں:البانی، صحیح ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۳۲، رقم:۲۲۶۸۔

(۱) ابو نجیح سلمی: عرباض بن ساریہ ، ابونجیح، اہل صفہ صحابہ میں سے تھے۔ انھوں نے شام جاکرحمص میں سکونت اختیار کی تھی۔شام کے تابعین ان سے روایت کرتے ہیں۔ان سے ۳۱ أحادیث مروی ہیں۔انہوں نے ۷۵ھ (۶۹۴م) میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن الاثیر، أسدالغابۃ، ج ۳، ص ۳۴۳ ، رقم: ۳۶۳۱ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۲، ص ۱۲۵۱ ، رقم: ۵۵۰۳ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۰۸، رقم: ۲۰۴۹ ۔

(۲) طائف: مکہ کے جنوب مشرق مین جبل غزوان پر واقع طائف عرب کے قدیم ترین شہروں میں سے ہے اور اچھی آب وہوا اور زرخیزی وشادابی کے لیے مشہور ہے۔طائف بنوثقیف کا شہر ہے۔مشہورصحابی ابوعبیدہؓ ثقفی اور محمد بن قاسمؒ فاتح سندھ کا تعلق بھی اسی شہر سے تھا۔ دیکھیں: دشوقی ابوخلیل، أطلس القرآن، ص ۲۰۱ ؛ یاقوت الحموی، معجم البلدان، ج ۴، ص ۹۔

(أ) حاکم نے عباس بن سہل(۱) بن سعد سے انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یوم بدر تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا: جب وہ تمہارے قریب آجائیں تو تیروں کیساتھ ان پر حملہ کرو اور اپنے تیروں کو باقی بچا کر رکھو۔

(ب) امام حاکم نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن فرمایا: سعد کو تیر دو، اے سعد! تیر پھینکو، اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے تیر پھینکا ہے، تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

(ج) حاکم نے عائشہ (۲)بنت سعد رضی اللہ عنہا سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ انہوں نے کہا:

ألا هل أتى رسول الله أني　　　حميت صحابتي بصدور نبلي

"خبردار! تحقیق رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میں نے اپنے تیر پھینک کر اپنے ساتھیوں کی حفاظت کی"۔

(د) امام ثقفی نے فوائد میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین کے سوا لہوولعب کے کسی عمل میں ملائکہ حاضر نہیں ہوتے آدمی کا اپنی زوجہ کے ساتھ اظہار محبت کرنا، گھوڑے کو مضبوط کرنا اور تیر اندازی کرنا۔

(أ) الحاکم، المستدرک، کتاب الجہاد، رقم: ۲۴۷۱۔(حکم) امام حاکم نے اس روایت کو "صحیح علی شرط الشیخین" کہاہے۔

(ب) الحاکم، المستدرک، کتاب الجہاد، رقم: ۲۴۷۲۔(حکم) امام حاکم نے اس روایت کو "صحیح علی شرط الشیخین" کہاہے۔

(ج) الحاکم، المستدرک، کتاب الجہاد، رقم: ۲۴۷۳۔(حکم) امام حاکم نے اس روایت کو "صحیح الاسناد" کہاہے۔

(د) روایت نہیں ملی۔

(۱) عباس بن سہل بن سعدالأنصاری، خزرجی، فقیہ، ثقات تابعین میں سے ہیں۔انھوں نے جابر بن عبداللہ، سلیط بن زید، اپنے والد سہل بن سعدالساعدی سے استفادہ کیا۔ان کے تلامذہ میں ان کا بیٹا اُبی بن عباس بن سہل، سعد بن سعید الأنصاری، عبداللہ بن عیسیٰ وغیرہ شامل ہیں۔ ابن سعد نے انھیں "ثقۃ قلیل الحدیث" لکھاہے۔۱۲۰ھ جبکہ بعض کے نزدیک اس سے قبل فوت ہوئے۔ دیکھیں: الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۵، ص ۲۶۱، رقم: ۱۲۰ ؛ ابن حجر، تہذیب التھذیب، ج ۴، ص ۳۸۷ ، رقم: ۳۶۸۹۔

(۲) عائشہ بنت سعد(۳۳۔۱۱۷ھ/۶۵۳۔۷۳۵م) عائشہ بنت سعد بن ابی وقاصؓ حدیث کے ثقہ راویوں میں سے ہے۔بنوزہرہ قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی اور مدینہ میں قیام پذیر تھی۔انھیں چھ اُمہات المؤمنین کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔متعدد علماء نے ان سے حدیث کی روایت لی ہے۔ دیکھیں: الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۷، ص ۳۹۲ ؛ ابن حجر تہذیب التھذیب ، ج ۷، ص ۶۸۴، ۱۲۰۹۰۔

(أ) امام ابن عدی(۱) نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ملائکہ تین اعمال میں حاضر ہوتے ہیں تیر اندازی کرنا، گھوڑ دوڑ اور آدمی کا اپنی اہلیہ سے ملاعبت کرنا۔

(ب) امام ابوعبیدہ (۲) نے کتاب الخیل میں ابوالشعثاء (۳) جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیر اندازی کرو اور گھوڑ سواری کیا کرو۔ اور تمہارا تیر اندازی کرنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ سوائے تین عادات کے مومن کی خواہش پرستی کے لیے ہرلہو باطل ہے (اور وہ تین یہ ہیں) تیرا اپنی قوس سے تیر اندازی کرنا، اپنے گھوڑے کو سدھارنا اور اپنی اہلیہ سے ملاعبت کرنا، یہ سب حق ہیں۔

(أ) ابن عدی، عبداللہ بن عدی ، الکامل فی ضعفاء الرجال، تحقیق: سہیل زکار، دارالفکربیروت، ط ۳، ۱۴۰۹ھ ـ ۱۹۹۸م ، کل اجزاء: ۷، ج ۶، ص ۲۱۱، رقم: ۱۲۸۴۔(حکم) اس روایت کے سند میں عمروبن دینار ہے جس کے بارے میں ابن عدی فرماتے ہیں کہ وہ منکرالحدیث ہے،پس یہ حدیث اس اسناد کے ساتھ "منکر" ہے۔

(ب) ابوعبیدہ معمر بن المثنی، الخیل، مطبعۃ دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدرآباد ،دکن، ط ۱، ۱۳۵۸ھ۔ ص ۱۰،۹۔

(۱) ابن عدی:(۲۷۷ـ۳۶۵ھ/۸۹۰ـ۹۷۶م) عبداللہ بن عدی بن محمد الجرجانی، ابواحمدحدیث اوراسماء الرجال کے بہت بڑے عالم تھے۔انہوں نے ایک ہزار سے زیادہ شیوخ سے استفادہ کیا۔اپنے علاقے میں ابن قطان اورعلمائے حدیث کے درمیان ابن عدی کے نام سے مشہور تھے۔"الکامل فی الضعفاء" "علل الحدیث" اور "الانتصار" ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ دیکھیں: الذہبی، العبر ، ج ۱، ص ۳۶۴ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء ، ج ۱۶، ص ۱۵۴، رقم: ۱۱۱ ؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۴، ص ۱۰۳۔

(۲) ابوعبیدۃ(۱۱۰ـ۲۰۹ھ/۷۲۸ـ۸۲۴م) معمر بن المثنی ،بصری، ابوعبیدہ، النحوی ادب اور زبان (اللغۃ) کے بہت بڑے عالم تھے۔حافظ حدیث بھی تھے۔تقریباً ۲۰۰ کتابوں کے مؤلف ہیں۔جن میں "مجازالقرآن" ، "معانی القرآن" ، "اعراب القرآن" اور "الخیل " وغیرہ شامل ہیں۔ دیکھیں: الذہبی،سیراعلام النبلاء، ج ۹، ص ۴۴۵، رقم: ۱۶۸ ؛ الزرکلی، الاعلام ، ج ۷، ص ۲۷۲۔

(۳) ابوالشعثاء جابر بن زید(۲۱ـ۹۳ھ/۶۴۲ـ۷۱۲م) ابوالشعثاء جابر بن زید ازدی،بصری،اپنے عہد کے علماء اور فقہاء تابعین میں سے تھے۔انہوں نے علماء صحابہ جیسے ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ سے استفادہ کیا۔ان کے زمرۂ تلامذہ میں عمروبن دینار، یعلی بن مسلم ، ایوب السختیانی شامل ہیں۔ان کے توثیق اور جلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ ملاحظہ کریں:الدارقطنی، ذکراسماء التابعین، ج ۱، ص ۹۶، رقم: ۱۷۴ ؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۷، ص ۱۳۳، رقم: ۳۰۵۷ ؛ العجلی، تاریخ الثقات، ص ۹۳، رقم: ۱۹۴ ؛ الدولابی، الکنی والأسماء، ج ۱، ص ۴۶۴، رقم: ۱۰۷۸۔

(أ) امام نسائی، بزار، بغوی ، باوردی(۱)، طبرانی، قراب، ابو نعیم، بیہقی اور ضیاء نے عطا بن ابی رباح سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے جابر بن عبد اللہ اور جابر بن عمیر(۲) انصاری رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ تیر اندازی کر رہے ہیں۔ان میں سے ایک اکتا گیا اور بیٹھ گیا۔تو دوسرے نے کہا: تو نے سستی کی ہے؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ہر وہ شے جو ذکر اللہ نہ ہو وہ لغو اور بھول ہے۔مگر چار خصلتیں اس سے مستثنیٰ ہیں آدمی کا دونشانوں کے درمیان چلنا (یعنی تیر اندازی کا مقابلہ کرنا، اپنے گھوڑے کو سدھارنا، اپنی اہلیہ سے ملاعبت کرنا اور تیرا کی سیکھنا۔

(ب) قراب نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ساتھ تین افراد کو جنت میں داخل فرمائے گا: ایک تیر پھینکنے والا، دوسرا تیر کے ساتھ مدد کرنے والا اور تیسرا خیر کی نیت سے اسے بنانے والا۔

(ج) قراب نے حذیفہ (۳) رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ نے اہل

(أ) النسائی، سنن الکبریٰ، کتاب عشرۃالنساء ، باب ملاعبۃ الرجل زوجتہ، رقم: ۸۹۴۰ ؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۲، ص ۱۹۳، رقم: ۱۷۸۵ ؛ اسحاق القراب ، فضائل الرمی، رقم: ۵۰۴ ؛ ابونعیم الاصبہانی، معرفۃالصحابۃ، جابربن عمیرالانصاری، رقم: ۱۵۱۷ ؛ البیہقی، سنن الکبریٰ، کتاب السبق والرمی، باب التحریض علی الرمی، رقم: ۱۹۵۲۵۔ (حکم) شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح کہاہے۔دیکھیں:البانی السلسلۃالصحیحۃ، رقم: ۳۱۵۔

(ب) اسحاق القراب ، فضائل الرمی، رقم: ۲۔ (ج) اسحا ق القراب ، فضائل الرمی، رقم: ۳۔

(۱) الباوردی:(۲۶۱۔۳۴۵ھ/۸۷۵۔۹۵۷م) محمد بن عبدالواحدبن ابی ہاشم، ابوعمرالبارودی لغۃ کے ائمہ میں سے تھے۔خراسان کے ایک علاقے باورد کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے۔صاحب تصانیف ہیں۔ان کے تصانیف میں سے چند یہ ہیں: ”رسالۃ فی غریب القرآن“ ، ”فضائل معاویہؓ“ ، ” جزء فی الحدیث والأدب“ ،”المدخل“ غریب الحدیث جو انھوں نے مسنداحمدپر تصنیف کی ہے۔ دیکھیں: الزرکلی، الأعلام، ج ۲، ص ۲۵۴۔

(۲) جابربن عمیرالانصاری: صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اہل مدینہ میں شمارہوتے ہیں۔ان سے عطاء بن ابی رباحؒ نے روایت لی ہے۔ دیکھیں: ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۱، ص ۳۳۲، رقم: ۶۵۰ ؛ البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۱، ص ۴۶۰۔

(۳) حذیفہ: حذیفہ بن الیمان، ابوعبداللہ، صاحب السر، قبیلہ غطفان کے خاندان عبس سے تھے۔ان کے والدین نے اسلام کا زمانہ پایااورمشرف بہ اسلام ہوئے۔حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے غزوہ اُحدمیں شرکت فرمائی۔ اس کے بعد برابردوسرے غزوات میں شریک رہے۔ عثمانؓ کی شہادت کے بعد ۳۶ھ (۶۵۶م) میں وفات پائی۔ ان کی روایات کی تعداد ۱۰۰ سے کچھ اوپربتائی جاتی ہے۔ دیکھیں: ابن الاثیر، اسدالغابۃ، ج ۱، ص ۴۸۷، رقم: ۱۱۱۳ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۱، ص ۳۶۲، رقم: ۱۶۴۹ ؛ ابن جوزی ، صفۃالصفوۃ، ص ۲۱۹، رقم: ۷۰۔

شام کی طرف لکھا : اے لوگو ! تیر اندازی کیا کرو اور سوار ہوا کرو۔ تیر اندازی کرنا میرے نزدیک گھوڑ سواری سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے بدلے جنت میں داخل فرمائے گا۔ اسے جس نے اللہ کی راہ میں اسے بنایا اور اسے جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس سے قوت حاصل کی۔

(أ) قراب نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: مومن کا اچھا کھیل تیر اندازی ہے اور جس نے تیر اندازی سیکھنے کے بعد اسے چھوڑ دیا تو اس نے ایک نعمت کو ترک کردیا۔

(ب) امام قراب نے عقبہ بن عامر رضی اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں ہمیشہ کے لیے تیر اندازی نہیں چھوڑوں گا اگرچہ میرا ہاتھ کاٹ دیا جائے، اس شے کے بعد جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے : ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے تیر اندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا ،تو اس نے میری نافرمانی کی''۔

(ج) قراب نے مکحول سے روایت بیان کی ہے جسے انہوں نے نبی کریم ﷺ تک مرفوع قرار دیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہرلہو باطل ہے مگر گھوڑ سواری، تیراندازی اور مرد کا اپنی بیوی سے ملاعبت کرنا۔ پس تم پر گھوڑ سواری اور تیر اندازی لازم ہے ، دونوں میں سے تیر اندازی میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

(د) امام قراب نے مکحول کی سند سے ابوالدرداء [۱] رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ بنی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ لہو صرف تین میں (جائز) ہے: تیرا اپنے گھوڑے کو سدھارنا، اپنی قوس کے ساتھ تیر اندازی کرنا اور تیرا اپنی اہلیہ کے ساتھ ملاعبت (اظہار محبت) کرنا۔

(أ) اسحاق القراب ، فضائل الرمی، رقم : ۹۔ (حکم) شیخ البانی نے حدیث کے اسناد کو ''ضعیف'' کہاہے۔دیکھیں: البانی سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ، رقم: ۶۸۳۷۔

(ب) اسحاق القراب، فضائل الرمی، رقم: ۷۔۸۔(حکم) شیخ البانی نے اس روایت کو ''ضعیف'' کہاہے:(البانی، ضعیف الجامع، رقم: ۵۵۲۸)۔

(ج) اسحاق القراب، فضائل الرمی، رقم: ۱۴۔

(د) اسحاق القراب، فضائل الرمی، رقم: ۱۳۔ (حکم) شیخ البانی نے اس روایت کو ''صحیح'' کہاہے:(البانی، صحیح الجامع، رقم: ۵۴۷۴)

(۱) ابوالدرداء: عویمر بن زید بن قیس بن أمیہ، ابوالدرداء ، صحابی۲ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔غزوۂ اُحد کے علاوہ دیگر غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔دمشق کے قاضی بھی رہ چکے ہیں۔ان سے مروی روایت کی تعداد ۱۷۹ ہے۔انہوں نے ۲۹ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ کریں:ابن قانع، معجم الصحابۃ، ج ۱۱، ص ۳۹۳۰ ؛ ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۵۶۲ ، رقم: ۴۱۴۴ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۳، ص ۲۹۸، رقم: ۲۰۲۹۔

(أ) قراب نے مکحول کی سند سے بیان کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اہل شام کی طرف لکھا: تم اپنی اولاد کو تیراکی اور گھوڑ سواری سکھاؤ۔

(ب) قراب نے سلمان تیمی(ا) سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ پسند فرماتے تھے کہ کوئی آدمی تیراک اور تیر انداز ہو۔

(ج) قراب نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک تیر پھینکا۔ پس وہ نشانہ پر لگا، یا خطا ہوگیا یا نشانے پر نہ لگا تو اس کے لیے اتنا اجر ہے گویا اس نے غلام آزاد کردیا اور یہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے آزاد ہونے کا باعث ہے۔

(د) قراب نے ابونجیح سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طائف کی فتح میں حاضر تھے۔تو میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک تیر پھینکا چاہے وہ نشانہ پر نہ لگا یا لگ گیا اس کے لیے جنت میں ایک درجہ ہے۔

(أ) اسحاق القراب ، فضائل الرمی، رقم: ۱۵۔

(ب) اسحاق القراب ، فضائل الرمی، رقم: ۱۶۔(حکم) اس حدیث کی سند مرسل ہے۔سلیمان بن طرخان التیمی تابعی ہے۔وہ نبی کریم ﷺ سے مرسل روایت بیان کرتا ہے۔دیکھیں:ابوسعیدالعلائی، جامع التحصیل فی احکام المراسیل، ص ۱۸۸، رقم: ۲۵۷ ؛ النسائی ، ذکرالمدلسین، ص ۱۲۲ ، رقم: ۵۔

(ج) اسحاق القراب، فضائل الرمی، رقم: ۱۸۔(حکم) شیخ البانی نے اس روایت کو ''صحیح'' کہاہے:(البانی سلسلۃالأحادیث الصحیحۃ ، رقم: ۲۶۸۱)

(ا) سلیمان تیمی: امام، شیخ الاسلام سلیمان بن طرخان، ابوالمعتمر، التیمی، البصری، تابعی ۴۶ھ میں پیداہوئے۔انھوں نے اسلم العجلی، انس بن مالکؓ ، ثابت البنانی سے استفادہ کیا۔ ان کے زمرۂ تلامذہ میں ابراہیم بن سعد ، جریربن عبدالحمید، خالدبن عبداللہ شامل ہیں۔ابن سعدنے انھیں ثقہ کثیرالحدیث لکھاہے۔تدلیس اور مرسل روایت کے لیے مشہور ہیں۔انہوں نے ۱۴۳ھ (۷۶۰م) میں وفات پائی۔ملاحظہ کریں: الذہبی، سیراعلام النبلاء ، ج ۶، ص ۱۹۵، رقم: ۹۲ ؛ السیوطی، اسماء المدلسین، ص ۵۴، رقم: ۲۰ ؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۳، ص ۲۷، رقم: ۳۰۱۴۔

(د) اسحاق القراب، فضائل الرمی، رقم: ۱۷، ۱۹۔ (حکم) امام حاکم نے اس روایت کو ''صحیح علی شرط الشیخین'' کہاہے۔دیکھیں:الحاکم ،المستدرک، کتاب الجہاد، رقم: ۲۵۶۰۔

(أ) قراب نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل صقع(۱) سے جنگ لڑو، پس جو ان تک پہنچ گیا اس کے لیے جنت میں ایک درجہ ہے۔ صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ وہ درجہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دو درجوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

(ب) طبرانی اور قراب نے ابوعمرہ (۲) انصاری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک تیر پھینکا ، وہ نشانہ پر پہنچا یا نہ پہنچا وہ تیر اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔

(ج) ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ کھیل گھوڑے کو مضبوط اور جنگ کے لیے تیار کرنا، تیروں کے ساتھ تیر اندازی کرنا اور تمہارا اپنی بیویوں کے ساتھ ملاعبت کرنا ہے۔

(أ) اسحاق القراب ، فضائل الرمی، رقم: ۲۱۔ (حکم) شیخ البانی نے روایت کے اسناد کو ضعیف کہاہے:(البانی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ، رقم: ۱۸۸۵)۔ جبکہ یہ حدیث لفظ ''خمسمائۃ عام''کے ساتھ ''منکر'' ہے۔دیکھیں:(الہیثمی، مجمع الزوائد، رقم: ۱۸۷۶۵ اور الطبرانی، الأوسط، رقم:۸۷۴۲)۔

(ب) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۲۲، ص ۳۸۱، رقم: ۹۵۱ ؛ اسحاق القراب، فضائل الرمی، رقم: ۲۵۔ (حکم) الہیثمی، نے کہا:اس میں عبدالرحمٰن بن محمد بن عبیداللہ العرزمی ہے جو''ضعیف''ہے۔(الہیثمی، مجمع الزوائد،کتاب الجہاد، باب:فیمن رمی بسھم، رقم: ۹۴۰۰)۔

(ج) ابن عدی ، الکامل فی الضعفاء ، ج ۶، ص ۱۷۷۔(حکم)شیخ البانی نے اس روایت کو''ضعیف'' کہاہے۔اس کے سند میں محمد بن الحارث اور ان کے شیخ محمد بن عبدالرحمٰن البیلمانی ہیں جوکہ غیرمحفوظ اور شدید ضعیف ہیں۔دیکھیں:(البانی، سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ، رقم: ۱۸۳۵)۔

(۱) صقع: مصدرالتخریج فضائل الرمی میں ''صقع'' کی جگہ ''البغی'' ہے۔ الصَّقَع کا مطلب ہے: الضلال والہلاک:(الزبیدی، تاج العروس، مادۃ: ص ق ع)

(۲) ابوعمرۃ الانصاری: بشیربن عمروبن محصن، ابوعمرۃ الأنصاری، صحابی، قبیلہ خزرج کے خاندان نجارسے تعلق رکھتے تھے۔آپ کی والدہ کبشہ بنت ثابت حسان بن ثابتؓ کی ہمشیرہ تھیں۔بیعت عقبہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔بدر، احد اور تمام غزوات میں شریک ہوئے۔معرکہ صفین میں علیؓ کے ساتھ تھے اور اسی معرکہ میں شہادت پائی۔ ملاحظہ کریں: ابن قانع، معجم الصحابۃ، ج ۲،ص ۲۹۱ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۴،ص ۲۳۱۱، رقم: ۱۰۲۹۵ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۱، ص ۲۵۴، رقم: ۲۰۱۔

(أ) بزار اور طبرانی نے الاوسط میں سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: تم پر تیر اندازی کرنا لازم ہے۔ کیونکہ وہ بہتر ہے یا فرمایا: وہ تمہارے کھیلوں میں سے بہتر اور اچھی ہے۔

(ب) ابوعوانہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: تم تیر اندازی سیکھو کیونکہ یہ تمہارے لیے بہترین کھیل ہے۔

(ج) بزار نے جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ایک قوم پر سے گزر ہوا۔ وہ تیر اندازی کررہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنی اسماعیل تم تیر پھینکو کیونکہ تمہارا باپ ماہر تیر انداز تھا۔

(د) بزار نے ابوہریرہ (۱) رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے تیر اندازی کی تعلیم حاصل کی پھر اسے بھلا دیا۔ تو یہ ایک نعمت تھی جس کا اس نے انکار کردیا۔

(أ) ابوبکرالبزار، مسندالبزار، مسندسعدبن ابی وقاصؓ، رقم:۱۱۴۶۔ مسندالبزار میں یہ روایت مرفوع بیان ہوئی ہے۔**(حکم)**: الہیثمی نے کہا کہ البزار اورالطبرانی کے رجال الصحیح کے رجال ہیں سوائے حاتم بن اللیث کے اور وہ ثقہ ہے۔(الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب: ماجاء فی القسی والرماح، رقم: ۹۳۸۲)۔شیخ البانی نے السلسلۃ الصحیحۃ میں اس کو "صحیح" کہا ہے۔دیکھیں:البانی، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، رقم: ۶۲۸۔

(ب) ابوعوانہ الاسفرائینی، مسندابی عوانہ، بیان صفۃحفرالخندق ونقل النبی ﷺ، رقم: ۶۹۲۴۔

(ج) ابوبکرالبزار، مسندالبزار، مسندابن عباسؓ، رقم:۵۳۳۶، ۸۰۲۴۔مسندالبزار میں یہ روایت ابن عباسؓ اور ابوہریرہؓ سے مروی ملی۔**(حکم)**: الہیثمی نے کہا: اس کے سند میں اسماعیل بن مسلم المکی ہے جو "ضعیف" ہے:(الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب ماجاء فی القسی والرماح ، رقم: ۹۳۸۵)۔

(د) البزار کی روایت جیسا کہ: مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب ماجاء فی القسی والرماح والسیوف، رقم: ۹۳۹۵۔(حکم): الہیثمی نے کہا: اس کے سند میں قیس بن الربیع ہے جن کو شعبہ اور الثوری کے علاوہ باقی لوگوں نے "ضعیف کہاہے۔ جبکہ باقی رجال (راوی) ثقہ ہیں۔

(۱) ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ: عمیر بن عامر بن عبدالدوسی کاخاندانی نام عبدالشمس تھا۔ اسلام لانے کے بعد نبی کریم ﷺ نے عمیر رکھا۔ بلی پالنے کی وجہ سے ان کی کنیت ابوہریرۃ پڑگیا۔غزوۂ خیبر کے موقع پر اسلام لائے۔آپ کا شمار حفاظ حدیث اور صاحب فتوی صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔آپ کے تلامذہ کی تعدادصحابہ اور تابعین کو ملاکر ۸۰۰ سے زائد ہیں۔ان کی مرویات کی تعداد ۵۳۷۴ ہے۔انہوں نے ۵۷ھ (۶۷۶م) میں مدینہ میں وفات پائی۔ ملاحظہ کریں:ابن حجر، الإصابۃ، ج ۴، ص ۲۳۸۵، رقم: ۱۰۶۷۱ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۴، ص ۳۳۲، رقم: ۳۲۴۱ ؛ السمعانی، الأنساب، ج ۲، ص ۵۶۸ ، رقم: ۴۰۴۰۔

(أ) بزار نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گھوڑ سواری اور تیر اندازی کے مقابلوں کے سوا ملائکہ تمہارے کھیلوں میں حاضر نہیں ہوتے۔

(ب) بزار نے سند حسن کے ساتھ انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے اللہ تعالی کی راہ میں تیر پھینکا، وہ نشانے پر پہنچا یا نہ پہنچا اس کے لیے آج کی اولاد اسماعیل میں سے چار افراد کی مثل اجر ہے۔

(ج) بزار نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر پھینکا وہ اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔

(د) طبرانی نے الاوسط میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ہر کھیل ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔ مگر آدمی کا پنی بیوی کے ساتھ ملاعبت کرنا، آدمی کا دوہدفوں (نشانوں) کے درمیان چلنا (یعنی تیر اندازی کا مقابلہ کرنا) اور آدمی کا اپنے گھوڑے کو تعلیم دینا (یہ مکروہ نہیں ہے)۔

(أ) البزار کی روایت-جیسا کہ: مجمع الزوائد، کتاب الجہاد ، باب ماجاء فی القسی والرماح، رقم:۹۳۸۳۔ (حکم) الہیثمی نے کہا: اس کے سند میں عمرو بن عبدالغفار ہے اور وہ "متروک" ہے۔ شیخ البانی نے اس روایت کو "منکر" لکھا ہے:(البانی، سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ، رقم: ۶۴۷۶)۔

(ب) ابوبکرالبزار، مسندالبزار، مسندابی حمزۃ أنس بن مالک رضی اللہ عنہ ، رقم: ۷۵۱۵۔ (حکم) الہیثمی نے کہا: اس کے سند میں شیب بن بشر ہے جوثقہ ہے لیکن اس میں "ضعف" ہے۔(مجمع الزوائد،کتاب الجہاد، باب:فیمن رمی بسھم، رقم:۹۳۹۷)۔ شیخ البانی نے اس روایت کو "منکر" کہاہے:(البانی،ضعیف الترغیب والترھیب، کتاب الجہاد، رقم: ۸۲۳، سلسلۃ الضعیفۃ، رقم: ۲۶۱۵)۔

(ج) الہیثمی نے کہا: اس کوالبزار نے اپنے شیخ عبدالرحمٰن بن الفضل بن موفق سے روایت کیاہے۔ میں اس کو نہیں جانتا۔ باقی الصحیح کے رجال ہیں۔دیکھیں: الہیثمی،مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب:فیمن رمی بسھم، رقم: ۹۳۹۸)۔ شیخ البانی نے اس روایت کو "صحیح" کہاہے:(البانی، السلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۲۵۵۵)۔

(د) الطبرانی، المعجم الاوسط، ج ۷، ص ۱۷۰ ، رقم: ۷۱۸۳۔(حکم) الہیثمی نے کہا: اس میں المنذر بن زیادالطائی ہے اور وہ "ضعیف" ہے۔(الہیثمی،مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب ماجاء فی القسی والرماح والسیوف، رقم: ۹۳۹۲)۔

(أ) ابن ابی الدنیا نے کتاب الرمی میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابو رافع(ا) رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بچے کا باپ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے کتابت، تیراکی اور تیر اندازی کی تعلیم دے۔

(ب) ابن ابی الدنیا اور دیلمی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیر اندازی سیکھو۔ کیونکہ دو نشانوں کے درمیان جنت کی باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

(ج) طبرانی نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی تیر اندازی کے مقابلے میں دو نشانوں کے درمیان چلتا رہا اس کے لیے ہر قدم کے بدلے نیکی ہے۔

(د) طبرانی نے الصغیر میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ جب تیراندازی کا قصد اور بے چینی اسے مجبور کردے کہ وہ اپنی قوس پہنے۔ تو پھر اس ارادہ کا انکار کردے (یعنی قوس پہنے کے بعد اس کا ارادہ ٹوٹ جائے)۔

(ھ) بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے بیٹوں کو تیراکی اور تیر اندازی اور عورت کو تکلہ سکھاؤ۔

(أ) البیہقی، شعب الایمان، حقوق لأولاد ولأہلین، رقم: ۸۲۹۸۔ (حکم) شیخ البانی نے اس روایت کو ''ضعیف جداً'' کہا ہے:(البانی، السلسلۃ الضعیفۃ، رقم: ۳۲۹۵)۔

(ب) الدیلمی، مسندالفردوس ، ج ۱، ص ۱۵۹ ، رقم: ۲۲۴۵۔

(ج) الطبرانی نے اس کی تخریج کی ہے۔جیساکہ: الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب ماجاء فی القسی والرماح والسیوف ، رقم: ۹۳۹۳۔ (حکم) الہیثمی نے کہا: اس میں عثمان بن مطر ضعیف ہے۔شیخ البانی نے اس روایت کو ''ضعیف'' کہا ہے:(البانی ، ضعیف الترغیب والترھیب، رقم: ۸۲۲)۔

(د) الطبرانی، المعجم الصغیر، ج ۲، ص ۲۷۵، رقم: ۱۱۵۸۔(حکم): الہیثمی نے سندمیں موجود محمد بن الزبیرالزبیدی کے بارے میں کہا: ''ضعیف جداً'' : (الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب: ماجاء فی القسی والرماح، رقم: ۹۳۸۸)۔

(ھ) البیہقی،شعب الایمان، حقوق لأولاد ولأہلین، رقم:۸۲۹۷۔(حکم) شیخ البانی نے اس روایت کو''ضعیف جداً'' کہا ہے:(البانی ، سلسلۃ لأحادیث الضعیفۃ، رقم: ۳۸۷۷)۔

(ا) ابورافع رضی اللہ عنہ القبطی،مولی رسول اللہ ﷺ، کے نام میں اختلاف ہے۔ ان کا نام ابراہیم، اسلم، ثابت یا ہرمز ہے۔عباس بن عبدالمطلب کے غلام تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو ہبہ کردیا تھا۔آپ ﷺ نے بعدمیں ان کو آزاد کردیا۔غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ ان سے ۶۸ھ احادیث مروی ہیں۔ علیؓ کی خلافت میں مدینہ میں فوت ہوئے۔ دیکھیں: ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۷۰، رقم: ۴۷ ؛ ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۵، ص ۸۲، رقم: ۵۸۷۶ ؛ الدولابی، الکنی والاسماء ، ج ۱، ص ۵۲، رقم: ۷۰۔

(أ) ابن مندہ نے المعرفہ میں بکر بن عبد اللہ بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے اولاد کو تیرا کی اور تیر اندازی اور عورت کو تکلہ سکھاؤ۔

(ب) عبدالرزاق نے مصنف میں عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جو آدمی حالت اسلام میں بوڑھا ہوگیا وہ اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر چلایا اس کے لیے غلام آزاد کرنے کے برابر اجر ہوگا۔

(ج) عبدالرزاق نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جو آدمی حالت اسلام میں بوڑھا ہوگیا وہ اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا اور جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا وہ نشانے پر لگا یا نہ لگا اس کے لیے اولاد اسماعیل میں سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر اجر ہوگا۔

(د) احمد نے مرہ بن کعب[۱] رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس آدمی نے تیر کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے ایک درجہ بلند کردیا اور دو درجوں کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک تیر چلایا اس کے لیے اتنا اجر ہے جتنا کہ غلام آزاد کرنے والے کے لیے۔

(أ) ابن مندہ کی روایت-جیسا کہ:ابونعیم الاصبھانی،معرفۃالصحابۃ، رقم:۱۱۹۴، ج ۱، ص ۴۴۱۔(حکم) شیخ البانی نے اس روایت کو''ضعیف'' کہاہے:(البانی، ضعیف الجامع، رقم: ۳۷۲۶)۔

(ب) عبدالرزاق، مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، باب فضل الجہاد، رقم: ۹۵۴۴۔(حکم) مسنداُحمدبن حنبل کے محققین نے اسے ''حدیث صحیح'' کہاہے:(مسنداُحمدبن حنبل ، مسندالشامیین، حدیث عمروبن عبسہ، رقم: ۱۹۴۳۷)۔

(ج) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، باب فضل الجہاد، رقم: ۹۵۴۸۔(حکم) شیخ البانی نے اس روایت کو''صحیح لغیرہ'' کہاہے۔دیکھیں:البانی، صحیح الترغیب والترھیب، رقم: ۱۲۹۰ اور الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب فیمن رمی بسھم، رقم:۹۴۰۱۔

(د) مسند احمد، مسندالشامیین، باب: کعب بن مرۃ السلمی، رقم: ۱۸۰۶۳ ، ۱۸۰۶۵۔(حکم) : شیخ البانی نے اس روایت کو ''صحیح ''کہاہے:(البانی ، صحیح الترغیب والترھیب، الترغیب فی الرباط فی سبیل اللہ، ج ۲،ص ۴۷، رقم: ۱۲۸۷ ، ۱۲۸۸)۔

(۱) مرۃبن کعب البھزی السلمی، صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں۔اکثرروایات کے مطابق ان کا نام کعب بن مرۃ ہے۔ان کا شمار ملک شام کے صحابہ میں ہوتا ہے۔ ان کے تلامذہ میں عبداللہ بن شقیق، اسامہ بن خریم، ہرم بن الحارث، جبیربن نفیرشامل ہیں۔دیکھیں: ابونعیم الاصبھانی،معرفۃالصحابۃ، ج ۵،ص ۲۵۸۰ ؛ البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۵، ص ۳۴۵۔

(أ) خطیب نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے عوض تین افراد کو جنت میں داخل فرمائے گا: ایک اسے بنانے والا جب کہ اس نے اخلاص اور خیر کی نیت کے ساتھ اسے بنایا ہو، ایک اسے پھینکنے والا اور ایک اس کے ساتھ قوت وطاقت حاصل کرنے والا۔

(ب) واقدی نے مسلم بن جندب(۱) رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہونے والے اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام ہیں۔ بے شک یہ گھوڑا وحشی تھا اس (کسی کو) پر قدرت نہیں ہوتی تھی یہاں تک کہ آپ کے لیے اسے مسخر کردیا گیا۔

(ج) زبیر بن بکار(۲) نے الانساب میں ابن عباس رضی اللہ عنہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: گھوڑا وحشی جانور تھا۔ اس پر قدرت حاصل نہیں ہوتی تھی یہاں تک کہ آپ (اسماعیل علیہ السلام) کے لیے اسے مسخر کردیا گیا۔

(د) زبیر بن بکار نے الانساب میں ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑا وحشی جانور تھا، اس پر سوار نہیں ہوا جاسکتا تھا۔ پس سب سے پہلے اسماعیل علیہ السلام اس پر سوار ہوئے۔ اسی وجہ سے اس کا نام عراب(۳) رکھا گیا۔

(أ) الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۳۶۷۔

(ب) روایت نہیں ملی۔ (ج) روایت نہیں ملی۔

(د) ابن الأعرابی، اسماء خیل العرب وفرسانہا، خیل الأنصار، ص ۱۔

(۱) مسلم بن جندب ہذلی، تابعی، اہل مدینہ کے قاضی تھے۔ ۱۰۶ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے۔انھوں نے ابن عمرؓ، نوفل بن ایاس اور أسلم مولی عمرؓ سے استفادہ کیا۔ ان کے زمرۂ تلامذہ مین زیدبن اسلم، یحیٰی بن سعید انصاری، ان کا بیٹا عبداللہ شامل ہیں۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۷، ص ۲۵۸ ؛ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص ۷۵، رقم: ۵۳۸۔

(۲) الزبیر بن البکار: (۱۷۲۔۲۵۶ھ/۷۸۸۔۸۷۰م) الزبیر بن بطار بن عبداللہ، ابوعبداللہ، علم الأنساب اور اخبارالعرب کے بڑے عالم تھے۔انھوں نے ابن عیینہ، عبداللہ بن نافع، اپنے چچامصعب الزبیری سے استفادہ کیا۔ان کے تلامذہ میں ابوحاتم، ابن ماجہ،جعفربن مصعب، ابن صاعدوغیرہ شامل ہیں۔الدارقطنی نے انھیں ثقہ کہاہے۔انہوں نے مکہ میں وفات پائی۔ ملاحظہ کریں:ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۴۶۶، رقم: ۲۳۳۹ ؛ ابن ابی حاتم ، الجرح والتعدیل، ج ۳، ص ۵۲۳، رقم: ۲۶۶۰ ؛ الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۴۶۸، رقم: ۴۵۸۵۔

(۳) عراب:خیلٌ عرابٌ، عرب کی طرف منسوب ہے۔خالص عربی گھوڑے کو کہتے ہیں۔ دیکھیں: ابن منظور،لسان العرب، مادہ: (ع ر ب) ؛ وحیدالزمان قاسمی، القاموس الوحید، ادارۂ اسلامیات، لاہور، ط ۱، ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۱م ، مادہ: (ع ر ب)

(أ) احمد(۱) بن سلیمان اور نجاد (۲) نے اپنے مشہور جز میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ گھوڑا بھی تمام وحشی جانوروں کی طرح وحشی تھا۔ جب اللہ تعالٰی نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کو بیت اللہ شریف کی بنیادیں اٹھانے کا حکم دیا۔ تو اللہ عزوجل نے فرمایا: میں تم دونوں کو ایک خزانہ عطا فرمانے والا ہوں جو میں نے تم دونوں کے لیے ذخیرہ کر رکھا ہے۔ پھر اللہ تعالٰی نے اسماعیل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اگر نکلو تو اس خزانے کے بارے میں دعا مانگو چنانچہ اسماعیل علیہ السلام اجناد(۳) کی طرف نکلے اور وہیں اقامت اختیار کرلی اور آپ نہیں جانتے تھے کہ وہ دعا کیا ہے؟ اور نہ آپ کو اس خزانے کا علم تھا۔ تو اللہ تعالٰی نے آپ کے ذہن میں دعا القاء فرمائی۔ تو روئے زمین پر کوئی گھوڑا باقی نہ رہا مگر یہ کہ اس نے آپ کو قبول کیا اور اپنی پیشانی جھکا کر آپ کو اپنے اوپر قدرت دے دی۔ اور آپ نے انہیں اپنے لیے مطیع بنا لیا پس تم ان پر سواری کرو اور انہیں تیار کرو کیونکہ یہ برکتیں ہیں اور یہ تمہارے باپ اسماعیل علیہ السلام کی میراث ہے۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(۱) احمد بن سلیمان الرھاوی، ابوالحسن، محدث امام، حافظ، امام النسائی کے استاذ ہیں۔انھوں نے زید بن الحباب، جعفر بن عون، یحیٰی بن آدم کے علاوہ خلق کثیر سے استفادہ کیا۔ان کے تلامذہ میں امام النسائی ، ابوعروبہ، ابوعبدالرحمٰن مکحول اور دوسرے لوگ شامل ہیں۔امام نسائی نے انھیں ثقہ ، مأمون، صاحب حدیث لکھاہے۔انہوں نے ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں:ابوعبدالرحمٰن النسائی، مشیخۃالنسائی، ص ۵۶، رقم: ۵۶ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۱۲، ص ۴۷۵، رقم: ۱۷۳۔

(۲) النجاد: (۲۵۳۔۳۴۸ھ/ ۸۶۷۔۹۶۰م) أحمد بن سلمان بن الحسن بن اسرائیل، ابوبکرالنجاد، اپنے زمانے میں علمائے بغداد کے سرخیل تھے۔حافظ حدیث تھے۔جمعہ کے دن جامع مسجد المنصور میں ان کے دوحلقے منعقدہوتے تھے۔ایک نماز سے پہلے جس میں امام احمد کے مسلک کے مطابق فتوے دیتے تھے۔ اور دوسرا نماز جمعہ کے بعد جس میں حدیث کا املاء کراتے تھے۔آخری عمر میں نظر جاتی رہی۔''السنن الکبیر'' اور ''الخلاف'' ان کی تصانیف ہیں۔ دیکھیں: ابن ابی یعلی، طبقات الحنابلۃ، ج ۲، ص ۷ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۱۵، ص ۵۰۲، رقم: ۲۸۵۔

(۳) اجناد: الدرالمنثور میں اجناد ہے جبکہ اصل میں یہ ''أجیاد'' ہے۔جومکہ میں کوہ صفاء کے قریب ایک جگہ ہے یاپہاڑ ہے۔ جبکہ اجناد جمع جند کا اطلاق بلاد شام کے پانچ شہروں پر ہوتا تھا۔ دمشق، حمص، قنسرین اور فلسطین۔ ان میں سے ہرشہر کو جند کہاجاتا تھا۔ ملاحظہ کریں: الزبیدی، تاج العروس، مادہ: (ج ی د) ؛ یاقوت الحموی، معجم البلدان، ج ۱، ص ۱۰۵، ۱۰۳۔

(أ) ثعلبی(۱) نے علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالی نے گھوڑے کو تخلیق کرنے کا ارادہ فرمایا تو جنوب کی ہوا کو فرمایا۔ بے شک میں تجھ سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہوں، تو اسے میرے دوستوں کے لیے باعث عزت وغلبہ بنا دے اور میرے دشمنوں کے لیے باعث ذلت ورسوائی اور میری اطاعت وفرمانبرداری کرنے والوں کے لیے باعث حسن وجمال بنا دے۔ تو ہوا نے عرض کی تو پیدا فرمادے۔ پس اللہ تعالی نے اس سے دست قدرت کی ایک مشت لی اور اس سے گھوڑا تخلیق فرما دیا اور اسے فرمایا: میں نے تجھے عربی پیدا کیا ہے اور میں نے بھلائی اور خیر کو تیری پیشانی کے ساتھ باندھ دیا ہے اور غنائم کو تیری پشت پر جمع کردیا ہے۔ میں نے تجھ پر تیرے مالک کو مہربان بنا دیا ہے اور تجھے بنایا ہے کہ تو بغیر پروں کے اڑتا رہے۔ پس تو طلب (تلاش) اور ہرب (دوڑنے) کے لیے ہے۔میں عنقریب تیری پشت پر آدمیوں کو سوار کروں گا۔ وہ میری تسبیح، تحمید اور تہلیل بیان کریں گے۔ جب وہ تسبیح بیان کریں تو تو بھی کوئی تسبیح بیان کرنا اور جب وہ تکبیر کہیں تو تو بھی تکبیر کہنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی تسبیح یا تحمید یا تکبیر نہیں کہ جب گھوڑے کا مالک اسے بیان کرتا ہے اور گھوڑا اسے سنتا ہے مگر وہ اسی کی مثل کے ساتھ اسے ضرور جواب دیتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: ملائکہ نے گھوڑے کی بناوٹ کے بارے میں سنا اور انہوں نے اس کی خلقت کا معائنہ کیا تو کہا: اے ہمارے رب! ہم تیرے ملائکہ ہیں۔ ہم تیری تسبیح اور تیری تحمید بیان کرتے ہیں، پس ہمارے لیے کیا ہے ؟ تو اللہ تعالی نے ان کے لیے گھوڑے پیدا فرمائے جن کی گردنیں بختی گھوڑوں کی گردنوں کی طرح سیاہ سفید ہیں۔ پس جب اللہ تعالی نے گھوڑا زمین کی طرف بھیجا اور اس کے دونوں قدم زمین پر برابر لگ گئے تو وہ ہنہنایا۔تو کہا گیا: جانوروں میں سے تجھے برکت دی گئی ہے۔ اللہ تعالی نے تیرے ہنہنانے کے سبب مشرکین کو ذلیل کردیا، اس کے سبب ان کی گردنوں کو جھکا دیا، اس کے ساتھ ان کے کانوں کو بھر دیا اور اس کے ساتھ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ جب اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام پر ہر شے کو پیش کیا تو آپ کو فرمایا: میری مخلوق میں سے جو تم چاہو پسند فرمالو؟ تو آپ نے گھوڑے کو پسند کیا۔ تو اللہ

(أ) الثعلبی، أحمد بن محمد بن ابراہیم، الکشف والبیان، تحقیق:ابومحمد بن عاشور، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۲م ، کل اجزاء: ۱۰، سورۃ: آل عمران، ج ۳، ص ۲۶۔(حکم) "موضوع حدیث" ہے۔(ابن جوزی، عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی، الموضوعات، تحقیق:عبدالرحمٰن محمد عثمان، دارالفکر، بیروت، ط ۱، ۱۳۸۶ھ۔۱۹۶۶م ، کل اجزاء: ۳، ج ۲، ص ۲۲۴)۔

(۱) ثعلبی، أحمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی، ابواسحاق، نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ شیخ التفسیر تھے اور تاریخ سے بھی لگاؤ تھا۔ان کی مشہور کتابیں: "عرائس المجالس" جو قصص الانبیاء کے بارے میں ہے اور "الکشف والبیان فی تفسیر القرآن" جو تفسیر الثعلبی کے نام سے معروف ہے۔ان کی وفات ۴۲۷ھ (۱۰۳۵م) کو ہوئی۔ ملاحظہ کریں:الذہبی،سیر اعلام النبلاء، ج ۱۷، ص ۴۳۶، رقم: ۲۹۱ ؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۱، ص ۲۱۲۔

تعالیٰ نے آپ کو فرمایا تم نے اپنی عزت اور اپنی اولاد کی عزت کو اختیار کیا ہے۔ یہ ہمیشہ رہنے والی ہے جب تک وہ رہے اور یہ باقی رہنے والی ہے جب تک وہ باقی رہے۔ میرے رحمت وبرکت تجھ پر ہے اور ان پر بھی ہے۔ میں نے کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جو میرے نزدیک تجھ سے اور ان سے بڑھ کر زیادہ محبوب ہو۔

(أ) ابوالشیخ نے العظمہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

(ب) امام مالک، بخاری، مسلم اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑا تین قسم کا ہے ایک آدمی کے لیے باعث اجر ہے، ایک آدمی کے لیے باعث ستر ہے اور ایک آدمی پر بوجھ ہے۔ پس وہ آدمی جس کے لیے گھوڑا باعث اجر ہے وہ ایسا آدمی ہے جس نے فی سبیل اللہ باندھ رکھا ہو اور اس نے اس کی رسی چراگاہ یا باغ میں لمبی کر رکھی ہو۔ پس اس چراگاہ یا باغ میں اپنی رسی طویل ہونے کے سبب جہاں تک وہ پہنچے گا تو اس کے مالک کے لیے وہ سب نیکیاں ہوں گی۔ اگر اس نے اپنی رسی کاٹ دی اور وہ ایک یا دو بلندیوں پر آگے پیچھے دوڑنے لگا تو اس کے نشانات اور اس کی لید سب مالک کے لیے نیکیاں ہیں۔ اگر وہ کسی نہر کے پاس گرزا اور اس نے اس سے پانی پیا حالانکہ اس نے اسے پلانے کا ارادہ نہیں کیا تھا تو یہ بھی مالک کے لیے نیکیاں ہوں گی۔ تو اس طرح یہ گھوڑا اپنے مالک کے لیے باعث اجر ہے۔ اور وہ آدمی جس نے دولت مند اورغنی ہونے کی بناء پر گھوڑا رکھا۔ پھر گھوڑے کی گردن اور اس کی پیٹھ کا جو حق اللہ نے مقرر کیا ہے اسے وہ نہیں بھولا۔ تو یہ گھوڑا اپنے مالک کے لیے باعث ستر (پردہ) ہے اور وہ آدمی جس نے محض فخر، ریاکاری اور اہل اسلام کی دشمنی کے لیے باندھ رکھا ہو تو ایسا گھوڑا اس پر محض بوجھ ہے۔

(ج) ابن ابی شیبہ، مسلم اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے کے پیشانی میں قیامت تک کے لیے خیر اور بھلائی رکھ دی گئی ہے۔ حتیٰ کہ گھوڑے کی لید اور اس کی پیشاب کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ ایسا گھوڑا وادی میں جو بھی ایک یا دو چکر دوڑ کر

(أ) ابوالشیخ الأصبہانی، عبداللہ بن محمد بن جعفر، العظمۃ، تحقیق: رضاء اللہ بن محمد ادریس، دارالعاصمۃ، الریاض، ط ۱، ۱۴۰۸ھ، کل اجزاء: ۵، ذکرخلق الفرس، ج ۵، ص ۱۷۷۸، رقم: ۱۲۸۰۲۔

(ب) مؤطاامام مالکؒ، کتاب الجہاد، باب:الترغیب فی الجہاد، رقم: ۱۲۱۸ ؛ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب سؤال المشرکین ان یریھم اللہ النبی ﷺ آیۃ، رقم: ۳۴۴۶ ؛صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب: إثم مانع الزکاۃ، رقم: ۹۸۷ ؛ البیہقی،شعب الایمان، باب: المرابطۃ فی سبیل اللہ، رقم: ۳۹۹۵۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب السیر ، باب الخیل وماذکرفیھاالخیر، رقم:۳۳۴۹۶ ؛ صحیح مسلم ، کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ، رقم: ۹۸۷ ؛ البیہقی، شعب الایمان، المرابطۃ فی سبیل اللہ، رقم: ۳۹۹۶۔

لگاتا ہے وہ بھی اس کے میزان میں ہوں گے۔ اور رہا خیل وزر! تو یہ ایسے آدمی کا گھوڑا ہے جس نے اسے لوگوں پر اپنی برتری ظاہر کرنے کے لیے باندھ رکھا ہو۔ تو ایسے گھوڑے کے پیٹ میں جو چیز بھی جائے گی وہ اس کے اور گھوڑے تین قسم کے ہیں ایک گھوڑا اجر ہے، ایک وزر (بوجھ) ہے اور ایک ستر ہے۔ پس خیل ستر تو وہ ہے جسے آدمی نے پاک دامنی، عزت وشرف اور حسن وخوبصورتی کے لیے رکھا ہوا ہو۔ پھر اپنی تنگ دستی اور خوشحالی ہر صورت میں اس کی پیٹھ اور پیٹ رکھا ہو۔ پس وہ گھوڑا اپنے پیٹ میں جو خوراک بھی ڈالتا ہے وہ اس آدمی کے لیے باعث اجر مالک پر بوجھ ہے۔ یہاں تک کہ گھوڑے کی لید اور اس کے پیشاب کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور وہ وادی میں جو بھی ایک یا دو چکر دوڑتا ہے وہ اس کے مالک پر بوجھ ہوتے ہیں۔

(أ) امام مالک امام احمد بن حنبل، طیالسی، ابن شیبہ، بخاری مسلم ، نسائی، ابن ماجہ ابن حبان نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک کے لیے خیر اور بھلائی رکھ دی گئی ہے۔

(ب) امام ابن ابی شیبہ ، بخاری، مسلم ، ترمذی ، نسائی اور ابن ماجہ نے عروہ البارقی (ا) رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت تک کے لیے گھوڑے کی پیشانی میں خیر وبھلائی رکھ دی گئی ہے ۔عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اجر وغنیمت۔

(أ) امام مالک ، المؤطا، کتاب الجہاد، باب ماجاء فی الخیل والمسابقۃ بینھا، رقم: ۱۶۹۵ ؛ مسنداحمد، مسندالمکثرین من الصحابۃ، مسندعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رقم: ۵۱۰۲ ؛ ابوداؤد الطیالسی، مسندالطیالسی، ماروی نافع عن ابن عمرؓ، رقم: ۱۸۴۴ ؛ مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب السیرۃ، باب الخیل وماذکرفیھاالخیر، رقم: ۳۳۴۸۳ ؛ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر ،باب: الخیل معقود فی نواصیھاالخیر، رقم: ۲۶۹۴ ؛ صحیح مسلم،کتاب الامارۃ ، باب الخیل معقود فی نواصیھا الخیر، رقم: ۱۸۷۱ ؛ النسائی، سنن النسائی ، کتاب الخیل، باب: برکۃ الخیل، رقم: ۳۵۷۱ ؛ سنن ابن ماجہ ، کتاب الجہاد، باب: ارتباط الخیل فی سبیل اللہ، رقم: ۲۷۸۷ ؛ صحیح ابن حبان، کتاب السیر ، باب الخیل، رقم: ۴۶۶۸۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب السیر ، باب الخیل وماذکرفیھاالخیر، رقم: ۳۳۴۸۵ ؛ صحیح بخاری،کتاب الجہادوالسیر ،باب ماض مع البر والفاجر، رقم: ۲۶۹۷ ؛ صحیح مسلم ، کتاب الامارۃ، باب: الخیل فی نواصیھا الخیر، رقم: ۱۸۷۳ ؛ سنن الترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل من اربط فرساً، رقم: ۱۶۴۲ ؛ سنن النسائی، کتاب الخیل، باب: فضل ناصیۃ الفرس، رقم: ۳۵۷۵ ؛ سنن ابن ماجہ ، کتاب الجہاد، باب ارتباط الخیل فی سبیل اللہ، رقم: ۲۷۸۶۔

(ا) عروہ البارقی: عروہ بن الجعد یاابن ابی الجعد البارقی صحابی رسول ﷺ ہیں۔ان کا نام سعد یابقول بعض روایات کے عروہ بن عیاض ہے۔آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔عمر فاروقؓ نے انھیں کوفہ کے عہدۂ قضاء پر مامور کیا تھا۔ایک بڑی جماعت نے ان سے روایت لی ہے۔دیکھیں:ابونعیم الاصبھانی،معرفۃ الصحابۃ، ج۴،ص۲۱۸۳؛ابن حجر،تہذیب ، ج۴،ص۴۶۹،رقم:۵۲۵۶

(أ) ابن ابی شیبہ اور مسلم نے جریر(۱) بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے دیکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے گھوڑے کی پیشانی پر اپنی انگلی پھیرتے اور فرماتے : خیر وبھلائی یوم قیامت تک گھوڑے کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے۔

(ب) امام نسائی اور ابو مسلم الکشی(۲) نے سنن میں سلمہ بن نفیل(۳) رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یوم قیامت تک کے لیے خیرو بھلائی گھوڑے کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے۔عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اجر اور غنیمت ہے۔

(ج) طبرانی اور آجری(۴) نے کتاب النصیحۃ میں ابوکبشہ(۵) رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب: الخیل وماذکرفیھاالخیر، رقم: ۳۳۴۸۶ ؛ صحیح مسلم ، کتاب الإمارۃ، باب الخیل فی نواصیھا الخیر، رقم: ۱۸۷۲۔

(ب) النسائی، سنن النسائی، کتاب الخیل، باب أیضاً، رقم: ۳۵۶۱۔(حکم) شیخ البانی نے اس روایت کو "صحیح" کہاہے:(البانی، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، رقم: ۳۱۸۷۔

(ج) الطبرانی، المعجم الکبیر، مسندمن یعرف بالکنی من أصحاب الرسل، ابوکبشہ الأنماری، رقم: ۸۴۹۔ (حکم) الہیثمی نے کہا اس کے رجال "ثقہ" ہیں:(الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الجہاد ، باب ماجاء فی الخیل، رقم:۹۴۸‏‏‏۳)۔

(۱) جریر بن عبداللہ بن جابرالبجلی، ابوعمرو یا ابوعبداللہ، صحابی، کوفہ میں رہتے تھے۔۱۰ھ کو رمضان کے مہینے میں اسلام لائے۔اپنے قوم کے سردار تھے۔مدائن کے موقع پر مسلمانوں کے ساتھ شریک تھے۔۵۱ھ یا اس کے بعد قرقیس میں وفات پائی۔ دیکھیں:البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۱، ص ۵۵۸ ؛ ابونعیم الاصبھانی، معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، ص ۵۹۱۔

(۲) ابومسلم الکشی کی حالات زندگی نہیں ملی۔

(۳) سلمہ بن نفیل السکونی اہل حمص میں سے ہے۔ابوحاتم اور امام بخاری ان کے صحابیت کے قائل ہیں۔ان کے تلامذہ میں جبیر بن نفیر، ضمرۃ بن حبیب اور یحیی بن جابرشامل ہیں۔ان سے ۳ أحادیث مروی ہیں۔ ملاحظہ کریں: ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۱۵، رقم: ۴۸۹ ؛ ابن الأثیر، اسدالغابۃ، ج ۲، ص ۳۴۳، رقم: ۲۱۹۰ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۱، ص ۷۵۵، رقم: ۳۴۰۳۔

(۴) آجری : محمد بن الحسین بن عبداللہ، ابوبکرالآجری، فقیہ اور محدث تھے۔ان کی نسبت بغداد کے ایک قصبہ آجر کی طرف ہے۔جن میں ان کی ولادت ہوئی۔ انھوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔جن میں: اخبارعمربن عبدالعزیز، اخلاق العلماء ، النصیحۃ، کتاب الشریعۃ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔انہوں نے ۳۶۰ھ (۹۷۰م) میں وفات پائی۔دیکھیں: الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۱۶، ص ۱۳۳ ، رقم: ۹۲ ؛ الزرکلی، الأعلام ، ج ۶، ص ۹۷۔

(۵) ابوکبشہ الانماری، صحابی رسول ﷺ کے نام میں اختلاف ہے۔بعض نے کہا : عمروبن سعدیا عمران ہے جبکہ بعض کے نزدیک کیسان ہے۔ان سے ان کے بیٹے عبداللہ اور محمد، نعیم بن زیاد، ثابت بن ثوبان اور سالم بن ابی جعد نے روایت لی ہے۔ دیکھیں: ابونعیم الاصبھانی، معرفۃ الصحابۃ ، ج ۶، ص ۲۹۹۹ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب ، ج ۴، ص ۳۰۲، رقم: ۳۱۷۵ ؛ ابن قانع، معجم الصحابہ، ج ۱۰، ص ۳۸۰۸۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک کے لیے خیر وبھلائی رکھ دی گئی ہے۔ ان کے سبب ان کے مالکوں کی مدد کی جاتی ہے اور ان پر خرچ کرنے والا صدقے کے ساتھ اپنا ہاتھ پھیلانے والے کی طرح ہے۔

(أ) طبرانی نے سوادہ[۱] بن ربیع جرمی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ تو آپ ﷺ نے مجھے واپس جانے کا حکم دیا اور فرمایا: گھوڑے کو لازم رکھو کیونکہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے خیرو بھلائی رکھ دی گئی ہے۔

(ب) طبرانی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے خیر اور منافع رکھ دیے گئے ہیں۔ ان کی پیشانیاں ان کے کان ہیں اور ان کی دمیں طویل ہیں۔

(ج) ابن سعد نے طبقات میں اور ابن مندہ نے الصحابہ میں یزید بن عبد اللہ[۲] بن غریب ملیکی سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں خیر اور عطا یوم قیامت تک کے لیے رکھ دی گئی ہے۔ گھوڑے کے سبب اس کے مالک کی مدد کی جاتی ہے اور اس پر خرچ کرنے والا صدقہ کے ساتھ اپنا ہاتھ پھیلانے والے کی طرح ہے کہ وہ اسے بند نہیں کرتا۔ قیامت کے دن گھوڑے کی لید اور اس کی پیشانی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی پاکیزگی کی طرح ہوں گے۔

(أ) الطبرانی، المعجم الکبیر، سوادۃ بن الربیع الجرمی، رقم: ۶۴۸۰۔**(حکم)**: الہیثمی نے کہا اس کے رجال ثقہ ہیں:(مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب ماجاء فی الخیل، رقم: ۹۳۲۷)۔

(ب) الطبرانی، المعجم الکبیر، صدی بن العجلان ابوامامۃ الباھلی، رقم: ۷۹۹۴۔**(حکم)**: الہیثمی نے کہا:اس میں راشد بن یحیی المازی ہے جس کو ابن معین نے ضعیف اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ غلطی اور مخالفت کرتا ہے۔ دیکھیں: (الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب ماجاء فی الخیل، رقم: ۹۳۳۴)۔

(ج) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۷، ص ۴۳۴۔

(۱) سوادۃ بن الربیع کا شماربصرہ کے رہنے والے صحابہ میں ہوتا ہے۔ان سے سالم بن عبدالرحمٰن الجرمی روایت کرتے ہیں۔ملاحظہ کریں:ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۳۰۶، رقم: ۴۶۳ ؛ ابن الاثیر، اسدالغابۃ، ج ۲، ص ۳۶۸، رقم: ۲۲۳۹ ؛ البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۳، ص ۲۴۱۔

(۲) یزید بن عبداللہ بن غریب ملیکی کی حالات زندگی نہیں ملی۔

(أ) ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے اسماء(ا) بنت یزید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں یوم قیامت تک ہمیشہ کے لیے خیر وبھلائی رکھ دی گئی ہے۔ اور اس پر خالصۃً فی سبیل اللہ خرچ کیا تو اس کا سیر ہونا، بھوکا رہنا، اس کا سیراب ہونا اور پیاسا ہونا ور اس کا بول وبراز سب قیامت کے دن اس کے میزان میں باعث فلاح وکامیابی ہوگا۔ اور جس نے محض ریاء شہرت، فخر اور اظہار تکبر کے لیے گھوڑے کو باندھا تو گھوڑے کا پیٹ بھرا اور بھوکا رہنا، خوب سیراب ہونا اور پیاسا رہنا اور اس کا بول بزار سب قیامت کے دن اس کے میزان میں باعث خسارہ اور کمی ہوگا۔

(ب) ابوبکر بن عاصم(۲) نے الجہاد میں اور قاضی عمر(۳) بن حسن اشنانی نے تاریخ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیروبھلائی یوم قیامت تک کے لیے رکھ دی گئی ہے۔ اس کے اہل کی اس پر مدد کی جاتی ہے پس تم ان کی پیشانیوں کو پکڑو اور برکت کی دعا کرو اور انہیں قلادہ پہناؤ۔ اور تم انہیں قلادہ نہ پہناؤ مگر کمان کی تانت کا۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب الخیل وماذکرفیھاالخیر، رقم: ۳۳۴۸۷ ؛ مسنداحمد، کتاب: مسندالقبائل، باب: من حدیث اسماء بنت یزید، رقم: ۲۷۵۷۴۔(حکم) مسنداحمد کےمحققین نے اس روایت کو ''صحیح لغیرہ'' اور اس کے اسناد کو شہربن حوشب کی ضعف کی وجہ سے ''ضعیف'' کہاہے۔باقی راوی ثقہ ہیں۔

(ب) روایت نہیں ملی۔

(ا) اسماء بنت یزید بن السکن بن رافع بن امرأ القیس ہجرت کے بعد مسلمان ہوئیں۔واقعۂ یرموک (۱۵ھ) میں انھوں نے اپنے خیمے کی چوب سے ۹ رومیوں کو قتل کیا۔انھوں نے نبی کریم ﷺ سے چندحدیثیں روایت کی ہیں۔تقریباً ۳۰ھ (۶۵۰م) میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن حجر، الإصابۃ، ج ۴، ص ۲۴۲۱، رقم : ۱۰۸۶۰ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۴، ص ۳۵۰، رقم: ۳۲۶۷ ؛ ابن الاثیر، اسدالغابۃ، ج ۵، ص ۳۶۸ ، رقم: ۶۷۲۰۔

(۲) ابوبکر بن ابی عاصم: ابوبکر بن عاصم کی بجائے ابوبکر بن ابی عاصم ہے۔احمد بن عمرو بن ابی عاصم، ابوبکر بن عاصم زاہد، عالم بالحدیث اور اہل بصرہ میں سے تھے۔انھوں نے تقریباً ۳۰۰ کتابیں لکھی ہیں جن میں المسندالکبیر، الآحادوالمثانی، کتاب السنۃ، الدیات، الاوائل وغیرہ شامل ہیں۔انھوں نے ۲۸۷ھ (۹۰۰م) میں وفات پائی۔دیکھیں: الزرکلی، الاعلام، ج ۱، ص ۱۸۹۔

(۳) عمر بن حسن اشنانی: ابوالحسین عمر بن الحسن بن علی بن مالک الشیبانی، بغدادی، اشنانی اپنے والد محمد بن عیسی المدائنی، ابوبکر بن ابی الدنیا سے روایت کرتے ہیں۔ان کے تلامذہ میں الدارقطنی، ابن عقدۃ، ابوالحسن بن مخلد شامل ہیں۔شام کے مختلف علاقوں میں قضاء کے عہدے پر فائز رہ چکے ہیں۔انھوں نے ۸۰ سال کی عمر میں ۳۳۹ھ (۹۵۰م) کو وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۱۵، ص ۴۰۶، رقم: ۲۲۸ ؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۵، ص ۴۳۔

(أ) ابوعبید نے کتاب الخیل میں زیاد بن مسلم(۱) غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: گھوڑے تین قسم کے ہیں: پس وہ آدمی جس نے اللہ کی راہ میں اور اس کے دشمن سے جہاد کرنے کے لیے گھوڑا باندھا تو اس کا سیر ہونا، بھوکا رہنا، سیراب ہونا، پیاسا رہنا، اس کا چلنا، اس کا پسینہ، اس کی لید اور اس کا پیشاب سب کا سب قیامت کے دن اس کے میزان میں باعث اجر ہے۔ اور جس نے حسن وجمال کے لیے گھوڑا باندھ رکھا ہو تو اس کے لیے اس کے سوا کچھ نہیں۔ اور جس نے فخر اور ریاء کے لیے باندھا تو پہلی قسم میں بیان کردہ تمام چیزیں قیامت کے دن اس کے میزان میں اس پر وزر اور بوجھ ہوں گی۔

(ب) طبرانی اور آجری نے الشریعۃ والنصیحۃ میں خباب(۲) رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے تین قسم کے ہیں۔ ایک گھوڑا رحمٰن کے لیے ہے، ایک گھوڑا انسان کے لیے ہے، اور ایک گھوڑا شیطان کے لیے ہے۔ پس رحمٰن کا گھوڑا وہ ہے جسے فی سبیل اللہ تیار کیا جائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے جہاد کیا جائے۔ انسان کا گھوڑا وہ ہے جسے وہ اندر داخل کرے اور اس پر بوجھ لادے۔ اور شیطان کا گھوڑا وہ ہے جس پر جوا کھیلا جائے۔

(ج) ابن ابی شیبہ نے حباب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت موقوف ذکر کی ہے۔

(د) امام احمد اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ علنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گھوڑے تین ہیں: ایک گھوڑا رحمٰن کا ہے ، ایک گھوڑا انسان کا ہے اور ایک گھوڑا شیطان کا ہے، پس رحمٰن کا گھوڑا تو وہ ہے جسے

(أ) ابوعبیدہ ، کتاب الخیل، ص ۷۔

(ب) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۴، ص ۸۰، رقم:۳۷۰۷۔(حکم) الہیثمی نے کہا کہ اس میں مسلمہ بن علی ہیں جو "ضعیف" ہے: (الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الجھاد ، باب ماجاء فی الخیل، رقم: ۹۳۳۵)۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب السیر ، باب الخیل وماذکرفیھا من الخیر، رقم: ۳۳۴۹۴۔

(د) مسند احمد، مسندالمکثرین من الصحابۃ، باب: مسندعبداللہ بن مسعود، رقم:۳۷۵٦۔(حکم) مسنداحمد کے محققین نے اس حدیث کو "صحیح" قراردیاہے لیکن اس کے اسناد کو شریک کی سوء الحفظ کی وجہ سے "ضعیف" کہاہے اور یہ کہ القاسم بن حسان نے عبداللہ بن مسعودؓ کو نہیں پایا۔ باقی راوی الصحیح کے راوی ہیں۔

(۱) زیاد بن مسلم غفاری کی حالات زندگی نہیں ملی۔

(۲) خباب بن الأرت بن جندلۃ بن سعد، ابویحیٰ یا ابوعبداللہ سابقین اولین صحابہ میں سے ہیں۔ اسلام لانے والوں میں چھٹے نمبر پر تھے۔ انھوں نے غزوۂ بدر اور دوسرے غزوات میں شرکت فرمائی۔ ۷۳ سال کی عمر میں کوفہ میں وفات پائی۔ ان سے ۳۲ احادیث مروی ہیں۔ ملاحظہ کریں: ابونعیم الاصبھانی، معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، ص ۹۰٦ ؛ البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۲، ص ۲۷۱ ؛ الزرکلی، الأعلام ، ج ۲، ص ۳۰۱۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں باندھا جاتا ہے، پس اس کا چارہ اس کی لید اور اس کا پیشاب اور دیگر وہ سب چیزیں جو اللہ چاہے سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوتی ہیں اور شیطان کا گھوڑا وہ ہے جس پر شرط لگا کر دوڑ کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ رہا انسان کا گھوڑا ! تو اس سے مراد وہ گھوڑا ہے جسے انسان باندھتا ہے اور اس کے پیٹ کے لیے چارہ تلاش کرتا ہے۔تو یہ گھوڑا فقروافلاس سے اس آدمی کے لیے ستر اور پردہ ہوتا ہے۔

(أ) ابن ابی شیبہ اور احمد نے ابوعمر و شیبانی(۱) کی سند سے انصار میں سے ایک آدمی سے اور اس نے نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ گھوڑا ہے جسے آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ میں باندھتا ہے پس اس کی قیمت بھی اجر ہے، اس کی دیکھ بھال بھی اجر ہے اور اس کا چارہ بھی اجر ہے۔ اور ایک گھوڑا وہ ہے جس کے ساتھ آدمی محبت کرتا ہے اور پھر شرط لگا کر دوڑ کا مقابلہ کرتا ہے۔تو ایسے گھوڑے کے ثمن بھی بوجھ ہیں اور اس کا چارہ بھی بوجھ ہے۔ اور ایک گھوڑا شکم سیری کے لیے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو یہ گھوڑا فقروافلاس کو دور کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔

(ب) ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم اور نسائی نے بیان کیا ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: برکت گھوڑے کی پیشانی میں ہے۔

(ج) نسائی نے انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عورتوں کے بعد گھوڑوں سے بڑھ کر کوئی شے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر ، باب الخیل وماذکرفیھا الخیر، رقم: ۳۳۴۹۳ ؛ مسنداحمد، کتاب: مسندالمدنیین، باب:حدیث رجل من الأنصار، رقم: ۱۶۶۴۵۔ (حکم) مسنداحمد کے محققین نے اس کے اسناد کو "صحیح علی شرط مسلم" کہا ہے۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر ، باب الخیل وماذکرفیھامن الخیر، رقم:۳۳۴۸۸ ؛ صحیح بخاری، کتاب الجہادوالسیر ، باب الخیل معقود فی نواصیھا الخیر، رقم: ۲۶۹۶ ؛ صحیح مسلم، کتاب الإمارۃ، باب الخیل فی نواصیھا الخیر، رقم: ۱۸۷۴ ؛ سنن النسائی ، کتاب الخیل، باب برکۃ الخیل، رقم: ۳۵۷۱۔

(ج) سنن النسائی، کتاب الخیل، باب حب الخیل، رقم: ۳۵۶۴۔(حکم) شیخ البانی نے اس روایت کو "ضعیف" کہاہے۔دیکھیں:البانی، صحیح وضعیف سنن النسائی، رقم: ۳۶۳۶۔

(۱) ابوعمروشیبانی:سعدبن ایاس، ابوعمروالشیبانی الکوفی کبارتابعین میں سے ہیں۔انھوں نے نبی کریم ﷺ کا زمانہ پایالیکن شرف ملاقات حاصل نہ ہوسکی۔ انھوں نے ۱۲۰ سال کی عمرمیں۹۵ھ یا ۹۶ھ میں وفات پائی۔یحیٰی بن معین نے انھیں کوفی ثقہ لکھاہے۔دیکھیں:البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۴، ص ۴۷، رقم: ۱۹۲۰ ؛ ابن حبان، مشاہیرعلماء الأمصار، ص ۱۰۰، رقم: ۷۲۸ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء ، ج ۴، ص ۱۷۳ ، رقم: ۶۴۔

(أ) ابن سعد اور امام احمد نے الزہد میں معقل(۱) بن یسار رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک گھوڑے سے زیادہ پسندیدہ اور کوئی شے نہیں۔ پھر کہا: اے اللہ تو معاف فرمادے۔ سوائے عورتوں کے (یعنی عورتوں کے بعد گھوڑے سے زیادہ کوئی پسندیدہ شے نہیں)۔

(ب) دمیاطی(۲) نے کتاب الخیل میں ذکر کیا ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے فی سبیل اللہ گھوڑے کو اپنے پاس روکے رکھا وہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے ڈھال ہوگا۔

(ج) ابن ابی عاصم نے الجہاد میں یزید بن عبد اللہ بن غریب الملیکی سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے، ان کا پیشاب اور ان کی لید میں جنت کی خوشبو کی نعمت ہے۔

(د) ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے پر خرچ کرنے والا صدقہ کے ساتھ اپنے ہاتھ پھیلانے والے کی طرح ہے کہ وہ اس پر قبضہ نہیں کرے گا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے نزدیک گھوڑے کا پیشاب اور اس کی لید کستوری کی طرح پاک ہوگی۔

(أ) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۳۹۸۔

(ب) روایت نہیں ملی۔ (ج) شیخ البانی نے اس روایت کو "ضعیف" کہا ہے:(البانی،ضعیف الجامع، رقم: ۳۹۹۸)۔

(د) سنن ابن ماجہ ، کتاب الجہاد، باب:ارتباط الخیل فی سبیل اللہ، رقم: ۲۷۹۱۔(حکم) "صحیح":(البانی، صحیح سنن ابن ماجہ، رقم: ۲۲۵۰)۔

(۱) معقل بن یسار بن عبداللہ بن معبر المزنی، ابوعبداللہ یا ابویسار،بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ میں سے تھے۔بصرہ کی نہر معقل ان کی طرف منسوب ہے۔ابوعثمان نہدی،حسن بصری اور اہل بصرہ کی ایک جماعت نے ان سے روایت لی ہے۔امیرمعاویہ یا یزید کے عہد میں فوت ہوئے۔ دیکھیں: ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۹۸، رقم: ۸۶ ؛ ابن الأثیر، اسدالغابۃ، ج ۴، ص ۳۲۴ ، رقم: ۵۰۴۰ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۴، ص ۱۸۷۲ ، رقم: ۸۱۴۵۔

(۲) الدمیاطی:(۶۱۳۔۷۰۵ھ/۱۲۱۷۔۱۳۰۶م) عبدالمؤمن بن خلف الدمیاطی، ابومحمد،شرف الدین ، حافظ حدیث اورشوافع کے اکابرین میں سے تھے۔ دمیاط میں پیدا ہوئے۔ مختلف علاقوں اور ملکوں کے اسفارکیے اور قاہرہ میں اچانک وفات پاگئے۔ ان کی شیوخ کی تعدادتقریباًایک ہزارتین سوہے جن کے نام پرانھوں نے "معجم"تصنیف کی ہے۔اس کے علاوہ "قبائل الخزرج"، "کتاب فضل الخیل" ان کی تصانیف ہیں۔ دیکھیں:الزرکلی، الأعلام، ج ۴، ص ۱۶۹ ؛ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۴، ص ۴۰۔

(أ) امام ابن ماجہ اور ابن ابی عاصم نے تمیم داری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کسی نے اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھا۔ پھر اپنے ہاتھ سے اس کے چارے کا انتظام کیا۔ تو اس کے لیے ہر دانے کے بدلے نیکی ہے۔

(ب) امام احمد اور ابن ابی عاصم نے تمیم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کوئی مسلمان آدمی نہیں جو اپنے گھوڑے کے لیے جو صاف کرتا ہے پھر وہ اسے کھلاتا ہے مگر یہ کہ اللہ تعالی اس کے لیے ہر دانے کے بدلے نیکی لکھتا ہے۔

(ج) ابن ماجہ ، ابن ابی عاصم نے بیان کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا مالکانہ انداز برا اور سلوک ناروا ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! ﷺ کیا آپ نے ہمیں بتایا نہیں ہے کہ یہ امت مملوکین اور بیواؤں کے اعتبار سے دوسری امتوں سے زیادہ اور بڑھ کر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں کیوں نہیں ۔ پس تم اپنی اولاد کی عزت وکرامت کے سبب ان کی تکریم کرو اور انہیں وہ کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ صحابہ نے عرض کی: دنیا میں کون سی شے ہمیں نفع دے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ گھوڑا جسے تو اس لیے باندھتا ہے کہ اس پر اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کرے گا اور ایسا غلام جو تجھے کافی ہوگا۔ اور جب وہ تجھے کافی ہو تو وہ تیرا بھائی ہے۔

(د) ابوعبد اللہ حسین بن اسماعیل محاملی(۱) نے سلمان رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کوئی مسلمان آدمی نہیں ہے مگر اس پر یہ حق ہے کہ وہ گھوڑ اپنے پاس رکھے جب وہ اس کی طاقت رکھتا ہو۔

(أ) سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب:ارتباط الخیل فی سبیل اللہ، رقم: ۲۷۹۱۔(حکم) ''صحیح''۔دیکھیں:(البانی، صحیح سنن ابن ماجہ، رقم: ۲۲۵۰)

(ب) مسنداحمد، کتاب مسندالشامیین، باب حدیث تمیم الداری، رقم: ۳۶۹۱۔(حکم) مسنداحمد کے محققین نے اس کو ''حدیث حسن'' کہا ہے۔

(ج) سنن ابن ماجہ ، کتاب لأدب، باب لإحسان إلی الممالیک، رقم: ۳۶۹۱۔(حکم)''ضعیف''۔دیکھیں:(البانی، ضعیف ابن ماجہ، ج ۱، ص ۲۹۸، رقم: ۸۰۶)۔

(د) المحاملی، الحسین بن اسماعیل، أمالی، تحقیق: د.ابراہیم القیسی، المکتبۃ الاسلامیہ، دارابن القیم، ط ۱، ۱۴۱۲ھ، ج ۱، ص ۳۹۳۔

(۱) ابوعبداللہ الحسین ابن اسماعیل المحاملی (۲۳۵۔۳۳۰ھ/۸۴۹۔۹۴۱م) قاضی، محدث،ثقہ اورمسندالوقت تھے۔ ۶۰ سال تک کوفہ اور فارس کے قاضی رہ چکے ہیں۔حدیث پر ان کی مشہور تصنیف''أمالی المحاملی'' ہے جو ۱۶ جلدوں پرمشتمل ہے۔ دیکھیں: الذہبی ، سیراعلام النبلاء ، ج ۱۵، ص ۲۵۸، رقم: ۱۱۰ ، الزرکلی، لأعلام، ج ۲، ص ۲۳۴۔

(أ) ابن ابی عاصم نے سوادہ بن ربیع رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم گھوڑا رکھو کیونکہ گھوڑے کی پیشانی میں خیر اور بھلائی ہے۔

(ب) ابن ابی عاصم نے ابن حنظلیہ(۱) رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑا اپنے پاس رکھا تو اس پر جو خرچہ ہوگا وہ صدقہ کے ساتھ اپنا ہاتھ پھیلانے والے کی طرح ہے کہ وہ اسے کبھی بند نہیں کرتا۔

(ج) ابوطاہر المخلص(۲) نے ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک کے لیے خیر رکھ دی گئی ہے اور اس کے مالک کی اس پر مدد کی جاتی ہے اور اس پر خرچ کرنے والا صدقہ کے ساتھ اپنے ہاتھ کو پھیلانے والے کی طرح ہے کہ وہ اسے بند نہیں کرے گا۔

(د) امام احمد، ابوداؤد، ابن ابی عاصم اور حاکم نے ابن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑے پر خرچ کرنے والا اس آدمی کی طرح ہے جو صدقہ کے ساتھ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے پھر اسے بند نہیں کرتا۔

(أ) ابوبکر الشیبانی، احمد بن عمرو، الآحاد والمثانی، تحقیق: باسم فیصل احمد الجوابرۃ، دارالرایۃ الریاض، ط ۱، ۱۴۱۱ھ-۱۹۹۱م، کل اجزاء ۶، ج ۴،ص ۴۲۴، رقم: ۲۵۹۵۔

(ب) روایت نہیں ملی۔ (ج) روایت نہیں ملی۔

(د) مسند احمد، کتاب الشامیین، حدیث سہل بن الحنظلیۃ، رقم : ۱۷۶۲۲ ؛ سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی إسبال الإزار، رقم: ۴۰۸۹ ؛ الحاکم، المستدرک ، کتاب الجہاد، رقم: ۲۴۵۵۔

(۱) ابن الحنظلیۃ: سہل بن الحنظلیۃ الأنصاری سے مراد سہل بن الربیع بن عمرو انصاری، اوسی ہے۔حنظلیۃ ان کے ماں کانام ہے۔بیعت رضوان میں شرکت کرنے والے صحابہ میں سے تھے۔اور امیر معاویہ کے دورخلافت کے اوائل میں وفات پائی۔ان کو ابن الحنظلیۃ بھی کہا جاتا ہے۔ دیکھیں: ابن الاثیر، اسدالغابۃ، ج ۲، ص ۳۵۴، رقم: ۲۲۸۸ ؛ البغوی ، معجم الصحابۃ، ج ۳،ص ۹۶۔

(۲) ابوطاہر المخلص: (۳۰۵-۳۹۳ھ / ۹۱۸-۱۰۰۳م) محمد بن عبدالرحمٰن بن العباس، ابوطاہر، المخلص البغدادی، حفاظ حدیث میں سے تھے۔ان کے شیوخ میں ابوالقاسم البغوی، ابوبکر بن داؤد اور یحییٰ بن صاعد شامل ہیں۔ان کے تلامذہ میں ابوسعد السمعان، ھبۃ اللہ بن الحسین، ابومحمد الخلال کے علاوہ خلق کثیر شامل ہیں۔ملاحظہ کریں: ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۱، ص ۳۳۳ ؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۶، ص ۱۹۰۔

(أ) امام بخاری، نسائی ، اور حاکم(نے اپنے صحیح کے ساتھ) اور بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے اللہ تعالی کے ساتھ ایمان رکھتے ہوئے اور اللہ تعالی کے وعدہ کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں اپنے پاس گھوڑا رکھا تو اس کا پیٹ بھر کر کھانا خوب سیراب ہونا اور اس کا پیشاب کرنا سب قیامت کے دن اس کے میزان میں نیکیاں ہوں گی۔

(ب) امام احمد، نسائی اور حاکم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی عربی گھوڑا نہیں ہے مگر ہر سحری کے وقت اسے دو دعائیں القاء کی جاتی ہیں اور وہ کہتا ہے : اے اللہ ! جس طرح تو نے مجھے بنی آدم میں سے یہ (بندہ) عطا فرمایا ہے ۔ پس تو مجھے اس کی نزدیک اس کے مال اور اہل سے یادہ پسندیدہ بنا دے۔

(ج) امام ابوداؤد اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ گھوڑوں میں مونث کو فرس کہتے تھے۔

(د) امام طبرانی نے ابوکبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: جس نے کسی مسلمان کو گھوڑا جفتی کے لیے دیا اور اس نے اپنے لیے بچھے اور گھوڑا بنا لیا تو اللہ تعالی اس کے لیے ایسے ستر گھوڑوں کی مثل اجر ہے جن پر فی سبیل اللہ بوجھ لادا جاتا ہے۔

(أ) صحیح بخاری، کتاب الجهادوالسیر ، باب من احتبس فرسافی سبیل الله، رقم: ۲۶۹۸ ؛ النسائی، سنن النسائی،کتاب الخیل، باب: علف الخیل، رقم: ۳۵۸۲ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الجهاد، رقم: ۲۴۵۵ ؛ البیهقی، سنن الکبریٰ، کتاب السبق والرمی، باب ارتباط الخیل عدة فی سبیل الله، رقم: ۱۹۵۳۱۔

(ب) مسنداحمد، کتاب مسندالانصار، حدیث ابی ذرالغفاری رضی الله عنه، رقم: ۲۱۴۹۷ ؛ النسائی،سنن النسائی، کتاب الخیل ، باب دعوة الخیل، رقم: ۳۵۷۹ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الجهاد،باب مامن عربی الا یؤذن له کل یوم، رقم: ۲۴۵۷ ۔(حکم) مسنداحمد کے محققین نے اسے ''صحیح موقوف'' کہاہے۔

(ج) سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب: هل تسمی الأنثی من الخیل فرسا، رقم: ۲۵۴۸ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب قسم الفئی، باب:أحادیث ابی هریرةؓ، رقم: ۲۶۳۹ ؛ (حکم) امام حاکم نے اس روایت کو''صحیح علی شرط الشیخین'' کہاہے۔شیخ البانی نے بھی ''صحیح'' کہاہے:(البانی،صحیح سنن ابی داود، رقم: ۲۲۱۹)۔

(د) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۲۲، ص ۳۴۱، رقم: ۸۵۳۔(حکم) الهیثمی نے فرمایاکہ اس کے راوی ثقہ ہیں:(الهیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الجهاد،باب فیمن أطرق فرسا، رقم: ۹۳۷۰) شیخ البانی نے روایت کو ''صحیح'' کہاہے:(البانی،السلسلةالصحیحة، رقم:۲۸۹۸)۔

(أ) طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ لوگ طرق (جفتی کے لیے نر دینا) سے افضل کبھی بھی آپس میں لین دین نہیں کرتے۔ ایک آدمی اپنا گھوڑا جفتی کے لیے دیتا ہے تو اس کے لیے اس کا اجر لکھ دیا جاتا ہے اور ایک آدمی اپنا نر حوالے کرتا ہے تو اس کے لیے اس کا اجر لکھ دیا جاتا ہے اور ایک آدمی اپنا مینڈھا دیتا ہے تو اس کے لیے اس کا اجر لکھ دیا جاتا ہے۔

(ب) ابوعبیدہ نے کتاب الخیل میں معاویہ(ا) بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو ہر قوم کے لیے ایک چراگاہ تھی جس میں وہ اپنے گھوڑوں کو چراتے تھے۔ پس معاویہ ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے درآنحالیکہ وہ اپنے گھوڑے کو گھاس چرارہے تھے تو انہوں نے آپ کو سلام کیا اور ٹھہر گئے۔ پھر کہا اے ابوذر ! یہ گھوڑا کس کا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ گھوڑا میرا ہے اور میں اسے مستجاب یقین کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا: کیا گھوڑے بھی دعا مانگتے ہیں اور وہ قبول کی جاتی ہے؟ آپ نے جواباً فرمایا: ہاں ۔ ہر رات گھوڑا اپنے رب سے یہ دعا کرتا ہے اے میرے رب! بے شک تو نے مجھے ابن آدم کے لیے مسخر کیا ہے اور تو نے میرا رزق اس کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ اے اللہ ! پس مجھے اس کے نزدیک اس کے اہل اور اولاد سے زیادہ محبوب بنا دے، تو ان میں سے بعض کی دعا قبول ہوتی ہے اور بعض کی نہیں۔ اور میں اس گھوڑے کے بارے میں یہ تصور رکھتا ہوں کہ یہ مستجاب ہے (یعنی اس کی دعا قبول کی گئی ہے)۔

(أ) الطبرانی،المعجم الکبیر، ج ۱۲، ص ۲۶۴، رقم: ۱۳۰۶۱۔(حکم) الہیثمی نے فرمایا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں:(الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب فیمن أطرق فرساً، رقم: ۹۳۷۱)۔

(ب) ابوعبیدۃ، کتاب الخیل، ص ۸۔

(ا) معاویہ بن خدیج :اصل میں معاویہ بن حدیج ہے۔حاء مہملہ ہے۔معاویہ بن حدیج بن جفنۃ بن قنبر، ابونعیم الکندی، صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں۔انھوں نے آپ ﷺ کے علاوہ عمر فاروقؓ، ابوذرؓ اور معاویہؓ سے روایت کی ہیں۔جنگ صفین میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دیا تھا۔والی مصر رہ چکے ہیں۔ ۵۲ھ(۶۷۲م) میں شہید کردیے گئے۔دیکھیں:ابونعیم الاصبھانی،معرفۃالصحابۃ، ج ۵، ص ۲۵۰۲ ؛ السیوطی، حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاھرۃ، ج ۱، ص ۲۳۷، رقم: ۲۷۰۔

(أ) ابوعبیدہ نے عبد اللہ بن عمرو (۱)بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس یمن کے قبیلہ جدس کا ایک گھوڑا پہنچایا۔ تو آپ ﷺ نے وہ گھوڑا انصار میں سے ایک آدمی کو عطا فرما دیا اور فرمایا جب تو اترے تو اسے میرے قریب ہی رکھنا۔ کیونکہ میں اس کے ہنہنانے کو پسند کرتا ہوں۔ پس ایک رات آپ ﷺ نے اسے نہ پایا۔ تو آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ! ہم نے اسے خصی کردیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اس کا مثلہ کردیا ہے۔ آپ ﷺ نے یہی جملہ تین بارکہا، گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے بھلائی رکھ دی گئی ہے۔ ان کی کلغیاں ان کے شانوں کی طرف جھکی ہوئی ہیں اوران کی دمیں بڑھا دی گئی ہیں ان کی نسل تلاش کرو اور ان کے ہنہنانے کے ساتھ مشرکین پر اظہارفخر کرو۔

(ب) ابوعبیدہ نے مکحولؒ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں کی دمیں کاٹنے سے منع کیا ہے اور ان کی کلغیاں اور پیشانیوں کاٹنے سے منع کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: پس ان کی دمیں تو ان کا عیب ہیں۔ ان کی کلغیاں ان کے شانوں کی جانب جھکی ہوئی ہیں اور ان کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی ہے۔

(ج) ابونعیم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم گھوڑوں کی دمیں نہ جلاؤ اور ان کی کلغیاں اور پیشانیاں نہ کاٹو۔ کیونکہ برکت ان کی پیشانیوں میں ہے اور ان کا گرمی حاصل کرنے کا سامان ان کی کلگیوں میں ہے اور ان کی دمیں بڑھی ہوئی ہیں۔

(أ) ابوعبیدۃ، کتاب الخیل، ص ۷۔

(ب) ابوعبیدۃ ، کتاب الخیل، ص ۶۔

(ج) ابونعیم الأصبھانی، أحمد بن عبداللہ، ذکرأخبار اصبھان، طبع فی مدینۃ لیدن، ۱۹۳۴م، کل اجزاء: ۲، ج ۱، ص ۱۷۱۔

(حکم) ابوحاتم نے کہا کہ اس میں ابوھدبہ ہے جو کذاب ہے۔دیکھیں: (ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۲، ص ۱۴۳، رقم: ۴۷۱)

(۱) عبداللہ بن عمروبن العاصؓ (۷ق ھ۔۶۵ھ/۶۱۶۔۶۸۴م) عبداللہ بن عمرو اپنے باپ سے پہلے اسلام لائے۔انھوں نے نبی کریم ﷺ سے حدیث لکھنے کی اجازت طلب کی آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ کسی نے نبی کریم ﷺ سے حدیث روایت نہیں کی سوائے عبداللہ بن عمرو کے۔ کیونکہ وہ لکھتاتھااورمیں نے نہیں لکھا۔انھوں نے کئی غزوات میں حصہ لیا۔اورجنگ صفین میں امیرمعاویہؓ کا ساتھ دیا تھا۔ ان سے ۷۰۰ اُحادیث مروی ہیں۔ ملاحظہ کریں:ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۴۳، رقم: ۹ ؛ ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ج ۳، ص ۱۳۹، رقم: ۳۰۹۳ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۲، ص ۱۱۰۱، رقم : ۴۸۴۹۔

(أ) ابوداؤد نے عتبہ(۱) بن عبد اللہ سلمی رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم گھوڑوں کی پیشانیاں نہ کاٹو اور نہ ہی ان کی کلغیاں اور دمیں کاٹو۔ کیونکہ ان کی دمیں بڑھا دی گئی ہیں اور ان کی کلغیاں انہیں حرارت پہنچاتی ہیں اور ان کی پیشانیوں میں خیر بھلائی رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ابن سعد نے ابوواقد(۲) سے روایت نقل کی ہے کہ ان تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے گھوڑے کے پاس کھڑے ہوئے اور اپنی قمیص کی آستین کے ساتھ اس کا چہرہ صاف کیا۔تو صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ ! ﷺ کیا آپ اپنی قمیص کے ساتھ اسے صاف کررہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا بے شک جبرائیل امین علیہ اسلام نے گھوڑے کے بارے میں مجھے عتاب کیا ہے۔

(ج) ابوعبیدہ نے یحیٰی بن سعید(۳) کی سند سے انصار کے ایک شیخ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ

(أ) ابوداود، سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی کراھۃ جزنواصی الخیل واذنابھا، رقم: ۲۵۴۴۔(حکم) صحیح، دیکھیں:(البانی،صحیح ابی داود ، رقم: ۲۲۱۷)

(ب) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۴۹۰۔ (ج) ابوعبیدۃ، کتاب الخیل، ص ۴۔

(۱) عتبہ بن عبداللہ سلمی، ابوالولید، صحابی رسول اللہ ﷺ کاشماراہل حمص میں ہوتا ہے۔ان کا نام عتلۃ یا نشبۃ تھا جس کو نبی کریم ﷺ نے تبدیل کیا۔ان کے شاگردوں میں ان کا بیٹا یحیٰی،حکیم بن عمر، راشدبن سعدشامل ہیں۔انھوں نے ۸۷ھ میں ۹۴سال کی عمرمیں وفات پائی۔ان سے ۲۸ اُحادیث مروی ہیں۔ دیکھیں:ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۱۰۵، رقم: ۹۷، ابن الاثیر،اسدالغابۃ، ج ۳، ص ۳۰۱، رقم: ۳۵۵۳ ؛ ابن حجر، تهذیب التهذیب، ج ۴، ص ۳۹۵، رقم: ۵۲۱۸۔

(۲) ابو واقداللیثی کانام حارث بن مالک بن عوف بن اُسید ہے۔بدری صحابی ہیں۔فتح مکہ کے بعد انھوں نے مکہ میں سکونت اختیارکی۔ ۶۸ھ میں ۸۵سال کی عمرمیں وفات پائی۔کثیرجماعت نے ان سے روایت لی ہے۔ ملاحظہ کریں:ابن قانع، معجم الصحابۃ، ج ۴، ص ۱۳۰۴ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۴، ص ۳۳۷، رقم: ۳۲۴۷ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۴، ص ۲۳۹۹، رقم: ۱۰۶۹۲۔

(۳) یحیی بن سعیدبن قیس بن عمرو بن سہل انصاری، مدنی،اپنے دور کے ممتازترین تابعین میں سے تھے۔ان کی علمی جلالت پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔انھوں نے انس بن مالکؓ،سعدبن مسیّب،عروہ بن زبیر،سلیمان بن یسار وغیرہ سے سماع حدیث کیاتھا۔ابن جریج، اوزاعی، مالک بن انس، سفیان، حماد، لیث، ابن المبارک جیسے اپنے ذات میں بڑے علماء ان کے تلامذہ ہیں۔ابن سعدنے انھیں ثقہ، کثیرالحدیث، حجۃ،ثبت کہا ہے۔انھوں نے ۱۴۳ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں:ابن سعد، الطبقات الکبریٰ،ج ۵، ص ۴۲۳، رقم: ۱۲۳۹ ؛ الدارقطنی، ذکراُسماء التابعین، ج ۱، ص ۳۹۹، رقم: ۱۲۱۶ ؛ العجلی، تاریخ الثقات، ص ۴۷۲، رقم:۱۸۰۶۔

ﷺ نے اپنی چادر کی ایک طرف کی ساتھ اپنے گھوڑے کا چہرہ صاف کیا اور فرمایا: مجھے آج کی رات گھوڑے کی اس ادنیٰ حالت کے بارے میں عتاب کیا گیا ہے۔

(أ) ابوعبیدہ نے عبد اللہ بن دینار(۱) رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم گھوڑوں کو ان کی پیشانیوں سے نہ کھینچو کہ تم انہیں ذلیل کردو

(ب) ابوداؤد نے مراسیل میں وضین(۲) بن عطاء سے روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم گھوڑوں کو ان کے پیشانیوں سے نہ کھینچو کہ تم انہیں ذلیل کردو۔

(ج) ابوداؤد نے مراسیل میں مکحول سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی عزت وتکریم کرو اور ان کی تعظیم کرو۔

(د) حسن بن عرفہ(۳) نے مجاہد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ایک انسان

(أ) ابوعبیدۃ، کتاب الخیل، ص ۵۔

(ب) ابوداود السجستانی، المراسیل، تحقیق:عبدالعزیز عزالدین السیروان، دارالعلم بیروت، ط ۱، ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶م، ص ۱۷۔

(ج) ابوداود، المراسیل، ص ۱۷۰۔ (د) روایت نہیں ملی۔

(۱) عبداللہ بن دینار قریشی، عدوی، ابوعبدالرحمٰن، مدنی، عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ کے غلام تھے۔تابعی، کثیرالحدیث تھے۔ابن سعد اور ابوحاتم نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔ان کے شیوخ میں انس بن مالک،سلیمان بن یسار، عبداللہ بن عمرؓ شامل ہیں۔ ان سے سلیمان بن بلال، دونوں سفیانوں،صفوان بن سلیم اور شعبہ کے علاوہ خلق کثیر نے استفادہ کیا۔انھوں نے ۱۲۷ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۵، ص ۲۵۳، رقم: ۱۱۷ ؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۳، ص ۴۶۳، رقم: ۳۸۳۵ ؛ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص ۷۹۔

(۲) وضین بن عطاء بن کنانہ بن عبداللہ الخزاعی، ابوکنانہ یا ابو عبداللہ الشامی نے بلال بن سعد، جنادہ بن ابی اُمیہ، عطاء بن ابی رباح سے استفادہ کیا۔ان کے تلامذہ میں محمد بن راشد، محمد بن غزوان، محمد بن عمرالواقدی شامل ہیں۔ انھوں نے ۱۴۹ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ ملاحظہ کریں:البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۸، ص ۱۸۹ ؛ ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص ۱۸۴ ؛ ابن حجر، تہذیب، ج ۲، ص ۱۶۷، رقم: ۸۶۹۳۔

(۳) حسن بن عرفۃ بن یزید، ابوعلی، عبدی، بغدادی، المؤدب نے عمار بن محمد،عیسیٰ بن یونس، ہشیم، ابن المبارک اور ابو معاویہ سے استفادہ کیا۔ان کے تلامذہ میں ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا، ابویعلیٰ، ابن ابی حاتم اور امام النسائی جیسے اپنے ذات میں بڑے بڑے علماء شامل ہیں۔انھوں نے ۲۵۷ھ (۸۷۱م) میں بمقام سامراء وفات پائی۔دیکھیں:الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۱۱، ص ۵۴۷، رقم: ۱۶۳ ؛ ابن حجر،تہذیب، ج ۲، ص ۴۸، رقم: ۱۴۸۷۔

کو دیکھا کہ اس نے اپنے گھوڑے کے چہرہ پر مارا اور اسے لعن طعن کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اسی طرح ہے۔ مگر یہ کہ تو اس پر اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ پس وہ آدمی اس پر جہاد میں مصروف ہوگیا اور اس پر بوجھ لادتا رہا یہاں تک کہ وہ بوڑھا اور کمزور ہوگیا۔ پھر وہ کہنے لگا: گواہ رہو، گواہ رہو (میں نے حکم کی تعمیل کردی ہے)۔

(أ) امام ابونصر(۱)یوسف بن عمر القاضی نے سنن میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے کی آنکھ (ضائع ہونے کی صورت میں) اس کے ثمن کے چوتھائی حصہ کا فیصلہ فرمایا۔

(ب) محمد بن یعقوب(۲) الختلی نے کتاب الفروسیہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: ہر رات آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوتا ہے اور غازیوں کے چوپاؤں سے تھکن کو دور کردیتا ہے سوائے اس جانور کے جس کی گردن میں گھنٹی ہو۔

(ج) ابن سعد، ابوداؤد اور نسائی نے ابووہب(۳) جشمی سے حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "گھوڑے باندھ کر رکھو، ان کی پیشانیوں اور اطراف کو صاف رکھو اور انہیں قلادہ پہناؤ مگر انہیں کمان کی تانت کا قلادہ نہ پہناؤ، تم پر لازم ہے کہ گھورے کا رنگ سرخ وسیاہ ہوا ور اس کی پیشانی اور ٹانگیں سفید ہوں یا گھوڑے کا رگ سرخ وزرد ہوا اور پیشانی اور پاؤں سفید ہوں یا رنگت مکمل سیاہ ہو اور اس کی پیشانی اور پاؤں سفید ہوں۔

(أ) روایت نہیں ملی۔ (ب) روایت نہیں ملی۔

(ج) سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب اکرام الخیل، رقم: ۲۵۵۳، ۲۵۴۳؛ سنن النسائی، کتاب الخیل، باب ما یستحب من شیۃ الخیل، رقم: ۳۵۶۵۔ (حکم) ضعیف :(البانی، صحیح وضعیف سنن ابی داود، رقم: ۲۵۴۳)۔

(۱) ابونصر یوسف القاضی:(۳۰۵-۳۵۶ھ/ ۹۱۷-۹۶۷م) ابونصر یوسف بن عمرازدی بغداد میں پیدا ہوئے۔آپ ادیب، کاتب، شاعر، زبان کے ماہراور بغداد کے قاضی القضاۃ تھے۔آپ کے والد، دادا اور پردادا بھی بغداد کے قاضی رہ چکے تھے۔مالکی تھے۔بعد میں امام داود کا مسلک اختیار کیا۔ دیکھیں:الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۱۶، ص ۷۷ ؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۸، ص ۲۴۳۔

(۲) محمد بن یعقوب الختلی کی حالات زندگی نہیں ملی ۔

(۳) ابووہب الجشمی صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں۔وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں اوران سے عقیل بن شبیب نے روایت لی ہے۔وہ شام میں رہتے تھے۔ان سے ۲ حدیثیں مروی ہیں۔ دیکھیں:ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۲۰۳، قم: ۲۶۶ ؛ ابن الاثیر، اسدالغابۃ، ج ۵، ص ۲۵۵، رقم: ۶۳۴۷ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۴، ص ۲۴۰۲، رقم: ۱۰۷۰۵۔

(أ) امام ابوداؤد اور ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی برکت ان کی سرخ وزرد رنگ میں ہے۔ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔

(ب) واقدی نے عبداللہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین گھوڑا سرخ وزرد رنگ کا ہے (یعنی اشقر گھوڑا) اور پھر وہ گھوڑا جس کا رنگ سیاہ ہو اور اس کی پیشانی اور دائیں ہاتھ کے سوا تین پاؤں سفید ہیں۔

(ج) ابوعبیدہ نے شعبیؒ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: حوائج وضروریات ایسے سرخ وسیاہ (کمیت) گھوڑے پر تلاش کرو جس کی ناک اور دائیں ہاتھ کے سوا تین پاؤں سفید ہوں۔

(د) حسن بن عرفہ نے موسیٰ(۱) بن علی بن رباح لخمی سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں گھوڑا خریدنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا کہ تجھ پر لازم ہے کہ گھوڑے کا رنگ سرخ وسیاہ ہو اور اس کی پیشانی، ناک اور دائیں ہاتھ کے سوا تین پاؤں سفید ہوں۔

(ھ) ابوعبیدہ اور ابن ابی شیبہ نے عطاء سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک بہترین گھوڑے سبزی مائل سیاہ یا سرخی مائل سیاہ رنگ کے ہیں۔

(أ) سنن ابی داود، کتاب الجہاد، باب فیما یستحب من الوان الخیل، رقم: ۲۵۴۵ ؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب الجہاد، باب، ماجاء فیما یستحب من الخیل، رقم: ۱۶۹۵۔(حکم) حسن۔دیکھیں: (البانی، صحیح سنن ابی داود ، رقم: ۲۲۱۸)۔

(ب) الواقدی ، کتاب المغازی، ج ۳، ص ۱۰۴۲۔

(ج) ابوعبیدۃ ، کتاب الخیل ، ص ۶۔ (د) روایت نہیں ملی۔

(ھ) ابوعبیدۃ، کتاب الخیل، ص ۶ ؛ مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب السیر ، باب ما یستحب من الخیل وما یکرہ منھا، رقم: ۳۲۵۷۱۔

(۱) موسیٰ بن علی بن رباح اللخمی، ابوعبدالرحمٰن المصری، نے اپنے والد، زہری، ابن منکدر، یزید بن ابی حبیب سے علم حاصل کیا۔ان کے تلامذہ میں ابن لھیعۃ، ابن المبارک، اسامہ بن زید شامل ہیں۔ابوحاتم نے انھیں صالح الحدیث اور مصر کے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔العجلی اور ابن شاھین نے بھی ثقہ لکھا ہے۔ ۱۶۳ھ میں اسکندریہ میں فوت ہوئے۔دیکھیں: العجلی، تاریخ الثقات، ص ۴۴۴، رقم: ۱۶۶۲ ؛ ابن شاھین، تاریخ اسماء الثقات، ص ۳۰۴، رقم: ۱۲۸۳ ؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۷، ص ۳۵۷، رقم: ۴۰۶۶ ؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب ، ج ۶، ص ۴۷۲، رقم: ۸۲۳۶۔

(أ) ابن عرفہ نے نافع بن جبیر اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے حدیث روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر سیاہی مائل سرخ اور سیاہ سفید رنگ کے گھوڑے میں برکت ہے۔

(ب) امام ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: رسول اللہ ﷺ شکال (ایسا گھوڑا جس کی تین ٹانگیں سفید ہوں اور چوتھی کا رنگ مختلف ہو) کو ناپسند کرتے تھے۔

(ج) امام احمد، ترمذی (نے اپنی تصحیح کے ساتھ) ابن ماجہ اور حاکم ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے اور حاکم نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین گھوڑا وہ ہے جس کی رنگت سیاہ ہو پیشانی اور ناک پر سفید نشان ہو اور دائیں ہاتھ کے سوا تینوں پاؤں سفید ہوں۔ اگر سیاہ رنگ (ادھم) کا نہ ہو تو پھر کمیت (سرخ و سیاہ) گھوڑا جس میں مذکورہ اوصاف ہوں وہ بہترین ہے۔

(د) طبرانی اور حاکم نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو غزوہ میں شریک ہونے کا ارادہ کرے تو سیاہ رنگ کا گھوڑا خرید جس کی پیشانی اور چاروں پائے دائیں ہاتھ کے سوا سفید ہوں۔ کیونکہ تو غنیمت حاصل کرے گا اور محفوظ رہے گا۔

(أ) ابن عرفہ کی کتاب نہیں ملی۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب ما یستحب من الخیل وما یکرہ منھا، رقم: ۳۲۵۶۹ ؛ صحیح مسلم، کتاب الإمارۃ، باب ما یکرہ من صفات الخیل، رقم: ۱۸۷۵ ؛ سنن ابی داود، کتاب الجہاد، باب ما یکرہ من الخیل، رقم: ۲۵۴۷ ؛ سنن ترمذی، کتاب الجہاد، باب ما یکرہ من الخیل، رقم: ۱۶۹۸ ؛ سنن النسائی، کتاب الخیل، باب الشکال فی الخیل، رقم: ۳۵۶۶ ؛ سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب ارتباط الخیل فی سبیل اللہ، رقم: ۲۷۹۰۔

(ج) مسند احمد، کتاب تتمۃ مسند الانصار، باب حدیث أبی قتادۃ الأنصاری، رقم: ۲۲۵۶۱ ؛ سنن الترمذی، کتاب الجہاد، باب ما یستحب من الخیل، رقم: ۱۶۹۶ ؛ سنن ابن ماجہ ، کتاب الجہاد، باب: ارتباط الخیل فی سبیل اللہ، رقم: ۲۷۸۹ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الجہاد، باب خیر الخیل الأدھم الأقرح المحجل لأرثم، رقم: ۲۴۵۸۔(حکم) صحیح (البانی، صحیح سنن ابن ماجہ ، رقم: ۲۲۴۸)۔

(د) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۷، ص ۲۹۳ ، رقم: ۸۰۹ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الجہاد ، باب إذا أردت أن تغزو... رقم: ۲۴۱۵۔(حکم) امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح علی شرط مسلم کہا ہے جبکہ الہیثمی نے کہا کہ اس کے سند میں عبید بن الصباح ہے جو ضعیف ہے۔(الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب ألوان الخیل وما یستحب منھا، رقم: ۹۳۴۶)۔

(أ) سعد، حرث(۱) بن ابی اسامہ، ابویعلی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن قانع(۲) نے معجم میں، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مندہ، رویانی(۳) نے مسند میں، ابن مردویہ اور ابن عسا کر نے یزید بن عبد اللہ بن عریب سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد باری تعالیٰ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لاَ تَعْلَمُونَهُمُ اللّهُ يَعْلَمُهُمْ کے بارے میں فرمایا: کہ وہ جن ہیں، شیطان ایسے انسان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا جس کے گھر میں خوش منظر گھوڑا ہو۔

(أ) اصل میں "ابن سعد" ہے۔"ابن" ساقط ہوا ہے۔ ابن سعد الطبقات الکبریٰ، ج ۷، ص ۴۳۳ ؛ نورالدین الہیثمی، بغیۃالباحث عن زوائدمسندالحارث بن ابی أسامۃ، محقق:د.حسین احمدصالح الباکری، مرکزخدمۃالسیرۃالنبویۃ، المدینۃ المنورۃ، ط ۱، ۱۴۱۳ھ۔۱۹۹۲م، کل اجزاء: ۲، رقم: ۶۵۲ ؛تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۹۱۰۷ ؛ ابن قانع،معجم الصحابۃ، ج ۲، ص ۲۹۰ ؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۷، ص ۱۸۹، رقم:۵۰۶ ؛ ابوالشیخ، کتاب العظمۃ،باب : عتیق، رقم: ۱۰۸۹۹ ؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۴۵، رقم: ۷۸۔(حکم) ابن کثیرنے کہایہ حدیث "منکر" ہے۔اس کا سنداورمتن دونوں صحیح نہیں ہے۔(تفسیرابن کثیر، سورۃالانفال، آیۃ ۶۰، ج ۴، ص ۸۲)۔

(۱) الحارث بن محمد:(۱۶۸۔۲۸۲ھ/۸۰۲۔۸۹۶م) الحارث بن محمدبن ابی اسامہ تیمی، حفاظ حدیث میں سے ہیں۔"مسند" کے مؤلف ہیں لیکن اسے ابواب اورصحابہ کے درجات کے لحاظ سے مرتب نہیں کیا۔انھوں نے یزیدبن ہارون، کثیربن ہشام،عبدالوہاب بن عطاء سے علم حاصل کیا۔ان کے تلامذہ میں ابن ابی الدنیا، ابن جریر، محمدبن مخلدشامل ہیں۔ دیکھیں:الذہبی، سیراعلام النبلاء ، ج ۱۳، ص ۳۸۸، رقم: ۱۸۷ ؛ الزرکلی، الأعلام،ج ۲، ص ۱۵۷۔

(۲) ابن قانع: (۲۶۶۔۳۵۱ھ/۸۸۰۔۹۶۲م) عبدالباقی بن قانع بن مرزوق بن واثق أموی، بغدادی، ابوالحسین، قاضی،حفاظ حدیث اور اصحاب رائی میں سے تھے۔کتاب "معجم الصحابۃ" کے مؤلف ہیں۔الحارث بن ابی اسامہ، عبدبن شریک البزار، عبیدبن غنام ان کے شیوخ میں شامل ہیں۔جبکہ ان سے الدارقطنی، ابوالحسن بن الفرات کے علاوہ خلق کثیرنے سماع کیا۔ دیکھیں: الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۱۵، ص ۵۲۶، رقم: ۳۰۳ ؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۳، ص ۲۷۲۔

(۳) الرویانی: محمدبن ہارون الرویانی، ابوبکر، حفاظ حدیث میں سے تھے۔وہ طبرستان کے نواحی علاقے رویان کے رہنے والے تھے۔ "مسند" کے مؤلف ہیں۔فقہ میں بھی ان کی کئی تصانیف ہیں۔ ۳۰۷ھ (۹۲۰م) کو وفات پائی۔ ملاحظہ کریں:الذہبی، سیراعلام النبلاء ، ج ۱۴، ص ۵۰۷ ؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۷، ص ۱۲۸۔

(أ) ابوالشیخ نے ابوالہدی(۱) سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اس سے جس نے نبی کریم ﷺ سے انہیں حدیث بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے وَآخَرِيْنَ مِنْ دُونِهِمْ لاَ تَعْلَمُونَهُمُ اللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ کے ضمن میں فرمایا: آخرین سے مراد جن ہیں۔ اور جس نے گھوڑوں میں سے کوئی گھر میں باندھ رکھا ہو شیطان اس کے گھر کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

(ب) ابن منذر نے سلیمان(۲) بن موسیٰ سے مذکورہ آیت کے ضمن میں یہ نقل کیا ہے کہ شیطان ہرگز ایسے انسان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا جس کے گھر میں خوش نما گھوڑا ہو۔

(ج) ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ وَآخَرِيْنَ مِنْ دُونِهِمْ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شیطان گھوڑے کی پیشانی پر قدرت نہیں رکھتا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی رکھ دی گئی ہے اور شیطان بھلائی کی کبھی بھی استطاعت نہیں رکھے گا۔

(أ) ابوالشیخ، کتاب العظمۃ، باب عتیق، ج ۵، ص ۱۶۴۶، رقم:۱۰۸۹۹۔ (حکم) اس کے سند میں سعید بن سنان ابومھدی ہے جس کو امام بخاری نے ''منکرالحدیث'' کہاہے:(البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۳، ص ۴۷۷)۔

(ب) روایت نہیں ملی۔ (ج) روایت نہیں ملی۔

(۱) الدرالمنثور میں''ابی الھدیٰ'' لکھاہواہے۔جبکہ اصل میں یہ ابو مھدی سعید بن سنان ہے۔''ابوالھدیٰ'' کے نام سے راوی کی حالات زندگی نہیں ملی۔

سعید بن سنان الشامی، ابومھدی الحمصی نے یزید بن عبداللہ بن غریب ، الولید بن عامر، ہارون بن ہارون سے علم حاصل کیا۔ ان کے شاگردوں میں سلمۃ بنت کلثوم ، بقیہ بن الولید، الربیع بن روح شامل ہیں۔ امام بخاری نے انھیں منکر الحدیث اور امام نسائی نے متروک الحدیث کہاہے۔ ۱۶۳ھ یا ۱۶۸ھ میں وفات پاگئے۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۳، ص ۴۷۷ ؛ ابن حجر، تہذیب التھذیب، ج ۲، ص ۶۵۵ ، رقم: ۲۷۴۶۔

(۲) سلیمان بن موسیٰ القرشی، الدمشقی، الأشدق، ابوأیوب، صغارتابعین میں سے ہیں۔وہ جابر بن عبداللہ، عطاء بن ابی رباح سے روایت کرتے ہیں۔ اسامہ بن زید اللیثی، زید بن واقدان کے شاگردوں میں شامل ہیں۔(حکم)امام بخاری نے فرمایا کہ انھوں نے اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی کو نہیں پایا۔ صحابہ سے سلیمان کی روایات مرسل ہوتی ہیں۔ابن حجر نے انھیں''صدوق'' کہاہے۔ ملاحظہ کریں:الذہبی، من تکلم فیہ وھوموثق، رقم: ۱۴۸ ؛ ابن حجر، طبقات المدلسین، ص ۶۲ ، رقم: ۱۵۸ ؛ ابوسعیدالعلائی، جامع التحصیل ، ص ۱۹۰، رقم: ۲۵۹۔

(أ) فریابی، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مجاہدؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَآخَرِيْنَ سے مراد بنی قریظہ ہیں۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مقاتلؒ سے بیان کیا ہے انہوں نے کہا وَآخَرِيْنَ سے مراد منافقین اور اللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ منافقین کے اس نفاق کو جانتا ہے جسے وہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں۔

(ج) ابن ابی حاتم نے اور ابوالشیخ نے مقاتلؒ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا وَآخَرِيْنَ سے مراد وہ منافقین ہیں جنہیں تم نہیں جانتے۔ کیونکہ وہ تمہارے پاس یہ کہتے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور تمہاری ساتھ غزوہ میں بھی شریک ہوتے ہیں۔

(د) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ سدیؒ نے کہا: وَآخَرِيْنَ سے مراد اہل فارس ہیں۔

(ھ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے سفیانؒ سے وَآخَرِيْنَ مِن دُونِهِمْ کی تفسیر میں یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ابن الیمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ان سے مراد وہ شیاطین ہیں جو گھروں میں رہتے ہیں۔

وَإِن جَنَحُواْ لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (61)

ترجمہ: '' اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہوجاؤ اور خدا پربھروسہ رکھو۔کچھ شک نہیں کہ وہ سب کچھ سنتا(اور)جانتاہے''۔

(و) ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَإِن جَنَحُواْ لِلسَّلْمِ کی تفسیر میں مجاہد نے کہا ہے کہ اس میں بنی قریظہ کا ذکر ہے۔

(ز) ابوالشیخ نے سدیؒ سے یہ قول بیان کی ہے کہ یہ آیت بنی قریظہ کے بارے میں بارے میں نازل ہوئی اور پھر اس آیت کے ساتھ منسوخ ہوگئی فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ ۔۔۔الآیہ (۱) ''اے فرزندان اسلام!) ہمت مت ہارو اور (کفار کو) صلح کی دعوت مت دو''۔

(أ) تفسیرالطبر ی، سورۃالانفال، رقم: ۱۶۲۴۰ ؛ تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال، رقم: ۹۱۰۸۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال ، رقم: ۹۱۰۹ ، ۹۱۱۳۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال ، رقم: ۹۱۱۲۔

(د) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال ، رقم: ۹۱۱۰۔

(ھ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال ، رقم: ۹۱۱۱۔

(و) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال ، رقم: ۹۱۱۷۔

(ز) روایت نہیں ملی۔ (۱) محمد:(۳۵)

(أ) ابن مردویہ نے عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ''وَإِن جَنَحُواْ لِلسَّلْمِ'' پڑھتے تھے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا السَّلْمِ سے مراد اطاعت ہے۔

(ج) ابوالشیخ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا وَإِن جَنَحُواْ لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا کا معنی ہے اگر وہ صلح پر راضی ہوں تو تم بھی صلح پر راضی ہو جاؤ۔

(د) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ اسی کے بارے میں سدیؒ کہتے ہیں کہ جب وہ صلح کا ارادہ کریں تو تم بھی اس کا ارادہ کرلو۔

(ھ) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے السَّلْمِ کو جر کے ساتھ ''سِلم'' پڑھا ہے اور اس کا معنی صلح ہے۔

(و) ابن ابی حاتم نے مبشر(۱) بن عبید سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے السَّلْمِ کو سین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کا معنی صلح ہے۔

(ز) ابوعبید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آیت وَإِن جَنَحُواْ لِلسَّلْمِ اس آیت کے ساتھ منسوخ ہے: قَاتِلُواْ الَّذِينَ لاَ يُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَلاَ بِالْيَوْمِ الآخِرِ(۲) تا قول صٰغرون ''جنگ کرو ان لوگوں جو نہیں ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر''۔

(أ) روایت نہیں ملی۔
(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال ، رقم: ۹۱۱۸۔
(ج) روایت نہیں ملی۔
(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال ، رقم: ۹۱۱۶۔
(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال ، رقم: ۹۱۱۹۔
(و) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال ، رقم: ۹۱۲۰۔
(ز) ابوعبیدالقاسم بن سلام ، الناسخ والمنسوخ، ص ۲۷۷ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۲۱۔

(۱) مبشر بن عبید، قریشی،ابوحفص حمصی نے حمیدالطویل، زید بن اسلم، قتادہ اور امام زہری سے علم حاصل کیا۔جبکہ ان کے تلامذہ میں بقیہ بن الولید، الیمان بن عدی، محمد بن شعیب شامل ہیں۔(حکم) الدارقطنی نے انھیں متروک الحدیث جبکہ امام بخاری نے انھیں منکر الحدیث کہا ہے۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۸ ، ص ۱۱، رقم: ۱۹۶۰ ؛ ابن حجر، تہذیب ، ج ۲، ص ۱۶۵، رقم: ۷۶۴۶۔

(۲) التوبۃ:(۲۹)

(أ) عبدالرزاق، ابن منذر، نحاس نے ناسخ میں اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہؓ نے فرمایا: سلم کا معنی صلح ہے اور اس آیت کے بارے میں انہوں نے کہا: اس آیت کا حکم سورۂ برات کے نازل ہونے سے پہلے تھا۔ نبی کریم ﷺ ایک مدت تک لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے کہ یا وہ صلح کرلیں یا پھر آپ ان سے جنگ کریں گے۔ پھر سورہ برات میں یہ حکم منسوخ ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ (۱) الآیہ "قتل کرو مشرکین کو جہاں بھی انہیں پاؤ" ۔ مزید فرمایا: وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً (۲) "اور جنگ کرو تمام مشرکوں سے"۔ تو آپ ﷺ نے ہر معاہدہ کرنے والے کے ساتھ اپنا عہد اعلانی توڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کے ساتھ جنگ کریں یہاں تک کہ وہ کہہ دیں لا الہ الا اللہ اور اسلام قبول کرلیں اور آپ اس کے سوا ان سے کچھ بھی قبول نہ کریں اور ہر عہد جس کا ذکر اس سورت اور دوسری سورتوں میں ہے اور ہر وہ صلح جس کے ساتھ مسلمان اور مشرکین باہم صلح کرتے اور ایک دوسرے کے ساتھ وعدہ کرتے تھے۔ جونہی سورۂ برات نازل ہوئی تو وہ سب منسوخ ہوگئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہر حال میں ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ وہ کہہ دیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔

وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ (62) وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (63)

ترجمہ: "اور اگر وہ ارادہ کریں کہ آپ کو دھوکہ دیں (تو آپ فکرمند کیوں ہوں) بے شک کافی ہے آپ کا اللہ تعالیٰ، وہی ہے جس نے آپ کی تائید کی اپنی نصرت اور مومنوں (کی جماعت) سے اور اسی نے الفت پیدا کردی ان کے دلوں میں ۔ اگر آپ خرچ کرتے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تو نہ الفت پیدا کرسکتے ان کے دلوں میں لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت پیدا کردی ان کے درمیان، بلاشبہ وہ زبردست ہے حکمت والا ہے"۔

(ب) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد تعالیٰ نے وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس میں بنی قریظہ کا تذکرہ ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ سدیؒ نے کہا ہے: اس آیت میں وَبِالْمُؤْمِنِينَ سے مراد انصار ہیں۔

(أ) عبدالرزاق، تفسیرالصعانی، ج ۱، ص ۲۶۱ ؛ النحاس، الناسخ والمنسوخ ، ص ۴۶۸۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال ، رقم: ۹۱۲۴۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال ، رقم: ۹۱۲۸۔

(۱) التوبۃ:(۵)

(۲) التوبۃ: (۳۶)

(أ) ابن مردویہ نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت هُوَ الَّذِیْ أَیَّدَکَ بِنَصْرِہِ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔

(ب) ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آیت میں وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ سے مراد انصار ہے۔

(ج) ابن عساکر نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:عرش پر لکھا ہوا ہے ”لا الہ الا انا وحدی لا شریك لی، محمد عبدی ورسولی ایدته بعلی “ (کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں یکتا ہوں کوئی میرا شریک نہیں ، محمد ﷺ میرے بندے اور میرے رسول ہیں، میں نے علی کے ساتھ ان کی تائید کی ہے) لہٰذا آیت هُوَ الَّذِیْ أَیَّدَکَ بِنَصْرِہِ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ اس کے متعلق ہے۔

(د) امام ابن مبارک، ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا نے کتاب الاخوان میں، نسائی، بزار، ابن جریر، ابن ابی

(أ) روایت نہیں ملی۔ (ب) روایت نہیں ملی۔

(ج) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۴۲، ص ۳۶۰۔(حکم) اس حدیث کی سند میں العباس بن بکار الضبی بصری موجود ہے۔ جن کو الدارقطنی نے کذاب کہا ہے۔اورامام الذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کے باطل روایت میں مذکورہ روایت کا ذکر بھی کیا ہے:(میزان الاعتدال، رقم: ۴۱۶۰)۔

(د) ابن المبارک، ابوعبداللہ بن المبارک، الزھد ویلیہ الرقائق، تحقیق:حبیب الرحمٰن الأعظمی،دارالکتب العلمیۃ، بیروت، کل اجزاء ا، باب:جلیس الصدق وغیرذلک، رقم: ۳۶۲ ؛ ابن ابی الدنیا، عبداللہ بن محمد، الأخوان، تحقیق:مصطفیٰ عبدالقادرعطا، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط ا، ۱۴۰۹ھ۔۱۹۸۸م، کل اجزاء : ا، باب : ذکرالمتحابین فی اللہ عزوجل، رقم: ۱۴ ؛ النسائی،سنن النسائی الکبریٰ، کتاب التفسیر، سورۃالانفال، رقم: ۱۱۲۱۰ ؛ ابوبکرالبزار، مسندالبزار، مسند عبداللہ بن مسعودؓ، رقم: ۲۰۷۷ ؛ تفسیرالطبری، سورۃالانفال ، رقم: ۱۶۲۶۱ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال ، رقم: ۹۱۳۰ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب التفسیر، سورۃالانفال، رقم: ۳۲۶۹ ؛ البیہقی، شعب الایمان ، باب، مقاربۃأھل الدین دموادھم، فصل قصۃ ابراہیم، رقم: ۸۶۱۵۔ (حکم) اس حدیث کے رجال الصحیح کے رجال ہیں۔ سوائے جنادۃ بن مسلم کے لیکن وہ ثقہ ہے۔(الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب سورۃالاعراف، رقم: ۱۱۰۳۱)

(ا) نعمان بن بشیر بن سعد بن ثعلبۃ، ابوعبداللہ، صحابی، قبیلۂ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ہجرت کے چودھویں مہینے ۲ہجری کو پیدا ہوئے۔ہجرت کے بعد انصار میں یہ سب سے پہلے بچے تھے جنکی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد بشیر بن سعد بڑے رتبے کے صحابی تھے۔ ۶۵ھ میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو مروان بن حکم کے حکم پر شہید کیا گیا۔ اس وقت ان کی عمر ۶۴برس تھی۔ ملاحظہ کریں: ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۳۹۴ ، رقم: ۵۲۳۹ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۴، ص ۶۰، رقم: ۲۶۶۳ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۳، ص ۲۰۰۰ ، رقم: ۸۷۳۱۔

حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں ابن مسعو رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: یہ آیت باہم محبت کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے: لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَـٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ.

(أ) ابوعبید، ابن منذر، ابوالشیخ اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور یہ آپ ہی کے الفاظ ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے قرابت کے رشتے توڑ دیے جاتے ہیں اور منعم کے احسان کی ناشکری کی جاتی ہے اور ہم دلوں کے باہم ایک دوسرے کے قریب ہونے کی مثال نہیں پاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَـٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ اور یہی مفہوم شعر میں موجود ہے، شاعر نے کہا ہے:(۱)

اذامت ذولقربیٰ الیك یرحمه   فغشك واستغنیٰ فلیس بدع رحم

''جب تو مرے گا ذوی القربیٰ اپنے رشتے کے سبب تجھے ڈھانپ لیں گے اور مستغنی ہو جائیں گے گویا کہ وہ رشتہ دار ہیں ہی نہیں''۔

ولکن ذا القربی الذی ان دعوته   اجاب: ومن یرمی العدو الذی ترمی

''لیکن قرابت داروہ ہے کہ اگر تو اسے دعوت دے تو وہ اسے قبول کرے اور تیرے دشمن کے ساتھ وہ بھی دشمنی کرے''۔

اسی کے متعلق ایک کہنے والے کا قول ہے:

ولقد صحبت الناس ثم خیرتهم   وبلوت ماوصلوا من الاسباب(۲)

''تحقیق میں نے لوگوں کی معیت اختیارکی پھرانہیں آزمایا اورجن اسباب تک وہ پہنچے ان کی بھی آزمائش کی''۔

فإذا القرابة تقرب قاطعاً   وإذا المودّة أقرب الأسباب(۳)

''تحقیق قرابت کٹنے کے قریب نہیں ہوتی ، اور مودت ومحبت تو قریب ترین اسباب میں سے ہیں''

امام بیہقیؒ نے کہا ہے۔ میں نے اس روایت کو اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے متصل پایا ہے اور میں آپ کا قول نہیں جانتا۔ حالانکہ وہ شعر میں آپ کے قول سے یا آپ سے پہلے کے کسی راوی کی جانب سے موجود ہے۔

(أ) البیہقی، شعب الایمان، باب مقاربۃ أھل الدین ومواد تھم، فصل قصۃ ابراہیم ، رقم: ۸۶۱۷۔

(۱) ابن قتیبہ ، ابومحمدعبداللہ بن مسلم الدینوری، عیون الاخبار، دارالکتب المصریۃ، ۱۹۳۰ام ، ج ۲، ص ۲۱۲۔

(۲) ابن قتیبہ کے دیوان میں یہ بیت نہیں ملا۔

(۳) ابن قتیبہ ، عیون الاخبار، ج ۲، ص ۲۰۸۔

(أ) ابن مبارک، عبدالرزاق، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ ، حاکم اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا نعمت کی ناشکری کی جاتی ہے، رشتہ توڑ دیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جب دلوں کے درمیان قربت پیدا فرماتا ہے۔ تو پھر کوئی شے انہیں ایک دوسرے سے دور نہیں کرسکتی۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ --- الآیہ۔

(ب) ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے فرمایا: جب آدمی اپنے بھائی سے ملتا ہے اور اس سے مصافحہ کرتا تو ان دونوں کے درمیان سے گناہ اس طرح گرتے ہیں جس طرح ہوا پتوں کو بکھیر دیتی ہے۔ تو ایک آدمی نے کہا: بے شک یہ تو آسان ساعمل ہے۔ تو انہوں نے کہا: کیا تم نے نہیں سنا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَـكِنَّ اللّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۔

(ج) ابوالشیخ نے اوزاعی سے یہ قول کیا ہے کہ قتادہ نے میرے طرف لکھا ہے: اگر زمانہ ہمارے درمیان تفریق کردے تو بے شک وہ محبت جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے درمیان پیدا فرمادی ہے وہ انتہائی قریب ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (64)

ترجمہ: ''اے نبی! خداتم کو اور مؤمنوں کو جوتمہارے پیرو ہیں، کافی ہیں''۔

(د) بزار نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ تو مشرکین نے کہا: آج قوم ہمارے نصف تک پہنچ گئی اور اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

(ھ) طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب نبی کریم ﷺ کے ساتھ انتالیس مرد و زن اسلام لے آئے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے اور ان کی تعداد چالیس ہوگئی تو یہ آیت نازل ہوئی يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ --- الآیہ۔

(أ) ابن المبارک، باب جلیس الصدق وغیرذلک، رقم: ۳۶۲ ؛ مصنف عبدالرزاق، کتاب الجامع للامام معمربن راشد، رقم: ۲۰۲۳۳ ؛ تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال، رقم: ۹۱۳۱ ؛ الحاکم، المستدرک ، کتاب التفسیر، سورۃالانفال، رقم: ۳۲۶۸ ؛ البیہقی، شعب الایمان، کتاب مقاربۃ أھل الدین ومواد تھم ، باب قصۃ ابراہیم فی المعانقۃ، رقم: ۸۶۱۶۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزھد، باب کلام المجاہد، رقم: ۳۵۴۴۹ ؛ تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال، رقم: ۹۱۳۲۔

(ج) روایت نہیں ملی۔

(د) روایت نہیں ملی۔

(ھ) الطبرانی ، معجم الکبیر، ج ۱۲، ص ۶۰، رقم: ۱۲۴۷۰۔

(أ) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے سعید جبیرؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کے ساتھ تینتیس مرد اور چھ عورتیں اسلام لے آئیں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(ب) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن مسیّبؒ نے کہا ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اسلام لانے کے بارے میں مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

(ج) ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے اس آیت کے بارے میں زہری سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(د) بخاری نے تاریخ میں، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے شعبیؒ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کافی ہے اور جنہوں نے آپ کی اتباع کی ہے وہ آپ کے لیے کافی ہیں۔

(ھ) ابو محمد اسماعیل(۱) بن علی الخطبی نے الاول میں طارق(۲) کی سند سے حدیث بیان کرتے ہوئے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے چالیسویں فرد کی حیثیت سے اسلام قبول کیا تو یہ آیت نازل ہوئی: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اس آیت کے بارے میں مجاہد نے کہا ہے کہ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ اور مومنین کافی ہیں۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۳۵۔ (ب) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۳۶۔

(د) البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۴، ص ۲۶۱ ، رقم: ۲۷۳۸ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال ، رقم: ۹۱۳۴۔

(ھ) کتاب نہیں ملی۔

(۱) الدرالمنثور کے زیر استعمال مطبوعہ میں "الحطبی" ہے جبکہ کتب تراجم میں "الخطبی" ہے۔

اسماعیل بن علی بن اسماعیل:۲۶۹۔۳۵۰/۸۸۲۔۹۶۱م) ابومحمد الخطبی مؤرخ، ثقہ ، بغداد کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے الحارث ابن ابی اسامہ، محمد بن یونس اور بشر بن موسیٰ سے علم حاصل کیا۔ان کے تلامذہ میں ابوحفص بن شاہین، الدارقطنی، ابن مندہ شامل ہیں۔آپ تاریخ کبیر کے مصنف ہیں۔دیکھیں: الذہبی، سیراعلام النبلاء ، ج ۱۵، ص ۵۲۲، رقم: ۳۰۰ ؛ الزرکلی، الأعلام ج ۱، ص ۳۱۹ ؛ ابن ابی یعلی، طبقات الحنابلۃ، ج ۲، ص ۱۱۶۔

(۲) طارق بن شہاب بن عبدالشمس بن سلمہ البجلی، الاحمسی، ابوعبداللہ کو نبی کریم ﷺ کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے زمانے میں انھوں نے ۳۳ غزوات میں حصہ لیا۔ان کی اکثر روایات صحابہ سے مروی ہیں۔ انھوں نے ۸۳ھ میں وفات پائی۔ملاحظہ کریں: ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص ۴۸، رقم: ۳۱۹ ؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۴، ص ۳۵۲، رقم: ۳۱۱۴۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُواْ مِئَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّئَةٌ يَغْلِبُواْ أَلْفاً مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُواْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لاَّ يَفْقَهُونَ (65) الآنَ خَفَّفَ اللّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفاً فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّئَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُواْ مِئَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُواْ أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللّهِ وَاللّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ (66)

ترجمہ: ''اے نبی! مسلمانوں کوجہاد کی ترغیب دو۔ اگرتم میں بیں آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو کافروں پر غالب رہیں گے۔ اور اگر سَو (ایسے) ہوں گے توہزار پر غالب رہیں گے۔اس لیے کہ کافر ایسے لوگ ہیں کہ کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتے۔ اب خدا نے تم پر سے بوجھ ہلکا کردیا اور معلوم کردیا کہ (ابھی) تم میں کسی قدر کمزوری ہے۔پس اگر تم میں ایک سو ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو خدا کے حکم سے دوہزار پر غالب رہیں گے۔اور خدا ثابت قدم رہنے والو کا مددگار ہے''۔

(أ) امام بخاری، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں سفیان کی سند سے عمر و بن دینار(۱) سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی: إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُواْ مِئَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّئَةٌ يَغْلِبُواْ أَلْفاً تو ان پر یہ فرض کردیا گیا کہ ان میں سے کوئی ایک فرد دس کے مقابلہ سے نہ بھاگے اور بیں افراد دو سو افراد کے مقابلہ سے نہ بھاگیں۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی الآنَ خَفَّفَ اللّهُ عَنكُمْ ---الایہ۔تو یہ فرض کردیا گیا کہ ایک سو افراد دو سو افراد کے مقابلے سے فرار اختیار نہ کریں۔ سفیان نے کہا ابن شبرمہ(۲) فرماتے ہیں : ''میں امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کو بھی اس طرح سمجھتاہوں۔لہذا اگر صرف دو آدمی ہوں تو وہ اُن دونوں کو امر کرے گا ، اگر وہ تین ہوں تو اس کے لیے گنجائش ہے کہ وہ اُن کو امر بالمعروف نہ کرے''۔

(أ) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃالانفال، رقم: ۴۳۷۵ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۹۱۳۸ ، ۹۱۳۹ ؛ البیہقی ، شعب الایمان، المرابطۃ فی سبیل اللہ عزوجل، رقم: ۴۰۰۱۔

(۱) عمروبن دینار:(۴۶۔۱۲۶ھ/۶۶۶۔۷۴۳م) عمروبن دینار الجمحی، ابومحمدالاثرم، فقیہ، فارسی الاصل، ثقہ تابعی ہیں۔اہل مکہ کے مشہورمفتیوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔انھوں نے سعیدبن المسیب، سالم بن شوال، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ سے علم حاصل کیا۔ان کے تلامذہ میں ایوب السختیانی، اُبان ابن یزیدالعطارشامل ہیں۔انھوں نے ۱۲۶ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن حبان ، مشاہیر علماء الامصار، ص ۸۴، رقم: ۶۱۳ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء ، ج ۵، ص ۳۰۰، رقم: ۱۴۴۔

(۲) ابن شبرمہ: عبداللہ بن شبرمہ، ابوشرمہ الضبی الکوفی نے ابن سیرین، الشعبی اور ابوزرعہ سے علم حاصل کیا۔ان کے تلامذہ میں سفیان بن عیینہ ، حمادبن الولید، زہیر بن الولیدشامل ہیں۔انھوں نے ۱۴۴ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں:البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۵، ص ۱۱۷، رقم: ۳۴۹ ؛ ابن حبان، مشاہیرعلماء الامصار، ص ۱۶۸، رقم: ۱۳۳۲

(أ) امام بخاریؒ نحاس نے ناسخ میں، ابن مردویہ اور بیہقیؒ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی: اِن یَکُن مِّنکُمۡ عِشۡرُونَ صَابِرُونَ یَغۡلِبُواْ مِئَتَیۡنِ تو مسلمانوں پر انتہائی مشکل ہوگیا جب ان پر فرض کردیا گیا کہ ان میں سے ایک فرد دس کے مقابلہ سے فرار اختیار نہ کرے۔ تو پھر تخفیف کا حکم نازل ہوا: الـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنكُمۡ ۔۔۔الآیہ تو جب اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تعداد میں تخفیف کردی، تو جتنی مقدار ان سے تخفیف کی گئی تو اتنی مقدار صبر بھی کم ہوگیا۔

(ب) اسحاق بن راہویہ مسند میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الاوسط میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ ہر آدمی کے لیے دس افراد سے جنگ لڑنا فرض ہوگیا اور یہ حکم ان پر انتہائی ثقیل اور مشقت آمیز ثابت ہوا۔ تو یہ حکم ان سے واپس لے لیا گیا اور اس میں تخفیف کرکے یہ حکم دیا گیا کہ ان میں سے ایک آدمی دو آدمیوں سے جنگ کرے۔ پس اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِن یَکُن مِّنکُمۡ عِشۡرُونَ صَابِرُونَ یَغۡلِبُواْ مِئَتَیۡنِ الی آخرالآیات۔

(ج) ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان پر یہ فرض کیا گیا کہ ہر آدمی دس آدمیوں سے جنگ کرے۔ پس یہ حکم ان پر انتہائی ثقیل اور مشقت آمیز ثابت ہوا۔ تو یہ ان سے اٹھا لیا اور دوبارہ یہ حکم دیا گیا کہ ایک آدمی دو آدمیوں سے جنگ لڑے۔ تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل کیں۔

(د) ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الۡمُؤۡمِنِینَ عَلَى الۡقِتَالِ تو یہ مسلمانوں پر انتہائی ثقیل اور دشوار گزری اور انہوں نے اس امر کو انتہائی عظیم اور مشکل جانا کہ بیس آدمی دو سو افراد سے اور ایک سو آدمی ایک ہزار افراد سے جنگ لڑے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ان کے بوجھ کو ہلکا کیا اور اسے دوسری آیت کے ساتھ منسوخ کردیا اور فرمایا الـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنكُمۡ وَعَلِمَ أَنَّ فِیكُمۡ ضَعۡفًا ۔۔۔الآیہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب وہ اپنے دشمن کے مقابلے میں نصف ہو تو انہیں ان کے مقابلہ سے

(أ) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃالانفال، رقم: ۴۲۷۶ ؛ النحاس ، الناسخ والمنسوخ، ص ۴۷۰ ؛ ابن مردویہ کی روایت-جیساکہ: الشوکانی، فتح القدیر، ج ۲، ص ۳۲۵ ؛ البیہقی، سنن الکبریٰ، کتاب السیر، باب تحریم الفرار من الزحف، رقم: ۱۷۸۵۹۔

(ب) اسحاق بن راھویہ کی روایت- جیساکہ: الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، سورۃالاعراف، رقم: ۱۱۰۳۲ ؛ تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم: ۱۶۲۸۰ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۹۱۳۸ ؛ الطبرانی، المعجم الأوسط، ج ۸، ص ۱۰۴۔

(ج) روایت نہیں ملی۔ (د) روایت نہیں ملی۔

بھاگنا نہیں چاہیے۔ اگر وہ اس سے کم ہوں تو پھر ان پر قتال واجب نہیں اور ان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دشمن سے بچیں اور احتیاط برتیں۔ پھر انہیں قیدیوں کے بارے میں اور مال غنیمت لینے کے بارے میں عتاب کیا، آپ سے قبل انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نے اللہ تعالیٰ کے دشمن سے لیا ہوا مال غنیمت نہیں کھایا تھا۔

(أ) ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ اس مذکورہ آیت کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان پر فرض کردیا گیا کہ کوئی آدمی دس کے مقابلے سے اور کوئی جماعت اپنے دس گنا سے فرار اختیار نہ کرے۔ پس لوگوں نے اس کے لیے انتھک کوشش کی اور یہ حکم ان پر انتہائی دشوار اور تکلیف دہ گزرا۔ تب دوسری آیت نازل ہوئی: خَفَّفَ اللّٰهُ عَنكُمْ الی قوله أَلْفَيْنِ تو اس میں ان پر یہ فرض کیا گیا کہ کوئی آدمی دو آدمیوں کے مقابلے سے اور کوئی قوم اپنی دو مثل سے فرار اختیار نہ کرے تو جتنی مقدار میں تعداد سے ان کے لیے تخفیف ہوئی، اتنی مقدار صبر بھی کم ہوگیا۔

(ب) ابن ابی حاتم نے مذکورہ آیت کے بارے میں سعید بن جبیرؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا بدر کا دن تھا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر لازم کردیا کہ ان میں سے ایک آدمی دس مشرکین کے ساتھ جنگ لڑے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کی جڑ کاٹ دی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو شکست فاش سے دوچار کردیا اور انہیں تباہ برباد کردیا تو اس کے بعد مسلمانوں کے لیے حکم میں تخفیف فرمادی اور یہ آیت نازل ہوئی: الْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنكُمْ۔ یعنی جنگ بدر کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

(ج) ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حسنؒ نے إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُواْ مِئَتَيْنِ کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آیت اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی اور ان پر انتہائی ثقیل اور دشوار ثابت ہوئی پھر اس کے بعد رخصت کا حکم نازل ہوا۔

(د) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ مجاہدؒ نے کہا: یہ حکم بدر کے دن نبی کریم ﷺ کے اصحاب کے لیے تھا۔ اس میں ہر آدمی پر یہ لازم کیا گیا تھا کہ وہ دس کافروں کے ساتھ جنگ لڑے گا، تو وہ اس حکم کے باعث تنگ ہوئے اور مشکل میں مبتلا رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے تخفیف ہوئی اور ان میں ہر ایک آدمی پر دو آدمیوں کا مقابلہ کرنا لازم کردیا گیا۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۳۸۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۴۳۔

(ج) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ) ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: یہ آیت ہم اصحاب محمد ﷺ کے بارے میں نازل ہوئی۔

(ب) امام شیرازی(۱) نے القاب میں، ابن عدی اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ضُعفاً کو مرفوع پڑھا ہے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

(ج) ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: نبی کریم ﷺ نے ضُعفاً پڑھا ہے۔

(د) امام ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضُعْفاً پڑھا ۔ اور فرمایا: قرآن میں ہر مقام پرضعف ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ(67) لَّوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (68) فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّباً وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (69)

ترجمہ: ''پیغمبر کو شایاں نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک (کافروں کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہادے۔ تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو اور خدا آخرت (کی بھلائی) چاہتاہے اور خدا غالب (اور)حکمت والا ہے۔ اگر خدا کا حکم پہلے نہ ہوچکاہوتا تو جو (فدیہ) تم نے لیاہے اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب (نازل) ہوتا۔ تو جومالِ غنیمت تمہیں ملا ہے اسے کھاؤ (کہ وہ تمہارے لیے) حلال طیب (ہے) اور خدا سے ڈرتے رہو ۔بیشک خدابخشنے والا مہربان ہے''۔

(أ) ابن مردویہ کی روایت: تفسیرابن کثیر، سورۃالانفال، آیت: ۶۴، ج ۴، ص ۸۷ میں ملی۔

(ب) ابن عدی، الکامل ، ج ۳، ص ۳۱۱ ؛ الحاکم، المستدرک ، کتاب التفسیر، باب قراء ات النبی ﷺ، رقم: ۲۹۴۱۔(حکم) امام حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہاہے۔

(ج) مطلوبہ کتاب میں روایت نہیں ملی۔

(د) مطلوبہ کتاب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) الشیرازی: (۳۹۳۔۴۷۶ھ/۱۰۰۳۔۱۰۸۳م) ابراہیم بن علی بن یوسف الفیروزآبادی، ابواسحاق نے ابن علاق اور الجبیب سے علم حاصل کیا۔ ان کے تلامذہ میں ابن البلقینی اور ابن الشیخہ شامل ہیں۔انھوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں ''التنبیہ'' ، ''المھذب'' اور ''طبقات الفقہاء'' شامل ہیں۔دیکھیں: الذہبی، سیراعلام النبلاء ، ج ۱۸ ، ص ۴۵۲، رقم: ۲۳۷ ؛ الزرکلی، الاعلام، ج ۱، ص ۵۱ ؛ السیوطی، حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصروالقاہرۃ، ج ۱، ص ۳۹۵۔

(أ) حاکم نے انس رضی اللہ نے سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ آیت پڑھی: أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(ب) احمد نے انس رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں سے غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالٰی نے تمہیں ان پر قدرت عطا فرمائی ہے۔تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ان کی گردنیں ماردیجئے۔ یہ سن کرنبی کریم ﷺ نے ان سے اعراض کرلیا اور فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالٰی نے تمہیں ان پر قدرت دی ہے اور بلاشبہ کل تک وہ تمہارے بھائی تھے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ! ﷺ ان کی گردنیں ماردیجئے۔ نبی کریم ﷺ نے پھر ان سے اعراض فرمایا: پھر وہ دوبارہ اٹھے اور اسی طرح کہا۔ بعد ازاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ! ﷺ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ انہیں معاف فرمادیں اور ان سے فدیہ قبول کرلیں۔ پس آپ ﷺ نے انہیں معاف فرمادیا اور ان سے فدیہ قبول کرلیا۔تو اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: لَّوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ الایہ ۔

(ج) ابن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کے بارے میں یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب فرمایا۔تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ تحقیق اللہ تعالٰی نے آپ کو کامیابی سے نوازا ہے اور ان کے مقابلے میں آپ کی مدد ونصرت فرمائی ہے۔ پس آپ ان پر فدیہ لگادیں۔تو وہ آپ کے اصحاب کے لیے تعاون اور مدد کا باعث ہوگا اور جب عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ! ﷺ ان کی گردنیں ماردیجئے۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالٰی تم دونوں پر رحم فرمائے تم دونوں ان دو کے ساتھ کتنی مشابہت رکھتے ہو جوتم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ یعنی نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام۔ پس نوح علیہ السلام نے یہ کہا تھا: رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا (۱) " اے میرے رب نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا"۔ اور رہے ابرہیم علیہ السلام تو وہ عرض کرتے ہیں فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۲) "(اے میرے رب) جو کوئی میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہوگا اور جس نے میرے نافرمانی کی (تو اس کامعاملہ تیرے سپرد) بے شک تو غفور رحیم ہے"۔

(أ) الحاکم ، المستدرک ، کتاب التفسیر ، باب قراء ات النبی ﷺ ، رقم: ۲۹۴۲۔(حکم) امام حاکم اور امام ذہبی نے اس کو "صحیح" قراردیا ہے۔

(ب) مسنداحمد، کتاب مسندالمکثرین من الصحابۃ ، باب مسندأنس بن مالک ، رقم: ۱۳۵۵۵۔ (حکم) مسنداحمد کے محققین نے اس روایت کو "حسن لغیرہ" اور اس کے اسناد کو علی بن عاصم کی ضعف کی وجہ سے "ضعیف" کہا ہے۔

(ج) ابن مردویہ کی روایت ان کی دستیاب کتب میں نہیں ملی۔

(۱) نوح:(۲۶) (۲) ابراہیم:(۳۶)

(أ) ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب غزوہ بدر کے دن جنگی قیدی لائے گئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ یہ آپ کی قوم ہے اور آپ کے اہل ہیں۔ انہیں باقی رکھیے شاید اللہ تعالیٰ ان پر نظر رحمت فرمائے اور یہ توبہ کرلیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ انہوں نے آپ کو جھٹلایا: آپ کو شہر سے باہر نکالا اور آگے بڑھ کر آپ کے ساتھ جنگ لڑی، لہٰذا ان کی گردنیں ماردیجئے انہیں قتل کردیجئے۔ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: دیکھو یہ وادی جو وہ کہ رہے تھے کہ میں نے تیرے ساتھ رشتہ توڑ دیا۔ نبی کریم ﷺ اندر تشریف لے گئے اور انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ تو بعض لوگوں نے کہا: آپ صدیق رضی اللہ عنہ کا قول قبول کرلیں گے اور بعض نے کہا آپ عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل فرمائیں گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے دل نرم فرما دیتا ہے۔ حتی کہ وہ دودھ سے بھی نرم ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کے دلوں کو سخت کردیتا ہے یہاں تک کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ فرمایا: اے ابوبکر! تیری مثال ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے کہ انہوں نے عرض کی تھی فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ اور اے ابوبکر! تیری مثال عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے۔ کہ انہوں نے عرض کی إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ(۱) اور اے عمر! تیری مثال نوح علیہ السلام کی طرح ہے جب کہ انہوں نے کہا رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۔ اے عمر! تیری مثال موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے۔ جب کہ انہوں نے کہا: رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ (۲) "اے ہمارے رب! برباد کردے ان کے مالوں کو اور سخت کردے ان کے دلوں کو تاکہ وہ ایمان لے آئیں جب تک نہ دیکھ لیں دردناک عذاب کو"۔ تم محتاج اور ضرورت مند ہو۔ کوئی بھی انہیں رہا نہیں کرے گا مگر فدیہ کے

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، غزوۃ بدر الکبریٰ، رقم: ۳۶۶۹۰ ؛ مسند احمد، کتاب مسند المکثرین من الصحابۃ، باب مسند عبداللہ بن مسعودؓ، رقم: ۳۶۳۲ ؛ سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، سورۃ الانفال، رقم: ۳۰۸۴ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: 9151 ؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۰، ص ۱۴۳، رقم: ۱۰۲۵۸ ؛ الحاکم المستدرک، کتاب المغازی والسرایا، رقم: ۴۳۰۴ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب ما فعل رسول اللہ ﷺ بالغنائم والأسارىٰ، ج ۳، ص ۱۳۸ ؛ ابن مردویہ کی روایت جیسا کہ: الزیلعی، تخریج احادیث الکشاف، ج ۲، ص ۳۵، ۳۷ پر ملی۔ (حکم) ضعیف: (البانی، ضعیف سنن ترمذی، رقم: ۴۸۸)۔ مسند احمد کے محققین نے اس کے اسناد کو انقطاع کی وجہ سے ضعیف کہا ہے کیونکہ ابوعبیدۃ جو عبداللہ بن مسعودؓ کا بیٹا ہے، ان کو اپنے باپ سے سماع حاصل نہیں۔ باقی رجال ثقہ ہیں۔

(۱) المائدۃ: (۱۱۸) (۲) یونس: (۸۸)

عوض یا قتل کرکے۔ تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ! سوائے سہل(ا)بن بیضاء کے، کیونکہ میں نے اسے اسلام کا ذکر کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے سکوت اختیار کیا۔ تو اس دن سے بڑھ کر میں نے اپنے آپ کو کبھی بھی خوفزدہ نہیں پایا کہ آج مجھ پر پتھر گر پڑیں گے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سوائے سہل بن بیضاء کے۔تو اللہ تعالی نے یہ دو آیتیں نازل فرمائیں: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۔الآیہ۔

(أ) طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انھوں نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ کو چار چیزوں کی وجہ سے لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے: حجاب کا تذکرہ کرنے سے: کیونکہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی ازواج کو حجاب کا حکم دیا تو زینب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: " تم ہم پر غیرت کرتے ہو!! حالانکہ وحی ہمارے گھروں میں نازل ہوتی ہے (توحجاب کا حکم بھی وحی سے آتا) "۔ تو اللہ تعالٰی نے یہ ایت نازل فرمائی: وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعاً (۲)۔الآیة(جب تم ازواج مطہرات سے ضرورت کی کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کیا کرو)۔اورنبی کریم ﷺ کی ان کی حق میں دعا کہ : اے اللہ! اسلام کو عمر کے ساتھ مضبوط کردے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کہ انہوں نے سب سے پہلے ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔

(ب) ابن مردویہ نے ذکرکیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر اورعمر رضی اللہ عنہماسے بدر کے قیدیوں کے بارے میں مشورہ طلب کیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ: اپنی قوم کو زندہ چھوڑدو اورعمررضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ ﷺ!ان سب کوقتل کردو۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ اگرتم دونوں کی کوئی متفقہ رائے ہوتی تو میں اس کے خلاف نہ کرتا۔تواللہ تعالٰی نے آیت نازل فرمائی : مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۔الآیہ

(أ) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۹، ص ۱۶۷ ، رقم: ۸۸۲۸۔

(ب)ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ا) سہل بن بیضاء قریشی، فہری، ابواُمیہ ، صحابی رسول ﷺنے دو دفعہ ہجرت کی۔انھوں نے ہجرت حبشہ کے بعد مکہ میں نبی کریم ﷺکے ساتھ کچھ وقت قیام کیا۔پھر مدینہ ہجرت کی۔انھوں نے ۹ھ کو نبی کریم ﷺ کی حیات ہی میں وفات پائی۔آپ ﷺنے مسجدنبوی میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ملاحظہ کریں: ابن الاثیر، اُسد الغابة، ج ۲،ص ۳۵۲ ، رقم : ۲۲۸۴۔

(۲) الأحزاب:(۵۳)

(أ) حاکم اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقیؒ نے سنن میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا: اگر تم چاہو تو انہیں قتل کردو اور اگر چاہو تو فدیہ لے لو اور فدیہ سے فائدہ اٹھاؤ اور ان کی تعداد کے برابر تم میں سے شہید ہوں گے۔ پس ستر میں سے آخری ثابت بن قیس[۱] رضی اللہ عنہ تھے جو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(ب) عبدالرزاق نے مصنف میں اور ابن ابی شیبہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ بدر کے دن جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: آپ کا رب آپ کو آگاہ فرمارہا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو ان قیدیوں کو قتل کردیں اور اگر چاہیں تو ان سے فدیہ لے لیں اور ان کے برابر آپ کے اصحاب قتل کیے جائیں گے۔ تو نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے مشورہ لیا۔ انہوں نے عرض کی: ہم ان سے فدیہ لیں گے تو ہم ان کے سبب قوی ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا شہادت سے سرفراز فرمائے گا۔

(ج) ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب نبی کریم ﷺ نے لوگوں سے جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں مشورہ طلب کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ملائکہ میں سے دو فرشتے ہیں ! ایک شہد سے زیادہ میٹھا اور شیریں ہے اور دوسرا صبر یعنی ایلواء سے بڑھ کر تلخ اور کڑوا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام میں سے دو نبی ہیں جن میں سے ایک اپنی قوم پر شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور دوسرا اپنی قوم پرصبر سے زیادہ کڑوا ہے۔ پس وہ دو نبی : ان میں ایک نوح علیہ السلام ہیں جنہوں نے یہ دعا مانگی: رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّاراً اور دوسرے ابراہیم علیہ السلام ہیں کہ انہوں نے اس طرح عرض کی: فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ اور وہ دوسرے فرشتے جبرئیل اور میکائل علیہا السلام ہیں۔ ان میں سے پہلے انتہائی سخت اور دوسرے انتہائی نرم ہیں۔ اور میرے امت میں انہیں دو کی مثل ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

(أ) الحاکم، المستدرک، کتاب قسم الفئ، رقم: ۲۶۱۹ ؛ ابن مردویہ کی روایت-جیسا کہ: الزیلعی تخریج احادیث الکشاف، ج ۲، ص ۳۸ میں ملی ؛ البیہقی، سنن الکبریٰ، کتاب قسم الفئ والغنیمۃ، باب ماجاء فی مفاداۃ الرجال منہم بالمال، رقم: ۱۲۶۲۴۔
(حکم) امام حاکم نے اس روایت کو "صحیح علی شرط الشیخین" کہا ہے۔

(ب) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، باب البیات، رقم: ۹۴۰۲۔ (ج) روایت نہیں ملی۔

(۱) ثابت بن قیس: ثابت بن قیس بن شماس خزرجی، انصاری، صحابی، رسول اللہ ﷺ کے خطیب تھے۔ غزوۂ اُحد اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ مدینہ میں رہتے تھے اور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ دیکھیں: البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۱، ص ۳۸۶ ؛ ابن الأثیر، اسد الغابۃ، ج ۱، ص ۲۹۷ ، رقم: ۵۶۹۔

(أ) ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ یہ دونوں ملائکہ میں سے دو کی طرح ہیں اور انبیاء علیہم السلام میں سے دو کی طرح ہیں؟ پھر فرمایا: اے ابوبکر! تیری مثال ملائکہ میں میکائیل علیہ السلام کی طرح ہے کہ وہ رحمت کے ساتھ نزول فرماتا ہے اور انبیاء علیہم السلام میں تیری مثال ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے کہ انہوں نے یہ دعا کی: فَمَن تَبِعَنِيْ فَإِنَّهُ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَإِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اے عمر! رضی اللہ عنہ تیری مثال ملائکہ میں جبرائیل علیہ السلام کی طرح ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر شدت، قوت اور عذاب کے ساتھ نازل ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام میں تیری مثال نوح علیہ السلام کی طرح ہے کہ انہوں نے کہا تھا: رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّاراً۔

(ب) ابونعیم نے حلیہ میں مجاہد کی سند سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے مشورہ لیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یہ آپ کی قوم اور آپ کا خاندان ہے پس ان کا راستہ چھوڑ دیجئے (یعنی انہیں آزاد کر دیجئے) اور جب عمر رضی اللہ عنہ سے رائے لی تو انہوں نے عرض کی: آپ انہیں قتل کر دیجئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان پر فدیہ مقرر فرمادیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُوْنَ لَهُ أَسْرَى ۔۔الایۃ ۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی ملاقات عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: قریب تھا کہ آپ کے ساتھ اختلاف کرنے کے سبب ہمیں کوئی تکلیف پہنچ جاتی۔

(ج) امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ جب غزوۂ بدر کے دن جنگی قیدی لائے گئے تو عباس رضی اللہ عنہ کو بھی ان قیدیوں میں قید کرکے لایا گیا۔ آپ کو انصار میں سے ایک آدمی نے گرفتار کیا تھا اور انصار نے انہیں یہ دھمکی دی کہ انہیں قتل کریں گے۔ یہ خبر نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے چچا عباس کی وجہ سے آج رات سویا نہیں۔ میں نے انصار کے بارے میں یہ خیال کیا ہے کہ انہوں نے انہیں قتل کردیا ہے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا میں ان کے پاس جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ انصار کے پاس آئے اور انہیں کہا: اگر رسول اللہ ﷺ اس پر راضی اور خوش ہوں تو؟ پھر انہوں نے کہا: اگر رسول اللہ ﷺ کی رضا اور خوشی اس

(أ)ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) ابونعیم الأصبھانی، حلیۃ الأولیاء ج ۱، ص ۴۳۔

(ج) الحاکم ، المستدرک ، کتاب التفسیر، سورۃ الانفال، رقم: ۳۲۷۰۔(حکم) امام حاکم نے اس روایت کو ''صحیح الاسناد'' اور امام ذہبی نے صحیح علی شرط مسلم کہا ہے۔

میں ہے تو اسے لے جاؤ۔پس عمر رضی اللہ عنہ نے عباس کو پکڑ لیا۔ جب وہ آپ کے قبضے میں آگئے تو آپ نے ان سے کہا: اے عباس (رضی اللہ عنہ) تو اسلام قبول کرلے خدا کی قسم ! اگر تو اسلام قبول کرلے گا تو میرے نزدیک خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب اور پسند ہوگا۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ میں نے دیکھا ہے رسول اللہ ﷺ تیرے اسلام لانے کو پسند فرماتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے: رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا۔ تو آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ ! ﷺ وہ آپ کا خاندان ہے، آپ انہیں چھوڑ دیجئے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ سے رائے لی تو انہوں نے عرض کیا: آپ انہیں قتل کردیجئے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان پر فدیہ لگا دیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَى۔۔الایہ۔

(أ) ابن ابی شیبہ نے سعید بن جبیرؓ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم نے بدر کے دن انتہائی صبر کرتے ہوئے تین کے سوا کسی کو قتل نہیں کیا۔ یعنی عقبہ بن ابی معیط، نضر بن حارث اور طعمہ بن عدی۔ نضر کو مقداد نے قید کیا تھا۔

(ب) ابن منذر ابوالشیخ، اور ابن مردویہ نے نافعؒ کی سند سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: بدر کے جنگی قیدیوں کے بارے میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہوگیا۔ تو نبی کریم ﷺ نے ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ طلب فرمایا: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ ان کا فدیہ لگا دیں۔ اور عمر رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ آپ انہیں قتل کردیں۔ ایک کہنے والے نے کہا: انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے اور اسلام کو مٹانے کا قصد و ارادہ کیا ہے اور ابوبکر آپ ﷺ کو فدیہ کا مشورہ دے رہے ہیں اور کسی نے یہ کہا: اگر ان میں عمر کا باپ یا بھائی ہوتا تو وہ آپ ﷺ کو قیدیوں کے قتل کا مشورہ نہ دیتے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق کے قول کو قبول فرمالیا اور آپ نے ان پر فدیہ مقرر کردیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَّوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک قریب تھا کہ ابن خطاب کی رائے کے خلاف کرنے کے سبب ہمیں شدید عذاب آپہنچتا اور اگر عذاب نازل ہوتا تو عمر کے سوا وہ کسی کو نہ چھوڑتا۔

(ج) ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، نسائی ، ابن منذر،

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب المغازی باب: غزوۃ بدر الکبریٰ، رقم: ۳۶۶۹۲۔

(ب) ابن مردویہ کی روایت۔جیسا کہ : الزیلعی، تخریج احادیث الکشاف ، ج ۲، ص ۳۹۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب المغازی، غزوۃ بدر الکبریٰ، رقم: ۳۶۷۴۰ ؛ الترمذی، سنن ترمذی ، کتاب تفسیر القرآن، سورۃ الانفال، رقم: ۳۰۸۵ ؛ النسائی، سنن الکبریٰ، کتاب التفسیر، سورۃ الانفال، رقم: ۱۱۲۰۹ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال، رقم: ۹۸۹۵ ؛ البیہقی، سنن الکبریٰ، کتاب قسم الفئی والغنیمۃ، باب مصرف الغنیمۃ، رقم: ۱۲۸۴۸۔ (حکم) صحیح: (البانی، السلسلۃ الصحیحۃ ، رقم: ۲۱۵۵)

ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں ابو صالح(۱) کی سند سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب بدر کا دن تھا تو لوگوں نے غنائم کی جانب جلدی کی اور ان کے اپنے لیے حلال ہونے سے پہلے ہی وہ ان تک جاپہنچے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے کسی سردار (بادشاہ) کے لیے مال غنیمت حلال نہیں ہوا۔ نبی علیہ السلام اور اس کے اصحاب جب مال غنیمت حاصل کرتے تو وہ اسے ایک جگہ اکٹھے کردیتے تھے۔ پھر آسمان سے آگ اترتی اور اسے جلا کر خاکستر کر دیتی۔ چنانچہ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ دو آیتیں نازل فرمائیں: لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ ۔۔۔الخ۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: اگر میرے علم میں پہلے نہ ہوتا کہ میں مغانم کو حلال کردوں گا اور لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ کی تفسیر میں کہا: عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مجھے عطا فرمائی ہے اور يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّمَن فِي أَيْدِيكُم مِّنَ الْأَسْرَىٰ (۲) مجھے اس کے بدلے عطا فرمائی ہے جو اس نے مجھ سے چالیس اوقیہ، چالیس غلام لیے تھے۔

(ب) امام اسحاق بن راہویہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الاوسط میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ اللہ تعالیٰ بدر کے غنائم ان کے لیے حلال کرنے سے پہلے یہ فرما رہا ہے کہ اگر پہلے سے یہ نہ ہوتا کہ میں عذاب اسے دوں گا جو میرا نافرمان ہوگا حتیٰ کہ صرف اس کے لیے سزا کا حکم دوں گا تو پھر آپ کو بہت بڑی سزا ہوجاتی۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال، رقم: ۱۹۷۵۔

(ب) اسحاق بن راھویہ کی روایت-جیسا کہ: ابن حجر، المطالب العالیۃ، کتاب السیرۃ والمغازی، باب: غزوۃ بدر ، رقم: ۴۲۴۸ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۸۲ ؛ الطبرانی، المعجم الاوسط ، رقم: ۸۱۰۷ ؛ ابن مردویہ-جیسا کہ: ابن حجر، المطالب العالیہ، رقم: ۴۲۴۸۔

(۱) ابوصالح کا نام باذام جبکہ بعض روایات کے مطابق باذان تھا۔ ام ہانی بنت ابی طالب کے غلام تھے۔انھوں نے عبداللہ بن عباسؓ، علیؓ، ابوہریرۃؓ، اُم ھانیؓ سے تحصیل علم کیا۔ان کے تلامذہ میں سفیان الثوری، سلیمان الأعمش ، سماک بن حرب شامل ہیں۔النسائی نے انھیں غیر ثقہ کہا ہے۔ ابن حجر نے انھیں ضعیف مدلس کہا ہے۔ ملاحظہ کریں: ابن جوزی، کتاب الضعفاء والمتروکین، ج ۱، ص ۱۳۵ ، رقم: ۴۸۹ ؛ ابن حجر، طبقات المدلسین، ص ۴۰، رقم: ۱۵۳ ؛ ابن حجر، تہذیب ، ج ۱، ص ۳۹۱، رقم: ۷۷۲۔

(۲) الانفال:(۷۰)

(أ) ابن جریر، ابن منذر، ابن حاتم، نحاس نے ناسخ میں ، ابن مردویہ اور بیہقیؒ نے مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْــــرَى کے ضمن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے یہ آیت یوم بدر سے متعلق ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد قلیل تھی۔ جب ان کی تعداد کثیر ہوگئی اور ان کی قوت وطاقت مضبوط اور مستحکم ہوگئی تو اس کے بعد اللہ تعالی نے قیدیوں کے بارے میں یہ حکم نازل فرمایا: فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاء (۱) پس اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ اور مومنین کو جنگی قیدیوں کے بارے میں اختیار دے دیا، اگر وہ چاہیں تو انہیں قتل کردیں۔ اگر چاہیں تو انہیں غلام بنالیں اور اگر چاہیں تو ان سے فدیہ لے لیں اور لَّوْلاَ كِتَابٌ مِّنَ اللّهِ سَبَقَ کے بارے میں فرمایا: یعنی کتاب اول میں ہے کہ مغانم اور جنگی قیدی تمہارے لیے حلال ہیں۔ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ یعنی تمہیں بہت بڑی سزا پہنچتی ان کے بدلے جو کچھ تم نے قیدیوں سے لیا۔ فَكُلُواْ مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلاَلاً طَيِّباً کی تفسیر میں فرمایا: کہ اللہ تعالی نے ام الکتاب میں لکھا ہوا ہے کہ مال غنیمت اور جنگی قیدی محمد ﷺ اور آپ کی امت کے لیے حلال ہیں۔ اگرچہ ان سے پہلے کسی امت کے لیے اللہ تعالی نے انہیں حلال نہیں کیا۔ حالانکہ وہ اس کے بارے میں ان کی طرف کوئی حکم نازل ہونے سے پہلے مال غنیمت بھی حاصل کرتے تھے اور جنگی قیدی بھی بناتے تھے۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حَتَّى يُثْخِنَ فِي الأَرْضِ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہاں تک کہ وہ زمین پر غالب آجائیں۔

(ج) ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے فرمایا: يُثْخِنَ کا معنی قتل کرنا ہے۔

(د) ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الأَرْضِ کی تفسیر میں مجاہدؒ نے فرمایا کہ اس حکم کے بعد رخصت نازل ہوئی اگر آپ چاہیں تو ان پر احسان کریں (یعنی بلاعوض رہا کردیں) اور اگر چاہیں تو فدیہ لے لیں۔

(ھ) ابن منذر نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا کی تفسیر میں فرمایا کہ اصحاب محمد ﷺ نے بدر کے دن فدیہ لینے کا ارادہ کیا اور انہوں نے ان پر چار چار ہزار فدیہ مقرر کر دیا۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال ، رقم: ۱۶۲۸۶ ، ۱۶۲۹۷؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۸۲ ؛ النحاس، الناسخ والمنسوخ ، ص ۴۷۲ ؛ البیہقی ، سنن الکبریٰ، کتاب قسم الفیٔ والغنیمۃ ، باب ماجاء فی استعباد الأسیر، رقم: ۱۲۶۳۶۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۵۳۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر ، باب من کرہ الفداء بالدرہم وغیرھا ، رقم: ۳۳۲۶۱ ؛ تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۶۲۸۸ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۵۴۔

(د) روایت نہیں ملی۔ (ھ) روایت نہیں ملی۔ (۱) محمد:(۴)

(أ) ابن ابی حاتم نے عکرمہؒ سے یہ قول نقل کی ہے کہ عَرَضَ الدُّنْيَا سے مراد خراج ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے جابر بن زیدؒ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: کسی کے لیے بھی یہ مناسب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے ارادہ سے عمل کرتا ہو اور اس پر دنیا کے سازوسامان میں سے کوئی شے لیتا ہو۔ مگر اس میں جو اس کا حصہ اور حق ہو (وہ لے سکتا ہے)

(ج) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حسنؒ نے کہا: اگر ہمارے لیے ایسے گناہ نہ ہوتے جن سے ہم اپنے نفسوں پر خوف زدہ ہوتے سوائے دنیا کے ساتھ اپنی محبت کے تو ہم بالیقین اپنے نفسوں کے بارے میں ڈرتے بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ لہٰذا تم بھی وہی ارادہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

(د) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ کی تفسیر میں مجاہد نے کہا: کہ اس کا معنی ہے اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہلے سے یہ حکم نہ ہوتا کہ ان کے لیے مغفرت ہے (یعنی ان کے لیے مغفرت کا حکم پہلے سے موجود ہے)۔

(ھ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ کا معنی ہے اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہلے سے ہی اہل بدر کے لیے سعادت کا حکم نہ ہوتا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ تو جو فدیہ تم نے لیا ہے اس کی وجہ سے تمہیں بہت بڑی سزا پہنچتی۔

(و) امام نسائی، ابن منذر اور ابوالشیخ نے اسی آیت کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت پہلے سے ہی موجود ہے۔ اس سے قبل کہ وہ معصیت کا عمل کریں۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۵۶۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۵۷۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۵۹۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۶۷۔

(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۶۶، ۹۱۷۳۔

(و) النسائی، السنن الکبریٰ، کتاب التفسیر، سورۃ الانفال، رقم: ۱۱۲۱۱۔

(أ) ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے خیثمہؒ(ا) یہ قول بیان کیا ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس اپنے اصحاب کی ایک جماعت بھی تھی۔ اچانک ایک آدمی کا ذکر کیا گیا اور انہوں نے اسے پالیا۔تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے بارے میں نرمی سے بات کر۔ چونکہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کرگناہ کا ارتکاب کیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لَوْلاَ كِتَابٌ مِّنَ اللّهِ سَبَقَ آپ نے فرمایا: پس ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت ہے جو پہلے سے ہمارے لیے مقرر تھی۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے بارے میں مجاہدؒ نے فرمایا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب نہیں دے گا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے لیے ظاہر کردے اور اس کا واضح حکم دے۔

(ج) امام مسلم، ترمذی، ابن منذر، بیہقی نے دلائل میں اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے دیگر انبیاء علیہم السلام پر چھ چیزوں کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے (اور وہ یہ ہیں) مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے، رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی، میرے لیے غنائم کو حلال کیا گیا، میرے لیے ساری زمین کو پاکیزہ اور مسجد (سجدہ گاہ) بنا دیا گیا۔ مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیااور مجھ پر انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

(د) امام احمد اور ابن منذر نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺنے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں مجھے ہر سرخ وسیاہ کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا میرے

(أ) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال، رقم: ۹۱۶۳ ؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق ، ج ۲۰، ص ۳۵۸۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال، رقم: ۹۱۷۰۔

(ج) صحیح مسلم ، کتاب المساجدومواضع الصلوٰۃ، رقم: ۵۲۳ ؛ الترمذی،سنن ترمذی، کتاب السیر ، باب الغنیمۃ، رقم: ۱۵۵۳ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ ، ج ۵، ص ۴۷۲۔

(د) مسنداحمد، مسندالانصار، حدیث أبی ذرالغفاریؓ ، رقم: ۱۲۲۱۴۔(حکم) مسنداحمدکے محققین نے حدیث کے اسناد کو صحیح علی شرط الشیخین کہاہے۔

(ا) خیثمہ بن عبدالرحمٰن بن ابی سبرۃالجعفی الکوفی کاشمار کبار تابعین میں ہوتا ہے۔ انھوں نے ابن عمرؓ ، عبداللہ بن عمرو اور الحارث بن قیس سے علم حاصل کیا۔ان کے تلامذہ میں الأعمش ، منصور، طلحہ بن مصرف شامل ہیں۔ انھوں نے ابووائل الکوفی سے پہلے وفات پائی۔ وہ عبداللہ بن مسعودؓ اورعمرؓ سے مرسل روایات بیان کرتا ہے۔ ملاحظہ کریں : البخاری ، التاریخ الکبیر، ج ۳ ، ص ۲۱۵ ؛ ابن حبان ، مشاہیرعلماء الأمصار، ص ۱۰۳ ، رقم: ۷۶۸ ؛ ابوسعیدالعلائی، جامع التحصیل فی احکام المراسیل ، ص ۱۷۳ ، رقم: ۷۶۔

لیے زمین کو سجدہ گاہ اور پاک کرنے والا بنا گیا گیا، میرے لیے غنائم کو حلال گیا گیا حالانکہ وہ مجھ سے ایک مہینہ کی مسافت پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا: تو مانگ تجھے عطا کیا جائے گا۔ پس میں نے اپنی ایک دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ کر رکھا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ تم میں سے ہر اس شخص کو شامل ہوگی جو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملا کہ وہ اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہراتا ہو اور میری امت کے لیے غنائم کو حلال کیا گیا۔

(أ) ابن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم سے پہلے کسی کے لیے بھی مال غنیمت حلال نہیں تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کو ہمارے ضعف اور کمزوری کا علم ہوا تو اسے ہمارے لیے طیب اور حلال قرار دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی اپنے حکم میں غنائم کو حلال قرار دیا اور یہ آیت نازل فرمائی: لَّوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۔ تو لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ! ﷺ خدا کی قسم ! ہم ان کا مال نہیں لیں گے چاہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ ہو، یہاں تک کہ ہم یہ جان لیں کہ آیا وہ حلال ہے یا حرام؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اسے پاکیزہ اور حلال بنا دیا اور یہ حکم نازل فرمایا: فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ان کا فدیہ اور ان کے اموال سب حلال قرار دیے۔ جنگی قیدیوں نے کہا: ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی خیر اور بھلائی نہیں۔ تحقیق اس نے ہمیں قتل کیا اور ہمیں قیدی بنا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بشارت دیتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّمَن فِي أَيْدِيكُم مِّنَ الْأَسْرَىٰ تا وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔

(ب) ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل امتوں میں جب مال غنیمت حاصل ہوتا تو وہ اسے قربان گاہ میں رکھ دیتے اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کھانا ان پر حرام قرار دیا تھا، چاہے وہ تھوڑا ہوتا یا زیادہ۔ اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت نبی علیہ السلام اور ان کی امت پر حرام کر رکھا تھا۔ چنانچہ نہ وہ اس سے کھا سکتے تھے، نہ وہ اس سے چوری چھپے لے سکتے تھے اور نہ ہی وہ اس سے قلیل یا کثیر مال اٹھا سکتے تھے۔ ورنہ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ ان پر عذاب بھیج دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر انتہائی شدت کے ساتھ حرام رکھا اور نبی کریم ﷺ کے سوا کسی نبی علیہ السلام کے لیے اسے حلال نہیں کیا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہلے سے ہی یہ فیصلہ تھا کہ مال غنیمت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی امت کے لیے حلال ہے۔ پس اسی لیے غزوۂ بدر کے جنگی قیدیوں سے فدیہ لینے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: لَّوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۔

(أ) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ) خطیب نے المتفق والمفترق میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ جب لوگوں نے فدیہ میں رغبت کا اظہار کیا تو یہ آیت نازل ہوئی: مَا کَانَ لِنَبِیٍّ ۔۔۔تا۔ لَوْلاَ کِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ ۔الایہ۔فرمایا: پہلے سے ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ فیصلہ ہے کہ جو غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے ان کے لیے اس کی رحمت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر فرمائی اور ان کے لیے اسے حلال قرار دیا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّمَن فِي أَيْدِيكُم مِّنَ الْأَسْرَىٰ إِن يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (70)

ترجمہ'' اے پیغمبر جوقیدی تمہارے ہاتھ میں(گرفتار) ہیں ان سے کہہ دو کہ اگر خداتمہارے دلوں میں نیکی معلوم کرے گاتو جو (مال) تم سے چھن گیاہے، اس سے بہتر تمہیں عنایت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بھی معاف کردے گا۔ اور خدا بخشنے والا مہربان ہے''۔

(ب) امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقیؒ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھیجا تو رسول اللہ ﷺ صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کے فدیہ کے لیے اپنے گلے کا ایک ہار بھیجا۔ جب رسول اللہ نے اسے دیکھاتو آپ ﷺ پر شدید رقت طاری ہوگئی اور فرمایا: اگر تم مناسب سمجھو یہ تو اس کے اسیر کے لیے ہی چھوڑ دو؟ اور عباس رضی اللہ عنہما نے کہا بلاشبہ میں مسلمان ہوں یا رسول اللہ !ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے اسلام کو بہتر جانتا ہے ۔اگر ایسے ہی ہے جیسے تم کہہ رہے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں جزا عطا فرمائے گا۔ پس تم اپنا، اپنے دو بھتیجوں نوفل بن حارث اور عقیل بن ابی طالب اور اپنے حلیف عتبہ بن عمر کا فدیہ ادا کرو۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کہاں ہے جوتو نے اور ام فضل(۱) نے دفن کیا تھا اورتم نے اسے کہا تھا اگر میں کسی آزمائش سے دوچار ہو جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں کے لیے ہے۔تو انہوں نے جواب دیا: خدا کی قسم ! یا رسول اللہ ! ﷺ بلاشبہ یہ ایسی شے ہے جس کے بارے میں میرے اور اس کے سوا کسی کو علم نہیں۔ بیس اوقیہ مال میں سے جو

(أ) الخطیب البغدادی ، المتفق والمفترق ، ج ۱، ص ۱۰۵۔

(ب) الحاکم ، المستدرک ،کتاب معرفۃالصحابۃ، ذکر اسلام العباس، رقم: ۵۴۰۹ ؛ البیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب قسم الفئ والغنیمۃ، باب ماجاء فی مفاداۃالرجال منھم بالمال، رقم: ۱۲۶۲۸۔(حکم) امام حاکم نے اس روایت کو صحیح علی شرط مسلم کہا ہے۔

(۱) اُم فضل: لبابۃ بنت الحارث بن حزن الھلالیۃ، اُم فضل عباس بن عبدالمطلب کی زوجہ اور اُم المؤمنین میمونہؓ کی بہن تھی۔قدیم الاسلام ہے۔ خلافت عثمانؓ میں عباسؓ سے قبل فوت ہوئی۔ دیکھیں: ابونعیم الاصبھانی، معرفۃالصحابۃ ، ج ۶، ص ۳۴۳۶ ؛ ابن حجر، تہذیب ، ج ۷ ، ص ۶۹۸ ، رقم: ۱۲۱۳۴۔

میرے پاس موجود ہے جو تم چاہو میری جانب سے شمار کرلو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا کرلو۔ چنانچہ انہوں نے اپنا، اپنے دو بھتیجوں اور اپنے حلیف کا فدیہ ادا کیا اور یہ آیت نازل ہوئی قُلْ لِّمَنْ فِيْ أَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْأَسْرَى إِنْ يَعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حالت اسلام میں بیس اوقیہ کے بدلے بیس غلام عطا فرمائے، ان میں سے ہر ایک کے پاس مال تھا جس کے ساتھ میری مدد کی گئی اور اس کے ساتھ ساتھ میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا امید وار بھی ہوں۔

(أ) ابن سعد، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے ،نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں مال بھیجا، جو انتہائی زیادہ تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسے چٹائی پر پھیلا دیا۔ لوگ آنے لگے اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں عطا فرمانا شروع کردیا۔ اس دن کوئی عدد اور وزن نہیں تھا۔ پس عباس رضی اللہ عنہ بھی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میں نے غزوۂ بدر کے وقت اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا تھا۔ مجھے بھی اس مال سے عطا فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: لے لو۔ پس انہوں نے اپنی قمیص میں مال ڈال لیا۔ پھر جب واپس پھرنے لگے تو اسے اٹھانے کی طاقت نہ رکھی۔ انہوں نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ مجھے اٹھوا دیجئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: انہوں نے وہ لے لیا جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے، تحقیق وہ پورا ہوگیا ہے اور اس کے علاوہ میں نہیں جانتا۔ قُلْ لِّمَنْ فِيْ أَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْأَسْرَى إِنْ يَعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ یہ اس سے بہتر ہے جو مجھ سے لیا گیا اور جو کچھ وہ مغفرت کے بارے میں کرے گا اسے میں نہیں جانتا۔

(ب) ابونعیم نے دلائل میں سعید بن جبیرؒ کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر میں قریش کے ستر افراد کو قیدی بنایا۔ ان میں عباس اور عقیل بھی تھے۔ تو آپ ﷺ نے ان پر چالیس اوقیہ سونا بطور فدیہ لگا دیا۔ عباس پر سو اوقیہ۔ تو عباس رضی اللہ نے کہا: آپ نے مجھے قریش کا فقیر اور محتاج بنا دیا ہے، آپ نے کچھ باقی نہیں چھوڑا؟ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْ أَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْأَسْرَى جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے اسلام لانے کا تذکرہ کیا اور آپ ﷺ سے یہ درخواست کی جو بیس اوقیے مجھ سے لیے گئے وہ میرے حصے میں ڈال لیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان بیس کے عوض مجھے بیس غلام عطا فرمائے۔ ان میں سے ہر ایک تاجر تھا جو میرے مال کے ساتھ کاروبار کرنے لگے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مغفرت کا امیدوار بھی ہوں۔

(أ) ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ، ج ۴، ص ۱۶ : الحاکم ، المستدرک ، کتاب معرفۃ الصحابہؓ، ذکر اسلام العباس، رقم: ۵۴۲۳۔

(ب) ابونعیم الاصبھانی، دلائل النبوۃ، باب ماحدث من المعجزات فی غزوۃ بدر ، رقم: ۴۱۰۔

(أ) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقیؒ نے دلائل میں اور ابن عسا کر نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ عباس رضی اللہ عنہ غزوۂ میں قید کرلیے گئے انہوں نے چالیس اوقیہ سونے کے فدیہ کے ساتھ رہائی حاصل کی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی: یَا أَیُّھَا النَّبِیُّ قُل لِّمَن فِیْ أَیْدِیْکُم مِّنَ الأَسْرَی تو انہوں نے کہا: تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے دو خصلتیں عطا فرمائی ہیں اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ ان دونوں کے عوض میرے پاس دنیا ہو۔ غزوۂ بدر میں مجھے گرفتار کر لیا گیا اور میں نے چالیس اوقیہ سونا اپنی ذات کا فدیہ ادا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے چالیس غلام عطا فردیئے اور بلاشبہ میں اس مغفرت کی امید بھی رکھتا ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔

(ب) ابوالشیخ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ عباس اور اس کے ساتھیوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی: ہم اس کے ساتھ ایمان لائے جو آپ لے کر آئے اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ہیں۔ سو یہ آیت نازل ہوئی: إِن یَعْلَمِ اللّہُ فِیْ قُلُوبِکُمْ خَیْراً یُؤْتِکُمْ خَیْراً یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان اور تصدیق کو جان لیا تو وہ تمہیں اس سے بہتر عطا فرمائے گا جو تم سے لیا گیا اور جو شرک تم کرتے رہے اس سے تمہاری مغفرت فرما دے گا۔ پس عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: میں یہ پسند نہیں کرتا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل نہیں ہوئی اور بے شک میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ دنیا میں کوئی شے نہیں ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے سو گناہ بہتر اور اچھا بدلہ فرمایا جو کچھ مجھ سے لیا گیا اور میں یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ میری مغفرت بھی فرمائے گا۔

(ج) ابن سعد اور ابن عسا کرنے اسی آیت کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: یہ آیت غزوۂ بدر کے قیدیوں کے بارے میں نازل ہوئی ان میں عباس بن عبدالمطلب ، نوفل بن حارث اور عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

وَإِن یُرِیْدُواْ خِیَانَتَکَ فَقَدْ خَانُواْ اللّہَ مِن قَبْلُ فَأَمْکَنَ مِنْھُمْ وَاللّہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ (71)

ترجمہ ’’ اور اگر یہ لوگ تم سے دغا کرنا چاہے تو یہ پہلے ہی خدا سے دغا کرچکے ہیں تو اس نے ان کو (تمہارے)قبضے میں کردیا۔ اور خدا دانا حکمت والاہے‘‘۔

(أ) تفسیر الطبری ، سورۃالانفال، رقم: ۱۶۳۲۴ ؛ تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال، رقم: ۹۱۷۸ ؛ ابن مردویہ کی روایت-جیساکہ: الزیلعی، تخریج أحادیث الکشاف ، ج ۲، ص ۳۸ پرلی ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب مافعل رسول اللہ ﷺبالغنائم والأساری، ج ۳، ص ۱۴۳ ؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۲۶، ص ۲۹۳۔

(ب) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۴، ص ۱۵ ؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۴۱، ص ۱۳۔

(أ) ابن منذر اور ابوالشیخ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: وَإِن يُرِيدُواْ خِيَانَتَكَ کا معنی ہے اگر ان کا قول جھوٹ ہو (تو حیرت کیوں ہو) فَقَدْ خَانُواْ اللّهَ مِن قَبْلُ تحقیق انہوں نے کفر اختیار کیا اور آپ کے ساتھ جنگ لڑی۔ پس اللہ تعالی نے آپ کو ان سے محفوظ رکھا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَالَّذِينَ آوَواْ وَّنَصَرُواْ أُوْلَـئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُواْ وَلَمْ يُهَاجِرُواْ مَا لَكُم مِّن وَلاَيَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُواْ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلاَّ عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ وَاللّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (72)

ترجمہ: " جولوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کرگئے اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑے۔ وہ اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں ۔اورجولوگ تو ایمان لے آئے لیکن ہجرت نہیں کی توجب تک وہ ہجرت نہ کریں تم کو ان کی رفاقت سے کچھ سروکارنہیں۔ اور اگر تم سے دین (کے معاملات) میں مدد طلب کریں تو تم کو مدد کرنی لازم ہے مگر ان لوگوں کے مقابلے میں کہ تم میں اور ان میں (صلح کا)عہد ہو (مدد نہیں کرنی چاہیے)۔ اور خدا تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے"۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشادفرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مومنین تین مراتب اور درجات پر تھے۔ ان میں سے بعض وہ اہل ایمان ہیں جنہوں نے ہجرت کی اور اس دوران اپنی قوم سے علیحدگی اور جدائی اختیار کی ۔ یہ ہجرت فرما ہو کر اہل ایمان کی ایک جماعت کے گھروں، زمینوں اور ان کے مالوں میں وارد ہوئے۔ (ان مہاجرین کا ذکر ان الفاظ میں ہے) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ اور دوسرے گروہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وَالَّذِينَ آوَواْ وَّنَصَرُواْ وہ جنہوں نے (مہاجرین کو) پناہ دی اور (ان کی) مدد کی'۔ اور انہوں نے اس شے کا اعلان کیا جس کا اہل ہجرت نے کیا۔ اور جس نے بھی اسے جھٹلایا یا اس کا انکار کیا انہوں نے اس کے خلاف تلواریں بلند کیں۔ پس یہ دونوں گروہ مومنین کے ہیں جنہیں اللہ تعالی نے آپس میں ایک دوسرے کا دوست بنا دیا ہے۔ اور تیسرے درجے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا وَالَّذِينَ آمَنُواْ وَلَمْ يُهَاجِرُواْ اس کی تفسیر میں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مذکورہ دونوں گروہ آپس میں دینی ولایت کے سبب ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے۔ جب کوئی مومن مہاجر فوت ہوتا۔ اور وہ گروہ جو ایمان تو لایا لیکن ہجرت نہ کی وہ اس وجہ سے وارث نہیں ہوگا کیونکہ نہ تو اس نے ہجرت کی ہے اور نہ ہی مدد کی ہے

(أ) ابن منذر اور ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال ، رقم: ۹۱۸۵ ، ۹۱۸۶ ، ۹۱۸۹ ، ۹۱۹۲ ، ۹۱۹۵۔ لیکن یہ روایت ابن عمرؓ کے بجائے عبداللہ بن عباس سے مروی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے مومنین مہاجرین کو ان کی میراث سے روک دیا اور یہی وہ ولایت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ اور یہ ان مومنین کا حق اور فرض ہے جنھوں نے پناہ دی اور مدد کی کہ جب وہ دین کے معاملہ میں ان سے مدد طلب کریں، اگر جنگ لڑی جائے تو وہ ان کی مدد کریں مگر جب کہ وہ اس قوم کے خلاف مدد طلب کریں جن کے درمیان اور نبی کریم ﷺ کے درمیان (صلح) کا معاہدہ ہو چکا ہے۔تو وہ ان کے خلاف ان کی مدد نہ کریں۔ البتہ ان دشمنوں کے خلاف ضرور مدد کریں جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا اور ان مومنین سے ہر ذی رحم کو اپنے رشتے کے ساتھ ملادیا جو ایمان تو لائے اور ہجرت نہ کی اور مومنین میں سے ہر انسان کا حصہ مقرر فرما دیا۔ کیونکہ ارشاد ہے وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (۱)۔

(أ) ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں سے مہاجرین و انصار کے درمیان مؤاخاۃ قائم کی۔ چنانچہ حمزہ بن عبد المطلب اور زید بن حارثہ(۲) کے درمیان، عمر بن خطاب اور معاذ بن عفرا (۳) کے مابین، زبیر بن عوام اور عبد اللہ بن مسعود، ابوبکر صدیق اور طلحہ

(أ) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) الانفال:(۷۵)

(۲) زیدبن حارثہ بن شراحبیل، ابواُسامہ جلیل القدر صحابی، رسول اللہ ﷺ کے غلام اور اسامہ بن زیدؓ کے والد تھے۔انھوں نے بدر، احد ،خندق، حدیبیہ اور خیبر کے غزوات میں حصہ لیا۔تیرانداز صحابہ کرام میں سے تھے۔ ۸ھ(۶۲۹م) میں وفات پائے۔ دیکھیں : ابونعیم الاصبہانی، معرفۃ الصحابۃ، ج ۳، ص ۱۱۳۵۔

(۳) معاذ بن عفراء : معاذ بن الحارث بن رفاعۃ، معوذبن الحارث کے بھائی تھے۔ان دونوں کو ”عفراء کے بیٹے“ کہاجاتا تھا۔عفراء ان کے ماں کانام تھا۔معاذ بن عفراءؓ غزوۂ بدرمیں حاضر ہونے والے صحابہ میں سے تھے۔ایک روایت کے مطابق انھوں نے جنگ جمل میں شہادت پائی۔ ملاحظہ کریں: ابن حبان، مشاهیر علماء الامصار، ص ۲۲ ، رقم: ۹۵ ؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۷، ص ۳۶۰ ، رقم : ۱۵۵۵۔

بن عبید اللہ اورعبدالرحمن بن عوف اور سعد(۱) بن ربیع رضی اللہ عنہم کے درمیان اخوت و بھائی چارہ قائم کردیا اور اپنے تمام اصحاب کو فرمایا: تم آپس میں بھائی بھائی ہو اور یہ یعنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میرا بھائی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ مسلمان اسی رشتے پر قائم رہے یہاں تک کہ سورت الانفال نازل ہوئی۔ اور اس سورت میں اللہ تعالی کا وہ ارشاد ہے جس کے ساتھ اللہ تعالی نے اپنے نبی کریم ﷺ کے عقد کو مزید پختہ اور مستحکم کیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ وَالَّذِيْنَ آوَواْ وَّنَصَرُواْ أُوْلَـئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ وَلَمْ يُهَاجِرُواْ مَا لَكُم مِّن وَلاَيَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُواْ تا قولہ۔ لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ پس اللہ تعالی نے ان آیات کے ساتھ اس عقد کو مستحکم فرما دیا جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام میں سے مہاجرین وانصار کے درمیان قائم کیا تھا۔ جن کے درمیان مواخات قائم تھی وہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے، نہ کہ وہ لوگ جو ذوی الارحام اور قرابت داروں میں سے مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔ سو جب تک اللہ تعالی نے چاہا لوگ اس معاہدے پر قائم رہے۔ پھر اللہ تعالی نے دوسری آیت نازل فرمائی اور اس نے پہلے حکم کو منسوخ کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ مِن بَعْدُ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ مَعَكُمْ فَأُوْلَـئِكَ مِنكُمْ وَأُوْلُواْ الأَرْحَامِ والقربات۔ اس کے سبب ہر آدمی اپنے نسب اور رشتے دار کی طرف لوٹ گیا اور وہ پہلی وراثت منقطع ہوگئی۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ کہ اللہ تعالی نے فرمایا أُوْلَـئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ کہ ان میں سے بعض میراث میں بعض کے اولیاء ہیں۔ اللہ تعالی نے مہاجرین وانصار کے لیے میراث بنائی نہ کہ رشتہ داروں کے لیے۔ اور فرمایا: وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ وَلَمْ يُهَاجِرُواْ مَا لَكُم مِّن وَلاَيَتِهِم مِّن شَيْءٍ کہ تمہارے لیے ان کی میراث میں سے کوئی شے نہیں۔ حَتَّى يُهَاجِرُواْ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّيْنِ یعنی اگر اعرابی مسلمان مہاجرین وانصار سے اپنے لیے دشمن کے خلاف مدد طلب کریں تو پھر ان کی مدد کرنا ان پر لازم ہے إِلاَّ عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيْثَاقٌ (مگر اس قوم کے خلاف نہیں جن کے درمیان اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو چکا ہو)۔ پس وہ اسی کے مطابق عمل پیرا رہے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی: وَأُوْلُواْ الأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّهِ پس اس نے پہلی آیت کے حکم کو منسوخ کردیا اور میراث ذوی الارحام کے لیے ہوگئی۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، رقم: ۹۱۸۷، ۹۱۹۱، ۹۱۹۳۔

(۱) سعد بن الربیع بن عمرو انصاری، خزرجی، جلیل القدر بدری صحابی ہیں۔ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ ۳ھ (۶۲۵م) میں شہادت پائی۔ دیکھیں: ابونعیم الاصبہانی، معرفۃ الصحابۃ، ج ۳، ص ۱۲۳۸۔

(أ) ابوعبید، ابوداؤد، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے ضمن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی مہاجر کسی اعرابی کا نہ ولی بنتا تھا اور نہ وارث بنتا تھا حالانکہ وہ مومن ہوتا اور نہ کوئی اعرابی کسی مہاجر کا وارث بن سکتا تھا۔ لہٰذا اس آیت وَأُوْلُواْ الأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللَّهِ نے اس آیت کے حکم کو منسوخ کردیا۔

(ب) ابن ابی حاتم نے عکرمہؒ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ کوئی اعرابی کسی مہاجر کا وارث نہیں بنتا تھا اور نہ کوئی مہاجر کسی اعرابی کا وارث ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہوگیا۔ اور لوگ گروہ درگروہ دین میں داخل ہوئے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَأُوْلُواْ الأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللَّهِ ۔

(ج) عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، نحاس نے ناسخ میں اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں قتادہؒ نے فرمایا: یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمان ہجرت کے سبب ایک دوسرے کے وارث بنے اور کوئی اعرابی مسلمان مہاجر مسلمان کی کسی شے کا وارث نہیں بن سکتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے بعد سورۂ احزاب میں یہ حکم منسوخ کردیا گیا وَأُوْلُواْ الأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا اور مواریث کا تعلق ملل کے ساتھ قائم ہوگیا۔

(د) احمدؒ اور مسلمؒ نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی سریہ یا لشکر پر کسی کو امیر بنا کر بھیجتے تو اسے اپنی ذات کے لیے خاص طور پر یہ نصیحت فرماتے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اپنے ساتھ چلنے والے مسلمانوں کے ساتھ بھلائی اور خیر کا سلوک کرنا۔ اور فرماتے: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا ہے ان سے جنگ لڑو۔ جب اپنے مشرک دشمن سے تیرا آمنا سامنا ہو تو انہیں تین خصلتوں میں سے ایک کی طرف بلاؤ۔ ان میں سے جسے بھی وہ تجھ سے قبول کرلیں تو تو بھی انہیں قبول کرلے اور ان سے جنگ روک لینا۔ پس پہلے انہیں اسلام کی طرف دعوت دو۔ اگر وہ اس دعوت کو قبول کرلیں تو تم بھی ان

(أ) ابوعبید ، الناسخ والمنسوخ، ص ۳۲۱ ؛ سنن ابی داود ، کتاب الفرائض، باب نسخ المیراث العقد بمیراث الرحم ، رقم: ۲۹۲۴ ؛ تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال ، رقم: ۹۲۰۷۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال ، رقم: ۹۱۹۰۔

(ج) عبدالرزاق ، تفسیرالصنعانی ، ج ۱، ص ۲۶۲ ؛ تفسیرالطبری ، سورۃالانفال، رقم : ۱۶۳۳۵ ؛ النحاس ، الناسخ والمنسوخ ، ص ۴۷۴۔

(د) مسنداحمد، کتاب: تتمۃ مسندالانصار، باب حدیث بریدۃ الأسلمی ، رقم: ۲۲۹۷۸ ؛ صحیح مسلم ، کتاب الجھادوالسیر ، باب: تأمیرالامام الأمراء علی البعوث ووصیۃ، رقم : ۱۷۳۱۔

کی جانب سے اسے قبول کرلو۔ پھر انہیں اپنے گھر سے مہاجرین کے گھروں کی طرف پھرنے کی دعوت دو اور انہیں یہ بتاؤ کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کے لیے وہی حقوق ہوں گے جو مہاجرین کے لیے ہیں اور ان پر وہی فرائض اور ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں۔ اگر وہ انکار کردیں اور اپنے گھروں کو ہی پسند کریں تو پھر انہیں بتادو کہ وہ اعرابی مسلمانوں کی طرح ہوں گے۔ ان پر اللہ تعالی کا وہی حکم جاری ہوگا جو مومنین پر جاری ہوتا ہے اور مال فے اور غنیمت میں سے ان کے لیے کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ مگر اس صورت میں ان کا حصہ ہوگا جب کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد میں شامل ہوں گے۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کردیں تو پھر انہیں جزیہ ادا کرنے کو کہو۔ اگر وہ اس پر تیار ہو جائیں تو ان کی جانب سے اسے قبول کرلو اور ان سے جنگ روک لو۔ اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کردیں تو پھر اللہ تعالی سے مدد مانگو اور ان کے ساتھ جنگ شروع کردو۔

(أ) احمد، ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مشرکین کے خلاف اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ وہ لوگ جن سے صلح کا معاہدہ کیا گیا ہے ان سے مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے تو قسم خدا کی! تجھ پر تیرے مسلمان بھائی کی حرمت اور حق اس سے کہیں زیادہ اور اعظم ہے۔ واللہ اعلم۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ (73) وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (74)

ترجمہ: '' کافرآپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، اگرتم نے ایسا نہ کیاتو ملک میں فتنہ ہوگااور زبردست فساد ہوجائے گا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کرگئے اور خدا کی راہ میں لڑائیاں کرتے رہے اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی یہی لوگ سچے مسلمان ہیں۔ان کے لیے (خدا کے ہاں) بخشش اورعزت کی روزی ہے''

(أ) مسند احمد، کتاب مسند المکثرین من الصحابۃ، باب: مسند احمد بن مالک ، رقم : ۱۳۶۳۸ ؛ ابوداود ، سنن ابی داود ،کتاب الجہاد ، باب کراھیۃ ترک الغزو، رقم: ۲۵۰۴ ؛ النسائی ، سنن النسائی، کتاب الجہاد ، باب : وجوب الجہاد ، رقم: ۳۰۹۶ ؛ الحاکم، المستدرک ، کتاب الجہاد، رقم : ۲۴۲۷۔ (حکم) صحیح :(البانی ، صحیح سنن ابی داود ، رقم: ۲۱۸۶)

(ب) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال ، رقم: ۹۱۹۶۔

(أ) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابو مالک کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: کہ مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ ہم اپنے مشرکین رشتہ داروں کو وارث بنائیں گے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِيْنَ كَفَرُواْ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ ۔۔الایہ۔

(ب) ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ اسی آیت کے ضمن میں ابن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا: یہ آیت اہل عرب کے مشرکین کو وارث بنانے کے بارے میں نازل ہوئی۔

(ج) ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم بے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کفر اختیار کرنے والے میراث میں ایک دوسرے کے حمایتی ہیں۔ إِلاَّ تَفْعَلُوهُ کے بارے میں آپ کہتے ہیں کہ اگر تم نے میراث کے بارے میں جو حکم میں نے تمہیں دیا ہے اسے تسلیم نہ کیا (تو ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بہت بڑا فساد پھیل جائے گا)

(د) امام احمد، ابن ابی حاتم اور حاکم نے جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہاجرین دنیا اور آخرت میں باہم ایک دوسرے دوست ہیں اور قریش اور بنی ثقیف سے آزادی پانے والے سب دنیا اور آخرت میں ایک دوسرے کے دوست اور حمایتی ہیں۔ حاکم نے کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔

(ھ) حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دو دینوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکتے، کوئی مسلمان کسی کافر اور کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَالَّذِيْنَ كَفَرُواْ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ إِلاَّ تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ۔

(أ) تفسیر الطبری میں روایت نہیں ملی ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال ، رقم: ۹۱۹۸۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال ، رقم: ۱۶۳۴۴۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال ، رقم : ۱۶۳۴۹ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال ، رقم: ۹۱۹۷، ۹۱۹۹۔

(د) مسند احمد ، کتاب: مسند الکوفیین، باب من حدیث جریر بن عبداللہ ، رقم: ۱۹۲۱۸ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃ الانفال ، رقم: ۱۰۲۲۲ ؛ الحاکم ، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر فضائل الانصار، رقم : ۶۹۷۸۔(حکم) مسند احمد کے محققین نے اس کے اسناد کو صحیح علی شرط مسلم کہا ہے۔

(ھ) الحاکم ، المستدرک، کتاب التفسیر، باب قراء ات النبی ﷺ، رقم : ۲۹۴۴۔ یہ روایت ابوامامہ کے بجائے اسامۃ بن زید سے مروی ہے۔

(أ) عبدالرزاق نے مصنف میں یحییٰ بن ابی کثیرؒ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے پاس وہ آجائے جس کی امانت اور اخلاق پر تم راضی اور خوش ہو تو اس کا نکاح کردو، آنحالیکہ وہ اسی حال میں رہے جس پر تھا اور اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا تو ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بہت بڑا فساد پھیل جائے گا۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنكُمْ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (75)

ترجمہ: '' اور جولوگ بعد میں ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کرگئے اور تمہارے ساتھ ہوکر جہاد کرتے رہے وہ بھی تم ہی میں سے ہیں اور رشتہ دار خدا کے حکم کی رُو سے ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ خدا ہر چیز سے واقف ہے''۔

(ب) ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو چار مراتب اورکیفیات پر چھوڑا: مومن مہاجر، انصار، اعرابی مؤمن جس نے ہجرت نہیں کی اور اگر نبی علیہ السلام نے اس سے مدد طلب کی تو انہوں نے آپ کی مدد کی اور اگر آپ انہیں چھوڑ دیں تو وہ آپ کے لیے اجازت ہے۔ اور اگر نبی کریم ﷺ مدد طلب کریں تو ان پر فرض ہے کہ وہ آپ کی مدد کریں۔ اسی لیے فرمایا اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اور چوتھا درجہ احسان کے ساتھ اتباع کرنے والوں کا ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم نے ضحاکؒ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

(د) ابن سعد، ابن ابی حاتم اورامام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ نے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بالخصوص ہم گروہ قریش وانصار کے بارے میں یہ حکم نازل فرمایا وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ اس لیے ہم گروہ قریش جب مدینہ طیبہ آئے۔تو ہم اس حال میں آئے کہ ہمارے پاس کوئی مال ومتاع نہ تھا۔ تو ہم نے انصار کو اس طرح پایا کہ وہ انتہائی اچھے بھائی ہیں۔ پس ہم نے ان کے ساتھ مواخاۃ قائم کی اور ہم ایک دوسرے کے وارث ہوئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خارجہ بن زید کو بھائی بنایا، عمر رضی اللہ عنہ نے فلاں کو بھائی بنایا اور عثمان رضی اللہ عنہ نے بنی زریق بن سعد زرقی میں سے ایک آدمی کو بھائی بنایا۔ زبیر نے کہا اور میں نے کعب بن مالک کو بھائی بنایا ۔ پس انہوں نے ہمیں وارث بنایا اور ہم

(أ) مصنف عبدالرزاق، کتاب النکاح ، باب لأ کفاء ، رقم: ۱۰۳۲۵۔

(ب) ابن منذر اور ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال ، رقم: ۹۲۰۵۔

(د) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالانفال ، رقم: ۹۲۰۶ ؛ الحاکم ، المستدرک، کتاب الفرائض، رقم: ۸۰۰۵۔

نے انہیں وارث بنایا۔ جب غزوۂ احد کا دن تھا تو مجھے کہا گیا۔ تمہارے بھائی کعب بن مالک رضی اللہ عنہ شہید کردیے گئے۔ سو میں ان کی طرف آیا اور انہیوں وہاں سے منتقل کیا اور میں نے ایک ہتھیار پایا۔ جس نے اس کیفیت کو بوجھل کردیا تھا جو ہم دیکھ رہے تھ۔ خدا کی قسم! اے میرے بیٹے! اگر وہ اس دن دنیا سے فوت ہو جاتے تو میرے سوا ان کا کوئی وارث نہ ہوتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بالخصوص ہم گروہ قریش وانصار کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی اور ہم اپنے وارثوں کی طرف لوٹ آئے۔

(أ) ابوعبید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن مردویہ نے ابن زبیر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے قاضی شریح(۱) کی طرف لکھا: کہ یہ آیت نازل ہوئی کیونکہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے باہمی معاہدہ کرتا تھا تو کہتا تھا تو مجھے وارث بنا اور میں تجھے وارث بناؤں گا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: وَأُوْلُواْ الأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّهِ پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ طریقہ چھوڑ دیا گیا۔

(ب) ابن ابی حاتم اور حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہیں یہ کہا گیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ذوی الارحام کے سوا موالی کو وارث نہیں بناتے اور کہتے ہیں کہ ذوی الارحام حکم الٰہی کے مطابق ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ (حق سے) بہت دور ہوگئے۔ وہ کہاں گئے؟ بے شک مہاجرین ہی ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں نہ کہ اعراب۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: وَأُوْلُواْ الأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّهِ یعنی موالی کو وارث بنایا جائے گا۔ حاکم نے کہا یہ روایت صحیح ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم نے اسی آیت کی تفسیر میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس آیت نے اپنے سے پہلے مواریث العقد والحلف اور مواریث بالہجرۃ کے حکم کو منسوخ کردیا اور میراث کا حق ذوی الارحام کو

(أ) ابوعبید، الناسخ والمنسوخ، ص ۳۲۳؛ تفسیرالطبری، سورۃالانفال، رقم: ۱۶۳۵۵۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۹۲۰۹؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الفرائض، رقم: ۸۰۰۱۔ (حکم) امام حاکم نے اس کو ''صحیح علی شرط الشیخین'' کہاہے۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالانفال، رقم: ۹۲۰۸۔

(۱) قاضی شریح: ابوامیۃ، شریح بن حارث بن قیس کندی نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایالیکن دیدارسے محروم رہے۔انھوں نے بہت سے صحابہ کوپایااورصحبت اٹھائی۔آپ بصرہ کے ممتازحفاظ حدیث میں سے تھے۔عمرفاروقؓ نے آپ کو کوفہ کا قاضی بنایاتھا۔ دینداری، فضل وکمال اور ذکاوت میں بڑھ کرتھے۔ انھوں نے ۷۶ھ یا ۷۹ھ میں وفات پائی۔ملاحظہ کریں: ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۶، ص ۱۸۲، رقم: ۲۰۲۵؛ ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۲، ص ۳۹۲، رقم: ۲۴۲۱؛ الذہبی، العبر، ج ۱، ص ۵۵۔

حاصل ہوگیا۔ فرمایا: بیٹا بھائی سے قریبی ہے، بھائی بہن سے اقرب ہے، بہن بھتیجے سے اولیٰ ہے، بھتیجا چچا سے افضل ہے، چچا، چچا کے بیٹے کی نسبت زیادہ قریبی ہے، چچا کا بیٹا ماموں کی نسبت زیادہ قریبی ہے اور زید کے قول کے مطابق ماموں، پھوپھی اور خالہ کا میراث میں کوئی حصہ نہیں اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مال کے دو ثلث پھوپھی کو اور ایک ثلث خالہ کو دیتے تھے جب کہ اس کے لیے کوئی اور وارث نہ ہوتا۔ علی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ دونوں میراث میں سے جو مال بچ جاتا وہ خاوند اور بیوی کے علاوہ دیگر ذوی الارحام کو ان کے حصوں کے مطابق دے دیتے تھے۔

(أ) ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ قتادہؒ نے کہا: کوئی اعرابی کسی مہاجر کا وارث نہیں بنتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَأُوْلُواْ الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّهِ ۔

(ب) ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسلمان جب مدینہ طیبہ آئے تو وہ ہجرت کے سبب ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کردیا اور فرمایا: وَأُوْلُواْ الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّهِ ۔

(ج) طیالسی، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے درمیان مواخات قائم کی اور وہ ایک دوسرے کے وارث ہوئے حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی: وَأُوْلُواْ الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّهِ ۔ پھر انہوں نے اس حکم کو چھوڑ دیا اور وہ نسب کے سبب ایک دوسرے کے وارث بننے لگے۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ الانفال ، رقم: ۱۶۳۳۵۔

(ب) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) ابوداود الطیالسی، مسند الطیالسی، باب عکرمہ مولی بن عباس عن ابن عباسؓ ، رقم: ۲۶۷۶ ؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۱، ص ۲۸۴، رقم: ۱۱۷۴۸۔

باب دوم

سورہ التوبہ کا اردو ترجمہ اور علمی تحقیق

فصل اول

رکوع نمبر ۱ تا ۴ کے روایات

کی تحقیق

(آیت ۱ تا ۲۹)

(أ) ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: سورۂ توبہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔

(ب) ابن مردویہ نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: سورہ برأت مدینہ طیبہ میں نازل کی گئی۔

(ج) ابن منذر نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جو سورتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں ان میں سے سورہ برأت بھی ہے۔

(د) ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداود، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن کہا ہے، نسائی، ابن ابی داؤد نے مصاحف میں، ابن منذر، نحاس نے ناسخ میں، ابن حبان، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقیؒ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کو کس چیز نے برانگیختہ کیا کہ انفال کا قصد کریں حالانکہ یہ مثانی میں سے ہے؟ اور برأت کا قصد کریں حالانکہ یہ مئین میں سے ہے اور پھر تم نے ان دونوں کو ملا دیا ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر نہیں لکھی اور تم نے اسے سات لمبی سورتوں (سبع طوال) میں لکھا ہے تمہیں اس پر کس نے ابھارا ہے؟ تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ پر ایک ایسا زمانہ آیا جب کہ آپ پر ذوات العدد سورتیں نازل ہو رہی تھیں اور جب بھی کوئی شے آپ پر نازل ہوتی تو آپ ﷺ

(أ) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔ الشوکانی ، فتح القدیر، سورۃ براۃ، ج ۲، ص ۳۳۱۔

(د) مسند احمد، مسند العشرة المبشرین بالجنة، مسند عثمان بن عفان، رقم: ۳۹۹ ؛ ابوداود ،سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب من جہر بہا، رقم: ۷۸۶ ؛ سنن ترمذی ، تفسیر القرآن ، سورۃ التوبۃ، رقم: ۳۰۸۶ ؛ النسائی، السنن الکبریٰ، کتاب فضائل القرآن ، باب السورة التی یذکر فیہا کذا، رقم: ۸۰۰۷ ؛ ابن ابی داود، عبداللہ بن سلیمان بن اشعث، المصاحف ، تحقیق: د. آرثر جیفری، مکتبۃ المثنی، بغداد ، مؤسسۃ الخانجی، مصر، ۱۳۵۵ھ۔ ۱۹۳۶م، ص ۳۱ ؛ النحاس، الناسخ والمنسوخ، ص ۴۷۷، ۴۷۸ ؛ ابن حبان ، صحیح ابن حبان ، کتاب الوحی، رقم: ۴۳ ؛ الحاکم، المستدرک ، کتاب التفسیر، رقم: ۲۸۷۵ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب جماع أبواب کیفیۃ نزول الوحی علی رسول اللہ ﷺ، ج ۷، ص ۱۵۲۔

(حکم) ضعیف: (البانی ، ضعیف سنن الترمذی، رقم: ۵۹۹)۔ مسند احمد کے محققین نے اس روایت کے اسناد کو ضعیف اور متن کو منکر کہا ہے۔

کاتبین وحی میں سے کسی کو بلاتے اور فرماتے ان آیات کو اس سورۃ میں لکھ دو جس میں فلاں فلاں چیز کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورۂ انفال ان سورتوں میں سے ہے جو مدینہ طیبہ میں پہلے پہلے نازل ہوئیں اور سورۂ برأت نزول کے اعتبار سے آخر قرآن میں سے ہے۔ اور اس کا قصہ انفال کے قصہ کے مشابہ ہے۔ پس میں نے گمان کیا کہ یہ اس میں سے ہے اور رسول اللہ ﷺ وصال فرما گئے اور آپ نے ہمارے لیے یہ بیان نہ فرمایا کہ یہ اس میں سے ہے۔ پس اس وجہ سے میں نے ان دونوں کو ملا دیا ہے اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی اور میں نے ان دونوں کو سات طویل سورتوں میں شامل کیا ہے۔

(أ) ابن ابی شیبہ، بخاری، نسائی، ابن ضریس(۱) ، ابن منذر، نحاس نے ناسخ میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے براء رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: سب سے آخر میں یہ آیت نازل ہوئی: يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ (۲) اور سب سے آخر جو سورت مکمل طور پر نازل ہوئی وہ سورۂ برأت ہے۔

(ب) ابوالشیخ نے ابورجاء(۳) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حسن سے انفال اور برات کے بارے پوچھا: کیا یہ دو سورتیں ہیں یا ایک سورت ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ دو سورتیں ہیں۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب فضائل القرآن، باب فی أول مانزل من القرآن و آخرمانزل، رقم: ۳۰۲۱۶ ؛ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ براۃ، رقم: ۴۳۷۷، ۴۱۰۶، ۶۳۶۳؛ النسائی، السنن الکبریٰ، کتاب التفسیر، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۱۲۱۲ ؛ ابن ضریس، یحیی بن ضریس بن یسار، فضائل القرآن، تحقیق:غزوۃ بدیر، دارالفکر، دمشق، ط ۱، ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۷م، ، باب فیما نزل من القرآن بمکۃ، رقم: ۱۸، ۱۹۔

(ب) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) ابن ضریس: یحیی بن ضریس بن یسار البجلی،ابوزکریا ''رے'' کے قاضی تھے۔انھوں نے ابراہیم بن طہمان، ابن اسحاق، عکرمہ بن عمار اور الثوری سے علم حاصل کیا۔جبکہ ان کے تلامذہ میں اسحاق بن راہویہ، یحیی بن معین، جریر بن عبدالحمید جیسے اپنی ذات میں بڑے علماء شامل ہیں۔ ۲۰۳ھ میں انھوں نے وفات پائی۔ملاحظہ کریں:ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۵۸، رقم: ۸۸۶۷ ؛ ابن حبان، کتاب الثقات، ج ۵، ص ۵۷۸، رقم: ۴۲۵۶ ؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۷، ص ۲۶۷، رقم: ۳۶۷۹۔

(۲) النساء : (۱۷۶)

(۳) ابورجاء : عمران بن ملحان، ابورجاء ، تابعی کا تعلق قبیلۂ تمیم سے تھا۔انھوں نے عہدرسالت ہی میں اسلام قبول کیا تھا لیکن آپ ﷺ کے دیدار سے محروم رہیں۔ان کے زمانہ میں بہت سے صحابہ موجود تھے اس لیے حصول علم کا پورا موقع ملا۔ آپ کا شمار کبارعلماء تابعین میں ہوتا ہے۔ ابن حجر نے انھیں مخضرم ثقہ لکھا ہے۔ ۱۰۹ھ میں خلافت ہشام کے اوائل میں فوت ہوئے۔ دیکھیں: الدارقطنی، ذکر اسماء التابعین، ج ۱، ص ۲۷۱، رقم: ۷۹۷ ؛ ابن حجر، تقریب، ج ۲، ص ۹۱، رقم: ۵۸۱۷ ؛ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۵۳، رقم: ۵۷۔

(أ) ابوالشیخ نے ابوروقؒ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا براءۃ اور انفال ایک سورت ہے۔

(ب) نحاس نے ناسخ میں عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: انفال اور براءۃ دونوں کو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں قرینتین پکارا جاتا تھا۔ اسی لیے میں نے ان دونوں کو سات طویل سورتوں میں شامل کیا ہے۔

(ج) دارقطنی نے الافراد میں عسعس(۱) بن سلامہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! انفال اور براءۃ کو کیا ہے کہ ان دونون کے درمیان بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم نہیں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: سورت نازل ہوتی تھی اور مسلسل لکھی جاتی تھی یہاں تک کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم نازل ہوتی۔ اور جب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم نازل ہوتی تو دوسری سورت لکھی جاتی لیکن انفال نازل ہوئی تو ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم نہ لکھی گئی۔

(د) طبرانی نے اوسط میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق سورۃ ھود، برأت، یٰس، دخان اور عم یتساءلون یاد نہیں کریں گے۔

(أ) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) النحاس ، الناسخ والمنسوخ ، ص ۴۷۸۔

(ج) الدارقطنی، علی بن عمرابوالحسن، العلل الواردۃفی الأحادیث النبویۃ، تحقیق وتخریج: دمحفوظ الرحمٰن زین اللہ، دار طیبۃ الریاض، ط ۱، ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵م، کل اجزاء ۱۵، مسندعثمان، ج ۳، ص ۴۳ مختصراً۔

(د) الطبرانی، المعجم الأوسط، ج ۷، ص ۳۰۵، رقم: ۷۵۷۰۔(حکم) ابن عراق الکنانی نے اس روایت کو ''موضوع'' کہاہے(ابن عراق، علی بن محمدالکنانی، تنزیہ الشریعۃالمرفوعۃ عن الأحادیث الشنیعۃالموضوعۃ، تحقیق:عبداللہ بن محمدالصدیق، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۲، ۱۹۸۱م، کل اجزاء: ۲، ج ۱، ص ۲۹۹، رقم:۵۴)۔

(۱) عسعس بن سلامہ : عسعس بن سلامہ ابوصفرۃالتیمی البصری، أصحاب رسول اللہ ﷺ کی جماعت سے روایت بیان کرتاہے جبکہ ان سے أزرق بن قیس نے روایت لی ہے۔ دیکھیں:ابن حبان، الثقات، ج ۵، ص ۲۸۷ ؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۷، ص ۹۱، رقم: ۴۰۸۔

(أ) ابوعبید، سعید بن منصور، ابوالشیخ اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں ابوعطیہ(۱) ہمدانی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ تم خود سورۂ براءت کی تعلیم حاصل کرو اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور کے احکام سکھاؤ۔

(ب) ابن ابی شیبہ، طبرانی نے لاوسط میں، ابوالشیخ ، حاکم اور ابن مردویہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: وہ سورت جس کو تم سورۂ توبہ کا نام دیتے ہو وہ سورۃ العذاب ہے۔قسم بخدا ! اس نے کسی کو نہیں چھوڑا مگر اس نے اس سے کچھ حصہ پالیا اور جو کچھ ہم اس سے پڑھتے ہیں تم اس سے ربع (چوتھائی) کے سوا کچھ نہیں پڑھو گے۔

(ج) امام ابوعبید، ابن منذر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ سورۂ براءت کو سورۂ توبہ کا نام دیتے ہیں اور یہی سورۃ العذاب ہے۔

(د) امام ابوعبید، ابن منذر اور ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے سعید بن جبیرؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا یہ سورۃ التوبہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: کہ صرف توبہ؟ بلکہ یہ تو فاضحہ (رسوا کرنے والی) ہے۔ یہ مسلسل نازل ہوتی رہی یہاں تک کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ ہم میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا مگر اس کا ذکر اس میں کیا جائے گا۔

(أ) ابوعبید، فضائل القرآن ، ص ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۴، ۱۳۵ ؛ سعیدبن منصور، التفسیرمن سنن سعیدبن منصور، ص ۱۵۳، رقم: ۹۵۰ ؛ البیہقی، شعب الایمان، فصل فی فضائل السور والآیات، ذکرسورۃالانعام، رقم: ۲۲۱۳، ۲۲۲۶ ۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب فضائل القرآن ، باب ماجاء فی صعاب السور، رقم: ۳۰۲۶۹ ؛ الطبرانی، المعجم الأوسط، ج ۲، ص ۸۵، رقم: ۱۳۳۰ ؛ الحاکم، المستدرک ، کتاب التفسیر،باب تفسیرسورۃالتوبۃ، رقم: ۳۲۷۴۔**(حکم)** امام حاکم نے اس روایت کو صحیح الاسنادکہاہے۔امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔

(ج) ابوعبید، فضائل القرآن، ص ۱۳۰۔

(د) ابوعبید، فضائل القرآن، ص ۱۳۰۔

(۱) ابوعطیہ ہمدانی، الکوفی کانام مالک بن عامریا بعض روایات کے مطابق ابن ابی عامرتھا۔ان کاشمار کبار تابعین میں ہوتاہے۔ انھوں نے عبداللہ بن مسعودؓ ، مسروق ابن أجدع، ابوموسیٰ أشعری اور اُم المؤمنین عائشہؓ سے تحصیل علم کیا۔ ان کے تلامذہ میں سلیمان أعمش، عمارہ بن عمیراور ابن سیرین شامل ہیں۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۷، ص ۳۰۵، رقم: ۱۲۹۸ ؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۴۳۵، رقم: ۱۰۰۶۴۔

(أ) امام ابوعوانہ، ابن منذر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی: سورہ توبہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ عذاب کے زیادہ قریب ہے۔ اس نے لوگوں کو نہیں چھوڑا یہاں تک کہ یہ گمان ہوا کہ وہ ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑے گی۔

(ب) ابوالشیخ نے عکرمہؒ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورۂ برات کی تنزیل کا سلسلہ ابھی مکمل نہیں ہوا تھا۔ یہاں تک کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ ہم میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچے گا مگر یہ کہ اس کے بارے میں حکم نازل ہوگا۔ اس کا نام فاضحہ رکھا گیا ہے۔

(ج) ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے زید بن اسلم(۱) سے روایت کیا ہے کسی آدمی نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا سورۂ توبہ کیا ہے؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورتوں میں سے سورۂ توبہ کون سی ہے؟ اس نے جواباً کہا سورۂ برات۔ تو پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا لوگوں نے اس کے سوا بھی کوئی اعمال کیے۔ ہم تو اس سے شفا پانے کی دعا کرتے ہیں۔

(د) ابوالشیخ نے عبد اللہ بن عبید(۲) بن عمیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سورۂ برات کو سورۂ منقرہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس نے جو کچھ مشرکین کے دلوں میں تھا، اسے باہر نکالا اور اس کی چھان بین کی۔

(ھ) ابوالشیخ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا۔تم سورۂ برات کا ثلث (ایک تہائی) نہیں پڑھو گے۔

(أ) روایت نہیں ملی۔ (ب) روایت نہیں ملی۔

(ج) ، (د) ، (ھ) کی روایتیں: الشوکانی، فتح القدیر، سورۃ براءۃ، ج ۲، ص ۳۳۲ میں ملیں۔

(۱) زید بن اسلم: ابواسامہ العدوی، مدنی، تابعی، علامہ، فقیہ اور عمرفاروق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔حدیث میں ان کا دائرہ بہت وسیع تھا۔صحابہ میں انھوں نے عبداللہ بن عمرؓ، انس بن مالکؓ، عائشہ صدیقہؓ سے استفادہ کیا۔ان کے تلامذہ میں ان کے بیٹے عبداللہ، عبدالرحمٰن ، اسامہ، مالک بن انس اور ابن عجلان شامل ہیں۔ انھوں نے ۱۳۲ھ یا ۱۳۶ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: الدارقطنی، ذکراسماء التابعین، ج ۱، ص ۱۳۹، رقم: ۳۱۷ ؛ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص ۶۰، رقم: ۱۱۶ ؛ ابن العماد، شذرات الذہب ، ج ۱، ص ۳۲۷۔

(۲) عبداللہ بن عبید بن عمیر بن قتادۃ اللیثی، ابوہاشم المکی، تابعی، نے اُم المؤمنین عائشہ صدیقہؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور ثابت البنانی سے علم حاصل کیا۔ان کے تلامذہ میں جریر بن حازم، ابن جریج ، الأوزاعی، عطاء بن السائب شامل ہیں۔ابوزرعہ نے انھیں ثقہ کیا ہے۔انھوں نے ۱۱۳ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ کریں: ابن حجر، تہذیب ، ج ۳، ص ۵۶۰، رقم: ۴۰۱۰ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۴، ص ۱۵۴، رقم: ۵۷۔

(أ) ابن مردویہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قول بیان کیا ہے کہ وہ اسے سورۂ توبہ کا نام دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سورۃ العذاب یعنی برأت ہے۔

(ب) ابن منذر نے محمد بن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سورۂ برات کا نام المبعثرۃ تھا۔ کیونکہ اس نے لوگوں کے خفیہ رازوں کو ظاہر کردیا۔

(ج) سعید بن منصور، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اور بیہقیؒ نے سنن میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا۔ نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے سورۂ برات پڑھی۔ تو میں نے ابی سے پوچھا: یہ سورت کب نازل ہوئی؟ تو انہوں نے میرے ساتھ کوئی بات نہ کی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی نماز مکمل فرمائی۔ تو میں نے ابی رضی اللہ عنہ سے پھر کہا: میں نے آپ سے پوچھا تھا لیکن تم نے میرے ساتھ ترش روئی کا مظاہرہ کیا اور میرے ساتھ کوئی بات نہ کی۔ تو ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیرے لیے اس نماز میں سے سوائے تیرے لغو عمل کے اور کچھ نہیں۔ پس میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو یہ سب کچھ عرض کردیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابی نے سچ کہا ہے۔

(د) ابن ابی شیبہ نے شعبیؒ سے روایت کیا ہے کہ ابوذر(ا) اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما میں سے ایک نے نبی کریم ﷺ سے ایک آیت سنی اور آپ ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما تھے۔ تو اس نے اپنے ساتھی سے پوچھا: یہ آیت کب نازل کی گئی ؟ پس جب وہ اپنی نماز مکمل کرچکے۔ تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: تیرا جمعہ نہیں ہوا۔ تو نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔

(أ) ، (ب) کی روایتیں: الشوکانی، فتح القدیر، سورۃ براۃ، ج ۲، ص ۳۳۲ میں ملیں۔

(ج) الحاکم ، المستدرک ، کتاب الجمعۃ، رقم: ۱۰۶۰، ۲۹۰۲ ؛ البیہقی، کتاب الجمعۃ، باب الانصات للخطبۃ، رقم: ۵۶۲۳، ۵۶۲۴۔ (حکم) امام حاکم نے اس روایت کو صحیح علی شرط الشیخین کہاہے۔ جبکہ امام ذہبی نے اپنی تلخیص میں ایک جگہ فرمایا: میرا خیال نہیں کہ عطاء کی ملاقات ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہوئی ہوگی۔ جبکہ دوسری جگہ اسی روایت کو صحیح کہاہے۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰت، باب فی الکلام إذا صعد الإمام المنبر وخطب، رقم: ۵۳۰۴۔

(ا) ابوذر الغفاری، صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ان کے نام میں اختلاف ہے لیکن مشہور نام جندب بن جنادہ بن سفیان ہے۔ قدیم الاسلام ہیں۔ اسلام قبول کرنے والوں میں ان کا پانچواں نمبر ہے۔ آپ مشہور صحابی عمرو بن عبسہؓ کے اخیافی بھائی ہیں۔ آپ سے ۱۲۸ أحادیث مروی ہیں۔ آپ نے خلافت عثمان میں ۳۲ھ میں ربذۃ کے مقام پر وفات پائی۔ دیکھیں: الدولابی، الکنی والاسماء، ج ۱، ص ۵۱، رقم: ۶۹ ؛ ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۴۷، رقم: ۱۵ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۴، ص ۲۱۶، رقم : ۲۹۷۴۔

(أ) بیہقیؒ شعب الایمان میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا جب سورۂ براءت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں لوگوں کی خاطر داری کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

(ب) ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: سورۂ براءت میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کیوں نہیں لکھی گئی؟ تو آپ نے فرمایا: کیونکہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم امان ہے اور سورۂ براءت تلوار کے ساتھ نازل ہوئی۔

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ (1) فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ (2)

ترجمہ" (اے اہل اسلام) خدا اور اس کے رسول کی طرف سے جن مشرکوں سے تم نے عہد کررکھا تھا بیزاری (اور جنگ کی تیاری) ہے تو (مشرکو تم) زمین میں چار مہینے چل پھرلو اور جان رکھو کہ تم خدا کو عاجز نہ کرسکو گے۔ اور یہ بھی کہ خدا کافروں کو رسوا کرنے والا ہے"۔

(ج) ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور بن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا کہ اس آیت میں الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ سے مراد بنی خزاعہ (۱)، بنی مدلج اور دیگر وہ قبائل ہیں جن کے ساتھ معاہدہ کیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب غزوۂ تبوک سے فارغ ہو کر تشریف لائے، تو آپ ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا: پھر فرمایا کہ بیت اللہ شریف میں مشرکین بھی حاضر ہوتے ہیں اور وہ ننگے بدن طواف کرتے ہیں۔ لہٰذا میں پسند نہیں کرتا کہ اس حالت میں حج کروں۔ یہاں تک کہ ایسا ہونا بند نہ ہو جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان دونوں نے ذوالمجاز (۲) اور دیگر ان مقامات پر لوگوں میں چکر لگایا جن جگہوں میں اور حاجیوں

(أ) البیہقی، شعب الایمان، کتاب حسن الخلق، فصل فی الحلم والتؤدۃ والرفق، رقم:۸۱۱۷۔ **(حکم)** شیخ البانی نے اس روایت کو موضوع کہا ہے (البانی، السلسلۃ الضعیفۃ، رقم: ۶۹۵، ۸۱۱)۔

(ب) ابوالشیخ اور ابن مردویہ کی روایتیں ان کی دستیاب کتب میں نہیں ملیں۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۳۶۴؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۹۲۱۷، ۹۲۲۰۔

(۱) بنوخزاعہ: قحطانیوں میں سے ازد کا قبیلہ ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کے حلیف بن گئے اور پھر یہی لوگ فتح مکہ کا سبب بنے۔ دیکھیں: عمر رضا، معجم قبائل العرب، ج ۱، ص ۳۳۸؛ سید فضل الرحمٰن، فرہنگ سیرت، ص ۱۱۴۔

(۲) ذوالمجاز: عرفات سے ۳ میل کے فاصلے پر کبکب کے نواح میں عرب کا ایک مشہور بازار اور میلہ کا نام تھا۔ مَجَنَّة میں بیس روز قیام کرنے کے بعد لوگ اس میلے میں آتے اور ایام حج تک مقیم رہتے تھے۔ دیکھیں: یاقوت الحموی، معجم البلدان، ج ۵، ص ۵۵، ۵۸؛ سید فضل الرحمٰن، فرہنگ سیرت، ص ۱۵۸۔

کے جمع ہونے کے مقامت میں وہ خرید وفروخت کرتے تھے اور جن سے معاہدہ تھاانہیں جاکر بتایا کہ انہیں چار ماہ تک امن ہے اور وہ اشہر حرام ہیں جو مسلسل گزرتے ہیں۔ذوالحجہ کے آخری بیس دنوں سے لے کر ربیع الاول کے پہلے دس دن گزرنے تک ہیں۔ پھر آپ نے ان سے عہد لیا اور تمام لوگوں کو جنگ کے بارے میں آگاہ کیا یہاں تک کہ وہ مرجائیں۔

(أ) عبد اللہ احمد بن حنبل نے زوائد المسند میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب سورۂ برات کی دس آیتیں نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلایا تاکہ آپ یہ آیات اہل مکہ کو پڑھ کر سنائیں۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور ارشادفرمایا: ابوبکر کو جاملو، جہاں بھی تمہاری ان سے ملاقات ہو جائے ان سے کتاب لے لو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوٹ کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ! ﷺ کیا میرے بارے میں کوئی حکم نازل ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں لیکن جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا: آپ یا آپ کے اہل بیت کے کسی آدمی کے سوا کوئی بھی وہ حکم آپ کی جانب سے نہیں پہنچا سکے گا۔

(ب) ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسنؓ کہا ہے، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سورۂ برات کے ساتھ بھیجا۔ پھر آپ کو بلالیا اور فرمایا کسی کو نہیں چاہیے کہ وہ یہ حکم ان تک پہنچائے سوائے میرے اہل کے کسی آدمی کے، پھر آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور وہ انہیں عطا فرمائی۔

(ج) ابن مردویہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سورۂ برأت عطا فرما کر اہل مکہ کی طرف بھیجا۔ پھر علی رضی اللہ کو ان کے پیچھے بھیجا اور انہوں نے وہ سورت ان سے لے لی۔تو اس کے سبب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ میں کچھ (ملال سا) پایا۔تو نبی ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! میرے اور میرے اہل کے کسی آدمی کے سوا میری طرف سے وہ کوئی نہیں پہنچا سکتا۔

(أ) مسنداحمد بن حنبل، مسندالخلفاء الراشدین، مسند علی ابن ابی طالب، رقم:۱۲۹۷۔ **(حکم)** مسند احمد کے محققین نے اس کے اسناد کو ضعیف کہاہے ؛تفسیر ابن کثیر، التوبۃ، ج ۴، ص ۱۰۵۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل،فضائل علي بن ابی طالب ،رقم: ۳۲۱۳۵ ؛مسنداحمد، مسندالمکثرین من الصحابۃ،مسندأنس بن مالک رضی اللہ عنہ، رقم: ۱۳۲۱۴، ۱۴۰۱۹ ؛ الترمذی، سنن الترمذی،کتاب تفسیرالقرآن ،باب سورۃالتوبۃ، رقم: ۳۰۹۰۔**(حکم)** حسن لإسناد۔دیکھیں:البانی، صحیح سنن الترمذی، رقم: ۲۴۶۷۔

(ج) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ) امام ابن ابی حاتم نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو چار احکام دے کر بھیجا کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرے گا۔ اس سال کے بعد مسلمان اور مشرکین جمع نہیں ہوں گے، جس کسی کے درمیان اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کوئی عہد ہے تو وہ اپنے معاہدہ تک باقی رہے گا اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ مشرکین سے بری الذمہ ہیں۔

(ب) امام احمد، نسائی، ابن منذر اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس وقت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھیجا۔ آپ ﷺ نے چار احکام کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرے گا، اس سال کے بعد مسلمان اور مشرکین جمع نہیں ہوں گے، جس کسی کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی عہد ہے تو وہ اپنے عہد کی پاس داری کرے گا اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اللہ مشرکین سے بری ہیں۔

(ج) امام احمد، نسائی، ابن منذر اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس وقت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب انہیں رسول اللہ ﷺ نے سورۂ برات دے کر اہل مکہ کی طرف بھیجا، پس ہم یہ اعلان کرتے تھے کہ مؤمن کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرے گا جس کسی کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ ہے تو اس کا معاملہ یا اس کی مدت چار ماہ تک ہے جب چارہ ماہ گزر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ مشرکین سے بری الذمہ ہیں اور اس سال کے بعد کوئی مشرک اس بیت اللہ شریف کا حج نہیں کرے گا۔

(د) عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے سعید بن المسیب کی سند سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ابوبکر کے حج کے دوران برأت کا اعلان کریں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر نبی ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو ہمارے پیچھے بھیجا اور انہیں حکم فرمایا کہ وہ برات کا اعلان کریں گے۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ احکام حج بیان کریں گے جیسا کہ ان کا فریضہ ہے۔ یا فرمایا: ابوبکر اپنی ہیئت پر قائم رہیں گے۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃالتوبۃ، رقم: ۹۲۲۳۔

(ب) مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند ابی ھریرۃؓ، رقم: ۷۹۷۷ ؛ النسائی، سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب قولہ عزوجل: خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ...رقم: ۲۹۵۸۔ (حکم) صحیح۔دیکھیں:(البانی، ارواء الغلیل، کتاب الحج، فصل، ۱۱۰۱، ج ۴، ص۳۰۰، ۳۰۱)۔

(ج) مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند ابی ھریرۃ، رقم: ۷۹۷۷ ؛ النسائی، السنن الکبریٰ،کتاب الحج،باب قال فنزلت یابنی آدم خذوا زینتکم.....، رقم: ۲۹۴۹۔

(د) عبدالرزاق، تفسیر الصعانی، ج ۱، ص ۲۵۶؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۹۹۴۸۔

(أ) ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا: پھر علی رضی اللہ عنہ کو احکام برأت عطا فرما کر آپ کے پیچھے بھیجا۔ پھر آئندہ سال نبی ﷺ نے حج ادا فرمایا: پھر واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ کا وصال ہوگیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو والی (خلیفہ) بنایا گیا۔ پھر آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کیا۔ پھر آئندہ سال ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج ادا کیا پھر وصال فرما گئے۔ ۔پھر عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا پھر اس کے بعد آپ حج کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوگیا۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے بھی عبدالرحمٰن بن عوف کو ہی عامل حج مقرر کیا۔ پھر آپ حج کرتے رہے یہاں تک کہ شہید کردیے گئے۔

(ب) ابن حبان اور ابن مردویہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ آپ کی جانب سے وہ برأت کے احکام پہنچائیں۔ پس جب آپ کو بھیج چکے تو پھر علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور فرمایا: اے علی ! رضی اللہ عنہ میرے یا تیرے سوا وہ احکام کوئی نہیں پہنچا سکے گا۔ چنانچہ آپ کو اپنی اونٹی عضباء پر سوار کیا اور وہ چل پڑے حتی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے جاملے اور ان سے سورۂ برأت لے لی۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس ڈر اور خوف کے ساتھ ملاقات کی کہ ان کے بارے میں کوئی حکم نازل ہوچکا ہے۔ پس جب حاضری کا شرف حاصل ہوچکا تو عرض کی یا رسول اللہ ! ﷺ میرے لیے کیا (حکم) ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو غار میں میرا بھائی اور بہترین ساتھی ہے اور حوض پر تو میرے ساتھ ہوگا۔ مگر وہ (سورۂ برات کے احکام) میرے یا میرے اہل بیت کے کسی فرد کے سوا اور کوئی نہیں پہنچا سکتا۔

(ج) ابن مردویہ نے ابورافع رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سورۂ برات کے احکام کے ساتھ حج کے لیے بھیجا۔ تو جبرائیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: بلاشبہ آپ یا آپ کے اہل کے کسی فرد کے سوا وہ احکام کوئی ہرگز نہیں پہنچا سکے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے پیچھے علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان آپ ان سے جاملے اور وہ احکام ان سے لے لیے اور پھر حج کے دوران لوگوں کو پڑھ کر سنائے۔

(أ) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) ابن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، باب اخبارہ ﷺ عما یکون فی أمتہ من الفتن، رقم: ۶۶۴۴۔ **(حکم)** صحیح ابن حبان کے محقق شعیب الأرنؤوط نے اس کے اسناد کو ضعیف کہا ہے۔

(ج) ابن مردیہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ) امام بخاری، مسلم، ابن منذر، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں روایت نقل کی ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حج میں اعلان کرنے والوں میں سے مجھے بھی بلا بھیجا اور آپ نے انہیں یوم نحر کو بھیجا کہ وہ منی میں یہ اعلان کریں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور ننگے بدن کوئی طواف نہیں کرے گا پھر نبی کریم ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ برأت کا اعلان کریں۔ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ یوم نحر کو اہل منیٰ میں برأت کا اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ ہی کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف کرے۔

(ب) امام ترمذی اور آپ اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن ابی حاتم، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ کو بھیجا اور حکم فرمایا کہ وہ ان کلمات کا اعلان کردیں۔ پھر ان کے پیچھے علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انہیں ان کلمات کا اعلان کرنے کا حکم فرمایا: پس دونوں گئے اور دونوں نے حج ادا کیا۔ اور علی رضی اللہ عنہ نے ایام تشریق کے دوران کھڑے ہوکر یہ اعلان فرمایا "أَنَّ اللّٰهَ بَرِیۡٓءٌ مِّنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ ۝ فَسِیۡحُوۡا فِی الۡاَرۡضِ اَرۡبَعَةَ اَشۡهُرٍ اور اس سال کے بعد کوئی مشرک قطعاً حج نہیں کرے گا، نہ کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف کرے گا اور مومن کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ پس علی رضی اللہ عنہ یہ اعلان کرتے رہے۔

(أ) صحیح بخاری، أبواب الصلاۃ فی الثیاب، باب ما یستر العورۃ، رقم: ۳۶۲، ۳۰۰۶، ۴۳۲۸، ۴۳۷۹ ؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب لا یحج البیت مشرک ولا یطوف بالبیت عریان، رقم: ۱۳۴۷ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب جماع أبواب غزوۃ تبوک، ج ۵، ص ۲۹۵، ۲۹۶۔

(ب) الترمذی، سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب سورۃ التوبۃ، رقم: ۳۰۹۱ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۹۲۱۵؛ الحاکم، المستدرک، کتاب المغازی والسرایا، رقم: ۴۳۷۵ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب: جماع أبواب غزوۃ تبوک، ج ۵، ص ۲۹۶، ۲۹۷۔ (حکم) صحیح ۔دیکھیں: (محمد ناصر الدین البانی، صحیح سنن ترمذی، إشراف وتعلیق، زھیر الشاویش، مکتب التربیۃ الریاض، ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸م، رقم: ۲۴۶۸)۔

(أ) سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ترمذی، ابن منذر، نحاس، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں زید(۱) بن تبیع رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کون سی شے کے ساتھ آپ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج پر بھیجا گیا؟ تو آپ نے فرمایا: چار چیزوں کے ساتھ۔ (اور وہ یہ ہیں) کہ نفس مومنہ کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا، کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرے گا، اس سال کے بعد مومن اور کافر مسجد حرام میں جمع نہیں ہوں گے اور جس کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے تو اس کا عہد اپنی مدت تک برقرار رہے گا اور جس کا کوئی عہد نہیں تو اس کے لیے مدت چار مہینے ہیں۔ ترمذی اور حاکم دونوں نے کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔

(ب) اسحاق بن راہویہ، دارمی، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیقہی نے دلائل میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج پر بھیجا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ کو برأت کے احکام کے ساتھ بھیجا۔ پس انہوں نے موقف حج میں لوگوں کو مکمل سورۂ برأت پڑھ کر سنائی۔

(أ) التفسیر من سنن سعید بن منصور، ص ۱۵۳، رقم: ۹۵۲؛ مسند احمد بن حنبل، مسند العشرة المبشرة بالجنة، مسند علیؓ بن ابی طالب، رقم: ۵۹۴ ؛ الترمذی، سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب سورة التوبة، رقم: ۳۰۹۲ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب المغازی والسرایا، رقم: ۴۳۷۶ ؛ البیہقی، دلائل النبوة، باب جماع أبواب غزوة تبوک، ج ۵، ص ۲۹۷ ؛ النحاس، الناسخ والمنسوخ، ص ۴۸۸ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب من کان یأمر بتعلیم المناسک، رقم: ۱۴۶۹۴۔ (حکم) امام حاکم اور امام ذہبی نے التلخیص میں اس روایت کو ''صحیح علی شرط الشیخین'' کہا ہے۔

(ب) اسحاق بن راھویہ کی روایت: ابن حجر، فتح الباری، ج ۸، ص ۳۲۰ میں ملی ؛ الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، سنن الدارمی، تحقیق فواز احمد زمرلی، خالد السبع العلمی، دار الکتاب العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۷ھ ، کل اجزاء: ۲، کتاب المناسک، باب: فی خطبة الموسم، رقم: ۱۹۱۵ ؛ النسائی، سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب الخطبة قبل یوم الترویة، رقم: ۲۹۹۳ ؛ ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق بن خزیمة، صحیح ابن خزیمة، تحقیق: د محمد مصطفیٰ الأعظمی، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۳۹۰ھ۔۱۹۷۰م، کل اجزاء : ۴، کتاب الوضوء ، باب: ذکر تعلیم الامام فی خطبة یوم، رقم: ۲۹۷۴ ؛ ابن حبان ، صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، باب اخباره ﷺ عما یکون فی أمته، رقم: ۶۶۴۵ ؛ البیہقی، دلائل النبوة، باب جماع أبواب غزوة تبوک، ج ۵، ص ۲۹۷، ۲۹۸۔ (حکم) ضعیف الاسناد۔ دیکھیں: (البانی، ضعیف سنن النسائی، رقم: ۱۹۵)

(۱) کتب التخریج میں زید بن تبیع کے بجائے زید بن یُثیع'' ہے۔ زید بن یثیع یا ابن اثیع الھمدانی الکوفی کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے۔ انھوں نے حذیفة بن الیمانؓ، علی بن ابی طالبؓ، ابوبکر الصدیقؓ اور ابوذر الغفاریؓ سے تحصیل علم کیا۔ ان سے صرف ابواسحاق السبیعی نے روایت کی ہے۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۳، ص ۴۰۸، رقم: ۱۳۵۶ ؛ ابن حجر، تہذیب، ج ۲، ص ۵۶۱، رقم: ۲۵۴۲۔

(أ) بیہقیؒ نے دلائل میں عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ۹ ہجری میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لوگوں پر امیر بنا کر بھیجا اور آپ کو حج کے احکام لکھ کر دیے۔ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو سورۂ برأت کی آیات عطا فرما کر بھیجا اور انہیں حکم فرمایا کہ وہ مکہ مکرمہ، منیٰ، عرفات اور تمام مشاعر حج میں ان کا اعلان فرمائیں کہ اس سال کے بعد جس مشرک نے بھی حج کیا اس کی ذمہ داری سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بری الذمہ ہے۔ یا جس کسی نے بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کیا اور جس کسی کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی عہد ہے اس کی مدت چار ماہ ہے۔ پس علی رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار ہو کر لوگوں میں چلتے رہے اور ان پر قرآن پڑھتے رہے۔ بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اور ان پر یہ آیت بھی پڑھی يَا بَنِيْ آدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (۱) الآیہ ـ اے آدم کی اولاد! پہن لیا کرو اپنا لباس ہر نماز کے وقت ـــــ‘‘

(ب) ابوالشیخ نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے سورۂ برات کے احکام کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا۔ تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ! ﷺ آپ مجھے بھیج رہے ہیں حالانکہ میں تو ایک کم عمر بچہ ہوں۔ مجھ سے قضاء کے بارے میں سوال کیے جائیں گے اور میں نہیں جانتا کہ میں کیا جواب دوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یہ سورت تو لے کر جائے یا پھر میں خود جاؤں۔ میں نے عرض کی: اگر یہ ضروری ہے تو پھر میں جاؤں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تیری زبان کو ثابت رکھے گا اور تیرے دل کی راہنمائی فرمائے گا۔ پھر فرمایا تم جاؤ اور یہ سورت لوگوں کو پڑھ کر سناؤ۔

(ج) ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ـــ الآیہ۔ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدے کر رکھے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے چار ماہ کی حد مقرر فرمائی کہ وہ ان میں جہاں چاہیں پھر سکتے ہیں۔ اور جن کا کوئی معاہدہ نہیں ان کی مقررہ حد چاروں اشہر حرام کا گزرنا ہے یعنی یوم نحر سے لے کر محرم کے گزرنے تک پچاس راتیں ہے۔ جب اشہر حرام گزر گئے

(أ) البیہقی، دلائل النبوۃ، باب جماع أبواب غزوۃ تبوک، ج ۵، ص ۲۹۸۔

(ب) نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سورۃ "برأۃ" کے ساتھ مکہ مکرمہ بھیجا تھا اور یہ بات پچھلے روایات سے ثابت ہوچکی ہے۔ جبکہ علیؓ کو یمن کی طرف ان کے درمیان فیصلہ کرانے کے لیے نبی کریم ﷺ نے بھیجا تھا۔ اور اسی بات سے حضرت علیؓ ڈر رہے تھے۔ جیسا کہ :(مسند احمد، مسند الخلفاء الراشدین، مسند علی بن ابی طالب، رقم: ۶۳۶، ابویعلی، مسند ابی یعلی، مسند علی بن ابی طالب، رقم: ۴۰۱، عبدالرحمٰن السیوطی، الخصائص الکبریٰ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ ـ ۱۹۸۵م ، ص ۱۱۴)۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۹۲۵۰، ۹۲۵۵۔

(۱) الاعراف : (۳۱)

تو آپ ﷺ کو حکم دیا کہ جن کے ساتھ معاہدہ ہے ان کے بارے میں تلوار اٹھالیں، اگر وہ اسلام میں داخل نہ ہوں اور جو کچھ ان کے ساتھ عہد وپیمان ہوا وہ توڑ دیں۔ اگر چہ پہلی شرط ختم ہو جائے۔" بجز ان لوگوں (اہل مکہ) کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا "۔

(أ) نحاس نے ناسخ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قوم کے کئی معاہدے تھے۔ تو اللہ تعالی نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ انہیں چارہ ماہ کی مہلت دیں، وہ ان میں سفر کرسکتے ہیں اس کے بعد ان کا کوئی، معاہدہ نہیں اور اس کے بعد سب باطل قرار دے دیا اور وہ قوم جن کا کوئی معاہدہ نہیں تھا تو ان کے لیے پچاس دنوں کی مدت مقرر کردی۔ یعنی بیس دن ذوالحجہ کے اور محرم شریف کا مکمل مہینہ۔ اسی کے متعلق اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: فَإِذَا انسَلَخَ الأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُواْ الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ (۱) " پھر جب گزر جائیں حرمت والے مہینے تو قتل کرو مشرکین کو جہاں بھی تم پاؤ انہیں "۔ اس آیت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کسی سے کوئی معاہدہ نہیں کیا۔

(ب) ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے معاہدوں سے برأت کا اعلان فرمایا: جیسا کہ اللہ تعالی نے ذکر فرمایا ہے۔

(ج) عبدالرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور نحاس نے بیان کیا ہے کہ فَسِيحُواْ فِي الأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ کی تفسیر میں زہری نے کہا: کہ یہ آیت شوال میں نازل ہوئی اور چار مہینوں سے مراد شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اورمحرم ہیں۔

وَأَذَانٌ مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الأَكْبَرِ أَنَّ اللّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُولُهُ فَإِن تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُواْ أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّهِ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُواْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (3)

ترجمہ " اور حج اکبر کے دن خدا اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو آگاہ کیاجاتا ہے کہ خدا مشرکوں سے بیزار ہے۔ اور اس کا رسول بھی (ان سے دست بردار ہے)۔ پس اگرتم توبہ کرلو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر نہ مانو(اور خدا سے مقابلہ کرو) تو جان رکھو کہ تم خدا کو ہرا نہیں سکو گے۔ اور (اے پیغمبر) کافروں کودکھ دینے والے عذاب کی خبر سنادو"۔

(أ) النحاس ، الناسخ والمنسوخ، ص ۴۸۶۔

(ب) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) عبدالرزاق، تفسیرالصنعانی، ج ۱ ، ص ۲۶۵ ؛ تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۶۳۶۶ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۹۲۲۱ ؛ النحاس، الناسخ والمنسوخ، ص ۴۸۷۔

(۱) التوبۃ : (۵)

(أ) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ کا معنی بیان کرتے ہوئے ابن زید نے کہا کہ یہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے اعلان عام ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے حکیم بن حمید سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے علی بن حسن رضی اللہ عنہما نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کا ایک نام کتاب اللہ میں ہے لیکن وہ اسے پہچانتے نہیں۔ میں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: کیا تم نے اللہ تعالی کا یہ ارشاد نہیں سنا: وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ قسم بخدا ! وہ اسم اذان ہے۔

(ج) امام ترمذی، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے حج اکبر کے دن کے بارے میں پوچھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ یوم النحر (قربانی کا دن) ہے۔

(د) ابن ابی شیبہ، ترمذی اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یوم الحج الاکبر سے مراد یوم نحر ہے۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۹۲۲۵۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۹۲۲۳۔ ابن کثیر نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں قرآن مجید کا کوئی حصہ خصوصی طور پر نازل نہیں ہوا۔ اور جو آیات مثلاً (إنما أنت منذر ولكل قوم هاد۔ الرعد: ۷)، (ويطعمون الطعام على حبه مسكيناً ويتيماً وأسيراً۔ الإنسان: ۸) اور اللہ تعالی کا یہ قول: (أجعلتم سقاية الحاج وعمارة المسجد الحرام كمن آمن بالله واليوم الآخر۔ التوبة: ۱۹) اور اس کے علاوہ دوسری آیات اور أحادیث جو علی رضی اللہ عنہ کے شان میں نازل ہوئی، ان میں سے کچھ بھی صحیح نہیں ہیں۔ جبکہ اللہ تعالی کا یہ قول: (هذان خصمان اختصموا في ربهم۔ الحج: ۱۹) تو یہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ یہ ایمان والوں میں سے حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدۃؓ کے بارے میں اور کافروں میں سے عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کے بارے میں نازل ہوئیں اور ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ جتنی آیات حضرت علیؓ کے بارے میں نازل ہوئیں اتنی کسی اور شخص کے بارے میں نازل نہیں ہوئیں۔ ایک دوسری روایت میں انہوں نے فرمایا کہ حضرت علیؓ کے شان میں تین سو آیات نازل ہوئیں۔ یہ دونوں اقوال صحیح نہیں ہیں۔ دیکھیں: (ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج ۷، ص ۳۵۸، ۳۵۹)۔

(ج) الترمذی، سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب سورۃ التوبۃ، رقم: ۳۰۸۸، ۹۵۷؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۹۲۲۶؛ ابن مردویہ کی روایت ملی جیسا کہ الزیلعی، تخریج الأحادیث والآثار فی الکشاف، ج ۲، ص ۵۲۔ **(حکم)** صحیح (البانی، صحیح سنن الترمذی، رقم: ۲۴۶۵)۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب فی یوم الحج الأکبر، رقم: ۱۵۱۰۹؛ الترمذی، سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب سورۃ التوبۃ، رقم: ۳۰۸۹، ۹۵۸۔ **(حکم)** صحیح (البانی صحیح سنن ترمذی، رقم: ۲۴۶۶)۔

(أ) ابن مردویہ نے سند ضعیف کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: چار چیزیں ہیں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے یاد کی ہیں اور وہ یہ ہیں صلوٰۃ وسطی سے مراد نماز عصر ہے، حج اکبر سے مراد یوم نحر ہے، ادبار السجود سے مراد مغرب کے بعد کی دو رکعتیں ہیں اور ادبار النجوم سے مراد نماز فجر سے پہلے کی دو رکعتیں ہیں۔

(ب) ترمذی اور ابن مردویہ نے عمرو بن الاحوص(۱) رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالی کی حمد و ثناء بیان کی اور ذکر و وعظ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: أی یوم أحرم، ای یوم أحرم؟ کون سا دن زیادہ حرمت والا ہے؟ تو لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ (یعنی حج اکبر کا دن)۔

(ج) امام ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے عبد اللہ(۲) بن قرط سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایام نحر میں سے اللہ تعالی کے نزدیک عظیم ترین دن یوم القر(۳) ہے۔ حاکم نے کہا یہ روایت صحیح ہے۔

(أ) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) الترمذی، سنن الترمذی، کتاب: تفسیر القرآن، باب سورۃ التوبۃ، رقم: ۳۰۸۷۔ **(حکم)** حسن (البانی، صحیح سنن ترمذی، رقم: ۲۴۶۴)۔

(ج) ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب فی الھدي إذا عطب قبل أن یبلغ، رقم: ۱۷۶۵ ؛ النسائی، السنن الکبری، کتاب الحج، فضل یوم النحر، رقم: ۴۰۹۸ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الأضاحی، رقم: ۷۵۲۲۔ **(حکم)** صحیح (البانی، صحیح ابی داؤد، رقم: ۱۵۵۲) امام حاکم نے روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے۔

(۱) عمرو بن الأحوص بن جعفر بن کلاب الجشمی صحابی رسول ﷺ ہیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی ماں اور زوجہ کے ساتھ حاضر تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں جنگ یرموک میں بھی شرکت فرمائی۔ ان سے حجۃ الوداع کے متعلق حدیث مروی ہے۔ دیکھیں: ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ج ۳، ص ۶۶۴، رقم: ۳۸۵۳ ؛ ابن عبد البر، الاستیعاب، ج ۳، ص ۲۴۷، رقم: ۱۹۰۸ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۲، ص ۱۳۱۲، رقم: ۵۷۵۹ ؛ ابن قانع، معجم الصحابۃ، ج ۱۰، ص ۳۷۱۹۔

(۲) عبداللہ بن قرط ازدی، ثمالی، صحابی کا نام زمانۂ جاہلیت میں شیطان تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ رکھا۔ یرموک اور فتح دمشق میں شریک ہوئے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے حدیثیں روایت کی ہیں اور ان سے عضیف بن حارث، عمرو بن محصن اور سلیم بن عامر جنائزی وغیرہم نے روایت لی ہے۔ انھوں نے سرزمین روم میں ۵۶ھ میں شہادت پائی۔ ملاحظہ کریں: ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۳۰۵، رقم: ۴۶۱ ؛ ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ج ۳، ص ۱۵۰، رقم: ۱۳۲۷ ؛ ابن عبد البر، الاستیعاب، ج ۳، ص ۱۰۲، رقم: ۱۶۵۲ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۲، ص ۱۱۱۰، رقم: ۴۸۹۲۔

(۳) یوم القر: وہ دن جو یوم النحر کے بعد متصل آتا ہے اور وہ گیارہویں ذی الحجۃ کا دن ہے۔ (الزبیدی، تاج العروس، مادہ: ق ر ر)

(أ) ابن مردویہ نے ابن ابی اوفی(ا) رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ قربانی کا دن ہی یوم الحج الاکبر ہے۔

(ب) امام بخاری نے تعلیقاً، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابونعیم نے حلیہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حج ادا فرمایا تو اس دوران آپ نے قربانی کے دن (دسویں ذی الحجہ) جمرات کے درمیان وقوف فرمایا اور پوچھا: آج کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کی: آج یوم نحر ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہی دن یوم الحج الاکبر ہے۔

(ج) بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے ان لوگوں میں بھیجا جو یوم نحر کو منیٰ میں یہ اعلان کریں گے کہ سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے، کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرے، يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ سے مراد یوم نحر ہے اورحج اکبرحج ہے۔اسے اکبرلوگوں کےقول الحج الاصغر کی وجہ سے کہاگیا۔پس اس سال ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں تک یہ خبر پہنچادی۔ نتیجۃً جس سال رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع ادا فرمایا۔اس سال کسی مشرک نے حج ادا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادیا يَآيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓااِنَّمَاالْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ(۲) "اے ایمان والومشرکین توزے ناپاک ہیں"۔

(أ) ابن مردویہ کی روایت دستیاب کتب میں نہیں ملی۔

(ب) البخاری، صحیح بخاری، کتاب الحج، باب:الخطبۃ أیام منی، رقم: ۱۶۵۵ ؛ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب یوم الحج الأکبر، رقم: ۱۹۴۵ ؛ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ ،کتاب المناسک ، باب الخطبۃ یوم النحر ، رقم: ۳۰۵۸ ؛ تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۶۴۴۷ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۹۴۲۷ ؛ ابن مردویہ کی روایت جیساکہ-الزیلعی، تخریج الأحادیث فی الکشاف ، ج ۲، ص ۵۲ ؛ ابونعیم الاصبہانی، حلیۃالأولیاء، ج ۸، ص ۲۷۴۔

(ج) البخاری، صحیح البخاری، کتاب أبواب الجزیۃ والموادعۃ، باب: کیف ینبذ إلی أہل العہد، رقم: ۳۰۰۶، ۳۶۲ ؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب لا یحج البیت مشرک ولا یطوف بالبیت عریان، رقم: ۱۳۴۷ ؛ ابوداؤد ،سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب یوم الحج الأکبر، رقم: ۱۹۴۶ ، النسائی، سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب: قولہ عزوجل: خذوازینتکم، رقم: ۲۹۵۷۔

(ا) ابن ابی اوفی:عبداللہ یاعلقمہ بن خالدبن حارث بن ابی أسید، ابومعاویہ، ابن ابی اوفی کے نام سے مشہورہیں۔انھوں نے صلح حدیبیہ سے قبل اسلام قبول کیااور خیبر،حنین اور طائف کے غزوات میں شرکت فرمائی۔آخرعمرمیں آنکھوں سے معذورہوگئے تھے اور اسی حالت میں ۸۶ھ یا ۸۸ھ میں وفات پائی۔ آپ سے مروی روایات کی تعداد ۹۵ ہے۔دیکھیں: ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۶۴، رقم: ۳۹ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۲، ص ۱۰۱۱، رقم:۴۵۵۷ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۳، ص ۷، رقم: ۱۴۷۶ ؛ العجلی، تاریخ الثقات، ص ۶۴، رقم: ۳۹۔ (۲) التوبۃ : (۲۸)

(أ) ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے ذکرکیاہے۔کہ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایایوم الحج الاکبرسے مرادیوم نحر ہے۔

(ب) سعید بن منصور،ابن ابی شیبہ اورابن جریر نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیاہے کہ انہوں نے عیدالاضحیٰ کے دن خطبہ دیا۔اورفرمایاآج کادن قربانی کادن ہے۔آج کادن حج اکبرکادن ہے۔

(ج) ابن ابی شیبہ نے ابوجحیفہؓ(ا) سے روایت کیاہے۔کہ انہوں نے کہا حج اکبر کے دن سے مراد یوم نحر ہے۔

(د) ابن ابی شیبہ نے سعید بن جبیرؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حج اکبر سے مرادیوم نحر ہے۔

(ھ) عبدالرزاق،سعیدبن منصور، ابن ابی شیبہ،ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایاالحج الاکبر سے مرادیوم نحر ہے جس میں بال کٹوائے جاتے ہیں،اس میں خون بہایاجاتاہے (قربانی کے جانورذبح کیے جاتے ہیں) اوراسی میں حرام کردہ چیزیں حلال ہوجاتی ہیں(یعنی وہ چیزیں جو احرام باندھنے کے سبب حرام ہوجاتی ہیں یوم نحر کو احرام کھل جانے کے بعد وہ چیزیں حلال ہوجاتی ہیں)۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب: فی یوم الحج لأ کبر، رقم: ۱۵۱۱۵ ؛ تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۶۴۱۴۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب فی یوم الحج لأ کبر، رقم: ۱۵۱۱۱ ؛ تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۶۴۱۲ ؛ سعیدبن منصور، تفسیرمن سنن سعید بن منصور، ص ۱۵۳ ، رقم: ۹۵۶۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب فی یوم الحج لأ کبر، رقم: ۱۵۱۱۶۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب فی یوم الحج الأ کبر، رقم: ۱۵۱۰۶۔

(ھ) عبدالرزاق ، تفسیرالصنعانی ، ج ۱، ص ۲۶۷ ؛ سعیدبن منصور، تفسیرمن سنن سعیدبن منصور، ص ۱۵۳، رقم: ۹۵۴ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب فی یوم الحج لأ کبر، رقم: ۱۵۱۱۴، ۱۵۱۱۳۔

(ا) أبوجحیفہ : وہب بن عبداللہ بن مسلم بن جنادۃ، ابوجحیفہ عامری،سوائی، صغار صحابہ میں سے ہیں جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی اس وقت آپ سن رشدکونہیں پہنچے تھے لیکن آپ کی نبی کریم ﷺ سے سماع ثابت ہے۔ ان کی روایات کی تعداد ۴۵ ہے۔آپ نے بشربن مروان کے زمانے میں بصرہ میں ۷۲ھ (۶۹۱م) میں وفات پائی۔ ملاحظہ کریں: ابن الأثیر، أسدالغابۃ، ج ۵، ص ۳۹، رقم: ۵۷۶۱ ؛ ابن حزم ، اسماء الصحابۃالرواۃ، ص ۸۶، رقم: ۷۰ ؛ الدولابی ، الکنی والأ سماء ، ج ۱، ص ۴۱، رقم: ۴۵۔

(أ) طبرانی اورابن مردویہ نے سمرہ(۱) رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے نبی ﷺ نے فرمایا: یوم الحج الاکبر سے مراد وہ دن ہے جس دن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ مل کر حج ادا کیا(یعنی آپ امیرالحج تھے اور آپ نے لوگوں کو خطبہ حج دیا)۔

(ب) ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ کے بارے میں سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:ایک سال تھا جس میں مسلمانوں اور مشرکین نے تین دنوں میں حج ادا کیا اوریہودونصاریٰ نے تین دنوں میں اور متفقہ طور پر مسلمانوں،مشرکین اور یہودونصاریٰ کا حج چھ دنوں میں ہوا۔

(ج) ابن ابی شیبہ نے ابن عون(۲) سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے امام محمد سے یوم الحج الاکبر کے بارے میں پوچھا؟ تو انہوں نے فرمایا:اس سے مرادوہ دن ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کاحج اور اہل ملل کا حج باہم مل گئے۔

(أ) الطبرانی،المعجم الکبیر، ج ۷، ص ۲۱۵، رقم: ۶۸۹۴۔(حکم) الہیثمی نے کہاکہ اس کے رجال "الصحیح" کے رجال ہیں سوائے معاذبن ہشام کے، اور فرمایا:میں نے اپنے والدکی کتاب میں یہ بات موجود پائی۔دیکھیں:(الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب سورۃبراۃ، رقم:۱۱۰۳۶)۔

(ب) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب فی یوم الحج الأ کبر، رقم: ۱۵۱۰۷۔

(۱) سمرۃبن جندب بن ہلال الفزاری،صحابی ، مدینہ میں پیداہوئے اور بصرہ میں سکونت اختیار کی۔ وہ نبی کریم ﷺ اور ابوعبیدۃبن جراحؓ سے روایت کرتے ہیں ۔ان کے تلامذہ میں ثعلبہ بن عباد، الحسن البصری، سعدبن سمرۃبن جندب، سلیمان بن سمرۃبن جندب، زیدبن عقبہ شامل ہیں۔انھوں نے کوفہ یا بصرہ میں ۶۰ھ (۶۷۹م)میں وفات پائی۔ دیکھیں: البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۳، ص ۲۰۷ ؛ ابونعیم الاصبھانی، معرفۃالصحابۃ، ج ۳، ص ۱۴۱۵۔

(۲) ابن عون: عبداللہ بن عون ابن أرطبان المزنی، حافظ حدیث اور اہل بصرہ کے شیخ تھے۔انھوں نے ابراہیم النخعی، أنس بن سیرین، رجاء بن حیوۃ سے استفادہ کیا۔ ان کے تلامذہ میں سفیان الثوری، عبداللہ بن مبارک، سلیمان الأعمش، یحیٰ بن سعد القطان جیسے اپنے ذات میں بڑے علماء ومحدثین شامل ہیں۔انھوں نے ۱۵۰ھ(۷۶۷م)میں وفات پائی۔ ابن المبارک نے فرمایا: میں نے ابن عون سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ دیکھیں:ابن حبان، مشاہیرعلماء الأ مصار، ص ۱۵۰، رقم: ۵۱۲ ؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۵، ص ۱۶۳، رقم:۵۱۲ ؛ ابن حجر، تہذیب ، ج ۳، ص ۵۹۶، رقم: ۴۰۸۶۔

(أ) طبرانی نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے زمانہ میں فرمایا: یہ حج اکبر کا سال ہے۔فرمایا: مسلمانوں کا حج اور مشرکین کا حج لگاتار تین دنوں میں جمع ہوگئے ہیں۔پس مسلمانوں،مشرکین اور یہود ونصاریٰ کا حج مسلسل تین دنوں میں جمع ہوگیا اور جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے اس سال سے پہلے یہ اس طرح جمع نہیں ہوا اور نہ ہی قیامت قائم ہونے تک اس کے بعد جمع ہوگا۔

(ب) عبدالرزاق،ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ ان سے حج اکبر کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو انہوں نے کہا: تمہیں اور حج اکبر کو کیا ہے؟ یہ اس سال تھا جس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنا نائب بنایا اور آپ نے لوگوں کو حج پڑھایا۔اس میں مسلمان اور مشرکین سب اکٹھے تھے اس لیے اس کا نام حج اکبر رکھا گیا اور یہود ونصاریٰ کی عید باہم موافق ہوگئی۔

(ج) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن مسیّبؒ نے فرمایا: یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ سے مراد یوم نحر کے بعد متصل دوسرا دن ہے۔کیا آپ نہیں جانتے کہ امام اس میں خطبہ دیتا ہے۔

(د) ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے مسور(۱) بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم عرفہ (نویں ذوالحجہ کا دن) کو فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے۔

(ھ) ابن سعد،ابن ابی شیبہ،ابن جریر،ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حج اکبر یوم عرفہ ہے۔

(أ) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۷، ص ۲۵۶، رقم: ۷۰۴۰۔ **(حکم)** امام الہیثمی نے فرمایا کہ: اس کے رجال ثقہ ہیں لیکن متن منکر ہے۔(الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب سورۃ براءۃ، رقم: ۱۱۰۳۷)۔

(ب) عبدالرزاق، تفسیر الصنعانی، ج ۱، ص ۲۶۶ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۹۲۳۱۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۹۲۳۲۔ (د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۹۲۲۸۔

(ھ) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۷، ص ۱۲۵ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب فی یوم الحج الأکبر، رقم: ۱۵۱۰۷ ؛ تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۳۸۵ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۹۲۲۹۔

(۱) مسور بن مخرمۃ: (۲۔۶۴ھ/۶۲۴۔۶۸۳م) المسور بن مخرمہ بن نوفل بن اُھیب قریشی، ابوعبدالرحمٰن فضلاء وفقہاء صحابہ میں سے تھے۔عہد نبوی ﷺ میں صغیر السن تھے لیکن نبی کریم ﷺ سے سماع ثابت ہے۔فتح مکہ میں حاضر تھے اس وقت ان کی عمر چھ برس تھی جبکہ نبی کریم ﷺ کے وفات کے وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔خلفاء اربعہ کے علاوہ اکابر صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔ان کی روایات کی مجموعی تعداد ۲۲ ہے۔ابن زبیر کے زمانے میں مکہ کے محاصرہ کے دوران شہید ہوئے۔ دیکھیں: ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ج ۴، ص ۲۷۷، رقم: ۴۹۲۸ ؛ ابونعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۵، ص ۲۵۴۷ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۳، ص ۴۵۵، رقم: ۲۴۳۴۔

(أ) ابن جریر نے ابوالصہباء(۱) البکری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حج اکبر کے دن کے بارے میں پوچھا؟تو آپ نے فرمایا:وہ یوم عرفہ ہے۔

(ب) ابوعبید،ابن منذر،ابن ابی حاتم اورابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یوم عرفہ حج اکبرکادن ہے۔یہ فخرو مباہاۃ کادن ہے۔اللہ تعالیٰ آسمان کے فرشتوں میں اہل زمین کے بارے میں اظہار فخر فرماتا ہے۔اور فرماتا ہے وہ میرے پاس پراگندہ حال اور غبارآلود ہوکرآئے ہیں وہ میرے ساتھ ایمان لائے ہیں حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں۔مجھے اپنی عزت کی قسم!میں ضرور ان کی مغفرت فرماؤں گا۔

(ج) ابن جریر نے معقل بن داؤد سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:میں نے عرفہ کے دن ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ یہ حج اکبر ہے۔

(د) ابن ابی شیبہ نے شعبیؒ سے بیان کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا یہ حج اکبر ہے تو حج اصغر کیا ہے؟تو انہوں نے جواب دیا:رمضان المبارک میں عمرہ کرنا۔

(ھ) ابن ابی شیبہ نے ابو اسحاق سے یہ روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا:میں نے عبداللہ بن شداد(۲) سے حج اکبر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:حج اکبر یوم نحر ہے اور حج اصغر عمرہ ہے۔

(أ) ابن جریر ،تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۳۸۲۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ، رقم: ۹۳۳۰۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۳۸۷۔

(د) ابن ابی شیبہ، مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب فی عمرۃ رمضان وماجاء فیہا، رقم: ۱۳۰۲۹۔

(ھ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب فی یوم الحج الاکبر، رقم: ۱۵۱۰۸۔

(۱) صہیب ابوالصہباء البکری، البصری، یا مدنی ابن عباس کے غلام تھے۔انھوں نے عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ مسعودؓ اور علی بن ابی طالبؓ سے تحصیل علم کیا۔ان کے تلامذہ میں سے سعید بن جبیر، طاؤس بن کیسان ، یحییٰ بن الجزار شامل ہیں۔ابُوزرعۃ نے انھیں ثقہ جبکہ النسائی نے ضعیف کہا ہے۔دیکھیں: البخاری،التاریخ الکبیر، ج ۴، ص ۳۱۵ ، رقم: ۲۹۶۴ ؛ الذہبی، من تکلم فیہ وہو موثق، ص ۱۰۱، رقم: ۱۶۴ ؛ ابن حجر، تہذیب ، ج ۳، ص ۲۵۸، رقم: ۳۴۴۴۔

(۲) عبداللہ بن شداد بن الھاد، ابوالولید المدنی کبار تابعین میں سے ہیں۔ان کے شیوخ میں شداد بن الھاد(والد)، طلحۃ بن عبیداللہ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ حضرت میمونہؓ اور اسماء بنت عمیسؓ شامل ہیں۔ان کی ماں سلمیٰ بنت عمیس اور خالہ اسماء بنت عمیس اُم المؤمنین حضرت میمونہؓ کی اخیافی بہنیں تھیں۔انھوں نے ۸۱ھ کے بعد کوفہ میں وفات پائی۔ دیکھیں: احمد بن الکلاباذی، الہدایۃ والإرشاد، ص ۴۱۰، رقم: ۵۸۷ ؛ ابن حجر، تہذیب، ج ۳، ص ۵۰۹، رقم: ۳۹۲۷۔

(أ) ابن ابی شیبہ نے ذکرکیا ہے کہ مجاہد نے فرمایا: کہاجاتا ہے عمرہ بھی حج اصغر ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ارشادباری تعالیٰ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ تفسیر میں ابوخیوہ نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ مشرکین سے بری ہے اوراس کا رسول ﷺ بھی ان سے بری ہے۔

(ج) ابوبکر محمد بن قاسم انباری(۱) نے کتاب الوقف والابتداء میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں ابن ابی ملیکہؒ سے یہ قول بیان کیاہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک اعرابی آیا،اورکہا: کون مجھے وہ پڑھائے گاجواللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمایاہے؟تو اسے ایک آدمی نے پڑھایا اَنَّ اللّٰہَ بَرِیٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلِہٖ اس نے رَسُوْلِہٖ کالفظ جرّیعنی زیر کے پڑھا۔تواعرابی نے کہا: کیااللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بری ہے؟اگراللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے بری ہوگیاتو میں بھی اس سے بری ہوجاؤں گا،جب اعرابی کی یہ گفتگو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے اسے بلایااورکہا:اے اعرابی!کیاتو رسول ﷺ اللہ سے بری الذمہ ہوجائے گا؟اس نے جواب دیا:اے امیرالمومنین!میں مدینہ طیبہ آیااور میں قرآن کریم نہیں جانتا تھا،تو میں نے پوچھا: مجھے کون پڑھائے گا؟ ایک آدمی نے مجھے یہ سورۂ برأت پڑھائی اوراس نے پڑھا اَنَّ اللّٰہَ بَرِیٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلِہٖ تو میں نے کہا: اگراللہ اپنے رسول ﷺ سے بری ہوگاتو میں بھی اس سے بری ہوجاؤں گا۔یہ سن کرعمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اعرابی!یہ اس طرح نہیں ہے۔اس نے استفسارکیا:اے امیرالمومنین!یہ کیسے ہے؟تو آپ نے جواباً فرمایا: اَنَّ اللّٰہَ بَرِیٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ تو پھراعرابی نے کہا:قسم بخدا!میں بھی اس سے برأت کااظہارکرتاہوں جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم ﷺ نے برأت کااظہارفرمایاہے۔تب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ حکم صادرفرمادیا عالم لغت کے سوا لوگوں کو کوئی نہ پڑھائے اورآپ نے

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب من کان یری العمرۃ فریضۃ، رقم: ۱۳۶۶۵۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۹۲۳۴۔

(ج) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۲۵، ص ۱۹۱ ، ۱۹۲۔

(۱) ابن الانباری(۲۷۱۔۳۲۸ھ/۸۸۴۔۹۴۰م) محمد بن القاسم بن محمد بن بشار، ابوبکرالأنباری، شیخ الأدب، فرات کے شہرانبارمیں پیداہوئے اور بغدادمیں وفات پائی۔ اپنے حفظ، صدق اورپارسائی کی وجہ سے منتخب زمانہ تھے۔وہ سند کے ساتھ اپنی روایات زبانی املاء کرایاکرتے تھے۔ وہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں ''شرح الالفات''، ''الأضداد'' اور''غریب الحدیث'' شامل ہیں۔ ملاحظہ کریں:الذہبی، العبر، ج ۱، ص ۳۱۳ ؛ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ج ۳، ص ۳۰۹ ؛ الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۳۹۹ ؛ السمعانی، الأنساب، ج ۱، ص ۲۲۱، رقم: ۶۳۲۔

ابولأ سودؒ(۱) کوحکم دیاتوانہوں نے علم نحووضع کیا۔

(أ) ابن الانباری نے عبادمہلبی(۲) سے یہ قول بیان کیاہے کہ ابوالاسوددؤلی نے ایک آدمی کو وَرَسُوْلُـهُ کے الفاظ کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہوئے سناتو کہا: میں یہ وسعت اور صلاحیت رکھتاہوں کہ ایسے اصول وضع کروں جن کے سبب ایسی غلطی کی اصلاح ہوجائے یااسی مفہوم کاکوئی کلام انہوں نے فرمایا۔

:رہایہ ارشادخداوندی وَبَشِّرِالَّذِیْنَ کَفَرُوْابِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔تو اس کے بارے میں

(ب) ابن ابی حاتم نے محمد بن مسعر سے یہ قول بیان کی ہے کہ سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا، کیا بشارت مکروہ اور ناپسندیدہ شے کے بارے میں ہوتی ہے؟ توانہوں نے فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالی کا یہ ارشادنہیں سنا: وَبَشِّرِالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِعَذَابٍ أَلِیْمٍ.

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئاً وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَداً فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَى مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (4)

"البتہ جن مشرکوں کے ساتھ تم نے عہد کیاہو اور انہوں نے تمہارا کسی طرح کا قصور نہ کیا ہو اورنہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی ہوتو جس مدت تک اُن کے ساتھ عہد کیا ہو اُسے پورا کرو۔بے شک خدا پرہیزگاروں کو دوست رکھتاہے"۔

(أ) ابن الانباری کی روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۹۲۳۷۔

(۱) ابولأ سودالدیلی یا الدوٗلی، ظالم بن عمروبن سفیان کبارتابعین میں سے ہیں۔واقدی کی روایت کے مطابق انھوں نے عہدنبی ﷺمیں اسلام قبول کیا۔لیکن نبی ﷺ سے اور ابوبکرالصدیقؓ سے ان کی روایت مرسل ہوتی ہے۔سب سے پہلے انھوں نے علم النحو وضع کیا۔آپ نے ۶۹ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں:البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۶، ص ۳۳۴، رقم: ۲۵۶۳ ؛ ابن حبان، مشاہیر علماء الأ مصار،ص ۹۴، رقم: ۶۹۴ ؛ ابوسعیدالعلائی،جامع التحصیل فی احکام المراسیل ، ص ۲۰۳، رقم: ۳۱۶ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۴، ص ۸۱، رقم: ۲۸۔

(۲) عباد مہلبی: عبادبن عبادبن حبیب بن المہلب بن ابی صفرۃ، المہلبی، ابومعاویہ لأ زدی، البصری العتکی کے شیوخ میں ابوجمرۃ، ہشام بن عروۃ، عاصم بن سلیمان شامل ہیں۔ جبکہ ان سے مسدد ، امام احمدبن حنبل،یحیی بن معین ، حسن بن عرفہ جیسے بڑے بڑے محدثین نے استفادہ کیا۔ابن سعدنے کہا کہ وہ حدیث میں قوی نہیں تھے۔انھوں نے ۱۷۹ھ یا ۱۸۱ھ میں خلافت ہارون میں وفات پائی۔ دیکھیں:البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۶،ص ۴۰، رقم: ۱۶۲۶ ؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۷، ص ۲۹۰ ؛ ابن حبان، مشاہیرعلماء الأ مصار، ص ۱۶۱، رقم: ۱۲۷۵ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء ، ج ۸، ص ۲۹۴، رقم: ۷۷۔

(أ) ابن ابی حاتم نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس میں مشرکین سے مراد قریش کے وہ مشرک ہیں جن سے حدیبیہ کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ کیا تھا۔ یوم نحر کے بعد چار ماہ تک ان کی مدت باقی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم ارشاد فرمایا کہ آپ ان کے اس معاہدے کی مدت کو پورا کریں۔

(ب) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے اسی آیت کے بارے میں محمد بن عباد بن جعفر سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ مشرکین بنی بکر بن کنانہ سے بنو خزیمہ(۱) بن عامر ہیں۔

(ج) ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا۔ الآیہ۔ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر مشرکین اپنا عہد توڑدیں اور وہ دشمن پر غلبہ پالیں تو ان کے لیے کوئی معاہدہ نہیں۔ اگر وہ اس عہد کو پورا کریں جو رسول اللہ ﷺ اور ان کے درمیان قائم ہے اور وہ آپ پر غلبہ پانے کی کوشش نہ کریں تب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم ارشاد فرمایا ہے کہ آپ ان کے عہد کو قائم رکھیں اور اسے پورا کریں۔

(د) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ : فَأَتِمُّوٓا۟ إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ کے بارے میں مجاہدؒ نے فرمایا کہ بنی مدلج اور خزاعہ کا ایک معاہدہ تھا تو اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ ارشاد فرمایا۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۹۲۳۸، ۹۲۳۹۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۹۲۴۰۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۹۲۴۱۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۹۲۴۲۔

(۱) مصدر التخریج تفسیر ابن ابی حاتم میں "جذیمہ" ہے۔ جذیمہ بن عامر، بنو کنانہ کی ایک شاخ ہے۔ جذیمہ بن عامر بن عبد مناۃ بن کنانۃ، بنو جذیمہ کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ الغمیصاء میں رہتے تھے۔ خالد بن ولیدؓ نے ان کے ساتھ جنگ بھی لڑی تھی جو غزوۃ الغمیصاء کہلاتا ہے۔ دیکھیں: عمر رضا کحالۃ، معجم قبائل العرب، ج ۱، ص ۱۷۶ ؛ السھیلی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ أحمد، الروض الأنف فی شرح السیرۃ النبوۃ، لابن ہشام، تحقیق: عمر عبدالسلام السلامی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱، ۲۰۰۰م، کل اجزاء: ۷، ج ۷، ص ۲۶۳، ۲۶۴۔

(أ) ابوالشیخ نے اسی کے بارے میں سدیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنوضمرہ(۱) اور بنو مدلج بنی کنانہ میں سے دو قبیلے ہیں جومقام ینبع (۲) سے ہونے والے غزوۂ عسرہ(۳) میں یہ لوگ نبی کریم ﷺ کے حلیف تھے۔ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا پھر انہوں نے اپنے عہد کو دھوکہ کرتے ہوئے توڑا نہیں۔ وَلَمْ يُظَاهِرُوا اور نہ ہی انہوں نے تمہارے خلاف تمہارے دشمنوں کی مدد کی۔ فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ توان کا معاہدہ ان کی اس مدت مقررہ تک پورا کرو جس کی تم نے ان کے لیے شرط لگائی ہے۔ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ۔ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ہیں جواللہ تعالیٰ سے ان چیزوں کے بارے میں ڈرتے ہیں جواللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کی ہیں اور وہ عہد کو پورا کرتے ہیں۔راوی کا بیان ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد نبی کریم ﷺ نے کسی کے ساتھ بھی معاہدہ نہیں کیا۔

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (5)

” جب عزت کے مہینے گزرجائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ، قتل کردو اور پکڑلو اور گھیرلو اور ہرگھات کی جگہ اُن کی تاک میں بیٹھے رہو۔ پھراگر وہ توبہ کرلیں اورنماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو اُن کی راہ چھوڑدو۔ بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے“۔

(ب) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ سدیؒ نے کہا اشہرحرام سے مرادچارمہینے ہیں۔ذوالحجہ کے بیس دن،محرم،صفر،ربیع الاول اورربیع الثانی کے بیس دن۔

(أ) اُصل مصدر ”الدرالمنثور“ میں غزوۃالعسرۃ ہے۔جبکہ سیرت ابن ہشام اور البدایہ والنہایۃ میں غزوۃالعشیرۃ یا العسیرۃ ۔ابن کثیر،البدایۃ ، ج ۳، ص ۲۴۷۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۷۵۲، رقم: ۹۲۵۱۔

(۱) بنوضمرہ ضمرہ بن بکربن عبد مناۃ بن کنانۃ عدنانیوں کا ایک بطن ہے جو مدینہ سے آٹھ منزل کی مسافت پرآباد تھے۔غزوۂ ودّان میں آپﷺ نے بنوضمرہ کے سردار وقت عمروبن مخشی الضمری سے حلیفانہ معاہدہ کیاتھا۔دیکھیں: معجم قبائل العرب، ج ۲، ص ۶۶۸؛ عبدالرحمٰن السھیلی، الروض الأنف، ج ۵، ص ۳۶ ؛ سیدفضل الرحمٰن، فرہنگ سیرت، ص ۶۴۔

(۲) ینبع:یہ مکہ اورمدینہ کے درمیان ایک مقام ہے جہاں پانی کے چشمے اور کھجورکے باغات ہیں اور زراعت ہوتی ہے۔بعض کے نزدیک یہ تہامہ میں واقع ہے۔ دیکھیں: یاقوت الحموی، معجم البلدان ، ج ۵، ص ۴۴۹۔

(۳) غزوۃالعشیرۃ :اس کو عُشیراء اور عُسیرۃ بھی کہتے ہیں۔جمادی الآخر ۲ ہجری (۶۲۳م) میں آپﷺ دوسو یا ڈیڑھ سو مہاجرین کے ساتھ قریش کے ایک قافلے کو روکنے کے لیے، عشیرہ روانہ ہوئے جوینبع کے قریب واقع ہے۔یہ قافلہ شام کی طرف جارہاتھا۔یہاں لڑائی کی نوبت نہیں آئی اور آپ بنومدلج اور ان کے حلیفوں سے معاہدہ فرماکر واپس تشریف لے آئے۔ دیکھیں: صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص ۲۷۲ ؛ ابن ہشام، السیرۃالنبویۃ، ج ۱، ص ۵۹۹۔

(أ) ابن ابی حاتم نے ضحاکؒ سے قول نقل کیا ہے کہ اشہرحرام سے مرادذوالقعدہ کے دس دن،ذوالحج اورمحرم ہیں اوریہ ستر راتیں ہیں۔

(ب) ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒنے کہا کہ اشہرحرام سے مرادوہی چارمہینے ہیں جن کے بارے میں یہ فرمایا فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ .

(ج) ابن منذرنے قتادہؒ سے اشہرحرام کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہارسول اللہ ﷺ اورقریش کے درمیان یوم نحر کے بعدچارماہ کا معاہدہ ہوا تھا۔ان کے لیے تو ان کے عہد کی بقیہ مدت تھی اور جن کا کوئی عہد نہیں تھا ان کے لیے محرم گزرنے کی مہلت تھی۔پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کوحکم فرمایا:جب یہ مدت گزرجائے تو آپ ان سے حل وحرم اوربیت اللہ کے پاس بھی قتال کریں یہاں تک کہ وہ یہ شہادت دیں لَاۤاِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ﷺ۔

(د) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ضحاکؒ نے کہا:کتاب اللہ میں ہر آیت جس میں نبی کریم ﷺاورمشرکین میں سے کسی کے درمیان معاہدے کاذکرہے اس کے اورہرقسم کے عہد کے منسوخ ہونے کی مدت سورۂ برأت ہے کیونکہ فرمایا خُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْالَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ۔

(ھ) ابن ابی حاتم نے ابن زیدؒ سے روایت کیاہے کہ انہوں نے فرمایا:وَاحْصُرُوْهُمْ کامعنی ہے ان پر حالات تنگ کردو اور وَاقْعُدُوْالَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ کامعنی ہے کہ تم انہیں نہ چھوڑو کہ وہ شہروں میں پھرتے رہیں اور نہ ہی تم انہیں تجارت کے لیے نکلنے دو۔

(و) ابن ابی حاتم نے ابوعمران جونی(۱) سے رایت کیاہے کہ انہوں نے کہا:کتاب اللہ میں رباط(چھاؤنی یادشمن کے مقابلہ کے لیے لشکر کے پڑاؤڈالنے کی جگہ)کاذکرہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:خُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْالَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ.

(أ) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص ١٧٥٢، رقم: ٩٢٥٢۔

(ب) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔ (ج) ابن منذرکی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی ۔

(د) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص ١٧٥٢، رقم: ٩٢٥٦۔

(ھ) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص ١٧٥٣، رقم: ٩٢٦٩، ٩٢٧٠۔

(و) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص ١٧٥٣، رقم: ٩٢٧١۔

(۱) ابوعمران الجونی عبدالملک بن حبیب الأزدی البصری نے أنس بن مالکؓ ،عمران بن حصین، عبداللہ بن الصامت اور زہیر بن عبداللہ البصری سے تحصیل علم کیا۔ان کے تلامذہ میں حمادبن زید، حمادبن سلمہ، ابن عون اور شعبہ شامل ہیں۔انھوں نے ۱۲۸سال کی عمرمیں ۱۲۳ھ میں وفات پائی۔دیکھیں:ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص ۹٦، رقم:٧٠٤؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۵، ص ۴۱۰، رقم : ۱۳۳۰ ؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۴، ص ۲۳٦، رقم: ۴۸۸۸۔

(أ) ابوداود نے ناسخ میں بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ کا حکم منسوخ ہوگیا اور اس میں استثناء کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ اور مزید فرمایا وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ (۱)

(ب) ابن ماجہ،محمد بن نصر مروزی نے کتاب الصلوٰۃ میں،بزار،ابویعلی،ابن جریر،ابن منذر،ابن ابی حاتم،ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے،ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ربیع بن انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:جوآدمی دنیا سے اس حال میں جدا ہوا کہ وہ یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ عبادت کے لائق صرف اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کے ساتھ ساتھ اس نے نماز قائم کی اورزکوٰۃ ادا کی تو وہ اس حال میں جدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے۔انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا دین وہی ہے جو رسول لے کرآئے اور انہوں نے باتوں کی تیزی اور خواہشات کے اختلاف سے قبل اپنے رب کی جانب سے اس کی تبلیغ فرمائی۔انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے جو اس آیت کے آخر میں نازل ہوا: فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ فرمایاان کی توبہ بتوں کوتوڑنا (ان کی پوجا پاٹ کو چھوڑنا) اوراپنے رب کی عبادت کرنا ہے۔

(ج) ابوالشیخ نے بیان کیاہے حضرت حسنؒ نے فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ کی تفسیر میں فرمایا: کہ اس آیت نے اہل مکہ کے خون کو حرام قراردیا ہے۔

(أ) امام ابوداود کی کتاب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) ابن ماجہ ، سنن ابن ماجہ ، باب فی الإیمان، رقم: ۷۰ ؛ محمد بن نصرالمروزی، تعظیم قدرالصلاۃ، تحقیق: د.عبدالرحمٰن عبدالجبارالفریوائی، مکتبۃ الدار ، المدینۃ المنورۃ، ط ۱، ۱۴۰۶ھ، کل اجزاء: ۲، أول فریضۃ بعدالإخلاص بالعبادۃللّٰہ الصلاۃ، رقم: ۲۰۱ ؛ البزار کی روایت۔جیساکہ: ابن کثیر، تفسیرالقرآن العظیم، ج ۴، ص ۱۱۶ میں ملی؛ ابویعلی۔جیساکہ: ابن حجر، المطالب العالیہ، کتاب الإیمان والتوحید، باب خصال الإیمان، رقم:۲۹۱۰ میں ملی ؛ تفسیرالطبری،سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۶۴۷۵ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۷۵۳، رقم: ۹۲۷۲ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب التفسیر،باب تفسیرسورۃالتوبۃ، رقم: ۳۲۷۷ ؛ ابن مردویہ کی روایت ۔ جیساکہ: ابن کثیر، تفسیرالقرآن العظیم، ج ۴، ص ۱۱۲ میں ملی: البیہقی،شعب الإیمان، اخلاص العمل للہ عزوجل وترک الریاء، رقم: ۶۴۴۰۔(حکم) ضعیف: (محمدناصرالدین البانی، ضعیف سنن ابن ماجہ، المکتب الاسلامی، بیروت، دمشق، ط ۱، ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸م ، رقم: ۱۲)

(ج) ابوالشیخ کی روایت نہیں ملی۔

(۱) التوبۃ : (۷)

(أ) ابوالشیخ نے قتادہؒ سے اس آیت کی ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگوں کے تین گروہ ہیں ایک مسلمان جن پر زکوٰۃ ہے ایک مشرک جن پر جزیہ ہے اور ایک گروہ حربیوں کا ہے جنھیں تجارت کے لیے پناہ اورامن دیاجاتا ہے۔بشرطیکہ وہ اپنے مال کا عشر(چنگی) ادا کریں۔

(ب) حاکم نے مصعب(۱) بن عبدالرحمٰن سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے مکہ مکرمہ فتح فرمایاپھرطائف چلے گئے اوران کا آٹھ(۲) یا سات دن تک محاصرہ کیا،پھرصبح وشام سفرکیا،پھرایک جگہ نزول فرمایا،پھردوپہر کے وقت سفرکیا،پھرفرمایا:اے لوگو!میں تمہارے لیے فرط ہوں اورمیں اپنی اہل بیت کے بارے میں تمھیں بھلائی اورخیرکی وصیت کرتاہوں۔تم سے ملاقات حوض پرہوگی۔قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے!تم ضرور بہ ضرورنماز قائم کروگے اورزکوٰۃ اداکرتے رہوگے یاتمہاری طرف میں اپنی جانب سے کوئی آدمی بھیجوں گایاوہ میری طرح ہی ہوگااوروہ ان میں سے قتال کرنے والوں کی گردنیں ماردے گااوران کی اولادوں کوقیدکرلے گا۔پس لوگوں نے خیال کیاکہ وہ ابوبکرہے یاعمررضی اللہ عنہماتو آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑااورفرمایا:وہ یہ ہے۔حاکم نے کہایہ روایت صحیح ہے۔

(أ) ابوالشیخ کی روایت نہیں ملی۔

(ب) الحاکم، المستدرک، کتاب الجہاد، رقم: ۲۵۵۹۔ **(حکم)** امام حاکم نے اس روایت کو صحیح الاسناد جبکہ امام ذہبی نے التلخیص میں فرمایا: طلحة لیس بعمدة۔

(۱) مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف الزہری، ابوزرارۃ، اہل مدینہ میں سے تھے اور ان کا شمار اپنے وقت کے شجاع اور بہادر لوگوں میں ہوتا تھا۔مروان بن حکم نے انھیں مدینہ کے محکمۂ پولیس کا عامل(آفیسر) بنایا تھا۔ جنھوں نے لوگوں پر سختی کرکے مدینہ کے خراب صورت کو پرامن بنایا۔ انھیں مدینہ میں ۶۳ھ (۶۸۲م) کوشہید کیا گیا۔ دیکھیں: ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۵، ص ۱۵۷؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۷، ص ۲۴۸ ؛ ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص ۶۸، رقم: ۴۶۱۔

(۲)محاصرہ طائف کی یہ مدت کتب تاریخ کے خلاف ہے۔صحیح مسلم کے روایت کے مطابق یہ محاصرہ چالیس دن تک جاری رہا۔ بعض اہل سیرنے اس کی مدت بیس دن، بعض نے دس دن سے زیادہ، بعض نے اٹھارہ اوربعض نے پندرہ دن بتائی ہے۔ دیکھیں: ابن حجر، فتح الباری، ج ۸، ص ۴۴ ؛ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج ۲، ص ۴۸۲ ؛ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب إعطاء المؤلفة قلوبہم، رقم: ۱۰۵۹۔

(أ) ابن سعد نے عبدالرحمن بن ربیع(۱) ظفری صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ایک انتہائی شجاع اور بہادر آدمی کی طرف قاصد بھیجا کہ اس سے صدقہ وصول کیا جائے۔ پس وہ قاصد اس کے پاس پہنچا تو اس نے اسے واپس لوٹا دیا تو پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کی طرف جاؤ۔ اگر وہ اپنا صدقہ نہ دے تو اسے قتل کر دو۔

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ (6) كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللَّهِ وَعِندَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (7)

"اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دو یہاں تک کہ کلام خدا سننے لگے۔ پھر اُس کو امن کی جگہ واپس پہنچا دو۔اس لیے کہ یہ بے خبر لوگ ہیں۔ بھلا مشرکوں کے لیے (جنہوں نے عہد توڑ ڈالا) خدا اور اس کے رسول کے نزدیک عہد کیونکر (قائم) رہ سکتا ہے، ہاں جن لوگوں کے ساتھ تم نے مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کے نزدیک عہد کیا ہے اگر وہ (اپنے عہد پر) قائم رہیں تو تم بھی (اپنے قول وقرار پر) قائم رہو۔بیشک خدا پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے"۔

(ب) ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ کی تفسیر میں مجاہدؒ نے کہا کہ جو فیصلہ اس کے خلاف کیا جارہا ہے اگر وہ اس کے موافق نہ ہو اور وہ اس کا قصد کرتا ہو تو اسے اس کی امن گاہ میں پہنچا دیجیے۔ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا۔

(ج) ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ضحاکؒ نے وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اسے حکم دیا ہے جس کسی نے کسی مشرک کو امن دینے کا ارادہ کیا کہ اگر وہ اسے قبول کرلے تو پھر ٹھیک ہے ورنہ وہ اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ اسے قبول کرلے اور حکم دیا کہ وہ ان پر ان کی اس حالت پر مال خرچ کریں۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۷۵۶، رقم: ۱۰۰۹۱۔ یہ روایت مجاہد کی بجائے ابن زید سے مروی ہے۔

(ج) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔روایت کے لیے دیکھیں : الشوکانی، فتح القدیر، سورۃ براۃ، ج ۲، ص ۳۳۸۔

(۱) عبدالرحمٰن بن الربیع الأنصاری الظفری کو البغوی، الطبری اور ابن شاہین نے صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ ان سے فاطمۃ بنت خشاف السلمیۃ نے روایت کی ہے جو خود بھی صحابیہ ہیں۔ دیکھیں: ابن حجر، الإصابۃ، ج ۲، ص ۱۱۵۹، رقم: ۵۱۱۸ ؛ ابن الأثیر، أسدالغابۃ، ج ۳، ص ۲۱۲، رقم: ۳۳۰۵۔

(أ) ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے فرمایا: کَلاَمَ اللّٰہِ سے مراد کتاب اللہ ہے۔

(ب) ابوالشیخ نے سدیؒ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے استثناء کی اورپھراسے منسوخ کرتے ہوئے کہا: وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلاَمَ اللّٰهِ اس کلام اللہ سے مرادآپ کا کلام قرآن کریم ہے۔پس اسے پناہ دو۔ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ، کی تفسیر میں فرماتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے شہر کی امن گاہ میں پہنچ جائے۔

(ج) ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ سعید(۱) بن ابی عروبہ نے کہا:ایک آدمی آئے جب وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے اوراس کااقرارکرے اوراس کے ساتھ اسلام قبول کرے تو یہ وہی ہے جس کی طرف دعوت دی گئی ہے اور اگر وہ انکارکرے اوراس کااقرارنہ کرے تواسے اس کی امن گاہ تک لوٹادو۔پھراس حکم کومنسوخ کرتے ہوئے فرمایا وَقَٰتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَآفَّةً۔

(د) ابن منذر اورابوالشیخ نے ذکرکیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: إِلاَّ الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ میں قریش کاذکر ہے۔

(ھ) ابن ابی حاتم نے ابن زید سے نقل کیا ہے کہ إِلاَّ الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ سے مرادقریش ہیں۔

(و) ابن ابی حاتم اورابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مقاتل نے کہا نبی کریم ﷺ کے ساتھ مشرکین میں سے بعض لوگوں نے معاہدہ کیااورآپ ﷺ نے بھی صرف بنی ضمرہ بن بکراورکنانہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ معاہدہ کیا۔آپ ﷺ نے مسجد حرام کے پاس ان سے معاہدہ کیا اوراس کی مدت چارمہینے مقررفرمائی۔یہی وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا : إِلاَّ الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُواْ لَكُمْ فَاسْتَقِيمُواْ لَهُمْ اس میں فرمایا جا رہا ہے جب

(أ) ، (ب) اور (ج) کی روایات مطلوبہ کتب میں نہیں ملیں۔الشوکانی ، فتح القدیر، سورۃ براءۃ، ج ۲، ص ۳۳۸ نے یہ روایتیں نقل کی ہیں

(د) ابن منذر کی روایت نہیں ملی۔

(ھ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۷۵۷، رقم: ۱۰۰۹۶۔

(و) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، رقم: ۱۰۰۹۳، ۱۰۰۹۸۔

(۱) سعیدبن ابی عروبہ ، مہران العدوی، ابوالنضر ، البصری نے حسن بصری، سلیمان الأعمش، نضربن أنس سے تحصیل علم کیا۔ان کے تلامذہ میں شعبہ،یحیی بن القطان، ابن المبارک، سفیان الثوری کے علاوہ ایک بڑی جماعت شامل ہے۔ابن سعدنے انھیں ثقہ،کثیرالحدیث لکھاہے۔آخری عمر میں اختلاط کاشکار ہوگئے تھے۔تدلیس کے وصف سے موصوف تھے۔انھوں نے ۱۵۶ھ(۷۷۳م) میں وفات پائی۔ دیکھیں: العجلی،تاریخ الثقات، ص ۱۸۷، رقم: ۵۵۸ ؛ ابن حجر، تقریب التھذیب، ج ۱، ص ۲۹۴، رقم: ۲۳۶۵ ؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۷، ص ۲۰۲، رقم: ۳۲۵۶ ؛ النسائی، ذکرالمدلسین، ص ۱۲۲، رقم: ۷۔

تک انہوں نے آپ کا عہد پورا کیا سوتم بھی ان کا عہد پورا کرو۔

(أ) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ سدی نے کہا کہ إِلاَّ الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سے مراد بنوخزیمہ بن فلاں ہیں۔

(ب) ابن حاتم اورابوالشیخ نے قتادہؓ سے روایت کیا ہے کہ إِلاَّ الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کا معاہدہ حدیبیہ کے دن ہوا۔اور فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ کی تفسیر میں فرمایا: کہ وہ قائم نہیں رہے اورانہوں نے تمہارا معاہدہ توڑدیااورانہوں نے نبی کریم ﷺ کے حلفاء بنی خزاعہ کے خلاف قریش کے حلفاء بنی بکر کی اعانت ومدد کی۔

كَيْفَ وَإِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لاَ يَرْقُبُواْ فِيْكُمْ إِلاًّ وَلاَ ذِمَّةً يُرْضُونَكُم بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَى قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ (8)

"(بھلا ان سے عہد) کیونکر(پورا کیاجائے جب ان کا یہ حال ہے) کہ اگر تم پرغلبہ پالیں تو نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہدکا۔ یہ منہ سے تو تمہیں خوش کردیتے ہیں لیکن ان کے دل (ان باتوں کو) قبول نہیں کرتے اور ان میں اکثرنافرمان ہیں"۔

(ج) ابن جریر،ابن منذر،ابن ابی حاتم اورابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے کہا کہ إِلاًّ وَلاَ سے مراد اللہ عزوجل ہے۔

(د) ابن منذراورابوالشیخ نے عکرمہ سے نقل کیا ہے کہ إِلاًّ وَلَا سے مراد اللہ ہے۔

(ھ) طستی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے اس سے کہا کہ مجھے قول باری تعالیٰ إِلاًّ وَلاَ ذِمَّةً کے بارے میں بتایئے تو آپ نے فرمایا إِلاًّ وَلاَ سے مرادقرابت اوررشتہ داری ہے اورذمہ سے مراد عہد ہے۔انہوں نے عرض کی۔کیاعرب اس معنی کوپہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایاہاں۔کیاتو نے شاعرکواس طرح کہتے نہیں سنا۔

جَزَى اللهُ آلاكَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ　　　　جَزَاءَ ظَلُوْمٍ لاَ يُؤَخِّرُ عَاجِلاً

"خبردارسنو!میرے اوران کے درمیان رشتہ قائم ہے،اللہ تعالیٰ اس کی جزاء عطافرمائے،اس ظالم کی جزاء کی طرح جس میں تاخیر نہیں کی جاتی"۔

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۷۵۶، رقم: ۱۰۰۹۴۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۷۵۷، رقم: ۱۰۰۹۷۔

(ج) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ ، رقم: ۱۶۴۹۹ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۷۵۸، رقم: ۱۰۰۰۴۔

(د) ابن منذر اور ابوالشیخ کی روایت ان کی دستیاب کتب میں نہیں ملی۔الشوکانی ، فتح القدیر، سورۃ براۃ، ج ۲، ص ۳۴۰ میں یہ روایت ذکرہے۔

(ھ) الطستی کی روایت الاتقان میں ملی۔دیکھیں:السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن،تحقیق: سعیدالمندوب، دارالفکر، لبنان، ط ۱، ۱۴۱۶ھ۔۱۹۹۶، کل اجزاء : ۲، ج ۱، ص ۳۴۴، رقم: ۲۳۴۶۔

(أ) ابن الانباری نے کتاب الوقف والابتداء میں میمون بن مہران سے روایت نقل کی ہے کہ نافع بن ازرق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کی۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مفہوم بتایئے لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً تو آپ نے فرمایا اس میں إِلًّا وَلَا سے مراد رشتہ داری ہے اور حسان بن ثابت رضی اللہ نے اس بارے میں کہا ہے:(ا)

لَعَمْرُكَ إِنَّ إِلَّكَ مِنْ قُرَيْش   كَإِلِّ السَّقْبِ مِنْ رَّالِ النَّعَامِ

''تیری عمر کی قسم! بلاشبہ تیری رشتہ داری قریش سے اسی طرح ہے جیسے اونٹ کے نوزائیدہ بچے کا تعلق شترمرغ کی رال سے''۔

(ب) ابن ابی حاتم نے قتادہؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اکثر لوگوں کی مذمت بیان کی ہے۔

اِشْتَرَوْاْ بِآيَاتِ اللّهِ ثَمَناً قَلِيلاً فَصَدُّواْ عَن سَبِيلِهِ إِنَّهُمْ سَاء مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ (9) لاَ يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلاًّ وَلاَ ذِمَّةً وَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ (10)

'' یہ خدا کی آیتوں کے عوض تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے اور لوگوں کو خدا کے رستے سے روکتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ جو کام یہ کرتے ہیں برے کرتے ہیں۔ یہ لوگ کسی مؤمن کے حق میں نہ تو رشتہ داری کا پاس کرتے ہیں نہ عہد کا۔ اور یہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں''۔

(ج) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ اِشْتَرَوْاْ بِآيَاتِ اللّهِ ثَمَناً قَلِيلاً کے ضمن میں مجاہد نے فرمایا کہ ابوسفیان بن حرب نے اپنے حلیفوں کو کھانا کھلایا اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کے حلفاء کو چھوڑ دیا۔

فَإِن تَابُواْ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَنُفَصِّلُ الآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (11)

'' اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے لگیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ اور سمجھنے والے لوگوں کے لیے ہم اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتے ہیں''۔

(أ) ابن الانباری کی کتاب نہیں ملی۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۷۵۹، رقم: ۱۰۰۱۱۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۷۵۹، رقم: ۱۰۰۱۲۔

(ا) دیوان حسان بن ثابت، تحقیق: د سید حنفی حسنین، الھیئۃ المصریۃ للکتاب، ۱۹۷۴م، ص ۱۰۵۔

(أ) ابن منذر اورابن حاتم نے بیان کیاہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اگروہ لات وعزیٰ کوچھوڑ دیں اوریہ شہادت دیں کہ اللہ تعالی کے سواکوئی معبودنہیں اور محمد ﷺاللہ تعالی کے رسول ہیں تووہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔

وَإِن نَّكَثُوٓاْ أَيۡمَٰنَهُم مِّنۢ بَعۡدِ عَهۡدِهِمۡ وَطَعَنُواْ فِي دِينِكُمۡ فَقَٰتِلُوٓاْ أَئِمَّةَ ٱلۡكُفۡرِ إِنَّهُمۡ لَآ أَيۡمَٰنَ لَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَنتَهُونَ (12)

" اوراگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اورتمہارے دین میں طعنے کرنے لگیں توان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو(یہ بے ایمان لوگ ہیں اور) ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں، عجب نہیں کہ(اپنی حرکات سے) باز آجائیں"۔

(ب) عبدبن حمیداورابن منذرنے بیان کیاہے کہ مجاہد نے فرمایا: اَيۡمَٰنَهُمۡ سے مراد ان کے عہداور وعدے ہیں(یعنی اگر یہ لوگ اپنے وعدے توڑدیں)۔

(ج) ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیاہے کہ اس آیت کی تفسیرمیں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی اپنے نبی ﷺ کوفرمارہاہے کہ اگروہ اس عہدکوتوڑدیں جوآپ کے اور ان کے درمیان ہے تو پھر ان سے قتال کروکیونکہ وہ کافروں کے سردار اور ائمہ ہیں۔

(د) عبدالرزاق،ابن جریر،ابن منذر،ابن حاتم اورابوالشیخ نے قتادہؒ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: أَئِمَّةَ الۡكُفۡرِ سے مراد ابوسفیان بن حرب،امیہ بن خلف،عتبہ بن ربیعہ،ابوجہل بن ہشام اورسہیل(۱) بن عمرو ہیں۔یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالی اوررسول اللہ ﷺ کومکہ مکرمہ سے نکالنے کاقصدکیا۔

(ھ) ابن عساکرنے مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶،ص ۱۷۶۰ ، رقم : ۱۰۰۱۶۔

(ب) عبدبن حمید اور ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔دیکھیں:الشوکانی، فتح القدیر، سورۃبرأۃ، ج ۲،ص ۳۴۲۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶،ص ۱۷۶۰ ، ۱۷۶۱، رقم: ۱۰۰۱۹۔

(د) عبدالرزاق،تفسیرالصنعانی، ج ۱،ص ۲۶۸ ؛تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۶۵۲۱ ؛تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶،ص ۱۷۶۱، رقم: ۱۰۰۲۲۔

(ھ) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۲۳،ص ۴۳۸۔ یہ روایت مالک بن اَنسؓ کی بجائے مجاہدؒ سے مروی ہے۔

(۱) سہیل بن عمروبن عبدشمس ابویزید، صحابی رسول ﷺابوجندلؓ بن سہیل کے والدتھے قریش مکہ نے انھیں صلح حدیبیہ کے شرائط طے کرنے کے لیے مسلمانوں کے پاس بھیجا تھا۔ انھوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔ ۱۸ھ (۶۳۹م) کوشام میں طاعون عمواس سے فوت ہوئے۔ دیکھیں :ابونعیم الاصبھانی، معرفۃالصحابۃ، ج ۳،ص ۱۳۲۴ ؛ الذھبی، سیراعلام النبلاء ، ج ۱،ص ۱۹۳، رقم: ۳۵۔

(أ) ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ مجاہدؒ نے کہا: أَئِمَّةَ الْكُفْرِ سے مراد ابوسفیان ہے۔

(ب) ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد سرداران قریش ہیں۔

(ج) ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: أَئِمَّةَ الْكُفْرِ میں سے ابوسفیان بن حرب بھی ہے۔

(د) ابوالشیخ نے حسنؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ أَئِمَّةَ الْكُفْرِ سے مراد الدیلم ہے۔

(ھ) ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ لوگوں نے آپ کے پاس یہ آیت ذکر کی ہے تو آپ نے کہا: اس کے بعد اس آیت کے اہل میں سے کسی کو قتل نہیں کیا گیا۔

(و) امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ زید بن وہبؒ (ا) نے فَقَاتِلُوْا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ کے ضمن میں کہا ہے کہ ہم حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو انہوں نے فرمایا: اس آیت کے اصحاب میں سے تین کے سوا کوئی باقی نہیں اور منافقین میں سے چار کے سوا کوئی باقی نہیں۔ تو ایک اعرابی نے عرض کی: بلاشبہ تم تو محمد ﷺ کے اصحاب میں سے ہو، ہمیں ان امور کے بارے میں بتایئے جنہیں ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا ہیں۔ پس ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ہمارے گھروں کو پھاڑتے ہیں اور ہماری نفیس اور قیمتی چیزیں چرا لیتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ فاسق لوگ ہیں۔ ہاں ان میں سے چار کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ انہیں میں سے ایک وہ شیخ کبیر ہے کہ اگر وہ ٹھنڈا پانی پیے تو اس کی ٹھنڈک کو محسوس نہ کرے۔

(أ) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳، ص ۴۳۸۔

(ب) ابوالشیخ کی روایت ان کی دستیاب کتب میں نہیں ملی۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۷۶۱، رقم: ۱۰۰۲۱۔

(د) ابوالشیخ کی کتب میں روایت نہیں ملی۔ روایت کے لیے دیکھیں: الشوکانی، فتح القدیر، سورۃ براءۃ، ج ۲، ص ۳۴۲۔

(ھ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفتن، باب من کرہ الخروج فی الفتنۃ، رقم: ۳۷۱۴۸؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۷۶۱، رقم: ۱۰۰۲۴۔

(و) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفتن، باب من کرہ الخروج فی الفتنۃ، رقم: ۳۷۳۹۱؛ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ براءۃ، رقم: ۴۲۸۱۔

(ا) زید بن وہب الجہنی کوفہ کے کبار تابعین میں سے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ایمان لائے وہ آپ ﷺ سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ ابھی راستے ہی میں تھے کہ آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔ انھوں نے صحابہ کرام میں سے عمر فاروقؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، ابوذرؓ، ابوحذیفہؓ، براء بن عازبؓ، وغیرہ سے سماع حدیث کیا۔ انھوں نے حجاج بن یوسف کے دور میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن جوزی، صفۃ الصفوۃ، ص ۵۲۸، رقم: ۳۸۳؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۶، ص ۱۶۰، رقم: ۱۹۸۵؛ ابن الأثیر، اسدالغابۃ، ج ۲، ص ۲۱۰، رقم: ۱۸۸۰۔

(أ) ابن ابی حاتم نے عبدالرحمن بن جبیرؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان لوگوں میں تھے جنہیں آپ نے شام کی طرف بھیجااورفرمایا:تم عنقریب ایک قوم کوپاؤگے جن کے سرمونڈے ہوئے ہوں گے پس تم تلواروں کے ساتھ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ کومارو۔قسم بخدا!اگرمیں ان میں سے ایک آدمی کوقتل کردوں تو وہ میرے نزدیک ان کے علاوہ دیگر لوگوں میں سے ستر افرادقتل کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ۔

(ب) ابوالشیخ نے ذکرکیاہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:لاَ أَيْمَانَ لَهُمْ کا معنی ہے کہ ان کاکوئی عہد نہیں۔

(ج) ابن جریر،ابن منذر،ابن ابی حاتم اورابوالشیخ نے عمار(ا)رضی اللہ عنہ سے نقل کیاہے کہ انہوں نے بھی کہا:لاَ أَيْمَانَ لَهُمْ کامعنی ہے ان لوگوں کاکوئی عہد نہیں۔

(د) ابن مردویہ نے بیان کیا ہے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایاقسم بخدا ! جب سے یہ آیت نازل ہوئی اس کی اہل میں سے کوئی قتل نہیں کیا گیا: وَإِن نَّكَثُوْا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ۔ الآیہ۔

(ھ) ابن مردویہ نے مصعب بن سعد سے یہ قول نقل کیاہے کہ ایک مرتبہ سعد کاگزر خوراج میں سے ایک آدمی کے پاس ہواتو خارجی نے سعدکوکہا:یہ ائمہ کفرمیں سے ہے۔توجواباًسعدنے فرمایا:جھوٹ بولاہے،میں نے ائمہ کفرکے ساتھ قتال کیاہے۔

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶،ص ۱۷۶۱ ، رقم: ۱۰۰۲۰۔

(ب) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔روایت کے لیے دیکھیں:الشوکانی، فتح القدیر، سورۃ براۃ، ج ۲،ص ۳۴۲۔

(ج) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۶۵۳۳ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶،ص ۱۷۶۲ ، رقم: ۱۰۰۲۶۔

(د) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ) ابن مردویہ کی روایت - جیسا کہ: ابن کثیر،تفسیرالقرآن العظیم ، التوبۃ، ج ۴،ص ۱۱۶ میں ملی۔

(ا) عماربن یاسر:(۵۷ق ھ۔۳۷ھ / ۵۶۷۔۶۵۷م)عماربن یاسربن عامر الکنانی المذحجی، ابوالیقظان سابقین اولین صحابہ میں سے ہیں۔انھوں نے بدر، اُحد ، خندق اور بیعت رضوان جیسے اہم مشاہد میں شرکت فرمائی ۔ جنگ جمل اور جنگ صفین میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔جنگ صفین میں شہید ہوئے۔ ان سے ۶۲ أحادیث مروی ہیں۔ دیکھیں: ابونعیم لأصبھانی، معرفۃالصحابۃ، ج ۴،ص ۲۰۷۰ ؛ السیوطی، حسن المحاضرۃفی تاریخ مصروالقاہرۃ، ج ۱،ص ۲۲۲ ؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۷،ص ۲۵ ، رقم: ۱۰۷۔

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْماً نَّكَثُواْ أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّواْ بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَؤُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤُمِنِينَ (13) قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ (14) وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللّهُ عَلَى مَن يَشَاءُ وَاللّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (15)

"بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنھوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر (خدا) کے جلاوطن کرنے کا عزم مصمم کرلیا اور انہوں نے تم سے (عہدشکنی کی) ابتدا کی۔ کیاتم ایسے لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ ڈرنے کے لائق خدا ہے بشرطیکہ ایمان رکھتے ہو۔ ان سے (خوب) لڑو خدا ان کو تمہارے ہاتھوں عذاب میں ڈالے گا اور رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غلبہ دے گا اور مؤمن لوگوں کے سینوں کوشفا بخشے گا۔ اوران کے دلوں سے غصہ دورکرے گا اورجس پر چاہے رحمت کرے گا اور خدا سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے"۔

(أ) ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْماً نَّكَثُواْ أَيْمَانَهُمْ کے ضمن میں مجاہدؒ نے فرمایا: کہ اس میں قوماً سے مراد وہ قریش ہیں جنھوں نے نبی کریم ﷺ کے حلفاء کے ساتھ قتال کیا اور آپ ﷺ کونکال دینے کا قصد کیا۔ انہوں نے گمان کیا کہ ہجرت کا ساتواں یعنی حدیبیہ کا سال نبی کریم ﷺ کے عمرہ کرنے کا سال ہے تو انہوں نے اپنے دلوں میں یہ فیصلہ کیا کہ جب وہ مکہ میں داخل ہوں گے تو وہ آپ ﷺ کو وہاں سے نکال دیں گے۔ پس ان کا آپ ﷺ کونکالنے کا قصد تھا۔ بنی خزاعہ نے اس میں ان کی اتباع اور پیروی نہ کی پس جب نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ سے چلے گئے تو قریش نے خزاعہ کو کہا: تم نے ہمیں آپ کونکالنے سے اندھا کردیا؟ لہٰذا انہوں نے ان پر حملہ کردیا اوران کے کئی آدمیوں کو قتل کردیا۔

(ب) ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ عکرمہ نے کہا: یہ آیت قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّهُ بِأَيْدِيكُمْ بنی خزاعہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

(ج) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ کے ضمن میں فرمایا ہے کہ بنی خزاعہ رسول اللہ ﷺ کے حلیف تھے۔

(د) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ کے بارے میں سدیؒ نے کہا: کہ یہ بنی خزاعہ ہیں، ان کے سینے بنی بکر سے صحت مند ہوں گے اور وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ کے بارے میں کہا: کہ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب کہ بنی بکر نے انہیں (بنی خزاعہ کو) قتل کیا اور قریش نے ان کی امداد کی۔

(أ) ابن منذر کی دستیاب کتب روایت نہیں ملی۔ روایت کے لیے دیکھیں: الشوکانی، فتح القدیر، سورۃ براۃ، ج ۲، ص ۳۴۳۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۷۶۳، رقم: ۱۰۰۳۴۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۷۶۳، رقم: ۱۰۰۳۶۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، رقم: ۱۰۰۳۷، ۱۰۰۳۹۔

(أ) ابوالشیخ نے ذکرکیاہے کہ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ کے بارے میں قتادہؒ نے فرمایا کہ ہمیں بتایاگیا ہے کہ یہ آیت بنی خزاعہ کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب انہوں نے مکہ مکرمہ میں بنی بکر کے ساتھ جنگ شروع کی۔

(ب) ابن اسحاق اوربیہقی نے دلائل میں مروان(۱) بن حکم اورمسوربن مخرمہ سے روایت کیاہے کہ ان دونوں نے کہا:حدیبیہ کے دن رسول اللہﷺاورقریش کے درمیان صلح ہوئی۔اس میں یہ تھا کہ اگرکوئی نبی کریم ﷺ کے معاہدہ اورعہدمیں داخل ہوناچاہے تو وہ اس میں داخل ہوجائے اور جوقریش کے ساتھ معاہدہ اورعقد میں داخل ہوناچاہے وہ اس میں داخل ہوجائے۔تواس میں بنی خزاعہ تیزی سے اٹھے اور انہوں نے کہا:ہم محمد ﷺ کے عہدوپیان میں داخل ہوں گے۔بنوبکراچھلے توانہوں نے کہا:ہم قریش کے عقدوعہدمیں داخل ہوتے ہیں۔پس وہ سترہ یا اٹھارہ مہینے پرسکون اندازمیں ٹھہرے رہے۔بعدازاں وہ بنی بکر جوقریش کے عہدوپیان میں شامل ہوئے تھے انہوں نے ایک رات رسول اللہﷺ کے عہدوپیان میں شامل ہونے والے بنی خزاعہ کے پانی پرقبضہ کر لیا۔پانی کے اس مقام کووتیرکہاجاتا ہے جوکہ مکہ مکرمہ کے قریب واقع ہے۔قریش نے کہا:محمد ﷺ کوہمارے بارے میں علم نہیں ہوگا۔یہ رات کاوقت ہے،کوئی ہمیں دیکھ نہیں رہاہے۔لہٰذاانہوں نے ہتھیاروں اوراسلحہ کے ساتھ ان کی معاونت کی اوررسول اللہﷺ کے خلاف کینہ اوربغض رکھتے ہوئے ان کے ساتھ باقاعدہ قتال میں شریک ہوئے۔ چنانچہ عمرو(۲) بن سالم اسی وقت سوارہواجونہی خزاعہ اوربنی بکرکے مابین وتیرکامعاملہ پیش آیا،یہاں تک کہ وہ مدینہ میں رسول اللہﷺ کی خدمت میں آپہنچااوراس نے آکرچنداشعارآپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیے:

(أ) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔روایت کے لیے دیکھیں:الشوکانی، فتح القدیر،سورۃالتوبۃ،ج ۲،ص ۳۴۳۔

(ب) ابن اسحاق کی روایت۔جیساکہ: ابن ہشام، السیرۃالنبویۃ، ج ۲،ص ۳۱۸ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب نقض قریش ماعاہدوا علیہ رسول اللہ ﷺ، ج ۵، ص ۶،۷۔

(۱) مروان بن الحکم:(۲ ق ھ۔۶۵ھ / ۶۲۳۔۶۸۵) مروان بن الحکم بن ابی العاص بن أمیۃ، ابوعبدالملک کبارتابعین میں سے ہیں۔نبی کریمﷺ سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے۔ ان کے شیوخ میں زیدبن ثابتؓ، عثمان بن عفانؓ اور ابوہریرہؓ، شامل ہیں۔ان سے روایت کرنے والوں میں سعیدبن المسیب، عروۃبن زبیر،مجاہدبن جبروغیرہ شامل ہیں۔انھوں نے ۶۵ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۷، ص ۳۶۸، رقم: ۱۵۷۹ ؛ السیوطی، حسن المحاضرۃفی تاریخ مصر والقاھرۃ، ج ۱، ص ۲۴۴، رقم: ۲۵۸ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء ، ج ۳، ص ۴۷۶، رقم: ۱۰۲۔

(۲) عمروبن سالم، الخزاعی، الکلبی، شاعر، صحابی رسول ﷺ کا تعلق قبیلہ بنوخزاعہ سے تھا۔جن کو بنوخزاعہ نے اپناسفیربناکرقریش مکہ کے خلاف مدد طلب کرنے کے لیے نبی کریمﷺ کے پاس مدینہ بھیجاتھا۔ دیکھیں:ابونعیم الاصبہانی، معرفۃالصحابۃ، ج ۴، ص ۲۰۱۲۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ نَاشِدٌ مُحَمَّدًا　　　　حِلْفَ اَبِیْنَا وَاَبِیْہِ الْاَ تْلِدَا

''اے پروردگار!میں محمدﷺ کواپنے اوران کے آباء واجدادکاقدیم معاہدہ یاددلاتا ہوں''۔

قَدْکُنْتُمْ وَلَدًا وَکُنَّا وَالِدًا　　　　ثُمَّتَ اَسْلَمْنَا وَلَمْ نَنْزِعْ یَدًا

''اے محمداورآل محمد!تم ہماری ہی نسل ہواورہمارے اندرکے لوگ تمہیں جاننے والے ہیں۔اسی وجہ سے ہم نے اسلام اختیارکیااوراپناہاتھ نہیں کھینچا''۔

فَانْصُرْھَدَاكَ اللّٰہُ نَصْرًا ھِنْدًا　　　　وَادْعُ عِبَادَاللّٰہِ یَأْتُوْامَدَدًا

''پس اللہ آپ کوہدایت دے،آپ ہماری فوری مددفرمایئے اوراللہ کے بندوں کوبلایئے کہ وہ ہماری کمک کے لیے حاضرہوجائیں''۔

فِیْھِمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَدْتَجَرَّدَا　　　　اِنْ شِئْتُمْ خَسْنًا فَوَجْھُہٗ بَدْرٌ بَدَا

''ان بندگان خدامیں اللہ کے رسول موجودہیں جوواحدومنفردہستی رکھتے ہیں اگرتم حسن وجمال(دیکھنا) چاہوتو آپ کاچہرہ بدرمنیربن کرظاہر ہواہے''۔

فِیْ فَیْلَقٍ کَالْبَحْرِ یَجْرِیْ مَزْبَدًا　　　　اِنَّ قُرَیْشًا اَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا

''اس وقت وہ لشکرعظیم کے ساتھ جھاگ اچھالتے ہوئے سمندرکی طرح سامنے آجاتے ہیں۔یقیناً قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی ہے''۔

وَنَقَضُوْا مِیْثَاقَكَ الْمُؤَکَّدَا　　　　وَزَعَمُوْا اَنْ لَیْسَ تَدْعُوْاَحَدَا

''انہوں نے آپ کے ساتھ کیا گیا پختہ وعدہ توڑدیاہے۔اورانہوں نے یہ گمان کیاہے کہ آپ کسی کونہیں بلائیں گے''۔

فَھُمْ اَذَلُّ وَ اَقَلُّ عَدَدًا　　　　قَدْجَعَلُوْا لِیْ بِکَدَاءِ رَصَدًا

''پس وہ ذلیل ہیں اورتعداد میں بہت کم ہیں اورمقام کداء میں میرے لیے لوگوں کوگھات میں بٹھایاہے''۔

ھُمْ بَیَّتُوْنَا بِالْوَتِیْرِ ھُجَّدًا　　　　وَقَتَلُوْنَا رُکَّعًا وَ سُجَّدًا

''انہوں نے وتیر پر شب خون ماراجب ہم سوئے پڑے تھے اوررکوع وسجودکی حالت میں ہمیں قتل کیا''۔

تورسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اے عمروبن سالم!تیری مددکردی گئی۔ابھی وہی حالت تھی کہ آسمان پرایک بادل کا ٹکڑانمودارہوا۔تورسول اللہ ﷺ نے فرمایا:بے شک یہ بادل بنی کعب کی مددکرنے کی شہادت دے رہاہے''۔رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کوجہادکرنے کاحکم ارشادفرمایااوران پراپنے خروج کے محل کومخفی رکھااوراللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کی کہ آپ کی خبرکوقریش پرمخفی رکھے۔یہاں تک کہ آپ ان کے شہروں میں ان تک جاپہنچیں۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَکُوْا وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ جٰھَدُوْا مِنْکُمْ وَلَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلَا رَسُوْلِہٖ وَلَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَةً وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (16)

''کیاتم یہ خیال کررہے ہوکہ تمھیں(یونہی) چھوڑدیاجائے گاحالانکہ ابھی تک پہچان نہیں کرائی اللہ نے ان کی جو جہادکریں گے تم میں سے اورجنھوں نے نہیں بنایابغیراللہ اوراس کے رسول اورمؤمنوں کے (کسی کواپنا) محرم راز۔اور اللہ تعالٰی خبردارہے جوتم کرتے ہو''۔

(أ) ابن ابی حاتم نے ابن زید سے روایت کیاہے کہ اس آیت کے ضمن میں میرے باپ نے کہاکہ کیا اللہ تعالٰی انہیں بغیر آزمائش کے چھوڑدے گا۔

(ب) ابن منذر،ابن ابی حاتم اورابوالشیخ بیان کیاہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:وَلِیْجَۃً کا معنی دین کے علاوہ اہل وعیال میں سے خواص افرادہیں۔

(ج) عبدبن حمید اور ابن منذر بیان کیاہے کہ قتادہؒ نے فرمایا: وَلِیْجَۃ کامعنی مہربانی اور رحمت کرنے والاہے۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَن يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُوْلَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ (17) إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلاَةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلاَّ اللَّهَ فَعَسَى أُوْلَئِكَ أَن يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ (18)

''مشرکوں کوزیبانہیں کہ وہ خدا کی مسجدوں کو آبادکریں جب کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہوں۔ ان لوگوں کے سب اعمال بے کار ہیں اوریہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ خدا کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا پر اور روزقیامت پرایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے ہیں اورخدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے یہی لوگ اُمید ہے کہ ہدایت یافتہ لوگوں میں(داخل)ہوں''۔

(د) ابن جریر،ابن منذر،ابن ابی حاتم اورابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مشرکین کو مسجد سے روکتے ہوئے اللہ تعالٰی فرما رہاہے کہ جس کسی نے اللہ تعالٰی کی وحدانیت کااقرارکیااورجوکچھ اللہ تعالٰی نے نازل فرمایا اس پرایمان لایااورپانچ وقت کی نمازقائم کی اوراللہ تعالٰی کے سواکسی کی عبادت نہ کی وہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے نبی ﷺ کوفرمایا:عَسٰیٓ اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا(۱) فرماتے ہیں کہ بلاشبہ

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶،ص ۱۷۶۴ ، رقم: ۱۰۰۴۵۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶،ص ۱۷۶۴ ، رقم: ۱۰۰۴۶۔

(ج) عبدبن حمیداور ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم:۱۶۵۵۵ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۷۶۶، رقم: ۱۰۰۵۶، ۱۰۰۵۷، ۱۰۰۵۸، ۱۰۰۵۹، ۱۰۰۶۰۔

(۱) الاسراء : (۷۹)

آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا اور وہی مقام شفاعت ہے۔قرآن کریم میں عَسٰی کا لفظ وجوب اور اثبات کے لیے ہے۔

(أ) ابن ابی حاتم نے عکرمہؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی: مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ اور کہا: بے شک وہ صرف ایک ہی مسجد ہے۔

(ب) ابن منذر نے حماد(ا) سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن کثیر(۲) کو یہ حروف پڑھتے ہوئے سنا ہے مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰه (۳)..... إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ یعنی مشرکین کے لیے روا نہیں کہ وہ صرف اللہ کی مسجد کو آباد کریں۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۷۶۵، رقم: ۱۰۰۵۱۔

(ب) روایت نہیں ملی۔

(ا) حماد بن سلمۃ بن دینار البصری، ابو سلمہ، بصرہ کے مفتی اور رجال حدیث میں سے تھے۔ ان کے شیوخ میں ابن ابی ملیکہ ، انس بن سیرین، ثابت البنانی، ابو عمران الجونی شامل ہیں۔ جبکہ ان سے خالد بن ذکوان، عمرو بن دینار، عطاء بن السائب نے روایت لی ہے۔ثقہ ، حافظ اور مأمون تھے لیکن بڑی عمر میں سوء الحفظ کی وجہ سے امام بخاری نے ان کی روایات لینا چھوڑ دیا تھا۔ انھوں نے ۱۶۷ھ (۷۸۴م) میں وفات پائی۔دیکھیے: الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۷، ص ۴۴۴، رقم: ۱۶۸ ؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۳، ص ۲۲، رقم: ۸۹ ؛ ابن الکیال ، محمد بن أحمد ابوالبرکات ، الکواکب النیرات فی معرفۃ من الرواۃ الثقات، تحقیق: عبدالقیوم عبدرب النبی، دارالمأمون، بیروت، ط ۱، ۱۹۸۱م، کل اجزاء ۱، ج ۱، ص ۴۶۰، رقم: ۶۔

(۲) عبداللہ بن کثیر(۴۵۔۱۲۰ھ / ۶۶۵۔۷۳۸م) : عبداللہ بن کثیر الداری المکی، ابو سعید "سات قراء" میں سے ایک تھے۔فارسی الأصل تھے۔مکہ میں پیدا ہوئے اور اس میں وفات بھی پائی۔دیکھیں : البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۵، ص ۱۸۱، رقم: ۵۶۷ ؛ ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص ۱۴۷ ، رقم: ۱۱۵۹ ؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۴، ص ۱۱۵۔

(۳) قول باری تعالیٰ: أَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰه۔ کے جمع اور واحد پڑھنے میں اختلاف ہے۔ ابن کثیر اور ابو عمرو نے "مساجد" کو واحد پڑھا ہے جبکہ باقی قراء نے جمع کے ساتھ پڑھا ہے۔حرف الثانی "أَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰه " کو سب جمع کے ساتھ پڑھنے پر متفق ہیں۔حماد بن سلمہ کی روایت ہے کہ ابن کثیر "أَنْ يَّعْمُرُوْا مَسْجِدَ اللّٰه " "إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللّٰه " بغیر الف کے واحد پڑھتے تھے۔ دیکھیے : ابن مجاہد ، احمد بن موسیٰ بن العباس بن مجاہد، کتاب السبعۃ فی القراءات، تحقیق: دشوقی ضیف، دارالمعارف، القاہرۃ، ط ۲، ۱۴۰۰ھ ، ص ۳۱۳، رقم: ۳ ؛ ابن الجزری، محمد بن محمد بن یوسف، النشر فی القراءات العشر ، تحقیق: علی محمد الضباع، دارالکتاب العلمیۃ، طبع و تاریخ طبع نامعلوم، کل اجزاء : ۲، باب فرش الحروف، سورۃ التوبۃ، ج ۲، ص ۳۱۳۔

(أ) امام احمد،عبدبن حمید،دارمی،ترمذی اورآپ نے اس روایت کوحسن کہاہے،ابن ماجہ،ابن منذر،ابن ابی حاتم،ابن خزیمہ،ابن حبان،ابوالشیخ،حاکم اورآپ نے اس روایت کوصحیح قراردیاہے ابن مردویہ اوربیہقی نے سنن میں بیان کیاہے کہ ابوسعیدخدری رضی اللہ عنہ نے فرمایاکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:جب تم کسی آدمی کودیکھوکہ وہ مسجدمیں آتارہتا ہے تواس کے ایمان کی شہادت دوکیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ۔

(ب) ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:جس نے نماز کی اذان سنی پھراس کا جواب نہ دیااورمسجدمیں آیااورنمازپڑھی تواس کی نمازنہیں ہوگی۔تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ ۔الآیہ۔

(ج) بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا:رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:بے شک اللہ تعالیٰ سبحانہ ارشاد فرماتا ہے:میں اہل زمین کو عذاب دینے کاقصدکرتاہوں۔پھرجب میں اپنے گھروں کوآبادکرنے والوں،میری رضاکے لیے باہم محبت کرنے والوں اورسحری کے وقت استغفارکرنے والوں کی طرف دیکھتاہوں،توان سے اسے پھیرلیتاہوں۔

(أ) امام احمد، مسنداحمد، مسندالمکثرین من الصحابۃ، مسندابی سعیدالخدری، رقم: ۱۱۶۵۱، ۱۱۷۲۵ ؛ عبدبن حمیدبن نصر، المنتخب من مسندعبدبن حمید، تحقیق: صبحی البدری، محمودمحمدخلیل الصعیدی،مکتبۃ السنۃ، القاہرۃ، ط ۱، ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸م ، باب من مسند سعیدالخدریؓ، رقم: ۹۲۳ ؛ الدارمی، سنن الدارمی، کتاب الصلاۃ، باب المحافظۃعلی الصلوۃ، رقم: ۱۲۲۳ ؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب تفسیرالقرآن ، باب: سورۃالتوبۃ، رقم: ۳۰۹۳ ؛ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب لزوم المساجدو انتظار الصلاۃ، رقم: ۸۰۲ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص ١٧٦٦، رقم: ۱۰۰۵۵ ؛ ابن خزیمۃ، صحیح ابن خزیمہ،کتاب الصلاۃ، باب الشہادۃبالایمان لعمارالمساجد، رقم: ۱۵۰۲ ؛ ابن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ ، باب فضل الصلوۃ الخمس، رقم: ۱۷۲۱ ؛ الحاکم ، المستدرک، کتاب الإمامۃ، وصلاۃ الجماعۃ، رقم: ۷۷۰ ؛ البیہقی، سنن الکبریٰ ، کتاب الحیض، باب فضل المساجدوفضل عمارتہابالصلاۃ، رقم: ۴۷۶۸ ؛ ابن مردویہ کی روایت-جیساکہ : تفسیرابن کثیر، سورۃالتوبۃ، ج ۴، ص ۱۱۹۔ **(حکم)** ضعیف: (البانی، ضعیف سنن ترمذی، رقم: ٦٠٠، ٦٠١)مسنداحمد کے محققین نے بھی اس کے اسناد کو ضعیف کہاہے۔

(ب) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) البیہقی، شعب الایمان، باب الصلاۃ، فصل المشی الی المسجد، رقم: ۲۶۸۵۔ **(حکم)** ضعیف جداً :(البانی، ضعیف الجامع ، رقم: ۱۷۵۱)۔ ابن عدی نے یہ روایت اپنی کتاب ''الکامل فی الضعفاء'' میں صالح المری کے طریق سے اُنس بن مالک سے روایت کیاہے۔دیکھیں: (ابن عدی، الکامل، ج ۴، ص ٦١)

(أ) عبدالرزاقؒ اوربیہقیؒ نے معمرؒ سے اور انہوں نے قریش کے ایک آدمی سے مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ آپﷺ نے فرمایا:اللہ تبارک وتعالیٰ ارشادفرماتا ہے:میرے نزدیک میرے وہ بندے زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہیں جومیری رضاکے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اوروہ جومیری مساجد کو آباد کرتے ہیں اوروہ جو سحری کے وقت استغفارکرتے ہیں۔وہی وہ لوگ ہیں کہ جب میں اپنی مخلوق کوعذاب دینے کاارادہ کرتاہوں، توان کاذکرکرتا ہوں اوراپنی مخلوق سے اپنا عذاب پھیردیتاہوں۔

(ب) سعیدبن منصور،ابن ابی شیبہ، البزار اورآپ نے اس روایت کوحسن قراردیاہے۔طبرانی اوربیہقی نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کیاہے کہ انہوں نے سلمان(۱) رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا:اے میرے بھائی!چاہیے کہ مسجد تیرا گھرہو،کیونکہ میں نے رسول اللہ کویہ فرماتے سناہے کہ مسجدہرمتقی کاگھرہے اوراللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راحت وسکون اورپل صراط سے رب کریم کی رضاکی طرف گزرنے کی ضمانت دی ہے جن کے گھرمساجد ہیں۔

(ج) عبدالرزاق اوربیہقی نے بیان کیاہے کہ قتادہؒ نے کہا: کہا جاتاہے مسلمان کالباس(حسن)صرف تین چیزوں میں ہے ایک مسجدمیں جسے وہ آبادکرتاہے یاگھرمیں جہاں وہ رہتاہے یاپھر اپنے رب کے فضل سے رزق تلاش کرنے میں۔

(أ) مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ من اللیل ، رقم: ۴۷۴۰ ؛ البیہقی، شعب الایمان، مقاربۃ أہل الدین و موادتہم، فصل قصۃ ابراہیم فی المعانقۃ، رقم: ۸۶۳۴۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزہد، باب ماجاء فی لزوم المساجد، رقم: ۳۴۶۱۰ ؛ مسندالبزار، مسندابی الدرداء رضی اللہ عنہ، رقم: ۴۱۵۲ ؛ الطبرانی، معجم الکبیر، ج ۶، ص ۲۵۴، رقم: ۶۱۴۳ ؛ البیہقی، شعب الایمان،فصل المشی الی المساجد، رقم: ۲۶۸۸، ۲۶۸۹۔ (حکم) حسن لغیرہ۔ دیکھیں:البانی، صحیح الترغیب والترھیب، ج ۱، ص ۷۹، رقم: ۳۳۰۔

(ج) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجامع للامام معمر بن راشد، باب مجالس الطریق، رقم: ۱۹۷۸۷ ؛ البیہقی، شعب الایمان، فصل الغیرۃ والمذاء، رقم: ۱۰۳۱۹۔

(۱) سلمان رضی اللہ عنہ: سلمان الفارسی، ابوعبداللہ، صحابی کانام اسلام سے قبل مابہ بن بوذخشان بن مورسلان تھا۔ مجوسی النسل تھے اور اصبہان سے تعلق رکھتے تھے۔انھوں نے نبی کریمﷺ کی مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد اسلام قبول کیا اور سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شرکت فرمائی۔ کتب أحادیث میں ان سے ۶۰ أحادیث مروی ہیں۔انھوں نے ۳۶ھ (۶۵۶م)میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابونعیم، معرفۃالصحابۃ، ج ۳، ص ۱۳۲۷ ؛ البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۳، ص ۱۶۱ ؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۳، ص ۱۱۱۔

(أ) ابوبکرعبدالرحمن(۱) بن قاسم بن فرج ہاشمی اپنے جز میں جوکہ ابومسہر کے نسخہ سے مشہور ہے،ابوادریس(۲) خولانی سے یہ قول نقل کیاہے کہ انہوں نے فرمایا:مساجد عظیم اور قابل تکریم لوگوں کی مجالس ہیں۔

(ب) امام احمدنے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:بے شک مساجد کے لیے اوتاد ہیں(یعنی کیلیں ہیں، اس سے مراد مساجد آبادکرنے والے لوگ ہیں)۔ ملائکہ ان کے ہم نشین ہوتے ہیں،اگروہ غائب ہوں تو وہ انہیں تلاش کرتے ہی اگروہ بیمار ہوں تو وہ ان کی عیادت کرتے ہیں اوراگرانہیں کوئی حاجت ہوتو وہ ان کی مددکرتے ہیں۔پھرفرمایا:مسجدمیں بیٹھنے والا تین حالتوں میں سے کسی ایک پرہوتا ہے،وہ ایسابھائی ہے جس سے استفادہ کیاجاتاہے یا وہ کلمہ ہے جوپختہ اورمضبوط ہے یا وہ ایسی رحمت ہے جس کا انتظار کیاجاتا ہے۔

(ج) طبرانی نے ابن مسعودرضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:زمین میں اللہ تعالی کے گھر مساجد ہیں اوراللہ تعالی کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ ان کی زیارت کرنے والے کوعزت وتکریم سے نوازے۔

(أ) ابوبکربن فرج کی روایت نہیں ملی۔

(ب) مسنداحمد، مسندالمکثرین من الصحابۃ، مسندابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، رقم: ۹۴۲۴، ۹۴۲۵۔ **(حکم)** مسنداحمد کے محققین نے اس کے اسناد کو ابن لہیعۃ کی سوء الحفظ کی وجہ سے ضعیف کہاہے۔

(ج) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۰، ص ۱۶۱، رقم: ۱۰۳۲۴۔ **(حکم)** امام الہیثمی نے کہا: اس میں عبداللہ بن یعقوب الکرمانی ہے جوکہ ضعیف ہے۔ دیکھیں: الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب لزوم المساجد، رقم: ۲۰۲۸۔

(۱) ابوبکرعبدالرحمٰن بن قاسم بن فرج الہاشمی، ابن الرؤاس، محدث، عالم، ثقہ اور مسندوقت تھے۔انھوں نے ابومسہرالغسانی، عبداللہ بن ذکوان اور زہیربن عبادسے سماع کیا۔ان سے روایت کرنے والوں میں ابوعبداللہ بن مروان، ابوعمربن فضالۃ، ابواحمدبن عدی اور ان کے علاوہ خلق کثیرشامل ہیں۔وہ نسخہ ابومسہر کے راوی ہیں۔دیکھیں: الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۵۰۵، رقم: ۲۴۹۔

(۲) ابوادریس الخولانی (۸۔۸۰ھ / ۶۳۰۔۷۰۰م) عائذاللہ بن عبداللہ بن عمروالخولانی العوذی الدمشقی، تابعی ، فقیہ، غزوۂ حنین کے سال پیداہوئے لیکن ان کو شرف صحابیت حاصل نہیں۔عبدالملک بن مروان نے انھیں دمشق میں عہدۂ قضاء پر مامور کیاتھا۔ انھوں نے شام میں ۸۰ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن حبان، مشاہیرعلماء الأمصار، ص ۱۱۲، رقم: ۸۵۲ ؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۷،ص ۸۳، رقم: ۳۷۵۔

(أ) عبدالرزاق،ابن جریراوربیہقی نے شعب الایمان میں عمروبن میمون(۱) اودی سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہاہمیں رسول اللہ کے اصحاب نے خبردی ہے کہ مساجدزمین میں اللہ تعالیٰ کے گھرہیں اوریہ اللہ تعالیٰ کاحق ہے کہ جواس کی زیارت کے لیے ان میں آئے وہ اسے عزت وتکریم سے نوازے۔

(ب) بزار،ابویعلی،طبرانی نے الاوسط اوربیہقی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جب آسمان سے آفت(عذاب)نازل کیاجائے تواسے مساجدکوآبادکرنے والوں کے سبب پھیردیاجاتاہے۔

(ج) بیہقیؒ نے عبداللہ بن سلام(۲) رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا:بلاشبہ مساجدکے اوتاد(کیلیں) ہیں اوروہ انہیں آبادکرنے والے(لوگ)ہیں۔ملائکہ ان کے ہم نشین ہوتے ہیں جب کبھی وہ غائب ہوں توملائکہ انہیں تلاش کرتے ہیں اگروہ بیمارہوں توملائکہ ان کی بیمارپرسی کرتے ہیں اوراگرکوئی انہیں حاجت ہوتوان کی مددکرتے ہیں۔

(أ) عبدالرزاق،تفسیرالصعانی، ج ۲، ص ۶۱ ؛ تفسیرالطبر ی، سورۃالنور، ج ۱۹، ص ۱۸۹ ؛ البیہقی، شعب الایمان، الصلاۃ،فصل المشی إلی المساجد، رقم: ۲۶۸۲۔

(ب) مسندالبزار، مسندابی حمزۃ أنس بن مالکؓ، رقم: ۶۹۴۱ ؛ مسندابی یعلی، باب ثابت البنانی عن أنسؓ، رقم: ۳۴۰۶ ؛ الطبرانی،المعجم الاوسط، ج ۳، ص ۶۷، رقم: ۲۵۰۲ ؛ البیہقی، شعب الایمان، فصل المشی الی المساجد، رقم: ۲۶۸۴۔**(حکم)** الہیثمی نے فرمایاکہ اس کی سندمیں صالح المري ہے جوکہ ضعیف ہے۔ شیخ البانی نے فرمایا کہ: یہ روایت اس صحیح حدیث کی مخالف ہے۔" جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرتاہے، وہ سب کوپہنچتاہے جو ان میں موجود ہوتے ہیں۔ پھروہ اپنے اعمال کے مطابق اٹھادیے جائیں گے۔(**إذا أنـزل الله بقوم عذاباً أصاب العذاب من كان فيهم ثم بعثوا على أعمالهم**) دیکھیں: البانی، السلسلۃالضعیفۃ، رقم: ۱۸۵۱۔

(ج) البیہقی،شعب الایمان، فصل المشی الی المساجد ، رقم: ۲۶۹۲۔

(۱) عمروبن میمون الأودی ،ابوعبداللہ، کوفہ کے کبارتابعین میں سے تھے۔زمانہ جاہلیت کو پایا لیکن نبی کریم ﷺ کے صحابی ہونے کا شرف حاصل نہ کرسکے۔ انھوں نے معاذبن جبلؓ، ابن مسعودؓ اورعمرؓسے سنا، ان سے روایت کرنے والوں میں ابواسحاق اورحصین شامل ہیں۔انہوں نے ۷۴ھ یا ۷۵ھ میں وفات پائی۔دیکھیں: ابن جوزی، صفۃ الصفوۃ، ص ۵۳۱، رقم: ۳۸۹ ؛ ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ج ۳، ص ۵۲۸، رقم: ۴۰۳۴ ؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۶، ص ۱۷۲ ، رقم: ۱۹۹۸۔

(۲) عبداللہ بن سلام بن الحارث الاسرائیلی،ابویوسف صحابی، کاتعلق یہودی قبیلہ بنوقینقاع سے تھا۔اس کانام "الحصین"تھا۔ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ رکھا۔انھوں نے ۴۳ھ(۶۶۳م) کو مدینہ میں وفات پائی۔دیکھیں: ابونعیم الاصبہانی، معرفۃالصحابۃ، ج ۳، ص ۱۶۶۳ ؛ البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۴، ص ۱۰۲۔

(أ) طبرانی نے الاوسط میں اورابن عدی نے ابوسعیدخدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جومسجد سے محبت کرے گااللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائے گا۔

(ب) طبرانی نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے جدامجدرسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کسی نے ہمیشہ مسجد کی طرف آنا جانا رکھا تو وہ ایسی بھلائی کو پالیتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔وہ ایسا علم پاتا ہے جوانتہائی عمدہ اوراعلیٰ ہے اورایسا کلمہ پالیتا ہے جو اسے کی طرف دعوت دیتا ہے اورایسا کلمہ پاتا ہے جواسے ردی اورمہمل کام سے پھیردیتا ہے اور وہ حیاء اورخشیت کے سبب گناہوں کوچھوڑدیتا ہے یاوہ نعمت کوپالیتا ہے یارحمت منتظرہ کوپالیتا ہے۔

(ج) طبرانی نے سندصحیح کے ساتھ سلمان رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے گھرمیں وضوکیاپھروہ مسجد میں آیا: تووہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے والا ہے۔اورجس کی زیارت کی جائے اس پر یہ حق ہے کہ وہ زائر کوتکریم سے نوازے۔

(د) ابن ابی شیبہ اورامام احمد نے الزہدمیں یہی روایت سلمان رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کی ہے۔

(ھ) بیہقی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: راتوں کی تاریکی میں چلنے والوں کوقیامت کے دن کامل نورکی بشارت دے دو۔

(أ) الطبرانی، المعجم الاوسط ، ج ۶، ص ۲۶۹، رقم: ۶۳۸۳ ؛ ابن عدی، الکامل، ج ۴، ص ۱۵۲۔ **(حکم)**: ضعیف ۔ دیکھیے: البانی، ضعیف الجامع، رقم: ۵۴۸۲، السلسلۃ الضعیفۃ، رقم: ۳۰۶۰۔

(ب) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۸۸، رقم: ۲۷۵۰۔**(حکم)** امام الہیثمی نے فرمایا: کہ اس کی سندمیں سعدبن طریف الإسکاف ہے جس کے ضعیف ہونے پر سب متفق ہیں۔شیخ البانی نے السلسۃالضعیفۃ میں اس روایت کوموضوع کہاہے۔دیکھیں: البانی، السلسۃ الضعیفۃ، رقم: ۶۲۸۳۔

(ج) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۶، ص ۲۵۳، رقم: ۶۱۳۹، ۶۱۴۵۔ **(حکم)**امام الہیثمی نے فرمایا کہ : الطبرانی نے معجم الکبیرمیں اس کو دو سندوں سے روایت کیاہے جن میں سے ایک کے رجال الصحیح کے رجال ہیں۔ دیکھیں: الہیثمی، مجمع الزوائد، باب المشی إلی المسجد، رقم: ۲۰۸۷۔شیخ البانی نے اس کو حسن کہاہے۔: (البانی، صحیح الترغیب والترہیب، رقم: ۳۲۲)۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب الزہد، باب ماجاء فی لزوم المساجد، رقم: ۳۴۶۱۷ ؛احمدبن حنبلؒ، الزہد،باب زہدسلمان الفارسی رضی اللہ عنہ ، ص ۱۵۱۔

(ھ) البیہقی، شعب الایمان، فصل المشی إلی المساجد، رقم: ۲۶۴۲۔ **(حکم)** صحیح : دیکھیں: البانی، صحیح ابن ماجہ، رقم: ۶۳۳۔

(أ) ابن ابی شیبہ،طبرانی اوربیہقی نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:جوآدمی رات کی تاریکی میں مساجدکی طرف چل کرگیااللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے نورعطافرمائے گا۔

(ب) طبرانی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺنے فرمایا: رات کے وقت اندھیرے میں مساجدکی طرف چل کرجانے والوں کوبشارت دے دوکہ قیامت کے دن انہیں نورکےمنبرعطاہوں گے جب لوگ گھبرارہے ہوگے تواس وقت ان پرکوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔

(ج) طبرانی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺنے فرمایا:صبح وشام مسجد کی طرف آنا جانااللہ تعالیٰ کے راستے میں جہادکرنے میں سے ہے۔

(د) ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمن بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کیاہے کہ انہوں نے کہا:ہم کہا کرتے تھے کہ مسجدشیطان سے بچاؤکے لیے مضبوط قلعہ ہے۔

(ھ) طبرانیؒ اوربیہقیؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہماسے یہ قول نقل کیاہے کہ مساجدزمین میں اللہ تعالیٰ کاگھر ہیں۔وہ اہل آسمان کے لیے اسی طرح روشن دکھائی دیتی ہیں جیسے اہل زمین کے لیے آسمان کے ستارے چمکتے ہیں۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوت، باب فی ثواب صلاۃالعتمۃ فی اللیلۃالمظلمۃ، رقم: ۶۴۳۸ ؛ الطبرانی، المعجم الاوسط، ج ۵، ص ۶۹، رقم: ۴۶۹۷، ۶۶۴۴ ؛ البیہقی، شعب الایمان، باب الصلاۃ، فصل المشی إلی المساجد، رقم: ۲۶۴۵۔ **(حکم)** صحیح لغیرہ ۔ دیکھیں: البانی، صحیح الترغیب والترہیب، رقم: ۳۱۸۔صحیح ابن حبان کے محقق شعیب الأرناؤط نے کہا: یہ روایت اپنے شواہد کے لحاظ سے صحیح ہے۔ دیکھیں: صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ والجماعۃ، رقم: ۲۰۴۶۔

(ب) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۸، ص ۱۴۲، رقم:۷۶۳۳۔ **(حکم) ضعیف:** البانی، ضعیف الترغیب والترہیب، رقم: ۱۹۸۔

(ج) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۸، ص ۱۷۷، رقم: ۷۷۳۹۔ **(حکم):** شیخ البانی نے اس کو موضوع کہاہے۔ دیکھیں: البانی، السلسلۃالضعیفۃ، رقم: ۲۰۰۷۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب الزہد، باب ماجاء فی لزوم المساجد، رقم: ۳۴۶۱۳۔

(ھ) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۰، ص ۲۶۲، رقم: ۱۰۶۰۸ ؛ البیہقی، شعب الایمان، باب الصلاۃ، فصل المشی إلی المساجد، رقم: ۲۶۸۷۔ **(حکم):**امام الہیثمی نے فرمایاکہ: اس کے رجال ثقہ ہیں۔ دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب فضل المساجد، رقم: ۱۹۳۴۔

(أ) امام احمد نے عبداللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس سے زیادہ وسیع گھر بنائے گا۔

(ب) امام احمد اور طبرانی نے بشر بن حیان(۱) سے یہ قول نقل کیا ہے کہ واثلہ(۲) بن اسقع رضی اللہ عنہ آئے اور ہم مسجد تعمیر کر رہے تھے۔ وہ ہمارے پاس ٹھہرے اور سلام فرمایا اور پھر کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جس کسی نے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس سے افضل واعلیٰ گھر جنت میں بنائے گا۔

(ج) ابن ابی شیبہ، احمد اور بزار نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے

(أ) مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، رقم: ۷۰۵۶۔ **(حکم)** مسند احمد کے محققین نے کہا کہ یہ روایت صحیح ہے لفظ "اوسع" کے بغیر۔ جبکہ اس کا سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں الحجاج جو أرطاۃ کا بیٹا ہے، کثرت سے غلطیاں اور تدلیس کرنے والا ہے۔ امام الہیثمی نے بھی فرمایا کہ: اس کے سند میں الحجاج بن أرطاۃ ہے جس کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔ دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب بناء المسجد، رقم: ۱۹۳۵۔

(ب) مسند احمد، مسند المکیین، حدیث واثلۃ بن الأسقع، رقم: ۱۶۰۰۵ ؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۲۲، ص ۸۸، رقم: ۲۱۳۔ **(حکم)** مسند احمد کے محققین نے کہا کہ: حدیث صحیح ہے جبکہ اس کا اسناد حسن بن یحیٰ الخشنی کی ضعف اور بشر بن حیان کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰت، باب فی ثواب من بنی للہ مسجداً، رقم: ۳۱۵۵، ۳۱۵۶ ؛ مسند احمد، ومن مسند بنی ہاشم، مسند عبداللہ بن عباسؓ، رقم: ۲۱۵۷ ؛ مسند البزار، مسند ابن عباسؓ، رقم: ۵۰۷۹۔ **(حکم)** مسند احمد کے محققین نے روایت کو صحیح لغیرہ اور اس کے اسناد کو جابر الجعفی کی ضعف کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ امام الہیثمی نے بھی کہا کہ اس میں جابر الجعفی ہے جو ضعیف ہے۔ دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب بناء المسجد، رقم: ۱۹۳۷۔

(۱) بشر بن حیان الخشنی، قریشی، صحابی رسول ﷺ واثلۃ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت لیتے ہیں اور ان سے حسن بن یحیٰ الخشنی نے روایت کی ہے۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۲، ص ۷۱، رقم: ۱۷۲۵ ؛ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۲، ص ۳۵۴، رقم: ۱۳۴۲ ؛ ابن حبان، کتاب الثقات، ج ۲، ص ۴۱، رقم: ۷۷۳۔

(۲) واثلہ بن اسقع (۲۲ ق ھ۔۸۳ھ / ۶۰۱۔۷۰۲م): واثلہ بن اسقع بن عبدالعزیٰ اللیثی الکنانی، صحابی، أصحاب صفہ میں سے تھے انھوں نے ۹ھ کو اسلام قبول کیا اور غزوۂ تبوک میں شرکت فرمائی۔ دمشق اور حمص کے غزوات میں بھی شریک رہے۔ بعض روایات کے مطابق انھوں نے عبدالملک کے زمانے میں ۱۰۵ یا ۹۸ سال کی عمر میں دمشق میں وفات پائی۔ ان سے ۵۶ أحادیث مروی ہیں۔ دیکھیں: ابن جوزی، صفۃ الصفوۃ، ص ۲۴۳، رقم: ۹۰ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۳، ص ۲۰۷۴، رقم: ۹۰۹۰ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۴، ص ۱۲۴، رقم: ۲۷۶۷ ؛ ابن قانع، معجم الصحابۃ، ج ۱۴، ص ۵۲۳۳۔

فرمایا: جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائی اگرچہ وہ اس گڑھے کی طرح ہو جو تنکوں اور انڈے دینے کے لیے بناتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

(أ) طبرانی نے الاوسط میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے مسجد بنائی اور اس سے ریاء اور شہرت کا ارادہ نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

(ب) طبرانی نے الاوسط میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے مال حلال سے اس لیے ایک گھر تعمیر کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں موتیوں اور یاقوت سے ایک گھر بنائے گا۔

(ج) ابن ابی شیبہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے مسجد بنائی اگرچہ وہ کونج کے انڈے دینے کے گڑھے کی مثل ہی ہو، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

(د) ابن ابی شیبہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کسی نے مسجد بنائی تا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں محل بنائے گا۔

(ھ) ابن ابی شیبہ نے انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مساجد بناؤ اور انہیں غیر کے تصرف سے محفوظ جگہ بناؤ۔

(أ) الطبرانی، المعجم الاوسط، ج ۷، ص ۱۱۱، رقم: ۷۰۰۵۔ **(حکم)** الہیثمی نے فرمایا: اس کے سند میں المثنی بن الصباح ہے جس کو یحیی بن القطان اور جماعت نے ضعیف کہا ہے جبکہ ابن معین نے ایک روایت میں ان کو ثقہ اور دوسری میں ضعیف کہا ہے۔ دیکھیں: الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب بناء المساجد، رقم: ۱۹۴۲۔

(ب) الطبرانی، المعجم الاوسط، ج ۵، ص ۱۹۵، رقم: ۵۰۵۹۔ **(حکم)** الہیثمی نے فرمایا کہ: اس میں سلیمان بن داود الیمامی ہے جو کہ ضعیف ہے۔ دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب بناء المساجد، رقم: ۱۹۴۰۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰت، باب فی ثواب من بنی للہ مسجداً، رقم: ۳۱۵۵۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰت، باب فی ثواب من بنی للہ مسجداً، رقم: ۳۱۵۷۔ **(حکم)** صحیح۔ دیکھیں: البانی، صحیح ابن ماجہ، رقم: ۶۰۱۔

(ھ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰت، باب فی زینۃ المساجد وماجاء فیہا، رقم: ۳۱۵۲۔ **(حکم)** ضعیف: البانی، السلسلۃ الضعیفۃ، رقم: ۱۶۷۴۔

(أ) ابن ابی شیبہ نے ذکرکیاہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:ہمیں حکم دیاگیاہے کہ ہم کثیر تعداد میں مساجد بنائیں اورعزت وشرف والے شہرتعمیر کریں۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے ابن عمررضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:ہمیں ایسی مسجدمیں نماز پڑھنے سے منع کیاگیاہے جس پر کنگرے بنائے گئے ہوں۔

(ج) ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن شقیق(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مساجد کثیر تعداد میں ہیں اور لوگوں کی عزت وشرف زمانے جدت وایجادمیں ہے۔

(د) ابن ابی شیبہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیاہے کہ انہوں نے کہایہ کہاجاتاہے لوگوں پر ایک زمانہ آئے گاجس میں وہ مساجد بنائیں گے اوران کے ساتھ فخرکریں گے اورانہیں بیچاننے والے قلیل ہوں گے۔

(ھ) ابن ابی شیبہ نے یزیدبن الاصم(۲) سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے مساجد کی

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰۃ، باب فی زینۃ المساجدوماجاء فیہا، رقم: ۳۱۵۱۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰۃ، باب فی زینۃ المساجدوماجاء فیہا، رقم: ۳۱۵۴۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰۃ، باب فی زینۃ المساجدوماجاء فیہا، رقم: ۳۱۵۰۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰۃ، باب فی زینۃ المساجدوماجاء فیہا، رقم: ۳۱۴۶۔

(ھ) مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت نہیں ملی۔امام ابوداود نے ''السنن'' میں اس کی تخریج کی ہے۔ جس میں یزیدبن لأصم ابن عباس سے مرفوع روایت بیان کرتاہے۔دیکھیں : سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب فی بناء المساجد، رقم: ۴۴۸۔ **(حکم)** صحیح : البانی، صحیح ابی داود، رقم : ۴۳۱۔

(۱) عبداللہ بن شقیق العقیلی البصری، تابعی نے ابوہریرۃؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ اور عائشہؓ سے تحصیل علم کیا۔ان کے شاگردوں میں حمیدالطویل، زبیربن الخریت اور خالدالحذاء شامل ہیں۔ابن معین نے انھیں ثقہ کہاہے۔انھوں نے ۱۰۸ھ میں وفات پائی۔دیکھیں : ابن حبان، مشاہیرعلماء الأمصار، ص ۹۴، رقم: ۶۹۱ : ابن ابی حاتم ، الجرح والتعدیل، ج ۵، ص ۸۱، رقم: ۳۷۶ : البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۵، ص ۱۱۶ ، رقم: ۳۴۵۔

(۲) یزید بن لأصم بن عبیدبن معاویہ ، ابوعوف الکوفی کے والدہ کانام بُرزۃ بنت الحارث تھاجو اُم المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ انھوں نے اپنی خالہ میمونہ بنت الحارث، عائشہ صدیقہؓ، ابوہریرۃؓ، سعدبن ابی وقاصؓ، معاویہؓ اور ابن عباسؓ سے استفادہ کیا۔ انھوں نے ۷۳ سال کی عمر میں باختلاف روایت ۱۰۳ھ یا ۱۰۴ھ میں وفات پائی۔ العجلی، اور النسائی نے انھیں ثقہ کہاہے۔دیکھیں : العجلی، تاریخ الثقات ، ص ۴۷۷، رقم: ۱۸۳۲ : ابن حبان ، کتاب الثقات، ج ۳، ص ۱۳۰ ، رقم: ۴۴۸۶ : ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۷، ص ۳۳۳، رقم: ۲۹۴۹ : ابن حجر، تہذیب ، ج ۷، ص ۱۳۶، رقم: ۸۹۹۱۔

عمارت کو بہت بلند کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

(أ) ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم اپنی مساجد کی زیب وآرائش اس طرح کروگے جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں کو آراستہ کیا ہے۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم اپنی مساجد کی زیب وآرائش کروگے اور اپنے مصاحف کو زیورات سے آراستہ کروگے تو پھر تم پر ہلاکت اور بربادی ہوگی۔

(ج) طبرانی نے مسند الشامیین میں علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے مسجد میں قندیل (چراغ) لگائی، ستر ہزار فرشتے اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور جب تک وہ قندیل روشن رہی وہ اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔

(د) سلیم رازی(۱) نے الترغیب میں انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے مسجد میں چراغ روشن کیا، جب تک اس کی روشنی اس مسجد میں رہے ملائکہ اور حاملین عرش اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلاۃ، باب فی بناء المساجد، رقم: ۳۱۵۲۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلاۃ، باب فی المصحف یحلی، رقم: ۸۷۹۹۔

(ج) الطبرانی، سلیمان ابن احمد بن ایوب ، مسندالشامیین، تحقیق: حمدی بن عبدالمجید، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۴م، ج ۲، ص ۲۷۳، رقم: ۱۳۲۷۔(حکم) موضوع۔ دیکھیں: ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ، ج ۲، ص ۱۱۳، رقم: ۱۰۰ ؛ العجلونی، اسماعیل بن محمد بن عبدالھادی، کشف الخفاء ومزیل الإلباس عمااشتہر من الأحادیث علی ألسنۃ الناس، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۳، ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸م ، ج ۲، ص ۱۳۴، رقم: ۲۵۴۱۔

(د) سلیم رازی کی روایت- جیساکہ: الزیلعی ، تخریج أحادیث الکشاف، ج ۲، ص ۵۹ میں ملی۔(حکم) شیخ البانی نے اس روایت کو موضوع کہا ہے۔دیکھیں : سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ، ج ۳، ص ۳۱۱، رقم: ۱۱۶۸۔

(۱) سلیم رازی: (۳۶۵۔۴۴۷ھ / ۹۷۵۔۱۰۵۵م) سلیم ابن ایوب سلیم الرازی، الشافعی، ابوالفتح، فقیہ تھے۔اصل کے لحاظ سے ''رے'' سے تھے لیکن شام میں سکونت اختیار کی تھی۔فقہ کا حصول بغداد سے کیا تھا۔انھوں نے کئی کتابیں لکھیں ہیں جن میں ''غریب الحدیث'' اور ''الإشارۃ'' شامل ہیں۔حج کی ادائیگی کے بعد ان کی موت جدہ کے ساحل پر بحیرۂ قلزم میں ڈوبنے سے واقع ہوئی۔اس وقت ان کی عمر تقریباً ۸۰ سال تھی۔ دیکھیں : الذہبی، سیراعلام النبلاء ، ج ۱۷ ، ص ۶۴۶، رقم: ۴۳۶ ؛ الزرکلی، الاعلام، ج ۳، ص ۱۱۶۔

(أ) ابوبکرالشامی نے اپنی رباعیۃ میں اور طبرانی نے ابوقرصافہ(۱) رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے ’’مساجد بناؤ اوران سے کوڑا کرکٹ باہر نکال دو‘‘ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے بھی سنا ہے کہ جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔ تو صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ وہی مساجد ہیں جو راستوں میں بنائی جاتی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہی مساجد ہیں جو راستوں میں بنائی جاتی ہیں۔

(ب) امام احمد نے ذکر کیا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نبی کریم ﷺ کی معیت میں مدینہ طیبہ کے راستوں میں سے ایک راستہ سے گزرا تو آپ ﷺ نے کچی اینٹوں کا بنا ہوا ایک قبہ دیکھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کس کا ہے؟ میں نے عرض کی: یہ فلاں کا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہر تعمیر اپنے مالک پر قیامت کے دن بھاری ہوگی سوائے مسجد کی تعمیر کے۔ پھر آپ ﷺ وہاں سے گزرے تو وہ قبہ نہ دیکھا۔ پوچھا: اس کے ساتھ کیا کیا گیا؟ میں نے عرض کی: جو ارشاد آپ نے فرمایا تھا وہ اس کے مالک تک پہنچا تو اس نے اسے گرا دیا، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔

(ج) امام احمد نے الزہد میں اور حکیم ترمذی نے مالک بن دینار(۲) رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، میں اہل زمین کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں۔ پھر جب میں قرآن کے ہم نشینوں، مساجد کو آباد

(أ) الطبرانی ، المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۱۹، رقم: ۲۵۲۱۔ (حکم) امام الہیثمی نے کہا: اس کے اسناد میں کئی راوی مجہول ہیں۔ (فی اسنادہ مجاھیل) دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب بناء المساجد، رقم: ۱۹۴۹۔ شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ البانی، السلسۃ الضعیفۃ، رقم: ۱۶۷۵۔

(ب) مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند أنس بن مالکؓ، رقم: ۱۳۳۰۱۔ (حکم) مسند احمد کے محققین نے کہا کہ حدیث اپنے طرق اور شواہد سے لائق تحسین ہے لیکن اس کا اسناد شریک بن عبداللہ النخعی کی سوء الحفظ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(ج) احمد بن حنبل، الزہد، باب بقیۃ زہد عیسیٰ علیہ السلام، ص ۹۷ ؛ الحکیم الترمذی، نوادرالاصول ، باب من النیۃ مشارکۃ الجلیس فی الہدیۃ، ج ۱، ص ۲۹۔

(۱) ابوقرصافۃ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ ان کا نام جندرۃ بن خیشنۃ بن مرۃ الکنانی الشامی ہیں۔ انھوں نے شام سے آکر فلسطین میں سکونت اختیار کی تھی۔ دیکھیں: ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۴، ص ۲۹۶، رقم: ۳۱۶۵؛ ابن الاثیر، اسدالغابۃ، ج ۲، ص ۳۸۸، رقم: ۸۱۱۔

(۲) مالک بن دینارالبصری، ابویحیٰ، تابعی نے مالک بن أنسؓ، حسن بصری، محمد بن سیرین، سعید بن جبیر، قاسم بن عبداللہ جیسے بڑے ائمہ سے استفادہ کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں أبان بن یزید، السری بن یحیٰ، جعفر بن سلیمان شامل ہیں۔ امام نسائی نے انھیں ثقہ کہا ہے۔ انھوں نے ۱۳۰ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: النووی، تہذیب الأسماء واللغات، ج ۲، ص ۴۲۹، رقم: ۵۴۳ ؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۷، ص ۲۴۳ ؛ الذہبی، تاریخ الإسلام، ج ۸، ص ۲۱۴۔

کرنے والوں اور فرزندان اسلام کی طرف دیکھتا ہوں تو میرا غضب ٹھنڈا ہوکر سکون میں بدل جاتا ہے۔

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللّهِ لاَ يَسْتَوُونَ عِندَ اللّهِ وَاللّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (19) الَّذِينَ آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللّهِ وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ (20)

''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کو آباد کرنا اس شخص کے اعمال جیسا خیال کیا ہے جو خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہے؟ یہ لوگ خدا کے نزدیک برابر نہیں ہیں۔اور خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔جو لوگ ایمان لے آئے اور وطن چھوڑ گئے اورخدا کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے رہے خدا کے ہاں ان کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں''۔

(أ) امام مسلم،ابوداؤد،ابن جریر،ابن منذر،ابن ابی حاتم،ابن حبان،طبرانی،ابوالشیخ اورابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے منبر کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ہمراہ تھا،تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اسلام قبول کرنے کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے کے سوا کوئی عمل نہ کروں۔دوسرے نے کہا: بلکہ مسجد حرام کو آباد کرنے کے سوا (کوئی عمل نہ کروں) ایک اور نے کہا: بلکہ اللہ تعالی کے راستے میں جہاد کرنا ان اعمال سے بھی افضل ہے جن کا ذکر تم نے کیا۔یہ سن کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں جھڑکا اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے منبر کے پاس اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔وہ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔فرمایا سنو جب تم نماز جمعہ پڑھ لوگے تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوکر ان اعمال کے بارے میں استفسار کروں گا جن میں تم نے اختلاف کیا ہے۔تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: **أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللّهِ لاَ يَسْتَوُونَ عِندَ اللّهِ وَاللّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ**۔

(ب) ابن ابی حاتم اورابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مشرکین نے کہا: بیت اللہ کو آباد کرنا اور حاجیوں کو پانی پلانے کا انتظام کرنا ایمان لانے اور جہاد کرنے سے بہتر ہے۔وہ حرم پاک کے ساتھ فخر کرتے تھے اور وہ اس بات پر خوب اپنی برتری اور تکبر کا اظہار کرتے تھے کہ وہ اہل حرم ہیں اور اسے آباد کرنے والے ہیں۔پس اللہ تعالی نے ان کے تکبر کرنے اوران کے اعراض کرنے کا ذکر کیا اور مشرکین میں سے اہل حرم کے بارے

(أ) صحیح مسلم، کتاب الإمارۃ، باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ تعالی، رقم: ۱۸۷۹ ؛ تفسیر الطبری، سورۃ الانفال، رقم: ۱۶۵۵۷ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، ج ۶، ص ۱۷۶۷، رقم: ۱۰۰۶۳ ؛ ابن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم: ۴۵۹۱ ؛ الطبرانی، المعجم الأوسط، ج ۱، ص ۱۳۴، رقم: ۴۲۱۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۶۲، ۱۰۰۶۸، ۱۰۰۷۰۔

میں فرمایا: قَدْ کَانَتْ آیَاتِیْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ فَکُنْتُمْ عَلٰی أَعْقَابِکُمْ تَنکِصُوْنَ O مُسْتَکْبِرِیْنَ بِهٖ سَامِراً تَهْجُرُوْنَ O [۱] ''(وہ وقت یادکرو)جب ہماری آیتیں تمہارے سامنے پڑھی جاتی تھیں اورتم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جایا کرتے تھے غروروتکبر کرتے ہوئے (پھرصحن حرم میں)تم داستان سرائی کیاکرتے تھے اورقرآن کی شان میں بکواس کیا کرتے تھے''۔یعنی وہ حرم پاک کے ساتھ غرورتکبرکیاکرتے تھے اوروہاں قصے کہانیاں بیان کرتے تھے اورقرآن کریم اورنبی کریم ﷺ کے بارے میں غلیظ گفتگوکرتے تھے۔پس اللہ تعالی پر ایمان لانااورنبی کریم ﷺکی معیت میں جہاد کرنا،مشرکین کے بیت اللہ کوآبادکرنے اورپانی پلانے کاانتظام کرنے سے کہیں بہتراورافضل ہے۔شرک کے ہوتے ہوئے ان کے لیے کوئی عمل اللہ تعالی کے نزدیک نفع بخش نہیں اگر چہ وہ اس کے گھر کوآبادکرتے رہیں اوراس کی خدمت بجالاتے رہیں۔اللہ تعالی نے ارشادفرمایا: لاَیَسْتَوُوْنَ عِندَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لاَیَهْدِیْ الْقَوْمَ الظّٰالِمِیْنَO یعنی وہ لوگ جن کایہ گمان ہے کہ وہ بیت اللہ کوآبادکرنے والے ہیں اوراللہ تعالی نے ان کے شرک کے سبب انہیں ظالم قرار دیاہے تو بیت اللہ شریف کو آباد کرنا انہیں کسی قسم کافائدہ اورنفع نہیں پہنچاسکتا۔

(أ) ابن جریر،ابن منذراورابن ابی حاتم نے بیان کیاہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا: کہ عباس رضی اللہ عنہ جب غزوۂ بدرمیں قید ہوئے توانہوں نے کہا:اگرتم اسلام قبول کرنے ہجرت اورجہادکرنے میں ہم سے سبقت لے چکے ہوتوہم بھی مسجدحرام کوآبادکرتے ہیں اورحاجیوں کوپانی پلاتے ہیں اورہم خدام کوآزادی دلاتے ہیں۔ تواللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی: أَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَاجِّ.....الآیہ۔یعنی ان کایہ عمل حالت شرک میں ہے اورمیں حالت شرک میں اس عمل کو قبول نہیں کرتا۔

(ب) ابن مردویہ نے اسی آیت کے ضمن میں ابن عباس رضی اللہ عنہماسے یہ قول نقل کیاہے کہ آپ نے فرمایا:یہ آیت علی بن ابی طالب اور عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

(ج) عبدالرزاق،ابن ابی شیبہ،ابن جریر،ابن منذر،ابن ابی حاتم اورابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ شعبی نے کہا:کہ یہ آیت عباس اورعلی رضی اللہ عنہماکے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ان دونوں نے اس کے بارے میں گفتگو کی ہے۔

(أ) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۶۵۵۸ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۶۶۔

(ب) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) عبدالرزاق، تفسیرالصنعانی ، ج ۱، ص ۲۶۹ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، فضائل علی بن ابی طالب، رقم: ۳۲۱۲۴ ؛ تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۶۵۶۲ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۷۶۸، رقم: ۱۰۰۶۵۔

(۱) المؤمنون : (۶۷,۶۸)

(أ) ابن مردویہ نے شعبیؒ سے یہ قول نقل کیاہے کہ علی اور عباس رضی اللہ عنہما دونوں کے مابین تنازعہ ہوا۔تو عباس رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا:میں نبی کریم ﷺ کا چچاہوں اور تم آپ کے چچا کے بیٹے ہواور میں حاجیوں کوپانی پلانے اور مسجد حرام کوآباد کرنے والاہوں تو اللہ تعالی نے مذکورہ آیت نازل فرمادی۔

(ب) عبدالرزاق نے حسن رضی اللہ سے یہ قول ذکرکیاہے کہ یہ آیت علی،عباس،عثمان اور شیبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔انہوں نے ہی اس بارے میں کلام کی ہے۔

(ج) ابن ابی شیبہ،ابوالشیخ اورابن مردویہ نے عبداللہ بن عبیدہ(۱) رضی اللہ عنہ سے قول بیان کیاہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ کوکہا:اگرتم مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرتے۔توانہوں نے جواب دیا:کیامیں ہجرت سے افضل کام نہیں کررہا:کیامیں حاجیوں کوپانی نہیں پلاتاہوں اورمسجد حرام کوآبادنہیں کرتاہوں؟تب یہ ارشادنازل ہوا: أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللّهِ فرمایااللہ تعالی نے مدینہ کومکہ مکرمہ پرافضل واعلی درجہ عطافرمایاہے۔

(د) فریابی نے ابن سیرین سے یہ قول نقل کیاہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں آئے اورعباس رضی اللہ عنہ سے کہا:اے چچاجان!کیاآپ ہجرت نہیں کریں گے؟کیاآپ ﷺ کے ساتھ آکرسکونت اختیارنہیں کریں گے؟توانہوں نے فرمایا:میں مسجد حرام کوآبادکرتاہوں اوربیت اللہ شریف کی دربانی کرتاہوں تواللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۔الآیہ۔آپ نے ایک قوم سے ان کے نام لے کرکہا:کیاتم ہجرت نہیں کروگے؟کیاتم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جاکرنہیں ملوگے؟توانہوں نے جواب دیاہم اپنے بھائیوں،خاندان کے افراداوراپنے گھروں میں مقیم رہیں گے۔تب اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ ....الآیہ (۲)

(أ) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) عبدالرزاق،تفسیرالصنعانی، ج ۱،ص ۲۶۹۔

(ج) روایت نہیں ملی۔

(د) روایت نہیں ملی۔

(۱) عبداللہ بن عبیدۃ بن نشیط الزبدی، موسیٰ بن عبیدۃ اور محمد بن عبیدۃ کے بھائی تھے۔جابر بن عبداللہؓ سے مرسل روایت بیان کرتا ہے۔جبکہ ان کے شیوخ میں عبیداللہ بن عبداللہ، عمر بن عبدالعزیز،اور ان کا بھائی موسیٰ بن عبیدۃ، عقبہ بن عامر، اور سہل بن سعد شامل ہیں۔ ان سے صالح بن کیسان، موسیٰ بن عبیدۃ اور محمد بن عبیدۃ نے روایتیں کی ہے۔ انھوں نے ۱۳۰ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۵، ص ۱۴۳، رقم: ۴۳۲ ؛ النووی، تہذیب الأسماء ، ج ۱، رقم: ۳۱۸۔

(۲) التوبۃ : (۲۴)

(أ) ابن جریر نے محمد بن کعب قرظی سے یہ قول روایت کیا ہے کہ طلحہ بن شیبہ،عباس اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اظہارفخر کیا۔پس طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:میں بیت اللہ کا مالک ہوں،میرے پاس اس کی چابی ہے۔عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:میں حاجیوں کو پانی پلانے والا اور اس پر قائم رہنے والا ہوں اور علی رضی اللہ عنہ نے کہا:جو کچھ تم کہہ رہے ہو اسے میں نہیں جانتا۔تحقیق میں نے لوگوں سے پہلے قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی ہے اور میں جہاد کرنے والا ہوں۔پس اللہ تعالٰی نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

(ب) ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ضحاک نے کہا:مسلمان عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے پاس آئے جنہیں بدر کے دن قیدی بنایا گیا اور انہیں شرک کے سبب عار دلانے لگے۔تو عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:قسم بخدا!کیا ہم مسجد حرام کو آباد نہیں کرتے رہے ہیں اور خدام کی گردنیں آزاد نہیں کرتے رہے ہیں،بیت اللہ شریف کی حفاظت نہیں کرتے رہے ہیں اور حاجیوں کو پانی نہیں پلاتے رہے ہیں۔تب اللہ تعالٰی نے مذکورہ مکمل آیت نازل فرمائی۔

(ج) ابونعیم نے فضائل الصحابہ میں اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عباس رضی اللہ عنہ اور صاحب البیت شیبہ(۱) دونوں بیٹھے اور اپنے مفاخر بیان کرنے لگے۔پس عباس رضی اللہ عنہ نے اسے کہا:میں تجھ سے اشرف واعلٰی ہوں،میں رسول اللہ ﷺ کا چچا ہوں،اپنے باپ کا وصی ہوں اور حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں۔ پھر شیبہ نے کہا:میں تم سے افضل واعلٰی ہوں۔میں اللہ تعالٰی کے گھر اور اس کے خاندان پر اس کی جانب سے امین ہوں کیا اس نے تجھے اس طرح امین بنایا ہے جیسے اس نے مجھے امین بنایا ہے؟تو اتنے میں ان دونوں کے پاس علی رضی اللہ عنہ آپہنچے ان دونوں نے جو کچھ کہا تھا،دونوں نے اس کے بارے میں آپ کو آگاہ کیا تو پھر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم دونوں کی نسبت زیادہ شرف وعزت والا ہوں۔کیونکہ میں وہ پہلا شخص ہوں جو ایمان لایا اور ہجرت کی۔پس وہ تینوں نبی کریم ﷺ کی جانب چل پڑے اور آپ کو اس صورت حال سے آگاہ کیا۔تو آپ ﷺ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا تو وہ واپس چلے گئے۔پھر چند دنوں بعد آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔تو آپ ﷺ نے انہیں بلا بھیجا اور ان پر عشر کے آخر تک یہ آیت پڑھی۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۵۶۳۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۵۶۶۔

(ج) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۴۲، ص ۳۵۷۔

(۱) شیبہ بن عثمان بن أبی طلحۃ القرشی،صحابی کا تعلق بنو عبدالدار سے تھا۔ انھوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔ دورجاہلیت میں حاجب کعبہ تھے۔نبی کریم ﷺ نے ان کو اس عہدے پر باقی رکھا۔ان کی اولاد آج بھی یہ خدمت سرانجام دے رہی ہے۔دیکھیں : ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۲۳، ص ۲۵۴ ؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۳، ص ۱۸۱۔

(أ) ابوالشیخ نے ابوحمزہ سعدی (۱) سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے پڑھا: أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ (۲) الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ.

(ب) ابوالشیخ نے ذکرکیا ہے کہ حسنؒ نے أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ کی تفسیر میں فرمایا: انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ پانی پلانے والوں اوردربانی کا پیشہ کرنے والوں کو بلائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم انہیں نہ بلاؤ کیونکہ تمہارے لیے اسی میں بہتری اوربھلائی ہے۔

(ج) ابن ابی شیبہ اورابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن سائب (۳) رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں عباس رضی اللہ عنہ کی سبیل سے پانی پیتاہوں کیونکہ وہ سنت ہے۔اورابن شیبہ کے الفاظ یہ ہیں: کیونکہ وہ بھی حج کی تکمیل کاذریعہ ہے۔

(أ) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب فی الشرب فی نبیذ السقایۃ، رقم: ۱۳۳۱۲، ۱۳۳۱۴۔

(۱) الدرالمنثور میں "ابوحمزۃ السعدی" ہے جبکہ یہ اصل میں "ابووجزۃ السعدی" ہے۔ یزید بن عبیدالسلمی السعدی المدنی، ابووجزۃ، شاعر، محدث اورتابعی تھے۔اصلاً بنوسلیم سے تعلق رکھتے تھے لیکن بنوسعد بن بکربن ہوازن میں پلے بڑھے اس لیے ان کی طرف منسوب ہیں۔مدینہ میں رہتے تھے اوراسی میں ۱۳۰ھ میں بمطابق ۷۴۷م وفات پائی۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۸، ص ۳۴۸ ؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۸، ص ۱۸۵۔

(۲) اصل میں ابووجزۃ نے اس کو یوں پڑھا: أَجَعَلْتُمْ سُقَاةَ الْحَاجِّ وَعَمَرَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ. ابن الوردان نے بھی سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ کو "سُقَاة" "سین کے ضمہ اور الف کے بعد یاء کے حذف کے ساتھ پڑھاہے اور عمارۃ کو "عَمَرۃ" عین کے فتح اور الف کے فتح کے ساتھ پڑھاہے۔ یہ میمونہ اور القوری کی روایت ہے جنہوں نے ابی جعفر سے روایت کیاہے۔ دیکھیں: ابن الجزری، النشر فی قراء ات العشر، باب فرش الحروف، سورۃ التوبۃ، ج ۲، ص ۲۷۸۔

(۳) عبداللہ بن السائب بن السائب قریشی، مخزومی، ابوالسائب، المکی القاری، خود اور ان کے والددونوں صحابی ہیں۔آپ اہل مکہ کے قاری تھے جنہوں نے آپ سے قراء ت اخذ کی۔ آپ کے تلامذہ میں عبداللہ بن صفوان، عطاء بن أبی رباح اور مجاہد بن جبرشامل ہیں۔ انھوں نے عبداللہ بن زبیر کے زمانے میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابونعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۳، ص ۱۶۷۲ ؛ ابن حجر، تہذیب، ج ۳، ص ۴۸۸، رقم: ۳۸۷۹۔

(أ) امام بخاری،حاکم اورآپ نے اس روایت کوصحیح قراردیاہے اوربیہقی نے سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺسبیل کے پاس تشریف لائے اورپانی طلب فرمایاتو عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:اے فضل!اپنی ماں کے پاس جاؤاوراس کے پاس رسول اللہ ﷺ کے لیے پانی لاؤ۔تو آپ ﷺ نے فرمایا:مجھے پلاؤ۔تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! وہ اپنے ہاتھ اس میں مارتے رہتے ہیں۔آپ ﷺنے فرمایا: مجھے پلاؤ، چنانچہ آپ ﷺنے اس سے پیااورپھرآپ زمزم کے پاس آئے اوروہاں پانی پلانے لگے اورکام کرنے لگے تو آپ ﷺنے فرمایا:تم عمل کرو۔کیونکہ تم صالح اورنیک کام کررہے ہو۔اگرتم غالب آئے تو میں اتروں گا یہاں تک کہ اس پر رسی رکھ دوں گا۔آپ نے اپنے کندھے کی طرف اشارہ کیا۔

(ب) امام احمد نے ابومحذورۃ (۱) رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیاہے کہ رسول اللہ ﷺنے ہمارے اورہمارے موالی کے لیے اذان،بنی ہاشم کے لیے پانی پلانااور بنی عبدالدار کے لیے دربانی مقررفرمائی۔

(ج) ابن سعد نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہامیں نے عباس رضی اللہ عنہ سے کہا:آپ ہمارے لیے رسول اللہ ﷺسے پوچھیے کیاہم آپ کے لیے وہ پانی لے آئیں جسے ہاتھوں نے مس نہ کیاہو۔توانہوں نے کہا:کیوں نہیں۔پس انہوں نے مجھے سیراب کیااورآپ ﷺکوپانی پلایا۔پھرآپ زمزم کے پاس آئے اورفرمایا:میرے لیے اس میں ایک ڈول نکالو۔پس انہوں نے اس سے ایک ڈول نکالا۔تو آپ نے اس سے کلی فرمائی پھروہ(پانی) اسی میں پھینک دیا۔پھر فرمایا: تم دوبارہ نکالو۔پھرفرمایا: بلاشبہ تم عمل صالح میں مشغول ہو پھر فرمایا: اگرتم اس پرغالب نہ آگئے تو میں اس پراتروں گا اور تمہارے ساتھ ڈول نکالوں گا۔

(أ) امام بخاری، صحیح بخاری، کتاب الحج، باب سقایۃ الحج، رقم: ۱۵۵۴ ؛ الحاکم، المستدرک، أول کتاب المناسک، رقم: ۱۷۴۷ ؛ البیہقی، سنن الکبریٰ، کتاب الحج، باب سقایۃالحاج والشرب منہا، رقم: ۹۴۳۵۔

(ب) مسنداحمد، مسندالقبائل ، حدیث أبي محذورۃ، رقم: ۲۷۲۵۳۔ **(حکم):** مسنداحمد کے محققین نے اس روایت کے اسناد کو حذیل بن بلال کی ضعف کی وجہ سے ضعیف کہاہے۔

(ج) ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ، ج ۴ ،ص ۲۵۔

(۱) ابومحذورۃ کے نام میں اختلاف ہے بعض روایات کے مطابق سمرۃ بن معیر یا أوس بن معیر ہے۔ آپ جلیل القدرصحابی ہیں۔مسجدالحرام کے مؤذن تھے۔انھوں نے غزوۂ حنین کے بعداسلام قبول کیا۔مکہ میں رہتے تھے اور وہی ۵۹ھ (۶۷۹م) میں وفات پائی۔ دیکھیں : ابن حجر، الإصابۃ، ج ۴،ص ۲۳۵۳ ، رقم: ۱۰۴۹۹ ؛ ابن عبدالبر، الإ ستیعاب، ج ۴،ص ۳۱۳، رقم: ۳۱۹۴ ؛ ابن قانع، معجم الصحابہ، ج ۶،ص ۲۲۷۶۔

(أ) ابن سعد نے جعفر بن تمام(۱) سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:ایک آدمی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیااور کہا:تمہارااس کشمش کی نبیذ کے بارے میں کیاخیال ہے جوتم لوگوں کو پلاتے ہو۔کیاتم اسے سنت سمجھتے ہویا اس لیے کہ تم اسے شہداوردودھ کے مقابلہ میں آسانی سے پالیتے ہو؟ابن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایاکہ رسول اللہ ﷺ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ وہ لوگوں کو پلارہے تھے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا:مجھے بھی پلایئے تو عباس رضی اللہ عنہ نے ہلکی سی نبیذ منگوائی۔اوررسول اللہ ﷺ نے اس سے تھوڑی سی لے کر نوش فرمائی۔پھرفرمایا تم نے یہ بہت اچھا کیا،اسے کرتے رہو،ابن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا:میرے لیے دودھ اورشہد کی سبیل لگانا رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے بڑھ کرباعث مسرت نہیں۔

(ب) ابن سعد نے مجاہد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:آل عباس کی سبیل سے پیو کیونکہ یہ سنت ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم اورابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ عطاء نے أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد آب زمزم ہے۔

(د) عبدالرزاق نے مصنف میں،ازرقی نے تاریخ مکہ میں اور بیہقی نے دلائل میں زہری سے نقل کیا ہے کہ سب سے اول رسول اللہ ﷺ کے جدامجد عبدالمطلب کے بارے میں یہ ذکر کیا گیا کہ قریش اصحاب فیل سے بھاگتے ہوئے حرم پاک سے نکل گئے۔آپ اس وقت نوجوان تھے۔آپ نے کہا:قسم بخدا!کسی غیر سے عزت اورقوت طلب کرنے کے لیے میں تو اللہ تعالیٰ کے حرم سے باہرنہیں نکلوں گا۔چنانچہ آپ بیت اللہ شریف کے پاس بیٹھ گئے اورقریش نے آپ سے مہلت مانگ لی۔تو اس وقت آپ نے کہا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ يَمْنَعُ رِحْلَهٗ فَامْنَعْ رِحَالَكَ   لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيْبُهُمْ وَضَلَالُهُمْ عَدْوًا(۲) مَحَالَكَ

(أ) ابن سعد ، الطبقات الكبرىٰ، ج ۴، ص ۲۵، ۲۶۔   (ب) ابن سعد ، الطبقات الكبرىٰ، ج ۴، ص ۲۶۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۷۶۷، رقم: ۱۰۰۶۱۔

(د) مصنف عبدالرزاق، کتاب المغازی، باب ماجاء فی حفر زمزم، رقم: ۹۷۱۸ ؛ الأزرقی، محمد بن عبداللہ بن أحمد، أخبار مکہ وماجاء فیہا من الآثار، تحقیق: علی عمر، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، ط ۱، تاریخ طبع نامعلوم، ج ۲، ص ۳۸ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب ذکر مولد المصطفیٰ ﷺ، ج ۱، ص ۸۵-۸۷۔

(۱) جعفر بن تمام بن عباس بن عبدالمطلب مدنی تابعی ہیں۔وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے ابوحازم المدینی، ابن ابی ذئب اور أبوعلی الصیقل روایت کرتے ہیں۔ ابوزرعۃ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں: ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۲، ص ۴۷۵، رقم: ۱۹۳۴ ؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۲، ص ۱۸۷، رقم: ۲۱۴۴۔

(۲) مصنف عبدالرزاق میں'' غدوا '' ہے۔

''الٰہی! بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو اپنے گھر کی حفاظت فرما۔کل ان کی صلیب اور ان کی تدبیریں تیری تدبیر کے مقابلے میں غالب نہ آنے پائے''۔

پس آپ حرم پاک میں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں اوران کے لشکر کو تباہ وبرباد کردیا۔پھر قریش لوٹ آئے اور ان میں آپ کے اعلی صبراورمحارم اللہ کی تعظیم وتکریم کے باعث آپ کا مقام ورتبہ انتہائی بڑھ گیا آپ اسی حال میں تھے کہ آپ کے گھر آپ کا بڑا بیٹا پیدا ہوا۔یعنی حارث بن عبدالمطلب۔اورآپ نے اس کی جوانی کو پالیا عبدالمطلب نے خواب دیکھااورآپ کو کہا گیا شیخ اعظم کا چھپا ہوا زمزم کھودو تو آپ بیدار ہوگئے۔اوردعا مانگی اے اللہ! میرے لیے ظاہر کردے۔پھردوسری بارکوئی خواب میں آیااورآپ کو بتایا گیا:میں نے تمہارے لیے گوبراورخون کے درمیان سرخ پتھروں کے سامنے چونٹیوں کی بلوں میں کوے کے کھودنے کی جگہ اسے کھودیا ہے۔پس عبدالمطلب اٹھے اورچل پڑے۔یہاں تک کہ مسجدحرام میں جاکربیٹھ گئے اورمقررکردہ نشانیوں کے ظہورکاانتظارکرنے لگے۔پس ایک گائے ذبح کرنے کے لیے لائی گئی اوروہ ذبح کرنے والے کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اوراپنے آپ کوبچانے کے لیے بھاگتی رہی یہاں تک کہ مسجدمیں چشمہ زمزم کے جگہ پراس پر موت غالب آگئی۔اسی جگہ اس گائے کوذبح کردیا گیا۔جب اس نے گوشت اٹھالیا تو کوا آیااوراس کے گوبر کے اوپرآگرااوراس چونٹیوں کی بل کوکھودا۔پس یہ دیکھ کرعبدالمطلب اٹے اوروہاں سے کھودنے لگے۔اتنے میں آپ کے پاس قریش آگئے اورآپ سے کہنے لگے:یہ کیا کررہے ہو،ہم تم پر جہالت کاعیب نہیں لگاسکتے۔تم ہماری مسجدمیں کنواں نہ کھودو؟تو عبدالمطلب نے جواب دیا:میں یہ کنواں ضرورکھودوں گااوروہ مجاہدہوگا جس نے مجھے اس سے روکا۔چنانچہ آپ اپنے بیٹے حارث کوساتھ لے کرکھدائی میں شروع رہے۔اس وقت حارث کے سوا آپ کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔اس وقت قریش کے بعض لوگوں نے ان دونوں کو بے وقوف کہنا شروع کردیااوران سے جھگڑنے لگے اورلڑنا شروع کردیا اورقریش کے بعض افرادنے اس سے روکنے کی کوشش کی،کیونکہ وہ آپ کی نسبی آزادی، صداقت اوران کے دین کے بارے میں آپ کی محنت وکوشش سے خوب واقف وآگاہ تھے۔یہاں تک کہ جب آپ نے کھدائی ممکن بنائی اورآپ پراذیت وتکلیف بھی شدیدہوگئی۔تو آپ نے نذر مانی کہ اگران کے دس بیٹے ہوئے توان میں ایک کوقربان کریں گے پھر آپ اسے کھودتے رہے۔یہاں تک کہ آپ نے وہ تلواریں پالیں جوچشمہ زمزم کوبند کرتے وقت اس میں دفن کی گئی تھیں۔پس جب قریش نے دیکھا کہ انہیں تلواریں ملی ہیں۔تو کہنے لگے:اے عبدالمطلب!جوکچھ آپ نے پایا ہے اس میں سے ہمیں بھی عطا کیجئے۔تو عبدالمطلب نے جواب دیا:یہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی تلواریں ہیں۔پس آپ کھودتے رہے یہاں تک کہ مٹی سے پانی نکلنے لگااوراتنا چشمہ ابلنے لگا کہ ساراپانی باہرنہیں نکالا جا سکتا تھا۔پھرآپ نے اس پرایک حوض تعمیرکیااورآپ اپنے بیٹے کے ہمراہ ڈول نکال نکال کراس حوض کوبھردیتے اورحاجی اس سے پانی پیتے تھے۔قریش کے بعض لوگ حسد کی بناپراسے توڑدیتے تھے اورعبدالمطلب صبح کے وقت اسے پھر درست کردیتے اوراس کی مرمت کردیتے تھے۔جب انہوں نے اکثرحوض کوخراب کرنا شروع کردیاتوعبدالمطلب نے اپنے رب سے دعامانگی پھرآپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ

کوکہا گیا:''کہو اے اللہ!میں اس پانی کو غسل کرنے والے کے لیے حلال قرار نہیں دیتا۔البتہ پینے والوں کے لیے حلال اورشفاہے،پھرمیں ان کے لیے کافی ہوں''۔پس عبدالمطلب اٹھے جب کہ قریش نے مسجد میں اختلاف کردیااورآپ نے ان کلمات سے دعامانگی جوخواب میں دیکھے تھے پھرواپس لوٹ آئے۔پھرقریش میں سے جس کسی نے بھی آپ کاحوض خراب کرنے کی کوشش کی اس کاجسم بیماری میں مبتلاہوگیایہاں تک کہ انہوں نے آپ کاحوض اورپانی پیناچھوڑدیا۔پھرعبدالمطلب نے عورتوں سے شادی کی اوراللہ تعالیٰ نے آپ کودس بیٹوں کی ایک جماعت عطافرمائی تو انہوں نے رب کریم کی بارگاہ میں التجاء کی:اے اللہ!بلاشبہ میں نے تیری خوشنودی کے لیے ان میں سے ایک بیٹاقربان کرنے کی نذرمانی تھی۔اب میں ان کے درمیان قرعہ اندازی کرتا ہوں جسے توچاہے گااسے قربانی کرکے اپنی نذرپوری کردوں گا۔سوآپ نے بیٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی توعبداللہ کے نام پرقرعہ نکلا۔یہ آپ کے انتہائی محبوب اورلاڈلے بیٹے تھے۔توپھرعبدالمطلب نے رب کریم کی بارگاہ میں التجاء کی:اے اللہ!تیرے نزدیک عبداللہ زیادہ پسندیدہ ہے یا سو اونٹوں کی قربانی؟چنانچہ پھرآپ نے عبداللہ اور اونٹوں کے مابین قرعہ اندازی کی توقرعہ سواونٹوں کے حق میں نکلا توعبدالمطلب نے انہیں ذبح کرکے اپنی نذرپوری کردی۔

(أ) ازرقی اوربیہقیؒ نے دلائل میں بیان کیاہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:کہ عبدالمطلب نے کہا:میں مقام حجر میں سویاہواتھاکہ اچانک میرے پاس ایک آنے والا آیااوراس نے کہا:زمزم کاکنواں کھودو۔تو میں نے کہا:زمزم کیاہے؟اس نے جواب دیا:نہ اس کاساراپانی نکالاجاسکے گااورنہ اسے کم کیاجاسکے گااورقرۃ النمل کے پاس حاجیوں کاانبوہ کثیراس سے سیراب ہوگا۔آپ نے کہا:جب اس کی کیفیت آپ پرظاہرہوگئی اوراس نے اس کے محل وقوع پربھی آپ کی راہنمائی کردی اورآپ نے یہ بھی پہچان لیاکہ اس نے سچ کہاہے تودوسرے دن آپ نے کسی لی اوراپنے بیٹے حارث کوبھی اپنے ساتھ لیااوراسے کھودناشروع کردیا۔اس وقت حارث کے سوآپ کاکوئی بیٹا نہیں تھا۔پس عبدالمطلب کے لیے پتھروں سے چناہوابہت بڑاکنواں ظاہرہوا۔توقریش نے پہچان لیااس نے اپنے مدعا کوپالیاہے۔چنانچہ آپ کے پاس آکرکھڑے ہوئے اورکہا:اے عبدالمطلب!یہی اسماعیل علیہ السلام کاکنواں ہے۔بے شک اس میں ہمارابھی حق ہے۔پس ہمیں بھی اس میں اپنے ساتھ شریک کرلو؟توآپ نے جواب دیا:میں کچھ نہیں کرسکتا۔کیونکہ یہ معاملہ تم سے پہلے انہیں کے ساتھ خاص کیاگیاہے اورتم میں سے یہ مجھے عطاکیاگیاہے۔انہوں نے کہا: آپ ہمارے ساتھ انصاف کیجئے۔کیونکہ ہم آپ کوچھوڑنے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ ہم تمہارے ساتھ جھگڑاکریں گے۔آپ نے فرمایا:میرے اوراپنے درمیان جوتم چاہتے ہوکرو۔میں تمہارے ساتھ محاکمہ کروں گا۔انہوں نے کہا:سعد ہذیل(۱)میں ایک کاہنہ ہے۔آپ نے کہا:ہاں۔وہ شام

(أ) الأزرقی، اخبارمکۃ، ج ۲،ص ۴۱ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب ماجاء فی حفرزمزم ، ج ۱،ص ۹۳، ۹۴۔

(۱) الدرالمنثورمیں ''سعدہذیل ہے'' جبکہ البیہقی کے نزدیک ''بنی سعدبن ہذیم'' ہے اور الأزرقی نے ''بنی سعدہذیم''ذکرکیاہے۔ سعدہذیم قحطانی قبیلہ لیث بن سودکاایک بطن ہے۔دیکھیں:عمررضا، معجم قبائل العرب، ج ۲،ص ۵۲۰۔

کے اشراف اورمعززین میں سے تھی۔پس عبدالمطلب اورآپ کے ساتھ بنی عبدمناف کی ایک جماعت سوار ہوئی اورقریش کے ہرخاندان سے ایک جماعت سوارہوئی۔راستے کی زمین بیابان تھی،پانی ناپیدتھا،یہاں تک کہ جب وہ حجاز اور شام کے درمیان ایک صحراء میں تھے توعبدالمطلب اورآپ کے ساتھیوں کاپانی ختم ہوگیااورانہیں اتنی شدیدپیاس لگی کہ انہیں اپنی ہلاکت کایقین ہوگیا۔انہوں نے اپنے ساتھ والے قریشی قبائل کے افرادسے پانی طلب کیا۔توانہوں نے پانی دینے سے انکارکردیااورکہا:بے شک ہم اس صحرامیں ہیں جہاں ہمیں اپنی ذاتوں کو وہی تکلیف اورمصیبت پہنچنے کاخدشہ ہے جوآپ کو آپہنچی ہے۔

پس جب عبدالمطلب نے وہ رویہ دیکھاجوقوم نے آپ کے ساتھ اپنایااوروہ خوف ملاحظہ کیاجوآپ کواپنی ذات کے بارے میں‌اورآپ کے ساتھیوں کولاحق تھاتو آپ نے فرمایا: تم کیارائے رکھتے ہو؟انہوں نے جواب دیا:ہم آپ کی رائے کی اتباع کے سواکوئی رائے نہیں رکھتے۔لہٰذاآپ ہمیں جو چاہیں حکم فرمائیں تو آپ نے کہا:میری رائے یہ ہے کہ تم میں سے ہرآدمی اپنے لیے گڑھاکھودلے،کیونکہ ابھی تم میں قوت موجودہے تا کہ جب بھی کوئی آدمی مرجائے تواس کے ساتھی اسے اس کے اپنے گڑھے میں دفن کردیں اوراسے مٹی ڈال کرچھپا دیں۔یہاں تک کہ تم میں سے آخرمیں صرف ایک آدمی رہ جائے۔پس ایک آدمی کاضائع کرنا پوری جماعت کوضائع کرنے سے آسان ہے۔سب نے کہا:جو آپ نے ارادہ کیاہم نے سن لیا۔چنانچہ ان میں سے ہرآدمی اٹھ کراپنے لیے گڑھاکھودنے لگا۔پھروہ بیٹھ گئے اورپیاس کی شدت کے سبب موت کاانتظارکرنے لگے۔بعدازاں عبدالمطلب نے اپنے ساتھیوں سے کہا:قسم بخدا!اس طرح اپنے ہاتھوں سے ہی اپنے آپ کوگڑھوں میں پھینک دینااپنے لیے کوئی حیلہ تلاش کرنے سے عجز کا اظہارہے۔حالانکہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کسی اورشہرسے پانی عطافرمائے۔اس لیے کوچ کرو۔چنانچہ وہ سفرکے لیے مکمل طورپرتیارہوگئے۔ان کے ساتھ جوقریش تھے وہ ان کے سب اعمال بغوردیکھ رہے تھے۔پس عبدالمطلب اٹھ کراپنی سواری(اونٹنی)کی طرف چل کرگئے تا کہ اس پرسوارہوں۔توجونہی آپ کی سواری اٹھی تواس کے پاؤں کے نیچے سے میٹھے پانی کاایک چشمہ پھوٹ پڑا۔عبدالمطلب اورآپ کے ساتھیوں نے تکبیربلند کی اورپھراتر کر آپ کے ساتھیوں نے بھی خوب سیرہوکروہ پانی پیاحتی کہ اپنے مشکیزے بھی بھرلیے پھراپنے دیگرقریشی قبائل کے افرادکوبھی بلایا اور فرمایا: آجاؤ پانی کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے سیراب فرمایاہے۔لہٰذاتم بھی پیو اور اپنے مشکیزے بھرلو۔یہ دیکھ کران جھگڑاکرنے والے قبائل نے آپ سے کہا:قسم بخدا!اللہ تعالیٰ نے ہمارے خلاف آپ کے حق میں فیصلہ فرما دیاہے۔قسم بخدا!ہم زمزم کے بارے میں آپ سے جھگڑانہیں کریں گے۔پس اپنے پانی پلانے کے مقام کی جانب بڑی خوشی کے ساتھ لوٹ چلیے۔پھرآپ بھی اور آپ کے ساتھ وہ بھی لوٹ آئے اور اس کاہنہ تک نہ پہنچے اوروہ زمزم اورآپ کے درمیان سے ایک طرف ہوگئے۔

(أ) ابن ابی شیبہ،احمد،ابن ماجہ،عمر بن شبہ(۱) ،فاکہانی(۲) نے تاریخ مکہ میں، طبرانی نے الاوسط میں،ابن عدی اوربیہقی نے سنن میں ابوزبیر(۳) کی سند سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آب زمزم اسی مقصد کے لیے مفید ہے جس کے لیے وہ پیا جائے۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب فی فضل زمزم، رقم: ۱۴۱۳۷ ؛مسنداحمد، مسندالمکثرین من الصحابۃ، مسندجابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، رقم: ۱۴۸۴۹، ۱۴۹۹۶ ؛ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الشرب من زمزم، رقم: ۳۰۶۲ ؛ الفاکہی، محمد بن اسحاق بن العباس ، أخبارمکۃ فی قدیم الدہر وحدیثہ، محقق: د۔عبدالملک عبداللہ دہیش، دارخضر، بیروت، ط ۲، ۱۴۱۴ھ۔کل اجزاء : ۶، باب ماجاء فی فضل زمزم وتفسیرہ، رقم: ۱۰۶۷ ؛ الطبرانی، المعجم الاوسط، ج ۹، ص ۲۶، رقم: ۹۰۲۷ ؛ ابن عدی، الکامل، ج ۴، ص ۱۳۶ ؛ البیہقی، سنن الکبریٰ، کتاب الحج، باب سقایۃ الحاج والشرب منہا، رقم: ۹۴۴۲۔**(حکم)** صحیح ۔ دیکھیں : البانی، إرواء الغلیل، رقم: ۱۱۲۳، صحیح ابن ماجہ، رقم: ۲۴۸۴۔

(۱) عمر بن شبہ :(۱۷۲۔۲۶۲ھ/ ۷۸۹۔۸۷۶م) عمر بن شبہ کا نام زید بن عبیدۃ بن ریطۃ النحوی، النمیری البصری اور کنیت ابوزید تھی۔آپ شاعر، مؤرخ اور حافظ حدیث تھے۔کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔جن میں ''کتاب السلطان'' ، ''أمراء مکۃ''، ''مقتل عثمان''، ''جمہرۃ أشعارالعرب۔خ ''اور ''الأغانی'' شامل ہیں۔ابوحاتم نے انھیں صدوق اور دارقطنی نے ثقہ کہا ہے۔انھوں نے سامراء میں وفات پائی۔ دیکھیں : ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل ، ج ۶، ص ۱۱۶، رقم: ۶۲۴ ؛ ابن حجر، تہذیب، ج ۴، ص ۲۲۳، رقم: ۵۷۷۵ ؛ الزرکلی، الأعلام ، ج ۵، ص ۴۷۔

(۲) کتب تراجم میں الفاکہی لکھا ہوا ہے۔محمد بن اسحاق بن عباس الفاکہی مؤرخ تھے۔ان کا تعلق اہل مکہ سے تھا۔وہ اہل مکہ کے مشہورمؤرخ أزرقی کے ہم عصر تھے۔تاریخ مکہ الفاکہی کی مشہور تصنیف ہے جوطبع ہوچکی ہے۔ انھوں نے ۲۷۲ھ (۸۸۵م) کے بعد وفات پائی۔ دیکھیں : الزرکلی، الأعلام ، ج ۶، ص ۲۸۔

(۳) ابوزبیر: محمد بن مسلم بن تدرس المکی ابوزبیر تابعین میں سے ہیں۔تدلیس کے لیے مشہور تھے۔وہ جابر بن عبداللہؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ سے روایت کرتا ہے۔ان سے روایت کرنے والوں میں طاووس، سعید بن جبیر، عطاء، عکرمہ وغیرہ شامل ہیں۔انھوں نے ۱۲۶ھ (۷۴۳م) میں وفات پائی۔ دیکھیں : النسائی، ذکرالمدلسین، ص ۱۲۳، رقم: ۱۵ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۵، ص ۳۸۰، رقم: ۱۷۴ ؛ السیوطی، اسماء المدلسین، ص ۹۱، رقم: ۵۴۔

(أ) المستغفری(۱) نے الطب میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمزم کا پانی ہر اس شے کے لیے (مفید ہے) جس کے لیے اسے پیا جائے، جس نے مرض کے لیے پیا اللہ تعالیٰ اسے شفا عطا فرمائے گا، جس نے بھوک کے لیے پیا اللہ تعالیٰ اسے سیر کروے گا اور جس نے کسی حاجت کے لیے پیا اللہ تعالیٰ اسے پورا فرمادے گا۔

(ب) دینوری(۲) نے المجالسہ میں حمیدی سے اور یہ امام بخاری کے شیخ ہیں نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہم ابن عیینہ کے پاس تھے تو انہوں نے ہمارے سامنے یہ حدیث بیان کی کہ آب زمزم اسی مقصد کے لیے ہے جس کے لیے پیا جائے تو مجلس سے ایک آدمی اٹھ کر گیا اور پھر لوٹ کر آیا تو اس نے کہا: اے ابو محمد! آب زمزم کے بارے میں جو حدیث آپ نے ہمیں بتائی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا کیوں نہیں؟ تو اس آدمی نے جواب دیا: میں نے ابھی زمزم کا ایک ڈول پیا ہے اس ارادہ پر کہ تم سو حدیثیں مجھے بیان کرو گے۔ تو سفیان نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا تو آپ نے سو حدیثیں بیان فرما دیں۔

(ج) فاکہانی نے تاریخ مکہ میں عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج ادا کیا اور ہم نے بھی ان کے ساتھ حج کیا۔ جب انہوں نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا تو مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت پڑھیں۔ پھر زمزم کے پاس سے گزرے درآنحالیکہ آپ صفا کی جانب باہر جا رہے تھے تو انہوں نے فرمایا: اے غلام! میرے لیے اس سے ایک ڈول نکالو۔ چنانچہ اس نے ڈول نکالا اور آپ پینے لگے اور اسے اپنے چہرے پر بھی انڈیلا۔ پھر یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئے کہ آب زمزم اسی مقصد کے لے (مفید) ہے جس کے لیے وہ پیا جائے۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) روایت نہیں ملی۔

(ج) الفاکہی، أخبار مکۃ، باب ماجاء فی فضل زمزم وتفسیرہ، رقم: ۱۰۹۶۔

(۱) المستغفری، ابو العباس جعفر بن محمد بن المعتز ماوراء النہر کے محدث تھے۔ ان کے شیوخ میں زاہر بن أحمد السرخسی، ابراہیم بن لقمان، جعفر بن محمد البخاری اور دیگر شامل ہیں۔ وہ بہت سی کتابوں کے مؤلف ہیں جن میں معرفۃ الصحابۃ، دلائل النبوۃ، فضائل القرآن، کتاب الطب، الشمائل شامل ہیں۔ دیکھیں: الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۱۷، ص ۵۶۴، رقم: ۳۷۲؛ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۲۰۰، رقم: ۹۹۶۔

(۲) الدینوری: احمد بن مروان، ابو بکر، المالکی الدینوری صاحب المجالسۃ، رجال حدیث میں سے ہیں۔ مصر میں رہتے تھے اور اسی میں وفات پائی۔ ان کے تصانیف میں "المجالسۃ وجواہر العلم"، "الرد علی الشافعی" اور "مناقب مالک" شامل ہیں۔ دارقطنی نے انھیں ضعیف کہا ہے۔ انھوں نے ۸۴ سال کی عمر میں ۲۹۳ھ کو وفات پائی۔ دیکھیں: السیوطی، حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاہرۃ، ج ۱، ص ۳۶۷، رقم: ۲؛ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۱۵، ص ۴۲۷، رقم: ۲۳۹؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۱، ص ۲۵۶۔

(أ) بیہقی نے شعب الایمان میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمزم کا پانی ہر اس مقصد کے لیے (مفید) ہے جس کے لیے پیا جائے۔

(ب) حافظ ابوالولید بن دباغ نے فوائد میں، بیہقی اور خطیب نے تاریخ میں سوید بن سعید(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابن مبارک کو دیکھا کہ وہ آب زمزم کے پاس آئے اور اپنا برتن بھر لیا پھر قبلہ کی طرف منہ کیا اور یہ کہا: اے اللہ! میں ابوالموالی کا بیٹا ہوں۔ ابن منکدر نے جابر رضی اللہ عنہ سے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: زمزم کا پانی اسی مقصد کے لیے پیا جائے اور میں یہ پانی قیامت کے دن کی پیاس کے لیے پی رہا ہوں۔ پھر آپ نے وہ پانی پی لیا۔

(ج) حکیم ترمذی نے ابوالزبیر کی سند سے جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زمزم کا پانی اسی مقصد کے لیے ہے جس کے لیے پیا جائے'' حکیم نے کہا: میرے باپ نے مجھے بیان کرتے ہوئے کہا: میں نے ایک تاریک رات میں طواف شروع کیا اور مجھے پیشاب کی شدید حاجت محسوس ہوئی۔ میں سکڑنے لگا یہاں تک کہ اس نے مجھے بہت تنگ کر دیا۔ مجھے یہ خوف تھا کہ اگر میں مسجد سے نکلا تو میں کسی گندگی میں جا گروں گا۔ وہ حج کے ایام تھے۔ تو اتنے میں مجھے یہ حدیث یاد آ گئی۔ چنانچہ میں زمزم کے پاس گیا اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ تو صبح تک وہ تکلیف مجھ سے دور ہو گئی۔

(د) طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سطح زمین پر سب سے بہتر اور اچھا پانی زمزم ہے۔ اس میں کھانے کے حاجت مند کے لیے کھانا اور غذائیت بھی ہے اور بیماری سے شفا بھی ہے۔

(أ) البیہقی، شعب الایمان، باب المناسک، فصل فی فضل الحج والعمرۃ، رقم: ۳۸۳۲۔

(ب) البیہقی، شعب الایمان، باب المناسک، فصل فی فضل الحج والعمرۃ، رقم: ۳۸۳۳؛ الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد، ج ۱۰، ص ۱۶۶۔

(ج) الحکیم الترمذی، نوادرالاصول، فی فضل ماء زمزم، ج ۲، ص ۱۳۴۔

(د) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۱، ص ۹۸۔ (حکم) امام الہیثمی نے اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔ ابن حبان نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔ دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فی زمزم، رقم: ۵۷۱۲؛ السلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۱۰۵۶۔

(۱) سوید بن سعید بن سہل الہروی الحدثانی، ابومحمد نے ابراہیم بن سعد، حماد بن زید، سفیان بن عیینہ اور دیگر سے استفادہ کیا۔ ان کے تلامذہ میں امام مسلم، ابن ماجہ، احمد بن حفص، عبداللہ بن احمد بن حنبل شامل ہیں۔ تدلیس کے وصف سے موصوف تھے۔ آخری عمر میں اُن کی بینائی جاتی رہی۔ امام مسلم نے ان سے صحت کے زمانے میں سماع حدیث کیا تھا۔ انھوں نے ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن حجر، طبقات المدلسین، ص ۵۰، رقم: ۱۲۰؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۱۱، ص ۴۱۱، رقم: ۹۷۔

(أ) ابن ابی شیبہ،فاکہانی اوربیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:زمزم بہترین پانی ہے جس کا علم ہوتا ہے،بہترین کھانا ہے جوکھلایا جاتا ہے اوربیماری کے لیے شفا ہے۔

(ب) امام ترمذی،حاکم اورآپ نے اس روایت کوصحیح قراردیا ہے اوربیہقی نے شعب الایمان میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ آپ بوتلوں میں زمزم کا پانی اٹھائے رکھتی تھیں اوریہ ذکرکرتیں کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کرتے اورآپ ﷺ مریضوں پر اُنڈیلتے تھے اورانہیں پلاتے تھے۔

(ج) امام دیلمی نے مسندالفردوس میں صفیہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: زمزم کا پانی ہربیماری کے لیے شفا ہے۔

(د) دارقطنی(۱) ،حاکم اورآپ نے اس روایت کوصحیح قراردیا ہے،نے مجاہد کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:زمزم کا پانی اسی مقصدکے لیے(مفید)ہے جس کے لیے پیاجائے پس اگرتواسے شفاحاصل کرنے کے لیے پیے گاتواس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تجھے شفاعطافرمائے گااوراگرتواسے پناہ طلب کرنے کے لیے پیئے گاتواللہ تعالیٰ تجھے پناہ عطافرمادے گااوراگرتواس لیے پیے گاکہ تیری پیاس ختم ہوجائے تواللہ تعالیٰ پیاس ختم فرمادے

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب فی فضل زمزم، رقم: ۱۴۱۳۳ : الفاکہی، أخبارمکۃ، باب ماجاء فی فضل زمزم وتفسیرہ، رقم: ۱۰۹۸ : البیہقی، شعب الایمان ،باب المناسک،فصل فی فضل الحج والعمرۃ، رقم : ۳۸۳۵۔

(ب) الترمذی،سنن الترمذی، کتاب الصوم، باب ایضاً، رقم: ۹۶۳ : الحاکم،المستدرک، أول کتاب المناسک، رقم: ۱۷۸۳ : البیہقی، شعب الایمان، المناسک، فضل الحج والعمرۃ، رقم: ۳۸۳۴۔ **(حکم)** صحیح۔ دیکھیں : البانی، صحیح سنن الترمذی، رقم: ۷۶۹۔

(ج) الدیلمی، مسندالفردوس، رقم: ۶۷۴۱۔ **(حکم)** ضعیف جداً ۔ دیکھیں : البانی، ضعیف الجامع، رقم: ۴۹۷۱۔

(د) الدارقطنی، علی بن عمر، سنن الدارقطنی، تحقیق:السیدعبداللہ ہاشم یمانی، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۳۸۶ھ۔۱۹۶۶م، کل اجزاء ۴، کتاب الحج، باب المواقیت، رقم: ۲۳۸ : الحاکم، المعدرک، أول کتاب المناسک، رقم: ۱۷۳۹۔ **(حکم)** ضعیف دیکھیں : البانی، ضعیف الجامع، رقم: ۴۹۷۲۔

(۱) الدارقطنی: (۳۰۶۔۳۸۵ / ۹۱۹۔۹۹۵م) ابوالحسن علی بن عمربن احمدبن مہدی بن مسعودبن النعمان، الحافظ الدارقطنی، اہل بغداد میں سے تھے۔انھوں نے ابوالقاسم البغوی، ابوبکربن ابی داود السجستانی جیسے شیوخ سے استفادہ کیاجبکہ ان سے ابوبکرالبرقانی، ابونعیم الاصبہانی، ابومحمدالخلال وغیرہ نے روایت لی ہے۔ابوالحسن نے کہا کہ : الدارقطنی اپنے وقت کے امام اورعلم الحدیث ، اسماء الرجال اور أحوال الرواۃ کے بہت بڑے عالم تھے۔ان کے تصانیف میں ''السنن''، ''الضعفاء'' اور ''العلل الواردۃفی الأحادیث النبویۃ'' شامل ہیں۔دیکھیں : السمعانی، الأنساب، ج ۲، ص ۵۰۰، رقم: ۲۸۰۶ : الزرکلی، الأعلام، ج ۴،ص ۳۱۴، الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۱۶، ص ۴۴۹، رقم: ۳۳۲۔

گااوراگراس لیے پیے گا کہ تو سیرہوجائے تواللہ تعالیٰ تجھے سیرفرمادے گا۔یہ جبرائیل علیہ السلام کی عزیمت ہے اور اسماعیل علیہ السلام کی سبیل ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہماجب آب زمزم پیتے تواس طرح دعا کرتے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًاوَّرِزْقًا وَّسِعًا وَّشِفَآءًمِّنْ كُلِّ دَآءٍ" (اے اللہ!میں تجھ سے علم نافع،وسیع رزق اور بیماری سے شفاء کی التجاء کرتا ہوں)

(أ) عبدالرزاق،ابن ماجہ،طبرانی ، دارقطنی،حاکم اورآپ نے اسے صحیح قراردیاہے اوربیہقی نے سنن میں عثمان(ا) بن الاسود سے یہ قول نقل کیاہے کہ انہوں نے بیان کیا:ابن عباس رضی اللہ عنہماکے پاس ایک آدمی آیا۔تو آپ نے پوچھا تو کہاں سے آیاہے؟اس نے کہا: مجھے زمزم پیا ہے۔تو آپ نے فرمایا:تواسے اس طرح پی جیسے اسے پیا چاہیے۔اس نے پوچھا:اے ابن عباس!وہ کیسے؟آپ نے فرمایا:جب تو اسے پینے لگے تومنہ قبلہ شریف کی طرف کرنااوراللہ تعالیٰ کانام کاذکر کرنا(یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا)اورتین سانسوں میں پیا اور خوب سیرہوکرپیا۔اورجب فارغ ہوجائے تواللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:ہمارے اورمنافقین کے درمیان یہ نشانی ہے کہ وہ مآء زمزم سے سیرنہیں ہوں گے۔

(ب) اُزرقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہماسے یہ قول نقل کیاہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ زمزم کے چبوترہ پرتھے۔تو آپ ﷺ نے ڈول کاحکم دیاپھرآپ نے اپنے لیے کنویں سے ایک ڈول نکالااوراسے کنویں کے کنارے پر رکھاپھرآپ نے ڈول کے نیچے کی جانب اپنادست مبارک رکھا۔پھربسم اللہ پڑھ کراس میں سے ایک گھونٹ پیااورلمبی سانس نکالی اور اپناسراوپراٹھایا اورکہا الحمدللہ۔پھردعا کی اورپھربسم اللہ پڑھ کرایک گھونٹ اس سے پیااورلمبی سانس لی مگریہ پہلے کی نسبت کم تھا۔پھرسراوپر اٹھایا اورکہا الحمدللہ۔بعدازاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:ہمارے اورمنافقین کے درمیان علامت یہ ہے کہ انہوں نے کبھی بھی خوب سیرہوکراس سے نہیں پیا۔

(أ) مصنف عبدالرزاق، کتاب المناسک ، باب سنۃالشرب من زمزم، رقم: ۹۱۱۱ ؛ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الشرب من زمزم، رقم: ۳۰۶۱ ؛ الطبرانی،المعجم الکبیر، ج ۱۱، ص ۱۲۴، رقم: ۱۱۲۴۶۔ المعجم الکبیرمیں ابن عباسؓ سے مرفوع روایت مروی ہے ؛ الدارقطنی، سنن الدارقطنی، کتاب الحج، باب المواقیت، رقم: ۲۳۵ ؛ الحاکم، المستدرک، أول کتاب المناسک، رقم: ۱۷۳۸ ؛ البیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب الحج، باب سقایۃ الحاج والشرب منہا، رقم: ۹۴۳۸۔ **(حکم)** ضعیف۔ دیکھیں: البانی، ضعیف سنن ابن ماجہ، رقم: ۶۵۵۔

(ب) الأزرقی، أخبارمکۃ، ج ۲، ص ۵۵۔

(ا) عثمان ابن الاسودبن موسیٰ بن باذان المکی، بنوجمح کے غلام تھے۔ان کے شیوخ میں طاووس، مجاہد، عطاء اور سعیدبن جبرشامل ہیں۔ان سے سفیان الثوری اور عبیداللہ بن موسیٰ نے سماع حدیث کیا۔یحییٰ القطان نے انھیں ثقہ ثبت کہاہے۔انھوں نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔دیکھیں: ابن حبان، ذکرمشاہیرعلماء الامصار، ص ۱۴۶، رقم: ۱۱۴۸ ؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۶، ص ۲۱۳، رقم: ۲۱۹۹ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء ، ج ۶، ص ۳۳۹، رقم: ۱۴۱۔

(أ) أزرقی نے ذکرکیاہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہمانے کہا:رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:زمزم کے پانی سے اپنی پسلیوں کوبھرنا(یعنی خوب سیرہوکرپینا)نفاق سے برأت ہے۔

(ب) أزرقی نے انصارکے ایک آدمی سے اوراس نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے داداسے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:ہمارے اورمنافقین کے درمیان علامت یہ ہے کہ وہ زمزم کے پانی سے ایک ڈول نکالیں اوراسے خوب ہوکرپئیں۔اورمنافق کبھی بھی اس سے سیرہونے کی استطاعت نہیں رکھتا۔

(ج) أزرقی نے ضحاک بن مزاحم سے یہ بیان کیاہے کہ انہوں نے کہا:زمزم کے پانی سے پسلیوں کوبھرنا نفاق سے برأت ہے اوریہ پانی سردردکوختم کردیتاہے۔اس میں جھانکنانظرکو مزید تیزکرتاہے۔عنقریب اس پر وہ زمانہ آئے گا کہ یہ نیل اورفرات سے زیادہ میٹھااور ذائقہ دارہوگا۔

(د) ابن ابی شیبہ،ازرقی اورفاکہانی نے کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیاہے کہ میں کتاب اللہ (قرآن کریم)میں پاتاہوں کہ زمزم خوش ذائقہ خوراک ہے اوربیماری کے لیے شفاء ہے۔

(ھ) عبدالرزاق،سعیدبن منصوراورازرقی نے عبداللہ(۱) بن عثمان بن خثیم سے نقل کیاہے کہ انہوں نے کہا: ہمارے پاس مکہ مکرمہ میں وہب بن منبہ آئے اوروہ بیارہوگئے۔ہم ان کی عیادت کے لیے آئے تودیکھاکہ ان کے پاس زمزم کاپانی پڑاہے۔ہم نے کہا:اگرآپ کومیٹھے اورخوش ذائقہ کی طلب ہو۔کیونکہ یہ پانی توبھاری اورسخت ہےتوانہوں نے کہا:میں پینے کاارادہ نہیں رکھتا۔یہاں تک کہ میں غیرکو اس سے نکال دوں۔قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں وہب کی جان ہے!بے شک کتاب اللہ میں ہے اس سے بخل کیاگیاہے اورکتاب میں یہ ہے کہ یہ خوش ذائقہ کھانا ہے اوربیماری کے لیے شفاہے۔اورقسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں وہب کی جان ہے!جوبھی اس کاقصد کرتاہے اوراس سے اتناپیتاہے کہ اس کی پسلیاں بھرجاتی ہیں تویہ بیاری کونکال دیتاہے اوراسے بیاری کے لیے شفا بنایا گیاہے۔

(أ) لأزرقی، أخبارمکۃ، ج ۲، ص ۴۹۔ (حکم) موضوع۔ دیکھیں:البانی، سلسلۃالأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، رقم: ۲۶۸۲۔

(ب)الأزرقی، أخبارمکۃ، ج ۲، ص ۴۹۔ (ج) الأزرقی، أخبارمکۃ، ج ۲، ص ۵۱۔

(د) لأزرقی، أخبارمکۃ، ج ۲، ص ۵۰ ؛ الفاکہی، أخبارمکۃ، باب ماجاء فی فضل زمزم وتفسیرہ، رقم: ۱۰۸۷۔

(ھ) مصنف عبدالرزاق، کتاب المناسک، باب زمزم وذکرھا، رقم: ۹۱۲۱ ؛ الأزرقی، أخبارمکۃ، ج ۲، ص ۴۶۔

(۱) عبداللہ بن عثمان بن خثیم المکی ، القاری، ابوعثمان ابوالطفیلؒ، سعیدبن جبیرؒاورمجاہدؒ سے روایت کرتاہے۔ان سے روایت کرنے والوں میں سفیان الثوری، المسعودی، زہیر، حمادبن سلمۃاور جریر شامل ہیں۔ ابوحاتم نے انھیں صالح الحدیث کہاہے۔انھوں نے ۱۳۲ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں : البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۵، ص ۱۴۶، رقم: ۴۴۳ ؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۳، ص ۵۶۶، رقم: ۴۰۲۲۔

(أ) عبدالرزاق نے مصنف میں،سعید بن منصور،ازرقی اورحکیم ترمذی نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے کہا: زمزم کا پانی ہراس مقصد کے لیے(مفید) ہے جس کے لیے پیا جائے۔اگرتو اسے پیتے وقت شفا کاارادہ رکھتا ہے تواللہ تعالیٰ تجھے شفاعطافرمائے گااگرپیاس بجھانے کی نیت سے پیتا ہے تواللہ تعالیٰ تجھے سیراب کردے گااگرتو بھوک مٹانے کے لیے اسے پیتا ہے تواللہ تعالیٰ تجھے سیرکردے گااوریہ جبرائیل امین علیہ السلام کی ایڑی سے بننے والاگڑھا ہے اوراسماعیل علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک سبیل ہے۔

(ب) بقیہ(۱) نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:لوگوں میں بہترین وادی وادی مکہ ہے اورہند کی وہ وادی ہے جہاں آدم علیہ السلام اترے۔یہ خوشبو جوتم لگاتے ہو یہ وہیں سے لائی جاتی ہے اور لوگوں میں سب سے بری وادی وادی اُحقاف(۲) ہے اورحضرموت(۳) کی وادی ہے جسے برہوت (۴) کہا جاتا ہے۔اورلوگوں میں بہترین کنواں بئر زمزم ہے اورسب سے براکنواں بئر برہوت ہے۔اسی کے پاس کفار کی روحیں جمع ہوتی ہیں۔

(أ) مصنف عبدالرزاق، کتاب المناسک، باب زمزم وذکرہا، رقم: ۹۱۲۴ ؛ الأزرقی، أخبارمکۃ، ج ۲، ص ۴۷۔

(ب) اس روایت کی تخریج أزرقی نے کی ہے۔ دیکھیں : لأزرقی، أخبارمکۃ، ج ۲، ص ۴۷۔

(۱) بقیۃ:(۱۱۰۔۱۹۷ھ / ۷۲۸۔۸۱۲م) بقیۃ بن الولید بن صائد الحمیر ی الکلاعی، ابومحمداہل حمص میں سے تھے اور اپنے زمانے میں شام کے مشہور محدث تھے۔ضعیف اور مجہول راویوں سے کثرت سے تدلیس کرتے تھے۔صحیح مسلم میں ان سے ایک ہی روایت مروی ہے۔دیکھیں : ابن حجر، طبقات المدلسین، ص ۴۹، رقم: ۱۱۷ ؛ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل ، ج ۲، ص ۴۳۴ ، رقم: ۱۷۲۸۔

(۲) احقاف :عاد أولیٰ کامسکن احقاف تھاجو جزیرہ نمائے عرب کے جنوب میں ربع خالی اور حضرموت کے درمیان واقع ہے۔اس کے مشرق میں عمان، مغرب میں یمن، شمال میں ربع خالی اور جنوب میں حضرموت ہے۔ دیکھیں: دشوقی ابوخلیل، اطلس القرآن ،ص ۵۶ ؛ یاقوت الحموی، معجم البلدان ،ج ۱، ص ۱۱۵۔

(۳) حضرموت: حضرموت عدن کے مشرقی جانب ایک وسیع علاقہ ہے جس کے اردگرد ایک وسیع صحرا ہے جو احقاف کے نام سے جانا جاتا ہے۔جس میں ہودعلیہ السلام کی قبرہے جس کے قریب برہوت کا کنواں بھی ہے۔حضرموت اور صنعاء کے درمیان ۷۲ فرسخ کافاصلہ ہے۔دیکھیں : یاقوت الحموی، معجم البلدان، ج ۲، ص ۲۷۰۔

(۴) برہوت: برہوت ملک یمن کی ایک وادی ہے جس میں کفار اور منافقین کی ارواحیں رکھی جاتی ہیں۔ایک روایت کے مطابق برہوت حضرموت میں ایک کنویں کانام ہے۔ دیکھیں : یاقوت الحموی، معجم البلدان، ج ۱ص ۴۰۵۔

(أ) أزرقی نے عطاء کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اخیار کی نماز پڑھنے کی جگہ میں نماز پڑھو اور ابرار کے پانی میں سے پیو۔تو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کی گئی اخیار کی جائے نماز کون سی جگہ ہے ؟ تو انہوں نے فرمایا: میزاب رحمت کے نیچے۔پھر عرض کی گئی ابرار کا پانی کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: زمزم کا پانی۔

(ب) أزرقی نے بیان کیا ہے کہ ابن جریج نے کہا: میں نے سنا ہے کہ یہ کہا جاتا ہے:زمین میں بہترین پانی زمزم کا پانی ہے اور زمین میں سب سے خراب اور ناپسندیدہ پانی برہوت کا پانی ہے۔برہوت حضرموت کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی ہے۔

(ج) أزرقی نے ذکر کیا ہے کہ کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے کہا ہے:ایلیاء اور زمزم دونوں متعارف ہیں۔

(د) أزرقی نے عکرمہ(۱) بن خالد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں ایک رات تقریباً نصف رات کے وقت زمزم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک جماعت کو دیکھا، وہ سفید کپڑے پہنے ہوئے ہے اور بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے ہیں۔میں نے ان کے کپڑوں کی طرح سفید کوئی چیز کبھی نہیں دیکھی۔پس جب وہ فارغ ہوئے تو انہوں نے ہمارے قریب نماز پڑھی۔پھر ان میں ایک نے توجہ کی اور اپنے ساتھیوں کو کہا ہمارے ساتھ چلو ہم ابرار کے پانی سے پی لیں۔وہ اٹھے اور بئر زمزم کے پاس آئے۔تو میں نے کہا: خدا کی قسم! اگر میں اس قوم پر داخل ہوتا تو ان سے کچھ پوچھتا۔سو میں اٹھا اور ان کے پاس آیا تو دیکھا ان میں کوئی بھی بشر(انسان)نہیں۔

(ھ) ازرقی نے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ زمزم کے بارے میں انتہائی زیادہ رغبت کرتے تھے۔یہاں تک کہ عیال دار اپنے اہل وعیال کے ہمراہ صبح کے وقت آتے تھے اور زمزم کا پانی پیتے تھے۔پس یہی ان کے لیے صبح کا ناشتہ بن جاتا اور ہم زمزم کو بچوں کے لیے مدد اور تعاون شمار کرتے تھے۔

(أ) الأزرقی، أخبار مکۃ، ج ۲، ص ۴۹۔

(ب) الأزرقی، أخبار مکۃ، ج ۲، ص ۴۹۔

(ج) الأزرقی، أخبار مکۃ، ج ۲، ص ۴۹۔

(د) الأزرقی، أخبار مکۃ، ج ۲، ص ۴۸۔ (ھ) الأزرقی، أخبار مکۃ، ج ۲، ص ۴۸۔

(۱) عکرمہ بن خالد بن العاص بن ہشام المخزومی، المکی تابعی نے عبداللہ بن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابوالطفیل، سعید بن جبیر سے تحصیل علم کیا۔ان سے استفادہ کرنے والوں میں حماد بن سلمہ ، حسن بن کثیر، ابن جریج، عطاء بن عجلان شامل ہیں۔انھوں نے عطاء بن ابی رباح کے بعد مکہ میں وفات پائی۔یحیٰی بن معین نے انھیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۷، ص ۴۹، رقم: ۲۲۱ ؛ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۷، ص ۹، رقم: ۴۳ ؛ ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص ۸۲، رقم: ۵۹۴۔

(أ) ابن ابی شیبہ اور اُزرقی نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دورجاہلیت میں زمزم کوشباعہ کا نام دیا جاتا تھااور یہ گمان کیاجاتا تھا کہ یہ عیال دار لوگوں کے لیے انتہائی خوب مدد ہے۔

(ب) طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ازرقی، بزار، ابوعوانہ اور بیہقی نے سنن میں بیان کیا ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں مکہ مکرمہ میں آیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: تو کب سے یہاں ہے؟ میں عرض کی: چودہ۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ میں نے کہا: تیس دن رات سے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے کھانا کون کھلاتا ہے؟ میں نے عرض کی: میرے پاس زمزم کے پانی کے سوا کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں۔ میں اپنے جگر پر بھوک کی شدت نہیں پاتا۔ میرے پیٹ کی سلوٹیں ٹوٹ گئی ہیں۔ بلاشبہ یہ متبرک ہے، خوش ذائقہ کھانا ہے۔ طیالسی نے یہ زائد بھی لکھا ہے کہ یہ بیماری کے لیے شفا ہے۔

(ج) اُزرقی نے رباح بن اسود سے نقل کیا ہے کہ میں اپنے گھروالوں کے ساتھ جنگل میں تھااور مجھے مکہ میں بیچ دیا گیا پھر مجھے آزاد کردیا گیا۔ میں تین دن تک ٹھہرارہااور کھانے کے لیے میں نے کوئی چیز نہ پائی۔ میں اس دوران زمزم کا پانی پیتا رہا۔ ایک دن میں نے پیا۔ تو میں نے اپنے دانتوں کے درمیان سے دودھ گزرنے کا ذائقہ پایا۔ مجھے گمان ہوا شاید میں سو گیا ہوں۔ پھر میں چل پڑا تو میں ایسے محسوس کررہا تھا کہ میرا پیٹ دودھ سے بھراہوا ہے اوراس کی قوت بھی موجود ہے۔

(د) اُزرقی نے عبدالعزیز(۱) بن ابی رواد سے نقل کیا ہے کہ وہ ریوڑ چرایا کرتے تھے اورعبادت گزار بھی تھے۔ پس جب انہیں پیاس لگتی تو وہ آب زمزم کی چھاگل میں دودھ پاتے اورجب وضو کرنا چاہتے تو اس میں پانی پاتے۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب فی فضل زمزم، رقم: ۱۴۱۳۴ ؛ لأزرقی، اخبارمکۃ، ج ۲، ص ۴۸۔

(ب) الطیالسی، مسندابی داودالطیالسی، باب أحادیث أبی ذرالغفاری رضی اللہ عنہ، رقم: ۴۵۷ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، اسلام أبی ذرالغفاری رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۶۵۹۸ ؛مسند احمد، مسندالانصار، حدیث ابی ذرالغفاری رضی اللہ عنہ، رقم: ۲۱۵۲۵ ؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ عنہم، باب من فضائل أبی ذرؓ، رقم: ۲۴۷۳ ؛ لأزرقی، أخبارمکۃ، ج ۲، ص ۵۰ ؛ مسندالبزار، مسندأبی ذرالغفاریؓ، رقم: ۳۹۶۸ ؛ لبیہقی، سنن الکبریٰ، کتاب الحج، باب سقایۃ الحاج والشرب منہا، رقم: ۹۶۴۱۔

(ج) الأزرقی، أخبارمکۃ، ج ۲، ص ۵۰۔

(د) لأزرقی، أخبارمکۃ، ج ۲، ص ۵۱۔

(۱) عبدالعزیز بن ابی رواد المکی، ابوعبدالرحمٰن نے نافع مولی ابن عمرؓ، ضحاک بن مزاحم اورعکرمہ سے سماع کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں سفیان الثوری، زائدہ بن قدامۃ، ابن المبارک شامل ہیں۔ ابوحاتم نے انھیں ثقہ، صدوق، عباد گزار کہا ہے۔ جبکہ امام احمد نے صالح مرجی کہا ہے۔ انھوں نے ۱۵۹ھ میں مکہ میں وفات پائی۔ دیکھیں : الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۷، ص ۱۸۴، رقم: ۶۴ ؛ النووی، تہذیب الأسماء، ج ۱، ص ۳۲۷، رقم: ۳۶۸ ؛ الذہبی، تاریخ الإسلام، ج ۹، ص ۵۰۲۔

(أ) أزرقی نے ضحاک بن مزاحم سے یہ قول نقل کیاہے کہ انہوں نے فرمایا:اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سے پہلے زمزم کے سوا تمام پانی اٹھالے گااورزمزم کے سوا تمام پانی نیچے دھنس جائیں گے اورزمین اپنے اندرچھپائے ہوئے سونے چاندی کوباہرپھینک دے گی۔ایک آدمی چمڑے کے برتن میں سوناچاندی ڈال کرلائے گااور کہے گا:یہ مجھ سے کون قبول کرے گا؟تواسے کہنے والا کہے گا:اگرتوکل انہیں لے کرمیرے پاس آتا تو میں قبول کرلیتا۔

(ب) أزرقی نے زربن حبیش(۱) سے یہ قول بیان کیاہے کہ میں نے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کومسجدحرام میں دیکھاکہ آپ بئرزمزم کے اردگرد چکر لگارہے ہیں اورکہہ رہے ہیں۔کہ غسل کرنے والے کے لیے میں اسے حلال نہیں کروں گا۔یہ وضوکرنے والے اورپینے والے کے لیے حلال بھی ہے اورشفاء بھی۔

(ج) أزرقی نے ابن ابی حسین(۲) سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺنے سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کی طرف ماء زمزم کاہدیہ طلب کرنے کے لیے پیغام بھیجاتوانہوں نے آپ ﷺکی طرف دومشکیزے بھیجے۔

(د) عبدالرزاق اورازرقی ابن جریج سے اورانہوں نے ابن ابی حسین سے جن کانام عبداللہ ابن ابی عبدالرحمن ہے،سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺنے سہیل بن عمرورضی اللہ عنہ کی طرف لکھا:کہ اگرمیراگرامی نامہ رات کے وقت تجھے موصول ہوتوپھرصبح نہ ہونے دینا۔اگردن کے وقت موصول ہوتوپھر شام نہ ہونے دینا۔یہاں تک کہ میری

(أ) الأزرقی، أخبارمکۃ، ج ۲، ص ۵۷۔

(ب) الأزرقی، أخبارمکۃ، ج ۲، ص ۵۶۔

(ج) الأزرقی، أخبارمکۃ، ج ۲، ص ۴۷۔

(د) مصنف عبدالرزاق، کتاب المناسک، باب حمل ماء زمزم، رقم: ۹۱۲۷ ؛ الأزرقی، أخبارمکۃ، ج ۲، ص ۴۷۔

(۱) زربن حبیش بن حباشۃ بن أوس الأسدی، مخضرمی، جلیل القدرتابعین میں سے ہیں۔انھیں کبارصحابہ سے فیض وصحبت کا موقع ملا۔آپ حدیث کے بہت بڑے حافظ تھے۔ابن سعد نے انھیں ثقہ کثیرالحدیث لکھاہے۔ان کی توثیق اور جلالت پر سب کا اتفاق ہے۔انھوں نے ۱۲۰سال کی عمرمیں ۸۳ھ(۷۰۲م) میں وفات پائی۔ دیکھیں : النووی، تھذیب الأسماء ، ج ۱، ص ۲۱۳ ، رقم: ۱۷۷ ؛ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص ۲۶، رقم:۳۹ ؛ الدارقطنی، ذکراسماء التابعین ، ج ۱، ص ۱۴۶، رقم: ۳۵۰ ؛ ابن العماد، شذرات الذھب، ج ۱، ص ۱۲۹۔

(۲) ابن ابی حسین صغارتابعین میں شمارکیے جاتے ہیں۔ان کانام عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن أبی حسین بن الحارث المکی، النوفلی ہے۔انھوں نے نوفل بن مساحق اورنافع بن جبیرسے سماع کیا۔ان سے روایت کرنے والوں میں شعیب ابن أبی حمزۃ، ابن عیینہ، مالک اور الثوری شامل ہیں۔امام احمدؒنے ان کی توثیق کی ہے۔ دیکھیں : ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص ۱۴۸ ، رقم:۱۱۶۷ ؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۵، ص ۱۳۳، رقم: ۳۹۵ ؛ الذہبی، تاریخ الإسلام، ج ۸، ص ۱۵۰۔

جانب زمزم کاپانی بھیج دو۔پس انھوں نے دومشکیزے بھرے اورایک اونٹ پر وہ دونوں آپﷺ کی خدمت میں بھیج دیے۔

(أ) طبرانی نے الاوسط میں ابن عباس رضی اللہ عنہماسے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ سے زمزم کے پانی کاتحفہ طلب فرمایا۔

(ب) ابن سعد نے ام ایمن(۱) رضی اللہ عنہاسے روایت نقل کیاہے کہ انہوں نے کہا:میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے صغیراورکبیرہونے (کمزوراوربوڑھاہونے)یابھوک اورپیاس کی شدت کی ہو۔آپﷺ زمزم کاپانی نوش فرماتے تھے۔آپﷺ کوصبح کے وقت وہ پیش کیاجاتااورآپ فرماتے:میں اس سے سیرہونے کاارادہ نہیں کرتا۔

(ج) دارقطنی نے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:پانچ چیزیں عبادت میں سے ہیں قرآن کی طرف دیکھنا،کعبہ معظّمہ کی طرف دیکھنا،والدین کی زیارت کرنا،آب زمزم میں دیکھنا،یہ گناہوں اورخطاؤں کوگرا دیتا ہے اورعالم کے چہرہ کی طرف دیکھنا۔

(د) عبدالرزاق نے مجاہدؒ سے بیان کیاہے کہ آپ جب زمزم کاپانی پیتے تو کہتے یہ اسی مقصد کے لیے(مفید)ہے جس کے لیے میں نے پیاہے۔

(أ) الطبرانی، لأوسط، ج ۶، ص ۶۱، رقم: ۵۷۹۶۔(حکم) امام الہیثمی نے کہا: اس میں عبداللہ بن المؤمل المخزومی ہے جن کی ابن سعداور ابن حبان نے توثیق کی ہے جبکہ ایک گروہ نے انھیں ضعیف کہاہے۔دیکھیں : مجمع الزوائد ، کتاب الحج، باب فی زمزم ، رقم: ۵۷۱۶۔

(ب) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۶۸۔

(ج) الدارقطنی نے صحابی کا نام ذکرنہیں کیاہے جن سے یہ روایت مروی ہے۔ دیکھیں : عبدالروف المناوی، فیض القدیرشرح الجامع الصغیر، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ،مصر، ط ۱، ۱۳۵۶ھ، کل اجزاء : ۶، ج ۳، ص ۴۶۰، رقم: ۳۹۷۱۔(حکم) شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف کہاہے۔ دیکھیں : ضعیف الجامع، رقم: ۲۸۵۴۔

(د) مصنف عبدالرزاق،کتاب المناسک، باب زمزم وذکرہا، رقم: ۹۱۲۳۔

(۱) ان کانام برکۃ، عرف اُم الظباء اور کنیت اُم ایمن تھا۔آپ نبی کریمﷺ کی لونڈی اور ان کی پرورش کرنے والی تھی۔انھوں نے حضرت زیدبن حارثہ کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد ایمان قبول کیا۔اور دو دفعہ ہجرت کرنے کا شرف حاصل کیا۔غزوۂ اُحداور خیبرمیں شریک ہوئیں۔ انھوں نے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی ۔ دیکھیں: ابن لأثیر، اسدالغابۃ، ج ۵، ص ۵۷۷، رقم: ۷۲۷۴ ؛ ابن جوزی، صفۃ الصفوۃ، ص ۳۰۳، رقم: ۱۳۶ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۴، ص ۲۶۶۶، رقم: ۱۱۸۹۴ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۴، ص ۴۷۸، رقم: ۳۵۵۷۔

(أ) سعید بن منصور نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو آدمی بھی زمزم کا پانی اتنا پیتا ہے کہ اس کی پسلیاں بھر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے پیٹ سے بیماری کو ختم فرمادیتا ہے اور جس نے پیاس کی وجہ سے پیا وہ سیراب ہوجائے گا اور جس نے بھوک کے سبب پیا تو وہ خوب سیر ہوجائے گا۔

(ب) عبدالرزاق نے طاؤس(۱) سے قول بیان کیا ہے کہ زمزم کا پانی خوش ذائقہ کھانا ہے اور بیماری کے لیے شفاء ہے۔

(ج) فاکہانی نے سعید بن ابی ہلال(۲) سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے انہیں جاسوسی کے لیے مکہ مکرمہ بھیجا۔ وہ کئی راتیں وہاں مقیم رہے اور زمزم کا پانی پیتے رہے۔ جب لوٹ کر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: تمہاری گزران کیسے رہی؟ تو انہوں نے آپ ﷺ کو بتایا کہ وہ زمزم کے پاس آتے تھے اور اس کا پانی پیتے تھے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ وہ بیماری کے لیے شفاء ہے اور خوش ذائقہ کھانا ہے۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) مصنف عبدالرزاق، کتاب المناسک، باب زمزم وذکرہا، رقم: ۹۱۲۲۔

(ج) الفاکہی، أخبار مکۃ، باب فی فضل زمزم وتفسیرہ، رقم: ۱۱۱۵۔

(۱) طاووس بن کیسان: (۳۳-۱۰۶ھ / ۶۵۳-۷۲۴م) ابوعبدالرحمٰن کا شمار فضل وکمال کے اعتبار سے کبار تابعین میں ہوتا ہے۔ حدیث کے بہت بڑے حافظ تھے۔ انھوں نے حبر الأمۃ عبداللہ بن مسعودؓ سے خصوصیت کے ساتھ استفادہ کیا۔ اُن کے تلامذہ میں وہب بن میسرہ، حبیب بن ابی ثابت، حسن بن مسلم شامل ہیں۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: ان کی جلالت فضیلت، وفور علم اور صلاح وحفظ پر سب کا اتفاق ہے۔ دیکھیں: الدارقطنی، ذکر أسماء التابعین، ج ۱، ص ۱۸۵، رقم: ۴۸۳؛ العجلی، تاریخ الثقات، ص ۲۳۴، رقم: ۷۲۰؛ النووی، تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۲۷۵، رقم: ۲۶۹؛ الذہبی، الکاشف، ج ۲، ص ۳۷، رقم: ۲۴۸۴؛ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۶۹، رقم: ۷۹۔

(۲) سعید بن أبی ہلال اللیثی، ابوالعلاء المصری، اہل مدینہ میں سے تھے اور مصر میں رہتے تھے۔ ان کے شیوخ میں اُمیۃ بن ھند، ربیعۃ بن یوسف اور زید بن أسلم شامل ہیں۔ جبکہ جابر بن عبداللہؓ اور أنس بن مالکؓ سے مرسل روایت بیان کرتا ہے۔ ان سے ہشام بن سعد، یزید بن أبی حبیب، اللیث بن سعد نے استفادہ کیا۔ انھوں نے ۱۴۹ھ میں وفات پائی۔ العجلی نے انھیں مصری ثقہ لکھا ہے۔ دیکھیں: العجلی، تاریخ الثقات، ص ۱۸۹، رقم: ۵۶۶؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۷، ص ۳۵۶، رقم: ۴۰۶۲؛ ابن حجر، تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۲۹۸، رقم: ۲۶۵۶؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۴، ص ۶۹۸، رقم: ۲۸۳۱۔

(أ) ابونعیم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی آدمی کو تحفہ عنایت فرمانا چاہتے تو آپ ﷺ اسے زمزم کاپانی پلاتے۔

(ب) فاکہانی نے مجاہدؒ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جب کوئی مہمان آتا تو آپ اسے آب زمزم کاتحفہ دیتے اورآپ نے کسی قوم کوکھانانہیں کھلایامگر یہ کہ آپ نے انہیں زمزم کے پانی سے سیراب کیا۔

(ج) ابوذرہروی(۱)نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول نقل کیاہے کہ اہل مکہ کے ساتھ جس کسی نے بھی مسابقت (دوڑ) میں مقابلہ کیا وہ اس سے سبقت لے گئے اور جس کسی نے ان کے ساتھ کشتی کی انھوں نے اسے پچھاڑدیا۔یہاں تک کہ انہوں نے زمزم کے پانی سے اعراض کرلیا۔

(د) ابن ابی شیبہ نے مصنف میں مجاہدؒ سے یہ قول بیان کیاہے کہ وہ پسندکرتے تھے کہ جب وہ بیت اللہ شریف کو الوداع کہیں توزمزم کے پاس آئیں اوراس سے خوب پئیں۔

(ہ) سلفی(۲) نے طیوریات میں ابن حبیب سے نقل کیاہے کہ زمزم ابرار کامشروب ہے اورحجراخیارکی جائے نماز ہے۔

(أ) ابونعیم الأصبہانی، حلیۃ الأولیاء ، ج ۳، ص ۳۰۴۔ **(حکم)** ضعیف۔ دیکھیں : السلسلۃالضعیفۃ، رقم: ۴۱۶۵۔

(ب) الفاکہی، أخبارمکۃ، باب ماجاء فی فضل زمزم وتفسیرہ، رقم: ۱۱۱۸۔

(ج) روایت نہیں ملی۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب من کان یقول لیکن آخر عہدک بالبیت، رقم: ۱۴۶۴۴۔

(ہ) روایت نہیں ملی۔

(۱) ابوذرالہروی عبداللہ بن احمد بن محمدالہروی، المالکی، الخراسانی ۳۵۶ھ کوپیداہوئے۔انھوں نے دارقطنی سے بغدادمیں، عبدالوہاب سے دمشق میں، شیبان بن محمد سے بصرہ میں، ابومسلم الکاتب سے مصراور احمدبن عثمان الدینوری وغیرہ سے مکہ میں سماع کیا۔ان سے ان کے بیٹے ابومکتوم عیسیٰ،موسیٰ بن علی الصقلی، محمدبن شریح نے حدیث بیان کی ہے۔انھوں نے اپنے شیوخ پر مشتمل ''معجم'' بھی تالیف کی ہے۔انھوں نے مکہ میں ۴۳۴ھ کو وفات پائی۔ دیکھیں: خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۱۴۱ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۱۷، ص ۵۵۴، رقم: ۳۷۰ ؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۲۹، ص ۴۰۴، ۴۰۵۔

(۲) السِّلفی :(۴۷۸۔۵۷۶ھ / ۱۰۸۵۔۱۱۸۰م) احمدبن محمدبن احمدبن محمدصدرالدین، ابوطاہرالسِّلفی، شیخ الاسلام، محدث، حافظ اہل اصفہان میں سے تھے۔انھوں نے طلب حدیث میں کئی اسفارکیے۔اسکندریہ میں مقیم تھے اور وہی جمعہ کے دن وفات پائی۔ ''معجم السفر''، ''معجم مشیخۃ'' اور ''الفضائل الباہرۃ فی مصروالقاہرۃ'' ان کی تصانیف ہیں۔ دیکھیں: السیوطی، حسن المحاضرۃفی تاریخ مصروالقاہرۃ، ج ۱، ص ۳۵۴، رقم: ۶۶ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۲۱، ص ۵، رقم: ۱ ؛ الزرکلی، الأعلام ، ج ۱، ص ۲۱۵۔

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ (21) خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً إِنَّ اللّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ (22)

'' اُن کا پروردگار اُن کو اپنی رحمت کی اور اورخوشنودی کی اور بہشتوں کی خوشخبری دیتاہے جن میں ان کے لیے نعمت ہائے جاودانی ہیں۔ (اور وہ) اُن میں ابدالآباد رہیں گے۔ کچھ شک نہیں کہ خدا کے ہاں بڑا صلہ (تیار) ہے''۔

(اُ) ابوالشیخ نے طلحہ(۱) بن مصرف سے روایت کیاہے کہ انہوں نے یَبْشُرُهُمْ رَبُّهُمْ پڑھا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ آبَاءكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاء إَنِ اسْتَحَبُّواْ الْكُفْرَ عَلَى الإِيمَانِ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (23) قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُواْ حَتَّى يَأْتِيَ اللّهُ بِأَمْرِهِ وَاللّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (24)

'' اے اہل ایمان! اگرتمہارے (ماں) باپ اور (بہن) بھائی ایمان کے مقابل کفرکوپسندکریں تو اُن سے دوستی نہ رکھو۔ اورجو اُن سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہیں۔ کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اوربھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جوتم کماتے ہو اورتجارت جس کے بندہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کوپسندکرتے ہو خدا اور اس کے رسول سے اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ خدا اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے۔اورخدا نافرمان لوگوں کوہدایت نہیں دیا کرتا ''۔

(ب) ابن ابی شیبہ،ابن منذر،ابن ابی حاتم اورابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ مجاہد نے کہا:ہجرت کا حکم دیا گیاتو عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو حاجیوں کوپانی پلاتا ہوں۔اوربنی عبدالدار کے بھائی طلحہ نے کہا: میں کعبہ کی دربانی کے فرائض اداکرتاہوں لہٰذاہم ہجرت نہیں کریں گے۔تب یہ آیت نازل کی گئی: لاَ تَتَّخِذُواْ آبَاءكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاء إَنِ اسْتَحَبُّواْ الْكُفْرَ عَلَى الإِيمَانِ۔

(اُ) یہ حمزۃ کی قراءت ہے۔انھوں نے یَبْشُرُهُمْ کوتخفیف کے ساتھ پڑھاہے۔ دیکھیں : ابن الجزری، النشر فی القراءات العشر، باب فی فرش الحروف، سورۃ آل عمران، ج ۲، ص ۲۳۹۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۷۸۔

(۱) طلحہ بن مصرِّف بن کعب عمروالہمدانی، الکوفی، ابومحمد، حدیث کے ثقہ راویوں میں سے ہیں۔ان کو سیدالقراء کہاجاتا تھا۔انھوں نے اُنس بن مالکؓ، ابن ابی اُوفٰی، زیدبن وہب اورمجاہد وغیرہ سے تحصیل علم کیا۔ان کے تلامذہ میں ان کا بیٹامحمداور منصور، الأعمش، مالک بن مغول کے علاوہ خلق کثیرشامل ہیں۔انھوں نے ۱۱۲ھ(۷۳۰م) کو وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۷، ص ۳۸۶ ؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۴، ص ۳۴۶، رقم: ۳۰۸۰۔

(أ) ابن ابی حاتم نے مقاتلؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:مذکورہ آیت ہجرت کے بارے میں نازل ہوئی۔

(ب) عبدبن حمید،ابن ابی حاتم اورابوالشیخ نے ذکرکیاہے کہ قتادہؒ نے کہا: وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا کامعنی ہے وہ مال جوتم نے کمائے ہیں۔

(ج) ابن ابی حاتم اورابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا کی تفسیرمیں سدی کہتے ہیں اورتم کاروبار کے مندا ہونے ڈرتے ہواوراسے فروخت کردیتے ہو۔وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا یعنی وہ محلات اورگھرجنہیں تم پسند کرتے ہو۔

(د) ابن ابی شیبہ،ابن منذر،ابن ابی حاتم اورابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ مجاہدؒنے کہاکہ فَتَرَبَّصُواْ حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ کامعنی یہ ہے کہ تم انتظارکرو۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح کے سبب اپناحکم ہجرت لے آئے۔یہ سب فتح مکہ سے پہلے ہوا۔

(ھ) امام احمداورامام بخاری نے عبداللہ بن ہشام(۱) رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیاہے کہ انہوں نے فرمایا:ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اورآپ ﷺعمربن خطاب رضی اللہ عنہ کاہاتھ پکڑے ہوئے تھے توانہوں نے عرض کی:خداکی قسم! یارسول اللہ ﷺآپ میری جان کے سواہرشے سے مجھے زیادہ محبوب ہیں۔تو نبی کریم ﷺنے فرمایا:تم میں سے کوئی(کامل)مومن نہیں ہوسکتایہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب ہوجاؤں۔واللہ اعلم۔

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۷۹۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۸۳۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۸۵، ۱۰۰۸۶۔

(د) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۸۸۔

(ھ) مسنداحمد، تتمۃ مسندالانصار، حدیث عبداللہ بن ہشام، رقم: ۲۲۵۰۲ ؛ البخاری، الصحیح، کتاب الایمان والنذور، باب:کیف کانت یمین النبی ﷺ، رقم: ۶۲۵۷۔

(۱) عبداللہ بن ہشام بن عثمان بن عمروالقرشی التیمی، صحابی رسول ﷺہیں۔وہ زہرۃبن معبد کے داداتھے۔ ان کاشمار اہل حجاز میں ہوتا ہے۔ان کی والدہ زینب بنت حمید بچپن میں انھیں لے کر نبی کریم ﷺکی خدمت میں حاضرہوئی آپ ﷺنے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے دعافرمائی لیکن آپ نے کم سنی کی وجہ سے بیعت نہیں فرمائی۔ دیکھیں: ابن الأثیر، أسدالغابۃ، ج ۳، ص ۱۸۵، رقم: ۳۲۳۴ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۳، ص ۱۲۲، رقم: ۱۶۹۷۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئاً وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ (25) ثُمَّ أَنَزلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُوداً لَّمْ تَرَوْهَا وَعذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُواْ وَذَلِكَ جَزَاء الْكَافِرِينَ (26) ثُمَّ يَتُوبُ اللّٰهُ مِن بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَن يَشَاءُ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (27)

’’خدانے بہت سے موقعوں پرتم کو مدد دی ہے۔ اور(جنگ) حُنین کے دن جب کہ تم کو اپنی (جماعت کی) کثرت پر غرہ تھاتووہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور زمین باوجود(اتنی بڑی) فراخی کے تم پرتنگ ہوگئی پھرتم پیٹھ پھیر کرپھرگئے۔ پھر خدا نے اپنے پیغمبر پر اور مؤمنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور(تمہاری مدد کوفرشتوں کے) لشکرجو تمھیں نظرنہیں آتے تھے(آسمان سے) اُتارے اور کافروں کوعذاب دیا اور کفر کرنے والوں کی یہی سزاہے۔ پھرخدا اس کے بعد جس پر چاہے مہربانی سے توجہ فرمائے۔ اورخدا بخشنے والامہربان ہے‘‘۔

(أ) فریابی نے مجاہدؒ سے یہ قول نقل کیاہے کہ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ والی آیت اللہ تعالی نے سورۂ برأت میں سب سے پہلے نازل فرمائی۔

(ب) ابن ابی شیبہ،سعید، ابن جریر، ابن منذر اورابن ابی حاتم نے بیان کیاہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا: سورۂ برأت میں سے مذکورہ آیت سب سے پہلے نازل ہوئی۔تحقیق اللہ تعالی کی مدد ان کے شامل حال ہوئی اور انہیں غزوۂ تبوک کے لیے آمادہ کرلیا۔

(ج) ابوالشیخ نے ذکرکیاہے کہ اسی آیت کے بارے میں ضحاکؒ نے کہا:اس آیت میں اس مدد و نصرت کاذکرہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ ان پربہت سے میدانوں میں احسان فرماتا رہاہے۔

(د) ابن ابی حاتم اورابوالشیخ نے قتادہؒ سے نقل کیاہے کہ ’’حنین‘‘مکہ اورطائف کے درمیان پانی (کاچشمہ) ہے۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۶۷۵۹ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۹۱۔

(ج) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۱۰۰۔

نبی کریم ﷺ نے ہوازن(۱) اور ثقیف(۲) کے قبائل سے جنگ لڑی۔ہوازن کا سردار مالک(۳) بن عوف تھا اور ثقیف کا سردار عبدیالیل بن عمرو ثقفی تھا

(أ) ابن ابی حاتم نے عروہؒ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے سال نصف مہینہ تک وہاں مقیم رہے۔ابھی اس سے زائد دن نہیں گزرے تھے کہ ہوازن اور ثقیف آگئے اور انہوں نے حنین میں پڑاؤ ڈال لیا۔حنین ذی المجاز کے پہلو میں ایک وادی ہے۔

(ب) ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ حسنؒ نے کہا: جب اہل مکہ اور اہل مدینہ جمع ہوگئے۔تو انہوں نے کہا: خدا کی قسم ! اب ہم جنگ لڑیں گے کیونکہ ہمارا لشکر جرارجمع ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس قول کا ناپسند فرمایا۔کیونکہ انہوں نے اپنی کثرت پر فخر و مباہات کا اظہار کیا۔پس جب ان کا آمنا سامنا ہوا تو اللہ تعالٰی نے انہیں شکست سے دوچار کر دیا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی مقابلہ میں نہ ٹھہرا۔حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے قبائل عرب کو اپنی جانب بلانا شروع کیا۔قسم بخدا! آپ ﷺ کی جانب کوئی بھی اوپر نہ چڑھا یہاں تک آپ نے اپنی جگہ خالی کر دی اور انصار کی جانب متوجہ ہوئے اور وہ اطراف میں تھے تو آپ ﷺ نے انہیں بلایا۔ یاانصارالله وانصاررسوله! الیّ عبادالله۔میں اللہ تعالٰی کا رسول ہوں۔وہ آپ ﷺ پر امڈ آئے اور عرض کرنے لگے: یارسول اللہ ﷺ! رب کعبہ کی قسم: ہم آپ کے ساتھ ہیں۔قسم بخدا! انہوں نے اپنے سر جھکا دیے اور رونے لگے: اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی تلواریں چلانے لگے یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے دشمن کے خلاف انہیں فتح وکامرانی سے نوازا۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۹۴۔

(ب) ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) ہوازن : عرب کے ایک مشہور اور بڑے قبیلے کا نام ہے۔ حلیمہ سعدیہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو شیر خوارگی میں دودھ پلایا تھا اسی قبیلہ سے تھیں۔اس کی ایک شاخ بنوسعد ہے جو فصاحت وبلاغت میں مشہور تھے۔یہ لوگ طائف اور مکہ کے درمیان مکہ کے شمال میں آباد تھے۔ دیکھیں: سید فضل الرحمٰن ، فرہنگ سیرت، ص ۳۱۷۔

(۲) ثقیف: عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ یہ لوگ حجاز میں مکہ اور طائف کے درمیان آباد تھے۔ دیکھیں: سید فضل الرحمٰن ، فرہنگ سیرت، ص ۸۰۔

(۳) مالک بن عوف بن مالک بن سعید بن ربیۃ النصری، ابوعلی، قبیلۂ ہوازن کے سردار تھے۔غزوۂ حنین کے موقع پر مشرکین کی رہنمائی کررہے تھے۔اس کے بعد انھوں نے اسلام قبول کیا اور جنگ قادسیہ میں سعد بن ابی وقاصؓ کے ساتھ شریک ہوئے۔ دیکھیں: ابونعیم الاصبہانی،معرفۃالصحابۃ، ج ۵، ص ۲۴۷۳۔

(أ) بیہقی نے دلائل میں ربیعؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کسی آدمی نے حنین کے دن کہا: ہم قلت تعداد کے سبب ہرگز مغلوب نہیں ہوں گے۔رسول اللہ ﷺ پر یہ بات ناگوار گزری۔تو اس کے بارے میں اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ ربیعؒ نے کہا:اس وقت اسلامی لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ان میں سے دو ہزار اہل مکہ تھے۔

(ب) ابن سعد،ابن ابی شیبہ،احمد،بغوی نے معجم میں،ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں ابوعبدالرحمٰن فہری(۱) رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا:ہم غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ہم نے انتہائی شدید گرم دن میں سفر کیا،اس لیے درختوں کے سائے میں جا اترے جب سورج ڈھل گیا،میں نے اپنی زرہ پہنی اور گھوڑے پر سوار ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتے ہوئے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ یارسول اللہ ﷺ!کوچ کا وقت ہوگیا ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا:جی ہاں۔پھر آپ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو بلاتے ہوئے فرمایا:اے بلال!وہ فوراً ببول کے درخت کے نیچے سے اٹھے،اس کا سایہ انتہائی گھنا تھا۔اور عرض کی بندہ حاضر ہے لبیک وسعدیک میں آپ پر قربان جاؤ۔پھر آپ ﷺ نے انہیں حکم فرمایا میرے گھوڑے پر زین ڈالو۔چنانچہ وہ کھجور کی چھال کے دو تکیے سے لائے جن میں اظہار تکبر وفخر نام کا نہ تھا۔راوی کا بیان ہے۔کہ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے اور ہم نے ان سے لڑنا شروع کر دیا۔لیکن مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے جیسا کہ اللہ تعالی نے ذکر فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ پکارنے لگے:"يَاعِبَادَاللّٰهِ اَنَاعَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ" "اے اللہ کے بندو!میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور مجھے اس آدمی نے بتایا جو میری نسبت آپ ﷺ کے زیادہ قریب تھا کہ آپ ﷺ نے ایک مشت مٹی کی اٹھائی اور قوم کے چہروں کی جانب اسے پھینک دیا اور زبان سے ارشاد فرمایا:

(أ) البیہقی، دلائل النبوۃ، باب غزوۃ حنین وما ظہر فیہا علی النبی ﷺ، ج ۵، ص ۱۲۳۔

(ب) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۲، ص ۱۵۶ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، باب غزوۃ حنین وماجاء فیہا، رقم: ۳۶۹۹۸ ؛ مسند احمد، تتمۃ مسند الأنصار، حدیث أبی عبدالرحمٰن الفہری، رقم: ۲۲۴۶۷ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب رمی النبی ﷺ وجوہ الکفار، ج ۵، ص ۱۴۱۔ (حکم) مسند احمد کے محققین نے اس روایت کو حسن لغیرہ کہا ہے۔

(۱)ابوعبدالرحمٰن الفہری صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں۔ان کا نام یزید بن إیاس اور بعض روایات کے مطابق حارث بن ہشام یا کرز بن ثعلبۃ ہے۔ وہ غزوۂ حنین میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ حاضر تھے۔انھوں نے فتح مصر میں بھی شرکت فرمائی۔ اہل مصر نے ان سے ایک ہی حدیث روایت کی ہے۔انھوں نے شام میں وفات پائی۔ دیکھیں: الدولابی، الکنی والاسماء، ج ۱، ص ۷۵ ، رقم: ۱۲۰ ؛ ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۴۷۵، رقم: ۸۳۷ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۴، ص ۲۲۹۵، رقم: ۱۰۲۰۳ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۴، ص ۲۷۰، رقم: ۳۱۰۳۔

"شَاھَتِ الْوُجُوْہِ......" "اوریعلی بن عطاء(ا) نے کہاہے اورہمیں ان کے بیٹوں نے اپنے آباء سے خبردی ہے کہ انہوں نے کہا:ہم میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچاتھا مگریہ کہ اس کی آنکھیں اورمنہ مٹی سے بھرگئے اورہم نے آسمان سے گھنٹی کی آوازاس طرح سنی جیسے لوہے کے ٹب پرلوہا لگتاہے۔پس اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست فاش سے دوچارکردیا"مَا بَقِیَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا امْتَلَأَتْ عَیْنَاہُ وَفَمُہٗ مِنَ التُّرَابِ"

(أ) طبرانی،حاکم،ابونعیم اوربیہقی نے دلائل میں عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا:میں غزوۂ حنین کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔پس لوگ آپ ﷺ سے الٹے پاؤں بھاگ پڑے۔حتیٰ کہ آپ ﷺ کے پاس مہاجرین وانصارمیں سے اسی افراد باقی رہ گئے۔ہم تقریباً اسی قدموں کے فاصلے پر کھڑے تھے۔ہم پیٹھ پھیرکرنہیں بھاگے اوریہی وہ لوگ ہیں جن پراللہ تعالیٰ نے اطمینان اورراحت نازل فرمائی۔اوررسول اللہ ﷺ اپنے خچرمبارک پرتھے۔آپ ﷺ چندقدم چلے اورفرمایا:مجھے ایک مشت مٹی کی دیجئے۔چنانچہ میں نے وہ مٹی آپ ﷺ کودی۔تو آپ ﷺ ان (دشمن)کے چہروں پرپھینک دی۔نتیجۃً ان کی آنکھیں مٹی سے بھرگئیں اورمشرکین پیٹھ پھیرکرالٹے پاؤں بھاگ گئے۔

(ب) ابن ابی شیبہ،احمد،حاکم اورآپ نے اس روایت کوصحیح قراردیاہے،ابن مردویہ اوربیہقی نے دلائل میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ بنی ہوازن غزوۂ حنین کے دن عورتوں،بچوں،اونٹوں اوربھیڑبکریوں کے ریوڑوں کو ساتھ لے کرآئے اورانہوں نے انہیں بھی صفوں میں لاکھڑاکیاتاکہ رسول اللہ ﷺ پراپنی کثرت کا اظہارکریں۔پھرمسلمانوں

(أ) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۰۔ص ۱۶۹، رقم: ۱۰۳۵۱ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الجہاد، رقم: ۲۵۴۹ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب رمی النبی ﷺ یوم حنین، ج ۵، ص ۱۴۲۔ **(حکم)** امام حاکم نے اس روایت کوصحیح الإسناد کہاہے جبکہ امام ذہبی نے التلخیص میں فرمایا: حارث اور عبداللہ منکر روایت بیان کرنے والے ہیں۔یہ روایت بھی ان میں سے ایک ہے۔پھر اس میں ارسال بھی کیا ہے۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، باب غزوۃ حنین وماجاء فیہا، رقم: ۳۶۹۹۹ ؛ مسنداحمد، مسندالمکثرین من الصحابۃ، مسندأنس بن مالکؓ، رقم: ۱۲۹۷۷ ؛ الحاکم، المستدرک،کتاب قسم الفئ، رقم: ۲۵۹۱ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب قصۃأبی قتادۃ وأبی طلحۃ رضی اللہ عنہما فی سلب، ج ۵،ص ۱۵۰۔ **(حکم)**: مسنداحمدکے محققین اور امام حاکم نے اس روایت کو صحیح علی شرط مسلم کہاہے۔

(ا) یعلی بن عطاء العامری القرشی الطائفی اپنے والدسے روایت کرتے ہیں۔ان سے الثوری، شعبہ اورہشیم نے روایت کی ہے۔کہاجاتاہے کہ وہ واسط میں رہتے تھے اور اسی میں ۱۲۰ھ کو وفات پائی۔احمدبن حنبل نے ان کی توثیق کی ہے۔دیکھیں : البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۸،ص ۴۱۵، رقم: ۳۵۲۸ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۵، ص ۲۰۱، رقم: ۷۶۔

اورمشرکین کی جنگ شروع ہوئی تو مسلمان پیٹھیں پھیر کر بھاگ نکلے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔تو رسول اللہ ﷺ نے نداوی:"یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ"(اے اللہ تعالیٰ کے بندو! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں)پھر فرمایا:اے گروہ انصار! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست فاش سے دوچار کر دیا۔حالانکہ نہ کسی نے تلوار چلائی اور نہ کسی نے نیزہ مارا۔

(أ) عبدالرزاق،ابن سعد،احمد،مسلم،نسائی،ابن منذر،ابن ابی حاتم،حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا:غزوۂ حنین کے دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھا۔تحقیق میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس میرے اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کے سوا کوئی نہیں تو رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ ساتھ رہے اور ہم آپ ﷺ سے جدا اور علیحدہ نہیں ہوئے۔آپ ﷺ اپنے الشہباء نامی اس خچر پر سوار تھے جو فروہ(ا) بن معاویہ جذامی نے آپ کو بطور تحفہ اور ہدیہ پیش کی تھی۔پس جب مسلمانوں اور مشرکین کا آمنا سامنا ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔نبی کریم ﷺ اپنے خچر کو کفار کی جانب دوڑانے لگے۔میں اس کی لگام پکڑ کر اسے روک رہا تھا تا کہ وہ جلدی اور تیز رفتاری کے ساتھ نہ چلے۔حالانکہ آپ تو مشرکین کی طرف انتہائی تیزی سے بڑھنے میں کوئی تاخیر نہیں کر رہے تھے۔ابوسفیان بن حارث رسول اللہ ﷺ کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا:اے عباس! رضی اللہ عنہ،ببول والوں کو بلاؤ،اے اصحاب الشجرہ !خدا کی قسم ! میں ان پر انتہائی مہربان ہوں جیسا کہ گائے اپنے بچوں پر مہربان ہوتی ہے۔جب وہ میری آوازیں سنیں گے تو لبیک لبیک پکارنے لگیں گے۔پس مسلمان آگئے اور کفار کے

(أ) مصنف عبدالرزاق، کتاب المغازی، باب وقعۃ حنین، رقم: ۹۷۴۱ ؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۴، ص ۱۸ ؛ مسند احمد، ومن مسند بنی ہاشم، حدیث العباس بن عبدالمطلب، رقم: ۱۷۷۵ ؛ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب فی غزوۃ حنین، رقم: ۱۷۷۵ ؛ النسائی، السنن الکبریٰ، کتاب السیر، باب رمی الحصیات فی وجوہ القوم، رقم: ۸۶۵۳ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۲، ص ۱۷۷۳ ؛ رقم: ۱۰۰۹۵ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم، باب ذکر اسلام عباسؓ، رقم : ۵۴۱۸۔ **(حکم)** امام حاکم نے اس روایت کو صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے۔

(ا) الدر المنثور میں "فروۃ بن معاویہ" ہے جبکہ کتب التخریج مصنف عبدالرزاق، مسند احمد اور المستدرک میں "فروۃ بن نعامۃ" ہے۔ جبکہ ابن سعد اور امام مسلم کے نزدیک "فروۃ بن نفاثۃ" ہے۔ البتہ تفسیر ابن ابی حاتم میں نام کی تصریح نہیں کی گئی ہے۔اصل میں یہ فروۃ بن عامر الجذامی ہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو سفید خچر ہدیہ کیا تھا۔ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض روایات کے مطابق ابن نعامۃ یا ابن نباتۃ یا ابن نفاثۃ ہے۔فروۃ اس وقت ملک شام کے شہر عمان میں رہتے تھے۔ دیکھیں : ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۴۸، رقم: ۲۷۴ ؛ ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ج ۴، ص ۱۹، رقم: ۴۲۲۰۔

ساتھ ان کی جنگ شروع ہوگئی۔آوازیں بلند ہوئیں اوروہ کہنے لگے:اے گروہ انصار،اے گروہ انصار!پھر بلاوا بنی حارث بن خزرج پرمحدود ہوگیا۔رسول اللہ ﷺ کاطویل وقت اپنے خچر پرہی گزرگیاتو آپ ﷺ نے فرمایا:اس وقت تو جنگ خوب زوروں پر ہے۔پھرآپ ﷺ نے کچھ کنکریاں اٹھائیں اورکفار کے چہروں کی جانب پھینک دیں۔پھرارشادفرمایا''اِنْهَزَمُوْا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ''کعبہ کے رب کی قسم!وہ شکست خوردہ ہوگئے۔پھرمیں دیکھتا ہی رہا کہ اتنے میں جنگ ٹھنڈی پڑگئی اورایسا نہیں ہوا مگرتب ہی جب رسول اللہ ﷺ نے ان پرکنکریاں پھینکیں۔پھرمیں مسلسل دیکھتا رہا کہ ان کی دھار کند ہوگئی اوروہ پیٹھ پھیرکربھاگنے لگے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست فاش سے دوچارکردیا۔

(أ) حاکم نے بیان کیاہے اورآپ نے اس روایت کو صحیح قراردیاہے کہ جابررضی اللہ عنہ نے کہا:رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن انصار کو بلایا اور فرمایا:اے گروہ انصار!انہوں نے جواباً عرض کی لبیک یارسول اللہ ﷺ ہمارے ماں باپ آپ پرقربان ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا:پوری توجہ اورتیزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی طرف آؤ۔وہ تمہیں ایسے باغات(جنات)میں داخل فرمائے گاجن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔سووہ آگئے اورمعرکۂ حنین انہی کا ہوگیا۔انہوں نے ہی اس جماعت کاگھیراؤکرلیاجومتکبرانہ انداز میں کندھوں کوہلاکرجنگ لڑرہے تھے۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کوشکست فاش سے دوچاروکردیا۔

(ب) ابوالشیخ،حاکم اورآپ نے اس روایت کوصحیح کہاہے اورابن مردویہ نے بیان کیاہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا:جب غزوۂ حنین کے دن اہل مکہ اوراہل مدینہ باہم اکٹھے ہوئے توتعدادکی کثرت نے انہیں فخروتکبرمیں مبتلا کردیا۔تو ان میں سے ایک قوم(جماعت)نے کہا:خداکی قسم!آج ہم قتال کریں گے۔لیکن جب ان کادشمن سے مقابلہ ہوااورجنگ انتہائی شدید ہوگئی تووہ پیٹھ پھیرکربھاگ نکلے تورسول اللہ ﷺ نے انصار کو بلایا اور فرمایا:اے مسلمانوں کے گروہ!اللہ تعالیٰ کے بندوں کی جانب آجاؤ۔میں اللہ تعالیٰ کارسول ہوں۔توانہوں نے عرض کی:قسم بخدا!ہم آپ کی جانب آئے۔انہوں نے اپنے سرجھکالیے پھرپوری قوت کے ساتھ جنگ لڑی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دشمن پرفتح سے ہم کنار کیا۔

(ج) حاکم نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے موقع پراونٹ کے بال اٹھائے اورفرمایا:اے لوگو!اللہ تعالیٰ نے تمہیں جومال غنیمت عطافرمایاہے اس میں سے خمس کے سوا اتنی مقداربھی میرے لیے حلال نہیں۔پھرخمس بھی تمہیں پرلوٹا دیاجائے گا۔لہٰذادھاگہ اورسوئی تک سب پہنچادو اور اس میں خیانت

(أ) الحاکم، المستدرک، کتاب المغازی والسرایا، رقم: ۴۳۶۷۔ **(حکم)**:امام حاکم نے اس کو صحیح الاسنادکہاہے۔

(ب) الحاکم، المستدرک، کتاب المغازی والسرایا، رقم: ۴۳۶۸۔ **(حکم)**:امام حاکم نے اس کو صحیح الاسنادکہاہے۔

(ج) الحاکم ، المستدرک، کتاب المغازی والسرایا، رقم: ۴۳۷۰۔ **(حکم)**:شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح کہاہے۔دیکھیں: السلسلۃ الصحیحۃ ، رقم: ۹۸۵۔

اوردھوکہ بازی سے بچو۔کیونکہ قیامت کے دن یہ ایسا کرنے والے کے لیے باعث ننگ وعار ہوگا۔اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہادکرناتم پرفرض ہے۔کیونکہ یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔اللہ تعالیٰ اس کے وسیلہ سے ہر پریشانی اورغم دور فرما دیتا ہے۔رسول اللہ ﷺمال غنیمت ناپسند کرتے تھے اورفرماتے تھے کہ خوشحال اورمضبوط مومنین کوچاہیے کہ وہ اپنے میں سے کمزوراورضعیف لوگوں کی جانب (مال غنیمت) لوٹا دیں۔

(أ) ابن مردویہ نے ابن عمررضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا:ہم نے غزوۂ حنین کے دن دیکھاکہ دونوں گروہوں نے فرار اختیار کیاہے۔عکرمہ نے کہا:جب غزوۂ حنین ہواتو مسلمان بھی بھاگے اورشرکین نے بھی فراراختیارکیااوررسول اللہ ﷺثابت قدم رہے۔آپ ﷺنے تین بارفرمایا:"انا محمدرسول اللہ ﷺ "اورآپ ﷺکے پہلو میں آپ ﷺکے چچاعباس رضی اللہ عنہ تھے۔تو نبی کریم ﷺنے اپنے چچا سے ارشادفرمایااے عباس آوازدو یااھل الشجرۃ (اے بیعت رضوان میں شریک ہونے والو!)۔توانہوں نے آوازدی کرہرجانب سے جواب دیا: لبیک لبیک۔یہاں تک کہ انہوں نے اپنے نیزوں کے ساتھ آپ ﷺپرسایہ کرلیا۔پھرآپ ﷺمسلسل جنگ لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺکونصرت اورکامیابی سے نوازا۔اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ.

(ب) ابوالشیخ نے محمد(۱) بن عبیداللہ بن عمیرالیثی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: نبی کریم ﷺکے ساتھ چارہزارانصار،ایک ہزارقبیلہ جہینہ میں سے،ایک ہزارمزینہ(۲) میں سے،ایک ہزارقبیلہ اسلم میں سے،ایک ہزارغفارمیں سے،ایک ہزاراشجع(۳) میں سے اورایک ہزارمہاجرین وغیرہ موجودتھے تواس طرح آپ ﷺکے ساتھ دس ہزار کا لشکرتھا۔اورآپ ﷺبارہ ہزارافرادپرمشتمل لشکرلے کر(حنین کی طرف)روانہ ہوئے۔اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں ارشادفرمایا: وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا.

(أ) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) محمد بن عبداللہ بن عمیرالیثی کی حالات زندگی نہیں ملی۔

(۲) مزینہ عرب کاایک قبیلہ ہے۔ ابن خلدون کے مطابق ان سے مربن اُدبن طابخہ بن إلیاس بن مضرکی اولاد مرادہے۔مربن اُد کے بیٹوں کانام عثمان اور اُوس تھاجبکہ ماں کانام مزینہ تھا۔ ان کے دونوں بیٹوں کوماں کی طرف منسوب کرکے پکاراجاتا تھا۔یہ قبیلہ مدینہ اور وادی قریٰ کے درمیان آبادتھا۔دیکھیں: عمررضا کحالۃ، معجم قبائل العرب، ج ۳، ص ۱۰۸۳۔

(۳) اشجع غطفان کاایک قبیلہ تھاجوعدنانیوں میں سے قیس بن غیلان کی طرف منسوب ہے جو مدینہ کے قریب رہتاتھا۔یہ قبیلہ خزرج کے حلیف تھے۔ دیکھیں:عمررضا، معجم قبائل العرب، ج ۱،ص ۲۹؛ سیدفضل الرحمٰن ،فرہنگ سیرت، ص ۴۲۔

(أ) ابن سعد،ابن ابی شیبہ،بخاری،مسلم اورابن مردویہ نے براء بن عازب(۱) رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ان سے پوچھا گیا:کیاتم غزوۂ حنین کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تھے؟توانہوں نے فرمایا:خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے پیٹھ نہیں پھیری۔البتہ آپ ﷺ کے اصحاب سے نوجوان اوران کے پیچھے کچھ تھکے ماندے لوگ نکلے۔ان کے پاس ہتھیارنہیں تھے۔توان کا آمناسامنا ہوازن اوربنی نصر کے تیراندازوں کی ایک جماعت سے ہوگیا۔ان پر تیر برسنے لگے اوروہ جوتیربھی ان پر مارتے وہ خطاجاتے۔پس وہاں وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے،آپ ﷺ اس وقت اپنے سفید خچر پر تھے اورآپ ﷺ کے چچا کا بیٹاابوسفیان(۲) بن حارث بن عبدالمطلب اس کی لگام پکڑے ہوئے تھا۔پھرآپ ﷺ نیچے اترے دعا کی اورمددونصرت کی التجاء کی اورپھرکہا:

أَنَاالنَّبِيّ لَاكَذِبْ　　　أَنَاابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ

''میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں''۔

پھرآپ ﷺ کے اصحابِ کرام نے صف بندی کی۔

(ب) ابن ابی حاتم نے سدی سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے وَأَنـزَلَ جُنُـوداً لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کی تفسیر میں فرمایا کہ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے مرادیہ ہے کہ انہیں تلوار کے ساتھ قتل کیا۔

(أ) صحیح بخاری، کتاب الجہادوالسیر ، باب من قاد دابۃ غیرہ فی الحرب، رقم: ۲۷۰۹، ۲۷۱۹ ؛ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر ، باب فی غزوۃ حنین، رقم: ۱۷۷۶ ؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۴، ص ۵۱ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، باب غزوۃ حنین وماجاء فیہا، رقم: ۳۶۹۸۳۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۰۳۔

(۱) براء بن عازب : ابوعمارۃ براء بن عازب، انصاری، اُوسی، حارثی جلیل القدرصحابی ہیں۔کم سنی کی وجہ سے غزوۂ بدرمیں شریک نہ ہوسکے جبکہ غزوۂ اُحد اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل،صفین اور النہروان میں بھی شریک رہیں۔انھوں نے کوفہ میں مصعب بن زبیرکے زمانے میں وفات پائی۔دیکھیں:ابن الاثیر، اسدالغابۃ، ج ا،ص ۲۲۹، رقم: ۳۸۹ ؛ ابن حجر، الاصابۃ، ج ا، ص ۱۶۱، رقم: ۶۱۸ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ا، ص ۲۳۹، رقم: ۱۷۴، ابن قانع، معجم الصحابۃ، ج ۲، ص ۴۰۳۔

(۲) ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کا نام مغیرۃبن حارث ہے جو نبی کریم ﷺ کے چچازاد اور نوفل اور ربیعہ کے بھائی تھے۔انھوں نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا۔غزوہ حنین میں آپ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہیں۔انھوں نے ۲۰ھ بمطابق ۶۴۱ء کو وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ا، ص ۲۰۲، رقم: ۳۲ ؛ ابونعیم الاصبہانی، معرفۃالصحابۃ، ج ۵، ص ۲۵۸۵ ؛البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۵، ص ۴۰۴۔

(أ) ابن ابی حاتم نے سعیدبن جبیرؒ سے نقل کیاہے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ حنین کے دن اپنے رسول کریم ﷺ کی پانچ ہزارباختیاراورمسلح ملائکہ کے ساتھ مددفرمائی۔اس دن اللہ تعالیٰ نے انصار کو مومنین کے نام سے پکارااور ارشادفرمایا ثُمَّ أَنزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ.

(ب) ابن اسحاق،ابن منذر،ابن مردویہ،ابونعیم اوربیہقی نے جبیربن مطعم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا:میں نے قوم کی شکست سے پہلے دیکھادرآنحالیکہ لوگ قتل ہورہے تھے کہ ایک سیاہ رنگ کادھاری دار کپڑاآسمان کی جانب سے آیااورقوم کے درمیان آکرگرپڑا۔پھرمیں نے دیکھاکہ اچانک سیاہ رنگ کی چیونٹیاں پھیل گئیں اوران سے وادی بھرگئی۔مجھے شک بھی نہیں تھاکہ ملائکہ علیہم السلام ہیں۔پھرقوم شکست کھاگئی۔

(ج) ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ سعیدبن جبیرؒنے کہا: کہ وَعَـذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا میں عذاب سے مراد ہزیمت اور شکست ہے۔

(د) ابن منذراورابن ابی حاتم نے ذکرکیاہے کہ ابن ابزی نے کہا مذکورہ آیت میں عذاب سے مرادہزیمت اورقتل ہے۔ثُـمَّ يَتُوبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ کی تفسیر میں فرمایا:پھراللہ تعالیٰ ان کی طرف رحمت سے توجہ فرمائے گاجوغزوۂ حنین میں نبی کریم ﷺ سے شکست خوردہ ہوکر بھاگے۔

(ھ) ابن سعد،بخاری نے تاریخ میں،حاکم اورآپ نے اس روایت کوصحیح قراردیاہے اوربیہقی نے دلائل میں عبداللہ(۱)بن عیاض بن حارث سے اورانہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا۔رسول اللہ ﷺبارہ ہزارکا لشکرجرارساتھ لے کرہوازن آئے اورآپ نے غزوۂ بدرکے مقتولوں کی مثل غزوۂ حنین میں طائف کے

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۰۰۔

(ب) ابن اسحاق کی روایت سیرۃابن ہشام میں ملی۔دیکھیں: سیرۃابن ہشام، نصرۃالملائکۃ، ج ۲، ص ۴۴۹ ؛البیہقی، دلائل النبوۃ، باب رمی النبی ﷺوجوہ الکفار، ج ۵، ص ۱۴۶۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۰۲۔

(د) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۰۳، ۱۰۰۰۵۔

(ھ) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۲، ص ۱۵۴، ۱۵۵ ؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۷،ص ۱۹ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الجہاد، رقم: ۲۵۶۲ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب رمی النبی ﷺوجوہ الکفار، ج ۵، ص ۱۴۲۔ **(حکم)** امام حاکم نے اس روایت کوصحیح الاسنادکہاہے۔

(۱) عبداللہ بن عیاض بن الحارث اپنے والدسے روایت کرتاہے اور وہ نبی کریمﷺسے روایت کرتے ہیں۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۵،ص ۱۶۰، رقم: ۴۹۹۔

لوگ قتل کیے۔رسول اللہ ﷺ نے سنگریزوں کی ایک مشت اٹھائی اوروہ ہمارے چہروں پر پھینک دیئے پس ہم شکست فاش سے دوچار ہوگئے۔

(أ) امام احمداورمسلم نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا:دشمن کاایک آدمی میرے سامنے آیا۔تومیں نے اس پرتیر پھینکااوروہ چھپ گیا۔پھراس نے جوکچھ کیاوہ میں نہیں جانتا۔پھرمیں نے قوم کی طرف دیکھاکہ اچانک وہ دوسری گھاٹی سے نکل آئے اوران کی رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے ساتھ جنگ چھڑگئی۔میں چادرباندھے ہوئے تھااورشکست خوردہ ہوکرلوٹ پڑا۔مجھ پردوچادریں تھیں۔ایک بطور ازار باندھے ہوئے تھا اوردوسری اوپرلپیٹ رکھی تھی۔پس میری چادرکھل گئی تومیں نے ان دونوں کواکٹھاکرلیااورمیں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے بھاگتے ہوئے گزرا۔ اس وقت آپ اپنے خچرشہباء پر سوارتھے۔تورسول اللہ ﷺ نے فرمایا:تحقیق آپ ﷺ نے ابن اکوع کوگھبراہٹ کی حالت میں دیکھ لیاتھا۔سوجب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کوگھیرلیا،آپ ﷺ خچر سے نیچے اترے۔پھرزمین کی مٹی سے ایک مشت اٹھائی۔پھران کے چہروں کی طرف اپنا رخ مبارک پھیرا۔اورفرمایا''شَاهَتِ الْوُجُوْهُ''اورمٹی ان پرپھینک دی۔تواللہ تعالیٰ نے انہیں شکست فاش نے دوچار کردیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے غنائم کومسلمانوں کے مابین تقسیم فرمایا۔

(ب) امام بخاری نے تاریخ میں اوربیہقی نے دلائل میں عمروبن سفیان(۱) ثقفی رضی اللہ عنہ سے بیان کیاہے کہ انہوں نے کہا:رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن سنگریزوں کی ایک مشت اٹھائی اوراسے ہمارے چہروں پر پھینکا۔نتیجۃً ہم نے شکست ہزیمت اٹھائی۔ہماری جانب کوئی گھوڑانہ تھامگریہ کہ یہ ہرپتھراورہردرخت شہسواربن کرہمیں تلاش کرنے لگا۔

(أ) صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب فی غزوۃ حنین، رقم: ۱۷۷۷۔ یہ حدیث منداحمد، فضائل الصحابۃ لإمام احمدبن حنبل اور إطراف المسند لابن حجر عسقلانی میں نہیں ملی۔جبکہ ابن کثیرنے البدایۃ والنہایۃ میں اس کی تخریج کی ہے۔دیکھیں: ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج ۴، ص ۳۳۱۔

(ب) البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۶، ص ۳۱۰ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب رمی النبی ﷺ وجوہ الکفار، ج ۵، ص ۱۴۳، رقم: ۲۴۹۲۔

(۱) عمروبن سفیان الثقفی جنگ حنین میں مشرکین کے ساتھ شریک تھے پھر حنین کے بعد اسلام لائے۔ان سے قاسم ابوعبدالرحمٰن نے روایت کی ہے۔ان کا شمار اہل شام صحابہ میں ہوتا ہے۔دیکھیں: ابونعیم الاصبہانی، معرفۃالصحابۃ، ج ۴، ص ۲۰۱۵ ؛ ابن الاثیر، اسدالغابۃ، ج ۳، ص ۴۹۷، رقم: ۳۹۴۶۔

(أ) امام بخاری نے تاریخ میں اوربیہقی اورابن مردویہ نے یزید بن عامر سوائی(۱) سے،یہ حنین میں مشرکین کی جانب سے جنگ میں شریک ہوئے اورپھراسلام لائے۔یہ قول بیان کیاہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن مٹی سے ایک مشت اٹھائی اوراسے مشرکین کے چہروں پر پھینک دیااورساتھ فرمایا''اِرْجِعُوْاشَاهَتِ الْوَجُوْهُ ''(لوٹ جاؤ چہرے بگڑجائیں) پس جس سے بھی کوئی دوسرابھائی ملا وہی یہ شکایت کررہاتھاکہ اس کی آنکھوں میں تنکا پڑگیاہے اوروہ اپنی آنکھوں کو ملنے لگا۔

(ب) امام مسدد(۲)نے مسندمیں،بیہقی اورابن عساکر نے عبدالرحمٰن(۳) مولی ام برثن سے بیان کیاہے کہ انہوں نے کہا: حنین کے دن مشرکین میں سے ایک آدمی نے مجھے بتایاکہ جب ہمارااوررسول اللہ ﷺ کے اصحاب کاباہم آمناسامنا ہوا توبکری دوہنے کی مقداربھی وہ ہمارے سامنے کھڑے نہ ہوئے اور ہم ان پر غالب آگئے۔اسی اثنا میں ہم انہیں پیچھے دھکیلتے جارہے تھے کہ اچانک ہم ایک سفید خچروالے سے ملے اوروہی رسول اللہ ﷺ تھے۔پس ہم نے آپ ﷺ کے پاس سفید اورخوبصورت چہروں والے مردو دیکھےانہوں نے ہمیں کہا''شَاهَتِ الْوَجُوْهُ اِرْجِعُوْا ''پس ہم لوٹ آئے۔اوروہی ہمارے کندھوں پرسوارہوگئے۔حالانکہ وہ وہی تھے(یعنی وہ ہم پرغالب آگئے اورہم بالکل تھک ہارگئے)۔

(أ) البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۸، ص ۳۱۶، رقم: ۳۱۵۲ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب رمی النبی ﷺ، ج ۵، ص ۱۴۳۔

(ب) امام مسدد کی روایت ابن حجر، المطالب العالیۃ، باب غزوۃ حنین، رقم: ۴۳۰۹ میں ملی۔البیہقی، دلائل النبوۃ، باب رمی النبی ﷺ وجوہ الکفار، ج ۵، ص ۱۴۳ ؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳۴، ص ۱۷۳۔

(۱) یزیدبن عامر السوائی صحابی رسول ﷺ ہیں۔کہاجاتاہے کہ وہ جنگ حنین میں مشرکین کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔اس کے بعداسلام لائے۔ان سے نوح بن صعصعہ، السائب بن ابی حفص الطائفی نے روایت کی ہے۔دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التھذیب، ج ۷،ص ۱۶۲، رقم: ۹۰۴۱ ؛ ابن حبان، کتاب الثقات، ج ۱، ص ۴۷۰، رقم: ۱۴۶۴ ؛ ابن الأثیر، اسدالغابۃ، ج ۴، ص ۵۲۱، رقم: ۵۵۷۸ ؛ ابن عبدالبر، الإستیعاب، ج ۴،ص ۱۳۹، رقم: ۲۸۱۳۔

(۲) مُسدَّد بن مسرہد بن مسربل الاسدی البصری ، ابوالحسن محدث تھے۔آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ میں سب سے پہلے ''المسند'' تصنیف کی۔ابن ناصرالدین نے انھیں حافظ حجۃ کہاہے۔ ان کے شیوخ میں یحیٰ بن سعیدالقطان، بشر بن الفضل اور حمادبن زیدشامل ہیں۔ان سے امام بخاری وغیرہ نے روایت لی ہے۔ انھوں نے ۲۲۸ھ (۸۴۳م) کووفات پائی۔ دیکھیں: ابن ابی یعلی، طبقات الحنابلۃ، ج ۱، ص ۳۴۰ ؛ الأعلام ، الزرکلی، ج ۷، ص ۲۱۵۔

(۳) عبدالرحمٰن ابن آدم مولی اُم برثن البصری، صاحب السقایۃ، جلیل القدرتابعی ہیں۔ وہ ابوہریرہؓ ، عبداللہ بن عمرؓاور جابرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ان سے روایت کرنے والوں میں قتادۃ، سلیمان التیمی اورعوف الاعرابی شامل ہیں۔انھوں نے عبدالملک بن مروان کے زمانۂ خلافت میں وفات پائی۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۵، ص ۲۵۴، رقم: ۸۱۸ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۴، ص ۲۵۲، رقم: ۹۲۔

(أ) بیہقی نے ابن اسحاق کی سند سے بیان کیا ہے کہ امیہ بن عبداللہ(۱)بن عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے بیان کیا:مالک بن عوف رضی اللہ عنہ نے جاسوس بھیجے۔پس وہ آپ کے پاس آئے تو ان کے جوڑ کٹے ہوئے تھے۔انہوں نے پوچھا:تم ہلاک ہو تمہیں کیا ہوا؟تو انہوں نے جواب دیا:ہمارے ساتھ یہ کچھ ہو گیا جو تم دیکھ رہے ہو۔

(ب) ابن مردویہ ،بیہقی اور ابن عساکر نے مصعب(۲) بن شیبہ بن عثمان الحجبی سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا:میں غزوہ حنین کے دن نبی کریم ﷺ کی معیت میں نکلا۔خدا کی قسم!میں اسلام کی حالت میں نہیں نکلا تھا بلکہ اس خواہش پر نکلا تھا کہ ہوازن قریش پر غالب آجائیں۔پھر خدا کی قسم!میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑا تھا۔جب کہ میں نے کہا:یا نبی اللہ!بے شک میں چتکبرا گھوڑا دیکھ رہا ہوں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا:اے شیبہ!اسے کافر کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا۔پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا یہاں تک کہ میں نے اپنے نزدیک اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو بھی زیادہ پسندیدہ اور محبوب نہ پایا۔راوی کا بیان ہے کہ پھر مسلمان لڑنے لگے پس قتل ہوئے جو ہوئے پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور عمر رضی اللہ عنہ لگام پکڑے ہوئے تھے اور عباس رضی اللہ عنہما رکاب تھامے ہوئے تھے اور پھر عباس رضی اللہ عنہما نے بلند آواز لگائی:مہاجرین کہاں ہیں؟سورۃ بقرہ والے کہاں ہیں؟رسول اللہ ﷺ یہ ہیں۔پس لوگ آنے لگے اور نبی کریم ﷺ یہ فرماتے رہے:

أَنَا النَّبِيُّ غَيْرَكَذِبْ أَنَا عَبْدِالْمُطَّلِبْ

"پس مسلمان آئے اور انہوں نے تلواریں چلائیں اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:جنگ زور کے ساتھ چھڑ گئی"۔

(أ) البیہقی، دلائل النبوۃ، باب غزوۃ حنین وما ظہر فیہا علی النبی ﷺ ، ج ۵، ص ۱۲۳۔

(ب) البیہقی، دلائل النبوۃ، باب رمی النبی ﷺ وجوہ الکفار، ج ۵، ص ۱۴۶ ؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۲۳، ص ۲۵۴۔

(۱) امیۃ بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان عکرمہ، عمر بن عبدالعزیز اور اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔اور ان سے ابن اسحاق ، یحیٰ بن سلیم الطائفی نے روایت لی ہے۔ابوحاتم نے کہا کہ ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ دیکھیں: ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۲،ص ۳۰۱ ؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۲، ص ۸۔

(۲) مصعب بن شیبۃ بن جبیر بن شیبۃ بن عثمان صغار تابعین میں سے ہیں۔انھوں نے اپنے والد، طلق بن حبیب اور صفیہ بنت شیبۃ سے تحصیل علم کیا۔ان کے شاگردوں میں ان کا بیٹا زرارۃ بن مصعب بن شیبۃ، ابن جریج اور عبدالملک وغیرہ شامل ہیں۔ابن سعد نے انھیں قلیل الحدیث اور ابوحاتم نے غیر قوی کہا ہے۔ دیکھیں: ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۸، ص ۳۰۵، رقم: ۱۴۰۹ ؛البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۷، ص ۳۵۲، رقم: ۱۵۲۰ ؛ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۵، ص ۴۸۸۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (28)

''اے ایمان والو!مشرکین تو نرے ناپاک ہیں سووہ قریب نہ ہونے پائیں مسجدحرام سے اس سال کے بعد۔اوراگرتم اندیشہ کروتنگ دستی کاتوغنی کردے گاتمہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اگرچاہے گا۔بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑا داناہے۔

(أ) امام احمد،ابن ابی حاتم اورابن مردویہ نے جابررضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے اس سال کے بعدمعاہدہ کرنے والوں اورتمہارے خادموں کے سواکوئی مشرک مسجدحرام میں داخل نہیں ہوگا۔

(ب)عبدالرزاق،ابن جریر،ابن منذر،ابن ابی حاتم،ابوالشیخ اورابن مردویہ نے بیان کیاہے کہ جابررضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا:کہ اس سال کے بعدمشرکین مسجدحرام کے قریب نہ ہونے پائیں مگریہ کہ غلام ہو یا اہل ذمہ میں سے کوئی ہو۔

(ج) ابن منذر،ابن ابی حاتم اورابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ قتادہؓ نے کہا:نَجَسٌ''کامعنی اخباث یعنی ناپاک اورپلید ہے۔اور بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا سے مرادوہ سال ہے جس میں ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے حج ادافرمایا۔اورعلی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا یہ 9ہجری کاسال تھا۔پھرآئندہ سال رسول اللہ ﷺ نے حجۃالوداع ادا فرمایااورآپ ﷺ نے ہجرت کے وقت سے لے کراس سے پہلے اوراس کے بعدکوئی حج ادانہیں فرمایا۔پس جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کومسجدحرام سے روک دیاتویہ امرمسلمانوں پرگراں گزرا۔پھراللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ آپ نے فرمایا:پس اللہ تعالیٰ نے انہیں اس خراج اور اس پر نافذ شدہ جزیہ سے مستغنی کردیا، جو وہ ان سے ہرمہینہ اور ہرسال وصول کرتے تھے اورفرمایاکہ جزیہ اداکرنے والے یامسلمانوں میں سے کسی کے غلام کے سوا مشرکین میں سے کسی کونہیں چاہیے کہ وہ اس سال کے بعد مسجدحرام کے قریب ہوجائے۔

(أ) مسنداحمد، مسندالمکثرین من الصحابۃ، رقم: ۱۵۲۲۱، ۱۴۶۴۹ ؛ تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۱۰۔ **(حکم):** مسنداحمدکے محققین نے اس روایت کے اسنادکوضعیف کہاہے۔اس کی سندمیں شریک اور الاشعث بن سوار دو ضعیف راوی ہیں۔جبکہ حسن بصری جابرؓ سے روایت کرتے ہیں۔جن سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے۔

(ب) تفسیرعبدالرزاق، ج ۱، ص ۲۸۱، ۲۸۲ ؛ تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۶۶۱۰ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۱۱۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۰۹، ۱۰۰۱۸، ۱۰۰۲۲۔

(أ) سعید بن منصور، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: مشرکین بیت اللہ شریف کی طرف آتے تھے اور اپنے ساتھ کھانے پینے کی اشیاء لاتے تھے اور وہاں ان کی تجارت کرتے تھے۔ جب انہیں بیت اللہ شریف میں آنے سے روک دیا گیا تو مسلمانوں نے کہا: ہمارے لیے طعام کہاں سے آئے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ آپ نے فرمایا: پس اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش نازل فرمائی۔ نتیجۃً جب مشرکین ان سے چلے گئے تو ان کی خوشحالی اور خیر میں اضافہ ہوگیا۔

(ب) ابن جریر اور ابوالشیخ نے سعید بن جبیرؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَس" فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا تو یہ حکم نبی کریم ﷺ کے اصحاب پر انتہائی گراں گزرا۔ اور وہ کہنے لگے ہمارا کھانا اور دیگر سازوسامان کون لائے گا۔ تب یہ آیت وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً نازل ہوئی۔

(ج) ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد حرام سے روک دیا تو شیطان نے مومنین کے دلوں میں یہ وسوسہ اندازی کی کہ تم کہاں سے کھاؤ گے حالانکہ مشرکین کو روک دیا گیا ہے اور تم سے قافلوں کو منقطع کردیا گیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ. پس اللہ تعالیٰ نے انہیں کفار کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اہل ایمان کو اپنے فضل سے غنی کردیا۔

(د) ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ مومنین نے کہا: تحقیق ہم مشرکین کی منڈیوں سے اشیاء لے لیتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ وہ انہیں اس کے عوض اپنے فضل سے غنی کردے گا، مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔ یہ آیت قرأت میں سورۂ براءت کی پہلی آیت ہے اور تاویل کے اعتبار سے آخری ہے۔

(ھ) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ عطاءؒ نے کہا: کوئی مشرک پورے حرم میں داخل نہیں ہوسکتا اور پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

(أ) التفسیر من سنن سعید بن منصور، ص ۱۵۴، رقم: ۹۵۸ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۲۰۔ سعید بن منصور کے نزدیک یہ روایت عکرمہ سے مروی ہے۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۲٦۰۱۔

(ج) روایت نہیں ملی۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۲۱۔

(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۱۷۔

(أ) عبدالرزاق اورنحاس نے ناسخ میں ذکرکیاہے کہ عطاء نے فَلاَيَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ کی تفسیرمیں فرمایا:اس سے مراد سارا حرم پاک ہے اورایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں کہ کوئی مشرک پورے حرم میں داخل نہیں ہوسکتا۔

(ب) عبدبن حمید،ابن منذراورابن ابی حاتم نے ذکرکیاہے کہ عکرمہ نے کہا:کہ عَيْلَةً سے مراد فاقہ ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم نے سعیدبن جبیرؒ سے فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ کی تفسیرمیں یہ نقل کیاہے کہ آپ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ نے جزیہ جاریہ کے ساتھ انہیں غنی کردیا۔

(د) ابوالشیخ نے ذکرکیاہے کہ امام اوزاعی نے کہا:کہ آپ نے عمربن عبدالعزیزؒ کویہ خط لکھا کہ وہ یہود و نصاریٰ کومساجدمیں داخل ہونے سے منع کریں اور اس میں آپ نے اس نہی کی اتباع کی:إِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ"
.........الآیہ۔

(ھ) ابوالشیخ نے حسنؒ سے یہ قول نقل کیاہے کہ چونکہ مشرکین ناپاک ہیں لہٰذاجوکوئی ان سے مصافحہ کرے اسے چاہیے کہ وہ پھروضوکرے۔

(و) ابوالشیخ اورابن مردویہ نے بیان کیاہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا:رسول اللہ ﷺنے ارشادفرمایا: جس کسی نے مشرک سے مصافحہ کیا،اسے چاہیے کہ وہ وضوکرے یاپھراپنے ہاتھوں کو دھولے۔

(أ) مصنف عبدالرزاق ، کتاب اہل الکتاب، باب لایدخل الحرم المشرک، رقم: ۹۹۸۰، ۹۹۸۱ ؛ النحاس، الناسخ والمنسوخ، ص ۴۹۷۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۱۹۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۲۴۔

(د) ابوالشیخ کی کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ) ابوالشیخ کی کتب میں روایت نہیں ملی۔

(و) ابوالشیخ اور ابن مردویہ کی کتابوں میں روایت نہیں ملی۔**(حکم)** یہ حدیث موضوع ہے۔دیکھیں: ابن جوزی الموضوعات، ج ۲، ص ۷۸ ؛ ابن عدی، الکامل فی الضعفاء ، ج ۱، ص ۲۶۰ ؛ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، الفوائدالمجموعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ، تحقیق: عبدالرحمٰن یحیٰی المعلمی، المکتب الاسلامی، بیروت، ط ۳، ۱۴۰۷ھ، کتاب الطہارۃ، ص ۸، رقم: ۸۔ امام شوکانی نے کہا کہ اس کے سندمیں ابراہیم بن ہانی مجہول ہے جوباطل روایتیں بیان کرتا ہے۔جلال الدین السیوطی، اللآلی المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ، ص ۴، علامہ سیوطی نے فرمایا کہ:اس کے سندمیں ابراہیم بن ہانی ہے جومجہول ہے اور ابن جریج سے باطل روایتیں بیان کرتا ہے۔ان سب کتب میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے:"مَن صافح يهوديا أو نصرانيا..."جس کسی نے یہودی یا عیسائی سے مصافحہ کیا....۔

(أ) ابن مردویہ نے ہشام بن عروہؒ سے اورانہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تو آپ ﷺ نے اپناہاتھ ان کے ہاتھ میں دیا۔تو انہوں نے اسے اپنے ہاتھ میں لینے سے انکارکردیا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا:اے جبرائیل!کس چیز نے تجھے میراہاتھ پکڑنے سے منع کیاہے؟توانہوں نے کہا:چونکہ آپ نے یہودی کے ساتھ ہاتھ ملایاہے تومجھے یہ ناپسند ہے کہ میراہاتھ اس ہاتھ کومس کرے جسے کافرکے ہاتھ نے مس کیاہے۔چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایااوروضوفرمایا:پھرآپ ﷺ نے اپنادست مبارک ان کے ہاتھ میں دیاتوانہوں نے اسے پکڑلیا(یعنی مصافحہ کیا)۔

(ب) ابن مردویہ اورسمویہ (ا) نے فوائدمیں ابوسعیدرضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے۔کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:مسلمان نفس کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا،کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرے اوراس سال کے بعد کوئی مشرک مسجدحرام کے قریب نہ ہو اور رسول اللہ ﷺ اورجس کے درمیان کوئی معاہدہ ہے تواس کے لیے معاہدہ کی مدت تک مہلت ہے۔

(ج) ابن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال فرمایا:کوئی مشرک مسجدحرام میں داخل نہیں ہوگا اور کوئی مسلمان جزیہ ادانہیں کرے گا۔

(د) عبدالرزاق نے مصنف میں ذکرکیاہے کہ عمربن عبدالعزیزؒ نے فرمایاکہ سب سے آخری کلام جورسول اللہ ﷺ نے فرمایاوہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہودونصاریٰ کوہلاک وبربادکرے۔انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کوسجدہ گاہ بنایا۔سرزمین عرب میں دو دین باقی نہیں رہیں گے۔

(أ) ابن مردویہ کی روایت نہیں ملی۔**(حکم)**: یہ حدیث موضوع ہے: دیکھیں: ابن جوزی، الموضوعات، ج ۲، ص ۷۸ ؛ العقیلی، الضعفاء، ج ۳، ص ۱۶۰ ؛ الشوکانی، الفوائد المجموعۃ فی أحادیث الموضوعۃ، کتاب الطہارۃ، ص ۷، رقم: ۷ ؛ السیوطی، اللآلی المصنوعۃ، ص ۴، علامہ سیوطی نے فرمایاکہ: اس روایت کے سندمیں عمربن ابی عمرالعبدہے جومتروک ہے۔

(ب) ابن مردویہ اور سمویہ کی کتابیں نہیں ملیں۔

(ج) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) مصنف عبدالرزاق، کتاب اہل الکتاب، باب اجلاء الیہود من المدینۃ، رقم: ۹۹۸۷۔

(ا) سمویہ ابوبشر اسماعیل بن عبداللہ بن مسعودالعبدی الأصبہانی، حافظ، ثبت، فقیہ أہل أصبہان میں سے تھے۔طلب حدیث میں انہوں نے طویل سفرکیے۔حدیث میں ان کی مشہورکتاب ''الفوائد'' ہے جوآٹھ جلدوں پرمشتمل ہے۔ دیکھیں: الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۱۰، رقم: ۶ ؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۱، ص ۳۱۸۔

(أ) عبدالرزاق نے ابن جریج سے یہ قول نقل کیاہے کہ انہوں نے کہامجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے وصال کے وقت یہ وصیت فرمائی کی حجازکی زمین پرکوئی یہودی وعیسائی نہ چھوڑاجائے اورلشکراسامہ شام کی طرف چلاجائے۔آپ ﷺ نے قبطیوں کے ساتھ خیروبھلائی کے سلوک کی وصیت فرمائی۔کیونکہ ان کے ساتھ قرابت کاتعلق تھا۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہماسے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔

(ج) ابن ابی شیبہ نے ابوعبیدہ(۱) بن جراح رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیاکہ وہ آخری کلام جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ حجازکی زمین سے یہودیوں کواور جزیرۂ عرب سے اہل نجران کو نکال دو۔

(د) ابن شیبہ نے جابررضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اگرمیں حیات ظاہر کے ساتھ زندہ رہتاتو میں ضرور بہ ضرورمشرکین کوجزیرہ عرب سے باہرنکال دیتا۔پس جب عمرفاروق رضی اللہ عنہ امیرالمومنین بنے تو آپ نے انہیں باہرنکال دیا۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لاَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلاَ بِالْيَوْمِ الآخِرِ وَلاَ يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَلاَ يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَّهُمْ صَٰغِرُوْنَ (29)

’’جولوگ اہلِ کتاب میں سے خدا پرایمان نہیں لاتے اور نہ روزآخرت پر(یقین رکھتے ہیں) اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جوخدا اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اورنہ دینِ حق کوقبول کرتے ہیں ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ ذلیل ہوکر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں‘‘۔

(ھ) ابن ابی حاتم اورابن مردویہ نے بیان کیاہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:جس سال ابوبکرصدیق

(أ) مصنف عبدالرزاق، کتاب اہل الکتاب، باب اجلاء الیہودمن المدینۃ، رقم: ۹۹۹۳۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر ،باب من قال لایجتمع الیہودوالنصاریٰ، رقم: ۳۲۹۹۰۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر ،باب من قال لایجتمع الیہودوالنصاریٰ، رقم: ۳۲۹۹۱۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر ،باب من قال لایجتمع الیہودوالنصاریٰ، رقم: ۳۲۹۹۵۔

(ھ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۳۱۔

(۱) ابوعبیدۃبن جراح: عامربن عبداللہ بن الجراح بن ہلال، فہری، قریشی جلیل القدرصحابی ہیں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ہجرت سے ۴۰سال قبل پیداہوئے۔ دربار رسالت سے انھیں اَمین لأمت کالقب ملا۔سب غزوات میں شریک رہیں۔ان سے دس اَحادیث مروی ہیں۔انھوں نے طاعون عمواس میں ۱۸ھ (۶۳۹م) کو وفات پائی۔دیکھیں: الدولابی، الکنٰی والاسماء ، ج ۱، ص ۲۴، رقم: ۱۱ ؛ ابن عبدالبر، لاستیعاب، ج ۴، ص ۲۷۲، رقم: ۳۱۰۸ ؛ ابن حجر، لاِصابۃ، ج ۲، ص ۹۷۷، رقم: ۴۴۰۲۔

رضی اللہ عنہ نے مشرکین کے ساتھ عہد توڑنے کا اعلان کیا اس سال اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: يَـا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنَّـمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَس۔ مشرکین تجارت کا کاروبار کرتے تھے اور مسلمان بھی اس سے فائدہ اور نفع اٹھاتے تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لیے حرام قرار دیا کہ مسجد حرام کے قریب جائیں تو مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیال آیا کہ ان کی وہ تجارت ختم ہوجائے گی جس کا لین دین مشرکین کرتے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَآءَ اور اس کے پیچھے دوسری آیت میں جزیہ مقرر کردیا۔ وہ اس سے پہلے نہیں لیا جاتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے جزیہ کو ان کے لیے منافع کا عوض بنادیا جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں مشرکین کے ساتھ تجارت کے کاروبار سے منع فرماکر روک دیا تھا۔ اور فرمایا: قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لاَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلاَ بِالْيَوْمِ الآخِرِ۔ تا۔ صٰغِرُوْنَ پس مسلمان اس کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ وہ پہچانیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس منافع سے افضل اور بہتر عوض عطا فرمایا ہے جو وہ مشرکین سے تجارت کا کاروبار کرکے حاصل کرتے تھے۔

(أ) ابن عساکر نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قتال کی دو صورتیں ہیں: ایک مشرکین کے ساتھ جنگ کرنا ہے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں یا وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اس حال میں کہ وہ مغلوب ہوں اور دوسری باغیوں کے گروہ سے جنگ کرنا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں۔ پس جب وہ لوٹ آئیں گے تو پھر عدل وانصاف کیا جائے گا۔

(ب) ابن شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی نے سنن میں بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں مجاہد نے فرمایا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو غزوۂ تبوک کا حکم دیا گیا۔

(ج) ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ ابن شہاب نے کہا: قریش اور عرب کے کفار کے بارے میں یہ آیت نازل کی گئی: وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لاَتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ [1] "اور لڑتے رہوان سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ (وفساد) اور ہوجائے دین صرف اللہ کے لیے"۔ اور اہل کتاب کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لاَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلاَ بِالْيَوْمِ الآخِرِ تا۔ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ۔ تو سب سے پہلے نجران نے جزیہ ادا کیا۔

(أ) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۱۰، ص ۴۴۵۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۶۱۶ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۲۵ ؛ البیہقی، سنن الکبریٰ، کتاب الجزیۃ، باب من یؤخذ منہ الجزیۃ من اہل الکتاب، رقم: ۱۸۴۱۶۔

(ج) ابن المنذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) البقرۃ: (۱۹۳)

(أ) ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے اَلْجِزْيَةُ عَنْ يَدٍ ہاتھ سے جزیہ دینے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے مراد زمین اور غلام کا جزیہ ہے، زمین اور غلام کا جزیہ ہے۔

(ب) نحاس نے ناسخ میں اور بیہقیؒ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مشرکین کے لیے معافی اور درگزر کے حکم کے ساتھ یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

(ج) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن زیدؒ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھ ملنے والے عربوں کے ساتھ جنگ سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اہل کتاب کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا۔

(د) ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے سعید بن جبیرؒ سے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ میں ان کا ذکر ہے جو توحید باری تعالیٰ کی تصدیق نہیں کرتے اور وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ یعنی شراب اور خنزیر کو وہ حرام نہیں سمجھتے اور وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ یعنی دین اسلام کو وہ قبول نہیں کرتے مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یعنی وہ یہود و نصاریٰ جنہیں نبی کریم ﷺ کی امت کے مسلمانوں سے قبل کتاب عطا کی گئی اور حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ سے مراد یذلون (یعنی ذلیل اور رسوا ہوتا) ہے۔

(ھ) ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ قتادہؒ نے فرمایا: عَنْ يَّدٍ کا معنی ہے مغلوب اور مجبور ہو کر (جزیہ ادا کریں)۔

(و) ابن ابی حاتم نے سفیان بن عیینہؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: عَنْ يَّدٍ کا معنی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔ کسی غیر کے ہاتھ نہ بھیجیں۔

(ز) ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابو سنانؒ نے کہا: عَنْ يَّدٍ کا معنی ہے قدرت سے دینا۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۳۴۔

(ب) النحاس، الناسخ والمنسوخ، ص ۵۰۰؛ البیہقی، سنن الکبریٰ، کتاب السیر، باب ماجاء فی نسخ العفو، رقم: ۱۷۵۲۰، ۱۷۵۲۱۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۲۶۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۲۷، ۱۰۰۲۸، ۱۰۰۲۹، ۱۰۰۳۰، ۱۰۰۴۰۔

(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۳۶۔

(و) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۳۷۔

(ز) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۳۵۔

(أ) ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عَنۡ یَّدٍوَّھُمۡ صٰغِرُوۡنَ کے بارے میں فرمایا کہ اس کامعنی ہے وہ ہاتھ کے ساتھ پیچھے نہ دھکیل رہے ہوں (یعنی وہ ٹکے نہ مار رہے ہوں)

(ب) ابن منذر،ابن ابی حاتم اورابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عَنۡ یَّدٍ وَّھُمۡ صٰغِرُوۡنَ کامعنی ہے اس حال میں کہ وہ پسندیدہ اورقابل تعریف نہیں۔

(ج) ابن ابی حاتم نے مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہیں رستم کی طرف بھیجاگیا تو رستم نے ان سے کہا:تم کس کی طرف دعوت دیتے ہو؟تو آپ نے فرمایا:میں تجھے اسلام کی دعوت دیتاہوں پس اگرتو اسلام قبول کرلے گاتوتیرے لیے وہ سب حقوق ہوں گے جوہمارے لیے ہیں اورتجھ پروہ ذمہ داریاں بھی ہوں گی جوہم پر ہیں۔اس نے کہا:اگرمیں انکارکردوں؟تو آپ نے فرمایاپھرتواپنے ہاتھ سے جزیہ اداکرے گااس حال میں کہ تو مغلوب ہو۔تواس نے اپنے ترجمان سے کہا:انہیں کہوکہ جزیہ دینے کے مفہوم کو تو میں نے جان لیاہے۔لیکن تمہارے قول ''انت صاغر ''کامعنی کیاہے؟ تو آپ نے فرمایا:اس کامعنی ہے کہ توجزیہ اداکرے اس حال میں کہ توکھڑا ہو اورمیں بیٹھا ہوا ہوں اورکوڑا(درہ)تیرے سرپرہو۔

(د) ابوالشیخ نے ذکرکیاہے کہ سلمان رضی اللہ عنہ نے قلعہ والوں کوکہاجب کہ مسلمانوں نے ان کامحاصرہ کر رکھاتھا اَلۡجِزۡیَۃَ عَنۡ یَّدٍ وَّھُمۡ صٰغِرُوۡنَ توانہوں نے کہا:جزیہ کیاہے؟آپ نے فرمایا:جزیہ یہ ہے کہ ہم تم سے دراہم وصول کریں گے اس حال میں کہ خاک تمہارے سروں پرہوگی۔

(ھ) ابن ابی شیبہ اوراحمدنے سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے قلعہ کامحاصرہ کیااور انہیں کہا:اگرتم اسلام قبول کرلوگے توتمہارے لیے وہ سب حقوق ہوں گے جوہمارے لیے ہیں اورتم پروہ سب ذمہ داریاں ہوں گی جوہم پر ہیں اوراگرتم انکارکروگے توپھرجزیہ اداکرواس حال میں کہ تم مغلوب ہو اور اگر تم نے انکارکیاتو ہم تم پرشدیدحملہ کریں گے۔بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کوپسندنہیں کرتا۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۳۹۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۴۲۔ (د) روایت نہیں ملی۔

(ھ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب ما قالوا فی وضع الجزیۃ والقتال علیہا، رقم: ۳۲۶۳۱، ۳۳۰۵۳ ؛ مسنداحمد، تتمۃ مسندالانصار، حدیث سلمان الفارسی، رقم: ۲۲۷۲۶، ۲۳۷۳۹۔ **(حکم)** مسنداحمدکے محققین نے اس روایت کے اسناد کو ضعیف کہاہے کیونکہ اُبو البختری جس کانام سعیدبن فیروزہے اورحضرت سلمان فارسی کے درمیان انقطاع ہے۔ جبکہ عطاء بن سائب اختلاط کیاکرتے تھے۔

(أ) ابوالشیخ نے سعیدبن مسیبؒ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:اہل ذمہ کے لیے پسندیدہ یہی ہے کہ وہ جزیہ ادا کرنے کی پوری کوشش کریں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کاارشادہے: حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ.

(ب) ابن ابی شیبہ نے مسروقؒ سے یہ قول نقل کیاہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کویمن کی طرف بھیجا تو انہیں حکم فرمایا کہ وہ ہر بالغ سے ایک دینار وصول کریں یااس کے برابر ستو۔

(ج) ابن شیبہ نے بیان کیاہے کہ زہریؒ نے کہاکہ رسول اللہ ﷺ نے اہل ہجر(۱) کے مجوس اوریمن کے یہود ونصاریٰ کے ہر بالغ سے ایک دیناروصول کیا۔

(د) ابن ابی شیبہ نے بجالہ (۲) سے یہ قول بیان کیاہے کہ عمرفاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں سے جزیہ وصول نہیں کیایہاں تک کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس یہ شہادت دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیاہے۔

(ھ) ابن ابی شیبہ نے حسن بن محمد بن علی رضی اللہ عنہم سے یہ قول بیان کیاہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں کوخط لکھااورانہیں اسلام کی دعوت دی۔پس جس کسی نے اسلام قبول کرلیااسے تسلیم کرلیاگیا۔اورجنھوں نے انکار کیاان پر جزیہ لگادیاگیا۔حتی کہ فرمایا نہ ان کاذبیحہ کھایاجائے اورنہ ان میں سے کسی عورت کے ساتھ نکاح کیاجائے۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب السیر ، باب ماقالوافی وضع الجزیۃ والقتال علیہا، رقم: ۳۲۶۳۸۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب السیر ، باب ماقالوافی وضع الجزیۃ والقتال علیہا، رقم: ۳۲۶۴۹۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب السیر ، باب ماقالوافی وضع الجزیۃ والقتال علیہا، رقم: ۳۲۶۴۸۔

(ھ) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب السیر ، باب ماقالوافی المجوسیۃ تسبی وتوطأ ، رقم: ۳۲۶۶۰۔ **(حکم)** شیخ البانی نے فرمایا: اس روایت کے رجال ثقہ ہیں۔ دیکھیں : إرواء الغلیل ، ج ۵، ص ۹۰، ۹۱۔

(۱) ہجر: ہجرمدینہ کے قریب ایک بستی کانام ہے۔ دیکھیں : یاقوت الحموی،معجم البلدان، ج ۵، ص ۳۹۳۔

(۲) بجالہ بن عبدۃ التیمی کبارتابعین میں سے ہیں۔جزء بن معاویہ کے کاتب اور اُحنف بن قیس کے چچاتھے۔ان کے شیوخ میں عبداللہ بن عباسؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، عمرؓ اورعمران بن حصین شامل ہیں۔جبکہ ان سے عمروبن دینار، قتادۃ بن دعامہ اورقشیربن عمرونے سماع کیاہے۔ابوزرعۃ نے انھیں ثقہ کہاہے۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۲،ص ۱۴۶ ؛ ابونصرالکلاباذی، الہدایۃ والارشاد، ج ۱، ص ۱۲۲، رقم:۱۵۰ ؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۳۹۲، رقم: ۷۷۳۔

(أ) امام مالک،امام شافعی،ابوعبید نے کتاب الاموال میں اورابن ابی شیبہ نے جعفرسے اورانہوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ عمربن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں سے جزیہ لینے کے بارے میں لوگوں سے مشورہ طلب کیاتوعبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا:میں نے رسول اللہ ﷺکویہ فرماتے سناہے کہ ان کے ساتھ اہل کتاب جیساطریقہ اختیارکرو۔

(ب) ابن منذرنے بیان کیاہے کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:اگرمیں اپنے اصحاب کونہ دیکھتاکہ انہوں نے مجوسیوں سے جزیہ لیاہےتومیں ان سے نہ لیتا۔پھریہ آیت تلاوت کی "قَاتِلُواالَّذِيْنَ لاَيُؤْمِنُوْنَ بِااللّٰهِ......"الآیہ

(ج) عبدالرزاق نے مصنف میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ان مجوسیوں سے جزیہ لینے کے بارے میں سوال کیاگیا؟توآپ نے جواب فرمایا:خداکی قسم ! آج زمین پرکوئی بھی موجودنہیں جومجھ سے زیادہ یہ جانتاہوکہ مجوسی اہل کتاب تھے جس کی وہ معرفت رکھتے تھے اوروہ اہل علم تھے جس کی وہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔پس ان کے امیرنے شراب پی،اس کے نشے میں مدہوش ہوگیااوراپنی بہن کے ساتھ بدفعلی کاارتکاب کرلیااورمسلمانوں کی ایک جماعت نے اسے دیکھ لیا۔جب صبح ہوئی تو اس کی بہن نے کہا:بلاشبہ تونے میرے ساتھ اس طرح کیاہے اورتجھے ایک جماعت نے دیکھ لیاہے۔وہ تجھ پرپردہ نہیں ڈالیں گے۔پس اس نے طمع اورلالچ رکھنے والے لوگوں کوبلایا اور انہیں کچھ عطاکیا۔ پھران سے کہا:تحقیق تم جانتے ہوکہ آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کانکاح اپنی بیٹیوں سے کیاتھا۔اتنے میں وہ لوگ آگئے جنھوں نے دیکھاتھا۔انہوں نے کہا:دورہونے والے کے لیے ہلاکت اوربربادی ہے،بلاشبہ تیری پشت پراللہ تعالیٰ کی حدجاری ہوگی۔نتیجۃً اس نے ان تمام کوقتل کردیاجواس کے پاس موجودتھے۔پھرایک عورت آئی اوراس نے اسے کہا:کیوں نہیں بلکہ میں نے تجھے اس کے پاس دیکھاہے بنی فلاں کے باغیوں کے لیے ہلاکت ہو......!عورت نے کہا:ہاں خداکی قسم ! وہ باغی تھی۔ پھراس نے توبہ کرلی،پس اس نے اسے بھی قتل کردیا،پھرجوکچھ ان کے دلوں میں تھااورجوکچھ ان کی کتابوں میں تھا۔سب رات کے وقت ان سے لے لیاگیااورصبح کے وقت ان کے پاس کوئی شے نہ رہی۔

(أ) مؤطاامام مالک، کتاب الزکاۃ، باب جزیۃ أہل الکتاب والمجوس، رقم: ۹۶۸ ؛ ابوعبید، کتاب لأ موال، ص ۸۸ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب السیر، باب ماقالوا فی المجوس تکون علیھم جزیۃ، رقم: ۳۲۶۵۱۔ **(حکم)** یہ روایت انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔محمد بن علی ابوجعفرنے حضرت عمرؓ کونہیں پایا۔دیکھیں : ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۵۴، ص ۲۶۹ ؛ البانی، إرواء الغلیل، ج ۵، ص ۸۸، رقم: ۱۲۴۸۔

(ب) روایت نہیں ملی۔

(ج) مصنف عبدالرزاق، کتاب اہل الکتاب، باب أخذالجزیۃ من المجوس، رقم: ۱۰۰۲۹۔

فصل دوم

رکوع نمبر ۵ تا ۸ کے روایات

کی تحقیق

(آیت ٣٠ تا ٦٦)

(أ) ابن شیبہ اورابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حسنؒ نے کہا:رسول اللہ ﷺ نے اس جزیرۂ عرب کے باسیوں کے ساتھ اسلام کے لیے جنگ لڑی اورآپ ﷺ نے اس کے سوا ان سے کچھ قبول نہ کیااوریہ افضل ترین جہاد ہے۔اس امت پر جہاد کے فرض ہونے کے بعد اہل کتاب کے بارے میں یہ حکم نازل ہوا: "قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ......"الآیہ

(ب) ابن ابی شیبہ اوربیہقی نے سنن میں مجاہدؒ سے یہ قول بیان کیاہے کہ انہوں نے کہا:بت پرستوں سے اسلام کی بناء پرقتال کیاجائے گااوراہل کتاب کے ساتھ جزیہ کی بناء پر جنگ لڑی جائے گی۔

(ج) ابوالشیخ اورابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیاہے کہ اہل کتاب میں سے بعض عورتیں ہمارے لیے حلال ہیں اوربعض حلال نہیں ہیں۔پھرآپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ پس جنہوں نے جزیہ ادا کیاان کی عورتیں ہمارے لیے حلال ہیں۔اورجنہوں نے جزیہ ادا نہیں کیا ان کی عورتیں ہمارے لیے حلال نہیں۔ابن مردویہ کے الفاظ کامفہوم یہ ہے کہ اہل کتاب کانکاح حلال نہیں ہوگا جب کہ وہ حربی ہوں پھر مذکورہ آیت تلاوت کی۔

(د) عبدالرزاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ کسی آدمی نے آپ سے کہا:میں زمین لیتاہوں۔یعنی میں ویران زمین لے لیتاہوں پھر اسے آباد کرتاہوں اور اس کا خراج ادا کرتاہوں۔توآپ نے اسے منع فرمایا پھرفرمایا:اس کاقصداورارادہ نہ کروجس کاوالی اللہ تعالیٰ نے اس کافرکوبنایاہے کہ تواسے اس کی گردن سے اتارکراپنی گردن میں ڈال لے۔پھریہ آیت تلاوت کی: "قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ.....الی قوله . صٰغِرُوْنَ.

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (30)

''اورکہایہودنے کہ عزیراللہ کابیٹا ہے اورکہانصرانیوں نے کہ مسیح اللہ کابیٹا ہے۔یہ ان کی(بے سروپا)بات ہے ان کے مونہوں سے نکلی ہوئی نقل اتاررہے ہیں ان لوگوں کے قول کی جنہوں نے کفرکیا پہلے،ہلاک کرے انہیں اللہ تعالیٰ ،کدھربھٹکے چلے جارہے ہیں''۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ،کتاب السیر ، باب ماقالوا فی وضع الجزیۃ والقتال علیہا، رقم: ۳۲۶۳۳۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ ،کتاب السیر، باب ماقالوافی وضع الجزیۃ والقتال علیہا، رقم: ۳۲۶۳۷ ؛ البیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب الجزیۃ، باب من یؤخذ منہ الجزیۃ من أہل الکتاب، رقم: ۱۸۴۱۸۔

(ج) ابوالشیخ اور ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) مصنف عبدالرزاق، کتاب أہل الکتاب، باب ما یحل من أموال أہل الذمۃ، رقم: ۱۰۱۰۷۔

(أ) ابن اسحاق،ابن جریر،ابن ابی حاتم،ابوالشیخ اورابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سلام بن مشکم،نعمان بن اوفی،ابوانس،شاس بن قیس اورمالک بن صیف آئے اورکہنے لگے:ہم آپ کی اتباع اورپیروی کیسے کریں حالانکہ آپ نے ہماراقبلہ چھوڑدیاہے اورآپ یہ نظریہ بھی نہیں رکھتے کہ عزیراللہ تعالیٰ کابیٹاہے؟ان کانظریہ یہ تھاکہ عزیراللہ تعالیٰ کابیٹاہے اس وجہ سے کہ وہ اہل کتاب میں سے تھے۔اہل کتاب کے پاس تورات تھی۔وہ اس سے اتنا کچھ علم حاصل کرلیتے تھے جتنااللہ تعالیٰ چاہتاکہ وہ جان لیں۔پھرانہوں نے اسے ضائع کردیااورخلاف حق عمل کرنے لگے ان میں تابوت بھی تھا۔پس جب اللہ تعالیٰ نے ان سے تابوت کواٹھالیا،انہیں تورات بھلا دی اوراسے ان کے سینوں سے محو کردیا اوران پر بیماری مسلط کردی۔سو ان میں سے بعض استطلاق بطن میں مبتلاہوگئے۔یہاں تک کہ آدمی کاجگرکٹنے لگااوروہ تورات کوبھول گئے اوراسے ان کے سینوں سے مٹادیاگیا۔ان کے علماء میں سے عزیزبھی تھے۔آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاکی اورانتہائی عجز وانکساری اورلجاجت کے ساتھ التجاء کی کہ جوکچھ ان کے سینے سے محوکر دیاگیاہے اللہ تعالیٰ اسے واپس لوٹادے۔پس اسی اثناء میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انتہائی عجز وانکساری کے ساتھ دعامانگ رہے تھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نور اترا اوران کے پیٹ میں داخل ہوگیا،پس اسی کے ساتھ جوتورات ان کے پیٹ سے گئی تھی وہ واپس لوٹ آئی۔سوانہوں نے اپنی قوم میں اعلان کیااورکہا:اے میری قوم!اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مجھے تورات عطا فرمادی ہے اوراسے اس شرط پرمعلق کیاہے کہ وہ انہیں اس کی تعلیم دیں گے۔پس جتنی دیراللہ تعالیٰ نے چاہاوہ ٹھہرے رہے اورآپ انہیں تعلیم دیتے رہے۔پھراس کے بعدان پرتابوت بھی اتاردیاگیا۔جب کہ پہلے ان سے اٹھا لیاگیاتھا۔جب انہوں نے تابوت کو دیکھا تو جو کچھ اس میں تھا اسے انہوں نے اس پرپیش کیاجو عزیر انہیں بتایاکرتے تھے توانہوں نے اسے بالکل اس کی مثل ہی پایا۔پس انہوں نے کہہ دیا:خدا کی قسم!عزیرکویہ اس لیے دیاگیاہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کابیٹاہے۔

(ب) ابن منذرنے ذکرکیاہے کہ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ کے بارے میں ابن جریج نے کہا:کہ یہ قول ایک آدمی نے کہاجس کانام فنحاص تھا۔

(ج) ابن ابی شیبہ اورابن منذرنے بیان کیاہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا:کہ بنی اسرائیل کی عورتیں رات کے وقت جمع ہوتیں اورنماز پڑھتی تھیں،پھرمتفرق ہوکربیٹھتیں اوراللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جوفضل واحسان

(أ) ابن اسحاق کی روایت- جیساکہ:سیرۃابن ہشام،تفسیرابن ہشام لبعض الغریب، ج ا، ص ۵۶۸ میں ملی ؛ تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۶۶۴۰، ۱۶۶۴۱ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۴۳، ۱۰۰۴۴۔

(ب) ابن المنذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر کی کتب میں روایت نہیں ملی۔

فرمایا اور جو کچھ انہیں عطا کیا اس کا تذکرہ کرتیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے انتہائی شریر انسان بخت نصر کو ان پر مسلط کردیا۔ اس نے تورات کو جلادیا اور بیت المقدس کو تباہ کردیا۔ ان دنوں عزیر غلام (بچے) تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر عزیر نے کہا: کیا اس طرح ہوتا ہے؟ پھر وہ پہاڑوں اور ویرانوں میں چلے گئے۔ وہاں عبادت میں مشغول ہوگئے اور عام لوگوں سے میل جول نہیں رکھتے تھے۔ اچانک ایک دن آپ کا گزر ایک عورت کے پاس سے ہوا جو قبر کے پاس بیٹھی رورہی تھی تو آپ نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ کی بندی! اللہ تعالیٰ سے ڈر، اپنا محاسبہ کر اور صبر کر۔ کیا تو نہیں جانتی کہ لوگوں کا اختیار موت تک ہے؟ تو اس نے جواب دیا: اے عزیر! کیا تو مجھے رونے سے منع کرتا ہے حالانکہ تو نے بنی اسرائیل کو پیچھے چھوڑدیا ہے اور خود پہاڑوں اور ویرانوں میں جا ملا ہے؟ اس نے کہا: میں عورت نہیں ہوں، بلکہ میں دنیا ہوں۔ بے شک عنقریب تیری عبادت گاہ میں ایک چشمہ پھوٹے گا اور ایک درخت اگے گا۔ پس تو اس چشمے سے پانی پیا اور درخت کا پھل کھانا۔ کیونکہ تیرے پاس دو فرشتے آئیں گے۔ پس تم انہیں چھوڑدینا، جو ان کا ارادہ ہو وہ کریں گے۔ سو جب دوسرا دن آیا تو چشمہ ابل پڑا اور درخت اگا۔ پس آپ نے چشمے کا پانی پیا اور درخت کا پھل کھالیا۔ پھر دو فرشتے آئے۔ ان کے پاس ایک بوتل تھی۔ اس میں نور تھا۔ تو انہوں نے جو کچھ اس میں تھا وہ آپ کے منہ میں انڈیل دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو تورات القاء فرمادی اور آپ نے وہ لوگوں کو املاء کرادی۔ اس وقت لوگوں نے کہا: عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے انتہائی بلند اور شان والی ہے۔

(أ) ابوالشیخ نے کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عزیر نے رب تعالیٰ عزوجل سے دعا مانگی کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی تھی اسی طرح اس کے دل میں القاء فرمادے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تورات ان پر نازل فرمادی۔ پس اس کے بعد یہود نے کہا: عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔

(ب) ابوالشیخ نے حمید الخراط(۱) سے بیان کیا ہے کہ عزیر علیہ السلام دس قلموں کے ساتھ تورات لکھا کرتے تھے۔ آپ کی ہر انگلی میں ایک قلم ہوتا۔

(أ) الشوکانی، فتح القدیر، ج ۲، ص ۳۵۵۔

(ب) روایت نہیں ملی۔

(۱) حمید الخراط: حمید بن زیاد، ابوصخر الخراط المدنی بنوہاشم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ مصر میں رہتے تھے۔ انھوں نے نافع اور المقبری سے تحصیل علم کیا۔ جب کہ ان سے ابن وہب اور راویوں کی ایک کثیر جماعت نے روایت کی ہے۔ بعض روایات کے مطابق ان کا نام حمید بن صخر ہے۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۲، ص ۳۵۰، رقم: ۲۷۱۲ ؛ السیوطی، حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاہرۃ، ج ۱، ص ۱۲۹، رقم: ۱۲۹ ؛ الذہبی، من تکلم فیہ وہو موثق، ص ۷۳، رقم: ۹۷۔

(أ) ابوالشیخ نے زہری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عزیر علیہ السلام تورات ازبر(زبانی)پڑھتے تھے اورآپ کو یہ قوت عطا کی گئی تھی کہ آپ شرف السحاب(بادلوں کی بلندی)میں بھی دیکھ لیتے تھے تو اس وقت یہود نے کہا:عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کے بیٹے ہیں۔اس کا سبب یہ ہے کہ ان پرعمالقہ غالب آگئے اورانہیں قتل کیا اوران سے تورات لے لی۔ان کے وہ علماء جوزندہ باقی رہے وہ بھاگ گئے اورانہوں نے تورات کی کتابیں پہاڑوں میں دفن کردیں۔عزیر پہاڑوں کی چوٹیوں پرعبادت کیا کرتے تھے اورعید کے دن کے سوانیچے نہیں اترتے تھے۔پس یہ غلام رونے لگااوررب کی بارگاہ میں یہ التجاء کرنے لگا:اے میرے رب! کیاتونے بنی اسرائیل کو بغیر عالم کے چھوڑدیاہے ؟پس یہ مسلسل ان پرروتے ہی رہے یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کی پلکیں جھڑگئیں۔پھرایک بارعید کے دن اترے۔جب لوٹے تواچانک ایک عورت کے پاس سے گزرے جوکہ ان قبورمیں سے ایک قبر کے پاس بیٹھی رورہی تھی اوریہ کہہ رہی تھیں:اے کھلانے والے،اے پہنانے والے!تو آپ نے اسے کہاتوہلاک ہو تجھے اس آدمی سے پہلے کون کھلاتا تھا یاکون پہناتا تھا یاکون سیراب کرتا تھا؟اس نے جواب دیا:اللہ۔توآپ نے فرمایا:بے شک اللہ تعالیٰ حی(زندہ)ہے وہ فوت نہیں ہوا۔تواس نے جواب دیا:اے عزیر!بنی اسرائیل سے پہلے علماء کوکون عطاء کرتا تھا؟آپ نے کہا : اللہ تعالیٰ۔تب اس نے کہاتوپھرتو ان پرکیوں روتا ہے ؟پس جب انہوں نے یہ پہچان لیاکہ اس سے جھگڑاہوجائے گاتوپیٹھ پھیر کروہاں سے چل پڑے۔پھراس نے آپ کوبلایااورکہا:اے عزیر!جب کل صبح ہوتوفلاں نہرپرآنااوراس میں غسل کرنا۔پھر اس سے نکل کردورکعت نمازاداکرنا۔پھرتیرے پاس ایک شیخ آئے گا،وہ جوکچھ تجھے عطاکرے وہ لے لینا۔پس جب صبح ہوئی توعزیراس نہرکی طرف چل پڑے اس میں غسل کیا۔پھرنکل کردورکعت نمازاداکی پھرایک شیخ آئے،انہوں نے کہا:اپنامنہ کھول،آپ نے منہ کھولا۔توانہوں نے بہت عظیم انگارے کی طرح کی کوئی شے آپ کے منہ میں تین بارڈالی۔جوکہ شیشی نما برتن میں جمع کی ہوئی تھی۔پس عزیراس حال میں واپس لوٹے کہ وہ تمام لوگوں سے بڑھ کر تورات کے عالم تھے۔سوآپ نے کہا: اے بنی اسرائیل!میں تمہارے لیے تورات لے آیاہوں۔توانہوں نے آپ سے کہا:کیاتوبھی جھوٹ بولتاہے؟پس آپ نے ارادہ کیااورانگلی پرقلم باندھ لیاپھراپنی تمام انگلیوں سے لکھناشروع کردیااورتورات لکھ دی۔سوجب علماء لوٹ کرآئے توانہیں عزیر کے حالات کے بارے میں مطلع کیاگیا۔تووہ علماء اپنی وہ کتابیں نکال کرلے آئے جو وہ پہاڑوں میں اٹھاکرلے گئے تھے اوروہاں ویرانوں میں دفن کردی تھیں اورانہیں عزیر کی تورات کے ساتھ ملاکرموازنہ کیا۔توانہوں نے انہیں بالکل ایک دوسری کی مثل پایا۔ تب انہوں نے یہ کہا:اللہ تعالیٰ نے تجھے عطا نہیں کی مگراس لیے کہ تواس کابیٹا ہے۔

(أ) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۴۵۔

(أ) ابن مردویہ اورابن عساکر نے بیان کیاہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:تین کے بارے میں مجھے شک ہے: ایک میں نہیں جانتا کہ آیاعزیرنبی تھے یانہیں اورمیں یہ نہیں جانتا کہ آیاان کی اتباع کرنے والے پرلعنت کی گئی ہے یانہیں راوی فرماتے ہیں:تیسری شے میں بھول گیاہوں۔

(ب) امام بخاری نے تاریخ میں ابوسعیدخدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔کہ جب غزوۂ احد ہوا تواس دن رسول اللہ ﷺ کاچہرہ مبارک زخمی ہوااورآپ ﷺ کے سامنے کے چاردانت شہیدہوگئے۔پس اس دن رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اوراپنے دست مبارک بلندکرتے ہوئے فرمانے لگے:بے شک اللہ تعالی کایہودپرشدیدغضب ہواہے کیونکہ انہوں نے کہا:عزیراللہ تعالی کابیٹا ہے اورعیسائیوں پراس کاسخت غضب ہواہے اس لیے کہ انہوں نے کہامسیح علیہ السلام اللہ تعالی کے بیٹے ہیں۔اوربلاشبہ جنہوں نے میراخون بہایااورمیرے اہل بیت کواذیت پہنچائی ان پربھی اللہ تعالی کاشدیدغضب ہواہے.

(ج) ابن نجارنے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیاہے کہ عزیرعلیہ السلام نے عرض کی:اے میرے رب!تیری مخلوق میں سے اس کی علامت کیاہے جس نے اپنے آپ کوصاف اورپاک کرلیاہے؟توان کی طرف یہ وحی کی گئی کہ جس نے تھوڑی شے پرقناعت کرلی اوراپنے لیے آخرت میں کثیرمال ذخیرہ اورجمع کرلیا۔

(د) ابن جریراورابن ابی حاتم نے بیان کیاہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہمانے يُضَاهِؤُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ کے بارے میں کہا:کہ انہوں نے اس طرح کہاجیسے دوسرے ادیان والوں نے کہا۔

(ھ) ابن منذر،ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ اس آیت کے ضمن میں قتادہ کہتے ہیں کہ نصاریٰ نے یہودیوں کے قول کی ان سے پہلے نقل اتاری۔سوعیسائیوں نے کہا:مسیح علیہ السلام اللہ تعالی کے بیٹے ہیں جیساکہ یہودیوں نے کہاعزیر اللہ تعالی کے بیٹے ہیں۔

(أ) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۱۱، ص ۵، ج ۴۰ص ۳۱۷۔ **(حکم)** شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف کہاہے۔ دیکھیں: السلسلۃ الضعیفۃ، رقم: ۴۴۳۳۔

(ب) یہ روایت امام بخاری کی کتاب ''التاریخ الکبیر''میں نہیں ملی۔

(ج) روایت نہیں ملی۔

(د) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۶۶۲۷ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۵۰۔

(ھ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۴۹۔

(أ) ابن جریر،ابن منذر،ابن ابی حاتم اورابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ کی تفسیر میں کہا:اس کا معنی ہے اللہ ان پرلعنت کرے اورقرآن کریم میں جہاں بھی قتل کاذکرہے وہاں مرادلعنت کرنا ہے۔

(ب) ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ کے ضمن میں ابن جریج نے کہا:یہ کلمہ کلام عرب میں سے ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (31)

’’انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا خدا بنالیا حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ خدائے واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔‘‘

(ج) ابن سعد،عبدبن حمید، ترمذی آپ نے اس روایت کوحسن کہاہے،ابن منذر،ابن ابی حاتم،طبرانی،ابوالشیخ،ابن مردویہ اوربیہقی نے سنن میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا:میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضرہوا۔اورآپ سورۂ برأت کی یہی مذکورہ آیت پڑھ رہے تھے توپھرآپ ﷺ نے فرمایا:یہ جان لوکہ وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے۔بلکہ انہوں نے یہ کہاکہ جب انہوں نے ان کے لیے کچھ اشیاء کوحلال قرار دیا تو انہوں نے انہیں حلال سمجھ لیااور جب انہوں نے ان پرکچھ چیزوں کو حرام قرار دیا تو انہوں نے انہیں حرام کرلیا۔

(أ) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۶۶۲۸ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۵۲۔

(ب) ابن المنذر اور ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) ابن سعدکی روایت،الزیلعی، تخریج أحادیث الکشاف، سورۃالتوبۃ، ج ۲، ص ۶۶ میں ملی ؛ الترمذی، سنن الترمذی، کتاب تفسیرالقرآن، باب سورۃالتوبۃ، رقم: ۳۰۹۵ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۵۷ ؛ الطبری، المعجم الکبیر، ج ۱۷، ص ۹۲، رقم: ۲۱۸ ؛ ابن مردویہ کی روایت:الزیلعی، تخریج احادیث الکشاف، سورۃالتوبۃ، ج ۲، ص ۶۶ میں ملی ؛ البیہقی، البیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب آداب القاضی، باب مایقضی بہ القاضی، رقم: ۲۰۱۳۷۔**(حکم)** شیخ البانی نے اس روایت کو حسن کہاہے۔دیکھیں: البانی، غایۃ المرام فی تخریج احادیث الحلال والحرام، المکتب الاسلامی، بیروت، ط ۳، ۱۴۰۵ھ، ۱۹، رقم: ۶ ؛ صحیح سنن ترمذی، رقم: ۲۴۷۱۔

(أ) عبدالرزاق،فریابی،ابن منذر،ابن ابی حاتم،ابوالشیخ اوربیہقی نے سنن میں ابوالبختری(۱) رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سوال کرتے ہوئے یہ کہا:اس ارشادباری کے بارے میں آپ کی کیارائے ہے اِتَّخَذُوْا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہ کیاوہ ان کی عبادت کرتے تھے؟تو آپ نے جواباً کہا:نہیں۔بلکہ انہوں نے یہ کہاکہ جب انہوں نے ان کے لیے کچھ چیزوں کو حلال قرار دیاتوانہوں نے انہیں حلال سمجھ لیااور انہوں نے جب ان پرکچھ چیزوں کو حرام کردیا۔توانہوں نے انہیں حرام جان لیا۔

(ب) ابوالشیخ اوربیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیاہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا:خبردار!یہ جان لوبلاشبہ انہوں نے ان کی عبادت نہیں کی۔بلکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اورمعصیت میں ان کی اطاعت وپیروی کی۔

(ج) ابوالشیخ نے قتادہؓ سے اس آیت کی تفسیرمیں یہ نقل کیاہے کہ اِتَّخَذُوْا أَحْبَارَهُمْ یعنی یہودیوں نے اپنے علماء کوبنالیا وَرُهْبَانَهُمْ اورعیسائیوں نے اپنے راہبوں کو(پروردگاراللہ تعالیٰ کوچھوڑکر)اورمسیح فرزندمریم کوبھی وَمَآ أُمِرُوْا حالانکہ اس کتاب میں انہیں یہ حکم نہیں دیاگیاجواللہ تعالیٰ نے انہیں عطافرمائی اوران سے عہدلیا إِلاَّ لِيَعْبُدُوْا إِلٰـهاً وَاحِداً لَّا إِلٰـهَ إِلاَّ هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی تسبیح اورپاکی بیان کی فرمائی اس سے کہ اس پریہ بہتان لگایاجائے۔

(د) ابن منذراورابن ابی حاتم نے بیان کیاہے کہ ضحاک نے کہاکہ اَحْبَارَهُمْ سے مراد ان کے قراء اور رُهْبَانَهُمْ سے مراد ان کے علماء ہیں۔

(أ) تفسیرعبدالرزاق، ج ۱، ص ۲۷۲ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۵۸ ؛ البیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب آداب القاضی، باب مایقضی بہ القاضی، رقم: ۲۰۱۳۸۔

(ب) البیہقی، شعب الایمان، باب مباعدۃالکفا روالمفسدین والغلظۃ علیہم، رقم: ۸۹۴۸۔

(ج) ابوالشیخ کی کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃالتوبۃ، رقم : ۱۰۰۵۶۔

(۱) ابوالبختری سعیدبن فیروزالطائی کوفہ کے فقہاء میں سے تھے۔انھوں نے ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے سماع حدیث کیا۔کثیرالارسال تھے۔عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ اورحذیفہ وغیرہم سے مرسل روایت بیان کرتا ہے۔یحییٰ بن معین نے انھیں ثقہ قراردیاہے۔ انھوں نے ۸۲ھ (۷۰۲م) میں وفات پائی۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۳، ص ۵۰۶، رقم: ۱۶۸۴ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۴، ص ۲۷۹، رقم: ۱۰۱ ؛ ابوسعیدالعلائی، جامع التحصیل فی أحکام المراسیل ، ص ۱۸۳، رقم: ۲۴۲۔

(أ) ابن منذر نے ابن جریج کا یہ قول بیان کیا ہے کہ احبـــــار یہودیوں میں سے تھے اور رهبـــــان عیسائیوں میں سے۔

(ب) امام ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے بھی اسی کی مثل قول بیان کیا ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ فضیل بن عیاض(۱) نے فرمایا کہ الاحبار سے مراد علماء ہیں اور الـرهبان سے مراد عبادت گزار لوگ ہیں۔

يُرِيْدُونَ أَن يُطْفِؤُوا نُورَ اللّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّهُ إِلاَّ أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (32)

’’ یہ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مارکر) بجھادیں اور خدا اپنے نور کو پورا کیے بغیر رہنے کا نہیں اگر چہ کافروں کو بُرا ہی لگے‘‘۔

(د) ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے يُرِيْدُوْنَ أَنْ يُّطْفِئُوا نُوْرَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ کی تفسیر میں کہا: کہ وہ چاہتے ہیں کہ اسلام کو اپنے کلام سے مٹادیں۔

(ھ) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ضحاک اس کی تفسیر میں کہتے ہیں: وہ لوگ چاہتے ہیں کہ محمد ﷺ اورآپ کے صحابہ کرام ہلاک ہوجائیں تاکہ وہ زمین میں اسلام کے سبب اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کریں یعنی یہ نظریہ ان کفارعرب اوراہل کتاب کا ہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ سے جنگ لڑی اوراللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا۔

(و) عبدبن حمیداورابن منذر نے بیان کیا ہے کہ قتادہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نورکو بجھانے کا ارادہ کرنے والے یہود و نصاریٰ ہیں۔

(أ) ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۷۴۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۷۵۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۶۵، ۱۰۰۶۷۔

(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۶۶، ۱۰۰۶۸۔

(و) الشوکانی ، فتح القدیر ، ج ۲ ، ص ۳۵۵۔

(۱) فضیل بن عیاض:(۱۰۵۔۱۸۷ھ / ۷۲۳۔۸۰۳م) فضیل بن عیاض بن مسعودالتیمی، اُبوعلی ، حرم مکی کے شیخ، ثقہ فی الحدیث اور بڑے عابد و زاہد شخص تھے۔ امام شافعی سمیت کئی لوگوں نے ان سے تحصیل علم کیا۔ وہ سمرقند میں پیداہوئے لیکن مکہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں پر فوت ہوئے۔دیکھیں : الزرکلی، الاعلام، ج ۵، ص ۱۵۳ ؛ الذہبی، تذکرۃالحفاظ، ج ۱ص ۱۸۰ ، رقم: ۲۳۲ ؛ ابن جوزی، صفۃالصفوۃ، ص ۳۸۶، رقم: ۲۱۸۔

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (33)

’’وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک ناخوش ہی ہوں‘‘۔

(أ) احمد،مسلم،حاکم اورابن مردویہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’لیل ونہار گزریں گے یہاں تک کہ لات وعزیٰ کی پوجا کی جائے گی‘تو اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی:یارسول اللہ ﷺ میرا گمان تو یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ یہ امرعنقریب مکمل ہوجائے گا؟تو آپ ﷺ نے فرمایا:جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ایسا ہوتا رہے گا۔پھراللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا،پس جس آدمی کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی خیراورنیکی ہوگی وہ مرجائے گا اورجن میں کوئی خیرنہیں ہوگی وہ باقی رہیں گے اوراپنے آبائی دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔

(ب) ابوالشیخ نے ذکرکیاہے کہ سدی نے کہاہے:ہدیٰ سے مرادتوحید،قرآن اوراسلام ہے۔

(ج) ابن مردویہ اوربیہقی نے سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں یہ نقل کیاہے کہ انہوں نے فرمایا:اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو دین کے تمام اموریرغالب فرمادے گا اوروہ تمام کے تمام آپ کوعطافرمادے گا اوران میں سے کوئی شے بھی آپ پرمخفی نہیں رہے گی۔حالانکہ مشرکین اوریہودی اسے ناپسند کرتے تھے۔

(د) ابن ابی حاتم،ابن مردویہ اوربیہقی نے سنن میں بیان کیاہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کومبعوث فرمایا تاکہ آپ کوتمام دینوں پرغالب کردے۔پس ہمارادین تمام دینوں اورشریعتوں سے فائق اور بلند ہے اورہمارے مرد ان کی عورتوں پرغالب ہیں اوران کے مرد ہماری عورتوں پرغالب نہیں ہوں گے۔

(ھ) سعیدبن منصور،ابن منذر اوربیہقی نے سنن میں بیان کیاہے کہ جابررضی اللہ عنہ نے لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ کے ضمن میں فرمایا:ایسانہیں ہوگا یہاں تک کہ اسلام کے سوا کوئی صاحب دین یہودی اور عیسائی باقی نہ رہے اور بکری

(أ) صحیح مسلم، کتاب الفتن وأشراط الساعۃ، باب لاتقوم الساعۃ حتی تعبد دوس ذاالخلصۃ، رقم: ۲۹۰۷ ؛ الحاکم ، المستدرک، کتاب الفتن والملاحم، رقم: ۸۴۳۸۱، ۸۶۵۰۔

(ب) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) البیہقی، سنن الکبریٰ، کتاب السیر ، باب: اظہاردین النبی ﷺ، رقم: ۱۸۴۰۳۔

(د) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۷۱ ؛ البیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب النکاح، باب: ماجاء فی تحریم حرائر أہل الشرک دون اہل الکتاب، رقم: ۱۳۷۶۴۔

(ھ) التفسیرمن سنن سعیدبن منصور، ص ۱۵۴، رقم: ۹۶۰ ؛ البیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب السیر ، باب اظہاردین النبی ﷺ، رقم: ۱۸۳۹۲۔

بھیڑیے سے،گائے شیر سے اورانسان سانپ سے محفوظ ہوجائے۔یہاں تک کہ چوہیا کسی چمڑے کے برتن کونہ کاٹے، جزیہ لگا دیاجائے اورصلیب توڑدی جائے اورخنزیرقتل کردیے جائیں اورایساتب ہوگاجب عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔

(أ) عبدبن حمیداورابن منذرنے اسی ارشادکےضمن میں قتادہؒ سے یہ قول نقل کیاہے کہ انہوں نے کہا:دین چھ ہیں:وہ لوگ جوایمان لائے(مسلمان)وہ جویہودی بنے(یہودی)ملائکہ کی پرستش کرنے والے(صابی)عیسائی مجوس (آتش پرست)اوروہ جنہوں نے شرک کیا(مشرکین)تمام کے تمام دین دین اسلام میں داخل ہوجائیں گے اوراسلام ان میں سے کسی میں داخل نہیں ہوگا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس کے بارے میں فیصلہ فرمادیاہے اسے پوراکیاہے اوراس نے یہ فیصلہ نازل فرمایاہے کہ وہ اپنے دین کوتمام دینوں پرغالب فرمادے گاگرچہ مشرکین ناپسندہی کریں۔

(ب) عبدبن حمیداورابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی ارشادگرامی کےضمن میں فرمایاہے کہ یہ عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوۃ والسلام کےخروج کے ساتھ ہوگا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (34)

"مؤمنو! (اہل کتاب کے) بہت سے عالم اور مشائخ لوگوں کامال ناحق کھاتے اور (ان کو) راہِ خدا سے روکتے ہیں۔ اورجولوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کے رستے میں خرچ نہیں کرتے ان کو اُس دن کے عذاب الیم کی خوشخبری سنادو"۔

(ج) ابوالشیخ نے ضحاکؒ سے بیان کیاہے کہ انہوں نے کہا: اَلْاَحْبَارِ سے مراد علماء یہود ہیں اور اَلرُّهْبَانِ سے مرادعیسائیوں کے علماء ہیں اور لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ کامفہوم یہ ہے کہ تحریرباطل ہے۔وہ،وہ کچھ لکھتے جواللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمایااوراس کے عوض لوگوں کامال کھاتے اوراسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کاارشادہے۔"فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا"(۱) "پس ہلاکت ہوان کے لیے جولکھتے ہیں کتاب خود اپنے ہاتھوں سے پھر کہتے ہیں یہ نوشتہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ حاصل کرلیں اس کے عوض تھوڑے سے دام"۔

(أ) عبدبن حمید اور ابن المنذرکی کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) الشوکانی ، فتح القدیر، سورۃ براۃ، ج ۲، ص ۳۵۷۔

(ج) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) البقرۃ: (۷۹)

(أ) ابوالشیخ نے ذکرکیاہے کہ سدیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اَلْاَحْبَارِ یہود میں سے ہیں۔اَلرُّھْبَان عیسائیوں میں سے ہیں۔اوررہا سبیل اللہ تو اس سے مراد محمد مصطفٰی ﷺ ہیں۔

(ب) ابوالشیخ نے فضیل بن عیاض سے یہ قول نقل کیاہے کہ انہوں نے کہا:عالم الآخرۃ(آخرت کاعلم رکھنے والے)کی اتباع کرو۔اورعالم الدنیا(دنیادارعالم)سے بچو۔وہ تمہیں اپنے شکر(تعریف)کے ساتھ نقصان نہیں دے گا پھرانہوں نے یہ آیت تلاوت کی: اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔

(ج) ابن منذر نے ذکرکیاہے کہ وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ۔الآیہ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:اس سے وہ لوگ مراد ہیں جواپنے مالوں کی زکوٰۃ ادانہیں کرتے،ہروہ مال جس کی زکوٰۃ ادانہ کی جائے،چاہے وہ زمین کے اوپرہویازمین کے اندردفن ہووہی کنزہے اورہروہ مال جس سے زکوٰۃ اداکی جائے،وہ کنزنہیں چاہے وہ زمین کے ظاہرپرہویااس کے اندر۔

(د) ابن ابی شیبہ،ابن منذراورابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا:جس مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے ہوکنز (خزانہ) نہیں۔

(ھ) امام مالک،ابن ابی شیبہ،ابن منذر،ابن ابی حاتم اورابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ ابن عمررضی اللہ عنہ نے فرمایا جس مال کی زکوٰۃ اداکی گئی وہ کنزنہیں اگرچہ وہ مال سات زمینوں کے نیچے ہو۔اورجس مال کی زکوٰۃ ادانہ کی گئی وہ کنزہے اگرچہ وہ ظاہرہو۔

(و) ابن مردویہ نے ابن عمررضی اللہ عنہماسے بھی اسی طرح مرفوع روایت بیان کیاہے۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) ابن المنذر کی روایت نہیں ملی۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکاۃ، باب ماقالوافی المال الذی تؤدی زکاتہ فلیس بکنز، رقم: ۱۰۵۲۰۔

(ھ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکاۃ، باب ماقالوافی المال الذی تؤدی زکاتہ فلیس بکنز، رقم: ۱۰۵۲۱۔یہ روایت مجاہد اورعطاء سے مروی ہے ؛تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۸۱۔

(و) ابن مردویہ کی روایت: الزیلعی، تخریج احادیث الکشاف، سورۃالتوبۃ، ج ۲، ص ۶۶، ۶۷ میں ملی۔

(أ) ابن عدی اورخطیب نے جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مال کی بھی زکوۃ اداکردی گئی وہ کنزنہیں ہے۔یہی روایت ابن ابی شیبہ نے آپ سے ہی موقوف روایت کی ہے۔

(ب) امام احمد نے الزہد میں، امام بخاری،ابن ماجہ،ابن مردویہ اوربیہقی نے سنن میں یہ بیان کیاہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا:یہ حکم زکوۃ کاحکم نازل ہونے سے پہلے کاہے پس جب زکوۃ کے احکام نازل کر دیے گئے تواسے اللہ تعالیٰ نے مالوں کے لیے پاکیزگی اورطہارت بنادیا۔پھرفرمایامجھے کوئی پرواہ نہیں اگرمیرے پاس احدپہاڑ کی مثل بھی سونا ہو ۔میں اس کی مقدار کو جان لوں گا اس کی زکوۃ اداکروں گا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کا عمل کروں گا۔

(ج) ابن ابی شیبہ اورابوالشیخ نے سعدبن ابی سعید(۱) سے یہ روایت بیان کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک آدمی نے گھربیچا۔عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا:اس کے ثمن محفوظ کرلو،اپنی بیوی کے بستر کے نیچے سے کھودکردفن کردو۔تواس نے عرض کی:اے امیرالمومنین!یہ کنزنہیں ہے؟تو آپ نے فرمایا:جس مال کی زکوۃ اداکردی جائے وہ کنزنہیں۔

(د) ابن مردویہ اوربیہقی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ قول بیان کیاہے کہ انہوں نے عرض کی:یارسول اللہ ﷺ میرے پاس سونے یاچاندی کے کچھ زیورات ہیں کیاوہ کنزہیں؟تو آپ ﷺ نے فرمایا:ہروہ شے جس کی زکوۃ اداکردی جائے وہ کنزنہیں۔

(أ) ابن عدی، الکامل فی الضعفاء ، ج ۷، ص ۱۹۵ ؛ الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد ، ج ۸، ص ۱۲ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکاۃ، باب ماقالوافی المال الذی تودی زکاتہ، رقم: ۱۰۵۱۸۔

(ب) احمدبن حنبل، الزہد، ص ۱۹۵ ؛ صحیح بخاری ، کتاب التفسیر، سورۃ براۃ، رقم: ۴۳۸۴، ۱۳۳۹ ؛ سنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب ما اُدی زکاتہ لیس بکنز، رقم: ۱۷۸۷ ؛ البیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب الزکاۃ، باب تفسیرالکنز ، رقم: ۷۰۲۱۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکاۃ، باب ماقالوافی المال الذی تودی زکاتہ ، رقم: ۱۰۵۱۶۔

(د) البیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب الزکاۃ، باب سیاق اُخبار وردت فی زکاۃالحلی، رقم: ۷۲۴۱۔

(۱) سعیدبن ابی سعید: الدرالمنثور میں سعدبن ابی سعیدہے جبکہ کتب تراجم میں سعیدبن ابی سعیدہے۔سعدکے نام سے حالات زندگی نہیں ملی۔سعیدبن ابی سعیدکیسان المقبری،ابوسعدالمدنی ثقہ تابعی ہیں۔وہ عائشہؓ ابوہریرہؓ، سعدبن ابی وقاصؓ اورام سلمہؓ سے روایت بیان کرتاہے۔ ان سے ان کی اولاد عبداللہ اورسعد، مالک بن انسؒ وغیرہ نے روایت لی ہے۔ابوحاتم نے انھیں صدوق جبکہ امام ذہبی نے ثقہ کہاہے۔انھوں نے ۱۲۵ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۹، ص ۲۵۰، رقم: ۸۸ ؛ ابوسعیدالعلائی، جامع التحصیل فی احکام المراسیل، ص ۱۸۴، رقم: ۲۴۳ ؛ ابن الکیال، الکواکب النیرات، ج ۱، ص ۴۶۶، رقم: ۱۲۔

(أ) امام احمد،ترمذی اورآپ نے اس روایت کوحسن قراردیاہے،ابن ماجہ،ابن ابی حاتم،ابن شاہین نے الترغیب فی الذکر میں،ابوالشیخ،ابن مردویہ اورابونعیم نے حلیہ میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا:جب یہ آیت نازل ہوئی: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ ہم کسی سفرمیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو بعض صحابہ کرام نے کہا:اگرہمیں معلوم ہوجائے کون سامال بہترہے تو ہم اسے لے لیں۔تب آپ ﷺ نے فرمایا:سب سے افضل ذکرکرنے والی زبان،شکرکرنے والادل اوروہ ایمان داربیوی ہے جوایمان میں آدمی کی مددگارہو۔ایک روایت میں ہے کہ وہ امورآخرت میں اس کی معاون ومددگارہو۔

(ب) ابن شیبہ نے مسندمیں، ابوداؤد ، ابویعلی، ابن ابی حاتم،حاکم اورآپ نے کہاہے یہ روایت صحیح ہے ابن مردویہ اوربیہقی نے سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہماسے یہ بیان کیاہے کہ آپ نے فرمایا:جب یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ تو مسلمانوں پرگراں ثابت ہوئی۔انہوں نے کہا:ہم میں سے کوئی بھی اپنی اولادکے لیے جو استطاعت(مال)رکھتاہے وہ اسے اپنے بعدباقی نہیں چھوڑے گا۔توحضرت عمررضی اللہ عنہ نے کہا:میں تم سے اس پریشانی کو دورکروں گا۔چنانچہ آپ اورآپ کے پیچھے ثوبان رضی اللہ عنہ چلے اور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضرہوئے اورآکرعرض کی:یانبی اللہ ﷺ یہ آیت آپ کے اصحاب پربوجھ اورگراں ثابت ہوئی ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا:بے شک اللہ تعالیٰ نے زکوۃ فرض نہیں کی مگراس لیے تاکہ اس کے سبب تمہارے باقی رہنے والے مال پاک اورطیب ہوجائیں اورتمہارے بعدمالوں میں سے جوباقی رہیں گے ان میں میراث کے احکام فرض ہیں۔پس عمررضی اللہ عنہ نے اسے دشوار اور بھاری سمجھا۔پھر نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا:کیامیں تمہیں اس بہترمال کی خبرنہ دوں جسے آدمی خزانہ کرتاہے؟وہ نیک اورصالحہ بیوی ہے جس کی طرف آدمی دیکھے تووہ اسے خوش کردے،جب اسے حکم دے تووہ اس کی اطاعت کرے اورجب وہ اس سے غائب ہوتووہ اس کی حفاظت کرے۔

(أ) مسنداحمد، تتمۃ مسندالانصار، ومن حدیث ثوبان ، رقم: ۲۲۳۹۲ ؛ سنن الترمذی، کتاب تفسیرالقرآن، باب سورۃ التوبۃ، رقم: ۳۰۹۴ ؛ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب أفضل النساء، رقم: ۱۸۵٦ ؛ تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۸۳۔ تفسیرابن ابی حاتم میں یہ روایت مقطوعاًسالم بن ابی جعدسے مروی ہے ؛ ابونعیم ، حلیۃالاولیاء ، ج ۱، ص ۱۸۲۔**(حکم)** صحیح ۔ دیکھیں : البانی، صحیح ابن ماجہ، ج ۱، ص ۳۱۲، رقم: ۲۲۷۷۔

(ب) ابن ابی شیبہ کی روایت – جیساکہ : ابن حجر، المطالب العالیۃ، کتاب التفسیر، سورۃالتوبۃ، رقم: ۳۶۲۷ میں ملی ؛ سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب فی حقوق المال، رقم: ۱٦٦۴ ؛ مسندابی یعلی، أول مسندابن عباسؓ، رقم: ۲۴۹۹ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۸۰ ؛ الحاکم ، المستدرک، کتاب التفسیر، باب تفسیرسورۃالتوبۃ، رقم: ۳۲۸۱ ؛ ابن مردویہ کی روایت تفسیرابن کثیر، سورۃالتوبۃ، ج ۴، ص ۱۴۰ میں ملی ؛ البیہقی، السنن الکبری، کتاب الزکاۃ، باب تفسیرالکنز الذی وردالوعیدفیہ، رقم: ۷۰۲۷۔**(حکم)** ضعیف۔ دیکھیں : البانی، ضعیف ابی داود، رقم: ۳٦۳۔

(أ) دارقطنی نے الافراد میں اورابن مردویہ نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: صالحہ عورت وہ ہے جب اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کردے اور جب اسے حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور جب وہ اس سے غائب ہوتو وہ اس کی حفاظت کرے۔

(ب) دارقطنی نے الافراد میں اورابن مردویہ نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا جب یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ.....الآیہ تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے کہا: کنز کے بارے میں جو آج حکم نازل ہوا سو نازل ہوا......! تو ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آج ہم کون سی چیز خزانہ کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ذکرکرنے والی زبان، شکرکرنے والا دل اورنیک اورصالحہ بیوی جو کہ تم سے کسی کی ایمان کے بارے میں تعاون اورمددگار رہو۔

(ج) ابن ابی شیبہ اورابن منذرنے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب تو اپنے خزانہ شدہ مال سے صدقہ نکالے گا تو تو نے اس کے شر کو دور کردیا اور اب وہ کنز نہیں ہے۔

(د) ابوالشیخ نے ذکرکیا ہے کہ ضحاک نے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ کے بارے میں کہا کہ ان سے مراد اہل کتاب ہیں اورمزید فرمایا: کہ یہ عام وخاص سب کو شامل ہے۔

(ھ) ابن ضریس نے علباء[1] بن احمر سے روایت کیا ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب انہوں نے مصاحف لکھنے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ سورۂ برأت کی مذکورہ آیت میں وَالَّذِيْنَ کی واؤ کو لغو

(أ) امام دارقطنی اور ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) ابن مردویہ کی روایت: الزیلعی، تخریج أحادیث الکشاف، سورۃالتوبۃ، ج ۲، ص ۷۰، ۷۱ میں ملی۔**(حکم)** امام زیلعی نے کہا کہ: یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں اضطراب ہے۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکاۃ، باب ماقالوافی المال تودی زکاتہ، رقم: ۱۰۵۱۸۔

(د) الشوکانی، فتح القدیر، سورۃبرأۃ، ج ۲، ص ۳۵۷۔

(ھ) ابن ضریس کی روایت نہیں ملی۔

(۱) علباء بن احمر الیشکری البصری تابعی مرو میں رہتے تھے۔اپنے دادا أبي زیدعمروبن أخطب رضی اللہ عنہ اورعکرمہ سے روایت بیان کرتے ہیں۔ان سے محرزۃ بن ثابت، حسن بن واقد المروزی اور حسین بن قیس الرحبی نے روایت لی ہے۔یحیی بن معین نے ان کی توثیق کی ہے۔دیکھیں: الذہبی، تاریخ الإسلام، ج ۷، ص ۱۸۱ ؛ مغلطای بن قلیج بن عبداللہ، إکمال تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، تحقیق: ابوعبدالرحمن عادل بن محمد اور ابومحمد أسامۃ بن ابراہیم، مکتبۃالفاروق الحدیثۃ للطباعۃ والنشر، ط ۱، ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۱م، ج ۹، ص ۲۶۸، رقم: ۳۷۲۹۔

کردیں۔تو ابی رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا:تم ضرور بہ ضرور اسے ساتھ لکھو گے ورنہ پھر میں اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھوں گا۔پس انہوں نے اسے ساتھ لکھ دیا۔

(أ) ابن ابی حاتم اورابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا:چار ہزار اور جو اس سے کم ہے نفقہ (خرچ) ہے اور جو اس سے اوپر ہے وہ کنز ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ اسی مذکورہ ارشاد کے بارے میں سدیؒ نے کہا ہے کہ وہ لوگ اہل قبلہ ہیں۔

(ج) ابن ابی حاتم اورابوالشیخ نے عراک(۱) بن مالک اورعمر بن عبدالعزیز سے بیان کیا ہے کہ ان دونوں نے مذکورہ آیت طیبہ کے بارے میں کہا:اسے اس دوسری آیت نے منسوخ کردیا ہے یعنی خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا (۲)۔

يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ(35)

’’جس دن وہ (مال) دوزخ کی آگ میں (خوب) گرم کیا جائے گا۔ پھر اس سے ان (بخیلوں) کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی۔(اور کہا جائے گا) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا سو جو تم جمع کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو‘‘۔

(د) امام بخاری،مسلم،ابوداؤد ، ابن منذر،ابن ابی حاتم اورابن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:سونا اور چاندی جو مالک بھی اس کا حق ادا نہیں کرے گا،قیامت کے دن اس کے لیے اس

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۸۲۔ (ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۸۶۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۸۷۔

(د) صحیح مسلم،کتاب الزکاۃ، باب اثم مانع الزکاۃ، رقم: ۹۸۷ ؛ سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب فی حقوق المال، رقم: ۱۶۵۸ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۹۰۔

(۱) عراک بن مالک الغفاری المدنی الفقیہ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں۔ ابوہریرہؓ، عائشہؓ، ابن عمرؓ اور زینب بنت ابی سلمۃ سے روایت بیان کرتا ہے۔ ان سے ان کے بیٹے خثیم بن عراک ،یحیی بن سعیدالانصاری، جعفربن ربیعۃ اور دوسرے لوگوں نے روایت لی ہے۔صوم الدہر کے پابند تھے۔ابوحاتم وغیرہ نے انھیں ثقہ کہا ہے۔انھوں نے ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں : الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۷، ص ۱۶۸ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء ، ج ۵، ص ۶۳، رقم : ۲۱ ؛ مغلطای بن قلیج، إکمال تہذیب الکمال، ج ۹، ص ۲۱۳، رقم: ۳۶۷۸۔ (۲) التوبۃ: ۱۰۹

کی چوڑی تلواریں بنادی جائیں گی۔پھرانہیں جہنم کی آگ پرگرم کیاجائے گا۔پھران سے اس کی پیشانی،پہلواورپشت پراس دن داغ دیے جائیں گے جس دن کی مقدارپچاس ہزارسال ہے۔یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے گا اور ہرکوئی جنت یاجہنم کی طرف اپنا راستہ دیکھ لے گا۔

(أ) ابویعلی اورابن مردویہ نے بیان کیاہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کیاہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:دینارکودیناراوردرہم کودرہم پرنہیں رکھاجائے گابلکہ اللہ تعالیٰ اس کی جلدکووسیع کردے گا۔پھران کی پیشانیوں،پہلوؤں اور پشتوں کوداغاجائے گا۔

(ب) ابن ابی حاتم،طبرانی اورابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ ابن مسعودرضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا:کسی آدمی کواس خزانے کے ساتھ عذاب نہیں دیاجائے گاجسے وہ جمع کرتا رہاہے۔پس نہ کوئی درہم درہم کواورنہ ہی کوئی دیناردینارکومس کرے گا۔بلکہ اس کی جلدکووسیع کردیاجائے گایہاں تک کہ تمام دراہم ودنانیرکوعلیحدہ علیحدہ رکھاجائے گااورکوئی درہم کسی درہم کواورکوئی دینارکسی دینارکومس نہیں کرے گا۔

(ج) ابن منذرنے ذکرکیاہے کہ فَتُكْوٰى بِهَا کے ضمن میں ابن عباس رضی اللہ عنہمانے کہاکہ اس کے ساتھ اس کی جلد کووسیع کردیاجائے گا۔

(د) ابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا......الآیہ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا:ایک سانپ اس کے پہلوؤں اوراس کی پیشانی پرلپٹ جائے گااوروہ کہے گا:میں تیراوہ مال ہوں جس کے ساتھ تونے بخل کیا۔

(ھ) ابن ابی حاتم نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:جوآدمی بھی اس حال میں مرتاہے کہ اس کے پاس سونا،چاندی ہو۔تواللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر قیراط سے آگ کی سلاخ بنائے گاجس کے ساتھ اسے پاؤں سے ٹھوڑی تک داغاجائے گا۔اس کی مغفرت ہوگی یا اسے عذاب دیاجائے گا۔

(و) ابن ابی شیبہ نے اسی کی مثل مرفوع روایت آپ سے ہی نقل کی ہے۔

(أ) ابویعلی کی روایت: ابن حجر، المطالب العالیۃ،کتاب التفسیر، سورۃالتوبۃ، رقم: ۳۶۱۹ میں ملی۔ **(حکم)** ابن حجرنے اس روایت کو سیف بن محمدکی وجہ سے ضعیف جداً کہاہے۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۹۲ ؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۹، ص ۱۵۰، رقم: ۸۷۵۴۔**(حکم)** امام الہیثمی نے فرمایا: اس کے رجال ثقہ ہیں۔ دیکھیں: الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فرض الزکاۃ، رقم: ۴۳۴۹، ۱۱۰۴۰۔

(ج) ابن المنذرکی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔ (د) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۹۳۔

(و) ابن ابی شیبہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ) عبدالرزاق نے مصنف میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیاہے کہ اللہ تعالی نے اصحاب کنوز کو پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں سے داغے جانے کی بشارت دی ہے۔

(ب) ابن سعد، ابن ابی شیبہ، بخاری، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے زید بن وہب سے یہ قول نقل کیاہے کہ انہوں نے کہا: میں مقام ربذہ[۱] پر ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا۔ تو میں نے انہیں کہا: تمہیں کس شے نے زمین پر اتارا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: شام کے کاتبوں نے۔ سو میں نے یہ آیت پڑھی وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ ....الآیہ۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ہمارے بارے میں نہیں ہے بلکہ یہ اہل کتاب کے بارے میں ہے۔ تو میں نے کہا۔ بلاشبہ یہ آیت ہمارے بارے میں بھی ہے اور ان کے بارے میں بھی۔

(ج) مسلم اور ابن مردویہ نے احنف بن قیس[۲] سے یہ قول نقل کیاہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: خزانہ کرنے والوں کو یہ بشارت دی ہے کہ انہیں پشتوں کی جانب سے داغ دیے جائیں گے جو پہلوؤں سے نکلیں گے اور پیشانیوں سے جو داغ دیے جائیں گے وہ ان کی گدیوں سے نکل جائیں گے۔ تو میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں نے کچھ نہیں کہا مگر وہی جو ان کے نبی ﷺ سے سنا ہے۔

(أ) مصنف عبدالرزاق، کتاب الزکاۃ، باب ماتجب فی الإبل والبقر والغنم، رقم: ۶۸۶۵۔

(ب) ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۴، ص ۲۲۶ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکاۃ، باب ماذکر فی الکنز والبخل بالحق فی المال، رقم: ۱۰۶۹۶، ۳۰۶۱۰۔

(ج) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی الکنازین للأموال، رقم: ۹۹۲۔

(۱) ربذۃ : مدینہ منورہ کے بستیوں میں سے ایک بستی ہے۔ جو حجاز کے راستے ذات عرق سے تین دن کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں پر ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ کی قبر واقع ہے۔ دیکھیں: یاقوت الحموی، معجم البلدان، ج ۳، ص ۲۴۔

(۲) احنف بن قیس بن معاویہ بن حصین، مخضرم، ثقہ تابعی اور اپنے قوم کے سردار تھے۔ انھوں نے نبی کریم ﷺ کا زمانہ پایا لیکن شرف دیدار سے محروم رہے۔ انھوں نے عمرؓ، علیؓ، عثمان اور سعد بن ابی وقاصؓ جیسے اکابر صحابہ سے استفادہ کیا۔ ان کے شاگردوں میں حسن بصری، ابوالعلاء بن شخیر شامل ہیں۔ دیکھیں: الدارقطنی، ذکر اسماء التابعین، ج ۱، ص ۷۷، رقم: ۱۲۲ ؛ العجلی، تاریخ الثقات، ص ۵۷، رقم: ۴۹ ؛ ابن جوزی، صفۃ الصفوۃ، ص ۶۰۷، رقم: ۴۸۱ ؛ الذہبی، الکاشف، ج ۱، ص ۵۳، رقم: ۲۳۶۔

(أ) ابن سعداورامام احمد نے ابوذررضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:میرے ایک دوست نے میرے ساتھ معاہدہ کیا ہے کہ سونے چاندی میں سے جومال بھی ہے اس پر داغا جائے گااوروہ اپنے مالک کے لیے آگ کاانگارہ ہے یہاں تک کہ وہ اسے اللہ تعالی کے راستے میں خرچ کردے۔وہ جب اپنامشاہرہ وصول کرتا تھاتواپنے خادم کو بلاتا اوراس سے ان چیزوں کے بارے میں پوچھتاجوسال بھرکے لیے اسے کافی ہوں گی۔پھروہ انہیں خرید لیتا ہے اورباقی سے فلوس خرید لیتا۔

(ب) ابن ابی شیبہ اورابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابوذررضی اللہ عنہ نے کہا:کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:اونٹ میں اس کاصدقہ ہے،گائے میں اس کاصدقہ ہے،ریوڑمیں اس کاصدقہ ہے اورکپڑے میں اس کاصدقہ ہے۔پس جس کسی نے دینار،درہم،پتریاں یاچاندی حاصل کی اوروہ نہ تواسے اپنے قرض خواہ کودیتا ہے اورنہ ہی اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو وہ کنز ہے۔قیامت کے دن اسی کے ساتھ داغاجائے گا۔

(ج) ابن مردویہ نے اسی کی مثل ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے۔

(د) ابن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:دینارکنز ہے ،درہم کنز ہے اورقیراط کنز ہے۔

(ھ) امام احمد،ترمذی،نسائی،ابن ماجہ،ابن حبان،حاکم اورابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ثوبان رضی اللہ عنہ نے

(أ) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۴، ص ۲۲۹، ۲۳۰ ؛ مسنداحمد، مسندالانصار، حدیث ابی ذرالغفاری، رقم: ۲۱۳۸۴۔ **(حکم)** مسنداحمد کے محققین نے کہا: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکاۃ، باب ما ذکرفی الکنز والبخل، رقم: ۱۰۷۰۰۔

(ج) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ) یہ روایت مذکورہ الفاظ کے ساتھ کتب التخریج کے کسی بھی کتاب میں نہیں ملی۔بلکہ یہ روایت ثوبانؓ سے مرفوعاًان الفاظ میں مروی ہے کہ : جوشخص اس حال میں مراکہ وہ دھوکہ دہی ، مال خزانہ کرنے اورقرض سے بری ہو،جنت میں داخل ہوگا۔ دیکھیں: مسنداحمد، تتمۃ مسندالانصار، ومن حدیث ثوبان، رقم: ۲۲۴۲۷ ؛سنن ترمذی، کتاب السیر ، باب الغلول، رقم: ۱۵۷۲ ؛ النسائی، السنن الکبریٰ، کتاب السیر ، باب الغلول، رقم: ۸۷۶۴ ؛ سنن ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب التشدید فی الدین، رقم: ۲۴۱۲ ؛ الحاکم ،المستدرک، کتاب البیوع، رقم: ۲۲۱۷ ؛ صحیح ابن حبان، کتاب الایمان، باب فرض الایمان، رقم: ۱۹۸۔ **(حکم)** صحیح ابن حبان کے محقق شعیب الأرنؤوط نے روایت کو صحیح علی شرط مسلم کہا ہے۔ شیخ البانی نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔دیکھیں: صحیح سنن ترمذی، رقم: ۱۲۷۸۔

کہا: کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کا پھل چاندی کا تھا۔تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے نہیں سنا ہے کہ جس آدمی نے سونا یا چاندی چھوڑی۔اسے اس کے ساتھ داغ دیے جائیں گے۔

(أ) طبرانی اور ابن مردویہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو آدمی بھی مرتا ہے اور وہ سونا یا چاندی چھوڑ جاتا ہے۔تو قیامت کے دن اسے اس کے ساتھ داغا جائے گا۔ اس کے بعد اس کی مغفرت کی جائے گی یا سے عذاب دیا جائے گا۔

(ب) ابن مردویہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بھی سونا چاندی جمع کرنے والا اس کا دا نہیں کرے گا۔اسے قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس کے ساتھ اس کے پہلوؤں اور اس کی پیشانی کو داغا جائے گا اور اسے کہا جائے گا: یہ تیرا وہ خزانہ ہے جس کے ساتھ تو بخل کرتا رہا۔

(ج) طبرانی نے الاوسط میں اور ابوبکر الشافعی(ا) نے غیلانیات میں علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دولت مند مسلمانوں پر ان کے مالوں میں سے اتنی مقدار زکوۃ فرض قرار دی ہے جو ان کے فقراء کے لیے کافی ہوتی ہے۔فقراء جب بھوکے یا لباس سے عاری ہوں گے تو وہ ہرگز محنت اور کوشش نہیں کریں گے مگر صرف اتنی مقدار جو اغنیاء کو روک دے گی، خبردار! جان لو اللہ تعالیٰ ان کا شدید ترین محاسبہ فرمائے گا یا انہیں دردناک عذاب دے گا۔

(أ) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۲۰، ص ۲۸۰، رقم: ۷۶۳۶ ؛ ابن مردویہ کی روایت - جیسا کہ: الزیلعی، تخریج احادیث الکشاف، ج ۲، ص ۷۲ میں ملی۔(حکم) امام الہیثمی نے کہا: اس میں بقیہ ہے جو مدلس ہے۔ دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فی الادخال، رقم: ۴۶۸۹۔

(ب) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) الطبرانی، المعجم الاوسط، ج ۴، ص ۴۸، رقم: ۳۵۷۹ ؛ ابوبکر الشافعی، محمد بن عبداللہ بن ابراہیم، الغیلانیات، تحقیق: حلمی کامل أسعد عبدالہادی، دار ابن جوزی الدمام، ط ۱، ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۷م، ج ۱، ص ۹۵، رقم: ۴۸۔(حکم) ابن جوزی نے کہا کہ اس روایت کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے۔دیکھیں: ابن جوزی، العلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواہیۃ، تحقیق، إرشاد الحق أثری، إدارۃ العلوم لأثریۃ، فیصل آباد پاکستان، ط ۲، ۱۴۰۱ھ۔۱۹۸۱م، کتاب الزکاۃ، ج ۲، ص ۱، رقم: ۸۱۳۔

(ا) ابوبکر الشافعی: (۲۶۶۔۳۵۴ھ / ۸۷۹۔۹۶۵م) محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن عبدویہ ، ابوبکر الشافعی، صاحب الغیلانیات، ثقہ محدث تھے۔انھوں نے طلب حدیث میں لمبے لمبے سفر کیے۔ بغداد میں رہتے تھے اور وہی وفات پائی۔حدیث میں ان کی مشہور کتابیں مسند موسیٰ الکاظم اور مجلس، الفوائد المنتخبۃ العوالی عن الشیوخ جو الغیلانیات کے نام سے مشہور ہے، شامل ہیں۔ دیکھیں: الزرکلی، الاعلام، ج ۶، ص ۲۲۴ ؛ الذہبی، تاریخ الإسلام، ج ۲۶، ص ۱۱۵۔

(أ) امام طبرانی نے الصغیر میں انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زکوٰۃ روکنے والا قیامت کے دن جہنم میں ہو گا ۔

(ب) امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زکوٰۃ روکنے والا مسلمان نہیں۔

(ج) امام ابن ابی شیبہ نے ضحاک سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زکوٰۃ کے بغیر نماز کچھ نہیں۔

(د) امام ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صدقہ روکنے والا (نہ دینے والا) قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق ملعون ہو گا۔

(ھ) امام حاکم (اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے) نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: اے بلال! فقیر سے ملاقات کر اور غنی (دولت مند) سے نہ مل۔ تو میں نے عرض کی : میرے لیے اس طرح کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تجھے رزق عطا کیا جائے تو اسے نہ چھپا اور جب تجھ سے کچھ مانگا جائے تو انکار نہ کر ۔ میں نے عرض کی میرے لیے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا یہ ایسا ہی ورنہ پھر آگ ہے۔

(أ) الطبرانی، المعجم الصغیر، ج ۲، ص ۱۴۵، رقم: ۹۳۵۔ **(حکم)**: شیخ البانی نے اس روایت کو حسن کیا ہے۔دیکھیں: الجامع الصغیر، ص ۱۰۷۵، رقم: ۱۰۷۴۶۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکاۃ، باب ما قالوا فی مانع الزکاۃ، رقم: ۹۸۲۸۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکاۃ، باب ما قالوا فی مانع الزکاۃ، رقم: ۹۸۲۷۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکاۃ، باب ما قالوا فی مانع الزکاۃ، رقم: ۹۸۳۴۔

(ھ) الحاکم، المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۸۸۷۔

(أ) امام احمد نے الزہد میں ابوبکر بن منکدر(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حبیب بن سلمہ(۲) نے جوشام کے امیر تھے، نے ابوذررضی اللہ عنہ کے پاس تین سو دینا ر بھیجے اور کہا: ان سے اپنی حاجات و ضروریات پوری کیجئے۔تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اسے واپس لوٹا دو۔کیا اس نے ہم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ دینے والا کسی کونہیں پایا؟ ہمارے لیے صرف ایک خیمہ ہے جس میں ہم سکونت رکھتے ہیں ، تین بکریاں ہیں جو شام کو ہمارے پاس آجاتی ہیں اور ایک کنیز ہے جو اپنی خدمات ہمیں پیش کرتی ہے۔ پس میں بالیقین زائد مال سے گھبراتا اور ڈرتا ہوں۔

(ب) امام احمد نے الزہد میں بیان کیا ہے کہ ابوذررضی اللہ عنہ نے فرمایا: دودرہموں والا ایک درہم والے کی نسبت زیادہ روکنے والا ہوتا ہے۔

(ج) امام بخاری اورمسلم نے احنف بن قیس سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک آدمی آیا جس کے بال، کپڑے اور حالت انتہائے پراگندہ تھی، وہ ان کے پاس آکر کھڑا ہوا اور سلام کیا، پھر اس نے کہا خزانہ کرنے والوں (سونا چاندی جمع کر والے) کو اس گرم پتھر کی بشارت ہو جسے جہنم کی آگ پر گرم کیا جائے گا۔ پھر اسے ان کے پستان کے سرپر رکھا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ کندھے کے کنارے سے جانکلے گا اور کندھے کے کنارے پر رکھا جائے گا تو پستان کے سر سے جانکلے گا اور وہ لٹکنے لگے گا۔ پھر وہ آدمی پیچھے پھر کر ایک ستون کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے گیا اور اس کے ساتھ جا بیٹھا حالانکہ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون

(أ) امام احمد، الزہد، باب زہد ابی ذر رضی اللہ عنہ، ص ۱۴۷۔

(ب) امام احمد، الزہد، باب زہد ابی ذر رضی اللہ عنہ، ص ۱۴۷

(ج) البخاری ، صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب ما أدری زکاتہ فلیس کنز، رقم: ۱۳۴۲ ؛ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی الکنازین للأموال، رقم: ۹۹۲۔

(۱) ابوبکر بن المنکدر بن عبداللہ الھدیر القرشی التیمی ثقہ تابعی ہیں۔ وہ محمد بن المنکدر اور عمر بن المنکدر کے بھائی تھے۔ عمر میں محمد بن المنکدر سے بڑے تھے۔ ان کے شیوخ میں ابو امامۃ بن سہل، عطاء بن یسار، جابر بن عبداللہ شامل ہیں۔ جب کہ ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے بھائی محمد یحییٰ بن سعید، یزید بن الھاد شامل ہیں۔ ابن سعد نے انہیں ثقہ قلیل الحدیث کہا ہے۔ دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التھذیب، ج ۷، ص ۳۱۳، رقم: ۹۴۲۲؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۵، ص ۳۶۲، رقم: ۱۰۶۹ ؛ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۹، ص ۴۰۶، رقم: ۱۷۱۸۰۔

(۲) حبیب بن سلمۃ: الدر المنثور میں حبیب بن سلمہ ہے اور مصدر التخریج ''الزہد'' میں حبیب بن ابی سلمۃ مذکور ہے۔ راوی کاترجمہ گزر چکا ہے۔

ہے؟ پس میں نے اسے کہا: میرا خیال یہ ہے کہ جو کچھ تم نے کہا ہے ان لوگوں نے اسے ناپسند کیا ہے۔ اس نے جواب دیا: یہ تو کسی بھی شے کی عقل اور سمجھ بوجھ نہیں رکھتے میرے خلیل (دوست) نے مجھے کہا ہے۔ میں نے پوچھا: تمہارا خلیل کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا: نبی کریم ﷺ ۔کیا تو نے احد پہاڑ دیکھا ہوا ہے ؟ میں نے کہا: ہاں۔تو اس نے کہا: میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے پاس احد پہاڑ کی مثل سونا ہو تو تین دیناروں کے سوا سارے کا سارا میں خرچ کردوں اور یہ لوگ تو اتنی عقل نہیں رکھتے۔ بلاشبہ یہ دنیا کے لیے جمع کر رہے ہیں۔ خدا کی قسم ! میں ان سے دنیا کا سوال نہیں کروں گا اور دین کے بارے میں ان سے فتویٰ نہیں لوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جاملوں گا۔

(أ) امام احمد اور طبرانی نے شداد بن اوس سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی حکم سنتے جس میں شدت اور سختی ہوتی۔ پھر وہ اپنے جنگل اور صحرا کی جانب نکل جاتے۔ پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اس حکم کے بارے میں رخصت کا حکم فرمادیتے اور وہ اس حکم کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے رخصت کو محفوظ اور یاد بھی کر لیتے اور ابوذر رضی اللہ عنہ نے خود اسے سنا نہ ہوتا تو وہ اس پہلے حکم کے مطابق ہی عمل کرتے جو اس سے قبل انہوں نے خود سنا ہوتا۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَات وَالأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلاَ تَظْلِمُواْ فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ وَقَاتِلُواْ الْمُشْرِكِينَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (36)

"خدا کے نزدیک مہینے گنتی میں بارہ ہیں (یعنی) اس روز (سے) کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کتاب خدا میں برس کے بارہ مہینے (لکھے ہوئے) ہیں، ان میں سے چار مہینے ادب کے ہیں۔یہی دین (کا) سیدھا (رستہ) ہے توان (مہینوں) میں (قتال ناحق ہے) اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا اور تم سب کے سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب کے سب تم سے لڑتے ہیں۔ اورجان رکھو کہ خدا پرہیزگاروں کے ساتھ ہے"۔

(ب) امام احمدؒ ، بخاریؒ، مسلمؒ ، ابوداوٗدؒ ، ابن منذرؒ، ابن ابی حاتمؒ، ابوالشیخ، ابن مردویہؒ اور بیہقیؒ نے شعب

(أ) مسند احمد، مسند الشامیین، حدیث شداد بن اوس، رقم: ۱۷۱۳۷؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۷، ص ۲۹۰، رقم:۷۱۶۶۔(حکم):مسند احمد کے محققین نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔

(ب) مسند احمد، مسند البصریین، حدیث ابی بکرۃ نفیع بن الحارث، رقم: ۲۰۳۸۶؛ صحیح بخاری کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی سبع ارضین، رقم: ۳۰۲۵، ۴۱۴۴، ۴۳۸۵، ۵۰۲۳۰، ۷۰۰۹؛ صحیح مسلم، کتاب القسامۃ والمحاربین، باب: تغلیظ تحریم الدماء، رقم: ۱۶۷۹؛ صحیح سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب الاشہر الحرم، رقم: ۱۹۴۷؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبہ،رقم: ۱۰۰۹۹؛ البیہقی، کتاب الصیام، رقم: ۳۵۲۴۔

الایمان میں ابوبکرہ (ا) رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے حج کے دوران خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: آگاہ ہوجاؤ جس دن سے اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق فرمایا ہے زمانہ اپنی اسی حالت کی طرح چل رہا ہے۔ سال کے بارہ مہینے ہیں۔ ان میں سے چار عزت والے ہیں۔ تین مسلسل اور لگاتار ہیں یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور مضر کا وہ رجب جو کہ جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔

(أ) بزار، ابن جریر اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک جس دن سے اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی ہے زمانہ اسی طرح گردش کناں ہے۔ ان میں سے چار عزت والے مہینے ہیں۔تین مسلسل ہیں اور ایک مضر کا رجب ہے جو کہ جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔

(ب) امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایام تشریق کے دوران منیٰ کے مقام پر خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: اے لوگو! بے شک زمانہ گردش کناں ہے اور وہ آج بھی اسی طرح ہے جیسا کہ اس دن تھا جب اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ بلاشبہ اللہ تعالی کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ ان میں سے چار عزت والے ہیں ۔ ان میں سے پہلا مضر کا رجب ہے جو کہ جمادی اور شعبان کے درمیان ہے اور علاوہ ازیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہیں۔

(ج) امام ابن منذر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! بلاشبہ زمانہ اسی دن کی طرح گردش کر رہا ہے جس دن اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی۔ ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین مسلسل ہیں اور ایک مضر کا رجب

(أ) مسند البزار میں روایت نہیں ملی؛ تفسیر الطبری، سورۃ التوبہ، رقم: ۱۶۶۸۵۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبہ، رقم: ۱۶۶۸۴؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبہ، رقم: ۱۰۰۹۶؛ ابن مردویہ کی روایت تفسیر ابن کثیر، سورۃ التوبہ، ج ۴، ص ۱۴۵، میں ملی۔

(ج) ابن مردویہ کی یہ روایت ۔ جیسا کہ: الزیلعی، تخریج احادیث الکشاف، ج ۲، ص ۷۴، ۷۵۔

(ا) ابوبکرۃ نفیع بن الحارث بن کلدۃ الثقفی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ کسی نے مسروح اور کسی نے نفیع بن مسروح کہا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرۃ اور ابو برزۃ کے درمیان مواخات کرائی تھی۔ جنگ صفین میں کسی فریق کا ساتھ نہیں دیا۔ کثیر جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ انہوں نے ۵۱ یا ۵۲ھ میں بصری میں وفات پائی۔ ان سے ۱۳۲ احادیث مروی ہے۔ دیکھیں: الدولابی، الکنی والاسماء، ج ۱، ص ۳۴، رقم: ۳۲؛ ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۵۹، رقم: ۳۲؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۴، ص ۱۷۸، رقم: ۲۹۰۷۔

حرمت والا ہے۔ آگاہ رہو! نسئ (یعنی مہینوں کی تعداد میں ایک کا اضافہ کرنا) کفر میں زیادتی ہے۔اس کے سبب کفر کرنے والے (صراط مستقیم سے) بھٹکا تے اور گمراہ کرتے ہیں۔

(أ) امام احمد، الباوردی اور ابن مردویہ نے ابوحزہ رقاشی(ا) سے اور انہوں نے اپنے چچا سے جو کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ایام تشریق کے دوران میں رسول اللہ ﷺ کی ناقہ کی لگام پکڑے ہوئے تھا اور لوگوں کو آپ سے دور ہٹا رہا تھا کہ اس دوران آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ تم کون سے شہر (مہینے) میں ہو، تم کون سے دن میں ہواور تم کون سے شہر میں ہو؟ تو لوگوں نے عرض کی: عزت والے دن میں، عزت والے مہینے اور عزت والے شہر میں ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک تمارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسا کہ تمہارے لیے آج کے دن کی حرمت اس مہینے اور اس شہر میں اس دن تک ہے جس سے تم جاملوگے (یوم قیامت تک ہے)۔ پھر فرمایا مجھ سے غور سے سنو۔ زندگی گزارو مگر خبردار! ایک دوسرے کے ساتھ ظلم نہ کرو، خبردار! ایک دوسرے کے ساتھ ظلم نہ کرو۔ بلاشبہ کسی آدمی کا مال حلال نہیں ہوتا مگر اس کی رضا مندی کے ساتھ۔ آگاہ رہو! زمانہ جاہلیت کا ہر خون، مال اور شرف یوم قیامت تک میرے قدموں کے نیچے ہے۔ بلاشبہ سب سے پہلے ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کا خون چھوڑا جائے گا، وہ بنی لیث میں دودھ پلانے والی عورت تلاش کرنے گئے تھے اور ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔ آگاہ رہو! زمانہ جاہلیت کا تمام سودختم کر دیا گیا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے، سب سے پہلے عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا سودختم کیا جائے گا۔ تمہارے لیے اپنے اصلی مال ہیں، تم نہ ظلم کروگے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ متنبہ رہو جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق فرمایا ہے زمانہ اسی دن کی طرح آج بھی گردش کر رہاہے۔ خبردار! اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد کتاب اللہ میں بارہ مہینے ہے جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے۔ان میں سے چارعزت والے ہیں۔ یہی دین قیم ہے۔ پس تم ان میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو۔ آگاہ ہو! تم میرے بعد کفار کی

(أ) مسند احمد، مسند البصریین، حدیث عم ابی حرۃ الرقاشی، رقم: ۲۰۶۹۵۔ **(حکم)**: مسند احمد کے محققین نے اس روایت کو صحیح لغیرہ مقطوع کیا ہے اور اس کے اسناد کو علی بن زید کی ضعف کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔

(ا) الدر المنثور میں ابو حزہ الرقاشی ہے جبکہ اصل میں ابو حرۃ الرقاشی ہے۔ ابو حرۃ کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض روایات کے مطابق حنیفۃ یا حکیم ہے لیکن کنیت سے زیادہ مشہور ہوئے۔ ان سے سلمہ بن دینار، علی بن زید بن جدعان اور یحییٰ بن سعید القطان نے روایت لی ہے۔ امام احمد اور الدارقطنی نے انہیں تدلیس کے وصف سے موصوف کیا ہے۔ یحییٰ بن معین نے انہیں ضعیف کہا ہے۔ دیکھیں: ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۳، ص ۳۱۶، رقم: ۱۴۱۷؛ ابن حجر، طبقات المدلسین، ص ۴۸، رقم: ۱۱۵۔

طرف نہیں لوٹو گے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ خبردار! بلاشبہ شیطان اس سے مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرۂ عرب میں اس کی عبادت اور پوجا کی جائے گی۔ لیکن وہ لوگوں کے درمیان (دنیا کی اتنی) حرص پیدا کر دے گا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے۔ فرمایا عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ وہ تمہارے پاس تمہاری معاون و مددگار ہیں۔ وہ اپنی ذاتوں کے لیے کسی شے کی مالک نہیں ہو گی۔ بے شک ان کا تم پر حق ہے اور تمہارا ان پر حق ہے۔ وہ تمہارے بستروں پر تمہارے سوا کسی سے وطی نہ کروائیں۔ تمہارے گھروں میں وہ کسی ایسے آدمی کو آنے کی اجازت نہ دیں جسے تم پسند نہیں کرتے ہو۔ پس اگر تمہیں ان کی نافرمانی کا خوف ہو، تو انہیں نصیحت کرو اور انہیں بستروں سے دور ہٹا دو اور انہیں اس انداز سے مارو جو ان کے لیے اذیت ناک نہ ہو۔ ان کا نفقہ اور ان کا لباس اچھے انداز سے انہیں مہیا کرو۔ انہیں تم نے اللہ تعالیٰ کی امانت کے طور پر لیا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کے ساتھ ان کی شرم گاہوں کو حلال کر رکھا ہے۔ خبردار! جس کے پاس کوئی امانت ہوتو وہ اسے اس تک پہنچادے جس نے اس کو اس پر امین بنایا اور اپنا ہاتھ پھیلایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں نے پیغام پہنچادیا ہے۔ آگاہ رہو میں نے یقیناً پہنچا دیا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: حاضر کو چاہیے کہ وہ غائب تک ان باتوں کو پہنچادے کیونکہ بسااوقات جن تک پیغام پہنچایا جائے وہ سننے والے سے زیادہ سعادت مند ہوتے ہیں۔

(أ) سعیدبن منصور اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مِنْهَـآ أَرْبَعَةٌ حُـرُمٌ کی تفسیر میں فرمایا: ان چارمہینوں سے مراد رجب، ذوالقعد، ذوالحجہ اور محرم ہیں۔

(ب) ابوالشیخ نے ضحاک ؒ سے یہ قول نقل کیاہے کہ ان مہینوں کو حرام اس لیے کہا گیا ہے تا کہ ان میں جنگ نہ ہو۔

(ج) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے **ذلک الـدین القیم** کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد مضبوط فیصلہ ہے۔

(أ) التفسیر من سنن سعید بن منصور، ص ۱۵۴، رقم: ۹۶۱۔

(ب) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی ۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبہ، رقم: ۱۰۰۰۱۔

(أ) امام ابوداؤد اور بیہقی نے شعب الایمان میں مجیبۃ الباہلی(۱) سے انہوں نے اپنے باپ سے یا اپنے چچا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر چلے گئے اور ایک سال کے بعد پھر حاضر ہوئے تو ان کی حالت وکیفیت بدل چکی تھی۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا : تو کون ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں وہی باہلی ہوں جو پہلے سال آیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے کس نے بدل دیا ہے حالانکہ تو بہت حسین اور اچھی حالت میں تھا؟ عرض کی: میں جب سے آپ سے جدا ہوا تھوڑے سے کھانے کے سوا میں نے کچھ نہیں کھایا پس رسول للہ ﷺ نے فرمایا: تو نے اپنے آپ کو کیوں عذاب دیا ہے؟ پھر ارشادفرمایا: ماہ صبر کے روزہ رکھ اور ہر مہینے میں ایک دن روزہ رکھا کر۔ انہوں نے عرض کی: اور اضافہ فرمایئے کیونکہ میں زیادہ کی قوت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دودن روزہ رکھا کر ۔ انہوں نے عرض کی: اور اضافہ فرمایئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا : تین دن روزے رکھ۔ انہوں نے عرض کی: اور اضافہ کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عزت والے مہینوں میں روزے رکھ اور پھر چھوڑ دے۔ حرمت والے مہینوں میں روزے رکھ اور چھوڑ دے۔ آپ ﷺ نے اپنی تین انگلیوں کے ساتھ اشارہ کرکے مذکورہ ارشادفرمایا: پس آپ نے پہلے انہیں ملایا، پھر انہیں چھوڑ دیا۔

(ب) امام طبرانی نے الاوسط میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے حرمت والے مہینے میں جمعرات، جمعہ اور ہفتے کے دن کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دو سال کی عبادت لکھ دے گا۔

(أ) سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب فی صوم اشہر الحرم، رقم: ۲۴۲۸؛ البیہقی، شعب الایمان، کتاب الصیام، باب صوم ستۃ ایام من شوال، رقم: ۳۴۶۳۔ **(حکم)** : شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے: دیکھیں: ضعیف ابی داؤد، ص ۲۴۰، رقم: ۵۲۶۔

(ب) الطبرانی، المعجم الاوسط، ج ۲، ص ۲۱۹، رقم: ۱۷۸۹۔**(حکم)**: شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھیں: البانی ، السلسلۃ الضعیفۃ، رقم: ۴۶۱۱۔

(۱)مجیبۃ الباہلی:الدر المنثور میں "محسبیۃ الباہلی" ہے جبکہ کتب التخریج سنن ابی داؤد اور شعب الایمان میں مجیبۃ الباھلی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ صحابیہ ہے۔ اپنے والد اور چچا سے روایت کرتی ہیں جب کہ ان سے ابو السلیل ضریب بن نقیر نے روایت لی ہے۔ دیکھیں: ابو نعیم،معرفۃ الصحابۃ، ج ۶، ص ۳۰۷۰؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۱۸۱، رقم: ۷۶۷۲۔

(أ) امام مسلم اور ابوداؤد نے عثمان بن حکیم(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے سعید بن جبیر سے رجب کے روزوں کے بارے میں پوچھا: تو انہوں نے جواب دیا مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ روزے رکھا کرتے تھے یہاں تک کہ ہم یہ کہنے لگتے اب آپ افطار نہیں کریں گے اور آپ ﷺ افطار کرتے حتی کہ ہم کہنے لگتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔

(ب) امام بیہقی نے انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رجب کے ایک دن کا روزہ رکھا تو وہ ایک سال کے روزے کے برابر ہے۔ اور جس نے سات دن روزے رکھے اس کے لیے جہنم کے سات دروازے بند کردیے گئے۔جس نے آٹھ دن روزے رکھے اس کے لیے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیے گئے اورجس کسی نے دس دن روزے رکھے اس نے اللہ تعالیٰ سے جس شے کے بارے میں سوال کیا اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا فرمادے گا، جس نے پندرہ دن روزے رکھے تو آسمان سے ندا دینے والا ندا دیتا ہے، تیرے سابقہ گناہ بخش دیے گئے پس نیا عمل کر تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کردیا جائے گا۔جس کسی نے اضافہ کیا اللہ تعالیٰ اس میں اضافہ فرمادیتا ہے۔رجب کے مہینے میں نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے۔نوح علیہ السلام نے خود بھی روزہ رکھا تھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔پھر کشتی انھیں لے کر چھ ماہ تک (محرم کی دس تاریخ تک) چلتی رہی۔

(أ) سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب فی صوم المحرم، رقم: ۲۴۳۰؛ صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غیر رمضان، رقم: ۱۱۵۷۔

(ب) البیہقی، شعب الایمان، کتاب الصیام، رقم: ۳۵۲۰۔

(۱) عثمان بن حکیم بن عباد بن حنیف، ابو سہل انصاری، مدنی، کوفی صغار تابعین میں سے ہیں۔ انہوں نے عبداللہ بن سرجس، ابو امامہ بن سہل اور سعید بن المسیب سے استفادہ کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں الثوری، شریک، ہشیم، عبداللہ بن نمیر، وغیرہ شامل ہیں۔ امام ذہبی نے انہیں ثقہ، ثبت، زاہد اور عابد لکھا ہے۔ دیکھیں: الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۸، ص ۴۸۳؛ مغلطای بن قلیج، اکمال تہذیب الکمال، ج ۹، ص ۱۴۰، رقم: ۳۵۸۹۔

(أ) امام بیہقی اور اصبہانی نے ابوقلابہ (۱) سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رجب کے روزے رکھنے والوں کے لیے جنت میں ایک محل ہے۔ بیہقی نے کہا ہے کہ ابوقلابہ تابعین میں سے ہیں اور یہ روایت ان پرموقوف ہے۔ اور وہ اس کی مثل روایت تب ہی بیان کرتے ہیں جب انہیں ان سے اوپر والا ان سے سن کر خبر دے جن پر وحی نازل ہوتی ہے (یعنی جب انہیں صحابی رسول اللہ ﷺ سے سن کر خبر دے)۔

(ب) امام بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کے بعد رجب اور شعبان کے سوا روزے نہیں رکھے۔ علامہ بیہقی نے کہا یہ روایت ضعیف ہے۔

(ج) امام بیہقی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رجب شہر اللہ ہے اور اسے شہر الاصم کہا جاتا ہے۔ جب رجب کا مہینہ آتا تو زمانہ جاہلیت کے لوگ اپنے ہتھیار بیکار چھوڑ دیتے اور انہیں رکھ دیتے اور لوگ سو جاتے تھے۔ راستے پر امن ہو جاتے اور اس کے گزرنے تک وہ آپس میں ایک دوسرے سے خوف زدہ نہیں رہتے تھے۔ آپ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(د) امام بیہقی نے قیس بن ابی حازم (۲) سے یہ قول بیان کیا ہے: اپنے دلوں میں رجب کی انتہائی حرمت

(أ) البیہقی، شعب الایمان، کتاب الصیام، رقم: ۳۵۲۱۔ (ب) البیہقی، شعب الایمان، کتاب الصیام، رقم: ۳۵۲۲۔

(ج) البیہقی، شعب الایمان، کتاب الصیام، رقم: ۳۵۲۳۔

(د) البیہقی، شعب الایمان، کتاب الصیام، باب تخصیص شہر رجب، رقم: ۳۵۲۶۔

(۱) ابو قلابۃ جرمیؒ البصری کا نام عبداللہ بن زید بن عمر بن نابل بصرہ کے ممتاز تابعین میں سے تھے۔ حدیث کا ان کو خاص ذوق تھا اور اس کی بڑی جستجو رہتی تھی۔ ابن سعد نے ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث لکھا ہے۔ صحابہ میں انہوں نے سمرۃ بن جندبؓ، انس بن مالکؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ وغیرہ سے استفادہ کیا۔ ان کے تلامذہ میں ایوب، ابو رجاء یحییٰ بن ابی کثیر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے ۱۰۴ھ یا ۱۰۷ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۴۲، رقم: ۸۵؛ الدارقطنی، ذکر اسماء التابعین، ج ۱، ص ۱۹۰، رقم: ۴۹۵؛ العجلی، تاریخ الثقات، ص ۲۵۷، رقم: ۸۱۳؛ الکاشف، الذہبی، ج ۲، ص ۷۹، رقم: ۲۷۶۲۔

(۲) قیس بن ابی حازم: ابو عبید اللہ البجلی کوفہ کے کبار علماء میں سے تھے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کے لیے نکلے ہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی انہوں نے صحابہ میں ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، معاذؓ، خالد بن الولیدؓ، ابن مسعودؓ سے استفادہ کیا۔ ان سے ابو اسحاق، بیان بن بشیر، الأعمش نے روایتیں کی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، عبداللہ بن رواحۃ، ابو درداء، عقبہ بن عامر سے ان کی روایت مرسل ہوتی ہے۔ انہوں نے ۱۰۰ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۲، ص ۴۵۷، ۴۵۸؛ ابو سعید العلائی، جامع التحصیل فی احکام المراسیل، ص ۲۵۷، رقم: ۶۴۰؛ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۴، ص ۱۹۸، رقم: ۸۱۔

ہونے کے سبب زمانۂ جاہلیت میں ہم اسے الأصم کہا کرتے تھے۔

(أ) امام بخاری اور بیہقی نے ابورجاء عطاردی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔جب رجب آتا تو ہم دورجاہلیت میں کہا کرتے تھے: نیزوں کے پھل نکالنے والا آگیا۔ ہم کسی تیر میں کوئی لوہا نہیں چھوڑیں گے اور نہ ہی کسی نیزے میں کوئی لوہا چھوڑیں گے مگر یہ کہ ہم اسے اتارکر پھینک دیں گے۔

(ب) امام بیہقی نے قیس بن ابی حازم سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم دورجاہلیت میں رجب کو اس کی شدید حرمت کے سبب لأصم کہا کرتے تھے۔

(ج) امام بیہقی نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رجب میں ایک دن اور ایک رات ہے جو کوئی اس دن میں روزہ رکھے اور اس رات کو قیام کرے تو وہ اس آدمی کی طرح ہے جس نے سوسال تک روزے رکھے اور سوسال تک قیام کیا اور اس سے مراد وہ دن ہے جب کہ رجب کے تین دن باقی ہوں (یعنی ستائیسویں رجب) اس دن اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا: علامہ بیہقی نے اس روایت کو ضعیف قراردیا۔

(د) امام بیہقیؒ نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ رجب میں ایک رات ہے جس میں اعمال صالحہ کرنے والے کے لیے سوبرس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس سے مراد وہ رات ہے جب کہ رجب کے تین دن باقی ہوں (ستائیسویں کی رات) پس جس کسی نے اس میں بارہ رکعتیں نوافل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ قرآن کریم کی کوئی سورت پڑھتا رہا اور ہر دورکعت پر تشہد کیا اور ان کے آخر میں سلام پھیر دیا، پھر سو بار یہ پڑھا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پھر سوبار اللہ سے استغفار کیا، پھر سو بار نبی کریم ﷺ پر درود پاک پڑھا تو وہ امور دنیا اور امور آخرت میں سے جو چاہے اپنے لیے مانگے۔ پھر صبح کو روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کی ہر دعا کو قبول فرمائے گا بشرطیکہ وہ معصیت اور گناہ کی دعا نہ ہو۔ علامہ بیہقی نے کہا: یہ روایت ماقبل روایت کی نسبت زیادہ ضعیف ہے۔

(أ) صحیح بخاری ، کتاب المغازی، باب وفد بني حنیفة و حدیث ثمامة بن اثال، رقم: ۴۱۱۷؛ البیہقی، شعب الایمان، کتاب الصیام، باب تخصیص شہر رجب بالذکر، رقم: ۳۵۲۷۔

(ب) البیہقی، شعب الایمان، کتاب الصیام، باب تخصیص شہر رجب بالذکر، رقم: ۳۵۲۶۔

(ج) البیہقی، شعب الایمان، کتاب الصیام، باب تخصیص شہر رجب بالذکر، رقم: ۳۵۳۰۔

(د) البیہقی، شعب الایمان، کتاب الصیام، باب تخصیص شہر رجب بالذکر، رقم: ۳۵۳۱۔

(أ) امام بیہقی نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ مہینوں میں سے رجب کا مہینہ انتہائی حیران کن ہے۔ وہ اللہ کا مہینہ ہے جو رجب کے مہینے کی تعظیم کرے گا گو یا اس نے اللہ تعالی کے امر کی تعظیم کی اور جو اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے نعمتوں بھری جنتوں میں داخل فرمائے گا اور اس کے لیے اپنی عظیم رضا واجب کر دے گا اور شعبان میرا مہینہ ہے سو جس نے شعبان کے مہینہ کی تعظیم کی تو اس نے میرے امر کی تعظیم کی اور جو میرے امر کی تعظیم کرے گا تو میں قیامت کے دن اس کے لیے پہلے پہنچنے والا اور ذخیرہ کرنے والا ہوں ۔اور رمضان المبارک کا مہینہ میری امت کا مہینہ ہے پس جس کسی نے رمضان المبارک کی تعظیم کی اور اس کی حرمت کی پاسداری کی اور اس کی بے حرمتی نہ کی، اس کے دنوں کو روزہ رکھا اور رات کو قیام کیا اور اپنے اعضاء کی حفاظت کی تو وہ رمضان المبارک سے اس طرح الوداع ہوگا کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا جس کے سبب اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ کرے گا۔

(ب) ابن ماجہ اور بیہقی نے ابن عباسؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکمل رجب کے روزے رکھنے سے منع فرمایا۔ بیہقی نے کہا ہے یہ روایت ضعیف ہے۔

(ج) امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مجاہدؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انھوں نے إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِي كِتَابِ اللَّهِ کے ضمن میں فرمایا: اس سے اس نسی کا شر اور برائی پہچانی جاسکتی ہے جو قصاص سے کم ہو۔

(د) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے پھر ان میں سے چار مہینوں کو مختص کر لیا اور انہیں عزت والا بنا دیا اور ان کی حرمت کو عظیم قرار دیا۔ ان مہینوں میں گناہ کو بھی بہت بڑا بنا دیا اور عمل صالح اور اجر کو بھی انتہائی عظیم قرار دیا۔ پس تم ان تمام مہینوں میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو اور تمام مشرکوں سے جنگ اور قتال کرو۔

(أ) البیہقی، شعب الایمان، کتاب الصیام، باب تخصیص شہر رجب بالذکر، رقم: ۳۵۳۲۔

(ب) سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب صیام اشہر الحرم، رقم: ۱۷۴۳؛ البیہقی، شعب الایمان، کتاب الصیام، باب تخصیص شہر رجب بالذکر، رقم: ۳۵۳۳۔ **(حکم)**: شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف جداً کہا ہے۔ دیکھیں: البانی، ضعیف سنن ابن ماجہ، رقم: ۳۸۰۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۹۷۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۰۰، ۱۰۰۰۹، ۱۰۰۱۱؛ البیہقی، شعب الایمان، کتاب الصیام، باب تخصیص شہر رجب بالذکر، رقم: ۳۵۴۵۔

(أ) امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہؓ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فَلاَ تَظْلِمُواْ فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ کے ضمن میں فرمایا: شہر حرام میں ظلم وزیادتی کرنا اس کے علاوہ کسی دوسرے مہینے میں ظلم وزیادتی کرنا اس کے علاوہ کسی دوسرے مہینے میں ظلم کی نسبت بہت بڑا گناہ اورباریک بوجھ ہے اگرچہ ظلم ہرحال میں شدید ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جسے حکم دیا اور اس کے لیے جتناچاہے اسے بڑا اور شدیدبنادیتاہے اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے خاص اور پسندیدہ کو چن لیا ہے۔ اس نے ملائکہ میں سے رسل کو منتخب فرمایا ہے اور لوگوں میں سے رسولوں کو اور کلام میں سے اپنے ذکر کو چن لیا ہے، زمین میں سے مساجد کو منتخب فرمالیا ہے اور مہینوں میں سے رمضان المبارک کو چن لیا ہے۔ دنوں میں سے جمعۃ المبارک کا دن منتخب فرمایا ہے اور راتوں میں سے لیلۃ القدر کو چن لیا ہے۔ پس تم ان کی تعظیم کرو جن کو اللہ تعالیٰ نے عظیم بنایا۔ کیونکہ جن امور کو اللہ تعالیٰ نے عظیم بنایا ہے ان کی تعظیم کر نا اہل عقل وفہم کے نزدیک (جائز اور لازم) ہے۔

(ب) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَلاَ تَظْلِمُواْ فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ کے ضمن میں فرمایا: پس تم تمام کے تمام مہینوں میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو۔

(ج) امام ابن ابی حاتم نے اسی ارشاد کے ضمن میں ابن زید سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ظلم سے مراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا عمل کرنا اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کو ترک کرنا ہے۔

(د) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً کے بارے میں مقاتلؒ نے کہا کہ: اس آیت نے ان تمام آیات کومنسوخ کردیاہے، جن میں رخصت ہے۔

(ھ) امام بیہقی نے شعب الایمان میں کعب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہروں کو پسند فرمایا ہے اور ان میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ شہر البلدالحرام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے زمانے کو پسند فرمایا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے سب سے پسندیدہ زمانہ اشہر حرم ہیں۔ اور ان عزت والے مہینوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ مہینہ ذوالحجہ ہے۔ اور ذوالحجہ میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اس کا پہلا عشرہ ہے۔ اور

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۱۰۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم:۱۰۰۰۸۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم:۱۰۰۰۷۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم:۱۰۰۱۲۔

(ھ) البیہقی، شعب الایمان، کتاب الصیام، باب صوم ستۃ ایام من شوال، رقم: ۳۴۶۵۔

اللہ تعالٰی نے دنوں کو پسند فرمایا اور دنوں میں سے اللہ تعالٰی کے نزدیک محبوب ترین دن جمعۃ المبارک کا دن ہے۔ اور راتوں میں سے اللہ تعالٰی کے نزدیک محبوب ترین رات لیلۃالقدر ہے اور اللہ تعالٰی نے رات اوردن کی ساعتوں کوبھی پسندفرمایاہے اور ان ساعتوں میں سے اللہ تعالٰی کے محبوب ترین ساعتیں فرض نمازوں کی ساعتیں ہیں۔ اور اللہ تعالٰی نے کلام کو بھی پسندفرمایا اور اللہ تعالٰی کے نزدیک محبوب کلام لا الہ الا اللہ، و اللہ اکبر، سبحان اللہ اور الحمد للہ ہے ۔

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَاماً وَيُحَرِّمُونَهُ عَاماً لِّيُوَاطِؤُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (37)

''امن کے کسی مہینے کوہٹاکر آگے پیچھے کردینا کفرمیں اضافہ کرتا ہے۔ اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں۔ایک سال تو اس کوحلال سمجھ لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام تاکہ ادب کے مہینوں کی جو خدانے مقرر کیے ہیں گنتی پوری کرلیں اور جوخدانے منع کیاہے اس کوجائز کرلیں۔ ان کے برے اعمال ان کو بھلے دکھائی دیتے ہیں۔اور خداکافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا''۔

(أ) طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے عمر و بن شعیب سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: عرب ایک سال ایک مہینے کو حلال قرار دیتے تھے اور ایک سال دو مہینوں کو اور وہ پچیس سال میں صرف ایک بار حج صحیح وقت پر کرتے تھے ۔ اور یہی وہ نسی ہے جس کا ذکر اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب میں فرمایا ۔ جب حج اکبر کا سال تھا پھر آئندہ سال رسول اللہ ﷺ نے حج ادا فرمایا تو لوگ چاندوں کی طرف متوجہ ہوئے۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ زمانہ اسی حالت پر گھوم کر پہنچ گیا ہے جس دن اللہ تعالٰی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ عقبہ پرٹھہرے اورفرمایا: بے شک نسی شیطان کی جانب سے ہے۔ **زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَاماً** پس وہ محرم کو ایک سال حرام قرار دیتے تھے اور ایک سال صفر کو حرام قرار دیتے تھے اورمحرم کو حلال کر دیتے تھے اورنسی سے یہی مراد ہے۔

(ج) ابن جریر ، ابن منذر ، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا

(أ) الطبرانی، المعجم الاوسط، ج ۳، ص ۱۹۶، رقم: ۲۹۰۹۔(حکم):امام الہیثمی نے کہا: اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ الھیثمی، مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب سورۃ براءۃ، رقم: ۱۱۰۳۸۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم:۱۰۰۱۴، ۱۰۰۱۹۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۱۵؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم:۱۰۰۱۵۔

ہے کہ آپ نے فرمایا: جنادہ بن عوف کنانی (۱) ہر سال حاجیوں کے اجتماع میں آتا تھا۔ اس کی کنیت ابوثمادہ تھی اور یہ اعلان کرتا تھا خبردار آگاہ رہو کہ ابو ثمادہ کو نہ ڈرایا جاسکتا ہے اور نہ اسے کوئی عیب دیا جاسکتا ہے۔ جان لو صفر اول (محرم) حلال ہے۔ عربوں کے بعض گروہ جب اپنے دشمنوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتے تو وہ اس کے پاس آتے اور کہتے: ہمارے لیے اس مہینے کو حلال کردو۔ ان کی مراد صفر ہوتی اور عرب اشہر حرام میں جنگ نہیں لڑتے تھے۔ پس وہ ان کے لیے ایک سال اسے حلال قرار دیتا اور دوسرے سال اسے ان پر حرام کر دیتا اور آئندہ سال محرم کو حلال قرار دیتا۔ اور لِّيُوَاطِـُٔوا۟ عِـدَّةَ مَا حَرَّمَ ٱللَّهُ کے ضمن میں آپ فرماتے ہیں تاکہ وہ حرام مہینوں کی تعداد چار بنادیں مگر یہ کہ ایک سال وہ صفر کو حلال قرار دیتے اور ایک سال حرام قرار دیتے۔

(اُ) امام ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: نساۃ بنی مالک کا ایک قبیلہ تھا اور بنی مالک بنی تمیم میں سے کنانہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا آخری آدمی جسے القلمس کہا جاتا ہے اس نے محرم کو پیچھے ہٹا دیا۔ وہ بادشاہ تھا۔ وہ ایک سال اسے حلال قرار دیتا تھا اور ایک سال حرام قرار دیتا تھا۔ جب وہ اسے حرام قرار دیتا تو تین مہینے لگاتار ہوتے یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔ یہی وہ تعداد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں حرام کی۔ اور جب وہ اسے حلال قرار دیتا تو اس کی جگہ صفر کو حرام مہینوں میں داخل کر دیتا تاکہ تعداد پوری کردے اور کہتا میں نے چار مکمل کر دیے ہیں جیسا کہ وہ تھے۔ کیونکہ میں نے ایک مہینے حلال قرار دے کر اس کی جگہ ایک مہینے کو حرام قرار دیا ہے۔ پس اس عرب پر قلمس کی بادشاہی کا قبضہ تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور لگاتار تین مہینوں کو اشہر حرام قرار دیا۔ اور ایک مضر کا مہینہ رجب ہے جو کہ جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔

(اُ) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) جنادہ بن عوف کنانی: ابو ثمامۃ وہ آخری شخص ہے جنہوں نے اسلام آنے کے بعد مہینوں کی ترتیب میں تقدیم و تاخیر یعنی نسی کیا۔ مجاہدؒ کے قول کے مطابق سب سے پہلے نسی کرنے والا حارث بن ثعلبۃ کنانی ہے جبکہ آخری شخص جنادہ بن عوف کنانی ہے۔ ان کے اسلام قبول کرنے میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق وہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حج کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ دیکھیں: ابن حجر، الاصابۃ، ج ۱، ص ۵۰۵، رقم: ۱۲۰۹۔

(أ) ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ابووائل(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ کی تفسیر میں کہا ہے۔ کہ یہ آیت بنی کنانہ کے ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی جسے نسی کہا جاتا تھا وہ محرم کو صفر بنا دیتا تھا تا کہ وہ اس میں جنگوں کو حلال قرار دے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ابووائل سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: الناسی بنی کنانہ کا ایک صاحب رائے آدمی تھا وہ اس کی رائے کے پیش نظر اسے اپنا سردار تسلیم کرتے تھے۔ وہ ایک سال محرم کو صفر بنا دیتا تھا اور اس میں وہ غارت گری کرتے تھے، جنگ کو حلال سمجھتے تھے، وہ حملے کرتے اور مال غنیمت حاصل کرتے تھے اور ایک سال وہ اسے حرام قرار دیتا تھا۔

(ج) ابن منذر نے قتادہؓ سے إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ گمراہ لوگوں میں سے بعض نے قصد کیا اورحرمت والے مہینوں میں صفرکا اضافہ کر دیا۔ ان میں سے کوئی کہنے والا حج کے اجتماع میں کھڑا ہو کر کہتا۔ تمہارے الٰہوں نے صفر کو حرام قرار دیا ہے تو وہ اس سال حرام قرار دیتے۔ دونوں مہینوں کو صفران کہا جاتا تھا۔ اور سب سے پہلے کنانہ میں سے بنو مالک نے حرمت والے مہینوں کو پیچھے ہٹایا۔ وہ تین آدمی تھے۔ ابوثمامہ صفوان بن امیہ، بنی تمیم بن حارث میں سے ایک، پھر ایک بنی کنانہ سے۔

(د) عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بوالشیخ نے مجاہدؒ سے مذکورہ ارشاد کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالی نے ذوالحجہ میں حج فرض قرار دیا۔ مشرکین مہینوں کے نام اس طرح شمار کرتے تھے : ذوالحجہ، محرم ، صفر، ربیع، ربیع، جمادی، جمادی ، رجب ، شعبان، رمضان ، شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ۔ پھر وہ اس میں حج کرتے تھے پھر وہ محرم سے خاموش ہو جاتے اور اس کا ذکرنہیں کرتے تھے۔۔ پھر وہ لوٹتے اور اس طرح نام لیتے صفر، صفر، بعدازاں وہ

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم:۱۰۰۱۷۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم:۱۰۰۱۶۔

(ج) ابن المنذر کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) عبدالرزاق الصعانی، تفسیر الصعانی، ج ۱، ص ۲۷۵، ۲۷۶؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۲۱۔

(۱) ابو وائل: بن سلمہ الاسدی کا نام شقیق تھا۔ بروایت صحیح تابعی ہیں۔ صحابہ میں انہوں نے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، معاویہؓ، معاذ بن جبلؓ، ابن مسعودؓ جیسے اکابر صحابہ اور حفاظ حدیث سے روایتیں کی ہیں۔ شعبی، عام، اعمش، عمرو بن مرہ نے ان سے فیض پایا تھا۔ ان کی توثیق اور جلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ انہوں نے ۸۲ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: الدارقطنی، ذکر اسماء التابعین، ج ۱، ص ۱۷۱، رقم: ۴۴۹؛ الدولابی، الکنی والاسماء، ج ۲، ص ۳۱۷، رقم: ۱۹۷۴؛ العجلی، تاریخ الثقات، ص ۲۲۱، رقم: ۶۷۳؛ ابن حجر، تقریب التھذیب، ج ۱، ص ۳۴۰، رقم: ۳۱۱۴

نام بیان کرتے۔ رجب جمادی الآخر۔ پھر نام لیتے شعبان رمضان اور رمضان شوال اور وہ نام لیتے ذوالقعدہ شوال۔ پھر کہا کرتے ذوالحجہ ذوالقعدہ۔ پھر ذکر کرتے محرم ذوالحجہ۔ پھر وہ اس میں حج کرتے تھے۔ ان کے نزدیک اس کا نام ذوالحجہ تھا۔ پھر وہ اسی بیان کے مطابق اعادہ کرتے۔ اور ہر مہینے میں وہ اس سال حج کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دوسرا حج اس سال ذوالقعدہ میں آیا اور پھر جس سال نبی کریم ﷺ نے حج ادا فرمایا وہ ذوالحجہ کے موافق آیا تو اسی لیے اس کو نبی کریم ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: بلاشبہ زمانہ اپنی اسی دن کی ہیئت پر گھوم آیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق فرمایا۔

(أ) ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے: بنی کنانہ کا ایک آدمی تھا جسے جنادہ بن عوف کہا جاتا تھا اور اس کی کنیت ابوامامہ تھی۔ وہ مہینوں کو پیچھے ہٹانے لگا۔ عربوں پر یہ بڑا گراں اور دشوار ہوتا تھا کہ وہ مسلسل تین ماہ تک رکے رہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر حملہ آور نہ ہو چنانچہ جب وہ یہ ارادہ کرتا کہ کسی پر حملہ کرے تو وہ منیٰ میں کھڑا ہوتا اور خطبہ دیتا اور کہتا: بے شک میں نے محرم کو حلال کر دیا ہے اور اس کی جگہ صفر کو حرام قرار دیا ہے۔ نتیجۃً لوگ محرم میں آپس میں لڑتے رہتے تھے اور جب صفر آتا تو وہ پر امن ہو جاتے اور اپنے نیزے وغیرہ رکھ دیتے۔ پھر وہ آئندہ سال کھڑا ہوتا اور کہتا: بے شک میں نے صفر کو حلال کر دیا ہے اور محرم کو حرام قرار دیا ہے۔ پس وہ چار مہینوں کی گنتی پوری کرتے اور محرم کو حلال قرار دیتے۔

(ب) ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ مہینہ صفر ہے۔ ہوازن اور غطفان اسے ایک سال حلال قرار دیتے اور ایک سال اسے حرام قرار دیتے تھے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ (38)

''مؤمنو! تمھیں کیا ہوا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ خدا کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلو تو تم (کاہلی کے سبب) زمین پر گرے جاتے ہو (یعنی گھروں سے نکلنا نہیں چاہتے)۔ کیا تم آخرت (کی نعمتوں) کو چھوڑ کر دُنیا کی زندگی پر خوش ہو بیٹھے ہو۔ دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابل بہت ہی کم ہیں''۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۲۲۔

(ب) ابن مردویہ کی روایت دستیاب کتب میں نہیں ملی۔

(أ) سعید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے مذکورہ آیت کے بارے میں کہا: یہ آیت اس وقت کے بارے میں ہے جب انہیں فتح مکہ اور غزوۂ حنین کے بعد غزوۂ تبوک کا حکم دیا گیا۔ اللہ تعالٰی نے انہیں موسم گرما میں اس وقت نکلنے کا حکم فرمایا جب کہ زمین چٹیل تھی، پھل پکے ہوئے تھے اور وہ سایوں کے خواہش مند تھے اور نکلنا ان پر شاق اور دشوار تھا۔ تب اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی: انْفِرُوا خِفَافاً وَثِقَالاً۔[1]

(ب) حاکم نے مستورد (۲) رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہم نبی کریم ﷺ کے پاس تھے۔ تو لوگوں کے پاس تھے۔ تو لوگوں نے دنیا اور آخرت کے بارے میں مذاکرات کیے۔ ان میں سے بعض نے کہا: دنیا آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے، اس میں عمل ہے، اس میں نماز ہے اور اس میں زکٰوۃ بھی ہے۔ان میں سے دوسرے گروہ نے کہا آخرت بہتر ہے اس میں جنت ہے۔ اور لوگوں نے کہا جواللہ تعالٰی چاہے گا پھر رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال یہ ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی ایک سمندر کی طرف چل کر جاتا ہے اور اس میں اپنی انگلی ڈال دیتا ہے پس جو کچھ اس کے ساتھ نکلا وہی دنیا ہے۔

(ج) امام احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے اور ابن ماجہ نے مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواروں میں تھا۔ اچانک آپ ﷺ کا گزر بکری کے ایک مردہ بچے کے پاس سے ہوا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ یہ اپنے گھر والوں کے سامنے حقیر اور رسوا ہو گیا۔ تب انہوں نے اسے پھینک دیا صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس حقارت اور ذلت کی وجہ سے انھوں نے اسے پھینک دیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا یہ اپنے گھر والوں کے نزدیک حقیر اور ذلیل ہے اس سے کہیں بڑھ کر دنیا اللہ تعالٰی کے نزدیک حقیر و ذلیل ہے۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۷۱۹؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۲۶۔

(ب) الحاکم، المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۸۹۸۔**(حکم)**: مسند احمد کے محققین نے اس کے اسناد کو صحیح علی شرط مسلم کہا ہے۔ دیکھیں: مسند احمد، مسند الشامیین، حدیث المستورد بن شداد، رقم: ۱۸۰۱۲

(ج) مسند احمد، مسند الشامیین، حدیث المستورد بن شداد، رقم: ۱۸۰۱۳، ۱۸۰۲۰، ۱۸۰۲۱ ؛ سنن ترمذی، کتاب الزہد، باب ھوان الدنیا علی اللہ عزوجل، رقم: ۲۳۲۱ ؛ سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب مثل الدنیا، رقم: ۴۱۱۱ **(حکم)**: شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ دیکھیں: البانی، صحیح سنن ترمذی، رقم: ۱۸۹۰۔

(۱) التوبۃ: (۴۱)

(۲) المستورد بن شداد بن عمرو القرشی الفہری صحابی ہیں۔ اہل مکہ میں سے ہیں لیکن مدت تک کوفہ میں سکونت اختیار کی۔ فتح مصر میں حاضر ہوئے اور وہیں اسکندریہ میں ۴۵ھ (۶۶۵ م) کو فوت ہوئے۔ ان سے سات احادیث مروی ہیں۔ دیکھیں: ابن حجر، الاصابۃ، ج ۳، ص ۱۸۲۲، رقم: ۷۹۳۱؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۴، ص ۳۵، رقم: ۲۵۷۷؛ ابن قانع، معجم الصحابۃ، ج ۱۴، ص ۴۹۴۶۔

(أ) امام حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالٰی نے دنیا کو قلیل بنایا اور قلیل کے سوا اس میں سے کچھ باقی نہیں ۔ جیسا کہ ایک تالاب پر لومڑی ہو وہ اس کا صاف پانی پی لے اور گدلا پانی باقی رہ جائے۔

(ب) حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے حالانکہ آپ ﷺ چٹائی پر تھے اور پہلوؤں میں اس کے نشانات تھے۔ تو آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ ! ﷺ اگر آپ بستر بنا لیتے تو وہ اس سے کہیں بہتر اور ارجح ہوتا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ نہ میرا دنیا سے کوئی واسطہ ہے اور نہ دنیا کا مجھ سے کوئی واسطہ ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میری مثال اور اس دنیا کی مثال اس گھوڑ سوار کی ہے جو سخت گرم دن میں چلتا رہا۔ پھر اس نے ایک لحظہ کے لیے درخت کا سایہ حاصل کیا۔ پھر چل پڑا اور اسے چھوڑ دیا۔

(ج) ابن ابی شیبہ ، امام احمد، امام ترمذی اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیاہے، ابن ماجہ، امام حاکم نے ابن مسعودؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ چٹائی پر آرام فرمائے ہوئے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ کی پہلو پر اس کے نشانات پڑے ہوئے تھے۔ تو ہم نے عرض کی : یارسول اللہ ﷺ اگر آپ ﷺ کے لیے (بستر) بنادیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرا دنیا سے کیا تعلق؟ میں دنیا میں نہیں ہوں مگر ایک مسافر کی طرح جو کہ درخت کے سایہ میں آرام کے لیے تھوڑی دیر بیٹھا اور پھر وہاں سے چل پڑا اور اسے چھوڑ دیا۔

(أ) الحاکم، المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۹۰۴۔ **(حکم)** : شیخ البانی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ دیکھیں: السلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۱۶۲۵۔

(ب) الحاکم، المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۸۵۸ **(حکم)** :مسند احمد کے محققین نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ دیکھیں: مسند احمد، ومن مسند بنی ھاشم، مسند عبداللہ بن العباس، رقم: ۲۷۴۴۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزہد ، باب ما ذکر عن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۴۳۰۲؛ مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند عبداللہ بن مسعود، رقم: ۴۲۰۸؛ سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب مثل الدنیا، رقم: ۴۱۰۹؛ سنن ترمذی، کتاب الزہد، باب ایضاء، رقم: ۲۳۷۷؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۸۵۹**(حکم)** :صحیح ۔دیکھیں: البانی، صحیح سنن ترمذی، رقم: ۱۹۳۶۔

(أ) امام حاکم نے سہل رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذوالحلیفہ (۱) کے پاس سے گزرے اور ایک بکری دیکھی جو اپنی ٹانگ اوپر اٹھائے ہوئے تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس بکری کو دیکھ رہے ہو کہ یہ اپنے مالک کے نزدیک حقیر ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی : جی ہاں یا رسول ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے!۔ یہ دنیا اللہ تعالٰی کے نزدیک اس سے بھی زیادہ حقیر ہے جتنی کہ یہ بکری اپنے مالک کے نزدیک ہے۔ اگر دنیا کی حیثیت اللہ تعالٰی کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالٰی کافر کو اس میں سے پانی کا ایک گھونٹ بھی عطا نہ کرتا ۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

(ب) حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنی دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا۔ اور جس نے اپنی آخرت کو پسند کیا اس نے اپنی دنیا کے اعتبار سے نقصان اٹھایا۔ اور انہوں نے باقی رہنے والی چیز کو فنا ہونے والی شے پر ترجیح دے دی۔

(ج) حکیم ترمذی نے نوادرالاصول میں ، ابن ابی الدنیا نے کتاب المنامات میں ، حاکم اور آپ نے کہا یہ روایت صحیح ہے اور بیہقی نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ

(أ) الحاکم، المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۸۴۷۔**(حکم)** : امام ذہبی نے فرمایا: زکریا بن منظور نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول: "اگر دنیا کی حیثیت اللہ تعالٰی کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی ....." کو شیخ البانی نے صحیح کہا ہے: دیکھیں: السلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۶۸۶۔

(ب) الحاکم، المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۸۵۳، ۷۸۹۷؛ الاسماء والصفات میں روایت نہیں ملی۔**(حکم)** :امام حاکم نے اس روایت کو صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے۔ امام ذہبی نے التلخیص میں ایک جگہ کہا کہ اس میں انقطاع ہے اور دوسری جگہ پر اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ مسند احمد کے محققین نے روایت کو حسن لغیرہ جب کہ اس کے اسناد کو انقطاع کی وجہ سے ضعیف کہا ہے کیونکہ المطلب بن عبداللہ کا سماع صحابہ سے ثابت نہیں ہے۔

(ج) حکیم ترمذی، نوادر الاصول، ج ۲، ص ۱۵۵، ۱۵۶؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۸۴۹؛ البیہقی، شعب الایمان، کتاب الزہد وقصر الامل، رقم: ۹۷۶۱۔**(حکم)** :امام ذہبی نے التلخیص میں فرمایا: اس میں دو مجہول راوی ہیں۔ شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف جداً کہا ہے۔ دیکھیں: السلسلۃ الضعیفۃ، رقم: ۴۴۳۔

(۱) ذوالحلیفۃ: ایک بستی ہے جو مدینہ سے چھ سات میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہی سے اہل مدینہ کی میقات ہے۔ دیکھیں: یاقوت الحموی، معجم البلدان، ج ۲، ص ۲۹۵۔

فرماتے سنا ہے دنیا میں سے کوئی شے باقی نہیں رہی سوائے مکھی کی مثل کے جو کہ ہوا میں اڑتی رہتی ہے۔ پس اہل قبور میں سے اپنے بھائیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ تمہارے اعمال ان پر پیش کیے جائیں گے۔

(أ) امام ترمذی ، حاکم اور آپ نے کہا ہے یہ روایت صحیح ہے اور بیہقی نے قتادہ بن نعمان(۱) رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہے تو وہ اسے دنیا سے محفوظ کر لیتا ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنے مریض کو پانی سے محفوظ رکھتا ہے۔

(ب) امام احمد، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے ابو مالک اشعری (۲)رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: دنیا کی حلاوت آخرت کی کڑواہٹ ہے اور دنیا کی تلخی آخرت کی حلاوت ہے۔

(ج) حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا

(أ) سنن الترمذی، کتاب الطب، باب الحمیۃ، رقم: ۲۰۳۶؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۸۵۷؛ البیہقی، شعب الایمان، کتاب الزہد وقصر الامل، رقم: ۹۹۶۴۔ **(حکم) صحیح**۔ دیکھیں: البانی، صحیح سنن ترمذی، رقم: ۱۶۵۹۔

(ب) مسند احمد، تتمۃ مسند الانصار، حدیث ابی مالک الاشعری، رقم: ۲۲۸۹۹؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۸۶۱؛ البیہقی، شعب الایمان، کتاب الزہد و قصر الامل، رقم: ۹۸۵۳۔ **(حکم)** :مسند احمد کے محققین نے اس کے اسناد کو انقطاع کی وجہ سے ضعیف کہا ہے کیونکہ شریح بن عبید کا سماع ابو مالک الاشعری سے ثابت نہیں ہے۔

(ج) الحاکم، المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۸۶۴؛ البیہقی، شعب الایمان، باب المطاعم والمشارب و ما یجب التورع عنہ، فصل فی ذکر کثرۃ الاکل، رقم: ۵۲۵۷۔ **(حکم)**: حسن۔ **دیکھیں**: البانی، صحیح الجامع، حدیث رقم: ۱۱۷۹۔

(۱) قتادہ بن نعمانؓ: بن زید، ابو عمر، صحابی کا تعلق قبیلہ اوس کے خاندان ظفر سے تھا۔ وہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے اخیافی بھائی تھے۔ جنہوں نے عقبہ ثانیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیعت کر کے اسلام قبول کیا۔ آپ سے مروی روایات کی تعداد ۷ ہے۔ انہوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۲۳ھ کو ۶۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ دیکھیں: ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۳۴، رقم: ۴۲۷۹؛ ابن حجر، الاصابۃ، ج ۳، ص ۱۲۰۶، رقم: ۷۰۷۷ ؛ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۳۸، رقم: ۲۱۳۱

(۲) ابو مالک الاشعری: صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام میں اختلاف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا نام عبید یا عبیداللہ، عمرو بن الحارث، عامر بن الحارث یا کعب بن عاصم ہے۔ ان سے ام الدرداء، شہر بن حوشب، عطاء بن یسار وغیرہ نے روایتیں کی ہے۔ ابو مالک رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۴۶، ص ۱۹۸؛ ابو نعیم الاصبھانی، معرفۃ الصحابۃ، ج ۶، ص ۳۰۰۶۔

ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے بہت سا گوشت اور ثرید کھایا۔ پھر میں آیا اور نبی کریم ﷺ نے سامنے بیٹھ گیا۔ میں ڈکار لینے لگا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے ڈکار کم کر ۔ کیونکہ دنیا میں کثرت سے پیٹ بھرنے والے لوگ آخرت میں بھوکے ہوں گے۔

(أ) حاکم اور آپ نے کہا یہ روایت صحیح ہے اور بیہقی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تو میرے ساتھ ملحق رہنے کا ارادہ رکھتی ہے تو پھر چاہیے کہ مسافر کے زاد راہ جتنی دنیا تجھے کافی ہو اور تو کپڑے کو بوسیدہ نہ قرار دے یہاں تک کہ تو اسے پیوند لگالے اور اغنیاء کی مجلس سے پرہیز کر ۔

(ب) امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے سعد بن طارق[۱] سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دار دنیا اس کے لیے بہت اچھا ہے جس نے اسے آخرت کے لیے زاد راہ تلاش کرلیا یہاں تک کہ اپنے رب کوراضی کرلیااور اسی کے لیے بہت برا ہے جسے اس نے آخرت سے پھیر دیا اور اسے رب تعالیٰ کی رضا سے محروم کر دیا اور جب بندہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ دنیا کو دور کرے ،تو دنیا کہتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو دور کرے جس نے اپنے رب کی نافرمانی کی ۔ ذہبی نے کہا : یہ روایت ضعیف ہے۔

(ج) ابن ماجہ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیاہے اور بیہقی نے سہل بن سعدرضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو نصیحت فرمائی اور ارشاد فرمایا: دنیا میں زہد اختیار کر اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرے گا اور جوکچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے زہد اور غنا کا اظہارکر تولوگ تجھ سے محبت کریں گے۔

(أ) الحاکم، المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۸٦۷؛ البیہقی، شعب الایمان، باب الزہد و قصر الامل، رقم: ۹۹۱۳۔ **(حکم)** :ضعیف جداً: دیکھیں: السلسلۃ الضعیفۃ، رقم: ۱۲۹۴۔

(ب) الحاکم، المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۸۷۰۔**(حکم)** :امام ذہبی نے اس روایت کو منکر کہا ہے۔

(ج) سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الزہد فی الدنیا، رقم: ۴۱۰۲؛ الحاکم المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۸۷۳؛ البیہقی، شعب الایمان، باب الزہد و قصر الامل، رقم: ۱۰۰۴۴۔**(حکم)** :صحیح۔ دیکھیں: صحیح ابن ماجہ، رقم: ۳۳۱۰۔

(۱) سعد بن طارق: بن اشیم، ابو مالک الاشجعی الکوفی کے والد صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سعد اپنے والد، ابن ابی اوفیؓ، انس بن مالکؓ، موسیٰ بن طلحہ وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ ان سے الثوری، ابوعوانہ، ابو معاویہ، یزید بن ہارون وغیرہ نے روایت کی ہے۔ العجلی اور ابن حجر نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ امام نسائی نے کہا: لا باس بہ۔ انہوں نے ۱۴۰ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۶۰۳، رقم: ۲۶۳۹؛ العجلی، تاریخ الثقات، ص ۱۷۹، رقم: ۵۱۹؛ ابن حبان، الثقات، ج ۲، ص ۱۷۹، رقم: ۱۳۸٦۔

(أ) امام احمد اور حاکم نے عبداللہ بن عمر(۱) رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور اس کا راستہ ہے۔ پس جب وہ دنیا سے جاتا ہے تو قید اور راستے سے چھٹکا را پا جاتا ہے۔

(ب) امام حاکم اور بیہقی نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے صبح کی اس حال میں کہ دنیا اس کا بڑا مقصد ہو تو پھر اللہ تعالٰی کی جانب سے اس کے لیے کوئی شے نہیں ہے ۔ اور جس نے مسلمانوں کے لیے کوئی اہتمام نہ کیا تو وہ ان میں سے نہیں ہے۔

(ج)امام ابن ابی شیبہ اور حاکم نے ابوسفیان (۲) سے اور انہوں نے اپنے اشیاخ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سعدرضی اللہ عنہ سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس بیمار پرسی کے لیے آئے۔ تو وہ رونے لگے۔ سعد نے پوچھا: اے ابا عبداللہ ! تجھے کون سی شے رلارہی ہے؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ وصال فرماگئے اور وہ تجھ سے راضی تھے اور تو حوض کے پاس آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گا اور اپنے ساتھیوں سے ملاقات کرے گا۔ تو انہوں نے فرمایا: میں موت کی گھبراہٹ سے نہیں رور ہا اور نہ ہی دنیا کی حرص اور لالچ کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ لیکن رسول ﷺ نے ہم سے ایک

(أ) مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، رقم: ۶۸۵۵؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۸۸۲۔(**حکم**) :مسند احمد کے محققین نے اس کے اسناد کو ضعیف کہا ہے۔ عبداللہ بن جنادۃ المعافری کو ابن حبان کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں کہا۔

(ب) الحاکم، المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۸۸۹؛ البیہقی، شعب الایمان، فصل الزہد و قصر الامل، رقم: ۱۰۱۰۲۔(**حکم**):امام ذہبی نے التلخیص میں فرمایا: میں اس حدیث کو موضوع سمجھتا ہوں۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزہد، باب ما ذکرعن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۴۳۱۲ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۸۹۱۔

(۱) کتب التخریج المستدرک للحاکم اور مسند احمد میں یہ روایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بجائے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے۔ جب کہ ابن عمر سے حدیث ان الفاظ میں مروی ہے: ''**الدنیا سجن المومن اور جنۃ الکافر** '' ترجمہ: دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔ دیکھیں: الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۴۰۱۔

(۲) ابو سفیان: طلحۃ بن نافع الواسطی، تابعی، اپنی کنیت سے مشہور ہیں اور تدلیس کے وصف سے معروف ہے۔ جابر بن عبداللہؓ، انس بن مالکؓ اور ابن عباسؓ سے روایت بیان کرتا ہے۔ امام ذہبی نے انہیں صدوق کہا ہے۔ دیکھیں: الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۵، ص ۲۹۳، رقم: ۱۳۹؛ ابن حجر، طبقات المدلسین، ص ۳۹، رقم: ۷۵؛ مغلطائی بن قلیج، اکمال تہذیب الکمال، ج ۷، ص ۸۵، رقم: ۲۶۰۴۔

عہد لیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چاہیے کہ تم میں سے ہرایک دنیا سے مسافر کے زادراہ کی مثل ہی لے اور میرے اردگرد تو یہ تکیے ہیں اور آپ ﷺ کے گرد تو پانی کا ٹب، پیالہ اور لوٹا تھا۔ حاکم نے کہا ہے یہ روایت صحیح ہے۔

(أ) امام حاکم نے انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ اپنی مساجد میں حلقہ بنا کر بیٹھیں گے اور دنیا کے سوا ان کا کوئی مقصد نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں ۔ پس تم ان کے پاس نہ بیٹھو۔ حاکم نے کہا یہ روایت صحیح ہے۔

(ب) امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قریب ہے۔ اور لوگ صرف دینوی حرص میں اضافہ کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دوری کو بڑھا رہے ہیں ۔امام ذہبی نے کہا یہ روایت ضعیف ہے۔

(ج) امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے الزہد میں سفیان رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکھی کے پر کے برابر بھی وزن رکھتی تو اللہ تعا لیٰ کسی کافر کو اس سے پانی کا گھونٹ بھی عطا نہ کرتا۔

(د) امام ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم ، ترمذی، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے مستوردؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخرت میں دنیا کی حیثیت صرف اتنی ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے پھر اسے اوپر اٹھا لے پس وہ اسے دیکھے اور پہلی حالت کی طرف لوٹ آئے ۔

(أ) الحاکم، المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۹۱۶۔**(حکم)**:شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ دیکھیں: السلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۱۱۶۳۔

(ب) الحاکم، المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۹۱۷؛ امام ذہبی نے اس روایت کو منکر کہا ہے۔

(ج) احمد بن حنبل، الزہد، ص ۱۳۶۔

(د) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزہد، باب ما ذکر عن مبینا صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۴۳۰۶؛ مسند احمد، مسند الشامیین، حدیث المستورد، رقم: ۱۸۰۱۲، ۱۸۰۱۴؛ صحیح مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، باب فناء الدنیا و بیان الحشر، رقم: ۲۸۵۸؛ سنن ترمذی، کتاب الزہد، باب ایضاً، رقم: ۲۳۲۳؛ سنن نسائی، اور السنن الکبریٰ میں روایت نہیں ملی؛ تفسیر ابن ابی حاتم؛ سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۲۹۔

(أ) امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابو عثمان نہدی(۱) سے ان کا یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے کہا: اے ابو ہریرہ! رضی اللہ عنہ میں نے بصرہ میں اپنے بھائیوں سے سنا ہے وہ یہ گمان رکھتے ہیں کہ تم یہ کہتے ہو: میں نے نبی اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا بدلہ ایک لاکھ نیکیاں عطا فرماتا ہے؟ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کی جزا دولاکھ نیکیاں عطا فرماتا ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ پس دنیا جوگزر چکی ہے اور جو کچھ اس میں باقی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قلیل ہے اور فرمایا: مَّن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً (۲) "کون ہے جو دے اللہ تعالیٰ کو قرض حسن ، تو بڑھادے اللہ اس قرض کو اس کے لیے کئی گنا"۔ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کثیر کی کیفیت کیا ہو گی جب کہ گزری ہوئی اور باقی ماندہ سب دنیا اس کے نزدیک قلیل ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ اعمش نے کہا کہ قَلِيلٌ سے مراد یہ ہے کہ وہ چرواہے کے کھانے کی مثل ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم نے ابو حازم سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب عبدالعزیز بن مروان(۳) قریب الموت ہوئے تو کہا: میرا وہ کفن میرے پاس لاؤ جس میں مجھے کفن دیا جائے گا تاکہ میں اسے دیکھ لوں۔پس جب وہ سامنے

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۳۰۔ (ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم:۱۰۰۳۱۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم:۱۰۰۳۲۔

(۱) ابو عثمان النہدی: عبدالرحمٰن بن مُل بن عمرو بن عدی نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا تھا۔لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔ حدیث میں ان کی روایات ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، سلمان فارسیؓ، ابن مسعودؓ جیسے اکابر صحابہ سے ملتی ہیں۔ ثابت البنانی، قتادہ اور سلیمان التیمی جیسے ممتاز علمائے حدیث ان کے فیض یافتہ تھے۔ انہوں نے ۱۰۰ھ کے لگ بھگ وفات پائی۔ دیکھیں: العجلی، تاریخ الثقات، ص ۵۰۵، رقم: ۱۹۹۹؛ابن حبان، کتاب الثقات، ج ۲، ص ۳۰۲، رقم: ۲۲۳۴؛ الدولابی،الکنی والاسماء، ج ۲، ص ۱۸، رقم: ۱۲۰۳؛ الذہبی، الکاشف، ج ۲، ص ۱۶۵، رقم: ۳۳۶۷۔

(۲) البقرۃ : (۲۴۵)

(۳) عبدالعزیز بن مروان بن الحکم الاموی، تابعی اورمصر کے امیر تھے۔وہ اپنے والد، ابوہریرہؓ اور عقبہ بن عامرؓ سے روایت کرتا ہے۔ ان سے ان کے بیٹے امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز، الزہری اور دیگر لوگوں نے روایتیں لی ہیں۔ امام نسائی نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ انہوں نے ۸۲ھ یا ۸۵ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: السیوطی، حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاھرۃ، رقم: ۳۹؛ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۴، ص ۲۴۹، رقم: ۹۰۔

لایا گیا اور اس نے اس کو دیکھا تو کہا: میرا مال تو کثیر ہے کیا مجھے دنیا میں سے صرف اتنا ہی دیا جائے گا؟ پھر اس نے پیٹھ پھیر لی اور رونے لگا اور کہا: اے دار دنیا! تجھ پر افسوس ہے، بلاشبہ تیرا کثیر قلیل ہے، تیرا قلیل کثیر ہے اور بلاشبہ ہم تجھ سے دھوکے میں رہے۔

إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (39)

"اگر تم نہیں نکلو گے تو اللہ عذاب دے گا تمہیں درد ناک عذاب اور بدل کر لے آئے گا کوئی دوسری قوم تمہارے علاوہ اور تم نہ بگاڑسکو گے اس کا کچھ۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے"۔

(أ) امام ابوداؤد ، ابن منذر، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے کہا ہے یہ روایت صحیح ہے ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرب قبائل میں سے ایک قبیلے کو نکلنے کے لیے کہا: تو انہوں نے اسے بوجھل اور بھاری محسوس کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ان سے بارش کو روک لیا اور یہ ان کے لیے عذاب تھا۔

(ب) ابن ابی حاتم نے عکرمہؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا حالانکہ اس وقت کچھ لوگ صحرا میں آپ ﷺ سے پیچھے رہ گئے ۔ وہ اپنی قوم کو سکھلاتے تھے تو منافقین نے کہا: کچھ لوگ جنگلوں میں باقی رہ گئے۔ مزید کہا: بادیہ نشین ہلاک ہو گئے۔تو یہ آیت نازل ہوئی: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً (۱) "اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن نکل کھڑے ہوں سارے کے سارے"۔

(ج) امام ابوداؤد ، ابن ابی حاتم ، نحاس اور بیہقی نے سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مذکورہ آیت وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً سے منسوخ ہے۔

(أ) سنن ابی داود،کتاب الجہاد، باب فی نسخ نفیرالعامۃ بالخاصۃ، رقم: ۲۵۰۶؛ الحاکم، المستدرک،کتاب الجہاد، رقم: ۲۵۰۴؛ البیہقی، سنن الکبریٰ، کتاب السیر ، باب النصر و مایعدل بہ، رقم:۱۷۷۲۲۔(**حکم**): ضعیف ۔دیکھیں:البانی،ضعیف سنن ابی داود، رقم:۵۹۴۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۳۴۔

(ج) سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی نسخ نفیر العامۃ بالخاصۃ، رقم: ۲۵۰۵؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم:۱۰۰۳۵؛ النحاس، الناسخ والمنسوخ، ص ۵۰۳؛ البیہقی، السنن الکبری، کتاب السیر ، باب النفیر ومایستدل بہ، رقم: ۱۷۷۱۶۔(**حکم**):حسن ۔ دیکھیں: البانی، صحیح سنن ابی داؤد، رقم: ۲۱۸۷۔

(۱) التوبۃ: (۱۲۲)

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (40)

'' اگرتم پیغمبرکی مدد نہ کروگے توخدا ان کا مددگار ہے۔(وہ وقت تم کویاد ہوگا) جب ان کو کافروں نے گھر سے نکال دیا (اُس وقت) دو (ہی شخص تھے جن) میں(ایک ابوبکر تھے)دوسرے (خود رسول اللہ) جب وہ دونوں غار(ثور) میں تھے۔ اُس وقت پیغمبراپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ توخدانے اُن پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو ایسے لشکروں سے مدد دی جوتم کو نظرنہیں آتے تھے اور کافروں کی بات کو پست کردیا اوربات توخدا ہی کی بلند ہے۔ اور خدازبردست حکمت والا ہے''۔

(أ) ابن ابی شیبہ، ابن منذر ، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہإِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ کی تفسیر میں مجاہد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی پہلی حالت کو بیان فرمایا یہاں تک کہ پھر آپ کو مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے: میں خود آپ کی ایسی ہی مدد کروں گا جیسا کہ میں نے اس وقت کی جب کہ آپ دو میں سے دوسرے تھے۔

(ب) ابن سعد ، ابن ابی شیبہ ، احمد ، بخاری، مسلم اور ابن ابی حاتم نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے عازب سے ایک ناتگ تیرہ درہم کے عوض خریدی اور کہا کہ : براء کو حکم دو کہ وہ اسے اٹھا کر میرے گھر تک پہنچاوے۔تو عازب نے کہا: نہیں ۔ یہاں تک کہ آپ ہمیں بتادیں کہ اس وقت آپ نے کیا کیا جب کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی اور آپ ان کے ساتھ تھے؟ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نکلے اور ساری رات سفر کرتے رہے اور پوری تیزی کے ساتھ دن رات سفر کیا۔ یہاں تک کہ وہ سفر ہم پر غالب آگیا اور ہم دوپہر گزارنے کے لیے رک گئے۔ میں نے اپنی نظر گھمائی تا کہ کوئی سایہ دیکھوں اور اس میں تھوڑا آرام کر لیں ۔ اچانک میری نظر ایک چٹان پر پڑی۔ میں اس کی طرف گیا اور اس کا سایہ ابھی باقی تھا۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب المغازی، باب ما قالوا فی مھاجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۶۶۱۵؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم:۱۰۰۳۶۔

(ب) ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۴، ص ۳۶۵، ۳۶۶؛ مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب المغازی، باب ما قالوا فی مھاجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۶۶۱۰؛ مسند احمد، مسند الخلفاء الراشدین، مسند ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، رقم: ۳؛ صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب المھاجرین و فضلھم، رقم: ۳۴۵۲؛ صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق باب فی حدیث الہجرۃ، رقم: ۲۰۰۹؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم:۱۰۰۳۷۔

پس میں نے اسے رسول اللہ ﷺ کے لیے ہموار اور درست کیا اور آپ ﷺ کے لیے اپنا کمبل بچھا دیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ آرام فرماہو جائیں۔ پس آپ ﷺ آرام فرماہو گئے۔ پھر میں یہ دیکھنے کے لیے نکلا کہ کیا میں کسی تلاش کرنے والے کو دیکھتا ہوں۔ تو اچانک میری نظر ایک چرواہے پر پڑی۔ میں نے اس سے کہا: اے غلام تو کون ہے؟ تو اس نے کہا: قریش میں سے ایک آدمی کا (غلام ہوں)۔ اس نے اس کا نام بتایا، میں اسے پہچانتا تھا۔ پھر میں نے کہا ؛ کیا تیری بکریوں میں کوئی دودھ والی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ پھر کہا کیا تو مجھے دودھ دے گا؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ پھر میں نے اسے حکم دیا ان میں سے میرے لیے ایک بکری پکڑ لاؤ۔ پھر اسے کہا کہ اس کی کھیری سے گردوغبار جھاڑ دو۔ پھر اسے کہا تو اس نے اپنے ہاتھ وغیرہ جھاڑ کر صاف کر لئے۔ میرے پاس چمڑے کا ایک برتن تھا، اس کے منہ پر کپڑا تھا۔ پس اس نے تھوڑا سا دودھ اس میں دوھ دیا پھر میں نے اسے پانی کے پیالے میں انڈیلا۔ یہاں تک کہ وہ خوب ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر حاضر ہوا۔ تو آپ ﷺ کو بیدار پایا۔ عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ! یہ نوش فرمایئے ۔ آپ نے نوش فرمایا اور مجھے انتہائی راحت اور خوشی ہوئی۔ پھر عرض کی: کیاکوچ کا وقت ہوگیاہے؟ ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا۔ پھر ہم چل پڑے حالانکہ قوم ہمیں تلاش کررہی تھی۔ لیکن ان میں سے سراقہ کے سوا کوئی ہمیں نہ پاسکا وہ گھوڑے پر سوارتھا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ تلاش کرنے والا ہمیں پیچھے سے آملا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا غمگین نہ ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ حتیٰ کہ وہ ہمارے اتنا قریب آگیا کہ ہمارے اور اس کے درمیان ایک یا دویا تین نیزوں کی مقدار فاصلہ تھا۔ میں نے عرض کی ؛ یا رسول اللہ ﷺ یہ تلاش کرنے والا آ پہنچا ہے۔ اور میں رونے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نہ رو۔ میں نے عرض کی :خدا کی قسم! میں اپنے آپ پرنہیں رو رہاہوں بلکہ میں تو آپ پر رورہاہوں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی : اَللّٰھُمَّ اکْفِنَاہُ بِمَا شِئْتَ " (اے اللہ! جیسے چاہے ہمیں اس سے محفوظ کر لے)۔ پس اس کا گھوڑا اپنے پیٹ تک سخت زمین میں دھنس گیا اور وہ اس سے کود گیا اور کہنے لگا: اے محمد! ﷺ بلاشبہ یہ آپ کا عمل ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے اس موجودہ کیفیت سے نجات عطا فرمادے۔ قسم بخدا ! میرے پیچھے تلاش میں جو لوگ اس راستے پر آرہے ہیں میں انہیں اس سے بھٹکادوں گا اور یہ میرا ترکش ہے اس سے تیرلے لیجئے۔ فلاں فلاں جگہ پر آپ کا گزر میرے اونٹوں اور ریوڑوں سے ہو گا۔ آپ ان سے اپنی ضرورت پوری فرما لیجئے۔ تو رسو ل اللہ ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا: مجھے ان کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے دعا کی تو اسے چھوڑ دیا گیا اور وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کی معیت میں ہم بھی سفر کرتے رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ طیبہ آپہنچے ۔ پس لوگوں نے آپ ﷺ کا استقبال کیا۔ وہ راستوں پر اور مکانوں کی چھتوں پر نکل کر آئے ہوئے تھے۔ بچے اور خدام راستوں میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہے تھے "اللہ اکبر جاء رسول اللہ محمد ﷺ" اللہ اکبر! محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ قوم میں اس بارے میں اختلاف ہو گیا کہ کس کے پاس آپ

ﷺ نزول فرمائیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: آج کی رات میں بنی نجار (ا) جو عبدالمطلب کے ننھیال ہیں، ان کے پاس قیام کروں گا اور انہیں یہ اعزاز عطا کروں گا۔ پھر جب دوسرے دن کی صبح ہو گی تو جیسے حکم ہو گا۔

(أ) امام بخاری نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلا۔ یہا ں تک کہ جب میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ میرا گھوڑا پھسل گیا اور میں گر پڑا۔ میں دوبارہ اٹھا اور پھر سوار ہو گیا۔ یہاں تک کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کے پڑھنے کی آواز سنی اور آپ ادھر ادھر توجہ نہیں کر رہے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کثرت سے توجہ کر رہے ہیں۔ تو میری گھوڑی کے آگے والے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے یہاں تک کہ وہ گھٹنوں تک زمین میں چلے گئے۔ میں اس سے گر پڑا۔ پھر میں نے اسے جھڑکا اور وہ اٹھی اور قریب نہ تھا کہ وہ اپنے پاؤں باہر نکال لے ۔ جب وہ کچھ سیدھی کھڑی ہو ئی تو اس کے آگے والے پاؤں پر لگام کا نشان تھا جو دھویں کی مثل آسمان تک پھیلی ہوئی تھی۔ پس میں نے دونوں سے امان کی درخواست کی۔ وہ دونوں میرے لیے ٹھہر گئے اور اس وقت میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا جب میں ان سے ملا کہ میں انہیں گرفتار نہیں کر سکتا اور رسول اللہ ﷺ عنقریب غالب آجائیں گے۔

(ب) امام ابن مردویہ اور ابو نعیم نے دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب رات کے وقت رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما ہو کر نکلے تو غارثور میں تشریف فرما ہوئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی اتبا ع کی۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے ان کے سانس کی آواز سنی تو آپ ﷺ کو کسی تلاش کر نے والے کے آنے کا خوف ہوا۔ سو جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی یہ کیفیت دیکھی تو کھانسنے لگے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کی آواز سن کر آپ کو پہچان لیا اور ان کے لیے کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ پیچھے سے آملے پھر دونوں غار میں چلے گئے۔ صبح کے وقت قریش آپ کی تلاش میں مصروف ہو گئے اور انہوں نے بنی مدلج سے نشانات دیکھ کر کھوج لگا نے والا ایک آدمی بلا بھیجا۔ پس وہ (کھوج لگا نے والا) قدموں کے نشانات کی پیروی کرتے ہوئے غار تک پہنچ گیا۔ غار کے دروازے پر ایک درخت تھا۔ اس نے اس کی جڑوں میں پیشاب کیا۔ پھر کہا تمہارا وہ ساتھی جسے تم اس جگہ تلاش کر رہے ہو اس نے اس جگہ کو عبور نہیں کیا۔راوی کا بیان ہے کہ اس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غمگین ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے آپ سے تَحْزَنْ

(أ) صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۶۹۳۔

(ب) ابن مردویہ اور ابو نعیم کی روایت متداول کتب میں نہیں ملی۔

(ا) بنو نجار: مدینہ کا ایک قبیلہ ہے۔ جس میں کئی نامور سپاہی اور شاعر پیدا ہوئے اور ان کے بہت سے افراد مشرف با اسلام ہوئے۔ دیکھیں: سید فضل الرحمٰن، فرہنگ سیرت، ص ۲۹۶۔

إِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فرمایا۔نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں تین دن تک ٹھہرے۔ عامر بن فہیرہ(۱) انہیں کھانا پہنچاتا تھا اور علی رضی اللہ عنہ ان کے لیے تیاری کرتے رہے۔ پس انہوں نے اہل بحرین(۲) سے تین اونٹ خریدے اور ایک راستے کی راہنمائی کے لیے رہبر اجرت پر لیا۔ جب تیسری رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو علی رضی اللہ عنہ اونٹ اور رہبر کو ساتھ لے کر ان کے پاس آپہنچے۔ پس رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور دوسری پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سوار ہوئے پھر مدینہ طیبہ کی طرف چل پڑے۔ حا لانکہ قریش نے آپ کی تلاش میں کئی لوگ بھیج رکھے تھے۔

(أ) ابن سعد نے ابن عباس، علیؓ ، ام المومنین عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر ، عائشہ بنت قدامہ (۳) اور سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہم سے روایت بیان کی ہے۔ ان تمام کی روایات ایک دوسرے میں جمع ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ اپنے گھر سے نکلے حالانکہ قوم کے افراد آپ کے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے سنگریزوں کی مشت اٹھائی اور ان کے سر پر پھینک دی اور سورۂ یٰسین کی تلاوت شروع کر دی اور چلے گئے۔تو انہیں کسی کہنے والے نے کہا: تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا محمد (ﷺ) کا۔ اس نے بتایا:خدا کی قسم!وہ

(أ) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ذکر خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر، ج ۱، ص ۲۲۷، ۲۲۸۔

(۱) عامر بن فہیرۃ، ابوعمرو، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام اور مہاجرین اولین صحابہ میں سے تھے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ مکہ سے ہجرت کی۔ بدر اور احد کے غزوات میں شریک رہیں۔ ہجرت کے چوتھے سال بئر معونہ کے دن شہید کیے گئے۔ اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔ ان سے عائشہؓ عبدالرحمٰن بن عوف اور جابرؓ بن عبداللہ نے روایتیں کی ہیں۔ دیکھیں: ابو نعیم الاصبھانی، معرفۃ الصحابۃ، ج ۴، ص ۲۰۵۱ ؛ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۲، ص ۵۰۷، رقم: ۲۷۲۵۔

(۲) بحرین: بحر ہند کے ساحل البصرۃ اور عمان کے درمیان بہت سے شہروں پر مشتمل علاقہ ہے۔ اسلام سے پہلے بحرین حکومت فارس کے تابع تھا۔ یہاں قبائل عبدالقیس، بکر بن وائل اور تمیم کے لوگ کثیر تعداد میں آباد تھے۔ دیکھیں: سید فضل الرحمٰن، فرہنگ سیرت، ص ۵۴۔

(۳) عائشۃ بنت قدامۃ بن مظعون قرشیہ، جمحیۃ وہ اور ان کی والدہ رائطۃ بن سفیان الخزاعیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرنے والی صحابیات میں سے ہیں۔ وہ اپنی والدہ رائطۃ اور والد قدامہؓ سے روایتیں کرتی ہیں۔ جب کہ ان سے ان کے بیٹے ابراہیم بن محمد بن حاطب نے روایت کی ہے۔ ابن حبان نے ان کو پہلے صحابیات پھر تابعین میں ذکر کیا ہے۔ دیکھیں: ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۵، ص ۴۹۸، رقم: ۷۱۰۳؛ ابن حجر، الاصابۃ، ج ۴، ص ۲۵۷۶، رقم: ۱۱۴۵۹، ابن حبان، الثقات، ج ۲، ص ۴۲۹، رقم: ۳۲۹۲۔

تمہارے پاس سے گزر گئے ہیں۔ وہ کہنے لگے خدا کی قسم ! ہم نے تو انہیں نہیں دیکھا۔ وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اٹھے۔ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غارثور کی طرف نکلے اور اس میں داخل ہو گئے۔ مکڑی نے اس کے دروازے پر بعض گھونسلوں کو آپس میں ملا کر جال سا بنا دیا۔قریش نے انتہائی تیزی اور شدت کے ساتھ تلاش کی حتیٰ کہ غار کے دروازے تک جا پہنچے ۔تو ان میں سے بعض نے کہا اس پر یہ مکڑی کا جال محمد مصطفےٰ ﷺ کی ولادت سے پہلے کا ہے۔

(أ) ابونعیم نے دلائل میں عائشہ بنت قدامہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں کھڑکی سے بھیس بدل کر نکلا تو سب سے پہلے ابوجہل مجھے ملا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ کو مجھے اور ابوبکر کو دیکھنے سے اندھا کر دیا۔ یہاں تک کہ ہم گزر گئے۔

(ب) ابونعیم نے اسماء [۱] بنت ابی بکرالصدیق رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار کے منہ پر ایک آدمی کو دیکھا تو کہنے لگے: یا رسول اللہ! ﷺ بلاشبہ وہ ہمیں دیکھ لے گا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔بے شک ملائکہ اب اپنے پروں کے ساتھ اسے چھپائے ہوئے ہیں۔ پس اس آدمی نے دیر نہیں کی کہ وہ ان کی طرف منہ کر کے پیشاب کے لیے بیٹھ گیا۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! اگر وہ تجھے دیکھ رہا ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔

(أ) ابونعیم کی روایت مطلوبہ کتاب میں نہیں ملی۔

(ب) ابونعیم کی روایت مطلوبہ کتاب میں نہیں ملی۔

(۱) اسماء بنت ابو بکر الصدیق، عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ، عائشہ صدیقہ کی باپ شریک اور عبداللہ بن ابوبکر کی حقیقی بہن تھی۔ وہ عمر میں عائشہ صدیقہؓ سے بڑی تھی۔ ذات النطاقین کے لقب سے پہچانی جاتی ہے۔ان کا نکاح زبیر بن عوام سے ہوا تھا جن سے ان کے کئی بیٹے ہوئے۔ زبیرؓ کی طلاق دینے کے بعد وہ مکہ میں اپنے بیٹے عبداللہ کے ساتھ رہنے لگی حتیٰ کہ ان کی شہادت کے بعد مکہ میں ۷۳ھ کو سو سال کی عمر میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابونعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۶، ص ۳۲۵۳؛ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص ۲۸۷، رقم: ۵۲؛ ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۵، ص ۳۶۰، رقم: ۶۷۰۸۔

(أ) ابو نعیم نے محمد بن ابراہیم تیمی(۱) سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب غار میں داخل ہوئے تو مکڑی نے بعض گھونسلوں کو آپس میں ملا کر اس کے دروازے پر جال سا بن دیا۔ جب وہ غار کے منہ تک پہنچے تو ان میں سے کسی نے کہا: اس غار میں داخل ہو۔ تو امیہ بن خلف نے کہا: تمہیں غار میں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ بے شک اس پر یہ مکڑی محمد ﷺ کی ولادت سے پہلے کی ہے۔ پس نبی کریم ﷺ نے مکڑی کو مارنے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے: بلاشبہ یہ اللہ تعالٰی کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔

(ب) ابو نعیم نے حلیہ میں عطاء بن ابی میسرہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مکڑی نے دو بار جال بنا۔ ایک بار داؤد علیہ السلام پر جب کہ طالوت آپ کو تلاش کر رہا تھا اور ایک بار نبی کریم ﷺ پر غار میں۔

(ج) ابن سعد، ابو نعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: جب نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نکلے۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک گھڑ سوار پیچھے سے ان کے قریب آپہنچا ہے۔ عرض کی: یا نبی اللہ ﷺ! یہ گھڑ سوار ہمیں آملا ہے۔ تو آپ ﷺ نے دعا کی "اللھم اصرعہ" "اے اللہ! اسے پچھاڑ دے۔ چنانچہ وہ اپنے گھوڑے سے گر گیا۔ پھر آپ نے بارگاہ نبوت میں عرض کی: یا نبی اللہ! آپ جو چاہیں مجھے حکم ارشاد فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنی جگہ پر ٹھہرا رہ، تو کسی کو نہیں چھوڑے گا جو ہمیں آملے گا۔ پس آپ دن کے پہلے حصہ میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے بارے میں پوری کوشش کرنے والے تھے اور دن کے آخری حصہ میں آپ ﷺ کے لیے ہتھیار تھے۔ اسی کے بارے میں سراقہ ابو جہل کو

(أ) ابونعیم کی روایت نہیں ملی۔(حکم): شیخ البانی نے کہا کہ ہجرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق جو حدیثیں بیان کی جاتی ہیں جن میں کثرت سے مکڑی کا غار کے سرہانے پر جال بنانے اور کبوتروں کا ذکر ملتا ہے صحیح نہیں ہیں۔ دیکھیں: البانی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ، ج ۳، ص ۳۳۹، رقم: ۱۱۸۹۔

(ب) ابو نعیم، حلیۃ الاولیا، ج ۵، ص ۱۹۷۔

(ج) ابن سعد، الطبقات الکبری، ذکر خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱، ص ۲۳۵، ۲۳۶؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب ما جاء فی دخول عبداللہ بن سلام، ج ۲، ص ۵۲۶، ۵۲۷؛ الطبقات الکبری اور دلائل النبوۃ للبیہقی میں مذکورہ اشعار نہیں ملے۔

(۲) محمد بن ابراہیم بن الحارث بن خالد التیمی، ابو عبداللہ المدنی، ثقہ تابعی ہیں۔ وہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ابو ھریرۃؓ، انس بن مالک، خالد بن معدان سے روایت کرتا ہے۔ ان سے یحیٰی بن سعید الاوزاعی کے علاوہ کثیر تعداد نے روایتیں کی ہیں۔ صحیح قول کے مطابق انہوں نے ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۵، ص ۲۹۵، رقم: ۱۴۰؛ ابن حبان، کتاب الثقات، ج ۲، ص ۶، رقم: ۱۱؛ الدارقطنی، ذکر اسماء التابعین، ج ۱، ص ۵۳، رقم: ۱۷۔

خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے:

أَبَاحَكَمٍ وَ لَوكُنْتَ وَاللهِ شَاهِدَ ... لِأَمْرِ جَوَادِيَ اَنْ تَسِيْخَ قَوَائِمَهْ

"اے ابوالحکم! خدا کی قسم! اگر تو میرے گھوڑے کو اس طرح دیکھ لیتا کہ اس کے پاؤں دھنس گئے ہیں"۔

عَلِمْتَ وَلَمْ تَشْكُكْ بِاَنَّ مُحَمَّداً ... رَسُوْلٌ بِبُرْ هَانٍ فَمَنْ ذَايُقَاوِمُهْ

"تو تو یقین کر لیتا اور ذرا شک نہ کرتا کہ محمد ﷺ رسول ہیں اور یہ دلیل سے ثابت ہے۔ پس کون ہے جو ان کا مقابلہ کر سکتا ہے"۔

(أ) امام بیہقی نے دلائل میں اور ابن عسا کرنے ضبہ بن محصن (ا) العری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہتر ہیں۔تو وہ رونے لگے اور فرمایا: خدا کی قسم! ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک رات اور ایک دن عمر سے بہتر اور افضل ہے۔کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے اس رات اور اس دن کے متعلق کچھ بتاؤں؟ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی جی ہاں یا امیر المؤمنین ! تو انہوں نے فرمایا: ان کی رات وہ تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ اہل مکہ سے بھا گتے ہوئے باہر نکلے۔تو آپ ﷺ رات کے وقت نکلے اور ابوبکر صدیقؓ نے بھی آپ کی اتباع کی پھر وہ کبھی آپ ﷺ کے سامنے چلتے اور کبھی آپ کے پیچھے ، کبھی وہ آپ ﷺ کے دائیں ہوتے اور کبھی بائیں۔تو رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا: اے ابوبکر یہ کیا ہے؟ میں تیرے اس فعل کو نہیں پہچانتا؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے گھات لگا کر بیٹھنے والے یاد آجاتے ہیں۔تو میں آپ کے آگے آجاتا ہوں اور مجھے تلاش کرنے والا یاد آ جاتا ہے اور کبھی آپ کی دائیں جانب ہو جاتا ہوں اور کبھی بائیں جانب ۔ میں آپ کے بارے میں پر امن نہیں ہو تا۔ سو رسول اللہ ﷺ اس رات اپنی انگلیوں کے اطراف پر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں پاؤں ننگے ہو گئے۔ پس جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی اس کیفیت کو دیکھا۔تو آپ ﷺ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ اس طرح وہ آپ ﷺ کو اٹھا کر چلتے رہے یہاں تک کہ غار کے منہ پر جا پہنچے اور

(أ) البیہقی، دلائل النبوۃ، باب خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع صاحبہ، ج ۲، ص ۴۷۶، ۴۷۷؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳۰، ص ۸۰۔(حکم):ابن کثیر نے اس روایت کے ضمن میں فرمایا کہ اس کے سیاق میں ناپسندیدہ اور غیر وثوق اور منفرد بات کا ذکر ہے۔ دیکھیں: ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، باب ہجرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسہ الکریمۃ، ج ۳، ص ۱۸۰۔

(ا) ضبۃ بن محصن العنزی البصری عمر بن خطاب، ابو موسی اشعری، ابو ہریرۃ اور ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنھم سے روایت بیان کرتا ہے ۔ ان سے حسن، قتادہ، میمون بن مہران وغیرہ نے روایتیں کی ہیں۔ ضبۃ ثقہ اور مشہور تابعی ہے۔ ابن سعد نے انہیں قلیل الحدیث کہا ہے۔ دیکھیں: ابن حبان، کتاب الثقات، ج ۲، ص ۲۴۳، رقم: ۱۹۱۴؛ ابن حجر، تقریب التھذیب، ج ۱، ص ۳۵۴، رقم: ۳۴۷۷؛ ابن حجر، تہذیب التھذیب، ج ۳، ص ۲۶۱، رقم: ۳۳۵۱۔

وہاں آپ ﷺ کو اتار دیا۔ پھر عرض کی : قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا! آپ اس میں داخل نہیں ہوں گے یہاں تک میں داخل ہو جاؤں۔ تا کہ اگر اس میں کوئی شے ہے تو وہ آپ سے پہلے مجھ پر واقع ہو۔ چنانچہ آپ اس میں داخل ہوئے اور اس میں کوئی شے نہیں دیکھی۔ پھر آپ ﷺ کو اٹھایا اور اس میں اندر لے گئے۔ غار میں کئی شگاف اور بلیں تھیں جن میں سانپ اور اژدہا تھے۔ پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خدشہ ہوا کہ ان میں سے کوئی چیز نکل کر رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائے گی۔ چنانچہ آپ نے اس میں اپنا پاؤں رکھ دیا اور سانپوں اور اژدہوں نے آپ کو ڈسنا اور ڈنگ لگانا شروع کر دیا اور آپ کے آنسو گرنے لگے۔ اس حال میں رسول اللہ ﷺ آپ کو فرمانے لگے: اے ابوابکر ! غمگین نہ ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔پس اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیق کے لیے راحت وطمانیت نازل فرمائی۔ پس یہی آپ کی وہ رات ہے۔ رہا آپ کا دن (تو اس کی وضاحت یہ ہے) کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اور عرب مرتد ہو گئے۔تو بعض نے کہا: ہم نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ اور بعض نے کہا نہ ہم نماز پڑھیں گے اور نہ ہی ہم زکوٰۃ دیں گے۔ پس میں آپکے پاس آیا حالانکہ انہوں نے صاف ہوکر آپ کی طرف رجوع نہیں کیا تھا۔ تو میں نے کہا: اے خلیفۃ رسول اللہ! ﷺ لوگوں کے ساتھ الفت اور نرمی کا سلوک کیجیے۔ تو آپ نے فرمایا؛ جاہلیت میں انتہائی سخت قہر وغضب کا اظہار کرنے والا اسلام میں انتہائی کمزور اور بزدل ہے۔ آپ ان کے ساتھ کون سی تالیف کریں گے کیا عجیب وغریب شعر کے ساتھ یا چھوٹے شعر کے ساتھ؟ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوگیا اور وحی کا سلسلہ ختم ہوچکا ہے۔ خدا کی قسم! اونٹ کی وہ رسی جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے اگر انہوں نے اس کا بھی مجھ سے انکار کیا تو یقیناً میں ان کے خلاف جنگ کروں گا۔عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پس ہم نے آپ کی معیت میں جنگیں لڑیں۔ خدا کی قسم ! آپ انتہائی معاملہ فہم اور صاف رائے والے تھے اور یہی وہ دن ہے (جو عمر سے بہتر ہے)۔

(أ) ابو نعیم اور بیہقی نے دلائل میں ابن شہابؒ اور عروہؒ سے روایت بیان کی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو تلاش کرنے کے لیے ہر جانب سوار ہو کر نکلے۔ انہوں نے اہل اطیاہ (پانی کے نواح میں رہنے والے) کی طرف یہ حکم بھیجا کہ وہ انہیں انتہائی زیادہ اجرت اور معاوضہ دیں گے۔ وہ اس جبل ثور پر بھی آئے جس کے غار میں نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے ۔ یہاں تک کہ وہ اس کے اوپر چڑھے اور نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی آوازیں سن لیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ڈرگئے اور آپ پر پریشانی اور خوف طاری ہو گیا۔ تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا: لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اور رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔ تو ان پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے اطمینان وراحت نازل ہوئی۔ فرمایا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَ جَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا

(أ) البیہقی، دلائل النبوۃ، باب خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲، ص ۴۷۸۔

السُّفْلىٰ وَكَلِمةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ. الآية.

(أ) ابن شاہین، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے حبشی بن جنادہ (۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اگر مشرکین میں سے کسی نے اپنا قدم آگے بڑھایا تو یقیناً وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! لا تَحْزَنْ اِنَّ اللهَ مَعَنَا ۔

(ب) ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے: وہ لوگ جو ان کی تلاش میں نکلے، وہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور غار میں داخل ہونے سے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ ہم تک پہنچ جائیں گے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لاَ تَحْزَنْ اِنَّ اللهَ مَعَنَا ۔ نشانات ختم ہو گئے اور وہ وہاں سے دائیں بائیں چلے گئے۔

(ج) ابن عساکر نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کے لیے نکلے اور آپ کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ اپنے آپ پر کسی غیر سے محفوظ نہیں تھے یہاں تک کہ دونوں غار میں داخل ہو گئے۔

(د) ابن شاہین، دارقطنی، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تو غار میں میرا ساتھی رہا اور تو حوض پر بھی میرے ساتھ ہو گا۔

(ھ) ابن عساکر نے اسی کی مثل حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے۔

(أ) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳۰، ص ۸۵۔

(ب) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳۰، ص ۸۵۔

(ج) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳۰، ص ۸۸۔ (د) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳۰، ص ۸۹۔

(ھ) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳۰، ص ۸۹، ۹۰ پر ابن عباسؓ سے روایت کردہ حدیث ذکر ہے جب کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو تاریخ دمشق کے محقق علی شیری نے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔

(۱) حبشی بن جنادۃ بن نصر بن اسامۃ سلولی، ابو جنوب، صحابی کا شمار کوفہ کے صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کا شرف حجۃ الوداع کے موقع پر حاصل ہوا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیؓ کی فضلیت میں کئی احادیث روایت کی ہے۔ ان سے الشعبی اور ابو اسحاق السبیعی نے روایتیں کی ہیں۔ دیکھیں: مغلطائی، اکمال تہذیب الکمال، ج ۳، ص ۳۴۹ رقم: ۱۱۴۳؛ ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، ص ۸۹۶؛ ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۱، ص ۴۵۸، رقم: ۱۰۲۹۔

(أ) امام ابن عدی اور ابن عساکر نے زہری کی سند سے انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسان رضی اللہ عنہ کو فرمایا: کیا تم نے ابوبکر کی شان میں کچھ کہا ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں ، تو آپ ﷺ نے فرمایا لے آؤ میں سنوں گا تو انہوں نے یہ کہا:

ثَانِی اثْنَیْنِ فِی الغَارِ الْمَنُیِف وَقَدْ طَا فَ الْعَدُ وُّ بِهِ اِذْ صَاعَدَ الْجَبَلَا

"ثانی اثنین بلند غار میں تھے جب وہ پہاڑ پر چڑھے اس حال میں کہ دشمن ان کے ارد گرد گھوم رہے تھے"۔

وَکَانَ حِبَّ رَسُوْلِ اللهِ قَدْ عَلِمُوْا مِنَ الْبَرِیَّةِ لَمْ یَعْدَلْ بِهِ رَجُلَا

"اور مخلوق جانتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ کے ساتھ شدید محبت تھی کہ کوئی بھی ان کا ہمسر نہ تھا"۔

پس رسول ﷺ خوشی سے ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے پھر فرمایا: اے حسان! تو نے سچ کہا۔ وہ ایسے ہی ہیں جیسے تو نے کہا ہے۔

(ب) خیثمہ(۱) بن سلیمان طرابلسی نے فضائل الصحابہ میں اور ابن عساکر نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کی مذمت بیان کی ہے لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدح بیان فرمائی ہے۔ سو فرمایا اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا.

(ج) ابن عساکر نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ غار والی رات کے بعد کسی شے کا خوف اور دین کے معاملہ میں کسی قسم کی وحشت اور خطرہ مجھ میں داخل نہیں ہوا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنی ذات اور دین کے بارے میں میرے خوف اور ڈر کو دیکھا۔ تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: اطمینان اور سکون رکھ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کی تکمیل اور اس میں نصرت کا فیصلہ فرما دیا ہے۔

(أ) ابن عدی، الکامل، ج ۲، ص ۱۶۱؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳۰، ص ۹۱۔

(ب) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳۰، ص ۲۹۱۔

(ج) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳۰، ص ۳۱۷۔

(۱) خیثمۃ بن سلمان: (۲۵۰-۳۴۳ھ= ۸۶۴ - ۹۵۵م) خیثمۃ بن سلیمان بن حیدرہ قریشی، طرابلسی، ابو الحسن حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ اپنے وقت میں شام کے محدث تھے۔ ان کے شیوخ میں ابو قلابہ الرقاشی، ابو یحییٰ بن ابی میسرہ شامل ہیں۔ ان سے ابن مندہ، ابن جمیع، ابو نصر بن ہارون کے علاوہ کثیر تعداد میں لوگوں نے استفادہ کیا۔ "فضائل الصحابۃ" ان کی ایک بڑی کتاب ہے جس کی چھٹی جلد (فضائل الصدیق) مخطوط شکل میں ہے۔ دیکھیں: الزرکلی، الاعلام، ج ۲، ص ۳۲۶؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۲۵، ص ۲۷۵۔

(أ) ابن عسا کر نے بیان کیا ہے کہ سفیان بن عیینہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سوائے ابوبکر صدیق کے تمام مسلمانوں کو اپنے نبی کریم ﷺ کے بارے میں عتاب کیا ہے۔ وہ اکیلے اس عتاب سے خارج ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ.... الایہ"

(ب) حکیم ترمذی نے حسنؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل زمین کو عتاب کیا ہے اور فرمایا ہے:امام اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ.

(ج) امام ابن عسا کر نے محمد بن یحیٰ کی سند سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے ہمارے اصحاب میں سے کسی نے خبر دیتے ہوئے کہا ہے: ابنا ءصحابہ میں سے نو جوان ایک مجلس میں تھے اور ان میں قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے تو انہوں نے کہا: خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے لیے کوئی وطن بھی نہ تھا مگر میرے جدا مجد اس وقت بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔کسی نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے! قسم نہ اٹھاؤ۔ پھر کہا: دلیل لاؤ ،تو انہوں نے کہا: ہاں ایسی دلیل ہے جسے تم ردنہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ.

(د) ابن سعد،ابن ابی شیبہ، احمد ، بخاری ، مسلم، ترمذی، ابوعوانہ، ابن حبان، ابن منذر اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا: میں غار میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ پس میں نے مشرکین کے آثار دیکھے تو کہا یا رسول اللہ! ﷺ اگر ان میں سے کسی نے اپنا قدم اٹھا یا تو یقیناً اپنے قدم کے نیچے ہمیں دیکھ لے گا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! ان دو کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو۔

(أ) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳۰، ص ۹۳۔

(ب) حکیم ترمذی، نوادر الاصول، باب فی ان ابابکر و یومہ خیر من مومن، ج ۳، ص ۲۔

(ج) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳۰، ص ۹۲۔

(د) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الفضائل ، باب ما ذکر فی ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۱۹۲۹، ۳۶۶۱۳؛ ابن سعد، الطبقات الکبری، ذکر الغار والہجرۃ الی المدینۃ، ج ۳، ص ۱۷۴؛ مسند احمد، مسند الخلفاء الراشدین، مسند ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، رقم: ۱۱؛ صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب المھاجرین و فضلھم، رقم: ۳۴۵۳، ۴۳۸۶؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابی بکرؓ، رقم: ۴۳۸۱؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب سورۃ التوبۃ، رقم: ۳۰۹۶؛ صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، باب بدء الخلق، رقم: ۶۲۷۸، ۶۸۶۹۔

(أ)ابن ابی شیبہ، ابن منذر ، ابوالشیخ اور ابو نعیم نے دلائل میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ وہ دونوں جب غار تک پہنچے تو وہاں ایک بل تھی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا پاؤں اس میں رکھ دیا اور عرض کی: یا رسول اللہ ! ﷺ اگر اس میں کاٹنے یا ڈسنے والی کوئی شے ہے تو اس کا کاٹنا یا ڈسنا مجھ پر واقع ہو۔

(ب) ابن مردویہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: جب غار کی رات تھی۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے اجازت دیجیے تاکہ میں آپ سے پہلے اس میں داخل ہوں، تاکہ اگر کوئی سانپ یا کوئی اور شے ہو تو وہ آپ سے مجھ پر اثر انداز ہو ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اندر جاؤ۔ پس ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور اپنے ہاتھ سے جگہ کو صاف کرنے لگے اور جب بھی کوئی بل دیکھتے تو آپ اپنے کپڑے سے ایک ٹکڑا پھاڑتے اور اسے بل میں داخل کر دیتے حتی کہ آپ نے اپنے سارے کپڑے کے ساتھ ایسا ہی کیا اور ایک بل باقی بچ گئی۔ تو اس پر آپ نے اپنے پاؤں کی ایڑی رکھ لی اور نبی کریم ﷺ سے عرض کی: اندر تشریف لائیے۔ جب صبح ہوئی تو آپ کو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کپڑا کہاں ہے؟ تو آپ نے جو کچھ کیا تھا وہ سب آپ ﷺ کو بتا دیا۔ پس نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک اوپر اٹھائے اور بارگاہ الٰہی میں اس طرح دعا کی: اے اللہ ! قیامت کے دن ابوبکر کو میرے درجہ میں میری معیت عطا فرما ۔تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی فرمائی بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی التجاء کو قبول فرمالیا ہے۔

(ج) ابن مردویہ نے جندب بن سفیان (۱) سے یہ قول بیان کیا ہے جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار کی طرف چلے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ آپ اندر داخل نہ ہو یہاں تک کہ میں اسے صاف کر لوں۔ پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے۔ آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز لگی اور آپ اپنی انگلی سے خون صاف کرتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے:

(أ) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب المغازی، باب ما قالوا فی مھاجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۶۶۱۷۔

(ب) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) جندبؓ بن سفیان سے مراد جندب بن عبداللہ، البجلی، ابو عبداللہ العلقی ہے۔ آپ کوفہ میں رہتے تھے پھر بصرہ منتقل ہوئے۔ آپ کو شرف صحابیت حاصل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کثرت سے روایتیں بیان کی ہیں۔ ان سے روایت بیان کرنے والوں میں محمد بن سیرین، حسن بصری، انس بن سیرین کے علاوہ اہل شام میں شہر بن حوشب شامل ہے۔ ان کو جندب الخیر، جندب ام جندب، اور جندب بن خالد بن سفیان بھی کہا جاتا ہے۔ دیکھیں: ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، ص ۵۷۷؛ البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۱، ص ۵۳۴؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۵، ص ۸۵۔

هَلْ اَنْتَ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتَ   وَفِيْ سَبِيْلِ اللهِ مَا لَقِيْتَ

"صرف تیری انگلی خون آلودہوئی ہے، جو کچھ تجھے ہوا وہ اللہ تعالٰی کے راستہ میں ہوا"۔

(أ) ابن مردو یہ نے جعدہ بن ہبیرہ (۱) سے روایت بیان کی ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیکھتی جب کہ ہم غار کی جانب اوپر چڑھے تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ کے پاؤں مبارک سے خون نکلنے لگا اور میرے قدم تو عادی تھے اور وہ سخت تھے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ننگے پاؤں چلنے کے عادی نہیں تھے۔

(ب) ابن سعد اور ابن مردویہ نے ابن مصعب (۲) رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں انس بن مالک، زید بن ارقم اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو اس حال میں پایا کہ میں نے انہیں یہ باتیں کرتے ہوئے سنا کہ جس رات نبی کریم ﷺ غار میں تھے اللہ تعالٰی نے ایک درخت کو حکم فرمایا۔ تو وہ آپ ﷺ کے سامنے اگا اور اس نے آپ ﷺ کو ڈھانپ لیا اور اللہ تعالٰی نے مکڑی کو حکم دیا تو اس نے آپ کے سامنے ایک جالا بن دیا اور آپ ﷺ کو چھپا لیا۔ اور اللہ تعالٰی نے دو جنگلی کبوتروں کو حکم دیا۔ تو وہ غار کے منہ پر رہنے لگے۔ قریش کے ہر قبیلے سے نوجوان اپنی لاٹھیاں، تلواریں اور نیزے وغیرہ لے کر آگئے۔ یہاں تک کہ جب وہ نبی کریم ﷺ سے چالیس قدم کے فاصلے پر تھے تو ان میں سے ایک نیچے اترا اور اس نے غار میں دیکھا۔ اور لوٹ کر اپنے ساتھیوں کی طرف گیا اور انہوں نے اسے کہا: تجھے کیا ہوا تو نے غار میں نہیں دیکھا؟ تو اس نے جواب دیا: میں نے غار کے منہ پر دو کبوتروں کو دیکھا ہے۔ جس سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس میں کوئی نہیں ہے۔ جو کچھ اس نے کہا وہ سب کچھ نبی کریم ﷺ نے سن لیا اور آپ ﷺ نے جان لیا کہ اللہ تعالٰی نے ان کے ذریعہ سے اسے دور ہٹا دیا ہے۔ سو میں نے نبی کریم ﷺ سے ان کے بارے میں سنا ہے کہ اللہ تعالٰی نے ان کبوتروں کو جزا یہ عطا فرمائی کہ وہ حرم پاک میں رہنے لگے اور حرم پاک کے تمام کبوتر اسی جوڑے سے پیدا ہوئے۔

(أ) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) ابن سعد، الطبقات الکبری، ذکر خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱، ص ۲۲۸، ۲۲۹۔

(۱) جعدۃ بن ہبیرۃ بن ابی وہب بن عمرو المخزومی، ام ہانی کے نواسے تھے۔ کوفہ میں رہتے تھے۔ ان کی شرف صحابیت میں اختلاف ہے۔ ان سے مجاہد، یزید بن عبدالرحمن الاودی، سعید بن علاقہ نے روایات بیان کی ہے۔ دیکھیں: ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، ص ۶۱۸؛ البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۱، ص ۴۸۹۔

(۲) مصدر التخریج، الطبقات الکبری میں ابن مصعب کی بجائے ابو مصعب المکی ہے۔

(أ) امام ابن عسا کر نے تاریخ میں کمزور سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں غار میں تھے تو آپ کو پیاس محسوس ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو فرمایا: غار کے سامنے والے حصہ کی طرف جاؤ اور پی لو۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدرالغار کی طرف گئے اور وہاں سے ایسا مزیدار پانی نوش فرمایا جو شہد سے بھی زیادہ میٹھا اور لذیذ تھا۔ دودھ سے زیادہ سفید تھا اور اس کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر پاکیزہ تھی۔ پھر لوٹ کر واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالٰی نے جنت کی نہروں پر مقرر فرشتے کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ جنت الفردوس کی ایک نہر کو غار کے سامنے کھول دے تاکہ تم اس سے پانی پی لو۔

(ب) ابن منذر نے شعبیؒ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے بغیر کوئی معبو د نہیں ! ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا نبی کریم ﷺ کے تمام اصحاب کو آپ کی نصرت کے بارے میں عتاب کیا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُواْ ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ خدا کی قسم ! ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان سے خارج ہیں جنہیں عتاب فرمایا گیا۔

(ج) ابن ابی حاتم نے سالم(۱) بن عبید رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے اور سالم بن عبید اصحاب صفہ میں سے تھے کہ انہوں نے فرمایا: عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: کون ہے وہ جس کی یہ تین خصلتیں ہیں اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ۔ صاحب کون ہے؟ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ۔ وہ دونوں کون ہیں۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ یہ خطاب کس سے ہے؟

(أ) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳۰، ص ۱۵۰۔

(ب) ابن منذر کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۴۰۔

(۱) سالم بن عبید اشجعی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق کوفہ سے تھا اور اہل صفہ میں سے تھے۔ ان سے نبیط بن شریط، ہلال بن یساف اور خالد بن عرفجہ نے روایتیں کی ہے۔ دیکھیں: ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۳، ص ۱۳۶۰؛ البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۳، ص ۱۴۵؛ مغلطاي، اکمال تہذیب الکمال، ج ۵، ص ۱۹۳۔

(أ) ابن ابی حاتم نے عمرو (۱) بن حارث سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کون سورۃ التوبۃ پڑھ سکتا ہے ایک آدمی نے کہا: میں۔ آپ نے فرمایا: پڑھ۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ آپ رونے لگے اور فرمایا خدا کی قسم! وہ صاحب میں ہی ہوں۔

(ب) ابوالشیخ نے قتادہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا صاحبہ میں صاحب سے مراد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور غار سے مراد مکہ مکرمہ کا وہ پہاڑ ہے جسے ثور کہا جاتا ہے۔

(ج) ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر میرا بھائی اور غار میں میرا ساتھی ہے۔ پس تم اس سے اسے پہچان لو۔ پس اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو یقیناً ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا۔ اس مسجد میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے سوا تمام کھڑکیاں بند کردو۔

(د) ابن مردویہ نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا۔ تو یقیناً ابو بکر صدیق کو خلیل بناتا۔ البتہ وہ میرے بھائی اور غار کے میرے ساتھی ہیں۔

(ھ) عبدالرزاق اور ابن منذر نے زہری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ میں غار سے مراد وہ ہے جو اس پہاڑ میں ہے جس کا نام ثور ہے۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۴۱۔

(ب) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) صحیح بخاری، ابواب المساجد، باب الخوخۃ والممر فی المسجد، رقم: ۴۵۵۔

(د) ابن مردویہ کی کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ) عبدالرزاق الصنعانی، تفسیر صنعانی، ج ۱، ص ۲۷۶۔

(۱) عمرو بن حارث: (۹۰ - ۱۴۸ھ = ۷۰۸ - ۷۶۴ م) عمرو بن الحارث بن یعقوب انصاری، ابو امیہ مصری، حفاظ حدیث میں سے تھے۔ ان کے شیوخ میں ابن ابی ملیکۃ، قتادہ، عمرو بن دینار کے علاوہ خلق کثیر شامل ہے۔ ان سے مجاہد، بکیر بن الاشج، ابن وہب اور ان کے استاد قتادہ نے روایتیں لی ہیں۔ یحییٰ بن معین نے انہیں کو ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں: الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۶، ص ۳۴۹، رقم: ۱۵۰؛ السیوطی، حسن المحاضرۃ، ج ۱، ص ۳۰۰، رقم: ۲۷؛ مغلطای، اکمال تہذیب الکمال، ج ۱۰، ص ۱۴۴، رقم: ۴۰۷۴۔

(أ) ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں جس نے ایک قوم کو حراء پر چڑھتے ہوئے دیکھا۔ تو میں نے پوچھا: یہ لوگ حراء میں کیا تلاش کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: وہ غار جس میں رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روپوش ہوئے تھے۔ تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ حراء میں روپوش نہیں ہوئے تھے بلکہ جبل ثور میں روپوش ہوئے تھے اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر(ا) اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی بھی اس غار کے محل کو نہیں جانتا۔ کیونکہ وہ دونوں ان کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور عامر بن فہیرہ جو کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام تھا وہ اس کو جانتا ہے کیونکہ وہ جب اپنا ریوڑ چرانے کے لیے نکلتا تو ان دونوں کے پاس سے گزرتا اور انہیں دودھ پیش کرتا۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے مجاہدؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین دن تک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار میں رہے۔

(ج) عبدالرزاق، احمد، عبد بن حمید، بخاری، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے زہریؒ کی سند سے عروہؒ سے اور انہوں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے والدین کو کبھی بھی نہیں پایا مگر اس حال پر کہ وہ دونوں دین اسلام کے پیروکار اور اطاعت شعار رہے۔ اور ہم پر کوئی دن نہیں گزرا مگر اس طرح کہ رسول اللہ ﷺ ہر دن صبح و شام ہمارے گھر تشریف لائے۔ جب مسلمانوں کو اذیتیں دی گئیں تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے۔ حتیٰ کہ جب برک الغماد کے

(أ) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب المغازی، باب ما قالوا فی مھاجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۶۶۱۶۔

(ج) مصنف عبدالرزاق، کتاب المغازی، باب من ھاجر الی الحبشۃ، رقم: ۹۷۴۳؛ مسند احمد، مسند النساء، مسند الصدیقۃ عائشۃ بنت الصدیق رضی اللہ عنہ، رقم: ۲۵۶۲۶، صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۶۹۲؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۳۹۔

(ا) عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق، ابو محمد یا ابو عثمان، ام المومنین عائشۃ صدیقۃ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے۔ غزوہ بدر میں شرک کی حالت میں شریک ہوئے۔ پھر فتح مکہ کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا اور مدینہ ہجرت کی۔ بہت بہادر تیر انداز تھے۔ آپ ابو بکر صدیق کے بڑے بیٹے تھے۔ مدینہ میں رہتے تھے اور مکہ میں ۵۳ھ کو فوت ہوئے۔ دیکھیں: ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۴، ص ۱۸۱۵؛ السیوطی، حسن المحاضرۃ، ج ۱، ص ۲۱۶، رقم: ۱۶۸؛ البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۴، ص ۴۱۴۔

مقام پر پہنچے تو قبیلہ قارہ (۱) کا سردار ابن الدغنہ(۲) آپ سے ملا۔تو اس نے پوچھا: اے ابوبکر! کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے سو میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ میں سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔تو ابن دغنہ نے کہا: اے ابوبکر! تمہارے جیسے آدمی کو نہ نکالا جاسکتا ہے اور نہ وہ نکل سکتا ہے۔ بلاشبہ آپ محتاجوں اور فقیروں کی مدد کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، آپ یتیموں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور مہمانوں کی عزت افزائی اور تعظیم کرتے ہیں اور حق پر آنے والی آفتوں اور مصائب کے خلاف مدد کرتے ہیں اور میں آپ کا پڑوسی ہوں، آپ کو پناہ دیتا ہوں۔ چنانچہ قریش نے ابن دغنہ کے پناہ دینے کو قبول کر لیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امن دے دیا اور انہوں نے ابن دغنہ کو کہا: کہ ابوبکر کو کہو وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ میں کرے، اس میں جو چاہے نماز پڑھے اور جس کی چاہے قراء ت کرے اور ہمیں اذیت نہ پہنچائے اور نہ ہی وہ اپنے گھر نماز پڑھے اور قرآن کریم کی قرأت میں مشغول ہو۔ سو آپ نے ایسا ہی کیا کچھ وقت کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذہن میں خیال آیا اور آپ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنائی۔ اور آپ اسی میں نماز پڑھتے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے۔ مشرکین کی عورتیں اور ان کے بچے آپ کے پاس جمع ہو جاتے۔ وہ آپ کی طرف دیکھتے اوراظہار تعجب کرتے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت زیادہ رویا کرتے تھے۔ جب آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو آپ اپنے آنسوؤں کے سیلاب کو روکنے کی قدرت نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ اسی شے نے قریش کے سرداروں کو بہت زیادہ پریشان اور مضطرب کر دیا۔ پس انہوں نے ابن دغنہ کو بلا بھیجا۔ جب وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: ہم نے ابوبکر کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرے۔ لیکن اس نے اس سے تجاوز کیا ہے اور اس نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی ہے۔ اور وہاں وہ اعلانیہ نماز اور قرآن پڑھتا ہے اور ہمیں یہ خدشہ اور خوف ہے کہ وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنہ میں مبتلا کر دے گا۔ پس اگر وہ یہ پسند کرے کہ وہ اپنے رب کی عبادت کو صرف اپنے گھر تک ہی محدود رکھے گا تو پھر ایسا کرے۔ اور اگر وہ یہ تسلیم نہ کرے اور اعلانیہ عبادت پر مصر ہو تو پھر اسے بتا دیجیے کہ وہ تمہاری ذمہ داری اپنے اوپر ہی ڈال دے گا۔ کیونکہ ہم تیرے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو توڑنا بھی نا پسند کرتے ہیں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس اعلانیہ عمل کو قبول بھی نہیں کر سکتے۔

---

(۱) القارۃ: قاف اور راء کے تخفیف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ یہ بنو الھون بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر کا ایک مشہور قبیلہ ہے جو قریش کے قبیلہ بنو زہرہ کا حلیف تھا۔ یہ لوگ تیر اندازی میں ضرب المثل تھے۔ دیکھیں: ابن حجر، فتح الباری، ج ۷، ص ۲۳۳؛ عمر رضا، معجم قبائل العرب، ج ۳، ص ۱۲۶۰۔

(۲) ابن الدغنہ قبیلہ قارہ کے سردار تھے جن کا اصل نام حابس تھا۔ ابن حجر، فتح الباری، ج ۷، ص ۲۳۳۔

ابن دغنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ابوبکر! تم جانتے ہو کہ میں نے جس شرط کی بنا پر تمہارے لیے معاہدہ کیا تھا، پس اگر تم اس کے پابند رہوتو وہ قائم ہے۔ ورنہ میری پناہ مجھے واپس لوٹا دو، کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ عرب یہ سنیں میں نے ایک آدمی کے اس معاہدے میں بے وفائی کی ہے جو میں نے اس کے لیے کیا تھا، یہ سن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تیری پناہ تجھے واپس کرتا ہوں ۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم ﷺ کی پناہ پر ہی راضی اور خوش ہوں۔ ان دنوں رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں ہی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو فرمایا: مجھے تمہارا دار ہجرت دکھا دیا گیا ہے۔ میں نے کھجوروں والی ایک ولدلی زمین دیکھی ہے جو سیاہ پتھروں والی زمین کے دوقطعوں کے درمیان ہے۔ یہی حرتان کہلاتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ ذکر فرمادیا تو پھر جنہوں نے ہجرت کی انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہی ہجرت کی اور مسلمانوں میں سے جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہ بھی مدینہ کی طرف لوٹ آئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کے لیے تیار ہوئے۔تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا ٹھہر جایئے کیونکہ مجھے امید ہے کہ مجھے بھی اجازت دے دی جائے گی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا آپ بھی یہ امید رکھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور سنگت کے لیے اپنے آپ کو روک لیا۔ آپ کے پاس دو اونٹنیاں تھیں آپ انہیں چار ماہ تک ببول کے پتوں کا چارہ ڈالتے رہے۔ پس اسی اثناء میں ہم ایک دن اپنے گھر میں دوپہر کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں حالانکہ آپ ﷺ اس وقت کبھی بھی ہمارے پاس تشریف نہیں لائے۔تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ ﷺ اس ساعت میں بغیر حکم کے تشریف نہیں لا رہے۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچے اور اجازت طلب فرمائی۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی اور آپ ﷺ اندر آگئے۔ رسول اللہ ﷺ جو نہی اندر تشریف لائے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اپنے پاس سے دوسروں کو نکال دیجیے۔تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ سب آپ کے اہل ہیں ؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے بتایا: مجھے یہاں سے خروج کی اجازت دے دی گئی ہے۔تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی : یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا صحابہ کرام کو بھی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں تو پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺمیرے ماں باپ آپ پر قربان! میری ان دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ لے لیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ثمن (قیمت) کے عوض۔ام المومنین عائشہ صدیقہ نے بیان فرمایا۔پس ہم نے دونوں کے لیے خوب اچھی طرح تیاری کی اورہم دونوں کے لیے سفر کا توشہ ایک چمڑے کے برتن میں ڈالا اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اپنے ازار بند کو کاٹا اور اس کے ساتھ اس برتن کو باندھ دیا۔ اسی وجہ سے اسماء رضی اللہ عنہا کو ذات النطاقین کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک

پہاڑ کے غار میں چلے گئے جس پہاڑ کا نام ثور ہے اور تین راتیں دونوں وہاں ٹھہرے رہے۔ رات کے وقت ان کے پاس عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ آتے تھے۔ وہ نوجوان، معاملہ فہم اور انتہائی ہوشیار اور تیز آدمی تھے۔ وہ سحری کے وقت ان کے پاس سے چلے جاتے تھے اور قریش مکہ کے ساتھ اس طرح صبح کرتے تھے جیسا کہ وہاں رات گزارنے والا کرتا تھا۔ آپ جو بات بھی ان سے متعلق سنتے تھے آپ اسے یادرکھ لیتے۔ یہاں تک کہ اس کی خبران تک پہنچا دیتے جب کہ اندھیرے باہم مل رہے ہوتے تھے۔ ان کے قریب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ اپنا ریوڑ چراتا تھا۔ پس جب رات کی تاریکی چھا جاتی تو وہ ان میں سے دودھ والی بکریاں آپ کو پیش کرتا تھا۔ وہ دونوں اپنے مقام میں رات گزار رہے ہوتے یہاں تک کہ عامر بن فہیرہ اندھیرے میں دونوں کو آواز دیتا۔ وہ تینوں راتیں اسی طرح کرتا رہا۔

رسول اللہ ﷺ نے بنی دیل کا ایک آدمی اجرت پر لیا۔ پھر اس کا تعلق بنی عبد بن عدی سے تھا۔ اور وہ راستے کی راہنمائی میں انتہائی مہارت رکھتا تھا۔ حالانکہ اس نے آل عاص بن وائل میں جھوٹی قسم کھائی تھی اور وہ کفار قریش کے دین پر تھا۔ مگر ان دونوں نے اسے پناہ دی اور اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالے کر دیں۔ اور تین راتوں کے بعد انہیں غارثور میں لانے کا اس سے وعدہ لیا۔ پس تیسری رات کی صبح کو وہ دونوں سواریوں کو ساتھ لے کر آگیا اور وہاں سے سفر کا آغاز کیا۔ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ اور ایک راستے کا راہبر دیلی بھی تھا۔ اس نے ان کے لیے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا جو کہ ساحل کا راستہ تھا۔ زہری کا بیان ہے کہ مجھے عبدالرحمن بن مالک (۱) مدلجی جو کہ سراقہ بن جعشم کا بھتیجا ہے، نے بتایا ہے کہ اسے اپنے باپ نے یہ بتایا ہے کہ اس نے سراقہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کفار قریش کے قاصد ہمارے پاس آئے اور انہوں نے آکر بتایا کہ قریش نے کہا ہے جو بھی رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا یا انہیں قید کر کے لائے گا ان کی دیت (سواونٹ) اس کے لیے ہوگی۔

پس اس اثناء میں کہ میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا ان میں سے ایک آدمی آیا ہمارے پس آکر کھڑا ہو گیا پھر اس نے کہا: اے سراقہ! میں نے ابھی ساحل پر چند لوگوں کو دیکھا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ وہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی ہی ہیں۔ سراقہ نے کہا: میں نے پہچان لیا کہ یقیناً وہ وہی ہیں۔ لیکن میں نے کہہ دیا کہ وہ وہ نہیں ہیں۔ لیکن میں نے فلاں فلاں آدمی کو دیکھا ہے کہ وہ چل پڑے ہیں۔ پھر میں کچھ دیر مجلس میں بیٹھا

---

(۱) عبدالرحمن بن مالک بن جعشم بن عمر مدلجی تابعین میں سے ہیں۔ وہ اپنے والد مالک بن مالک بن جعشم اور اپنے چچا سراقہ بن مالک بن جعشم سے روایت کرتا ہے۔ ان سے امام زہری نے روایتیں کی ہیں۔ امام نسائی نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۴، ص ۱۲۳، رقم: ۴۶۷۰۔

رہا اور پھر اٹھ کر اپنے گھر گیا اور اپنی کنیز کو حکم دیا کہ وہ میرے گھوڑے کو ٹیلے کے پیچھے کی جانب لے چلے اور وہاں اسے روکے رکھے۔ میں نے اپنا نیزہ اٹھایا اور گھر کی پچھلی جانب سے نکلا۔ زمین کو اپنے نیزے سے چھیدتا رہا اور نیزے کی اوپر والی جانب کو نیچے کی جانب کیا۔ یہاں تک کہ میں اپنے گھوڑے کے پاس پہنچ گیا۔ پس میں اس پر سوار ہوا اور اسے خوب تیزی سے دوڑایا۔ اس نے مجھے اتنا قریب پہنچا دیا یہاں تک کہ میں نے ان کا نشان دیکھ لیا۔ پس جب میں ان کے اتنا قریب پہنچ گیا کہ آواز انہیں سنائی دینے لگی۔ تو میر گھوڑا لڑکھڑا گیا اور میں اس سے گر پڑا۔ پھر اٹھا اور اپنا ہاتھ اپنے ترکش کی طرف بڑھایا اور اس سے فال کا تیر نکالا۔ اس کے ذریعے یہ غوروفکر کرنے کی کوشش کی کہ آیا میں انہیں کچھ ضرر پہنچا سکوں گا یا نہیں؟ لیکن اس سے ایسا تیر نکلا جو مجھے قطعاً پسند نہ تھا یہ کہ میں انہیں کوئی ضرر اور نقصان نہیں پہنچا سکوں گا۔ پھر میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو اور فال کے خلاف کیا۔ یہاں تک کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کی قرأت سننے لگا اور حال یہ ہے کہ آپ ادھر ادھر التفات نہیں فرماتے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کثرت سے تمام اطراف میں دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ پس اس وقت میرے گھوڑے کے آگے والے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور گھٹنوں تک پہنچ گئے۔ میں اس سے گر پڑا۔ پھر اسے کھینچا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا حالانکہ پاؤں کا نکلنا قریب نہ تھا۔ پس جب اس کی ٹانگیں سیدھی ہوگئیں تو دیکھا کہ اس کے پاؤں پر لگام کا نشان ہے جو دھوئیں کی صورت میں آسمان کی جانب پھیلی ہوئی ہے۔ میں نے پھر تیر نکالا لیکن وہی نکلا جسے میں ناپسند کرتا تھا کہ میں انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکوں گا۔لہذا میں نے انہیں امان کے لیے آواز دی۔ سو آپ ﷺ ٹھہر گئے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو اور ان کے قریب آپہنچا۔ جب میں ان سے ملا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں انہیں قید نہیں کر سکا۔ بلاشبہ عنقریب رسول اللہ ﷺ کا حکم غالب آجائے گا۔ پھر میں نے ان سے کہا: کہ آپ کی قوم نے آپ کے بارے میں سواونٹ انعام مقرر کیا ہے۔ میں نے انہیں سفر کے متعلق کچھ بتایا۔ اور جو لوگ ان کا ارادہ رکھتے تھے ان کے بارے میں آگاہ کیا اور اپنا کھانا اور کچھ سامان سفر انہیں پیش کیا۔ مگر انہوں نے مجھ سے کوئی شے نہ لی اور نہ مجھ سے کسی کے بارے میں پوچھا۔ مگر صرف یہ کہ ان کا معاملہ مخفی رکھوں، کسی پر اظہار نہ کروں، پھر میں نے عرض کی کہ مجھے ایک تحریر لکھ دیجیے جس میں امان کا وعدہ کیا گیا ہو۔ چنانچہ آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا۔ تو انہوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر امان نامہ لکھ کر دے دیا اور پھر چلے گئے۔

امام زہری کا بیان ہے کہ عروہ بن زبیر نے مجھے یہ بتایا ہے کہ آپ ﷺ زبیر اور مسلمانوں کے ایک قافلے سے ملے جو کہ ملک شام سے تجارے کر کے مکہ کی طرف آرہے تھے۔ تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا۔ ان کا لباس سفید کپڑے کا تھا۔ جب مدینہ طیبہ کے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بارے میں سنا تو وہ ہر صبح مقام حرہ تک آتے تھے اور آپ ﷺ کا انتظار کرتے یہاں تک کہ انہیں دو پہر کی گرمی اذیت پہنچانے لگتی تو وہ واپس لوٹ جاتے۔ پس اسی طرح ایک دن طویل انتظار کرنے کے بعد وہ واپس لوٹے۔ جو

ہی وہ اپنے گھروں میں پہنچے یا وہ ایک یہودی کے گھر میں جو کہ ایک ٹیلے پر واقع تھا انتظار کے لیے جمع تھے کہ اس کی نظر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب پر پڑی۔ غبار ہٹ چکا تھا اور ان کے چہرے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ تو اس نے بلند آواز میں ندادی یا معشر العرب! یہ وہ تمہارے بزرگ ہیں جن کی تم انتظار کر رہے ہو۔ پس مسلمانوں نے ہتھیار اٹھائے اور رسول اللہ ﷺ سے جاملے یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کو الحرہ کے پاس لے آئے۔ وہاں سے آپ ﷺ دائیں جانب پھرے اور قبا میں بنی عمر وبن عوف (۱) میں نزول فرمایا۔ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کا دن تھا۔ رسول اللہ ﷺ قیام فرمارہے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو نصیحتیں کرتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھے رہے اور انصار میں سے جو بھی ایسا شخص آتا جس نے رسول اللہ کو دیکھا ہوا نہ تھا تو وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ گمان کرتا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو دھوپ آگئی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر سے آپ ﷺ پر سایہ کیا۔ اس وقت لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی پہچان ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ دس سے زائد راتیں بنی عمر و بن عوف میں قیام فرمارہے اور وہ مسجد بنائی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی اور اس میں نماز ادا فرمائی۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور چل پڑے اور آپ ﷺ کے ساتھ لوگ بھی چلے یہاں تک کہ آپ کی سواری مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد (مسجد نبوی) کی جگہ آکر بیٹھ گئی۔ اس دن سے مسلمان وہاں نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ جگہ سہل اور سہیل دو بھائیوں کی کھجوریں خشک کرنے کا میدان تھا۔ یہ دونوں یتیم بچے تھے اور بنی نجار میں ابو امامہ سعد بن زرارہ (۲) رضی اللہ عنہ کے زیر کفالت تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی سواری وہاں بیٹھی تو آپ ﷺ نے فرمایا "هٰذَا الْمَنْزِلُ إِنْ شَاءَ اللهُ" اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہی منزل ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے دونوں بچوں کو بلایا اور ان کے ساتھ اس میدان کا سودا کیا کہ آپ ﷺ وہاں مسجد بنائیں گے۔ تو انہوں نے عرض کی: بلکہ یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ کے لئے یہ جگہ ہبہ کرتے ہیں لیکن آپ ﷺ نے ان سے یہ جگہ اس طرح قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر آپ ﷺ نے ان سے وہ جگہ خریدلی اور وہاں مسجد تعمیر فرمائی اور اس کی تعمیر کے وقت رسول اللہ ﷺ بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ اینٹیں اٹھا کر لانے میں برابر کے شریک

---

(۱) بنی عمرو بن عوف قحطانیوں میں ازد کا قبیلہ خزرج کا بطن ہے۔ دیکھیں: عمر رضا، معجم قبائل العرب، ج ۲، ص ۸۳۴۔

(۲) ابو امامہ اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ خزرجی انصاری، اسعد الخیر، ابو امامہ انصار میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے تھے۔ وہ اور ذکوان بن عبد قیس زمانہ نبوت میں مکہ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے قبول کیا۔ اس طرح یہ دونوں پہلے لوگ تھے جو اسلام لا کر مدینہ لوٹے۔ انہوں نے غزوہ بدر سے پہلے وفات پائی اور البقیع میں دفن ہوئے۔ دیکھیں: ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۱، ص ۱۱۴، رقم: ۹۸؛ ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۱، ص ۲۸۰، الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۱، ص ۲۹۹، رقم: ۵۸۔

رہے۔اس دوران آپ ﷺ یہ اشعار پڑھتے رہے:

هٰذا الْجَمَالُ لَا جَمَالُ خَيْبَر　　　هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَ اَطْهَرْ

"یہ جمال خیبر کا حسن وجمال نہیں، یہ تو ہمارے رب کا احسان اورانتہائی طہارت وپاکیزگی ہے"۔

اَنَّ الْاَجْرَ اُجْرَ الْاٰخِرَةِ　　　فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةِ

"بے شک اجر تو صرف آخرت کا اجر ہے۔اے اللہ! انصار ومہاجرین پر رحم فرما"۔

رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں سے کسی آدمی کے شعر کے جواب میں یہ شعر پڑھتے تھے۔ اس کا نام مجھے معلوم نہیں۔

ابن شہابؒ نے بیان کیا ہے: احادیث میں مجھے یہ معلوم نہیں ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے ان اشعار کے سوا بھی کوئی مکمل شعر کہا ہو۔ لیکن آپ ﷺ مسجد بنانے کے وقت صحابہ کرام کے ساتھ رجز پڑھتے رہے۔

جب رسول اللہ ﷺ اور کفار قریش کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو وہ جنگ سر زمین حبشہ کی طرف ہجرت کر نے والوں اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے والوں کے درمیان حائل ہوگئی یہاں تک کہ وہ غزوۂ خندق کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ سے مدینہ طیبہ میں آکر ملے ۔ پس اسماء بنت عمیسؓ(۱) بیان کرتی ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حبشہ میں ٹھہر نے والوں کو عار دلایا کرتے تھے۔تو اس کا ذکر اسماء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کر دیا۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اس طرح نہ کیا کرو۔ سب سے پہلے قتال کے بارے میں یہ آیت نازل کی گئی: اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا.......... لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ (۲) ۔'' اذن دے دیا گیا ہے (جہاد کا)ان (مظلوموں) کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس بناء پر کہ ان پر ظلم کیا گیا"۔

---

(۱) اسماء بنت عمیس بن معد بن حارث خثعمیؓ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی اخیافی بہن تھی۔ ابتداء اسلام میں ایمان لائی اور اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔غزوہ موتہ میں حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد ابوبکر صدیقؓ کے نکاح میں آئی جن سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ان کی وفات کے بعد انہوں نے حضرت علیؓ سے نکاح کیا۔ ان سے ۶۰ احادیث مروی ہے۔انہوں نے ۴۰ھ (۶۶۱ء) میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن الاثیر، اسد الغابۃ ج ۵، ص ۳۶۵، رقم: ۶۷۱۶؛ ابن حجر، الاصابۃ، ج ۴، ص ۲۳۱۷، رقم: ۱۰۸۰۰؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۴، ص ۳۴۷، رقم: ۳۲۶۴؛ ابن جوزی، صفۃ الصفوۃ، ص ۳۰۷، رقم: ۱۴۴؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۶۴۵، رقم: ۱۱۹۷۴۔

(۲) الحج : (۳۹،۴۰)

(أ) ابن ابی شیبہ، احمد اور بخاری نے انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے اس حال میں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ردیف تھے۔ وہ شیخ تھے وہ پہچانے جاتے تھے اور نبی کریم ﷺ کی پہچان نہیں ہو سکتی تھی۔ تو لوگ کہتے تھے: اے ابوبکر! تمہارے آگے یہ بچہ کون ہے؟ تو وہ جواب دیتے "هَادٍ يَهْدِيْنِي السَّبِيْلَ" راہنما ہے جو مجھے راستہ کی راہنمائی فرماتا ہے۔ فرمایا: جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو حرہ کے مقام پر اترے اور انصار کی طرف پیغام بھیجا۔ تو وہ آگئے۔ راوی کا بیان ہے میں اس دن حاضر تھا جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ پس میں نے اس دن سے زیادہ حسین کوئی دن نہیں دیکھا۔ اور جس دن نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا اس دن سے بڑھ کر کوئی قبیح اور زیادہ تاریک کوئی دن نہیں دیکھا۔

(ب) ابن عبد البر نے التمہید میں کثیر بن فرقد(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کی غرض سے نکلے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سواری لائی گئی۔ اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: آپ سوار ہوں اور وہ آپ کے ردیف ہوں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلکہ تم سوار ہو اور میں آپ کے پیچھے بیٹھوں گا۔ کیونکہ جو مالک ہو وہی سواری پر آگے بیٹھنے کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔ سو جب دونوں نکلے تو راستے میں سراقہ بن جعشم سے ملاقات ہوئی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ اس نے آپ سے پوچھا۔ تم کون آدمی ہو؟ آپ نے فرمایا: باغ (بغاوت کرنے والا) اس نے کہا: یہ تمہارے پیچھے کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ھاد۔ (ہدایت اور رہنمائی کرنے والا) پھر اس نے کہا: کیا آپ محمد ﷺ کے بارے میں بتا سکتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ میرے پیچھے ہیں۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب المغازی، باب ما قالوا فی مهاجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۶۶۲۵؛ مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند انس بن مالک، رقم: ۱۴۰۶۳؛ صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۶۹۹۔

(ب) ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ، التمهيد لما في الموطا من المعاني والاسانيد،تحقيق: مصطفیٰ بن احمد، محمد عبدالکبیر، وزارۃ عموم الاوقاف الاسلامیۃ، المغرب، ۱۳۸۷، کل اجزاء: ۲۲، ج ۱۶، ص ۲۵۱۔

(۱) کثیر بن فرقد: مدنی کبار تبع تابعین میں سے ہیں۔ مصر میں رہتے تھے۔ ان کے شیوخ میں نافع، ابی بکر بن حزم، اور عبداللہ بن مالک شامل ہیں جب کہ ان سے عمرو بن الحارث، لیث، مالک اور ابن لھیعۃ نے روایت کی ہے۔ ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے۔ دیکھیں: الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۹، ص ۵۷۹؛ ابن حجر، تہذیب التھذیب، ج ۵، ص ۳۹۵، رقم: ۶۶۲۱۔

(أ) ابن ابی حاتم ، ابوالشیخ ، ابن مردویہ بیہقی نے دلائل میں اور ابن عسا کر نے تاریخ میں بیان کیا ہے کہ فَأَنْزَلَ اللهُ سَكِيْنَتَهُ عَلَيْهِ ک ے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ اللہ تعالٰی نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر طمانیت نازل فرمائی کیونکہ نبی کریم ﷺ سے کبھی بھی طمانیت زائل نہیں ہوئی۔

(ب) ابن مردویہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار حرامیں داخل ہوئے تو ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ اگر ان میں سے کوئی اپنے قدموں کی جگہ کی جانب دیکھے گا تو وہ بایقین مجھے اور آپ کو دیکھ لے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالٰی ہے؟ اے ابوبکر! بلاشبہ اللہ تعالٰی نے اپنی جانب سے طمانیت تجھ پر نازل فرمائی ہے اور میری تائید ایسے لشکروں کے ساتھ کی ہے جنہیں تم نے نہیں دیکھا۔

(ج) الخطیب نے تاریخ میں حبیب بن ابی ثابت(۱) سے فَأَنْزَلَ اللهُ سَكِيْنَتَهُ عَلَيْهِ کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالٰی نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر طمانیت نازل فرمائی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ پر تو سکینت اور طمانیت ہمہ وقت تھی۔

(د) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا كَلِمَةُ الَّذِيْنَ كَفَرُو السُّفْلٰى میں کلمہ سے مراد شرک ہے۔ اور وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا میں کلمہ سے مراد لا الہ الا اللہ ہے۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۲۷؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع صاحبہ، ج ۲، ص ۴۸۲؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳۰، ص ۸۸۔

(ب) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۳۴۵۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۵۲؛ البیہقی، الاسماء والصفات، باب بیان ان للہ جل ثناؤہ اسماء اخری، رقم: ۲۰۶۔

(۱) حبیب بن ابی ثابت قیس بن دینار، ابویحیی الکوفی ثقہ فقیہ تابعی تھے۔ انہوں نے زید بن ارقم، انس بن مالک، ذر بن عبداللہ ہمدانی سے تحصیل علم کیا۔ ابن عباسؓ اور ام سلمہؓ سے مرسل روایت بیان کرتا ہے۔ ان سے الاعمش، شعبہ، مسعر، الثوری کے علاوہ خلق کثیر نے روایتیں کی ہیں۔ ابو حاتم نے انہیں صدوق کہا ہے۔ انہوں نے ۱۱۹ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی، سیر اعلام النبلاء ، ج ۵، ص ۲۸۸، رقم: ۱۲۷؛ ابن حبان، کتاب الثقات، ج ۲، ص ۷۸، رقم: ۵۷۶؛ ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۶، ص ۳۱۶، رقم: ۲۴۳۰؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۶۴۳، رقم: ۱۲۸۷۔

(أ) ابوالشیخ نے ضحاک سے اسی کی مثل روایت نقل کی ہے۔

(ب) امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن مردویہ نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: وہ آدمی جو بہادری اور شجاعت کے لیے لڑتا ہے اور جو حمیت کی خاطر لڑتا ہے اور جو ریاء اور دکھا وے کے لیے جنگ کرتا ہے۔تو کون اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کر رہا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی اس لیے لڑا تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ سر بلند ہو تو وہی اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑا ۔

انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (41)

’’ تم سبکبار ہویا گراں بار(یعنی مال واسباب تھوڑا رکھتے ہویابہت گھروں سے) نکل آؤ اور خدا کے راستے میں مال اورجان سے لڑو۔یہی تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ سمجھو‘‘۔

(ج) فریابی اور ابوالشیخ نے ابوالضحیٰ(۱) سے بیان کیا ہے کہ انہوں ے کہا: سورۂ برأت میں سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی اِنْفِرُوْا خِفَا فًا وَّثِقَا لاً پھر اس کی پہلی اور آخری آیت نازل ہوئی۔

(د) ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ ابو مالک نے کہا: سورۂ برأت میں سے جو شے سب سے اول نازل ہوئی وہ یہ ہے اِنْفِرُوْا خِفَا فًا وَّثِقَا لاً پھر اس کا اول اور آخر نازل ہوا۔

(أ) ابوالشیخ کی کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب و لقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین، رقم: ۷۰۲۰؛ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ، رقم: ۱۹۰۴؛ سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا، رقم: ۲۵۱۷؛ سنن ترمذی، فضائل الجهاد، باب فیمن یقاتل ریاء و للدنیا، رقم: ۱۶۴۶؛ سنن النسائی، کتاب الجهاد، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا، رقم: ۳۱۳۶۔

(ج) فریابی اور ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) ابن ابی شیبۃ اور ابن منذر کی روایت نہیں ملی۔

(۱) ابوالضحی مسلم بن صبیح الکوفی ابن عباسؓ، جریر بن عبداللہ، نعمان بن بشیر اور مسروق سے روایت بیان کرتا ہے۔ ان سے منصور، اعمش، فطر بن خلیفہ نے روایتیں بیان کی ہے۔ابو زرعہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔انہوں نے عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں ۱۰۰ھ کو وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۵، ص ۷۱، رقم: ۲۷؛ مغلطاي، اکمال تہذیب الکمال، ج ۱۱، ص ۱۷۴، رقم: ۴۵۴۰۔

(أ) ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ ابو مالک نے کہا: کہ سورۂ **برأت** میں سے سب سے پہلے مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(ب) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: **خِفَافًا** سے مراد نشاط یعنی خوشی کی حالت ہے اور **ثِقَالاً** سے مراد غیرنشاط یعنی اداسی اور پریشانی کی حالت ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حسنؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ **خِفَافًا** سے مراد مشغولیت کی حالت اور **ثِقَالاً** سے مراد غیر مشغولیت کی حالت ہے۔

(د) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حسنؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ **خِفَافًا وَّثِقَالاً** کا معنی ہے تنگی اور سہولت یعنی ہر دو حالت میں جہاد کے لیے نکلو۔

(ھ) ابن منذر نے زید بن اسلم سے یہ قول بیان کیا ہے کہ **خِفَافًا** سے مراد جوانی کی حالت اور **ثِقَالاً** سے مراد بڑھاپے کی حالت ہے۔

(و) ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ عکرمہؒ نے کہا کہ **خِفَافًا وَّثِقَالاً** سے مراد جوان اور بوڑھے ہیں۔

(ز) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ مجاہد نے فرمایا: لوگوں نے کہا: بے شک ہم میں ثقیل، حاجت مند، کاروباری، مشغول رہنے والے اور وہ ہیں جن کے معالات منتشر اور بکھرے ہوئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان تمام کے بارے میں یہ حکم نازل فرمایا: **اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالاً** اور ان کا کوئی عذر قبول کرنے سے انکار کر دیا سوائے اس کے کہ وہ جس حالت میں ہیں، ہلکی یا بوجھل وہ جہاد کے لیے نکلیں۔

(أ) ابن ابی شیبۃ اور ابن منذر کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۵۸۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۵۹۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۶۰۔

(ھ) ابن منذر کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(و) ابن ابی شیبۃ اور ابن منذر کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ز) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۶۱۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ سدیؒ نے کہا: ایک آدمی آیا۔ ان کا گمان تھا کہ وہ مقداد تھے۔ وہ بہت عظیم الجثۃ اور موٹا تھا۔ اس نے آپ ﷺ کے پاس اپنا شکوہ پیش کیا اور عرض کی کہ آپ ﷺ اسے اجازت عطافرمادیں۔ تو آپ ﷺ نے انکار کردیا۔ اس دن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنْفِرُوْاخِفَافاً وَّثِقَالاً پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ حکم لوگوں پر گراں اور شدید تر ثابت ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کرتے ہوئے فرمایا لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ وَ لاَ عَلَی الْمَرْضٰی (۱) "نہیں ہے کمزوروں پر اور نہ بیماروں پر"۔ الآیہ۔

(ب) ابن جریر نے حضرمی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ لوگوں کے لیے قریب تھا کہ ان میں سے کوئی بیمار ہوتا یا بوڑھا ہوجاتا اور وہ کہتا کہ بے شک میں گناہ گار نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمادی۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۶۳۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۷۵۳۔

(۱) التوبۃ : (۹۱)

(أ) ابن سعد، ابن ابی عمر العدنی(۱) نے مسند میں، عبد اللہ بن احمد(۲) نے زوائد الزہد میں، ابو یعلی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ابوطلحہ(۳) نے سورۃ براءت پڑھی۔ پس جب وہ اس آیت پر پہنچے اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالاً تو فرمایا: میرا خیال ہے کہ ہمارا رب ہم سے جہاد کے لیے نکلنے کا مطالبہ فرمارہا ہے، چاہے ہم

(أ) ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۳، ص ۵۰۷؛ ابن ابی عمر العدنی -- جیسا کہ ابن حجر، المطالب العالیۃ، کتاب المناقب، باب فضل ابی طلحۃ رضی اللہ عنہ، رقم: ۴۰۲۶؛ عبداللہ بن احمد، الزہد، باب اخبار مسلم بن یسار، ص ۲۵۰، ۲۵۱؛ مسند ابی یعلی، ثابت البنانی عن انس، رقم: ۳۴۱۳؛ صحیح ابن حبان، کتاب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم عن مناقب الصحابۃ، باب ایضاً، رقم: ۷۱۸۴؛ صحیح مسلم، کتاب الجہاد، رقم: ۲۵۰۳؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۵۵۔**(حکم)**: امام حاکم اور صحیح ابن حبان کے محقق شعیب الارنووط نے اس روایت کے اسناد کو صحیح علی شرط مسلم کہا ہے۔

(۱) ابن ابی عمر العدنی کا نام محمد بن یحیی ابی عمر اور کنیت ابو عبداللہ یا ابو یحیی ہے۔ صاحب مسند ہے۔ ان کے شیوخ میں سفیان بن عیینہ، فضل بن عیاض، معتمر بن سلیمان شامل ہیں۔ جب کہ ان سے مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، (حکم) بن معبد نے روایتیں کی ہیں۔ ابو حاتم نے انہیں صدوق کہا ہے۔ انہوں نے مکہ میں ۲۴۳ھ کو وفات پائی۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۱، ص ۲۶۵، رقم: ۸۴۷؛ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲، ص ۹۶، رقم: ۲۸؛ مغلطای، اکمال تہذیب الکمال، ج ۱۰، ص ۳۹۰، رقم: ۴۳۵۵۔

(۲) عبداللہ بن احمد (۲۱۳ - ۲۹۰ھ= ۸۲۸ - ۹۰۳ م)۔ عبداللہ بن احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی، ابو عبدالرحمن حافظ حدیث تھے۔ اور اہل بغداد میں سے تھے۔ انہوں نے اپنے والد سے "المسند" اور "الزہد" روایت کی ہے۔ اور زوائد المسند تالیف کر کے اپنے والد کے مسند پر تقریباً دس ہزار احادیث کا اضافہ کیا۔ ان سے امام نسائی، البغوی، ابو عوانہ جیسے بڑے بڑے محدثین نے استفادہ کیا۔ امام ذہبی نے انہیں حافظ اور دارقطنی نے ثقہ لکھا ہے۔ دیکھیں: مغلطای، اکمال تہذیب الکمال، ج ۷، ص ۲۳۰، رقم: ۲۷۹۴؛ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۵۱۶، رقم: ۲۵۷؛ النسائی، مشیخۃ النسائی، ص ۹۰، رقم: ۱۱۰۔

(۳) ابوطلحہ: (۳۶ق ھ = ۳۴ھ = ۵۸۵ - ۶۵۴م)۔ زید بن سھل بن الاسود بخاری انصاری عقبی، بدری صحابی ہیں۔ آپ عقبہ، بدر، احد، خندق اور دوسرے تمام مشاہد میں شریک ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور ابو عبیدہؓ بن جراح کے درمیان رشتہ مواخات قائم کیا تھا۔ آپ غزوہ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف بھی تھے۔ بحری جہاد کے دوران وفات پائے۔ اور کسی جزیرہ میں دفن کیے گئے۔ بعض روایات کے مطابق انہوں نے مدینہ میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۳، ص ۱۱۴۴، ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۲، ص ۱۹۷، رقم: ۱۸۴۴۔

بوڑھے ہوں یا جوان اور ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی کا کوئی عذر نہیں سنا ۔تم میرے لیے تیاری کرو۔ ان کے بیٹوں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کا بھی وصال ہوگیا اور آپ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر بھی جنگ میں شریک ہوتے رہے ہیں یہاں تک کہ ان کا بھی وصال ہوگیا۔ سو اب ہم آپ کی جانب سے جہاد میں شریک ہوں گے۔ لیکن آپ نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ اور سمندری سفر کے لیے جہاز پر سوار ہوئے۔ اسی دوران وصال فرماگئے۔آپ کے ساتھیوں نے نو دن(۱) کے بعد آپ کو دفن کرنے کے لیے جزیرہ پا یا تب تک آپ میں کوئی تغیر اور تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ چنانچہ اتنے دنوں کے بعد انہوں نے آپ کو اس جزیرہ میں دفن کر دیا۔

(أ) ابن سعد اور حاکم نے ابن سیرین سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بدر میں حاضر ہوئے پھر ایک سال کے سوا کبھی بھی مسلمانوں کی کسی جنگ سے آپ پیچھے نہیں رہے اور وہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا اور میں اپنے آپ کو خفیف اور ثقیل ہی پاتا ہوں۔

(ب) ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے نے بیان کیا ہے کہ ابور اشد حبرانی (۲)نے کہا ہے: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے گھوڑ سوار مقداد رضی اللہ عنہ کو حمص میں دیکھا ہے، وہ ایک جنگ کا ارادہ رکھتے تھے۔تو میں نے عرض کی: تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے۔تو انہوں نے

(أ) ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۳، ص ۴۸۵؛ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب ذکر مناقب ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ، رقم: ۵۹۳۰۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۷۵۵، ۱۶۷۵۶؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۵۶؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۲۰، ص ۲۳۶، رقم: ۵۵۶؛ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ عنھم، باب مناقب المقداد بن عمرو الکندی، رقم: ۵۴۸۷، ۲۵۵۱۔(حکم):امام حاکم نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے۔

(۱) کتب التخریج الطبقات الکبری، الزہد، مسند ابی یعلی، صحیح ابن حبان، المستدرک میں نودن کی بجائے "سات" لکھا ہوا ہے۔ جب کہ تفسیر ابن ابی حاتم میں نو دن ہے۔

(۲) ابو راشد الحبرانی: کبار تابعین میں سے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا نام اخضر یا نعمان ہے۔ انہوں ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کیا اور غزوہ قبرص میں شریک ہوئے۔ وہ علیؓ، عبادہ بن صامتؓ اور کعب الاخبار سے روایت کرتا ہے۔ جب کہ ان سے شُریح بن عبید، لقمان بن عامر، اور زبیدی وغیرہ نے روایتیں کی ہیں۔ امام احمد العجلی نے کہا کہ وہ تابعی ثقہ ہے اور دمشق میں ان سے اپنے زمانہ میں کوئی شخص افضل نہیں تھا۔ دیکھیں: الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۶، ص ۲۳۶، ۲۳۷، ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۲۶۱، ۳۰۲، رقم: ۹۶۶۴۔

فرمایا: سورۃ البحوث یعنی سورۃ التوبۃ نے ہمارے عذر سے انکار کیا ہے اور فرمایا: اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالاً ۔

(أ) ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے ابویزید مدنی(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ابو ایوب انصاری اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالی نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ ہم ہر حال میں جہاد کے لیے نکلیں۔ اور وہ مذکورہ ارشاد باری تعالی کی یہی تاویل کرتے تھے۔

لَوْ كَانَ عَرَضاً قَرِيباً وَسَفَراً قَاصِداً لَّاتَّبَعُوكَ وَلَـٰكِن بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (42)

"اگر مالِ غنیمت سہل الحصول اور سفر ہلکا ہوتا تو تمہارے ساتھ (شوق سے) چل دیتے لیکن مسافت ان کو دور (دارز) نظر آئی (تو عذر کریں گے) اور خدا کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو آپ کے ساتھ ضرور نکل پڑتے یہ (ایسے عذروں سے) اپنے تئیں ہلاک کر رہے ہیں اور خدا جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں"۔

(ب) امام ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی: کیا آپ بنی اصفر(۲) کے ساتھ جنگ نہیں لڑیں گے، شاید آپ شہنشاہ روم کی بیٹی کو پالیں؟ اور دو آدمیوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ آپ جانتے ہیں کہ عورتیں فتنہ ہیں۔ پس آپ ہمیں ان کے سبب فتنہ میں نہ ڈالیں۔ لہٰذا ہمیں اجازت فرمادیں۔ تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت فرمادی۔ جب وہ دونوں چلے گئے تو ان میں سے ایک نے کہا: یہ چربی فقط سب سے پہلے کھانے والے کے لیے ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ چل پڑے۔ ابھی تک آپ ﷺ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ جب آپ نے کچھ فاصلہ طے کر لیا تو آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس وقت آپ پانی کے ایک چشمے کے پاس تھے لَوْ كَانَ عَرَضاً قَرِيباً وَسَفَراً قَاصِداً لَّاتَّبَعُوكَ اور آپ پر یہ آیت بھی نازل ہوئی: عَفَا اللّٰهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ (۳) اور آپ پر یہ آیت بھی نازل ہوئی لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ (۴) "نہ اجازت

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۵۷۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۰۹۰۔

(۱) ابو یزید المدنی نے ابن عمرؓ، ابو ہریرۃؓ، ابن عباسؓ، ذکوان مولی عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع کیا۔ جب کہ ان سے روایت کرنے والوں میں ایوب السختیانی، ابن ابی عروبہ، جریر بن حازم وغیرہ شامل ہیں۔ ابو یزید اپنی کنیت سے مشہور ہے۔ ان کا نام معلوم نہیں۔ ابو حاتم نے انہیں شیخ اور یحیی بن معین نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ دیکھیں: ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۹، ص ۴۵۸، رقم: ۲۳۵۳؛ المزی، تہذیب الکمال، ج ۳۴، ص ۴۰۹، رقم: ۷۷۰۶۔

(۲) بنی اصفر: ان سے اہل روم مراد ہے۔ دیکھیں: تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، ج ۱۴، ص ۴۲۶، رقم: ۱۷۰۹۰ کے حاشیہ میں۔

(۳) التوبۃ: (۴۳)　(۴)۔ التوبۃ: (۴۴)

مانگیں گے آپ سے جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور روز قیامت پر"۔ اور ان کے خلاف یہ حکم نازل ہوا : اِنَّھُمْ رِجْسٌ وَّ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ (ا) "یقیناً وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے بدلہ ہے اس کا جو وہ کمایا کرتے تھے"۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا لَوْ کَانَ عَرَضاً قَرِیْباً کا معنی ہے اگر مال غنیمت قریب ہوتا۔ اور وَلٰکِن بَعُدَتْ عَلَیْھِمُ الشُّقَّةُ کی تفسیر میں فرمایا کہ الشُّقَّةُ سے مراد مسافت ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عَرَضًا قَرِیْبًا کا معنی ہے اگر وہ دنیا جیسے وہ طلب کرتے ہیں قریب ہوتی۔ اور سَفَرًا قَاصِدًا کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر سفر قریب ہوتا۔

(ج) عبد بن حمید اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ کے بارے میں قتادۃؓ نے فرمایا ہے: تحقیق وہ خروج کی طاقت رکھتے تھے لیکن ان کے نفسوں میں سستی اور غفلت تھی اور جہاد سے دوری کے جذبات تھے۔

عَفَا اللّٰہُ عَنکَ لِمَ أَذِنتَ لَھُمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْاْ وَتَعْلَمَ الْکَاذِبِیْنَ (43)

'' خدا تمہیں معاف کرے تم نے پیشتر اس کے کہ تم پر وہ لوگ ظاہر ہوجاتے جو سچے ہیں اور وہ بھی تمہیں معلوم ہوجاتے جو جھوٹے ہیں اُن کو اجازت کیوں دی؟''۔

(د) عبدالرزاق نے مصنف میں اور ابن جریر نے عمر و بن میمون اودی سے یہ قول نقل کیا ہے: دو کام ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے کیے حالانکہ دونوں کے بارے میں کسی شے کا کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ ایک آپ ﷺ کا منافقین کو اجازت دینا اور دوسرا قیدیوں سے فدیہ لینا۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: عَفَا اللّٰہُ عَنکَ لِمَ أَذِنتَ لَھُم الآیہ۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۶۶، ۱۰۰۷۰۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۶۷، ۱۰۰۶۸۔

(ج) عبد بن حمید اور ابن منذر کی روایت نہیں ملی۔

(د) مصنف عبدلرزاق، کتاب الجھاد، باب البیات، رقم: ۹۴۰۳؛ تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۷۶۵۔

(ا) التوبۃ : (۹۵)

(أ) ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے موروق العجلی(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کیا تم نے اس سے حسین اور اچھا عتاب کہیں سنا ہے کہ عتاب فرمانے سے پہلے ہی عفو و درگزر سے آغاز فرمایا اور ارشاد فرمایا: عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ ۔

(ب) ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں مجاہدؒ نے کہا ہے کچھ لوگوں نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کرو۔ پس اگر آپ ﷺ تمہیں اجازت عطا فرمادیں تو پھر بیٹھے رہو۔ اور اگر تمھیں اجازت نہ بھی ملے تو پھر بھی بیٹھے رہو۔

(ج) امام نحاس نے ناسخ میں اسی آیت کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت سمیت تین آیات اس آیت کے ساتھ منسوخ ہو چکی ہیں فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ (۲) "پس جب وہ اجازت مانگیں آپ سے اپنے کسی کام کے لیے تو اجازت دیجیے ان میں سے جسے آپ چاہیں"۔

(د) ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس اور ابوا لشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے اسی آیت کے بارے میں یہ کہا ہے کہ: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں یہ آیت نازل فرمائی: فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ.

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۷۵۔ لیکن یہ روایت مورق العجلي کی بجائے عون سے مروی ہے۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۷۷۔

(ج) النحاس، الناسخ والمنسوخ، ص ۵۰۵۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۷۶؛ النحاس، الناسخ والمنسوخ، ص ۵۰۵۔

(۱) مورق العجلي: مورق بن مشرج بن عبداللہ العجلی، ابو المعتمر البصری ثقہ، عابد اور کبیر القدر تابعی ہیں۔ انہوں نے حضرت عمرؓ اور ابو الدرداءؓ، ابوذرؓ کے علاوہ کئی لوگوں سے استفادہ کیا ہے۔ ان کے تلامذہ میں توبۃ العبری، قتادہ، حمید الطویل اور عاصم احول شامل ہیں۔ ان سعد نے انہیں ثقہ عابد کہا ہے۔ انہوں نے ۱۰۰ھ کے بعد عراق پر عمر بن ہبیرہ کی گورنری میں وفات پائی۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۸، ص ۵۱، رقم: ۲۱۱۷؛ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۴، ص ۳۵۳، رقم: ۱۳۵؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۷، ص ۲۶۴۔

(۲) التوبۃ: (۶۲)

لاَ يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَن يُجَاهِدُواْ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ وَاللّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ (44)إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لاَ يُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ (45)

"جولوگ خداپر اور روزِآخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو تم سے اجازت نہیں مانگتے (کہ پیچھے رہ جائیں بلکہ چاہتے ہیں کہ) اپنے مال اورجان سے جہادکریں۔اورخدا پرہیزگاروں سے واقف ہے۔اجازت وہی لوگ مانگتے ہیں جو خدا پر اور روزِآخرت پر ایمان نہیں رکھتے اوراُن کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں سو وہ اپنے شک میں ڈانوڈول ہورہے ہیں"۔

(أ) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور نحاس نے ناسخ میں بیان کیا ہے کہ مذکورہ دونوں آیتوں کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ منافقین کی تفسیر ہے جب کہ انہوں نے بغیر کسی عذر کے جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت مانگی تھی اور اللہ تعالی نے مومنین کے عذر کو قبول کرتے ہوئے فرمایا: فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ .

(ب) ابوعبید، ابن منذر ، ابن ابی حاتم ، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان دونوں آیات کی ناسخ وہ آیت ہے جو سورۂ نور میں ہے یعنی إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۱) اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کو اس بارے میں دو اعلی نظریوں کا اختیار دیا ہے کہ جو جہاد میں شریک ہو وہ فضیلت و شرف کے ساتھ جہاد کرے اور جو کوئی پیچھے رہے تو وہ بغیر کسی حرج کے پیچھے بیٹھا رہے اگر اللہ تعالی چاہے۔

وَلَوْ أَرَادُواْ الْخُرُوجَ لأَعَدُّواْ لَهُ عُدَّةً وَلَـكِن كَرِهَ اللّهُ انبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُواْ مَعَ الْقَاعِدِينَ (46) لَوْ خَرَجُواْ فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلاَّ خَبَالاً وَلأَوْضَعُواْ خِلاَلَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ وَاللّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ (47) لَقَدِ ابْتَغَوُاْ الْفِتْنَةَ مِن قَبْلُ وَقَلَّبُواْ لَكَ الأُمُورَ حَتَّى جَاء الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللّهِ وَهُمْ كَارِهُونَ (48)

"اوراگروہ نکلنے کاارادہ کرتے تو اس کے لیے سامان تیارکرتے لیکن خدانے ان کا اٹھنا (اورنکلنا) پسند ہی نہ کیا تو اُن کو ہلنے جلنے ہی نہ دیا اور (ان سے) کہہ دیا گیا جہاں (معذور) بیٹھے ہیں تم بھی اُن کے ساتھ بیٹھے رہو۔ اگر وہ تم میں(شامل ہوکر) نکل بھی کھڑے ہوتے تو تمہارے حق میں شرارت کرتے اورتم میں فساد ڈلوانے کی غرض

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۷۶۸ ؛تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۸۰؛ النحاس، الناسخ والمنسوخ، ص ۵۰۶۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۸۱۔ یہ روایت ابن عباس کی بجائے عطاء الخراسانی سے مروی ہے۔

(۱) النور : (۶۲)

سے دوڑے دوڑے پھرتے اور تم میں ان کے جاسوس بھی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ یہ پہلے بھی طالب فساد رہے ہیں اور بہت سی باتوں میں تمہارے لیے اُلٹ پھیر کرتے رہے یہاں تک کہ حق آپہنچا اور خدا کا حکم غالب ہوا اور وہ برا مانتے ہی رہ گئے"۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ضحاک نے کہا کہ وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْبِعَاثَهُمْ کا معنی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے نکلنے کو ناپسند کیا۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: فَثَبَّطَهُمْ کا معنی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں روک لیا۔

(ج) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا کے بارے میں کہا ہے کہ یہ ان منافقین کا ذکر ہے جو غزوۂ تبوک کے وقت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ اور مومنین سے ان کے بارے میں پوچھا اور فرمایا: کون سی شے تمہیں غمگین کر رہی ہے "اگر وہ تمہارے (لشکر) میں نکلتے تو بجز فساد کے تم میں کچھ اضافہ نہ کرتے" یعنی اگر وہ تمہارے لیے جمع ہوتے اور عملاً شریک ہوتے تو پھر بھی وہ تمہاری مدد نہ کرتے اور باعث رسوائی بنتے۔

(د) عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَّلَا۟اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ کا معنی بیان کرتے ہوئے قتادہ نے فرمایا: یقیناً وہ تمہارے درمیان دوڑ دھوپ کرتے۔

(ھ) ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے فرمایا: لَا۟اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ کا معنی ہے کہ وہ یقیناً تمہیں چھوڑ دیتے۔ اور يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ کا معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ عبداللہ بن نبتل، عبداللہ بن ابی ابن سلول، رفاعہ بن تابوت اور اوس بن قیظی تمہارے معاملہ میں ٹال مٹول کرتے۔ اور وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ کی تفسیر میں کہا: اور تم میں منافقین کے علاوہ ان کی طرح باتیں کرنے والے موجود ہیں اور وہ منافقین کے جاسوس ہیں۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۸۶۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۸۷۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۸۸۔

(د) تفسیر عبدالرزاق، ج ۱، ص ۲۷۶؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۹۰۔

(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۸۹، ۱۰۰۹۳، ۱۰۰۹۵۔

(أ) ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَفِيكُمْ سَمَّعُوْنَ لَهُمْ کا معنی ہے تم میں ان تک باتیں پہنچانے والے موجود ہیں۔

(ب) ابن اسحاق اور ابن منذر نے حسن بصری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن نبتل اور رفاعہ بن زید بن تابوت منافقین کے سرداروں میں سے تھے اور جو اسلام کے ساتھ مکر اور دھوکہ کرتے تھے انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِن قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ...... الیٰ آخر الایت.

وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ائْذَن لِّي وَلَا تَفْتِنِّي أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ (49)

"اور ان میں سے بعض کہتے ہیں اجازت دیجیے مجھے (کہ گھر ٹھہرا رہوں) اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے۔ خبردار فتنہ میں تو وہ گر چکے۔ اور بے شک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو"۔

(ج) ابن منذر، طبرانی ، ابن مردویہ اور ابونعیم نے المعرفہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے غزوۂ تبوک کے لیے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے جد بن قیس[۱] کو فرمایا بنی اصفر کے ساتھ جہاد کرنے کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: مجھے تو یہ خوف ہے کہ اگر میں نے بنی اصفر کی عورتوں کو دیکھ لیا تو میں فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں گا اس لیے آپ مجھے اجازت عطا فرمادیجیے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۹۷۔

(ب) ابن اسحاق اور ابن منذر کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۲، ص ۱۲۲، رقم: ۱۲۶۵۴؛ ابو نعیم الاصبھانی، ج ۲، ص ۶۴۴، رقم: ۱۷۲۰۔ **(حکم)**: امام الہیثمی نے کہا: اس میں یحیی الحمانی ہے جو کہ ضعیف ہے۔ دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب سورۃ براءۃ، رقم: ۱۱۰۴۳۔

(۱) جد بن قیس بن صخر بن خنساء السلمي، ابو عبداللہ منافقین میں سے تھے جن کے بارے میں سورۃ التوبۃ کی ایت ۴۹ نازل ہوئی (و منھم من یقول ائذن لی و لا تفتنی) وہ زمانہ جاہلیت میں تمام بنی سلمہ کے سردار تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جگہ عمرو بن الجموح کو ان کا سردار بنا دیا۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بعد میں توبہ کیا اور خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔ ان سے جابر بن عبداللہ اور ابوہریرہؓ نے روایت کی ہے۔ دیکھیں: ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۱، ص ۳۵۰، رقم: ۷۰۹؛ ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، ص ۶۴۳؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۳، ص ۳۳۸۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو جد بن قیس کو یہ فرماتے سنا ہے: اے جد! کیا تو بنی اصفر کے خلاف جنگ کے لیے تیار ہے؟ تو جد نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ مجھے اجازت عطا فرمادیں گے؟ کیونکہ میں عورتوں کے عشق ومحبت میں مبتلا ہونے والا آدمی ہوں۔ مجھے یہ خوف ہے کہ اگر میں نے بنی اصفر کی عورتوں کو دیکھ لیا تو میں فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حالانکہ آپ اس سے اعراض کر رہے تھے میں نے تجھے اجازت دے دی۔ تب اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

(ب) طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم غزوہ میں شریک ہو، بنی اصفر کی بیٹیاں غنیمت میں پاؤ گے۔ تو منافقین میں سے کچھ لوگوں نے کہا : بلاشبہ یہ تمہیں عورتوں کے فتنہ میں مبتلا کردے گا۔ سو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

(ج) ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ آیت جد بن قیس کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس نے یہ کہا تھا: اے محمد! ﷺ مجھے اجازت دے دیجیے اور مجھے بنی اصفر کی عورتوں کے فتنہ میں نہ ڈالیے۔

(د) ابن ابی شیبہ ، ابن منذر اور ابوالشیخ نے مجاہدؒ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تبوک (۱) کی جنگ لڑو! روم کی عورتوں سے بنات اصفر غنیمت میں پاؤ گے تو انہوں نے کہہ دیا ہمیں اجازت دے دیجیے اور ہمیں عورتوں کے فتنہ میں نہ ڈالیے۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۹۶۰۰۔

(ب) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۱، ص ۶۳، رقم: ۱۱۰۵۲۔ **(حکم)**:امام الہیثمی نے کہا: اس میں ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان ہے جو کہ ضعیف ہے۔ دیکھیں: الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب سورۃ براءۃ، رقم: ۱۱۰۴۴۔

(ج) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔ **(حکم)**: حافظ ابن حجر نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھیں: ابن حجر، الاصابۃ، ج ۱، ص ۴۶۸، رقم: ۱۱۱۲۔

(د) ابن ابی شیبۃ، ابن منذر اور ابوالشیخ کی کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) وادی القری اور شام کے درمیان ایک جگہ ہے جہاں ۹ھ میں غزوہ تبوک ہوا جو کہ آخری غزوہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اصحاب الایکۃ، جن کی طرف شعیب علیہ السلام بھیجے گئے تھے اسی علاقے میں رہتے تھے۔ دیکھیں: یاقوت الحموي، معجم البلدان، ج ۲، ص ۱۴؛ سید فضل الرحمن، فرہنگ سیرت، ص ۷۲۔

(أ) ابن اسحاق، ابن منذر اور بیہقی نے دلائل میں اپنی سند سے عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبد اللہ (۱) بن ابی بکر بن حزم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بہت کم غزوات کے لیے تشریف لے جاتے تھے مگر یہ واضح ہوتا کہ آپ ﷺ کا خروج کسی اور ارادہ سے ہے۔ مگر آپ ﷺ نے غزوۂ تبوک کے وقت فرمایا: اے لوگو! میں روم کا ارادہ رکھتا ہوں اور میں انہیں خوب جانتا ہوں ۔یہ تنگی کا زمانہ تھا، گرمی شدید تھی اور شہر قحط زدہ تھے۔ وہ وقت پھلوں کے پکنے کا تھا اور لوگ اپنے پھلوں کے پاس اور سایوں میں بیٹھنا پسند کرتے تھے اور ان سے کہیں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ پس اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنی تیاری کے سلسلہ میں جد بن قیس سے یہ فرمایا: اے جد! بنی اصفر کی بیٹیوں کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میری قوم جانتی ہے کہ عورتوں کے بارے میں رغبت رکھنے والا مجھ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں۔ اور مجھے تو یہ خوف ہے کہ اگر میں نے بنی اصفر کی عورتوں کو دیکھ لیاتو وہ مجھے فتنہ میں ڈال دیں گی۔ پس مجھے تواجازت دے دیجیے یا رسول اللہ! رسول اللہ نے اس سے منہ پھیر لیا اورفرمایا تجھے اجازت ہے۔تو اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمِنْهُم مَّنْ يَقُوْلُ ائْذَن لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا راوی کہتے ہیں: وہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہے اورصرف اپنی ہی ذات میں رغبت رکھنے کے سبب جس فتنہ میں مبتلا ہوا وہ اس فتنہ سے کہیں شدید اور بڑا ہے جس فتنہ میں بنی اصفر کی عورتوں کے سبب مبتلا ہونے کا وہ خوف کر رہا تھا۔ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكَافِرِيْنَ کہ اسی کے سبب جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا: لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ۔ "مت نکلو اس سخت گرمی میں"۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَّوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ (۲) "فرمایئے دوزخ کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے۔ کاش! وہ کچھ سمجھتے۔پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے سفر کی تیاری فرمائی اور لوگوں کوبھی تیاری کا حکم ارشاد فرمایا اور اہل ثروت کوفی سبیل اللہ سواریاں اور اخراجات دینے پر برانگیختہ کیا۔اہل ثروت میں سے بہت سے افراد نے یہ بوجھ اٹھایا

(أ) ابن اسحاق کی روایت ۔ جیسا کہ سیرۃ ابن ھشام، ج ۲، ص ۵۱۶؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب جماع ابواب غزوہ تبوک، ج ۵، ص ۲۱۳، ۲۱۴۔

(۱) عبداللہ بن ابی بکر بن محمد عمرو بن حزم، ابو محمد انصاری، مدنی، مدینہ کے علماء میں سے تھے۔ انہوں نے انس، عروہ بن زبیر اورعمرۃ کے علاوہ کئی لوگوں سے تحصیل علم کیا۔ ان سے استفادہ کرنے والوں میں ابن جریج، ابن اسحاق، الثوری، زہری، ابن عیینہ اور امام مالک جیسے بڑے بڑے محدثین شامل ہیں۔ ابن سعد نے انہیں ثقہ، عالم، کثیر الحدیث لکھا ہے۔ انہوں نے ۷۰ سال کی عمر میں ۱۳۵ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۸، ص ۴۵۹؛ مغلطاي، اکمال تہذیب الکمال، ج ۷، ص ۲۶۹، رقم: ۲۸۲۹؛ احمد الکلاباذی، الھدایۃ والارشاد، ج ۱، ص ۴۳۶، رقم: ۶۳۹۔

(۲) التوبۃ : (۶۶)

اور انتہائی خلوص کا اظہار کیا اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں اتنا عظیم مال خرچ کیا کہ آپ سے بڑھ کر کسی نے خرچ نہیں کیا اور دوسواونٹوں کا بوجھ حاضر خدمت کیا۔

(أ) بیہقیؒ نے دلائل میں عروہ اور موسیٰ بن عقبہ سے روایت بیان کی ہے کہ دونوں نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے شام کے لیے لشکر تیار کیا اور لوگوں کو خروج کی اجازت عطا فرمائی اور انہیں کوچ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اس وقت موسم خزاں کی انتہائی شدید گرم راتیں تھیں اور لوگوں کے لیے اپنی کھجوروں کا پھل چننے کا موسم تھا۔ بہت سے لوگوں نے سستی کا مظاہرہ کیا اور کہا: ان میں روم کی طاقت نہیں ہے۔ شرفاء نکل پڑے اور منافقین پیچھے رہ گئے۔ اور آپس میں باتیں کرنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ اب کبھی ان کی طرف واپس نہیں آئیں گے۔ پس جنہوں نے ان کی بات کو تسلیم کیا انہوں نے انہیں اپنی طرف کھینچ لیا اور جانے سے بازرکھا اور مسلمانوں میں سے بھی کچھ افراد اپنے اپنے عذر کے سبب ساتھ جانے پیچھے رہ گئے ۔ان میں سے کچھ بیمار اور کچھ تندرست تھے۔ چھ آدمی حاضر خدمت ہوئے، وہ تمام کے تمام تنگدست تھے، وہ آپ ﷺ سے سواری کا مطالبہ کرنے لگے اور وہ آپ سے پیچھے رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔تو رسول ﷺ نے فرمایا: میں ایسی کوئی سواری نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ پس وہ اس حال میں واپس مڑے کہ انتہائی غم زدہ حالت میں ان کی آنکھیں آنسو بہار ہی تھیں۔ اور وہ اس حالت پر انتہائی مغموم تھے کہ خرچ کرنے کے لیے کوئی شے نہیں پاتے۔ ان افراد میں بنی سلمہ سے عمر بن غنمہ، بنی مازن میں سے ابن نجار ابولیلیٰ عبدالرحمٰن بن کعب، بنی حارث میں سے علیہ بن زید(۱) ، بنی عمر و بن عوف میں سے سالم بن عمیر اور ہرم بن عبدااللہ(۲) تھے۔ انہیں بنی البکاء(۳) پکارا جاتا ہے۔ان کے علاوہ عبداللہ بن عمر اور بنی مزینہ میں سے ایک آدمی تھا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو روتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ یہ جہاد کو پسند کرتے ہیں اور وہ انتہائی کو شاں ہیں۔ سو اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انہیں معذور قرار دیا اور ارشادفرمایا: لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلاَ عَلَى الْمَرْضٰى وَ لاَ عَلَى الَّذِيْنَ لاَيَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.... الآیہ۔ اور اس کے بعد کی دو آیات بھی ہیں۔

(أ) البیہقی، دلائل النبوۃ، باب جماع ابواب غزوہ تبوک، ج ۵، ص ۲۲۴، ۲۲۵۔

(۱) الدر المنثور میں علیۃ بن زید ہے جب کہ کتاب التخریج ولائل النبوۃ میں علبۃ بن زید ہے۔

(۲) الدر المنثور میں ہرم بن عبداللہ لکھا ہوا ہے جب کہ کتاب التخریج دلائل النبوۃ میں ہرمی بن عبداللہ ہے۔ ہرمی بن عبداللہ الواقفی قدیم الاسلام صحابی ہے اور بکائین صحابہ میں سے ایک ہے۔دیکھیں:ابونعیم، الاصبہانی،معرفۃالصحابۃ، ج ۵، ص ۲۷۷۰۔

(۳) آہ و بکا اور کثرت سے رونے والے۔ ان سے مراد وہ چھ صحابہ کرام ہیں جو غزوہ تبوک کے موقع پر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ جہاد کے لیے نکلنا چاہ رہے تھے لیکن سواری دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کے بارے میں سورۃ التوبۃ کی آیت ۹۲ نازل ہوئی ۔ [تولو و اعینهم تفیض من الدمع حزنا]۔

"نہیں ہے کمزوروں پر اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جو نہیں پاتے وہ مال جسے خرچ کریں (اگر یہ پیچھے رہ جائیں) کوئی حرج جب کہ وہ مخلص ہوں اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے"۔

آپ ﷺ کے پاس جد بن قیس سلمی حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ ﷺ لوگوں کی ایک جماعت کے ہمراہ مسجد میں تشریف فرما تھے اور آ کر عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ مجھے یہیں بیٹھے رہنے کی اجازت عطا فرمادیجیے۔ کیونکہ میں صاحب جائیداد ہوں اور اس میں کئی ایسے اسباب ہیں جو میرے لیے عذر ہیں۔تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: تیاری کر کیونکہ تو خوشحال اور صاحب ثروت آدمی ہے شاید تو بنی اصفر کی کسی بیٹی کو اپنے ساتھ سوار کرلے۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے اجازت فرما دیجیے اور مجھے فتنہ وآزمائش میں نہ ڈالیے۔ تب یہ آیت وَمِنْهُم مَّن يَّقُوْلُ ائْذَن لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ اور اس کے ساتھ پانچ آیات جو کہ ایک دوسرے کے پیچھے ہیں، نازل ہوئیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے سفر کا آغاز کیااور مومنین بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ اور جو لوگ آپ سے پیچھے رہے تھے ان میں بنی عمرو بن عوف میں غنمہ بن ودیعہ بھی تھا اس سے کہا گیا: کس چیز نے تجھے رسول اللہ ﷺ سے پیچھے چھوڑ دیا ہے حالانکہ تو تو مسلمان ہے؟تو اس نے کہا: دل لگی اور خوش طبعی نے پس اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں اور دیگر پیچھے رہنے والے منافقین کے بارے میں مسلسل تین آیات نازل فرمایئں یعنی وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ (۱)

"اور اگر آپ دریافت فرمائیں ان سے تو کہیں گے بس ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے"۔

(أ) ابوالشیخ نے ضحاک سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب غزوۂ تبوک کا ارادہ کیا تو فرمایا: ان شاء اللہ ہم روم سے جنگ لڑیں گے اور ہم بنی اصفر کی بیٹیوں تک پہنچیں گے۔ آپ ﷺ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینے کے لیے ان کے حسن کا تذکرہ کرتے تھے۔تو منافقوں میں سے ایک آدمی اٹھا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ عورتوں کے بارے میں میری محبت اور پسند سے خوب واقف اور آگاہ ہیں اس لیے آپ مجھے اجازت فرمادیجیے اور ساتھ نہ لے جایئے۔ سومذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(ب) ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وَلَا تَفْتِنِّيْ کا معنی ہے آپ مجھے نہ نکالیے اور اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا میں فتنہ سے مراد گناہ ہے۔

(ج) ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ قتادہؒ نے فرمایا: وَلَا تَفْتِنِّيْ کا معنی ہے آپ مجھے گنہگار نہ کیجیے۔ اور اَلَا فِي الْفِتْنَةِ میں فتنہ سے مراد گناہ ہے۔

(أ) ابوالشیخ کی کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۹۶۰۱، ۱۰۳۰۳۔

(ج) ابن منذر اور ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔ (۱) التوبۃ: (۶۵)

إِن تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُواْ قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِن قَبْلُ وَيَتَوَلَّواْ وَّهُمْ فَرِحُونَ (50)

"اگر پہنچے آپ کو کچھ بھلائی تو بری لگتی ہے انہیں اور اگر پہنچے آپ کو کوئی مصیبت تو کہیں گے کہ ہم نے درست کر لیا تھا اپنا کام پہلے ہی اور لوٹتے ہیں خوشیاں مناتے ہوئے"۔

(أ) ابن ابی حاتم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ منافقین جو مدینہ طیبہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں بری خبریں دینی شروع کر دیں۔ وہ کہتے کہ محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب نے دوران سفر بہت مشقت اٹھائی ہے اور وہ ہلاک ہوگئے ہیں۔ پس جب ان تک اپنی باتوں کی تکذیب اور نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کی عافیت کی خبر پہنچی تو وہ انہیں انتہائی ناگوار اور بری لگتی۔ تو اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی إِن تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ.

(ب) سنید اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ إِن تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر آپ کو غزوۂ تبوک کے اس سفر کے دوران کچھ بھلائی پہنچے تو وہ انہیں بری لگتی ہے۔

(ج) ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا کہ اس آیت میں حسنة سے مراد عافیت، خوشحالی اور غنیمت ہے۔ اور مُصِيبَةٌ سے مراد آزمائش اور شدت ہے۔ اور قَدْ أَخَذْنَا کا معنی قَدْ حَذِرْنَا (یعنی ہم محتاط ہو گئے تھے) ہے۔

(د) ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ إِن تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ کا معنی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب وکامران فرمادے اور آپ کو صحیح وسالم واپس لوٹائے۔ تو یہ انہیں ناگوار اور برالگتا ہے۔ اور اگر آپ کو کوئی مصیبت آپہنچے تو کہیں کہ ہم نے بیٹھ کر اپنا کام درست کر لیا تھا اس سے قبل کہ انہیں کوئی مصیبت آپہنچے۔

(ھ) ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے إِن تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ کی تفسیر میں کہا: کہ اگر مسلمانوں کو فتح وکامرانی نصیب ہو تو یہ ان پر انتہائی گراں گزرتی ہے اور انہیں بہت ناگوار اور بری لگتی ہے۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۰۶۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۷۹۲۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۰۷۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۰۸، ۱۰۳۱۲۔

(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۰۹۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (51)

"آپ فرمایئے ہرگز نہیں پہنچے گی ہمیں کوئی تکلیف بجز اس کے جو لکھ دی ہے اللہ نے ہمارے لیے۔ وہی ہمارا حامی وناصر ہے اور اللہ پر ہی تو کل کرنا چاہیے مؤمنوں کو"۔

(أ) ابوالشیخ نے سدیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا کا معنی ہے" مگر وہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے فیصلہ فرما دیا ہے"۔

(ب) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ مسلم بن یسار(۱) نے کہا: تقدیر کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا: یہ دو وسیع وعریض وادیاں ہیں، ان دونوں میں لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں لیکن ان کے عرض کا ادراک نہیں ہوسکتا۔ سو تو ایسے آدمی کی عمل کی طرح عمل کر جو یہ جانتا ہے کہ اسے اس کے عمل کے سوا کوئی نجات نہیں دلاسکتا اور ایسے آدمی کے تو کل کی مثل تو کل کر جو یہ یقین رکھتا ہے کہ اسے ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دی ہے۔

(ج) ابوالشیخ نے مطرفؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ کسی کے لیے ایسا کرنا درست نہیں کہ وہ گھر کی چھت پر چڑھے اور پھر وہاں سے اپنے آپ کو نیچے گرا کر یہ کہنے لگے میری تقدیر اسی طرح تھی۔ بلکہ ہمیں بچنا چاہیے اور احتیاط کرنی چاہیے پھر اگر کوئی مصیبت ہمیں آپہنچے تو ہمارا یہ یقین اور اعتماد ہو کہ ہمیں ہرگز کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔

(أ) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۱۵۔

(ج) روایت نہیں ملی۔

(۱) مسلم بن یسار بصری، ابو عبداللہ مشہور صحابی طلحہ بن عبیداللہ تیمی رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ مدینہ میں قیام کے وجہ سے انہیں عبداللہ بن عباسؓ، ابن عمرؓ اور ابوالاشعث وغیرہ سے حدیث میں استفادہ کا موقع ملا۔ ان کے زمرہ تلامذہ میں ثابت البنانی، محمد بن سیرین اور ایوب سختیانی شامل ہیں۔مسلم بن یسار کا شمار بصرہ کے پانچ فقہاء میں بھی ہوتا ہے۔ انہوں نے عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں ۱۰۰ھ یا ۱۰۱ھ (۷۱۹ء، ۷۱۸ء) کو وفات پائی۔ العجلی نے انہیں تابعی ثقہ لکھا ہے۔ دیکھیں: ابن جوزی، صفۃ الصفوۃ، ص ۶۷۲، رقم: ۵۰۳؛ الدارقطنی، ذکر اسماء التابعین، ج ۲، ص ۲۴۱، رقم: ۱۱۹۴؛ ابن العماد، شذرات الذہب، ج ۱، ص ۲۱۴؛ الذہبی، العبر، ج ۱، ص ۶۹؛ الذہبی، الکاشف، ج ۳، ص ۱۲۶، رقم: ۵۵۳۱۔

(أ) احمد نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر شے کی کوئی حقیقت ہے اور بندہ ایمان کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا یہاں تک کہ وہ یہ جان لے کہ جو تکلیف اسے پہنچی ہے وہ اس سے خطا نہیں ہوسکتی تھی اور جو اس سے خطا ہوگئی ہے وہ اسے ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبِّصُونَ (52)

’’ کہہ دو کہ تم ہمارے حق میں دو بھلائیوں میں سے ایک کے منتظر ہو۔ اور ہم تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ خدا (یاتو) اپنے پاس سے تم پر کوئی عذاب نازل کرے یا ہمارے ہاتھوں سے (عذاب دلوائے) تو تم بھی انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں‘‘۔

(ب) ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ سے مراد فتح یا شہادت ہے۔

(ج) ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے فرمایا: إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ سے مراد فتح یا اللہ تعالی کے راستے میں قتل ہونا ہے۔

(د) حاکم اور ذہبی نے سعد بن اسحاق[۱] بن کعب بن عجرہ عن ابیہ عن جدہ کی سند سے یہ بیان کیا ہے اس

(أ) مسند احمد، مسند القبائل، من حدیث ابی الدرداء عویمر، رقم: ۲۷۴۹۰۔(حکم): مسند احمد کے محققین نے اس روایت کے اسناد کو ضعیف کہا ہے۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۷۹۶؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۱۷۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۱۸۔

(د) الحاکم، المستدرک، کتاب الجہاد، رقم: ۲۴۰۶۔(حکم): ضعیف: امام ذہبی نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم اسحاق بن ابراہیم بن نسطاس واہی (کمزور) ہے۔

(۱) سعد بن اسحاق بن کعب بن عجرۃ بلوی، مدنی، انصار میں سے بنو سالم کے حلیف، ثقہ اور صغار تابعین میں سے ہیں۔ وہ اپنے باپ، چچا عبدالملک، چچی زینب بنت کعب اورانس بن مالکؓ سے روایت کرتا ہے۔ ان سے سفیان، شعبۃ، مالک، یحیی بن قطان الثوری اور دیگر نے روایتیں کی ہیں۔ ابن معین، العجلی اور دارقطنی نے ان کی توثیق کی ہے۔ انہوں ۱۴۰ھ (۷۵۷ء) کے بعد وفات پائی۔ دیکھیں: العجلي، تاریخ الثقات، ج ۲، ص ۱۷۹، رقم: ۵۱۹؛ ابن حبان، الثقات، ج ۲، ص ۱۷۹؛ رقم: ۱۳۸۶؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۲۰۳، رقم: ۲۶۳۹؛ ابن حجر، تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۲۸۱، رقم: ۲۳۶۹۔

اثنا میں کہ نبی کریم ﷺ مقام روحاء پر تھے اچانک سرب(ا) سے ایک اعرابی آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: تم کون سی قوم ہو؟ اور کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ انہوں نے اسے بتایا : یہ قوم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلی ہے تو اس نے کہا: کیا ہے مجھے کہ میں تمہیں خستہ حال دیکھ رہا ہوں، تمہارے، پاس ہتھیار بہت قلیل ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہم دو بھلائیوں میں سے ایک کا انتظار کر رہے ہیں۔ کہ یا ہم قتل کر دیئے جائیں تو ہمارے لیے جنت ہوگی۔ یا پھر ہم غالب آجائیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ہمارے لیے جمع فرمادے گا یعنی کامیابی اور جنت۔ اس نے کہا: تمہارے نبی ﷺ کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ ہیں وہ۔ تو اس نے آپ سے عرض کی: اے نبی اللہ! ﷺ میرے لیے کوئی حاجت اور مصلحت نہیں کہ میں اپنی مصلحت کو پورا کرلوں اور پھر حق کو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے گھر والوں کی طرف جا اور اپنی حاجت پوری کرلے پس آپ ﷺ بدر کے دن نکلے اور وہ آدمی اپنے گھر والوں کی طرف گیا۔ یہاں تک کہ اپنی حاجت سے فارغ ہونے کے بعد بدر میں صحابہ کرام کے ساتھ جاملا اور ان کے ساتھ صف میں شامل ہوگیا اور کئی لوگوں کو قتل کیا۔ اور پھر جام شہادت نوش کرلیا۔فتح وکامرانی حاصل ہوجانے کے بعد رسول اللہ ﷺ تھے اور شہدائے کرام کے درمیان سے آپ ﷺ کا گزرہوا۔ آپ ﷺ کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو اس دوران آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! یہ ہے وہ جس کی بات تو پسند کرتا ہے بلاشبہ شہداء کے سردار اشراف اور ملوک ہیں۔ اے عمر! یہ بھی ان میں سے ایک ہے۔

(اُ) ابن منذر نے ابن جریج سے یہ قول بیان کیا ہے کہ: أَن يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِندِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا سے مراد تلواروں کے ساتھ قتل کرنا ہے۔

قُلْ أَنفِقُواْ طَوْعاً أَوْ كَرْهاً لَّن يُتَقَبَّلَ مِنكُمْ إِنَّكُمْ كُنتُمْ قَوْماً فَاسِقِينَ (53) وَمَا مَنَعَهُمْ أَن تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلاَّ أَنَّهُمْ كَفَرُواْ بِاللّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلاَ يَأْتُونَ الصَّلاَةَ إِلاَّ وَهُمْ كُسَالَى وَلاَ يُنفِقُونَ إِلاَّ وَهُمْ كَارِهُونَ (54)

'' کہہ دو کہ تم (مال) خوشی سے خرچ کرویا ناخوشی سے تم سے ہرگز قبول نہیں کیاجائے گا۔ تم نافرمان لوگ ہو۔اور اُن کے خرچ کے (اموال) کے قبول ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی سوا اس کے کہ انہوں نے خدا سے اور اُس کے رسول سے کفر کیا اور نماز کو آتے ہیں، تو ست و کاہل ہو کر اور خرچ کرتے ہیں تو ناخوشی سے''۔

(اُ) ابن منذر کی روایت متداول کتب میں نہیں ملی۔

(ا) الدر المنثور میں ''سرب'' لکھا ہوا ہے جب کہ اصل میں یہ سرف ہے۔ سین کے فتح اور راء اور فاء کے کسرۃ کے ساتھ ہے۔ یہ ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ بعض روایت کے مطابق سات، نو اور بارہ کا عدد آیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مقام پر ام المؤمنین میمونہ بن حارث سے نکاح کیا تھا۔ دیکھیں: یاقوت الحموی، معجم البلدان، ج ۳، ص ۲۱۲

(أ) ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جد بن قیس نے کہا: بلاشبہ جب میں عورتوں کو دیکھوں گا تو میں صبر نہیں کر سکوں گا یہاں تک کہ میں فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں گا البتہ میں اپنے مال سے آپ کی معاونت کروں گا۔ آپ نے فرمایا: اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: قُلْ أَنفِقُواْ طَوْعاً أَوْ كَرْهاً لَّن يُتَقَبَّلَ مِنكُمْ آپ نے فرمایا کہ اس کا سبب اس کا یہ قول تھا کہ میں اپنے مال سے آپ کی مدد کروں گا۔

فَلاَ تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلاَ أَوْلاَدُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ (55)

"سو نہ تعجب میں ڈال دیں تمھیں ان کے مال اور نہ ان کی اولاد ۔ یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں ان چیزوں سے دنیوی زندگی میں اور نکلے ان کا سانس اس حال میں کہ وہ کافر ہوں"۔

(ب) ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: إِنَّمَا يُرِيدُ اللّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا کا معنی ہے یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ انہیں آخرت میں عذاب دے ان چیزوں سے۔

(ج) ابن ابی حاتم نے ابن زید سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انہیں مصائب کے ساتھ عذاب دے۔ وہ مصائب ان کے لیے عذاب ہیں اور مؤمنین کے لیے باعث اجر ہیں۔

(د) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ مقادیم کلام میں سے ہے اللہ تعالیٰ فرمارہاہے: کہ دنیوی زندگی میں ان کے مال اور انکی اولاد تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ انہیں ان چیزوں کے سبب آخرت میں عذاب دے۔

(ھ) ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ کی تفسیر میں فرمایا: اور نکلے ان کا سانس دنیوی زندگی میں اس حال میں کہ وہ کافر ہوں۔ فرمایا اس آیت میں تقدیم وتاخیر ہے۔

(و) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ضحاک کہتے ہیں فَلاَ تُعْجِبْكَ کا معنی ہے تمھیں دھو کے میں نہ ڈال دے۔ اور وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ کا مفہوم ہے کہ دنیا میں ان کا سانس نکلے اس حال میں کہ وہ کافر ہوں۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۸۰۳۔

(ب) ابن منذر کی روایت متداول کتب میں نہیں ملی۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۲۷۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۲۶۔

(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۲۸۔

(و) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۲۵، ۱۰۳۲۹۔

وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ (56) لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ (57)

''اورخدا کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم ہی میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں۔ اصل یہ ہے کہ یہ ڈرپوک لوگ ہیں۔اگران کو کوئی بچاؤ کی جگہ(جیسے قلعہ)یاغارومغاک یا(زمین کے اندر) گھسنے کی جگہ مل جائے تو اسی طرف رسیاں تڑاتے ہوئے بھاگ جائیں''۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے ضمن میں ضحاکؒ نے فرمایا: کہ وہ بچنے کے لیے اللہ کی قسمیں اٹھاتے ہیں۔

(ب) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً .....الآيه" کی تفسیر میں فرمایا کہ مَلْجَأً کا معنی پہاڑوں میں پناہ لینا ہے۔ مَغَارَاتٍ سے مراد ایسی غار ہے جو پہاڑوں میں ہو۔ اور مُدَّخَلاً سے مراد تہ خانہ ہے۔

(ج) ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلاً کی تفسیر میں مجاہد کہتے ہیں: اگر وہ اپنے لیے کوئی بچ نکلنے کی جگہ پالیں کہ وہ اس کی طرف تم سے بھاگ جائیں۔ لَوَلَّوْا إِلَيْهِ تو وہ یقیناً تم سے اس کی طرف بھاگ جائیں گے۔

(د) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ سدیؒ نے کہا ہے: وَهُمْ يَجْمَحُونَ کا معنی ہے کہ وہ تیزی اور جلدی سے (اس کی طرف منہ پھیر لیں گے)۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۳۰۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۸۰۸؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۳۱، ۱۰۳۳۴، ۱۰۳۳۷۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۳۸ میں مختصراً آخری الفاظ "لَوَلَّوْا إِلَيْهِ" ''وہ یقیناً تم سے اس کی طرف بھاگ جائیں گے" کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۳۹۔

وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُواْ مِنْهَا رَضُواْ وَإِن لَّمْ يُعْطَوْاْ مِنهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ (58) وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوْاْ مَا آتَاهُمُ اللّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُواْ حَسْبُنَا اللّهُ سَيُؤْتِينَا اللّهُ مِن فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللّهِ رَاغِبُونَ (59)

’’ اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ (تقسیم) صدقات میں تم پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ اگران کواس میں سے (خاطرخواہ) مل جائے تو خوش رہیں اوراگر(اس قدر) نہ ملے توجھٹ خفا ہوجائیں۔اوراگر وہ اس پر خوش رہتے جوخدا اور اس کے رسول نے ان کودیا تھااورکہتے کہ ہمیں خداکافی ہے اور خدا اپنے فضل سے اور اس کے پیغمبر(اپنی مہربانی سے) ہمیں (پھر) دیدیں گے اورہمیں توخدا کی خواہش ہے(توان کے حق میں بہترہوتا)‘‘۔

(أ) بخاری، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: اس اثنا میں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان کچھ تقسیم فرمارہے تھے کہ اچانک ذوالخویصرہ تمیمی(۱) آیا۔ اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! ﷺ عدل کیجیے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ہلاکت ہو اور کون عدل کرے گا جب کہ میں ہی عدل نہ کروں؟ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے اجازت فرمائیے تاکہ میں اس کا سر قلم کردوں۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑیے کیونکہ اس کے کئی ساتھی ہیں کہ تم میں سے ہر کوئی اپنی نمازوں اور روزوں کو ان کی نمازوں اور روزوں کے مقابلہ میں حقیر جانتا ہوگا۔لیکن وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے پس اس کے پروں میں دیکھا جاتا ہے تو وہاں کوئی شے بھی نہیں پائی جاتی۔ پھر تیر اور میان کے درمیانی حصہ کو دیکھا جاتا ہے وہاں بھی کوئی شے دکھائی نہیں دیتی پھر اس کے پٹھے میں دیکھاجاتا ہے وہاں بھی کوئی شے نظرنہیں آتی۔پھراس کے بھالے اور پھل میں دیکھاجاتا ہے تواس میں بھی کوئی شے نہیں پائی جاتی حالانکہ وہ گوبر اور خون گرا چکا ہوتا ہے۔ان کی نشانی ایک سیاہ آدمی ہے جس کا ایک ہاتھ۔ یا فرمایا:

(أ) صحیح بخاری، کتاب استتابۃ المرتدین، باب من ترک قتال الخوارج، رقم: ۶۵۳۴؛ النسائی، السنن الکبری، کتاب التفسیر، باب سورۃالتوبۃ: ۱۱۲۲۰؛ تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۸۱۷؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۴۰۔

(۱) ذوالخویصرۃ التیمی: کتب التخریج تفسیر الطبری اور سنن نسائی الکبری میں ابن ذی الخویصرۃ ہے جب کہ صحیح بخاری میں عبداللہ بن ذی الخویصرۃ ہے۔ ابن الاثیر نے ان کا نام حرقوص بن زہیر السعدی ذکر کیا ہے۔ صحابی اور خوارج کے مشہور شاعر تھے۔عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں سوق الاحواز کے معرکہ میں قائد بنا کر بھیجا تھا جن کے ہاتھوں الاحواز فتح ہوا۔ جنگ صفین میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے لیکن مسئلہ تحکیمین میں علیؓ کے ساتھ اختلاف کی وجہ سے خوارج میں شامل ہو گئے۔ ۳۷ھ (۶۵۷ء) خوارج کے ساتھ جنگ میں قتل ہوئے۔ دیکھیں: ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۱، ص ۴۹۳، رقم: ۱۱۲۷؛ ابن حجر، الاصابۃ، ج ۲، ص ۴۹، رقم: ۱۶۶۳؛ الزرکلی، الاعلام، ج ۲، ص ۱۷۳۔

اس کے پستان عورت کے پستان کی مثل ہوں گے۔ یا گوشت کے ٹکڑے کی مثل ہوگا۔ وہ اسے چباتے ہوئے لوگوں کے ایک گروہ کے پاس آئیں گے۔ آپ نے فرمایا: انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے یہ رسول اللہ سے سنا ہے اور میں یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ جس وقت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کیا تو میں آپ کے ساتھ تھا تو وہاں بعینہ اسی طرح کا ایک آدمی لایا گیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حلیہ بیان کیا تھا۔

(أ) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا: وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ کا معنی ہے کہ ان میں سے بعض آپ پر صدقات کی تقسیم میں طعن کرتے تھے۔

(ب) سنید اور ابن جریر نے داؤد بن ابی عاصم[1] سے یہ قول نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ صدقہ کا مال لے کر آئے اور اسے جابجا تقسیم کیا یہاں تک کہ وہ ختم ہوگیا۔ انصار میں سے ایک آدمی نے آپ کو دیکھا اور اس نے کہہ دیا: کیا یہ عدل ہے؟ پس یہ آیت نازل ہوئی۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۴۲۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۸۱۴۔

(۱) داؤد بن ابی عاصم بن عروۃ بن مسعود ثقفی طائفی، مکی ثقہ تابعی ہے۔ انہوں نے ابن عمرؓ، عثمان بن ابی العاص، سعید بن المسیب، ابو سلمہ سے تحصیل علم کیا۔ ان کے زمرہ تلامذہ میں ابن جریج، قتادہ، حجاج بن ارطاۃ، یعقوب بن عطاء وغیرہ شامل ہیں۔ ابن حجر نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں: ابن حبان، الثقات، ج ۲، ص ۱۲۷، رقم: ۹۸۹؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۳۵۶، رقم: ۲۱۲۰؛ ابن حجر، تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۲۲۹، رقم: ۱۹۶۴۔

(أ) ابوالشیخ نے ایاد بن لقیط[۱] سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت اس طرح پڑھی: وَإِن لَّمْ يُعْطَوْاْ مِنهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ.

(ب) ابن مردویہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا تو میں نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا: بے شک یہ ایسی تقسیم ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد نہیں کیا گیا، سو میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس کے بارے میں آپ کو آگاہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ انہیں اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی لیکن انہوں نے صبر کیا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی: وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ.

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاء وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللّهِ وَاللّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (60)

'' صدقات (یعنی زکوٰۃ وخیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنانِ صدقات کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیفِ قلب منظور ہے۔ اور غلاموں کو آزاد کرانے میں اور قرضہ داروں (کے قرض ادا کرنے میں) اورخدا کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیے۔ یہ حقوق) خدا کی طرف سے مقرر کردیے گئے ہیں۔ اور خدا جاننے والا (اور) حکمت والا ہے''۔

(أ) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) ابن مردویہ کی روایت ان کی تفسیر نایاب ہونے کی وجہ سے نہ مل سکیں۔ البتہ شیخین نے اس روایت کی تخریج کی ہے۔ دیکھیں: صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ الطائف، رقم: ۴۰۸۰؛ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اعطاء المولفۃ قلوبھم علی الاسلام، رقم: ۱۰۶۲۔ دونوں کتابوں میں آیت کا ذکر نہیں ہے۔

(۱) ایاد بن لقیط سدوسی، کوفی ثقہ تابعی ہے۔ وہ البراء بن عازب، ابو رمثہ البلوی اور حارث بن حسان سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ان کا بیٹا عبداللہ، مسعر، الثوری، قیس بن الربیع کے علاوہ کثیر تعداد میں لوگ شامل ہیں۔ ابن معین اور امام نسائی نے ان کی توثیق کی ہے اور ابو حاتم نے انہیں صالح الحدیث کہا ہے۔ دیکھیں: ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۲، ص ۳۴۵، رقم: ۱۳۱۳؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۱۰، ص ۳۴۳؛ مغلطای، اکمال تہذیب الکمال، ج ۲، ص ۳۰۱، رقم: ۷۱۶۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے سوال کیا حالانکہ آپ ﷺ کچھ تقسیم فرمارہے تھے۔تو آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمالیا اور تقسیم کرتے رہے۔تو اس نے کہا: کیا آپ بکریاں چرانے والوں کو بھی دیں گے۔ خدا کی قسم! آپ نے عدل نہیں کیا یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ہلاکت ہو! جب میں نے عدل نہیں کیا تو پھر اور کون عدل کرے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ ....الآیہ۔

(ب) ابوداؤد ، بغوی نے معجم میں، طبرانی اور دارقطنی نے زیاد بن حارث [ا] صدائی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے اور دارقطنی نے اسے ضعیف بھی قرار دیا ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ صدقہ (زکوٰۃ) میں سے مجھے بھی عطا کیجیے تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ صدقات کے بارے میں نبی اور کسی دوسرے کے فیصلے کے ساتھ راضی نہیں ہوا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں خود حکم فرمایا ہے اور آٹھ اجزاء کو مصارف کے طور پر بیان کیا ہے۔ پس اگر تو ان میں سے ہے تو میں تیرا حق تجھے ضرور عطا کروں گا۔

(ج) ابن سعد نے زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: اس اثناء میں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ اچانک ایک قوم آئی اور وہ اپنے عامل کی شکایت کرنے لگے۔ پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے ہم سے اتنی شے لی ہے حالانکہ ہمارے اور اس کے درمیان زمانۂ جاہلیت میں مراسم تھے۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کے لیے امارت (حکومت) میں خیر اور بھلائی نہیں ہے۔ پھر ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے بھی مال صدقہ میں سے عطا فرمائیے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۴۷۔

(ب) سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ، رقم: ۱۶۳۰؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۵، ص ۲۶۲، رقم: ۵۲۸۵۔(حکم):ضعیف۔دیکھیں: البانی، ضعیف سنن ابی داؤد، رقم: ۳۵۷۔

(ج) روایت نہیں ملی۔

(ا) زیاد بن حارث الصدائی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق یمن سے ہے۔ صداء یمن کے ایک محلّہ کا نام ہے۔ ایک سفر میں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (حکم) پر آذان بھی دی۔ ان سے زیاد بن نعیم الحضرمی نے روایت کی ہے۔ وہ فتح مصر میں بھی شریک ہوئے۔ اہل مصر نے ان سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ دیکھیں: ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۲، ص ۲۷۱، رقم: ۱۷۹۳؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۲، ص ۱۰۵، رقم: ۸۳۰؛ ابن حبان، کتاب الثقات، ج ۱، ص ۳۲۱، رقم: ۴۷۳؛ ابن حجر، تہذیب، ج ۲، ص ۵۰۷، رقم: ۴۴۲۰۔

نے اس کی تقسیم کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کے سپرد نہیں کی۔ یہاں تک کہ اس کے آٹھ مصارف بیان فرمادیے۔ پس اگر تو بھی ان میں سے ایک جز ہے تو میں تجھے عطا کروں گا اور اگر تو ان سے غنی ہے تو پھر یہ سرکادرد اور پیٹ کی بیماری ہے۔

(أ) سعید بن منصور، طبرانی اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ موسیٰ بن یزید کندی(۱) نے کہا: کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک آدمی کو پڑھا تے تھے۔ تو اس نے پڑھا اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاء وَالْمَسَاكِيْنِ تو اس نے فقراء کو بغیر مدکے پڑھا۔ تو ابن مسعودرضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے یہ آیت مجھے اس طرح نہیں پڑھائی۔ تو اس نے کہا: آپ ﷺ نے تمھیں یہ کس طرح پڑھائی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے آپ ﷺ نے یہ آیت مدکے ساتھ پڑھائی ہے۔

(ب) ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اس آیت نے قرآن کریم میں ہر صدقہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ مثلا ارشاد ہے وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ (۲)۔ اِنْ تُبْدُو االصَّدَقٰتِ (۳) اور مزید فرمایا وَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (۴)۔

(ج) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: یہی وہ شے ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو آگاہ کیا کہ یہ ان کے لیے ہے۔ پس تم ان میں سے جس صنف کو بھی دے دو گے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جائز قرار دیا ہے۔

(د) ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ آٹھ اصناف جنھیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اگر تو چاہے تو ان میں سے صرف ایک صنف کو دے دے یا دوکو یا تین کو۔

(أ) التفسیر من سنن سعید بن منصور، ص ۱۵۶، رقم: ۹۷۰؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۹، ص ۱۳۷، رقم: ۸۶۷۷۔

(ب) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۴۸۔

(د) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب ما قالوا فی الرجل اذا وضع الصدقۃ فی صنف واحد، رقم: ۱۰۴۴۵؛ تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۸۸۶۔

(۱) موسیٰ بن یزید الکندی کا ترجمہ (حالات زندگی) نہیں ملا۔

(۲) الاسراء: (۲۶) (۳) البقرۃ: (۲۷۱) (۴) الزاریات: (۱۹)

(أ) ابن ابی شیبہ نے ابوالعالیہ سے بیان کیا ہے کہ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان میں سے صرف ایک صنف کو دینے میں کوئی حرج نہیں۔

(ب) ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ نے حسن، عطاء، ابراہیم اور سعید بن جبیر سے اسی کی مثل نقل کیا ہے۔

(ج) ابن منذر اور نحاس نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الفقراء سے مراد فقراء مسلمین ہیں اور مساکین سے مراد طوافون (دروازے پر چکر لگانے والے) ہیں۔

(د) عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے فرمایا: فقیر وہ ہوتا ہے جو اپاہج ہو اور مسکین وہ محتاج ہے جو اپاہج نہ ہو۔

(ھ) سعید بن منصور اور ابن ابی حاتم نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ان کا گزر اہل کتاب میں سے ایک آدمی کے پاس سے ہوا جو ایک دروازے پر پڑا ہوا تھا۔ تو اس نے کہا: انہوں نے مجھ سے سخت محنت لی ہے اور مجھ سے جزیہ وصول کیا ہے یہاں تک کہ میری بصارت ختم ہوگئی۔ اب کوئی بھی نہیں جو میری طرف کوئی شے لے کر آئے۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تب ہم نے انصاف نہیں کیا پھر فرمایا: یہ ان میں سے ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا: إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ پھر آپ نے اس کے لیے حکم دیا کہ اسے رزق دیا جائے اور اس کے نام جاری کردیا جائے۔

(و) ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ کے بارے میں فرمایا کہ ان سے مراد اہل کتاب کے اپاہج لوگ ہیں۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب ما قالوا فی الرجل اذا وضع الصدقۃ فی صنف واحد، رقم: ۱۰۴۴۵۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب ما قالوا فی الرجل اذا وضع الصدقۃ فی صنف واحد، رقم: ۱۰۴۵۱، ۱۰۴۵۲، ۱۰۴۵۳، ۱۰۴۴۹۔

(ج) النحاس، الناسخ والمنسوخ، ص ۵۱۰۔

(د) عبدالرزاق الصنعانی، تفسیر الصنعانی، ج ۱، ص ۲۷۸؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۵۹؛ النحاس، الناسخ والمنسوخ، ص ۵۰۷، ۵۰۸۔

(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۵۰۔

(و) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب ما قالوا فی الصدقۃ فی غیر الاسلام، رقم: ۱۰۴۰۶۔

(أ) ابن ابی شیبہ نے حسنؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: مشرکین کو زکوٰۃ اور کفارات میں سے کوئی شے نہیں دی جائے گی۔

(ب) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ فقیر نہیں جو درہم کے ساتھ درہم جمع کرے اور نہ وہ فقیر ہے جو کھجور کے ساتھ کھجور جمع کرتا رہے۔ بلکہ فقیر تو وہ ہے جو اپنے کپڑے اور اپنے نفس کو صاف ستھرا اور خالی کردے اور وہ دولت پر قادر نہ ہو۔ رب کریم فرماتا ہے: يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۱)

(ج) ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ جابر بن زید نے فرمایا: فقراء وہ ہیں جو بتکلف پاک دامن بنتے ہیں اور مساکین وہ ہیں جو سوال کرتے ہیں۔

(د) ابن ابی شیبہ نے زہری سے بیان کیا ہے کہ ان سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: فقرآء وہ ہیں جو اپنے گھروں میں رہتے ہیں اور سوال نہیں کرتے اور مساکین وہ ہیں جو اپنے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور سائل بن کرلوگوں کے پاس جاتے ہیں۔

(ھ) ابن ابی حاتم نے مجاہد کا قول بیان کیا ہے کہ فقیر وہ آدمی ہوتا ہے جو اپنے قوم، خاندان اور رشتہ داروں کے درمیان رہتا ہے اور اس کے پاس کوئی مال نہیں ہوتا اور مسکین وہ آدمی ہوتا ہے جس کا نہ خاندان ہوتا ہے اور نہ قرابت ورشتہ داری اور نہ اس کے پاس کوئی مال ہوتا ہے۔

(و) ابن ابی شیبہ نے ضحاک سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ فقراء وہ ہیں جنھوں نے ہجرت کی اور مساکین وہ ہیں جنھوں نے ہجرت نہیں کی۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب ما قالوا فی الصدقۃ یعطی منھا اھل الذمۃ، رقم: ۱۰۴۱۴۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۵۲۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب ما قالوا فی الفقراء والمساکین من ھم، رقم: ۱۰۵۹۱، ۱۰۵۹۲۔

(د) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب ما قالوا فی الفقراء والمساکین من ھم، رقم: ۱۰۵۹۴۔

(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۶۰۔

(و) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب ما قالوا فی الفقراء والمساکین من ھم، رقم: ۱۰۵۹۳۔

(۱) البقرہ: (۲۷۳)

(أ) ابن ابی شیبہ نے سعید بن جبیرؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زکوۃ اسے بھی دی جائے گی جس کا گھر بھی ہو اور خادم و گھوڑا بھی۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے ابراہیم(۱) سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جس آدمی کے پاس مکان اور خادم ہوتا وہ اسے زکوٰۃ دینے سے منع نہیں کرتے تھے۔

(ج) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا کے ضمن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان سے مراد زکوۃ صدقات وصول کرنے کے لیے دوڑ دھوپ اور کوشش کرنے والے لوگ ہیں۔

(د) عبدالرزاق اور ابن منذر نے ضحاک سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہر عامل کو اس کے عمل اور محنت کے مطابق ہی مال زکوۃ میں سے دیا جائے گا۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب من لہ دار و خادم یعطي من الزکاۃ، رقم: ۱۰۴۱۵۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب من لہ دار و خادم یعطي من الزکاۃ، رقم: ۱۰۴۱۶۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۷۲۔

(د) مصنف عبدالرزاق، کتاب الزکاۃ، باب انما الصدقات للفقراء، رقم: ۷۱۳۸۔

(۱) ابراہیم النخعي: (۴۶ ۔ ۹۶ھ = ۶۶۶ ۔ ۸۱۵م) ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود، ابو عمران النخعی کا شمار صدق روایت اور حفظ حدیث کے لحاظ سے اکابر تابعین میں ہوتا ہے۔ فقیہ عراق، امام اور مجتہد تھے۔ ان کا اپنا الگ مسلک بھی تھا۔ ثقہ امام تھے۔ لیکن کثرت سے مرسل روایات بیان کرتا ہے۔ عائشہ صدیقہؓ، ابن مسعودؓ اور انسؓ وغیرہ سے ان کی روایت مرسل ہوتی ہے۔ ان سے سماک بن حرب، عطاء بن السائب، حکم بن عتیبہ نے روایات بیان کیے ہیں۔ دیکھیں: الدارقطنی، ذکر اسماء التابعین، ج ۱، ص ۵۳، رقم: ۱۶؛ ابن جوزی، صفۃ الصفوۃ، ص ۵۵۴، رقم: ۴۱۲؛ الذہبی، العبر، ج ۱، ص ۶۵؛ ابن العماد، شذرات الذھب، ج ۱، ص ۲۰۱؛ ابن حجر، طبقات المدلین، ص ۲۸، رقم: ۳۵۔

(أ) ابن ابی شیبہ نے رافع بن خدیج(ا) رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ حق کے ساتھ صدقہ وزکوٰۃ وصول کرنے والا غازی کی طرح ہے یہاں تک کہ وہ واپس اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے۔

(ب) ابن جریر اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ کی تفسیر میں فرمایا: کہ ان سے مراد ایسے لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اسلام قبول کرتے اور آپ ﷺ صدقات میں سے کچھ انہیں عطا فرمادیتے۔ سو جب آپ ﷺ انہیں صدقہ میں سے کچھ مال عطا فرمادیتے تو وہ کلمہ خیر اپنی زبان سے ادا کرتے اور کہتے یہ صالح دین ہے۔ اور اگر اس طرح نہ ہوتا تو وہ اس میں عیب اور نقص نکالتے اور اسے چھوڑ دیتے۔

(ج) امام بخاری، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں یمن سے کچھ ایسی چیزیں بھیجیں جن پر سونے کا پانی چڑھایا ہوا تھا اور ان میں وہاں کی مٹی بھی تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے مؤلفہ میں سے چار کے درمیان تقسیم فرمادیا۔ اور وہاں اقرع بن حابس حنظلی علقمہ بن علاثہ عامری، عیینہ بن بدرفزاری اور زیدالخیل الطائی تھے۔ تو قریش وانصار نے کہا: کیا یہ اہل نجد کے سرداروں کے درمیان ہی تقسیم کیا جائے گا اور آپ ہمیں چھوڑ دیں گے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں ان کی تالیف قلوب کر رہا ہوں۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب ما للعامل علی الصدقۃ من الاجر، رقم: ۱۰۷۱۶۔ **(حکم)**: صحیح (البانی، صحیح سنن ابی داؤد، رقم: ۲۵۴۵)۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۸۴۵۔

(ج) صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ عز و جل، رقم: ۳۱۶۶، ۶۹۹۵؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۴۷۶۔

(ا) رافع بن خدیج بن رافع بن عدی انصاری، حزرجی، ابو عبداللہ، صحابی، غزوہ احد، خندق اور دوسرے غزوات میں شریک ہوئے جب کہ غزوہ بدر میں ان کو کم سنی کی وجہ سے اجازت نہ مل سکی۔ غزوہ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے ۷۴ھ (۶۹۲م) کو مدینہ میں وفات پائی۔ تابعین میں ان سے سعید بن المسیب، سالم، قاسم بن محمد، نافع بن جبیر نے روایتیں کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ رفاعہ بن خدیج صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی تھے۔ دیکھیں: ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، ص ۱۰۴۴؛ البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۲، ص ۳۲۸؛ الذہبی، سیر اعلام النبلاء ج ۳، ص ۱۸۱، رقم: ۳۴۔

(أ) عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے یحییٰ بن ابی کثیر رضی اللہ عنہ نے سے یہ قول بیان کیا ہے مئو لفہ قلوب بنی ہاشم میں سے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب، بنی امیہ میں سے ابوسفیان بن حرب، ابن مخزوم میں سے حارث بن ہشام اور عبدالرحمن بن یربوع، بنی اسد میں سے حکیم بن حزام بنی عامر میں سے سہیل بن عمر و اور حویطب بن عبدالعزیٰ، بنی جمح میں سے صفوان بن امیہ، بنی سہم میں سے عدی بن قیس، ثقیف میں سے علاء بن عارثہ یا حارثہ، بنی فزارہ میں سے عیینہ بن حصن ، بنی تمیم سے اقرع بن حابس، بنی نصر میں سے مالک بن عوف اور بنی سلیم میں سے عباس بن مرداس تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان میں سے ہر آدمی کو سوائے عبدالرحمن بن یر بوع اور حویطب بن عبدالعزیٰ کے سو سو اونٹنیاں عطا فرمائیں اور ان دو میں سے ہر ایک کو پچاس اونٹنیاں دیں۔

(ب) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حسنؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ **وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ** وہ لوگ ہیں جو قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے۔

(ج) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ضحاک سے بیان کیا ہے کہ **وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ** وجوہ عرب میں سے وہ قوم ہے کہ لوگ اس کے پاس آتے ہیں اور جب تک وہ ہیں یہ ان پر خرچ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں یا پھر واپس لوٹ جائیں۔

(د) ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن جبیرؒ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: آج مولفۃ قلوب موجود نہیں ہیں۔

(ھ) امام بخاری نے تاریخ میں، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے شعبیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آج مولفہ قلوب نہیں ہیں۔ بلاشبہ یہ وہ لوگ تھے جن کی نبی کریم ﷺ تالیف کیا کرتے تھے۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام میں اس سلسلہ کو ختم کردیا۔

(أ) عبدالرزاق الصنعانی، تفسیر الصنعانی، ج ۱، ص ۲۸۱؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۷۹۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۸۱۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۸۰۔

(د) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب فی المولفۃ قلوبھم یجدون الیوم او ذھبوا، رقم: ۱۰۷۶۰ بالفاظ "الیوم مولفۃ بدون "لیس"؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۸۲ بالفاظ الیوم مولفة قلوبهم — بدون "ليس"۔

(ھ) امام بخاری کی کتاب التاریخ الکبیر میں روایت نہیں ملی؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۷۸۔

(أ) ابن ابی حاتم نے عبیدہ سلمانی [1] سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آ کر کہا: اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! ہمارے نزدیک شوریلی زمین ہے اس میں نہ گھاس اگتی ہے اور نہ اس میں کوئی اور منفعت ہے۔ اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو وہ ہمیں عطا فرمادیں تا کہ ہم اس میں ہل چلا کر اس میں فصل وغیرہ کاشت کرلیں ۔ شاید اللہ تعالیٰ اسے نفع بخش بنادے۔ پس آپ نے وہ زمین ان کے حوالے کردی اور اس کے بارے میں ان دونوں کو تحریر لکھ دی اور انہیں شاہد بنالیا۔ پھر وہ دونوں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چل کر گئے تا کہ اس تحریر پر وہ انہیں بھی شاہد بنالیں۔ جب انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس وہ تحریر پڑھی تو آپ نے ان کے ہاتھ سے وہ تحریر لے لی۔ اس پر تھوکا اور اسے پھینک دیا۔وہ دونوں اس پر ناراضگی کا اظہار کرنے لگے اور آپ کو سخت درشت کلمات کہے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ ان دونوں کی تالیف فرمایا کرتے تھے۔ ان دنوں اسلام کمزور تھا۔ بلاشبہ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمارکھا ہے۔ سوتم دونوں جاؤ اور خوب محنت کرو۔ اگر تم نے اپنی رعایت نہ کی تو اللہ تعالیٰ تمہاری رعایت نہیں فرمائے گا۔

(ب) ابن سعد نے ابو وائل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے کہا گیا مؤلفہ قلوب کے حصہ کے ساتھ کیا کیا جائے؟ تو انہوں نے فرمایا: دوسروں کے حصص میں اضافہ کردو۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۷۷۔

(ب) ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۶، ص ۹۷۔

(۱) عبیدہ السلمانی: (المتوفی ۷۲ھ = ۶۹۱م) عبیدہ بن عمرو یا ابن قیس بن عمرو السلمانی المرادی، ابو عمر الکوفی، تابعی نے فتح مکہ کے دنوں میں اسلام قبول کیا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔ ان کا شمار اصحاب علیؓ اور ابن مسعود میں ہوتا ہے۔ جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی روایات مرسل ہوتی ہیں۔ ابن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں: ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۶، ص ۹۱، رقم: ۴۶۶؛ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۱۱۷، رقم: ۵۸۱۴؛ احمد بن شعیب النسائی، تسمیۃ الفقہاء الامصار، تحقیق: محمود ابراہیم زاید، دار الوعي، حلب، ص ۱۲۸، رقم: ۴۹۔

(أ) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ مقاتل نے کہا: فِي الرِّقَابِ سے مراد مکاتبین ہیں۔

(ب) ابن منذر نے ابراہیم نخعیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مال زکوٰۃ میں سے کوئی مکمل غلام آزاد نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ غلام کو کچھ دیا جائے گا اور مکاتب غلام کی مدد کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(ج) ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رقاب کا حصہ دو برابر حصوں میں نصف نصف کیا جائے گا۔ ایک نصف ہر اس مکاتب کے لیے ہے جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اور باقی نصف کے ساتھ ایسے غلام خریدیں جائیں گے جو نماز پڑھتے ہوں، روزے رکھتے ہوں اور اپنے اسلام پر ثابت قدم ہوں۔ چاہے وہ مذکر ہو یا مؤنث۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آزاد کیا جائے گا۔

(د) ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کوئی حرج نہیں دیکھتے تھے کہ کوئی آدمی اپنی زکوٰۃ میں سے حج کے لیے دے اور اس سے کسی غلام کو آزاد کرے۔

(ھ) ابوعبید اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اپنے مال زکوٰۃ سے غلاموں کو آزاد کرے۔

(و) ابوعبید اور ابن منذر نے حسنؒ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ کوئی حرج نہیں دیکھتے تھے کہ کوئی آدمی اپنے مال زکو ۃ کے عوض کسی غلام کو خریدے پھر اسے آزاد کرے۔

(ز) امام ابوعبید، سعید بن منصور اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا: مال زکوٰۃ سے غلام کی مدد کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس سے آزاد نہیں کیا جا سکتا۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۸۴۔

(ب) ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۸۵۔

(د) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب من رخص ان یعتق من الزکاۃ، رقم: ۱۰۴۲۴۔

(ھ) ابو عبید، الاموال، کتاب الصدقۃ و احکامھا و سننھا، باب جماع ابواب مخارج الصدقۃ، رقم: ۱۷۸۵، ۱۹۶۷۔

(و) ابو عبید، الاموال، کتاب الصدقۃ و احکامھا، باب ھذا جماع ابواب مخارج الصدقۃ، رقم: ۱۹۶۸۔

(ز) ابو عبید، الاموال، کتاب الصدقۃ و احکامھا، باب ھذا جماع ابواب مخارج الصدقۃ، رقم: ۱۹۷۱۔

(أ) ابوعبید، ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ سعید بن جبیرؒ نے فرمایا: تو اپنے مال زکوٰۃ سے کسی کو آزاد نہ کر۔ کیونکہ اس میں ولاء جاری ہوتی ہے[۱]۔ ابوعبید نے کہا ہے کہ اس باب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول سب سے اعلیٰ اور بہتر ہے اور وہی اتباع کے زیادہ قریب اور تاویل کے اعتبار سے زیادہ معروف اور بہتر ہے۔ اور کثیر اہل علم نے آپ کے ساتھ موافقت کی ہے۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے زہری سے بیان کیا ہے کہ ان سے غارمین کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ان سے مراد اصحاب دین یعنی مقروض لوگ ہیں۔ اور ابن السَّبِیل (مسافر) بھی مصارف زکوٰۃ میں سے ہے اگر چہ وہ غنی ہو۔

(ج) عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے کہا: غارمین وہ ہیں جس کا گھر جل جائے، اس کا مال ومتاع سیلاب بہا کر لے جائے اور اس کے اہل وعیال پر قرض کا بوجھ ہو۔

(د) ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابوجعفرؒ نے کہا: غار مین سے مراد بغیر کسی فساد کے قرض لینے والے ہیں اور ابن السَّبِیل سے مراد ایک اور زمین سے دوسرے علاقے میں جانے والا مسافر ہے۔

(ھ) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ مقاتلؒ نے کہا: غار مین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہلاکت اور بہت بڑی آفت میں مبتلا ہونے کے وقت سوال کرتے ہیں۔ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ سے مراد مجاہدین ہیں اور ابن السَّبِیل سے مراد راستہ میں اپنے ساتھیوں سے منقطع ہونے والا مسافر ہے، اسے زکوٰۃ کی اتنی مقدار دی جائے گی جس کے سبب وہ اپنی منزل تک پہنچ سکے۔

(أ) ابو عبید، الاموال، کتاب الصدقۃ و احکامھا، باب ھذا جامع ابواب مخارج الصدقۃ، رقم: ۱۹۷۲، مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب فی الرقبۃ تعتق الزکاۃ، رقم: ۱۰۴۲۲۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب ما قالوا فی الغارمین منھم، رقم: ۱۰۶۶۲۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب ما قالوا فی الغارمین منھم، رقم: ۱۰۶۶۰؛ عبدالرزاق الصنعانی، تفسیر الصنعانی، ج ۱، ص ۲۸۰؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۸۶۔

(د) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب ما قالوا فی الغارمین منھم، رقم: ۱۰۶۵۹؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۸۷، ۱۰۳۹۶۔

(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۸۸، ۱۰۳۹۷۔

(۱) مال زکوٰۃ سے غلام کی آزادی میں اختلاف ہے احناف عدم جواز کے قائل ہیں الہدایۃ میں ہے: ولاتشتری بھا رقبۃ تعتق خلافاً لمالك (المرغینانی، علی بن ابی بکر، الہدایۃ، مکتبۃ شرکۃ علمیۃ، ملتان، کتاب الزکاۃ، باب من یجوز دفع الصدقات الیہ ومن لا یجوز، ج ۱، ص ۲۰۵)۔ ان کی دلیل یہ ہے: ان الاعتاق اسقاط الملك ولیس بتملیك (والتملیك رکن)۔ (الہدایۃ، ج ۱، ص ۲۰۶)۔ جبکہ امام مالک جواز کے قائل ہیں اور وَفِي الرِّقَابِ (البقرۃ:177) سے استدلال کرتے ہیں کہ رقاب سے مراد وہ غلام ہیں جن کو امام وقت آزاد کرائے او ان کی وفاداری تمام مسلمانوں کے لیے ہو۔ (ابن رشد، محمد بن محمد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۵م، ج ۱، ص ۲۲۱)۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابن زیدؒ نے کہا: فِی سَبِیۡلِ اللّٰہِ سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ لڑنے والے ہیں اور ابۡنِ السَّبِیۡلِ سے مراد مسافر ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا اور ابۡنِ السَّبِیۡلِ سے مراد مسافر ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ابۡنِ السَّبِیۡلِ وہ فقیر مہمان ہے جو مسلمانوں کے پاس آکر اترتا ہے۔

(د) ابن ابی شیبہ نے ضحاکؒ سے ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا جو سفر پر اس حال میں نکلا کہ وہ غنی اور خوشحال تھا۔ دوران سفر اس کے پاس موجود سازوسامان ضائع ہوگیا اور وہ محتاج ہوگیا؟ تو انہوں نے فرمایا۔ سفر کے دوران اسے مال زکوٰۃ میں سے دیا جاسکتا ہے کیونکہ وہ ابن سبیل ہے۔

(ھ) عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ سے مراد ہے: کسی آدمی کو مال زکوٰۃ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے پر برانگیختہ کرنا۔ اور ابۡنِ السَّبِیۡلِ سے مراد وہ مہمان اور مسافر ہے جو راستے سے کٹ جائے اور اس کے پاس کوئی شے نہ رہے۔ اور فَرِیۡضَۃً مِّنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ کی تفسیر میں فرمایا: کہ یہ آٹھ حصے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیئے ہیں اور ان کے بارے میں بتا دیا ہے۔

(و) ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن منذر اور ابن مردویہ نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوائے پانچ کے کسی غنی کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ عامل کے لیے جو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے جدوجہد کرنے والا ہو، یا وہ آدمی جس نے اپنے مال کے عوض صدقہ کی کوئی شے خریدلی

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۹۳۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۹۳۔ یہ روایت ابن عباسؓ کی بجائے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے مروی ہے۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۹۵۔

(د) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب ما قالوا فیھا رخص فیہ من المسالۃ، رقم: ۱۰۶۸۶۔

(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۹۲، ۱۰۳۹۸۔

(و) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب ما قالوا فیھا رخص فیہ من المسالۃ، رقم: ۱۰۶۸۱؛ سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب من یجوز لہ اخذ الصدقۃ، رقم: ۱۶۳۶؛ سنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب من تحل لہ الصدقۃ، رقم: ۱۸۴۱۔(حکم): صحیح: دیکھیں: البانی، صحیح ابن ماجہ، رقم: ۱۴۹۱؛ صحیح سنن ابی داؤد، رقم: ۱۴۴۱۔

، یا مقروض کے لیے یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے لیے یا مسکین کو کوئی شے بطور صدقہ وزکوٰۃ دی گئی اور پھر اس نے اس میں سے کوئی شے غنی کو بطور ہدیہ اور تحفہ دے دی۔

(أ) ابن ابی شیبہ ، ابوداؤد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن ماجہ اور نحاس نے ناسخ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے صدقہ وزکوٰۃ کا سوال کیا حالانکہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اسے غنی کر سکتا ہو تو قیامت کے دن اس کا سوال خراش کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ ! ﷺ کون سی شے اسے غنی کر سکتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پچاس درہم یا ان کی قیمت کا سونا۔

(ب) ابوالشیخ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ان سے مال صدقہ کے بارے میں پوچھا گیا؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ بہت برا مال ہے۔ بلاشبہ یہ گنجے، لنگڑے، اندھے اور ہر راستہ بھٹک جانے والے کا مال ہے۔ عرض کی گئی: کیا عاملین زکوٰۃ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا اس مال پر حق ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: عاملین زکوٰۃ کے لیے تو اس کی مشقت اور محنت کے برابر ان کا حق ہے۔ رہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے تو یہ ایسی قوم ہے جن کے لیے صدقہ (زکوٰۃ) حلال کیا گیا ہے۔ بلاشبہ زکوٰۃ کسی غنی اور کسی ذی مرتبہ آدمی کے لیے حلال نہیں۔

(ج) ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ حصوں میں زکوٰۃ فرض قراردی ہے۔ پس یہ زکوٰۃ سونے، چاندی، اونٹ، گائے، غنم، کھیتی (زمینی پیداوار) بیلیں اور کھجوروں پر فرض ہے۔ پھر زکوٰۃ کے آٹھ ہی مصارف بیان کئے گئے ہیں جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے **إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ..... الآیہ.**

(أ) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب من قال لاتحل لہ الصدقۃ، رقم: ۱۰۴۳۲؛ سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ، رقم: ۱۶۲۶؛ سنن ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب من تحل لہ الزکاۃ، رقم: ۶۵۰؛ سنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب من سأل عن ظھر غنی، رقم: ۱۸۴۰؛ النحاس، الناسخ والمنسوخ، ص ۵۱۹(حکم): صحیح: البانی، صحیح ابن ماجہ، رقم: ۱۴۹۰۔

(ب) ابوالشیخ کی روایت ان کی متداول کتابوں میں نہیں ملی جب کہ اس روایت کی تخریج کی ہے ابن جریر، تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۸۴۲۔ یہ روایت تفسیر الطبری میں عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے جب کہ التاریخ الکبیر میں عبداللہ بن عمر سے۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۴، ص ۲۶۲، رقم: ۲۷۴۵۔

(ج) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ) ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے تخمینوں میں مسلمانوں پر تخفیف کرو۔ کیونکہ ان میں عرایا بھی ہیں اور وصایا بھی۔ پس عرایا تو کھجور کے تین ، چار یا کم وبیش ایسے درخت ہیں جن کا پھل ایک آدمی اپنے بھائی کو دے دیتا ہے تاکہ وہ اور اس کے اہل وعیال وہ پھل کھائیں۔ اور وصایا سے مراد وہی آٹھ حصص ہیں جن کا ذکر زیر بحث آیت میں ہے۔

(ب) امام احمد نے بنی ہلال کے ایک آدمی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ زکوٰۃ کسی ذی مرتبہ آدمی کے لیے حلال نہیں ہے۔

(ج) ابن ابی شیبہ، ابوداؤد اور ترمذی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ صدقہ کسی غنی اور کسی ذی مرتبہ کے لیے حلال نہیں ہے[۱]۔

(أ) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) مسند احمد، تتمۃ مسند الانصار، احادیث رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۲۳۱۸۳۔**(حکم)**: مسند احمد کے محققین نے کہا: اس روایت کا اسناد صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں جو کہ الصحیح کے راوی ہیں۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب ما قالوا فی مسألۃ الغنی والقوی، رقم: ۱۰۶۶۳، ۳۶۵۰۸؛ سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ و حد الغنی، رقم: ۱۶۳۴؛ سنن ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب من لا تحل لہ الصدقۃ، رقم: ۶۵۲۔ ان تمام کتب التخریج میں یہ روایت عبداللہ بن عمر کی بجائے عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے۔**(حکم)**: صحیح: دیکھیں: البانی، صحیح سنن ترمذی، رقم: ۵۲۷۔

(۱) صدقہ لغت میں مال کے اس جزء کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالی کے لیے خرچ کیا جائے۔لفظ صدقہ اپنے اصلی معنی کی رو سے عام ہے۔نفلی صدقہ کو بھی کہا جاتا ہے اور فرض زکوٰۃ کو بھی۔مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے امام قرطبیؒ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ قرآن میں جب مطلق لفظ صدقہ بولا جاتا ہے تو اس سے صدقہ فرض ہی مراد ہوتا ہے اور روایات حدیث میں لفظ صدقہ ہر نیک کام کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔(مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج ۴، ص ۳۹۵)۔جہاں تک فرض صدقہ (زکوٰۃ) کا تعلق ہے وہ جمہور کے نزدیک سارے اغنیاء کے لیے ممنوع ہے۔(ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ص ۲۷۳) البتہ نفلی صدقے کے بارے میں مشہور حنفی فقیہ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

”وأما صدقة تطوّع فيجوز صرفها الى الغنى لأنها تجرى مجرى الهبة ولا يجوز الصرف الى عبدالغنى ....فكان دفع الى الغنى“۔

(أ) امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد اور نسائی نے عبید اللہ بن عدی بن خیار(ا) سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھے دو آدمیوں نے خبر دی ہے کہ وہ دونوں حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور دونوں نے نبی کریم ﷺ سے صدقہ کے بارے میں پوچھا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ہماری جانب نظر اٹھائی اور پھر جھکائی اور ہمارے جسموں کو دیکھا اور فرمایا: اگر تم دونوں چاہو تو میں تمہیں عطا کر دیتا ہوں اور اس صدقہ میں کسی غنی اور کمانے کی قوت رکھنے والے کا کوئی حصہ نہیں۔

بقیہ حاشیہ: (جہاں تک صدقہ نافلہ کا تعلق ہے تو وہ غنی یعنی مالدار کو دینا جائز ہے کیونکہ اس وقت یہ ہبہ کا قائم مقام ہوجائے گا البتہ غنی کے غلام کو دینا جائز نہیں کیونکہ اس کا فائدہ اس کے مولا کو ہوگا۔ لہٰذا یہ غنی کو دینا ہوا۔(الکاسانی، ابوبکر بن سعود، بدائع الصنائع فی ترکیب الشرائع، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، پاکستان، تاریخ طبع نامعلوم، ج ۲، ص ۱۵۷)

ولو کان الفقیر قویاً مکتسباً یحل لہ أخذ الصدقۃ عندنا (الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۱۵۸)۔ البتہ امام شافعیؒ اس کو ناجائز کہتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے: لاحظ فیھا لغنی المال ولا لقوی مکتسب۔ (الشافعی، محمد بن ادریس، الأم، دارالفکر، بیروت، ط ۲، ۱۹۸۳ء، ج ۲، ص ۸۰)۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، باب ما قالوا فی مسألۃ الغنی والقوی، رقم: ۱۰۶۶۶؛ سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ، رقم: ۱۴۳۳؛ سنن نسائی، کتاب الزکاۃ، باب مسألۃ القوی المکتسب، رقم: ۲۵۹۸(حکم): صحیح: دیکھیں: البانی، صحیح ابی داؤد، رقم: ۱۴۳۸۔

(ا) عبیداللہ بن عدی بن خیار النوفلی فقہاء قریش میں سے تھے۔ انہوں نے عثمانؓ بن عفان اور مقداد بن عمروؓ سے سماع کیا۔ ان سے عطاء بن یزید اور عروہ بن زبیر نے روایت کی ہے۔ ان کے صحابیت میں اختلاف ہے۔ابن سعد کے علاوہ کسی نے ان کو صحابہ میں شمار نہیں کیا ہے ثقہ اور قلیل الحدیث تھے۔ انہوں نے ولید بن عبدالملک کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۳، ص ۵۱۴، رقم: ۱۲۲؛ ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۴، ص ۱۸۷۵؛ احمد الکلاباذی، الھدایۃ والارشاد، ج ۱، ص ۴۶۷۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (61)

''اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو پیغمبرکو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص نرا کان ہے۔(ان سے) کہہ دو کہ (وہ) کان(ہے تو) تمہاری بھلائی کے لیے وہ خدا کا اور مومنوں (کی بات) کا یقین رکھتا ہے اورجولوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں ان کے لیے رحمت ہے۔اور جو لوگ رسول خدا کورنج پہنچاتے ہیں ان کے لیے عذاب الیم(تیار) ہے''۔

(أ) ابن اسحاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ نبتل بن حارث رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا تھااور آپ ﷺ کے قریب بیٹھ کر آپ کی باتیں سنتا تھا پھرآپ ﷺ کی گفتگو منافقین تک پہنچاتا تھا، اسی نے انہیں کہا: کہ محمد ﷺ تو کان کے کچے ہیں۔ جو کوئی جو بات بھی ان سے کہہ دے وہ اسے مان لیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسی کے بارے میں مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

(ب) ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ منافقین میں سے بہت سے لوگ جمع ہوئے۔ ان میں جلاس(۱) بن سوید بن صامت، جحش بن حمیر(۲) اورودیعہ بن ثابت(۳) تھے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں زبان طعن دراز کریں۔تو ان میں سے بعض نے دوسروں کو منع کیا اور کہا کہ ہمیں یہ خوف ہے کہ یہ بات محمد (ﷺ) تک پہنچ جائے گی اور وہ تم سے انتقام لیں گے۔ اور بعض نے کہا: بلاشبہ محمد ﷺ کانوں کے کچے ہیں، ہم انہیں حلف دے دیں گے تو وہ ہماری تصدیق کر لیں گے۔ چنانچہ یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(أ) ابن اسحاق کی روایت سیرت بن ہشام، ج ۱، ص ۵۲۱، میں ملی؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۹۹۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۰۰۔

(۱) جلاس بن سوید بن صامت انصاری منافقین کے گروہ میں سے تھے۔ بعد میں انہوں نے رجوع کیا اور بہت اچھا توبہ کیا۔ دیکھیں: ابن حجر، الاصابۃ، ج ۱، ص ۴۹۳۔

(۲) الدر المنثور، ص ۴۵۳ پر جحش بن حمیر ہے اور ص ۴۵۶ پر مخشی بن حمیر ہے جب کہ اصل میں یہ مخشی بن حمیر ہے۔ ان کا ترجمہ آگے آ رہا ہے۔

(۳) ودیعہ بن ثابت کا تعلق منافقین کے گروہ میں سے تھا۔جنہوں نے غزوہ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ استہزا کی تھی۔ جب ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو ودیعہ بن ثابت نے کہا: [انما کنا نخوض و نلعب] ہم تو ہنسی مذاق اور خوش طبع کر رہے تھے۔ چنانچہ ان کے بارے میں سورۃ التوبۃ کی آیت ٦۵ نازل ہوئی [و لئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض و نلعب قل اباالله و آياته و رسوله كنتم تستهزؤن] دیکھیں: الذہبی، تاریخ الاسلام، ص ٦۴۲۔

(أ) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُن کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بلاشبہ وہ ہر ایک سے سنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْن یعنی وہ تصدیق کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی اور مومنین کی تصدیق کرتا ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ذکرکیاہے کہ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُن کی تفسیرمیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یعنی وہ سب کچھ سنتاہے جو اسے کہاجاتا ہے۔

(ج) ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ کی تفسیر میں مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ جوہم چاہیں اسے کہہ لیں گے۔ پھرہم اس کے لیے حلف اٹھالیں گے۔ اور وہ ہماری تصدیق کردیں گے۔

(د) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے عطاء کا یہ قول نقل کیاہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ الأذن سے مراد وہ ہے جو ہر ایک کی بات سنتاہو اور اس کی تصدیق بھی کرتا ہو۔

(ھ) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ضحاک نے فرمایا: يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ کا معنی ہے: وہ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے اس کے سبب جو اس کی طرف نازل کیا گیا اور وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ کا معنی ہے کہ وہ ان معاملات میں مومنین کی تصدیق کرتا ہے جو ان کے درمیان رونپذیر ہوتے ہیں یعنی ان کے حقوق، ان کی عورتوں اور ان کے اموال کے بارے میں ان کے مابین جوشہادتیں اور قسمیں واقع ہوتی ہیں۔ وہ ان کی تصدیق کرتا ہے۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۹۰۰، ۱۶۹۰۵؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۰۴۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۰۱۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۰۲۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۰۳۔

(ج) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ) طبرانی، ابن عسا کر اور ابن مردویہ نے عمیر بن سعد(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی۔ وَيقُولُونَ هُوَ أُذُن اس کا سبب یہ ہوا کہ عمیر بن سعد اہل مدینہ کی باتیں سنتا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ کے پاس آکر سرگوشیاں کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ عمیر بن سعد کو اذیت دیتے اور آپ ﷺ کے ساتھ مجالست کو ناپسند کرتے اور کہتے یہ کانوں کا کچا ہے۔ واللہ اعلم۔

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَن يُرْضُوهُ إِن كَانُوا مُؤْمِنِينَ (62)

(منافق) قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ کی تمہارے سامنے تا کہ خوش کریں تمہیں۔ حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ مستحق ہے کہ اسے راضی کریں اگر وہ ایمان دار ہیں"۔

(ب) ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا: خدا کی قسم ! بلاشبہ یہ ہمارے اخیار اور ہمارے اشراف ہیں۔ اور جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں اگر وہ حق ہیں تو یہ گدھوں سے بڑھ کر ان کے لیے شر ہے۔ مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے یہ قول سن لیا تو اس نے کہا: خدا کی قسم! جو کچھ محمد ﷺ فرماتے ہیں وہ یقیناً حق ہے اور تو گدھے سے بڑھ کر شریر ہے۔ پس وہ آدمی یہ قول سن کر دوڑتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا۔ اور آپ کو اس کی خبر دی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس آدمی کو بلا بھیجا اور فرمایا: جو کچھ تو نے کہا ہے اس پر تجھے کس نے ابھارا ہے؟ سو وہ لعن طعن کرنے لگا اور اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہنے لگا: اس نے ایسا نہیں کہا اور مسلمان آدمی یہ کہنے لگا: اے اللہ! سچ بولنے والے کو سچا کر دے اور جھوٹ بولنے والے کو جھوٹا کردے۔ سو اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

(أ) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۴۶، ص ۴۸۰۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۴۱۔

(۱) عمیر بن سعد بن شہید بن قیس انصاری اوسی صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، زاہد اور فاضل صحابہ کرام میں سے تھے۔ ابن سعد کے نزدیک ان کا نام عمیر بن سعد بن عبید ہے۔ انہوں نے شام کے فتوحات میں حصہ لیا۔ عمر فاروقؓ نے نہیں حمص کا والی بنایا تھا۔ ان سے ان کے بیٹے محمود، کثیر بن مرۃ، ابو ادریس الخولانی اور راشد بن سعد نے روایتیں کی ہیں۔ انہوں نے حمص میں تقریباً ۴۵ھ (۶۶۵م) کو وفات پائی۔ دیکھیں: ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۴، ص ۲۰۸۶؛ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص ۵۵۷، رقم: ۱۱۸؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۳، ص ۳۴۵، ۳۴۶۔

(أ) ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے اسی کی مثل قول نقل کیا ہے اور مسلمان کا نام عامر بن قیس(۱) ذکر کیا ہے جو کہ انصار میں سے تھا۔

اَلَمۡ یَعۡلَمُوۡۤا اَنَّهٗ مَنۡ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیۡهَا ذٰلِكَ الۡخِزۡیُ الۡعَظِیۡمُ (63)

"کیا وہ نہیں جاتے کہ جو کوئی مخالفت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی تو اس کے لیے آتش جہنم ہے ہمیشہ رہے گا اس میں۔ یہ بہت بڑی رسوائی ہے"۔

(ب) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ضحاکؒ نے فرمایا: مَن یُحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ کا معنی ہے جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے دشمنی کرتا ہے۔

(ج) ابوالشیخ نے یزید بن ہارون(۲) سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں ارشاد فرمایا: کہ ایک بندے کو لا یا جائے گا جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام واکرام فرمایا اور اسے وافر رزق عطا کیا۔ اسے صحت مند بدن عطا فرمایا۔ حالانکہ اس نے اپنے رب کی نعمتوں کی ناشکری کی اور اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑا کر دیا جائے گا اور اسے کہا جائے گا تو نے اپنے اس دن کے لیے کون سے عمل کیے؟ اور تو نے اپنے نفس کے لیے آگے کیا بھیجا؟ پس وہ کوئی ایسی نیکی اور خیر نہیں پائے گا جو اس نے آگے بھیجی ہو۔ وہ رونے لگے گا یہاں تک کہ آنسو جاری ہو جائیں گے۔ پھر اسے عاردلائی جائے گی اور اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کا وقت ضائع کرنے کے سبب رسوا کیا جائے گا۔ پس وہ خون رونے لگے گا۔ پھر اسے عاردلائے جائے گی اور اسے رسوا کیا جائے گا حتی کہ وہ اپنے ہاتھ کہنیوں تک کھا جائے گا ۔ پھر اسے عاردلائی جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کو ضائع کرنے کے سبب اسے رسوا کیا جائے گا اور وہ بلند آواز سے زور زور سے رونے لگے گا یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کے ڈھیلے اس کے رخساروں پر نکل آئیں گے اور ان دونوں میں سے ہر ایک بہت بڑے شگاف

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۳۰۰۔

(ب) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) عامر بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جنہوں نے الجلاس بن سوید کو یہ کہتے ہوئے سنا: جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے ہیں اگر وہ سچ ہے تو ہم تو گدھوں سے بھی بڑھ کر ہیں۔ یہ خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو الجلاس نے قسم اٹھا لی کہ یہ بات انہوں نے نہیں کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبۃ کی آیت ۷۴ نازل فرمائی [یحلفون باللہ ما قالوا و لقد قالوا کلمۃ الکفر الایۃ] دیکھیں: ابن حجر، الاصابۃ، ج ۳، ص ۵۹۵، رقم: ۴۴۱۹۔

(۲) یزید بن ہارون کا ترجمہ (حالات زندگی) نہیں ملی۔

میں ہوگا۔ پھر اسے عار دلائی جائے گی اور اسے رسوا کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے آتش جہنم کی طرف بھیج دے اور اس مقام پر مجھ پر رحم فرما۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔أَنَّـــــهُ مَـــنْ يُحَادِدِاللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِداً فِيْهَا ذٰلِکَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ.

يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَن تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِؤُوا إِنَّ اللّهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُونَ (64)

'' منافق ڈرتے رہتے ہیں کہ ان (کے پیغمبر) پر کہیں کوئی ایسی سورت (نہ) اُتر آئے کہ ان کے دل کی باتوں کو ان (مسلمانوں) پر ظاہر کردے۔ کہہ دو کہ ہنسی کیے جاؤ۔ جس بات سے تم ڈرتے ہو خدا اُس کو ضرور ظاہر کردے گا''۔

(أ) ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے مذکورہ آیت کے بارے میں فرمایا۔ وہ آپس میں باتیں کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کہیں اسے ہمارے خلاف افشاء اور ظاہر نہ کردے۔

(ب) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہ نے کہا: اس سورہ کا نام الفاضحہ ہے یعنی منافقین کو رسوا کرنے والی اور اسے مثیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس نے ان کے عیوب ونقائص ظاہر کردیئے۔

وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِؤُونَ (65) لاَ تَعْتَذِرُواْ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِن نَّعْفُ عَن طَآئِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُواْ مُجْرِمِينَ (66)

'' اور اگر تم ان سے (اس بارے میں) دریافت کروتو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ کہو کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے ہو۔ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔ اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کردیں تو دوسری جماعت کو سزا بھی دیں گے، کیونکہ وہ گناہ کرتے ہیں''۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۴۴۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۴۵۔

(أ) سعید بن منصور، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ میسّب بن رافع[1] نے کہا کہ: جس آدمی نے سات کمروں میں (چھپ کر) بھی نیک عمل کیا اللہ تعالیٰ اسے ضرور ظاہر فرماوے گا۔ اور جس کسی نے گناہ کا عمل سات کمروں میں (چھپ کر) بھی کیا اللہ تعالیٰ اسے بھی ضرور ظاہر کردے گا اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے ہوتی ہے کہ إِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّاتَحْذَرُون۔

(ب) ابونعیم نے حلیہ میں شریح بن عبید[2] سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا: اے گروہ قراء! تمھیں کیاہے کہ تم ہم سے زیادہ بزدل ہواور جب تم سے سوال کیا جائے تو تم زیادہ بخل کرتے ہو اور جب تم کھانے لگو تو بڑے بڑے لقمے بناتے ہو؟ تو ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اس سے اعراض کر لیا اور اسے کوئی جواب نہ دیا اور اس کی اطلاع عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ پس عمر رضی اللہ عنہ اس آدمی کی طرف گئے جس نے یہ قول کہا تھا۔ اس کے گلے میں کپڑا ڈال کر اسے خوب گھونٹ دیا۔ پھر اسے کھینچ کر نبی کریم ﷺ کے پاس لے آئے۔ تو اس آدمی نے کہا: بے شک ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی طرف وحی فرمائی کہ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اَنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ.

(أ) سعید بن منصور، ابن منذر اور ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۲۱۰۔

(۱) میسّب بن رافع اسدی، کاھلی، ابوالعلاء کوفی، تابعی نے جابر بن سمرۃؓ، ابو سعید خدریؓ، البراءؓ بن عازب اور دیگر صحابہ سے تحصیل علم کیا۔ ان سے ان کے بیٹے العلاء بن المسیب، ابو اسحاق السبیعی، منصور، اعمش اور دوسرے لوگوں نے روایتیں بیان کی ہیں۔ وہ عبداللہ بن مسعود، حفصہؓ، ام حبیبۃ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنھم سے مرسل روایات بیان کرتا ہے۔ ابن سعد کے مطابق انہوں نے ۱۰۵ھ (۷۲۳م) میں وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۷، ص ۲۵۸، ۲۵۹؛ ابو سعید العلائی، جامع التحصیل فی احکام المراسیل، ص ۲۸۰، رقم: ۷۶۸؛ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۵، ص ۱۰۲، رقم: ۳۶۔

(۲) شریح بن عبید المقرائی، ابوالصلت حمصی، تابعی ثوبان اور فضالۃ بن عبید سے روایت بیان کرتا ہے جب کہ ابوذرؓ اور ابوالدرداءؓ سے مرسل روایت بیان کرتا ہے۔ ان سے روایت بیان کرنے والوں میں ثور بن یزید، صفوان بن عمرو، ضمضم بن زُرعۃ وغیرہ شامل ہیں۔ امام نسائی نے انہیں ثقہ کہا ہے۔دیکھیں: الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۷، ص ۳۷۹؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۴، ص ۲۳۰، رقم: ۲۶۱۸؛ ابو سعید العلائی، جامع التحصیل فی احکام المراسیل، ص ۱۹۵، رقم: ۲۸۳۔

(أ) ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ غزوۂ تبوک کے دوران ایک دن مجلس میں ایک آدمی نے کہا: ہم نے اپنے ان قرآء کی مثل کوئی نہیں دیکھا۔ کوئی ان سے بڑھ کر پیٹ پوجا (کھانے) کی رغبت نہیں رکھتا، کوئی ان سے زیادہ زبان سے جھوٹ بولنے والا نہیں اور نہ کوئی دشمن سے مقابلہ کے وقت ان سے بڑھ کر بزدل ہے۔ تو ایک آدمی نے مجلس میں کہا: تو نے جھوٹ بولا ہے اور تو منافق ہے، میں رسول اللہ ﷺ کو ضرور اس کے بارے میں خبردوں گا۔ پس وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا اور قرآن نازل ہوا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اسے اس حال میں دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ناقہ کے تنگ کے ساتھ چمٹا پڑا تھا، پتھر اسے زخمی کر رہے تھے اور وہ کہہ رہے تھے: یا رسول اللہ! ﷺ بے شک ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے اور نبی کریم ﷺ اسے فرما رہے تھے: کیا اللہ تعالیٰ اس کی آیات اور اس کے رسول کریم کے ساتھ تم استہزاء کرتے ہو؟

(ب) امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، عقیلی نے الضعفاء میں، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور خطیب نے رواۃ مالک میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں نے عبداللہ بن ابی کو دیکھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے سامنے تیز دوڑ رہا تھا، پتھر اسے زخمی کر رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا یا محمد! (ﷺ) ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے اور نبی کریم ﷺ فرمارہے تھے کیا اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ تم مذاق کرتے ہو"؟

(ج) ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: کہ منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا: محمد (ﷺ) ہمیں بتاتے ہیں کہ فلاں کی ناقہ فلاں فلاں دن میں فلاں فلاں وادی میں تھی۔ کیا وہ اس طرح غیب جانتے ہیں؟

(د) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے قتادہؓ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: اس اثناء میں کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک کی تیاری میں تھے، منافقین میں سے کچھ لوگ آپ کے سامنے تھے۔ انہوں نے کہا: یہ آدمی توقع رکھتا ہے کہ اس کے لیے شام کے محلات اور وہاں کے قلعے فتح کر دیئے جائیں گے؟ یہ بہت بعید ہے یہ بہت بعید ہے۔پس اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس پر مطلع فرمادیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان سواروں کے بارے میں بتاؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: کیا تم نے اس اس طرح کہا ہے؟ تو ان

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۹۱۲؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۴۷۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۴۱؛ العقیلی، الضعفاء، ج ۱، ص ۹۴۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۴۸۔ (د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۰۴۹۔

سب نے یہی کہا: یا نبی اللہ! ﷺ ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی جو تم سن رہے ہو۔

(أ) فریابی، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے سعید بن جبیرؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کسی سفر میں تھے اور منافقین میں سے کچھ لوگ آپ ﷺ کے آگے آگے چلنے لگے اور انہوں نے کہا: اگر وہ حق ہے جو محمد ﷺ کہتے ہیں تو پھر گدھوں سے بھی زیادہ شریر ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے وہی کچھ نازل فرمادیا جو انہوں نے کہا۔ پس آپ ﷺ نے انہیں بلا بھیجا اور فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے کہا ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کرتے ہیں۔

(ب) ابن اسحاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مخشی بن حمیر(۱) نے کہا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے خلاف یہ فیصلہ کیا جائے کہ تم میں سے ہر آدمی مجھے سو درے لگائے۔ اس شرط پر کہ ہمارے بارے میں جو قرآن نازل ہوا ہے وہ اس سے نجات پا جائے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے کہا: اس قوم کو پالو کیونکہ وہ جلنے لگے ہیں اور ان سے اس کے بارے میں پوچھو جو کچھ انہوں نے کہا ہے کیونکہ وہ انکار کریں گے اور اسے چھپائیں گے تو تم کہو: بلکہ تم نے اس اس طرح کہا ہے۔پس وہ ان کی طرف گئے اور ان سے جا کر کہا۔ تو وہ معذرت کرتے ہوئے آئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:لَاَ تَعْتَذِرُواْ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِن نَّعْفُ عَن طَآئِفَةٍ مِّنكُمْ الآیہ۔ پس وہ جس سے اللہ تعالیٰ نے درگزر فرمائی وہ مخشی بن حمیر ہے۔ اسے عبدالرحمٰن کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ انہیں شہادت کی موت عطا فرمائے۔ان کے

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۴۰۰۔

(ب) ابن اسحاق کی روایت ۔ جیسا کہ سیرت ابن ھشام، ج ۲، ص ۵۲۵؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۴۲۰

(۱) مخشی بن حمیر: الدر المنثور میں "مخشی بن حمیر" ہے جب کہ مصدر التخریج تفسیر ابن ابی حاتم میں مخشی بن حمیر ہے۔ تاریخ الاسلام، الذہبی، ج ۲، ص ۶۴۲ میں مخشن بن حمیر لکھا ہے۔مخشی بن حمیر الاشجعی انصار میں سے بنو سلمہ کے حلیف تھے۔ ان کا شمار مسجد ضرار بنانے والے منافقین میں ہوتا تھا۔غزوہ تبوک میں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کیا۔ بعد میں انہوں نے سچی توبہ کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل کر کے عبداللہ بن عبدالرحمٰن رکھا۔ وہ اکثر اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعا کرتا رہتا پس اللہ تعالیٰ نے انہیں یمامہ کے دن شہادت کے درجہ سے سرفراز فرمایا۔دیکھیں: ابن الاثیر، ج ۴، ص ۲۲۷، رقم: ۴۸۰۱؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۳، ص ۴۳۷، رقم: ۲۳۷۹۔

مقتل کا علم نہیں ہے انہیں یمامہ میں قتل کیا گیالیکن ان کا مقتل معلوم نہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ انہیں کس نے قتل کیا ہے، نہ ان کا کوئی نشان دیکھا گیا اور نہ کسی آنکھ نے انہیں دیکھا۔

(أ) ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: یہ آیت بنی عمرو بن عوف میں سے منافقین کے ایک گروہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان میں ودیعہ بن ثابت اور اشجع کا ایک آدمی تھا جو ان کا حلیف تھا۔ اسے مخشی بن حمیر کہا جاتا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تبوک کی طرف چل رہے تھے۔ تو ان میں سے بعض نے بعض کو کہا: کیا تم دوسروں کے قتال کی طرح بنی اصفر کے قتال کا گمان رکھتے ہو؟ خدا کی قسم! یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں کل تمہیں رسیوں میں باندھ کر کھینچا جائے گا۔ مخشی بن حمیر نے کہا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے خلاف فیصلہ کیا جائے۔ پھر راوی نے اس کے بعد اوپر والی روایت کے مطابق ساری گفتگو ذکر کی۔

(ب) ابن مردویہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت بیان کی ہے۔

(ج) عبدالرزاق، ابن منذر اور ابوالشیخ نے کلبیؒ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ تبوک سے آئے تو آپ کے سامنے تین گروہ تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم کے ساتھ استہزاء کیا تھا۔ راوی نے کہا: کہ ان میں سے ایک آدمی نے گفتگومیں دلچسپی نہ لی اور وہ ایک طرف ہو کر چلنے لگا۔ اسے یزیدبن و دیعہ کہا جاتا ہے سو یہ آیت نازل ہوئی: إِن يُّعْفُ(۱) عَن طَآئِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً اسے طائفہ کہا گیا حالانکہ وہ ایک آدمی ہے۔

(د) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: طَآئِفَةً سے مراد ایک خاص آدمی اور ایک جماعت ہے۔

(ھ) عبدالرزاق ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا: طائفہ کا اطلاق ایک سے لے کر ہزار تک ہے۔

(أ) ابن مردویہ کی روایت نہیں ملی۔

(ب) ابن مردویہ کی روایت نہیں ملی۔

(ج) عبدالرزاق الصنعانی، تفسیر الصنعانی، ج ۱، ص ۲۸۲۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۰۴۰۳۔

(ھ) عبدالرزاق الصنعانی، تفسیر الصنعانی، ج ۲، ص ۵۰؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۴۱۱۲۔

(۱) الدر المنثور میں ''یعف'' لکھا ہوا ہے۔ عاصم نے ''یعف'' کو نون کے فتحہ اور فاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ (یعنی نَعْفُ) دیکھیں: ابن الجزری، النشر في القراءات العشر، سورۃ التوبۃ، ج ۲، ص ۳۱۵۔

فصل سوم

رکوع نمبر۹ تا ۱۲ کے روایات کی تحقیق

(آیت ٦٧ تا ٩٩)

(أ) عبد بن حمید نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: طائفہ کا اطلاق ایک آدمی اور ایک سے زیادہ افراد پر ہوتا ہے۔

(ب) ابوالشیخ نے ضحاک سے إِن نَّعْفُ عَن طَآئِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ اگر ان کے بعض کو معاف کر بھی دیا گیا تو اللہ تعالیٰ ان میں سے دوسروں کو عذاب دینا ترک نہیں کرے گا کیونکہ اصلی مجرم وہی ہے۔

(ج) ابن مردویہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مدینہ میں منافقین میں سے جو پیچھے رہ گئے تھے، ان میں سے ایک بنی عمرو بن عوف کا ایک فرد وداعہ بن ثابت بھی تھا۔ اس سے کہا گیا کس چیز نے تجھے رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رکھا ہے؟ تو اس نے کہا: دل لگی اور لعب ولہو نے۔ تو اس کے بارے میں اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں ہی اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُم مِّن بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُواْ اللّهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (67) وَعَدَ الله الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ (68) كَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ كَانُواْ أَشَدَّ مِنكُمْ قُوَّةً وَأَكْثَرَ أَمْوَالاً وَأَوْلاَداً فَاسْتَمْتَعُواْ بِخَلاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُم بِخَلاَقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ بِخَلاَقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُواْ أُوْلَـئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (69) أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وِأَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَـكِن كَانُواْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (70)

” منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس (یعنی ایک ہی طرح کے) ہیں کہ برے کام کرنے کو کہتے ہیں اور نیک کاموں سے منع کرتے ہیں اور (خرچ کرنے سے) ہاتھ بند کیے رہتے ہیں۔ انہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے اُن کو بھلا دیا۔ بیشک منافق نافرمان ہیں۔ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے آتش جہنم کا وعدہ کیا ہے جس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے۔ وہی ان کے لائق ہے اور خدا نے ان پر لعنت کردی ہے اور ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب (تیار) ہے۔ تم (منافق لوگ) ان لوگوں کی طرح ہو جو تم سے پہلے ہوچکے ہیں وہ تم سے بہت طاقتور اور مال و اولاد میں کہیں زیادہ تھے۔ تو وہ اپنے حصے سے بہرہ یاب ہوچکے سو جس طرح تم سے پہلے لوگ اپنے حصے سے

(أ) عبد بن حمید کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

فائدہ اٹھاچکے ہیں اسی طرح تم نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھالیا اور جس طرح وہ باطل میں ڈوبے رہے اسی طرح تم باطل میں ڈوبے رہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہوگئے اور یہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔کیا ان کو ان لوگوں (کے حالات) کی خبر نہیں پہنچی جواُن سے پہلے تھے(یعنی) نوح اور عاد اورثمود کی قوم اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اوراُلٹی ہوئی بستیوں والے۔ اُن کے پاس پیغمبرنشانیاں لے لے کرآئے اور خداتوایسانہ تھا کہ ان پرظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے''۔

(أ) ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ان سے منافق کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا: منافق وہ ہے جو اسلام سے متصف ہوتا ہے اور اس کے مطابق عمل نہیں کرتا۔

(ب) ابوالشیخ نے حسنؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں ایک نفاق محمد ﷺ کو جھٹلانے کا ہے اور وہ کفر ہے اور ایک نفاق خطاؤں اور گناہوں کا ہے اور یہ وہ ہے جس کی اپنے ساتھی کے لیے توقع رکھی جاسکتی ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ سے مراد تکذیب ہے۔فرمایا حالانکہ وہ منکر کا انکار کرتا ہے۔ اور وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ کے بارے میں فرمایا: کہ اس سے مراد لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دینا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اس کا اقرار کرنا ہے اور یہی سب سے بڑھ کر نیکی ہے۔

(د) ابن ابی حاتم نے ابوالعالیہؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہر وہ آیت جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے منکر کا لفظ بتوں اور شیطانوں کی عبادت کرنے کے معنی میں ذکر کیا ہے۔

(ھ) ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ کے بارے میں مجاہدؒ نے کہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں کچھ خرچ کرنے سے ہاتھ کھولتے نہیں۔

(ا) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الفتن، باب من کرہ الخروج فی الفتنۃ، رقم: ۳۷۴۱۵؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۳۳، رقم: ۱۰۵۰۸۔

(ب) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، رقم: ۱۰۴۰۴، ۱۰۴۰۸۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۳۱، رقم: ۱۰۴۰۵۔

(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۳۲، رقم: ۱۰۴۰۹۔

(أ) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے یہ بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ کے بارے میں کہا ہے کہ اس کا معنی ہے وہ اپنے ہاتھ بھلائی اور نیکی کے لیے کھولتے نہیں۔ اور نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ کے بارے میں کہا ہے کہ انہوں نے ہر خیر اور بھلائی کو بھلادیا ہے اور انہوں نے شر اور برائی کو نہیں بھلایا۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت وکرامت اورثواب سے انہیں محروم کر دیا۔

(ج) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ضحاک نے کہا کہ نَسُوا اللَّهَ کا معنی ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے امر کو ترک کر دیا فَنَسِيَهُمْ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیا کہ انہیں ایمان لانے اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔

(د) ابن ابی حاتم نے سعیدبن جبیرؒ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیاہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں بھلاتا۔ بلکہ وہ انہیں قیامت کے دن بھلائی سے محروم کردے گا۔

(ھ) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ مجاہد نے کہا کہ انہوں نے عذاب میں اللہ تعالیٰ کو بھلادیا۔

(و) امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے كَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ کی تفسیر میں کہا ہے: کہ ان کفار کا کام بھی تم سے پہلے والے کفار کی طرح ہے۔

(ز) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آج کی رات گزشتہ رات کے کتنی مشابہ ہے كَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنكُمْ قُوَّةً. الی قوله. وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا وہ بنی اسرائیل ہیں جن کا ہم نے انہیں مشابہ قرار دیا ہے۔ اورقسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! تم ضرور بہ ضرور ان کی اتباع کرتے رہو گے یہاں تک کہ کوئی آدمی کیڑے مکوڑوں کی بل میں داخل ہوا، تو تم بھی یقیناً اس میں داخل ہوگے۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۳۲، رقم: ۱۰۵۰۰، ۱۰۵۰۴۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۳۲، رقم: ۱۰۵۰۱، ۱۰۵۰۳۔

(ج) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم میں روایت نہیں ملی۔

(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الاعراف، ج ۵، ص ۱۴۹۲، رقم: ۸۵۴۳۔

(و) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ۱۸۳۴، رقم: ۱۰۵۰۲۔

(ز) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۹۳۱؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۳۴، رقم: ۱۰۵۰۳۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا بِخَلَاقِهِمْ کا معنی ہے، اپنے دین سے۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "الخلاق" کا معنی دین ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم نے سدی سے بیان کیا ہے کہ فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ کا معنی ہے سو انہوں نے اپنے دنیوی حصہ سے لطف اٹھایا۔

(د) عبد بن حمید اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ خُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا کے بارے میں قتادہؓ نے فرمایا۔ تم بھی لہو و لعب میں مشغول رہے جیسے وہ لہو ولعب میں مشغول رہے۔

(ھ) ابوالشیخ نے ربیع سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں اس سے ڈرایا ہے کہ تم اسلام کے بارے میں کوئی نئی بات کرو۔ اور آپ جانتے ہیں کہ عنقریب اس امت میں اقوام ایسا کریں گی۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرامایا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ .... الآیہ۔

(و) عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیاہے کہ قتادہ نے فرمایا: وَالْمُؤْتَفِكَاتِ سے مراد قوم لوط کی بستیاں ہیں جنہیں ان کے ساتھ اوپر سے نیچے کی جانب الٹ دیا گیا تھا۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۳۵، رقم: ۱۰۵۰۹۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۳۴، رقم: ۱۰۵۰۶۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۳۴، رقم: ۱۰۵۰۵۔

(د) عبد بن حمید اور ابن المنذر کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(و) عبدالرزاق، تفسیر الصنعانی، ج ۱، ص ۲۴۳؛ تفسیر الطبری، سورۃ الحاقۃ، ج ۲۳، ص ۵۷۶؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۳۷، رقم: ۱۰۴۰۱۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللّهَ وَرَسُولَهُ أُوْلَـئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّهُ إِنَّ اللّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (71) وَعَدَ اللّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّهِ أَكْبَرُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (72)

'' اورمومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے اور خدا اور اس کے پیغمبر کی اطاعت کرتے ہیں۔یہی لوگ ہیں جن پر خدا رحم کرے گا۔ بیشک خدا غالب (اور) حکمت والا ہے۔خدا نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے بہشتوں کا وعدہ کیا ہے۔جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہیں گے اور بہشت ہائے جاودانی میں نفیس مکانات کا (وعدہ کیا ہے) اور خدا کی رضامندی تو سب سے بڑھ کر (نعمت) ہے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

(أ) ابوالشیخ نے وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ کی تفسیر میں ضحاکؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنے اور ہر وہ عمل جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری ہو، کی جانب دعوت دیتے ہیں وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ اور شرک وکفر سے روکتے ہیں پس امربالمعروف اور نہی عن المنکر اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے ایک فرض ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنین پر فرض قرار دیا ہے۔

(ب) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ اسی آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ان کی اخوت وبھائی چارہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوش نودی کے لیے ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور اللہ تعالیٰ کی ولایت کے سبب ہی باہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

(ج) ابن ابی الدنیا نے کتاب قضاء الحوائج میں اور طبرانی نے سلمان رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا میں نیکی کرنے والے آخرت میں بھی نیکی کرنے والے ہیں اور دنیا میں برائی کرنے والے آخرت میں برائی کرنے والے ہیں۔

(أ) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔ (ب) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۶، ص ۲۴۶، رقم: ۶۱۱۲، ابن ابی الدنیا، قضاء الحوائج، تحقیق: مجدی السید ابراہیم، مکتبۃ القرآن، القاھرۃ، ص ۹۷، رقم: ۱۱۶۔ ابن الدنیا نے یہ روایت سلمانؓ کی بجائے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے۔(حکم): ابن الجوزی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھیں: ابن جوزی، العلل المتناھیۃ فی الاحادیث الواھیۃ، حدیث فی ان اھل المعروف فی الدنیا....، رقم: ۸۳۹۔

(أ) ابن ابی شیبہ نے اسے ابوعثمان سے مرسل ذکر کیا ہے۔

(ب) ابن ابی الدنیا نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک معروف اور منکر دو مخلوقیں ہیں جنھیں قیامت کے دن نصب کیا جائے گا۔ پس معروف اپنے اہل کو بشارت دے گی اور ان کے لیے خیر اور بھلائی تیار کرے گی۔ رہی منکر تو یہ اپنے اصحاب کو کہے گی تمہارے لیے وہ کچھ لازم ہو چکا ہے جس کی تم استطاعت اور طاقت نہیں رکھتے۔

(ج) ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد رأس العقل لوگوں کا باہم ایک دوسرے سے نرمی کرنا ہے۔ مشورہ کے بعد ہرگز کوئی آدمی ہلاک نہیں ہوگا۔ دنیا میں اہل معروف آخرت میں بھی اہل معروف ہوں گے اور دنیا میں اہل منکر آخرت میں بھی اہل منکر ہوں گے۔

(د) ابن ابی الدنیا نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ دنیا میں نیکی کرنے والے ہی آخرت میں نیکی کے اہل ہیں اور دنیا میں برائی کرنے والے آخرت میں برائی کے اہل ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک مسافر آدمی کی صورت میں نیکی کو اٹھائے گا۔ وہ اپنے صاحب (نیکی کرنے والے) کے پاس آئے گا۔ جب اس کی قبر شق ہوگی تو وہ اس کے لیے چہرے سے مٹی صاف

(أ) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الادب، باب ما جاء فی اصطناع المعروف، رقم: ۲۵۴۲۹۔

(ب) ابن ابی الدنیا، قضاء الحوائج، باب فضل الانفاق علی الاھل، ص ۲۹، رقم: ۱۵۔(حکم): ابن ابی الدنیا کے محقق نے اس کے اسناد کو منقطع کہا ہے۔ مسند احمد کے محققین نے اس کے راویوں کو ثقہ اور رجال شیخین کہا ہے سوائے الحسن البصری کے جنھوں نے ابوموسی اشعری کو نہیں سنا۔ دیکھیں: مسند احمد، مسند الکوفیین، حدیث ابی موسی اشعری، رقم: ۱۹۴۸۷۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الادب، باب ما جاء فی اصطناع المعروف، رقم: ۲۵۴۲۸؛ ابن ابی الدنیا، قضاء الحوائج، باب المداراۃ رأس الحکمۃ، ص ۳۲، رقم: ۱۷۔(حکم): ابن ابی الدنیا کے محقق نے اس روایت کے اسناد کو "واہ جداً" بہت زیادہ واہی اور حدیث کو منکر کہا ہے۔ شیخ البانی نے بھی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھیں: البانی، ضعیف الجامع، حدیث رقم: ۳۰۷۵۔

(د) ابن ابی الدنیا، قضاء الحوائج، باب فضل ادخال السرور علی المؤمن، ص ۹۸، رقم: ۱۱۶۔ ابن ابی الدنیا نے یہ روایت ابن عباس کی بجائے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے۔ (حکم): ابو حاتم نے کہا یہ حدیث باطل ہے۔ دیکھیں: ابن ابی حاتم، علل الحدیث، باب علل اخبار رویت فی الزہد، رقم: ۱۸۰۸؛ ابن الجوزی، العلل المتناھیۃ فی الاحادیث الواھیۃ، حدیث فی ان اھل المعروف فی الدنیا، رقم: ۸۲۴۔

کرے گا اور کہے گا: اے اللہ تعالی کے ولی! تجھے اللہ تعالی کی حفظ و امان اور اس کی عزت وکرامت کی بشارت ہو۔ یوم قیامت کے ہولناکیوں میں سے جو تو دیکھ رہا ہے، تیرے لیے ان میں سے کوئی خوف اور ڈر نہیں ہوگا۔ وہ اسے مسلسل یہ کہتا رہے گا اس سے ڈر، اس سے بچ، اس طرح اس کا ڈر سکون میں بدل جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ پل صراط سے گزر جائے گا۔ پس جب وہ پل صراط سے گزر جائے گا تو اللہ تعالی کا یہ ولی اور دوست جنت میں اپنے مراتب و منازل کی طرف متوجہ ہوگا۔ پھر دوبارہ معروف ظاہر ہوگا اور اس کے ساتھ چمٹ جائے گا۔ سووہ کہے گا: یا عبداللہ! تو کون ہے تیرے سواقیامت کی ہولناکیوں میں خلائق نے مجھے رسوا کیا۔ پس تو کون ہے؟ تو وہ اسے جواب دے گا کیا تو مجھے پہچانتا نہیں؟ وہ کہے گا نہیں۔ تو پھر وہ کہے گا میں وہ نیکی ہوں جسے تونے دنیا میں کیا۔ اللہ تعالی نے مجھے تخلیق فرما کر بھیجا تا کہ میں تجھے اس کے عوض قیامت کے دن جزاء دلواؤں۔

(أ)امام حاکمؒ اورامام ذہبیؒ نے علی رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے حاکم نے اسے صحیح اور ذہبی نے ضعیف قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے رحماء (باہم رحم کرنے والے) سے نیکی طلب کرو، ان کی اطراف واکناف میں سکونت اختیار کرو اور سخت دل لوگوں سے اس کا مطالبہ نہ کرو۔ کیونکہ ان پر لعنت نازل ہوئی ہے۔ اے علی! بے شک اللہ تعالی نے نیکی کو پیدا کیا اور اس کے لیے اس کے اہل (نیکی کرنے والے) بھی پیدا فرمادیے ہیں اور اسے ان کے نزدیک محبوب بنا دیا ہے اور اس کا کرنا ان کے نزدیک پسندیدہ بنا دیا ہے۔ اور نیکی کے طلاب کو ان کی طرف ایسے متوجہ کردیا ہے جیسا کہ وہ قحط زدہ مردہ زمین میں پانی برسادے تا کہ وہ اس کے سبب زندہ ہوجائے اور اس کے باسی بھی اس کے سبب زندہ ہو جائیں۔ بے شک جو دنیا میں نیکی کرنے والے ہیں وہی آخرت میں بھی نیکی کے اہل ہیں۔

(ب)امام حاکمؒ اورامام ذہبیؒ نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ نے مجھے ارشاد فرمایا: میری امت کے رحماء سے نیکی تلاش کرو، تم ان کے سایہ میں رہوگے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح اور ذہبی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(أ) الحاکم، المستدرک، کتاب الرقائق، رقم: ۷۹۰۸۔ **(حکم):** شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف جداً کہا ہے۔ اصبغ بن نباتہ التیمی حضرت علیؓ سے روایت کرتا ہے جس کو ابن حجر نے متروک کہا ہے۔ دیکھیں: ابن حجر، تقریب التھذیب، ص ۱۱۳، رقم: ۵۳۷؛ البانی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ، رقم: ۱۵۷۸۔ مستدرک حاکم پر تعلیقات الذہبی میں یہ بات نہیں ملی کہ امام ذہبی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

(ب) الحاکم، المستدرک، کتاب الرقائق، رقم: ۷۹۰۸۔

(أ)امام حاکم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیکی کرنے والے برائی، آفات اور ہلاکتوں کے مقامات سے بچتے ہیں اور دنیا میں نیکی کرنے والے ہی آخرت میں اہل معروف ہیں۔

(ب) ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا، تو اللہ تعالی اولین وآخرین سب کو جمع فرمائے گا۔ پھر اللہ تعالی منادی کو حکم ارشادفرمائے گا۔ پھر اللہ تعالی منادی کو حکم ارشادفرمائے گا اور وہ یہ ندادے گا: سنو! دنیا میں نیکی کرنے والے کھڑے ہوجائیں۔ چنانچہ وہ کھڑے ہوجائیں گے۔حتی کہ وہ سب اللہ تعالی کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ پھر اللہ تعالی فرمائے گا: کیا تم دنیا میں نیکی کرتے تھے؟ وہ عرض کریں گے: ہاں۔ تو اللہ تعالی ارشادفرمائے گا: تم ہی آخرت میں بھی اہل معروف ہو۔ پس انبیاء ورسل علیہم السلام کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور جن کے لیے پسند کروشفاعت کرو اور انہیں جنت میں داخل کر دو۔ یہاں تک کہ آخرت میں ان کے ساتھ ایسی ہی نیکی کرو جیسے دنیا میں تم نے ان کے ساتھ نیکی کی۔

(ج) ابن ابی الدنیا نے کتاب قضاء الحوائج میں بلال رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے۔ اور نیکی سترنوع کی بلاؤں سے بچاتی ہے اور یہ برے انجام سے محفوظ رکھتی ہے۔معروف اور منکر دونوں کوتخلیق کرکے قیامت کے دن لوگوں کے لیے کھڑا کردیا جائے گا۔ پس معروف اپنے اہل کو لازم پکڑے رہے گی اور منکر اپنے اہل کے ساتھ ساتھ رہے گی حتی کہ انہیں جہنم کی طرف کھینچ کر اور ہانک کر لے جائے گی۔

(د) ابن ابي الدنیا نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کے نزدیک محبوب ترین بندہ وہ ہے جس کے نزدیک نیکی کو پسندیدہ بنا دیا جائے اور اس کا کرنا اس کے لیے محبوب ہو۔

(أ) الحاکم، المستدرک، کتاب العلم، فصل فی توقیر العالم، رقم: ۴۲۹۔**(حکم)**: صحیح: (البانی، صحیح الجامع، رقم: ۴۷۹۵)

(ب) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) ابن ابی الدنیا، قضاء الحوائج، باب فضل المعروف و اهله، ص ۲۱، رقم: ۱۔**(حکم)**:قضاء الحوائج کے محقق نے اس کے اسناد کو ضعیف کہا ہے۔

(د) ابن ابي الدنیا، قضاء الحوائج، باب فضل المعروف و اهله، رقم: ۲۔**(حکم)**:قضاء الحوائج کے محقق نے اس کے اسناد کو ضعیف جداً کہا ہے۔

(أ) ابن ابی الدنیانے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کئی چہرے نیکی کے لیے بنائے ہیں اور نیکی کا کرنا ان کے نزدیک پسندیدہ بنا دیا ہے۔ اور نیکی کے طالبوں کو ان کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔ اور ان پر عطا کرنا ایسا آسان بنا دیا ہے جیسا کہ قحط زدہ زمین کے لیے بارش تا کہ وہ اسے زندہ کرے اور اس کے باسیوں کو خوشحالی اور حیات نو عطا کرے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے نیکی کے دشمن بھی بنا دیے ہیں۔ ان کے نزدیک نیکی کو مبغوض بنا دیا ہے اور اس کا کرنا ان کے نزدیک مبغوض بنادیا ہے اور ان پر اسے عطا کرنا اس طرح روک دیا ہے جیسا کہ وہ قحط زدہ زمین سے بارش کو روک لے، تا کہ وہ اسے اور اس کے باسیوں کو ہلاک کردے اور اکثر کو اللہ تعالیٰ مٹادے اور ان میں سے اکثر کا نام ونشان تک اللہ تعالیٰ مٹادے۔

(ب) ابن ابی الدنیانے ابن عباس رضی اللہ عنہماسے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺنے فرمایا: نیکی کے کام کرناتم پر لازم ہے کیونکہ یہ برائیوں کے مقامات میں گرنے سے بچاتی ہے۔ اور تم پر خفیہ صدقہ کرنا لازم ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کردیتاہے۔

(ج) ابن ابی الدنیا نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے۔

(أ) ابن ابی الدنیا، قضاء الحوائج، باب فضل المعروف و اهله، رقم: ۴۔**(حکم)**: شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف جداً کہا ہے۔ اس کے سند میں ابو ہارون ہے جس کا نام عمارة بن جوین المهدي ہے۔ ابن حجر نے انہیں متروک اور جھوٹا کہا ہے۔ دیکھیں: ابن حجر، تقریب التهذیب، ص ۴۰۸، رقم: ۴۸۴۰؛ البانی، سلسلة الاحادیث الضعیفة، رقم: ۲۸۴۹۔

(ب) ابن ابی الدنیا، قضاء الحوائج، باب فضل المعروف و اهله، رقم: ۶۔**(حکم)**: قضاء الحوائج کے محقق نے اس کے اسناد کو ضعیف جداً کہا ہے۔ شیخ البانی نے بھی اس کے اسناد کو جویبر متروک اور ابن ہاشم الجنبی کی وجہ سے ضعیف جداً کہا ہے۔ دیکھیں: السلسلة الصحیحة، رقم: ۱۹۰۸۔

(ج) ابن ابی الدنیا، قضاء الحوائج، باب فضل المعروف و اهله، رقم: ۷۔**(حکم)**: قضاء الحوائج کے محقق نے اس روایت کو متفق علیہ کہا ہے۔ دیکھیں: صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب بیان ان اسم الصدقة یقع علی کل نوع، رقم: ۱۰۰۵؛ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب کل معروف صدقة، رقم: ۵۶۷۵۔ صحیح بخاری میں یہ روایت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے۔

(أ) امام ابن ابی شیبہ، قضاعی(۱) ،عسکری(۲) اور ابن ابی الدنیانے محمد بن منکدر(۳) کے طریق سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺنے ارشادفرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے۔ آدمی نے جو کچھ بھی اپنی ذات اور اپنے گھر والوں پر خرچ کیا، تو اس کے لیے اس کے عوض صدقہ لکھ دیا گیا۔ اور اس نے جس

(أ) مصنف ابن ابي شيبة، كتاب الادب، باب ما جاء في اصطناع المعروف، رقم: ۲۵۴۳۲؛ القضاعي، محمد بن سلامة، مسند الشهاب، تحقيق: حمدي بن عبدالمجيد السلفي، موسسة الرسالة ۔ بيروت، ط ۲، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۶م، كل اجزاء: ۲، باب كل معروف صدقة، رقم: ۸۸؛ عسكرى، كتاب جمهرة الامثال، تحقيق: محمد ابوالفضل ابراهيم، عبدالمجيد قطامش، دارالفكر، بيروت، ط ۲، ۱۹۸۸م، كل اجزاء: ۲، باب التفسير، ج ۱، ص ۱۸۱؛ ابن ابي الدنيا، قضاء الحوائج، باب فضل الانفاق على الاهل، رقم: ۹۔ (حكم):ابن ابي الدنيا کے محقق نے کہا کہ اس روایت کا سند ضعیف ہے۔ جب کہ حدیث صحیح ہے۔ شیخ البانی نے بھی اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ اس کے سند کو عبدالحمید بن الحسن الھلالی کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ دیکھیں: سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم: ۸۹۸۔

(۱) قضاعی محمد بن سلامة بن جعفر ابو عبداللہ، القضاعی، مورخ، مفسر، صاحب مسند الشھاب اور فقہ شامی کے بہت بڑے عالم تھے۔مصر میں فاطمی دور حکومت میں وزیر الجرجرائی کے کاتب تھے۔ ان کی کتابوں میں تفسیر القرآن جو بیس جلدوں پر مشتمل ہے ، الشھاب في المواعظ والآداب، مناقب الشافعي و اخباره، تواريخ الخلفاء، وغیرہ شامل ہیں۔ ان سے خطیب بغدادی نے روایت کی ہے۔ انہوں نے ۴۵۴ھ (۱۰۶۲م) میں وفات پائی۔ دیکھیں: السيوطي، حسن المحاضرة، ج ۱، ص ۴۰۲، رقم: ۴۲؛ الذهبي، سير اعلام النبلاء، ج ۱۸، ص ۹۲، رقم: ۴۱؛ الزركلي، الاعلام، ج ۶، ص ۱۴۶۔

(۲) عسکری (متوفی بعد ۳۹۵ھ = ۱۰۰۵م) حسن بن عبداللہ بن سہل بن سعید العسکری، ابو ہلال، ادب کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن میں سے جمهرة الامثال، الحث على طلب العلم، شرح الحماسہ، ديوان المعانی، الفروق وغیرہ شامل ہیں۔ ان سے ابو سعید السمعان، مظفر بن طاہر نے روایت کی ہے۔ دیکھیں: الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۲۸، ص ۵۱۲۔

(۳) محمد بن منکدر بن عبداللہ بن الھدیر بن عبدالعزی التیمی، ابو عبداللہ یا ابو بکر عابد، زاہد، متقی اور ثقہ راوی ہیں۔ وہ صحابہ میں سے عائشہؓ ابو ہریرہؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، اسماء بنت عمیسؓ وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ جب کہ ان سے ان کے بیٹے المنکدر، زہری، زید بن اسلم، عمرو بن دینار، ابن جریج کے علاوہ خلق کثیر نے روایت کی ہے۔ ابو حاتم، العجلی اور ابن سعد نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ انہوں نے ۱۳۰ھ (۷۴۸م) میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن حبان، الثقات، ج ۳، ص ۵، رقم: ۳۵۷۰؛ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ج ۵، ص ۳۵۷، رقم: ۱۰۶۷؛ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ج ۶، ص ۴۷، رقم: ۷۴۷۲۔

کے سبب اپنی عزت محفوظ رکھی تو اس کے عوض بھی اس کے لیے صدقہ لکھ دیا گیا۔ محمد بن منکدر سے پوچھا گیا مـاوقـی بـه عرضه کا کیا معنی ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس سے مراد ہر وہ شے ہے جو وہ کسی شاعر اور صاحب لسان متقی کو دیتا ہے۔

(أ) ابن ابی الدنیا، بزار اور طبرانی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ہروہ نیکی جو تونے کسی غنی یافقیر کے ساتھ کی وہ صدقہ ہے۔

(ب) ابن ابی الدنیانے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی جو نیکی کسی غنی یا فقیر کے ساتھ کرتا ہے، تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

(ج) ابن ابی الدنیانے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے۔

(د) ابن ابی الدنیا نے جابر جعفی(۱) سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالی کی مخلوق سے نیکی کرنا انتہائی

(أ) ابن ابی الدنیا، قضاء الحوائج، باب فضل الانفاق علی الاموال، رقم: ۱۱؛ ابوبکر البزار، مسند البزار، مسند عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، رقم: ۱۵۸۲؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۰، ص ۹۰، رقم: ۱۰۰۴۷۔(حکم): ابن ابی الدنیا کے محقق نے اس کے اسناد کو ضعیف کہا ہے۔

(ب) ابن ابی الدنیا، قضاء الحوائج، باب فضل الانفاق علی الاھل، رقم: ۱۳۔(حکم): ابن ابی الدنیا کے محقق نے کہا: اسناده ضعیف جداً۔

(ج) ابن ابی الدنیا، قضاء الحوائج، باب فضل الانفاق علی الاھل، رقم: ۱۴۔(حکم): ابن ابی الدنیا کے محقق نے اس کے اسناد کو ضعیف کہا ہے۔

(د) ابن ابی الدنیا، قضاء الحوائج، باب جزاء صاحب المعروف فی الاخرۃ، رقم: ۲۳۔(حکم):ابن ابی الدنیا کے محقق نے اس کے اسناد کو ارسال کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ جابر بن یزید الجعفی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل روایت بیان کرتا ہے۔ جمہور نے ان کو ضعیف اور الثوری، العجلی اور ابن سعد نے انہیں تدلیس کے وصف سے موصوف کیا ہے۔ دیکھیں: ابن حجر، طبقات المدلسین، ص ۵۳، رقم: ۱۳۳۔

(۱) جابر الجعفی (وفاۃ: ۱۲۸ھ = ۷۴۵م): جابر بن یزید بن الحارث الجعفی، ابو عبداللہ، تابعی، کوفہ کے شیعہ فقہاء میں سے تھے۔ وہ ابوالطفیل، شعبی اور مجاہدؒ سے روایتیں بیان کرتا ہے جب کہ ان سے شعبہ، معمر، اسرائیل اور شریک نے روایتیں لی ہیں۔ جمہور نے ان کو ضعیف کہا ہے۔ ابن سعد نے انہیں ضعیف جداً کہا ہے۔ دیکھیں: مغلطاي، اکمال تھذیب الکمال، ج ۳، ص ۱۳۹، رقم: ۹۲۱؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۸، ص ۵۹؛ الزرکلي، الاعلام، ج ۲، ص ۱۰۵؛ ابن حجر، طبقات المدلسین ، ص ۵۳، رقم: ۱۳۳۔

اچھا اور قابل تعریف ہے۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حسنؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے عمران بن حصین(ا) اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو دونوں نے فرمایا: اسے خبیر (اللہ تعالیٰ) پر چھوڑ دو۔ ہم نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کی۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں موتیوں کا محل ہے۔ اس محل میں سرخ یاقوت کے ستر دار ہیں۔ ہر دار میں سبز مرد کے ستر مکان ہیں ہر مکان میں ستر پلنگ ہیں، ہر پلنگ پر ہر رنگ کے ستر بستر ہیں۔ ہر بستر پر حورعین میں سے ایک عورت ہے ہرمکان میں ستر دستر خوان ہیں۔ ہر دستر خوان پر ہر کھانے کے ستر رنگ ہیں۔ ہر مکان میں ستر خدمت گار لڑکے اور لڑکیاں ہیں۔ پس مومن کو ہر صبح اتنی قوت عطا کی جاتی ہے جو اسے اس میں سے ہر شے کا مستحق بنا سکتی ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے سلیم بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے سو درجے ہیں، اس کا پہلا درجہ چاندی کا ہے، اس کی زمین چاندی کی ہے، اس کے مکانات چاندی کے ہی، اس کے برتن چاندی کے ہیں اور اس کی مٹی کستوری ہے، دوسرا درجہ سونے کا ہے، اس کی زمین سونے کی ہے، اس کے مکانات سونے کے ہیں، اس کے برتن سونے کے ہیں اور اس کی مٹی کستوری ہے، تیسرا درجہ موتیوں کا ہے، اس کی زمین موتیوں کی ہے، اس کے برتن موتیوں کے ہیں اور اس کی مٹی کستوری ہے اور اس کے بعد ستانوے درجے ہیں۔ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ انسان کے دل میں ان کے بارے میں کوئی خیال پیدا ہوا۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، رقم: ۱۰۳۰۲۔تفسیر ابن ابی حاتم میں یہ روایت صرف عمران بن حصین سے مروی ہے۔حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔(**حکم**): ابن جوزی نے فرمایا یہ حدیث موضوع ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر گھڑ لی گئی ہے۔ اس کے سند میں جسر ہے جن کے بارے میں یحیٰی نے کہا: لیس بشئ اور یہ کہ وہ حدیث نہیں لکھتا تھا۔ ابو حاتم بن حبان نے کہا: وہ عدالت کی حد سے نکل گیا ہے۔ دیکھیں: ابن جوزی، الموضوعات، ج ۳، ص ۲۵۲۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۴۰، رقم: ۱۰۳۰۳۔

(ا) عمران بن حصین بن عبید بن خلف، ابو نجید غزوہ خیبر کے موقع پر اسلام لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ، حنین اور طائف کے غزوات میں شریک ہوئے۔عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں اہل بصرہ کی تعلیم کے لیے بصرہ بھیجا جہاں انہوں نے ۵۲ھ (۶۷۲م) کو وفات پائی۔ ان سے ۱۸۰ احادیث مروی ہیں۔ دیکھیں: ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۵۳۲، رقم: ۴۰۴۹؛ ابن حجر، الاصابۃ، ج ۲، ص ۱۳۷۰، رقم: ۶۰۱۱؛ ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۵۱، رقم: ۲۱؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۳، ص ۲۸۴، رقم: ۱۹۹۲۔

(أ) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ابوحازم(ا) نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کے لیے جنت میں چار برید مسافت کے برابر موتیوں کا وعدہ فرمائے گا۔ ان کے دروازوں، کمروں اور تالوں میں کسی قسم کی کوئی توڑ پھوڑ نہیں ہوگی اور جنت کے سو درجے ہیں۔ ان میں سے تین چاندی، سونے، موتی، زبرجد اور یاقوت کے ہیں اور بقیہ ستانوے کے بارے میں صرف وہی جانتا ہے جس نے انہیں تخلیق فرمایا ہے۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اہل جنت میں ادنیٰ درجے کے آدمی کے لیے ہزار محل ہوں گے، ہر دو محلوں کے درمیان ایک سال کی مسافت ہوگی۔ وہ اس کی آخری حد کو ایسے ہی دیکھے گا جیسے وہ اس کے قریب کو دیکھتا ہوگا۔ ہر محل میں حور عین، ریاحین اور بچے ہوں گے جو شے وہ مانگے گا وہی وہ پیش کریں گے۔

(ج) ابن ابی شیبہ نے مغیث بن سمی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بے شک جنت میں سونے کے محلات ہیں، چاندی کے محلات ہیں یاقوت کے محلات ہیں اور زبرجد کے محلات ہیں۔ اس کے پہاڑ کستوری کے ہیں اور اس کی مٹی ورس اور زعفران کی ہے۔

(د) ابن ابی شیبہ نے کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے: جنت میں یاقوت ہے جس میں نہ پھٹن ہے اور نہ جوڑ۔ اس میں سترہ ہزار دار ہیں، ہر دار میں ستر ہزار حور عین ہیں، ان میں نبی، صدیق، شہید، امام عادل یا اپنی ذات میں محکم کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا۔ کعب سے پوچھا گیا اپنی ذات میں محکم سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا: وہ آدمی جسے دشمن پکڑ لے۔ اور وہ اسے یہ اختیار دے دے کہ یا کفر اختیار کر لے یا پھر وہ اسلام کا پابند رہے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ تو وہ اسلام پر کار بند رہنے کو اختیار کر لے۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۶۰، رقم: ۱۰۲۰۹۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الجنۃ، باب ما ذکر فی الجنۃ و ما فیہا مما اعد لاہلہا، رقم: ۳۴۰۲۴۔**(حکم)**:البانی نے اس روایت کو ضعیف موقوف کہا ہے۔ دیکھیں: ضعیف الترغیب والترہیب، کتاب صفۃ الجنۃ، رقم: ۲۱۸۶۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الجنۃ، باب ما ذکر فی الجنۃ و ما فیہا مما اعد لاھلہا، رقم: ۳۴۰۲۵۔

(ا) ابو حازم سلمۃ بن دینار المخزومی، مدینہ کے عالم، قاضی اور شیخ تھے۔ فارسی الاصل تھے۔ انہوں نے سہل بن سعد، سعید بن المسیب، عطاء بن یسار اور دیگر سے سماع کیا۔ ان سے الزہری، معمر، امام مالک، ابن اسحاق، دونوں حمادوں، ابن عیینہ، الثوری اور دوسرے کئی محدثین نے روایتیں بیان کی ہیں۔ ابن خزیمہ نے انہیں ثقہ اور اپنے زمانے کے ممتاز شخصیت قرار دیا ہے۔ انہوں نے ۱۴۰ھ (۷۵۷م) کو وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۸، ص ۴۴۱؛ مغلطای، اکمال تہذیب الکمال، ج ۶، ص ۸، رقم: ۲۱۱۵؛ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۶، ص ۹۶، رقم: ۲۴۔

(د) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الجنۃ، باب ما ذکر فی الجنۃ و ما فیہا مما اعد لاھلہا، رقم: ۳۴۰۳۴۔

(أ)ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جَنّٰتِ عَدۡنٍ کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد آدمی کا وہ مکان ہے جس میں وہ ہوگا۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ ان سے مراد جنت میں ان کے مکان ہیں۔

(ج) ابن ابی حاتم نے خالد بن معدانؒ(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں جَنّٰتِ عَدۡنٍ کو تخلیق فرمایا۔ موتیوں کو اچھی طرح ڈھالا اور اس میں ٹہنیاں گاڑدیں۔ پھر اسے کہا: پھیل جایہاں تک کہ تو راضی ہوجائے۔ پھر اسے فرمایا: جو کچھ تجھ میں نہریں اور پھل ہیں انہیں نکال دے۔ تو اس نے ایسا کر دیا اور کہا قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ (المومنون)۔

(د) ابوالشیخ نے ذکرکیاہے کہ سعیدبن جبیرؒنے وَرِضۡوانٌ مِنَ اللّٰهِ اَکۡبَرُ کی تفسیرمیں کہا کہ جب انہیں خبردی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔ تو یہی ان کے نزدیک تمام تحائف اورتسلیم سے بڑھ کر عظیم اعزازہوگا۔

(ھ) ابن مردویہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم کسی شے کی خواہش رکھتے ہو؟ تو رب کریم فرمائے گا: ہاں۔ میری رضا، سواب میں تم پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۹۴۲۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۴۰، رقم: ۱۰۴۵۰۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم میں یہ روایت نہیں ملی۔

(د) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) خالد بن معدان بن ابی کریب الکلاعي، ابو عبداللہ حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہیں ستر صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ ان میں سے ثوبانؓ، ابن عمرؓ، عبداللہ بن عمروؓ، ابو امامہؓ وغیرہ سے سماع حدیث کیا تھا۔ جب کہ عائشہ صدیقہ، ابودرداء، معاذ بن جبل، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم سے مرسل روایات بیان کرتا ہے۔ ابن سعد نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ انہوں نے یزید بن عبدالملک کے عہد میں ۱۰۳ھ (۷۲۱م) کو وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۷۲، رقم: ۸۴؛ الدارقطنی، ذکر اسماء التابعین، ج ۱، ص ۱۲۵، رقم: ۲۷۸؛ السیوطي، طبقات الحفاظ، ص ۴۳، رقم: ۸۲؛ ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۷، ص ۳۱۶، رقم: ۳۸۵۴؛ ابن العماد، شذرات الذھب، ج ۱، ص ۲۲۶؛ الذہبی، الکاشف، ج ۱، ص ۲۰۸، رقم: ۱۳۶۴۔

(أ) ابن ابی حاتم نے ابوعبد الملک جہنی[ا] سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کی نعمت ان تمام نعمتوں سے افضل واعلیٰ ہے جونعمتیں ان کے لیے جنتوں میں ہیں۔

(ب) ابوالشیخ نے شمر بن عطیہ سے یہ قول بیان کیا کہ قیامت کے دن انتہائی کمزور اور متغیر اللون صورت والے آدمی کے پاس قرآن کریم اس وقت آئے گا، جب اس کی قبر کوشق کیا جائے گا اور اسے کہے گا تجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے عزت وکرامت کی بشارت ہو۔ راوی کابیان ہے کہ اس کے لیے عزت وکرامت کا حکم ہوگا۔ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میرے لیے اضافہ فرما۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری رضا اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہی سب سے بڑھ کر ہے۔

(ج) امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہل جنت! وہ عرض کریں گے لَبَّیْكَ یَا رَبَّنَا وَسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْكَ۔ اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں۔ تو رب کریم فرمائے گا کیا تم راضی ہو؟ تو وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہمیں کیا ہے کہ ہم راضی نہ ہوں۔ حالانکہ تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمادیا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی عطا نہیں فرمایا؟ تو رب کریم فرمائے گا: کیا میں تمہیں اس سے بھی افضل اور اعلیٰ شے عطا نہ کروں؟ تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! کون سی شے اس سے افضل اور اعلیٰ ہے؟ تو رب کریم فرمائے گا میں تمہیں اپنی رضا اور خوشنودی عطا کرتا ہوں اور اس کے بعد کبھی بھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا۔

(أ) ابن ابی حاتم کی روایت ان کی تفسیر میں نہیں ملی۔

(ب) روایت نہیں ملی۔

(ج) مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، رقم: ۱۱۸۳۵؛ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار، رقم: ۶۱۸۳، ۷۰۸۰؛ صحیح مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا و اھلھا، باب احلال الرضوان علی اھل الجنۃ، رقم: ۲۸۲۹؛ الترمذی، سنن الترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، باب ایضاً، رقم: ۲۵۵۵؛ النسائی، السنن الکبری، کتاب التعبیر، باب الرضا والسخط، رقم: ۷۷۴۹؛ البیہقی، الاسماء والصفات، باب ما جاء فی الاستحیاء، رقم: ۱۰۵۴۔

(ا) ابوعبدالملک کا ترجمہ کتب تراجم میں نہیں ملا۔

(أ) امام احمد نے الزہد میں حسنؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے اے اللہ ! میں تجھ سے اس چیز کا سوال کرتا ہوں جو خیر کے انجام میں سب سے بہتر ہو۔ اے اللہ ! جو بھلائی اور خیر تو آخر میں مجھے عطا فرمائے اس میں سب سے آخر میں اپنی رضا اور نعمتوں بھری جنات میں بلند درجات عطا فرمادے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (73)

’’ اے پیغمبر! کافروں اور منافقوں سے لڑو اور ان پر سختی کرو۔اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔اور وہ بری جگہ ہے‘‘۔

(ب) ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ آیت کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ اے نبی کریم ! ﷺ جہاد کیجیے کفار کے ساتھ تلوار سے اور منافقین کے ساتھ زبان سے اور ان سے نرمی ختم کردیجیے۔

(ج) ابن ابی شیبہ ، ابن ابی الدنیا نے کتاب الامر بالمعروف میں، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کیجیے ہاتھ کے ساتھ، اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو پھر زبان کے ساتھ، اور اگر اس کی استطاعت بھی نہ ہو تو پھر اپنے دل کے ساتھ۔ اور چاہیے کہ ان سے انتہائی سخت اور ترش چہرے کے ساتھ ملیں۔

(د) بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو حکم ارشاد فرمایا: کہ وہ اپنے ہاتھ کے ساتھ جہاد کریں۔ اور اگر اس کی طاقت نہ رکھیں تو اپنی زبان کے ساتھ، اور اگر اس کی استطاعت بھی نہ ہوتو پھر چاہیے کہ ان سے انتہائی ترش اور سخت چہرے کے ساتھ ملاقات کریں۔

(ا) احمد بن حنبل، الذھد، باب زھد ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، ص ۱۱۲۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، رقم: ۱۰۳۰۱، ۱۰۳۰۴، ۱۰۳۰۶، البیہقی، السنن الکبری، کتاب السیر، باب ماجاء فی نسخ العفو من المشرکین، رقم: ۱۷۵۲۰۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۴۱، رقم: ۱۰۳۰۰ ۔

(د) البیہقی، شعب الایمان، باب تشمیت العاطس، فصل فی التثاؤب، رقم: ۸۹۲۵ ۔

(أ) ابوالشیخ نے سدی سے یہ تفسیر بیان کی ہے کہ کفار کے ساتھ جہاد کریں تلوار سے اور منافقین کے ساتھ قول باللسان سے۔ اور وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اور ان دونوں فریقوں پر سختی کیجئے۔ پھر اسے منسوخ کر دیا اور اس کے بعد یہ آیت نازل فرمائی قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً (۱) "جنگ کروان کافروں سے جو آس پاس ہیں تمہارے اور چاہیے کہ وہ پائیں تم میں سختی"۔

(ب) عبد بن حمید اور ابن منذر نے قتادہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو حکم ارشادفرمایا: کہ وہ کفار کے ساتھ تلوار سے جہاد کریں اور منافقین پر حدود میں سختی برتیں۔

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِن فَضْلِهِ فَإِن يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ وَإِن يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (74)

'' یہ خدا کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے (تو کچھ) نہیں کہا۔حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہاہے اور یہ اسلام لانے کے بعدکافرہوگئے ہیں اورایسی بات کا قصدکرچکے ہیں جس پر قدرت نہیں پاسکے اور انہوں نے (مسلمانوں میں) عیب ہی کون سا دیکھا سوا اس کے خدا نے اپنے فضل سے اور اس کے پیغمبرنے (اپنی مہربانی سے) ان کو دولت مندکردیاہے تواگر یہ لوگ توبہ کرلیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا اور اگر منہ پھیرلیں تو خدا ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب دے گا۔ اور زمین میں ان کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا ''۔

(ج) ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے کعب بن مالک سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب قرآن کریم میں منافقین کا ذکر نازل ہوا۔ تو جلاس نے کہا: خداقسم! اگر یہ آدمی سچا ہے تو یقیناً ہم گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔عمیر بن سعد نے اس کا یہ قول سنا تو کہا: خداقسم! جلاس بلاشبہ تو میرے نزدیک تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب ہے اور فخر ومباہات کے اعتبار سے میرے نزدیک زیادہ حسین اور پسندیدہ ہے اور اس سے بڑھ کر عزیز ہے کہ تجھے کوئی ایسی شے لاحق ہو جونا پسندیدہ اور تکلیف دہ ہو۔ تو نے ایک بات کہی ہے۔ اگر میں واقعہ اس کا ذکر کروں تو بالیقین وہ تجھے رسوا کردے گی۔ اور اگر میں اس سے خاموش رہوں تو وہ مجھے ہلاک کردے گی۔ ان دونوں صورتوں میں سے ہر ایک

(أ) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) عبد بن حمید اور ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) ابن اسحاق کی روایت ۔ جیسا کہ سیرت ابن هشام، ج ۱، ص ۵۱۹، ۵۲۰؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورة التوبة، ج ۶، ص ۱۸۴۳، رقم: ۱۰۴۰۱۔

(۱) التوبة: (۱۲۳)

دوسری کے مقابلہ میں میرے لیے شدید اور تکلیف دہ ہے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور جو اس نے کہا تھا اس کا ذکر آپ ﷺ سے کیا پھر جلاس آیا اور اللہ تعالی کی قسم اٹھا کر کہنے لگا: اس نے ایسا نہیں کیا اور عمیر نے اس کے خلاف جھوٹ بولا ہے، پس اللہ تعالی نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

(أ) ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت ان لوگوں میں سے تھا جو غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گے تھے۔ اور اس نے کہا: اگر یہ آدمی سچ بولتا ہے تو ہم گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ تو عمیر بن سعد نے اس کی یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچادی۔ تو جلاس نے اللہ تعالی کی قسم اٹھا کر کہہ دیا: اس نے میرے خلاف جھوٹ بولا ہے۔ پس اللہ تعالی نے یہ مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ اس نے توبہ کی ہے اور اس کی توبہ انتہائی حسین ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقیؒ نے دلائل میں بیان کیا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے منافقین میں سے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ اگر یہ سچا ہے تو ہم گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ تو زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ صادق ہیں اور تو یقیناً گدھے سے بڑھ کر شریر ہے۔ سو آپ نے یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچائی۔ تو کہنے والے نے صاف انکار کردیا۔ پس اللہ تعالی نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور یہ آیت زید رضی اللہ عنہ کی تصدیق میں نازل ہوئی۔

(ج) ابن جریر، طبرانی، اورابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ فرمایا: عنقریب تمہارے پاس ایک انسان آئے گا اور وہ تمہاری طرف شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا۔ پس جب وہ آئے تو اس کے ساتھ کلام نہ کرنا۔ تھوڑا وقت ہی گزرا کہ ایک نیلی آنکھوں والا آدمی آیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: تو اور تیرے ساتھی کس بنا پر مجھے گالیاں دیتے ہو؟ وہ آدمی چلا گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے آیا۔ انہوں نے قسمیں اٹھائیں کہ خدا کی قسم ! انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اس سے درگزر فرمائی اور اللہ تعالی نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۴۳، رقم: ۱۰۴۰۲۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، رقم: ۱۰۴۲۲؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب ما ظہر فی ھذہ الغزوۃ من نفاق، ج ۴، ص ۵۷۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ المجادلۃ، آیۃ ۱۸، ج ۲۳، ص ۲۵۵۔ تفسیر الطبری میں یہ روایت سعید بن جبیرؒ سے موقوف مروی ہے؛ الطبری، المعجم الکبیر، ج ۱۲، ص ۷، رقم: ۱۲۳۰۷۔ **(حکم)**: مسند احمد کے محققین نے اس کے سند کو حسن کہا ہے۔ دیکھیں: مسند احمد، مسند عبداللہ بن العباس، رقم: ۲۴۰۷۔

(أ) ابن جریر، ان منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے کہا: کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ دو آدمی آپس میں لڑ پڑے۔ ان میں سے ایک جہینہ میں سے تھا اور دوسرا بنی غفار میں سے۔ جہینہ کے لوگ انصار کے حلیف تھے نتیجۃً غفاری جہنی پر غالب آگیا۔ تو عبداللہ بن ابی الاوس نے کہا: اپنے بھائی کی مدد کرو۔ خدا کی قسم! ہماری اور محمد ﷺ کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی کہنے والے نے کہا: سَمِّنْ كَلْبَكَ يَأْكُلْكَ "اپنے کتے کو موٹا کر، تاکہ وہ تجھے کھائے"۔ خدا کی قسم! اگر ہم مدینہ طیبہ کی طرف لوٹ کر گئے تو بالیقین عزت والے لوگ وہاں سے ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے۔ یہ سن کر مسلمانوں میں سے ایک آدمی دوڑتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ پس آپ ﷺ نے اسے بلا بھیجا اور اس سے پوچھ گچھ کی۔ تو وہ قسم اٹھا کر کہنے لگا: خدا قسم! اس نے ایسا نہیں کہا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

(ب) ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں قتادہؒ نے کہا: کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی سلول کے بارے میں نازل ہوئی۔

(ج) عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے عروہؒ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی تھا جسے جلاس بن سوید کہا جاتا تھا۔ اس نے غزوۂ تبوک کے دوران ایک رات کو کہا: خدا قسم! جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں اگر وہ حق ہے تو یقیناً گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ ایک غلام نے یہ بات سن لی۔ اس کا نام عمیر بن سعد تھا اور یہ اس کے زیر پرورش تھا۔ تو اس غلام نے اسے کہا: اے چچا! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کیجئے۔ پھر وہ غلام نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کو اس بات سے آگاہ کر دیا۔ پس نبی کریم ﷺ نے اسے بلا بھیجا: اور وہ قسم اٹھا کر کہنے لگا: یا رسول اللہ! ﷺ خدا کی قسم! میں نے ایسا نہیں کہا۔ تو اس غلام نے کہا: کیوں نہیں۔ خدا کی قسم! تو نے یقیناً ایسا کہا ہے۔ پس تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کر۔ اور اگر قرآن نازل نہ ہوا تو جو تو نے کہا ہے آپ اس میں مجھے بھی تیرے ساتھ ملا دیں گے۔ پس اتنے میں نبی کریم ﷺ کے پاس وحی آگئی اور وہ خاموش ہوگئے۔ انہوں نے حرکت تک نہ کی۔ جب وحی نازل ہو چکی تو نبی کریم ﷺ سے (حجاب) اٹھا دیا گیا۔ اور فرمایا: يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ .الی قولہ. فَإِن يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ تو اس نے کہہ دیا تحقیق میں نے ایسا کہا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے توبہ کا موقع فراہم کیا ہے۔ پس میں توبہ کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے اس کی جانب سے اسے قبول فرمالیا۔ پھر حالت اسلام میں ہی

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۹۷۴؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، رقم: ۱۰۴۰۳۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۹۷۵۔

(ج) مصنف ابن عبدالرزاق، کتاب العقول، باب قسامۃ الخطأ، رقم: ۱۸۳۰۳؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۴۶، ۱۰۴۰۳۔

اسے قتل کردیا گیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون بہا ادا کیا اور اس کی میت اس کے ورثاء کو دے دی اور خود اس سے مستغنی ہو گئے۔ حالانکہ اس نے مشرکین کے ساتھ ملنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔نبی کریم ﷺ نے غلام کوفرمایا تیرے کانوں نے صحیح سنا۔

(أ) عبدالرزاق نے ابن سیرینؒ سے قول بیان کیا ہے کہ جب قرآن کریم نازل ہوا، تو نبی کریم ﷺ نے عمیر کے کان پکڑے اور فرمایا: اے غلام (بچے) تیرے کانوں نے صحیح سنا اور تیرے رب نے تیری تصدیق فرمادی ہے۔

(ب) ابن منذر اور ابوالشیخ نے ابن سیرینؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا: اگر محمد ﷺ اس میں سچے ہیں جو وہ کہتے ہیں تو یقیناًہم گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔تو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: بلاشبہ محمد ﷺ سچے ہیں اور تو یقیناً گدھے سے بڑھ کرشریر ہے پس اسی طرح ان دونوں کے درمیان کلام کا تبادلہ ہوا۔ پس جب وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ تو آپ ﷺ کو اس کے بارے میں بتایا۔ پھر دوسرا آیا۔تو اس نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہا: اس نے کچھ نہیں کہا۔تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کوفرمایا: تیرے کانوں نے صحیح سنا۔

(ج) ابن ابی شیبہ ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ ان میں سے ایک نے کہا: جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں اگر وہ حق ہے تو ہم بالیقین گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔تو مومنین میں سے ایک آدمی نے کہا: خدا کی قسم ! بلاشبہ جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں وہ حق ہے۔ اور تو بالیقین گدھے سے زیادہ شریر ہے۔ اس پر منافق نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ پس یہی ان کا ایسی شے کے بارے میں ارادہ تھا جسے وہ نہ پاسکے۔

(د) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ضحاکؒ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو لیلۃ العقبہ میں (راستے سے) دور ہٹا نے کا ارادہ کیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے پر اتفاق کر چکے تھے۔ وہ بعض سفر میں آپ کے ساتھ ساتھ رہے اور آپ ﷺ کی سواری کو راستے پر چلاتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ (گھاٹی) میں پہنچ گئے۔ان میں سے بعض آگے تھے اور بعض پیچھے۔ رات کا وقت تھا

(أ) مصنف ابن عبدالرزاق، کتاب العقول، باب قسامۃ الخطأ، رقم: ۱۸۳۰۴۔

(ب) ابن المنذر اور ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۴۵، رقم: ۱۰۰۰۲۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۴۴، رقم: ۱۰۰۱۱۔

انہوں نے کہا: کہ جب آپ عقبہ میں پہنچیں گے تو ہم آپ کو وادی میں اپنی سواری سے دور لے جائیں گے۔ ان کی یہ بات حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سن لی اور آپ ہی نبی کریم ﷺ کی سواری کو پیچھے سے چلا رہے تھے۔ اس رات آپ ﷺ کے قائد عمار رضی اللہ عنہ تھے اور سائق حذیفہ بن یمان تھے۔ تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اونٹوں کے چلنے کی آواز سنی۔ پس آپ ادھر متوجہ ہوئے تو ایک جماعت دیکھی جو سب اپنے منہ اور ناک ڈھانپے ہوئے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: اے اللہ کے دشمنو! رک جاؤ رک جاؤ۔ پس وہ رک گئے۔ نبی کریم ﷺ گزر گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ اس منزل پر اتر گئے جہاں کا ارادہ فرمایا تھا۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے ان تمام کو بلا بھیجا اور فرمایا: کیا تم نے اس اس طرح کا ارادہ کیا ہے؟ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں اٹھا کر کہا کہ نہ انہوں نے کچھ کہا ہے اور نہ اس کا ارادہ کیا ہے جس کے بارے میں آپ نے ان سے پوچھا ہے۔ سواسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا مذکورہ ارشاد ہے۔

(أ) ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ وَهَمُّواْ بِمَا لَمْ يَنَالُواْ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک آدمی جسے اسود کہا جاتا تھا اس نے رسول ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔

(ب) بیہقی نے دلائل میں عروہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس مدینہ طیبہ کی طرف لوٹے۔ یہاں تک کہ جب کچھ راستہ طے کر چکے۔ تو آپ ﷺ کے اصحاب میں سے بعض نے آپ کے ساتھ مکر اور دھوکہ کیا اور انہوں نے یہ مشورہ کیا کہ وہ راستے میں آپ ﷺ کو کسی گھاٹی سے نیچے پھینک دیں گے، پس جب وہ عقبہ میں پہنچے تو انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنی سواریوں کو آپ ﷺ کے ساتھ چلائیں گے۔ سو جب رسول اللہ ﷺ ان کے پاس پہنچے تو ان کے مخبر نے خبر دی۔ تو آپ نے اعلان کیا کہ تم میں سے جو چاہے وہ بطن وادی میں چلے۔ کیونکہ وہ تمہارے لیے وسیع اور آسان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کا راستہ اختیار کیا لوگ بطن کی راہ چلے سوائے اس گروہ کے جس نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف مکر فریب اور دھوکے کا قصد کیا تھا۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کا ارشاد سنا تو وہ تیار ہوگئے اور انہوں نے اپنے ناک منہ لپیٹ لیے۔ حالانکہ وہ امر عظیم کا قصد کیے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حذیفہ بن یمان اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دونوں کو حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ چلیں۔ پس عمار رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ناقہ کی لگام پکڑ لیں اور حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اسے پیچھے سے ہانکیں۔ پس اسی دوران کہ وہ چل رہے تھے اچانک انہوں نے پیچھے سے قوم کے دوڑنے کی آواز سنی۔ وہ آپ ﷺ کے قریب آچکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ غضب ناک ہوگئے۔ آپ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا کہ انہیں واپس لوٹا دو۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا غضب ملاحظہ کیا۔ تو فوراً واپس لوٹے اور آپ کے پاس عصا بھی تھا جس کا

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۴۵، رقم: ۱۰۰۰۲؛ الطبرانی، المعجم الاوسط، ج ۲، ص ۲۱۱، رقم: ۱۷۵۹۔

(ب) البیہقی، دلائل النبوۃ، باب جماع ابواب غزوہ تبوک، ج ۵، ص ۲۵۶، ۲۵۷۔

سراوپر سے مڑا ہوا تھا (یعنی کھونڈا) پس آپ ان کی سواریوں کے چہروں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں عصا کے ساتھ مارا۔ اور آپ نے اس قوم کو اس حال میں دیکھا کہ وہ ناک منہ لپیٹے ہوئے ہیں۔ وہ پہچانے نہیں جاسکتے۔ آپ نے صرف مسافر کے فعل کا ذکر کیا۔ تو جونہی انہوں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رعب طاری کردیا۔ انہیں یہ گمان ہونے لگا کہ ان کی تدبیر ان پر ظاہر ہوگئی ہے۔ پس وہ انتہائی تیزی سے چلے یہاں تک کہ لوگوں میں گھل مل گئے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ واپس آکر رسول اللہ ﷺ سے جاملے۔ چنانچہ جونہی وہ آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے حذیفہ! سواری کو ضرب لگاؤاور اے عمارتم تیزی سے چلو۔ پس وہ تیز چلتے گئے یہاں تک کہ وہ اوپر کے رستے سے ہموار جگہ پر آگئے۔ اور گھاٹی سے نکل کر لوگوں کا انتظار کرنے لگے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے حذیفہ! کیا تونے اس گروہ میں سے کسی کو پہچانا ہے؟ تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ میں نے فلاں فلاں کی سواری پہچانی ہے اور عرض کی: رات کی تاریکی تھی، جو انہیں ڈھانپے ہوئے تھے اور وہ بھی ناک منہ لپیٹے ہوئے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو، ان کا کام کیا تھا اور وہ کیا ارادہ رکھتے تھے؟ لوگوں نے عرض کی: نہیں خدا کی قسم یا رسول اللہ! ﷺ........ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک انہوں نے یہ تدبیر کی تھی کہ وہ میرے ساتھ چلیں گے یہاں تک کہ جب میں گھاٹی میں آؤں گا تو وہ مجھے وہاں سے نیچے گرادیں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ ان کے بارے میں حکم ارشاد نہیں فرمائیں گے کہ ہم ان کی گردنیں ماردیں؟ (یعنی ہم انہیں قتل کردیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ آپس میں گفتگو کریں اور کہیں کہ محمد ﷺ نے اپنے اصحاب کے بارے میں طاقت کا استعمال کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو ان کے نام بھی بتائے اور فرمایا وہ انہیں مخفی اور چھپا کر رکھیں۔

(أ) بیہقی نے دلائل میں ابن اسحاق سے اسی طرح نقل کیا ہے اور جب آپ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تو نے اس قوم میں سے کسی کو پہچانا بھی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: نہیں۔ اس قول کے بعد مزید یہ اضافہ ذکر کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے اسماء اور ان کے باپوں کے ناموں سے بھی آگاہ فرمادیا ہے۔ ان شاء اللہ صبح کے وقت میں تجھے ان کے بارے میں بتاؤں گا۔ پس جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے آپ کو ان کے یہ نام بتائے۔ عبداللہ بن ابی سعد، سعد بن ابی سرح، ابوحاصر الاعرابی، عامر، ابوعامر، جلاس بن سوید بن صامت، مجمع بن حارثہ، ملیح تیمی، حصین بن نمیر، طعمہ بن ابیرق، عبداللہ بن عیینہ اور مرہ بن ربیع، پس یہ بارہ افراد تھے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ سے جنگ کی اور آپ ﷺ کو (نعوذباللہ) قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ان کے اس منصوبے پر مطلع فرمادیا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ

(أ) البیہقی، دلائل النبوۃ، باب جماع ابواب غزوہ تبوک، ج ۵، ص ۲۵۷-۲۵۹۔

ارشاد ہے: وَهَـمُّـواْ بِـمَـا لَـمْ يَنَـالُواْ ابو عامر ان کا سردار تھا۔ اسی کے لیے انہوں نے مسجد ضرار بنائی۔ وہ حنظلہ غسیل الملائکہ کا باپ تھا۔

(أ) ابن سعد نے نافع بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیاہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان منافقین کے ناموں سے حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو آگاہ نہیں کیا۔ جنھوں نے غزوۂ تبوک سے واپسی پر لیلۃ العقبہ میں آپ ﷺ کو پریشان کرنے کی (ناکام) کوشش کی۔ وہ بارہ افراد تھے، ان میں کوئی بھی قریشی نہیں تھا۔ وہ سب کے سب انصار اور ان کے حلفاء تھے۔

(ب) علامہ بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کی ناقہ کی نکیل پکڑے ہوئے تھا اور آگے آگے چل رہا تھا اور عمار رضی اللہ عنہ اسے پیچھے سے ہانک رہے تھے۔ یا میں اسے ہانک رہاتھا اور عمار رضی اللہ عنہ اس کے قائد تھے۔ حتیٰ کہ جب ہم عقبہ میں پہنچے تو اچانک میری نظر بارہ سواروں پر پڑی وہ اس میں ہمارے سامنے آگئے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو متنبہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے انہیں زوردار لہجے میں آوازدی پس وہ پیٹھ پھیر کرواپس چلے گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا: کیا تم نے اس قوم کو پہچانا ہے؟ ہم نے عرض کی: نہیں یا رسول اللہ! ﷺ وہ ناک منہ ڈھانپے ہوئے تھے۔ لیکن ہم نے سواریوں کو پہچان لیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہی قیامت کے دن تک منافق ہیں۔ کیا تم جانتے ہو کہ انہوں نے کیا ارادہ کیا؟ ہم نے عرض کی: نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: انہوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ عقبہ میں رسول اللہ ﷺ پر حملہ کریں گے اور آپ کو وہاں سے نیچے پھینک دیں گے۔ ہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ان کی نشانیاں واضح نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہرقوم ان کے ساتھیوں کا سردار آپ کی طرف بھیجے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلاشبہ میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ عرب آپس میں یہ گفتگو کریں کہ محمد ﷺ اپنی قوم کے قاتل ہیں۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ان پر غالب فرمائے گا تو وہ ان کے قتل کا بھی حکم فرمادے گا۔ پھر یہ کہا: اے اللہ! ان پر دبیلہ پھینک۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ دبیلہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا: وہ آگ کا ایک شعلہ ہے جوان میں سے ہر ایک کی رگ قلب پر رکھا جائے گا اور وہ ہلاک ہو جائے گا۔

(ج) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ وَهَـمُّـواْ بِـمَا لَمْ يَنَالُواْ کی تفسیر میں سدی نے کہا ہے کہ انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ عبداللہ بن ابی کو تاج پہنائیں گے اگر چہ محمد ﷺ راضی نہ بھی ہوں۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) البیہقی، دلائل النبوۃ، باب جماع ابواب غزوہ تبوک، ج ۵، ص ۲۶۰، ۲۶۱۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۴۵، رقم: ۱۰۰۰۴۔

(أ) ابوالشیخ نے اسی کے بارے میں ابوصالحؒ سے یہ قول بیان کی ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن ابی کو تاج پہنانے کا اردہ کیا۔ عکرمہؒ سے یہ قول بیان کیا کہ بنی عدی بن کعب کے غلام نے انصار میں سے ایک آدمی کو قتل کر دیا تو نبی کریم ﷺ نے دیت کے طور پر بارہ ہزار کا فیصلہ فرمایا۔ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَمَا نَقَمُوٓاْ إِلَّآ أَنۡ أَغۡنَاهُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ مِن فَضۡلِهِۦ ۔

(ب) ابن ماجہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک آدمی کو قتل کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے اس کی دیت کے لیے بارہ ہزار مقرر فرمادیے۔ اسی کے بارے میں یہ ارشاد ہے:۔ وَمَا نَقَمُوٓاْ إِلَّآ أَنۡ أَغۡنَاهُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ مِن فَضۡلِهِۦ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ان کے دیت لینے کے سبب انہیں غنی کردیا۔

(ج) عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ ارشاد کے بارے میں قتادہؒ نے فرمایا: اس کے لیے دیت تھی۔ حالانکہ وہ اس پر غالب تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے دیت کا فیصلہ فرمایا۔

(د) ابن ابی حاتم نے عروہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جلاس بوجھ اٹھاتا تھا یا اس پر قرض تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی جانب سے وہ ادا فرمادیا۔ تو اس کے بارے میں یہ ارشاد ہے: وَمَا نَقَمُوٓاْ إِلَّآ أَنۡ أَغۡنَاهُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ مِن فَضۡلِهِۦ ۔

(ھ) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ضحاکؒ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں توبہ کی دعوت دی اور فرمایا: وَإِن يَتَوَلَّوۡاْ يُعَذِّبۡهُمُ ٱللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي ٱلدُّنۡيَا وَٱلۡأٓخِرَةِ پس دنیا کا عذاب تو قتل ہے اور آخرت کا عذاب جہنم کی آگ ہے۔

(أ) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب دیۃ الخطأ، رقم: ۲۶۳۲؛ تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۹۸۳؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۴۵، رقم: ۱۰۰۰۵۔ **(حکم)**: ضعیف۔ دیکھیں: البانی، ضعیف سنن ابن ماجہ، رقم: ۵۷۷۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۴۶، رقم: ۱۰۴۰۱۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۴۶، رقم: ۱۰۴۰۲۔

(ھ) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ) ابوالشیخ نے حسنؒ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ان میں سے ایک قوم ہے جس نے برائی کا ارادہ کیا ہے اور ایک امر کا قصد کیا ہے۔ پس انہیں چاہیے کہ وہ کھڑے ہوں اور استغفار کریں لیکن کوئی بھی کھڑا نہ ہوا آپ ﷺ نے تین بار یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے فلاں تو کھڑا ہو جا۔ اے فلاں تو کھڑا ہو جا۔ تب انہوں نے عرض کی: ہم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں نے بالیقین تمہیں توبہ کی طرف دعوت دی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے سبب فوراً تمہاری طرف نظر فرمائے گا اور میں ذاتی طور پر تمہارے لیے استغفار کو پسند کرتا ہوں۔ لہٰذا نکلو۔

(ب) ابوالشیخ نے ضحاکؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے فرمایا: مجھ سے قرآن کریم میں موجود ہر شے حفظ کر لے۔ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ یہ مشرکین کے لیے ہے۔ پس رہے مومنین! تو ان کے شفعاء (شفاعت کرنے والے) اور ان کے مددگار (انصار) بہت زیادہ ہیں۔

وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ (75) فَلَمَّا آتَاهُم مِّن فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ (76) فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ (77) أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ (78)

'' اور ان میں بعض ایسے ہیں جنہوں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہم کو اپنی مہربانی سے (مال) عطا فرمائے گا تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے اور نیکوکاروں میں ہو جائیں گے۔ لیکن جب خدا نے ان کو اپنے فضل سے (مال) دیا تو اس میں بخل کرنے لگے تو خدا نے اس کا انجام یہ کیا کہ اس روز تک کے لیے جس میں وہ خدا کے روبرو حاضر ہوں گے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اس لیے کہ انہوں نے خدا سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور (اپنے عہد سے) روگردانی کرکے پھر بیٹھے اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ خدا ان کے بھیدوں اور مشوروں تک سے واقف ہے اور یہ کہ وہ غیب کی باتیں جاننے والا ہے''۔

(أ) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ) حسن بن سفیان، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، عسکری نے الامثال میں، ابن مندہ، الباوردی، ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ میں، ابن مردویہ، بیہقی نے دلائل میں اور ابن عسا کر نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ثعلبہ بن حاطب رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے مال عطا فرمائے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو ہلاک ہوائے ثعلبہ! کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو میری مثل ہو؟ پس اگر میں چاہوں کہ میرا رب ان پہاڑوں کو میرے ساتھ چلائے تو یہ یقیناً! چل پڑیں۔ اس نے پھر عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے مال عطا فرمائے۔قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مال عطا فرمایا تو میں ضرور ہر حق دار کو اس کا حق ادا کروں گا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو ہلاک ہو اے ثعلبہ! وہ تھوڑا جس کے ساتھ تو شکرادا کرتا رہے، وہ اس کثیر اور زیادہ مال سے بہتر ہے جس کے ساتھ تو اس کا شکرادانہ کرسکے۔ پھر اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ سو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی "اَللّٰھُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا "اے اللہ! اسے مال عطا فرما۔ چنانچہ اس نے تجارت کی اور بکریاں خریدی۔تو اس کے لیے ان میں برکت رکھ دی گئی۔ وہ اس طرح بڑھیں جیسے کیڑے بڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینہ طیبہ کی سر زمین ان کے لیے تنگ ہوگئی۔ وہ انہیں لے کر دور چلا گیا اور اب وہ جمعۃالمبارک کے سوادن رات کی نمازوں میں سے کسی کے لئے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضرنہیں ہوسکتا تھاپھروہ مزید بڑھیں جیسا کہ کیڑے بڑھتے ہیں اور ان کے لیے وہ

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۴۷، رقم: ۱۰۴۰۸؛ الطبری، المعجم الکبیر، ج ۸، ص ۲۱۸، رقم: ۷۸۷۳؛ ابن مندہ کی روایت ۔ جیسا کہ ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۱، ص ۳۰۵، رقم: ۵۹۰؛ الباوردی کی روایت ۔ جیسا کہ ابن حجر، الاصابۃ، ج ۱، ص ۴۰۰، رقم: ۹۳۰؛ ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۱، ص ۴۹۵، رقم: ۱۴۰۴؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، کتاب جماع ابواب غزوہ تبوک، باب قصہ ثعلبۃ بن حاطب، ج ۵، ص ۲۸۹؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۱۲، رقم: ۹۔ **(حکم)**: حافظ ابن حجر الاصابۃ میں فرماتے ہیں۔ کہ میں اس واقعہ اور خبر کو صحیح نہیں سمجھتا کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ ثعلبۃ بن حاطب بدری صحابی ہیں اور ابن کلبی فرماتے ہیں وہ بدری ہیں اور غزوہ احد میں شہید کیے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک ہے: جو بدر اور حدیبیہ میں شریک ہوا وہ آگ میں داخل نہیں ہو گا: **''لا یدخل النار احد شھد بدر والحدیبیۃ''**۔ اس طرح ایک حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر سے فرمایا: **''اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم''**۔ کہ تم جو چاہو عمل کرو تحقیق تمہیں بخش دیا گیا ہے۔تو کیسے اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں نفاق جما دیا ....

امام الہیثمی نے فرمایا: اس کے سند میں یزید الھانی ہے جو کہ متروک ہے۔ دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب سورۃ براءۃ، رقم: ۱۱۰۴۷۔ شیخ البانی نے فرمایا: یہ روایت شہرت کے اعتبار سے منکر ہے۔ دیکھیں: السلسلۃ الضعیفۃ، ج ۴، ص ۱۱۱، رقم: ۱۶۰۷۔

جگہ بھی تنگ ہوگئی۔ لہٰذا وہ انہیں لے کر مزید دور چلا گیا۔ اب وہ جمعہ کی نماز میں اور نہ ہی نماز جنازہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو سکتا تھا۔ پس وہ قافلوں سے ملا کرتا تھا اور ان سے مدینہ طیبہ کی خبریں پوچھ لیا کرتا تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ نے اسے مفقود اور غیر حاضر پایا۔ تو اس کے بارے میں پوچھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ اس نے ریوڑ خریدا ہے اور مدینہ طیبہ کی سرزمین اس کے لیے تنگ ہوگئی ہے پس صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو اس کے بارے میں مکمل بتایا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ثعلبہ بن حاطب ہلاک ہوگیا۔ بعدازاں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم ارشاد فرمایا: اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً [1] الآیہ، تو رسول اللہ ﷺ نے دو آدمی روانہ کیے۔ ایک کا تعلق جہینہ سے تھا اور دوسرا بنی سلمہ سے تھا تاکہ وہ زکوٰۃ وصول کریں۔ آپ ﷺ نے انہیں اونٹوں اور بکریوں کی عمریں لکھ کردیں کہ وہ کیسے ان کی زکوٰۃ وصول کریں گے؟ اور دونوں کو حکم فرمایا کہ ان کا گزر ثعلبہ بن حاطب اور بنی سلیم کے ایک آدمی کے پس سے ہوگا۔ چنانچہ وہ دونوں نکلے اور ثعلبہ کے پاس پہنچے اور اسے زکوٰۃ کے بارے میں حکم سنایا۔ تو اس نے کہا تم دونوں مجھے اپنی تحریر دکھاؤ۔ جب وہ اسے دیکھ چکا تو کہہ دیا: یہ تو جزیہ ہی ہے۔ تم چلے جاؤ اور آگے سے فارغ ہونے کے بعد پھر میرے پاس آنا، راوی کا بیان ہے: کہ وہ دونوں چلے گئے اور جب سلیمی نے ان کی بات سنی تو اس نے فوراً اپنے اونٹوں میں سے انتہائی عمدہ اور اعلیٰ اونٹ انہیں پیش کردیا، اسے دیکھ کر ان دونوں نے کہا: تجھ پر یہ دینا لازم نہیں۔ تو اس نے جواب دیا: میں اپنے انتہائی اچھے اور بہترین مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے وہ قبول کرلیا پھر اس سے فارغ ہونے کے بعد ثعلبہ کے پاس آئے۔ تو اس نے پھر کہا: مجھے اپنی تحریر دکھاؤ۔ اس نے اس میں غور وفکر کی اور کہا: یہ تو جزیہ ہی ہے۔ تم دونوں چلے جاؤ یہاں تک کہ میں اپنی رائے بنا لوں۔ پس وہ چل پڑے یہاں تک کہ مدینہ طیبہ آپہنچے۔ پس جونہی رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو دیکھا اور ان کی کسی قسم کی گفتگو کرنے سے پہلے ہی فرمادیا ثعلبہ بن حاطب ہلاک ہوگیا۔ اور آپ ﷺ نے سلیمی کے لیے برکت کی دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے مذکورہ تین آیات نازل فرمائیں۔ راوی کا کہنا ہے: کہ ثعلبہ کے اقارب میں سے کسی نے ان کے بارے میں سنا، تو وہ فوراً ثعلبہ کے پاس پہنچا اور اسے کہا: اے ثعلبہ! تو ہلاک ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں اس اس طرح حکم نازل فرمایا ہے۔ راوی نے کہا: پھر ثعبلہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ یہ میرے مال کی زکوٰۃ ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا مال قبول کرنے سے منع فرمادیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ رونے لگا اور مٹی اپنے سر میں ڈالنے لگا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تیرا اپنا عمل ہے میں نے تجھے کہا تھا تو تو نے میری اطاعت نہ کی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس

---

(۱) التوبہ: (۱۰۳)

سے مال زکوٰۃ قبول نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ چلا گیا۔

پھر وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ کے پس آیا اور کہا: اے ابوبکر! میری زکوٰۃ مجھ سے قبول فرمالو۔ تحقیق آپ انصار میں میرے مقام سے واقف ہیں۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جسے رسول اللہ ﷺ نے قبول نہ فرمایا کیا میں اسے قبول کر سکتا ہوں؟ چنانچہ آپ نے اسے قبول نہ فرمایا۔ پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ تو وہ آپ کے پاس آیا اور کہا: اے ابوحفص، اے امیر المومنین! مجھ سے میری زکوٰۃ قبول فرمائیے اور آپ کو مہاجرین وانصار اور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کا وسیلہ بھی پیش کیا۔ مگر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جسے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبول نہیں فرمایا کیا میں اسے قبول کرلوں گا؟ پس آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار فرمادیا۔ پھر عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو وہ آپ کے دور خلافت میں فوت ہو گیا اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: الَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ (۱)۔

(أ) ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِيْنَ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت انصار میں سے ایک آدمی کے متعلق نازل ہوئی جسے ثعلبہ کہا جاتا تھا۔ وہ ایک مجلس میں آیا اور حاضرین مجلس کو گواہ بنا کر یہ کہا: کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے عطا فرمادیا تو میں ہر صاحب حق کو اس کا حق ادا کروں گا، میں اس سے صدقہ بھی ادا کروں گا اور رشتہ داروں کا حصہ بھی نکالوں گا، پس اللہ تعالیٰ نے اسے آزمائش میں مبتلا کردیا اور اسے اپنے فضل میں سے عطا فرمادیا۔ لیکن اس نے جو وعدہ کیا تھا عمل اس کے برعکس کیا۔ پس اس نے اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کرنے کے سبب اللہ تعالیٰ کو غضب دلایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی حالت وکیفیت کا نقص قرآن کریم میں بیان فرمادیا۔

(ب) سعید بن منصور، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: منافق کی پہچان تین چیزوں کے ساتھ کرو۔ جب وہ گفتگو کرے گا تو جھوٹ بولے گا، جب وعدہ کرے گا تو خلاف ورزی کریگا اور جب معاہدہ کرے گا تو اسے توڑے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے: وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ ۔الی آخر الآیۃ۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۶۹۸۶؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۴۹، رقم: ۱۰۵۰۰؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، جماع ابواب غزوہ تبوک، باب قصۃ ثعلبۃ بن حاطب، ج ۵، ص ۲۸۹۔

(ب) التفسیر من سنن سعید بن منصور، ص ۱۵۶، رقم: ۹۷۳؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۴۶، رقم: ۱۰۴۰۵؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۹، ص ۲۲۲، رقم: ۹۰۷۵۔ **(حکم)**: امام الہیثمی نے اس روایت کے راویوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ الصحیح کے رجال ہیں۔ دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب الایمان، باب فی النفاق وعلاماتہ، رقم: ۴۱۷۔ (۱) التوبۃ: (۷۹)

(أ) ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابوالشیخ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تین چیزیں جس کسی میں ہوں وہ منافق ہے۔ جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے گا، جب وعدہ کرے، تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔تو آپ نے یہی مذکورہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی۔

(ب) امام بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: منافق کی علامات تین ہیں۔ جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔

(ج) ابوالشیخ اور خرائطی(۱) نے مکارم اخلاق میں محمد بن کعب قرظی سے یہ قول بیان کیا کہ انہوں نے کہا: میں نے ان تین علامات کے بارے میں سنا ہے جو منافق میں ذکر کی جاتی ہیں۔ وہ یہ کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرتا ہے، جب وہ وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اور جب گفتگو کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ سو میں انہیں کتاب میں ایک طویل عرصہ تک تلاش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ طویل وقت گزرنے کے بعد میں ان پر مطلع ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ان آیات میں ذکر فرماتا ہے وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ آتَانَا مِن فَضْلِهِ .الی قوله. وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُون اور اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۲) الی آخرالآیہ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ(۳) الی قولہ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ.

(أ) ابن ابی شیبۃ، ابن منذر اور ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، رقم: ۳۳، ۲۵۳۶، ۲۵۹۸، ۵۷۴۴؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق، رقم: ۵۹؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، رقم: ۲۶۳۱؛ النسائی، سنن نسائی، کتاب الایمان و شرائعہ، باب علامۃ المنافق، رقم: ۵۰۲۱۔

(ج) الخرائطي، محمد بن جعفر بن سھل، مکارم الاخلاق و معالیھا ومحمود طرائقھا، تحقیق: عبداللہ بن بجاش بن ثابت، مکتبۃ الرشد، ۲۰۰۶م، باب حفظ الامانۃ و ذم الخیانۃ، رقم: ۱۸۳۔ مکارم الاخلاق میں یہ روایت محمد بن کعب القرظیؒ سے مرفوع مروی ہے۔

(۱) خرائطی (۲۴۰ - ۳۲۷ھ = ۸۵۴ - ۹۳۹م): محمد بن جعفر بن محمد بن سھل، ابوبکر الخرائطی السامری حفاظ حدیث میں سے تھے۔ ان کا تعلق فلسطین کے علاقہ سامرۃ سے تھا۔ ان کی مشہور کتابیں مکارم الاخلاق، مساوی الاخلاق، اعتدال القلوب، فضیلۃ الشکر شامل ہیں۔ انہوں نے عسقلان میں وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۱۵، ص ۲۶۷، رقم: ۱۱۵؛ الزرکلی، الاعلام، ج ۶، ص ۷۰؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۲۴، ص ۲۱۴۔

(۲) الاحزاب : (۷۲) (۳) المنافقون:(۱)

(أ) ابوالشیخ نے حسن سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی ہے جس نے یہ کہا: اس کے چچا کا بیٹا فوت ہوا اور وہ اس کی جانب سے مال کا وارث بنا، س نے بخل سے کام لیا اور اس نے ان امور کو پورانہ کیا جن کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ پس اس کے بعد نفاق سے کام لینے لگا یہاں تک کہ وہ منافق ہو گیا۔ انہیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا بِمَا أَخْلَفُواْ اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُواْ يَكْذِبُونَ.

(ب) ابوالشیخ نے ابوقلابہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اہوائے نفسانیہ کے پرستار منافقین کی طرح ہی ہیں۔ ان کا کلام مختلف ہے اور ان کے تمام معاملات اور امور میں نفاق ہے۔ پھر انہوں نے یہ آیات تلاوت کیں: "وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللَّهَ" (١) وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ (٢) وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ (٣).

(ج) ابوالشیخ نے ارشاد باری تعالیٰ بِمَا أَخْلَفُواْ اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُواْ يَكْذِبُونَ کی تفسیر میں فرمایا: جھوٹ سے اجتناب کرو۔ کیونکہ یہ نفاق کا دروازہ ہے۔ اور تم پر لازم ہے کہ صدق اختیار کرو کیونکہ وہ ایمان کا دروازہ ہے۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا: کہ جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس تورات لے کر آئے۔ تو بنی اسرائیل نے کہا: تورات تو کثیر ہیں اور ہم ان کے لیے فارغ نہیں ہیں۔ پس آپ ہمارے لیے اجماعی حکم کی التجا کیجئے جس پر ہم کار بندرہ سکیں اور اپنے کاروبار حیات کے لیے بھی فراغت پا سکیں۔ آپ نے فرمایا: اے قوم! ذراٹھہر جاؤ، رک جاؤ، یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اللہ تعالیٰ کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ کا نور ہے اوراللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔چنانچہ انہوں نے آپ کے ساتھ پہلے کی طرح دوبارہ گفتگو کی۔حتی کہ تین بار انہوں نے ایسا ہی کیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ اگر انہوں نے ان کی محافظت کی اور ان احکام پر عمل پیرا رہے تو انہی کے سبب وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے: وہ یہ ہیں کہ وہ اپنی میراث تقسیم کرنے سے رک جائیں اور ان میں ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی ترک کردیں۔ وہ گھروں میں دیکھیں تک نہیں۔ یہاں تک کہ انہیں اجازت دی جائے اور وہ کوئی کھانا نہ کھائیں یہاں تک کہ نماز کے وضو کی طرح وضو کر لیں۔چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے تو وہ ان احکام کے بارے میں سن کر خوش ہوگئے اور کہنے لگے کہ ہم ان پر قائم رہیں گے۔ خدا کی قسم!

(أ) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(١) التوبۃ: (٧۵) (٢) التوبۃ: (۵٨) (٣) التوبۃ: (٦١)

ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ وہ غفلت اور سستی میں مبتلا ہوگئے اور آپ ان سے علیحدہ ہوگئے۔ سو جب نبی کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے بارے میں یہ بیان فرمایا تو ارشاد فرمایا چھ چیزوں کی ضمانت تم مجھے دے دو، تو تمہارے لیے جنت کا ضامن میں ہوں، جب تم بات کرو تو جھوٹ نہ بولو، جب وعدہ کرو تو پھر وعدہ خلافی نہ کرو، جب تمہیں امین بنایا جائے تو خیانت نہ کرو، اپنی نگاہوں کو جھکاؤ، اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھو اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔ قتادہ ؒ نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ انتہائی مشکل اور سخت ہے مگر وہ جسے اللہ تعالی محفوظ رکھے۔

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (79)

''جو (ذی استطاعت) مسلمان دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور جو (بیچارے غریب) صرف اتنا ہی کماسکتے ہیں جتنی مزدوری کرتے (اور اس تھوڑی سی کمائی میں سے بھی خرچ کرتے) ہیں اُن پر جو (منافق) طعن کرتے ہیں اور ہنستے ہیں، خدا اُن پر ہنستا ہے اور اُن کے لیے تکلیف دینے والا عذاب (تیار) ہے''۔

(اَ) امام بخاری، مسلم، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابونعیم نے المعرفہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو ہم اپنی پشتوں پر بوجھ اٹھا کر لانے لگے۔ پس ایک آدمی آیا اور اس نے بہت سی چیزیں صدقہ میں دیں۔ تو اسے انہوں نے کہا: یہ تو دکھاوا ہے اور ابو عقیل(۱) نصف صاع لے کر آئے۔ تو منافقین نے کہا: بلاشبہ اللہ تعالی تو اس صدقہ سے غنی ہے (اسے قطعاً اس کی حاجت نہیں۔ سو مذکورہ آیت نازل ہوئی)۔

(اَ) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ التوبۃ، رقم: ۴۳۹۱؛ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحمل اجرۃ یتصدق بھا، رقم: ۱۰۱۸؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۰، رقم: ۱۰۵۰۵؛ ابو نعیم الاصبھانی، معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، ص ۸۷۴، رقم: ۲۲۶۸۔

(۱) ابو عقیل انصاری صاحب الصاع کا نام حُبحاب یا حَبّاب تھا۔ جن کا منافقین نے مذاق اڑایا تھا جب انہوں نے اپنی محنت مزدوری سے ایک صاع کھجوریں اللہ تعالی کی راہ میں صدقہ کی تھی۔ ان سے ابو مسعود انصاری، عقبہ بن عمرو نے روایت کی ہیں۔ اس سے بعض متاخرین کو یہ وہم ہوا کہ ان سے ابن مسعودؓ نے روایت کی ہے۔ دیکھیں: ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، ص ۸۷۴۔

(أ) بزار، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردو یہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "صدقہ دو۔ کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اس پر خوب برانگیختہ کروں" پس عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میرے پاس چار ہزار ہیں دوہزار میں اپنے رب کی رضا کے لیے اس کی راہ میں پیش کر رہا ہوں اور دوہزار میں نے اپنے اہل وعیال کے لیے رکھے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو کچھ تو نے دیا اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس میں برکت فرمائے اور جو کچھ تو نے روک رکھا اس میں بھی برکت عطا فرمایا۔ پھر انصار میں سے ایک آدمی حاضرہوا اورعرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے رات بھر اجرت پر ریشم کا کام کیا اور کھجوروں کے دوصاع کمائے۔ ایک صاع میں اپنے رب کی راہ میں پیش کر رہا ہوں اورایک صاع اپنے گھر والوں کے لیے رکھا ہے۔ پس منافقین نے عیب ونقص نکالتے ہوئے کہا: خدا کی قسم! ابن عوف نے جو کچھ بھی دیا ہے وہ محض دکھاوا اور ریاکاری ہے اور دوسرے کے بارے میں انہوں نے کہا؛ کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس ایک صاع سے غنی نہیں ہیں؟ سو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

(ب) ابن مردویہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کا حکم ارشادفرمایا۔ تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ صدقہ لے کر حاضر خدمت ہوئے اور مومنین میں سے خوشی خوشی خیرات کرنے والے بھی حاضر ہوئے۔ اور ابوعقیل ایک صاع لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے رات بھر اجرت پر ریشم کا کام کیا ہے اور کھجوروں کے دو صاع کمائے ہیں، ان میں سے ایک صاع لے کر حاضر ہوا ہوں۔ اور دوسرا اپنے گھر والوں کی خوراک کے لیے چھوڑا ہے۔ تو منافقین نے کہا: جو کچھ عبدالرحمٰن لائے وہ تو صرف ریا کاری ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ابوعقیل کے صدقہ سے غنی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

(أ) مسند البزار، مسند ابو ہریرۃ، ج ۲، ص ۴۵۳، رقم: ۸۶۷۲۔ البزار نے اس کو ابو کامل عن ابوعوانۃ عن عمر بن ابی سلمۃ عن ابیہ سے مرسل روایت کیا ہے۔؛ تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۰۱۰؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۱، رقم: ۱۰۵۰۸؛ ابن مردویہ کی روایت ۔ جیسا کہ الزیلعی، تخریج احادیث الکشاف، سورۃ التوبۃ، ج ۲، ص ۸۷، ۸۸۔ تفسیر طبری اور تفسیر ابن ابی حاتم میں بھی یہ روایت مرسل بیان ہوئی ہے۔**(حکم)**: امام الہیثمی نے کہا کہ اس میں عمر بن ابی سلمۃ ہے جن کو العجلی، ابو خیثمہ اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے جب کہ شعبہ وغیرہ نے انہیں ضعیف کہا ہے۔ باقی راوی ثقہ ہیں۔ دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۱۰۴۸

(ب) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(اُ) ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم، بغوی نے معجم میں، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردو یہ اور ابونعیم نے المعرفہ میں ابو عقیل رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں دوصاع کھجوروں کی اجرت پر رات بھر اپنی پشت پر ریشم کا کام کرتا رہا۔ پھر میں نے ان میں سے ایک صاع لے کر اپنے گھر والوں کو دیا جس سے وہ اپنی خوراک کا انتظام کریں گے۔ اور دوسرا صاع لے کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تاکہ اس کے سبب اپنے رب کا قرب حاصل کروں۔ پس میں نے سب کچھ آپ ﷺ کے گوش گزار کردیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے مسجد میں (صدقہ پر) بکھیر دو۔ پس ایک قوم نے تمسخر کیا اور کہا: بالیقین اللہ تعالیٰ اس مسکین کے صاع سے غنی ہے تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

(ب) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ چالس اوقیہ لے کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انصار میں سے ایک آدمی طعام کا ایک صاع لے کر حاضر خدمت ہوا۔ تو بعض منافقین نے کہا: خدا کی قسم! عبدالرحمٰن جولے کر آئے ہیں وہ محض ریاء اور دکھاوا ہے۔ مزید یہ کہا: کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ دونوں اس ایک صاع سے غنی ہیں۔

(ج) ابن جریر نے عبدالرحمٰن(۱) بن عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ

(اُ) ابن ابی شیبۃ کی روایت ۔ جیسا کہ ابن حجر، الاصابۃ، ج ۷، ص ۲۸۰؛ تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۰۱۴؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۲، رقم: ۱۰۵۰۲؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۴، ص ۴۵، رقم: ۳۵۹۸؛ ابن مردویہ کی روایت الزیلعی کی کتاب: تخریج احادیث الکشاف، سورۃ التوبۃ، ج ۲، ص ۸۸ پر ملی ۔ ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۵، ص ۲۹۷۴، رقم: ۶۹۲۹۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۰۰۳؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۰، رقم: ۱۰۵۰۶؛ ابن مردویہ کی روایت الزیلعی کی کتاب: تخریج احادیث الکشاف، سورۃ التوبۃ، ج ۲، ص ۸۹ میں ملی۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۰۱۶۔

(۱) عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک الانصاری السلمی، ابو الخطاب مدنی، تابعی، مدینہ کے فقہاء میں سے ایک تھے۔ وہ اپنے دادا، چچا عبیداللہ بن کعب، ابو ہریرہؓ اور جابرؓ سے روایت کرتا ہے۔ جب کہ ان سے امام زہری، محمد بن ابی امامہ اور عبداللہ بن عیسیٰ نے روایتیں کی ہیں۔ انہوں نے خلیفہ ہشام کی دور خلافت میں وفات پائی۔ ابن حجر نے انہیں ثقہ عالم کہا ہے۔ دیکھیں: ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۵، ص ۲۴۹، رقم: ۱۱۸۷؛ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص ۳۴۴، رقم: ۳۹۲۳؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۷، ص ۱۴۸۔

جس نے ایک صاع کھجوریں صدقہ کیں اور منافقین نے اسے عیب لگا یا وہ ابوخیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔

(أ) علامہ بغوی نے معجم میں، ابن قانع اور ابن مردویہ نے سعید بن عثمان(۱) بلوی سے اور انہوں نے اپنی دادی لیلیٰ بنت عدی(۲) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان کی ماں عمیرہ سہل بن رافع(۳) صاحب الصاعین کی بیٹی ہے جس پر منافقین نے عیب لگا یا۔انہوں نے انہیں بتایا کہ وہ ایک صاع کھجوریں لے کر نکلے اور ان کی بیٹی عمیرہ بھی ساتھ تھی۔حتیٰ کہ وہ ایک صاع کھجوروں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ نے وہ سب وہاں بکھیر دیں۔

(ب) عبدالرزاق اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ قتادہؓ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے کل مال آٹھ ہزار دینار کا نصف صدقہ کیا۔تو منافقین میں سے کچھ لوگوں نے کہا: کہ عبدالرحمٰن بہت بڑے ریا کار ہیں۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "الَّذِيْنَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ "اور انصار کے ایک آدمی کے پاس دو صاع کھجوریں تھیں۔تو وہ ان میں سے ایک صاع لے کر آیا۔تو منافقین میں سے کچھ لوگوں نے کہا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو اس صاع سے غنی ہے۔ منافقین ان پر طعنہ زنی کرتے تھے اور ان سے تمسخر اور استہزاء کرنے لگے۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ . الآیہ۔

(أ) ابن قانع، معجم الصحابۃ، ج ۱، ص ۲۷۲۔

(ب) عبدالرزاق، تفسیر الصعانی، ج ۱، ص ۲۴۳؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳۵، ص ۲۶۲۔

(۱) سعید بن عثمان البلوی المدنی، عاصم بن ابی البداح اور اپنی دادی امیمۃ بنت عدي سے روایت کرتا ہے۔ جب کہ ان سے عیسیٰ بن یونس نے روایت کی ہے۔ابن حجر نے ان کو مقبول کہا ہے۔ دیکھیں: ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۴، ص ۴۷، رقم: ۲۰۲؛ ابن حجر، تقریب التھذیب، ص ۲۳۹، رقم: ۲۳۶۴۔

(۲) لیلیٰ بنت عدی: معجم الصحابۃ لابن قانع میں سعید بن عثمان البلوی کی دادی کا نام لیلیٰ بنت عدی لکھا ہوا ہے۔ جب کہ ان کی دادی کا نام جن سے وہ روایت کرتا ہے امیمۃ بنت عدی الانصاریہ ہے جو صحابیہ ہے اور عبداللہ بن سلمہ العجلانی کی والدہ ہے جو غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ دیکھیں: ابن حجر، الاصابۃ، ج ۷، ص ۵۲۰، رقم: ۱۰۸۸۴؛ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۴، ص ۴۷، رقم: ۲۰۲۔

(۳) سہل بن رافع بن ابی عمرو بن عائذ البلوی الانصاری صاحب الصاعین تھے جن کا منافقین نے مذاق اڑایا تھا۔ انہوں نے غزوہ احد میں شرکت فرمائی تھی۔ انہوں نے خلافت عمرؓ میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۳، ص ۱۳۱۸۔

(أ) ابونعیم نے المعرفہ میں قتادہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسلمان فقراء میں سے ایک آدمی آیا۔ اسے حجاب ابوعقیل کہا جاتا ہے۔ اس نے عرض کی: یا نبی اللہ!ﷺ میں نے آج کی رات دو صاع کھجوروں کے عوض ریشم کا کاروبار کرتے گزاری۔ پس ایک صاع میں نے اپنے گھر والوں کے لیے روک لیا ہے اور ایک صاع یہ پیش خدمت ہے۔ تو منافقین کہنے لگے: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ دونوں اس صاع سے غنی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ......الآیہ۔

(ب) ابن ابی حاتم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو صدقہ کی دعوت دی۔ تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چار ہزار لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ یہ صدقہ ہے، تو بعض افراد نے ان پر عیب لگاتے ہوئے کہا: عبدالرحمٰن تو صرف ریاکاری کے لیے یہ مال لے کر آئے ہیں اور ابوعقیل ایک صاع کھجوریں لے کر حاضر ہوئے۔ تو بعض لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کو ابوعقیل کے اس صاع کی قطعاً حاجت نہ تھی۔ پس تب یہ آیت نازل ہوئی: اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ .الیٰ قولہ : فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ.

(ج) ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہدؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو حکم ارشاد فرمایا: کہ وہ اپنے صدقات وخیرات جمع کریں۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس آٹھ ہزار دینار تھے۔ تو وہ چار ہزار دینار بطور صدقہ لیکر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یہ ہیں جو میں اللہ تعالیٰ کو قرض دے رہا ہوں اور اتنے ہی میں نے باقی رکھے ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تیرے لیے ان میں بھی برکت رکھ دی گئی ہے جو تو نے پیش کیے ہیں اور ان میں بھی جو تو نے روک لیے ہیں۔ اور انصار میں سے ایک آدمی ابونہیک ایک صاع کھجوریں لے کر حاضر ہوا جن پر اس نے ساری رات کام کیا۔ پس جب صبح ہوئی تو وہ لے کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ تو منافقین میں سے کسی آدمی نے کہا: عبدالرحمٰن بن عوف بہت بڑے ریاکار ہیں۔ دوسرے کے بارے میں انہوں نے کہا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس صاع سے غنی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ اس میں الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ سے مراد عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں اور الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ میں اس ایک صاع والے کا ذکر ہے۔

(أ) ابونعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، ص ۸۷۵، رقم: ۲۲۷۰۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۰، رقم: ۱۰۵۰۴۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، رقم: ۱۰۵۰۷۔

(أ) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے میں کہا: کہ لوگوں کو بہت بڑی مشقت کا سامنا ہوا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں صدقہ دینے کا حکم ارشاد فرمایا اور فرمایا: اے لوگو! صدقہ وخیرات کرو۔ پس لوگ صدقہ دینے لگے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چار سو اوقیہ سونا لے کر حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ! ﷺ میرے پاس آٹھ سو اوقیہ سونا تھا اور میں چار سو اوقیہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! اسے برکت عطا فرما اس مال میں جو اس نے دیا اور اس میں بھی برکت عطا فرما جو اس نے اپنے پاس روک لیا ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے عکرمہؓ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب عید الفطر کا دن تھا تو عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مال عظیم بطور صدقہ وخیرات دیا۔ اسی طرح عاصم بن عدی (۱) نے بھی کیا۔ ایک آدمی نے دو صاع پیش کیے اورایک دوسرے آدمی نے ایک صاع دیا۔ تو لوگوں میں سے کسی کہنے والے نے کہا: کہ عبدالرحمٰن جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ صرف فخر اور ریاء کے لیے لے کر آئے ہیں۔ رہا معاملہ ایک صاع اور دو صاع لانے والوں کا، تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ دونوں ان کے صاعوں سے غنی ہیں۔ پس وہ ان کا تمسخراڑانے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ.

(ج) ابن ابی حاتم نے ابن زید سے روایت کیاہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو صدقہ کرنے کا حکم فرمایا:توعمرؓ نے کہا: یہ مال تو بہت ہے! تو اس سے آدھا لیا۔فرمایا: پس میں بہت سارا مال اٹھا کر لے آیا، تو منافقین میں سے ایک شخص نے کہا:اے عمر! تم لوگوں کو دکھانا چاہتے ہو؟ جواب دیا: ہاں۔میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دکھانا چاہتاہوں، البتہ ان کے علاوہ کسی کونہیں۔فرمایا: اور انصار میں سے ایک شخص آیاجس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، تو اس نے اپنے آپ کو ایک رات مزدوری پر لگالیا۔دو صاع کے عوض اپنے کاندھے پر مٹکے اٹھااٹھا کر لاتا، توایک صاع اپنے گھروالوں کے لیے چھوڑدیا اور ایک صاع لے آیا، توبعض منافقین نے اسے کہا: اللہ اور اس کارسول ﷺ تمہارے

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۱، رقم: ۱۰۵۰۹۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، رقم: ۱۰۵۰۰۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۲، رقم: ۱۰۵۰۱۔

(۱) عاصم بن عدی بن الجد بلوی عجلانی، صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، بنی عجلان کے سردار اور انصار کے حلیف تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بدر کے موقع پر شہر عالیہ پر ان کو اپنا نائب بنایا تھا۔ انہوں نے طویل عمر پائی اور ۱۲۰ سال کی عمر میں ۴۵ھ (۶۶۵م) کو وفات پائی۔ دیکھیں: ابو نعیم الاصبہانی، ج ۴، ص ۲۱۳۹؛ ابن حجر، الاصابۃ، ج ۳، ص ۵۷۲، رقم: ۴۳۵۶۔

صاع سے مستغنی ہیں۔ تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا: اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ.

(أ) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ قتادہ نے فرمایا: اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ کا معنی ہے وہ لوگ جو خوشی خوشی خیرات نہ کرنے والوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ عکرمہ نے کہا: وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ میں رفاعہ بن سعد(۱) کا ذکر ہے۔

(ج) ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ شعبی نے فرمایا اِلَّا جُهْدَهُمْ سے مراد جهد فی القوت اور جهد فی العمل۔

(د) ابوالشیخ نے سفیان سے اس کے بارے میں یہ قول ذکر کیا ہے کہ الجهد سے مراد جهد الانسان (انسان کی محنت ومشقت) ہے، اور الجهد فی ذات الید (مملوکہ شے میں مشقت) ہے۔

(ھ) ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ ابن اسحاق نے کہا: کہ جس نے اپنی محنت ومشقت کرکے صدقہ کیا تھا ان کا نام ابوعقیل سہل بن رافع ہے۔ وہ کھجوروں کا ایک صاع لے کر حاضر ہوئے اور انہیں صدقہ کے مال میں انڈیل دیا۔ تو کچھ لوگ ان پر ہنسنے لگے اور کہنے لگے: بے شک اللہ تعالیٰ تو ابوعقیل کے اس صدقہ سے غنی ہے۔

(و) ابوالشیخ نے حسنؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے لیے ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! صدقہ وخیرات کرو۔ میں اس کے بارے میں تمہارے لیے قیامت کے دن شہادت دوں گا۔ خبردار سنو! شاید تم میں سے کوئی اس طرح رات بسر کرے کہ اس کے اونٹ اور گائے کے بچے تو خوب سیراب ہوں او اس کے چچا کا بیٹا بھوکا ہو۔ خبردار! شاید تم میں سے کوئی اپنا مال بڑھاتا رہے اور اس کا پڑوسی مسکین ہو۔ وہ کسی شے پر قادر نہ ہو۔ خبردار! وہ آدمی جس نے اپنے اونٹوں میں سے ایک اونٹنی کسی کو منفعت کے لیے عطا کی، وہ بہت زیادہ گروہ کے ساتھ صبح کے وقت نکلتا ہے اور شام کے وقت ایک گروہ کے ساتھ واپس لوٹتا ہے۔ وہ صبح کے وقت گھر

(أ) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۲، رقم: ۱۰۵۰۳۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۳۔

(د) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ) ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(و) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) رفاعہ بن سعد کی حالات زندگی نہیں ملی۔

والوں کو دودھ پلا کر نکلتا ہے اور شام کے وقت ان کے لیے دودھ اور دیگر خوراک لے کر واپس لوٹتا ہے۔خبردار! آگاہ رہو بلاشبہ اس کا اجر انتہائی عظیم ہے۔ سو ایک آدمی اٹھا اور اس نے عرض کی؛ یا رسول اللہ ! ﷺ میرے پاس چار اونٹ ہیں۔ پھر ایک دوسرا آدمی اٹھا جس کی قدوقامت چھوٹی تھی۔ عمر اور کردار کے اعتبار سے قبیح تھا۔وہ ایک انتہائی خوب صورت اونٹنی پکڑے ہوئے تھا۔ تو منافقین میں سے کسی آدمی نے آہستہ سے ایک کلمہ کہا۔ اس کا یہ خیال نہیں تھا کہ نبی کریم ﷺ اسے سن لیں گے۔ اس نے کہا: اونٹنی اس سے بہتر ہے۔ پس نبی کریم ﷺ نے اس کی یہ بات سن لی اور فرمایا: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ تجھ سے بھی بہتر ہے اور اس اونٹنی سے بھی۔پھرعبدالرحمٰن بن عوف اٹھے اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس آٹھ ہزار دینار ہیں اور ان میں سے چار ہزار اپنے گھر والوں کے لیے چھوڑے ہیں اور چار ہزار لے آیا ہوں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر پیش کر رہا ہوں۔ پس منافقین نے آپ کے صدقہ کو بہت زیادہ شمار کیا۔ پھر عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میرے پاس اس سال کے توڑے ہوئے ستر وسق ہیں۔ پس منافقین نے اسے بھی بہت زیادہ گمان کیا اور کہنے لگے: یہ چار ہزار اور یہ ستر وسق محض ریا کاری اور شہرت کے لیے لے کر آئے ہیں۔ پس کیوں نہ ان دونوں نے اسے خفیہ کیا ہوتا اور کیوں نہ ان دونوں نے اسے متفرق کر کے دیا ہوتا۔ پھر انصار مین سے ایک آدمی اٹھا اس کا نام حجاب اور کنیت ابو عقیل تھی۔ تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس اس کے سوا کوئی مال نہیں کہ میں نے بنی فلاں کے پاس اجرت پر کام کیا اور دو صاع کھجوروں کے عوض اپنی گردن پر ریشم اٹھا تا رہا۔ سو میں نے ایک صاع اپنے گھر والوں کے لیے چھوڑا ہے ایک صاع لے کر حاضر ہوا ہوں، تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کروں، پس منافقین نے عیب لگاتے ہوئے کہا: اونٹ والا اونٹ کے ساتھ آیا چاندی والا چاندی لے کر حاضر خدمت ہوا اور یہ کھجوریں لے کر آیا ہے جنہیں وہ اٹھا سکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ .الآیہ.

(اُ) عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں ابوالسلیل (ا) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہماری مجلس میں ایک شیخ ہمارے پاس ٹھہرے اور کہا کہ میرے باپ یا میرے چچا نے مجھے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بقیع میں حاضر

(اُ) احمد بن حنبل، الزہد، باب زہد علی بن الحسین، ص ۱۷۳۔۱۷۴۔

(ا) ابوالسلیل ضریب بن نُقیر، بعض روایات کے مطابق ان نُقیر الجریری البصری عبداللہ رباح اور زھدم الجرمي سے روایتیں بیان کرتا ہے جب کہ ابوذرؓ اور ابو ہریرہؓ سے ان کی روایات مرسل ہوتی ہیں۔ ان کے تلامذہ میں سلیمان التیمی، سعید الجریری، کھمس اور دیگر شامل ہیں۔ امام ذہبی نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں: الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۷، ص ۲۸۹، ۲۹۰؛ مغلطاي، اکمال تہذیب الکمال، ج ۷، ص ۳۴، رقم: ۲۵۵۵؛ تفسیر ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۴، ص ۴۷۰، رقم: ۲۰۶۶۔

تھے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو آج صدقہ کرے گا میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے سبب اس کی شہادت دوں گا۔ پس ایک آدمی آیا، خدا کی قسم! مجمع میں کوئی آدمی بھی اس سے زیادہ سیاہ چہرے والا نہیں تھا۔ نہ قدوقامت میں کوئی اس سے چھوٹا تھا اور نہ ہی اس سے بڑھ کو کوئی مذموم آنکھوں والا تھا۔ وہ ایک اونٹنی (ناقہ) پکڑے ہوئے تھا۔خدا کی قسم ! اس سے بڑھ کر مجمع میں کوئی خوب صورت شے نہ تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ صدقہ ہے؟ اس نے عرض کی : جی ہاں۔ یارسول اللہ ﷺ! پس کسی آدمی نے اسے عیب دیا اور کہا: یہ جو شے صدقہ کررہاہے خدا کی قسم ! یہ اس کی اپنی ذات سے بہتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے یہ کلمات سن لیے۔ اور فرمایا تو نے جھوٹ بولا ہے۔ بلکہ وہ تجھ سے اور ناقہ سے بھی بہتر اور افضل ہے۔ تو نے جھوٹ کہا ہے بلکہ وہ تجھ سے اور اس سے بھی بہتر ہے اسی طرح تین بار آپ نے ایسا فرمایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوائے اس کے جس نے یہ کہا کہ اس کے قبضے میں اتنا اور اتنا ہے اور جس کا اس نے قصد کیا ہے وہ قلیل ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تحقیق کم مال والا مشقت اٹھانے والا کامیاب ہوگیا۔قلیل المال محنت ومشقت کرنے والا کامیاب ہوگیا۔

(أ) ابوداؤد، ابن خزیمہ اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کون ساصدقہ افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: قلیل المال اور تنگ دست کی محنت ومشقت کے ساتھ ہو، اور تو صدقہ دینے میں اس سے ابتدا کرے جو زیادہ حاجت مند اورعیال دار ہو۔

اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (80)

" تم ان کے لیے بخشش مانگویا نہ مانگو (بات ایک ہے) ، اگران کے لیے ستر دفعہ بھی بخشش مانگوگے تو بھی خدا ان کو نہیں بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے خدا اور اس کے رسول سے کفرکیا اور خدا نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا "۔

(ج) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے عروہؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اگر تم محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب پر خرچ نہ کرو۔ تو وہ یقیناً ان کے آس پاس سے بھاگ جائیں۔ اور وہ یہ کہنے لگا لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ (۱) تو نکال دیں گے عزت والے وہاں سے ذلیلوں کو"۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ

(أ) سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب الرخصۃ فی ذلک، رقم: ۱۶۷۷؛ صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ المقل اذا ابقی لنفسہ، رقم: ۲۴۴۴؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الزکاۃ، رقم: ۱۵۰۹(**حکم**):امام حاکم نے اس حدیث کو امام مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔ دیکھیں:(صحیح سنن ابی داؤد، رقم: ۱۴۱۷)۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۰۲۳؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۴، رقم: ۱۰۵۰۰۔

(۱) المنافقون:(۸)

آیت نازل فرمائی اِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں یقیناً ستر بار سے زیادہ طلب کروں گا۔تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَن يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُـــم" یکساں ہیں ان کے لیے کہ آپ طلب مغفرت کریں ان کے لیے یا طلب مغفرت نہ کریں ان کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ہر گز نہ بخشے گا انہیں"۔

(أ) ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن منذر نے مجاہد سے یہ قول بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ تو نبی کریم ﷺ نے کہا میں ستر بار پر بھی اضافہ کروں گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں یہ آیت نازل فرمائی جس میں منافقین کا ذکر کیا گیا ہے لَن يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ -

(ب) ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں اپنے رب کے بارے میں خیال کرنے لگا کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے رخصت دے دی ہے۔خدا کی قسم ! میں ستر مرتبہ سے زیادہ بار استغفار کروں گا۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر انتہائی غیظ وغضب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَن يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ (۱) -

(ج) امام احمد، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ابی حاتم، نحاس، ابن حبان، ابن مردویہ اور ابونعیم نے حلیہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے لیے یاد کیا گیا۔تو آپ ﷺ قیام فرماہوئے۔ جب آپ ﷺ اس کے پاس کھڑے تھے تو میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے سب سے بڑھ کر عبداللہ بن ابی ہے جو کہ اس اس طرح کہتا ہے اور وہ اس اس طرح کہتا ہے۔آپ نے اس کے ایام (دن) گنے اور رسول اللہ ﷺ تبسم فرماتے رہے یہاں تک کہ جب بہت سے دن شمار کرلیے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۰۲۵۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۰۳۰۔

(ج) مسند احمد، مسند الخلفاء الراشدین، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، رقم: ۹۵؛ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ التوبۃ، رقم: ۴۳۹۵؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، سورۃ التوبۃ، رقم: ۳۰۹۷؛ النسائی، سنن النسائی کتاب الجنائز، باب القمیص فی الکفن، رقم: ۱۹۰۰؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۳، رقم: ۱۰۵۰۷؛ النحاس، الناسخ والمنسوخ، ص ۵۲۳؛ صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، باب المریض و ما یتعلق بہ، رقم: ۱۰۷۶؛ ابو نعیم الاصبھانی، حلیہ الاولیا، ج ۱، ص ۴۳، ۴۴۔

(۱) المنافقون: (۶)

عمر! مجھ سے یہ معاملہ دور اور مؤخر کرلو۔ بلاشبہ مجھے اختیار دیا گیا ہے۔ تحقیق مجھے فرمایا: اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لاَ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً پس اگر میں جانتا ہوتا کہ اگر میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں تو اسے بخش دیا جائے گا تو میں یقیناً اس پر اضافہ کرتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس پر نماز پڑھائی اور اس کے ساتھ چلے۔ یہاں تک کہ کہ آپ ﷺ فارغ ہونے تک قبر پر قیام فرمارہے۔ پس مجھے اپنے بارے میں اور رسول اللہ ﷺ پر اپنی جرأت کے بارے میں خوب تعجب ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ ہی خوب اور بہتر جانتے ہیں۔ پھرخدا کی قسم! تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں: وَلاَ تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَداً وَلاَ تَقُمْ عَلَىَ قَبْرِهِ (۱) پھر رسول اللہ ﷺ نے کسی منافق پر اس کے بعد نماز نہیں پڑھی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کا وصال ہوگیا۔

(أ) ابن ابی حاتم نے شعبیؒ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اسلام میں اتنی جلدی کی کہ اس کی مثل کبھی جلدی نہیں کی۔ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی پر نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ فرمایا تو میں نے آپ ﷺ کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کی: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم نہیں دیا، تحقیق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لاَ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ اللّهُ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لاَ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سو رسول اللہ ﷺ قبر کے دہانے پر بیٹھ گئے۔ لوگوں نے اس کے بیٹے کو کہنا شروع کر دیا: اے حباب اس طرح کر، اے حباب اس طرح کر۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حباب شیطان کا نام ہے تو عبداللہ ہے۔

(ب) ابوالشیخ نے سدیؒ سے مذکورہ آیت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت منافقین پر نماز پڑھنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ فرمایا: جب عبداللہ بن ابی ابن سلول منافق کی موت واقع ہوئی۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر میں جانتا کہ اگر میں اس کے لیے اکہتر مرتبہ استغفار کروں تو اسے بخش دیا جائے گا تو میں یقیناً ایسا کرتا۔ پس رسول اللہ ﷺ منافقین پر نماز جنازہ پڑھتے رہے اور ان کی قبروں پر قیام فرماتے بھی رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلاَ تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَداً وَلاَ تَقُمْ عَلَىَ قَبْرِهِ اور سورۃ المنافقون میں فیصلہ کن امر نازل ہوا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ.

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، رقم: ۱۰۵۰۸۔(حکم): ''الحباب شیطان'' حباب شیطان کا نام ہے، کو شیخ البانی نے ضعیف کہا ہے۔ دیکھیں: ضعیف الجامع، رقم: ۲۷۵۴؛ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ، رقم: ۳۵۱۱۔

(ب) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) التوبہ: (۸۴)

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلاَفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لاَ تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ (81)

’’جولوگ (غزوۂ تبوک میں) پیچھے رہ گئے وہ پیغمبرِخدا (کی مرضی) کے خلاف بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے اور اس بات کوناپسندکیاکہ خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہادکریں اور(اوروں سے بھی) کہنے لگے کہ گرمی میں مت نکلنا۔(اُن سے) کہہ دو کہ دوزخ کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے کاش یہ (اس بات کو) سمجھتے‘‘۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے۔کہ قتادہ نے بِمَقْعَدِهِمْ خِلاَفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی جہاد پر روانگی کے بعد غزوۂ تبوک سے پیچھے چھوڑے جانے والے لوگ اپنے گھر بیٹھے رہنے پر خوش ہوگئے۔

(ب) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ضحاک نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: یعنی وہ لوگ جنہیں پیچھے چھوڑ دیا گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی روانگی کے بعد (گھر میں) بیٹھے رہیں۔

(ج) ابن ابی حاتم نے جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تبوک آخری غزوہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ خود تشریف لے گئے اور یہی غزوۃ الحر کہلاتا ہے۔ انہوں نے کہا:اس گرمی میں مت نکلو اور یہی غزوۃ العسر ہ ہے۔

(د) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کوحکم ارشاد فرمایا: کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ چلیں۔موسم گرمی کا تھا۔تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ﷺ گرمی شدید ہے۔ ہم خروج کی طاقت نہیں رکھتے پس تم بھی اس گرمی میں مت نکلو تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی: قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا پس اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خروج کا حکم ارشاد فرمایا۔

(ھ) ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لاَ تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ کی تفسیر میں فرمایا: یہ قول منافقین نے اس وقت کہا جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک پر تشریف لے گئے۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۴، رقم: ۱۰۵۰۱۔

(ب) ابوالشیخ کی کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۵، رقم: ۱۰۵۰۳۔

(د) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۰۳۳؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۵، رقم: ۱۰۵۰۴۔

(ھ) ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی ۔

(أ) ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ محمد بن کعب قرظی وغیرہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ شدید گرمی میں تبوک کی جنگ کی طرف نکلے۔ تو بنی سلمہ کے ایک آدمی نے کہا: اس گرمی میں نہ نکلو۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا ......الآیہ۔

(ب) ابن مردویہ نے ذکرکیاہے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: منافقین کے کچھ لوگ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے گرد گھومنے لگے جب آپ ﷺ نے جد بن قیس کواجازت دی۔تا کہ وہ آپ ﷺ سے اجازت طلب کریں اور عرض کریں: یارسول اللہ ﷺ ہمیں اجازت فرمادیجیے۔ کیونکہ ہم اس شدید گرمی میں سفرکرنے کی استطاعت نہیں رکھتے ۔سو آپ ﷺ نے انہیں اجازت فرمادی اور ان سے منہ مبارک پھیرلیا۔ پس اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی : قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا ...الآیۃ۔

فَلْيَضْحَكُواْ قَلِيلاً وَلْيَبْكُواْ كَثِيراً جَزَاء بِمَا كَانُواْ يَكْسِبُونَ (82)

’’ یہ (دنیا میں) تھوڑاسا ہنس لیں اور(آخرت میں) ان کو ان اعمال کے بدلے جو کرتے رہے ہیں بہت سا رونا ہوگا ‘‘۔

(ج) ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ اس میں منافقین اور ان کفار کا ذکر ہے جنہوں نے اپنے دین کو ٹھٹھا مذاق اور لہو ولعب بنایا۔ اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے فَلْيَضْحَكُواْ قَلِيلاً یعنی انہیں چاہئے کہ دنیا میں تھوڑا ہنسیں وَلْيَبْكُواْ كَثِيراً اور آخرت میں زیادہ روئیں۔

(د) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ نے فَلْيَضْحَكُواْ قَلِيلاً کی تفسیر میں فرمایا: دنیا قلیل ہے،پس انہیں چاہیے کہ وہ اس میں جتنا چاہیں ہنس لیں۔ جب دنیا ختم ہو جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کی جانب چلے جائیں گے تو پھر رونا شروع کریں گے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۰۳۵۔

(ب) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۰۴۵؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۵، رقم: ۱۰۵۰۵۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۵، رقم: ۱۰۸۰۶۔

(أ) ابن ابی شیبہ نے ابورزین(۱) سے اسی طرح روایت بیان کی ہے۔

(ب) امام بخاری، ترمذی اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم وہ جانتے ہوتے جو میں جانتا ہوں تو یقیناً تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے۔

(ج) ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چرچرایا اور اس کے لیے واجب ہے کہ وہ چرچرائے۔ اس میں چار انگلیاں رکھنے کی جگہ بھی نہیں ہے مگر اس میں ایک فرشتہ اپنی پیشانی رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کر رہا ہے۔ خدا کی قسم! اگر تم وہ جان لیتے جو میں جانتا ہوں۔ تو یقیناً تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے اور تم بستروں پر عورتوں سے لذت حاصل نہ کرتے اور تم پہاڑوں کی طرف نکل جاتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ ڈھونڈتے میں یقیناً میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں ایک درخت ہوں جو مددگار ثابت ہوتا ہے۔

(د) ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ اور ابویعلی نے انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: اے لوگو! رویا کرو اور اگر تم رو نہ سکو تو رونے والوں کی طرح بنا کرو۔ کیونکہ اہل جہنم روتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کے آنسو ان کے چہروں میں اس طرح بہیں گے گویا کہ وہ نالیاں ہیں۔ حتیٰ کہ

(أ) ابن ابی شیبۃ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۶۱۲۰؛ الترمذی، کتاب الزہد، باب فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۲۳۱۳۔

(ج) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب ذکر النار، باب ما ذکر فیما اعد لاھل النار، رقم: ۳۴۱۳۰؛ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر الشفاعۃ، رقم: ۴۳۲۴؛ مسند ابی یعلی، یزید الرقاشی عن انس بن مالک، رقم: ۴۱۳۴(حکم): شیخ البانی نے اس کے اسناد کو ضعیف جداً کہا ہے۔ اس کی سند میں یزید الرقاشی ہے۔ امام نسائی نے انھیں متروک کہا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر نے ان کو ضعیف ٹھہرایا ہے۔ دیکھیں: ابن عدی، الکامل، ج ۹، ص ۱۳۰، ابن حبان، المجروحین، ج ۲، ص ۴۴۸، البانی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ، رقم: ۶۸۸۹۔

(۱) ابورزینؓ العقیلی کا نام لقیط بن عامر بن المنتفق بن عامر ہے۔ بعض روایات میں ان کا نام لقیط بن صبرۃ بھی آیا ہے۔ لیکن اپنی کنیت سے زیادہ پہچانے جاتے ہیں۔ وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان سے وکیع بن عدس، ان کے بیٹے عاصم بن لقیط اور عمرو بن اوس وغیرہ نے روایتیں کی ہیں۔ دیکھیں: ابن حجر، الاصابۃ، ج ۵، ص ۶۸۶، رقم: ۷۵۶۱؛ ابونعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۵، ص ۲۴۱۸؛ البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۵، ص ۱۲۹۔

آنسوختم ہو جائیں گے اور آنکھیں بہہ کر زخمی ہوجائیں گی (اور وہ اتنے آنسو بہائیں گے) کہ اگر ان میں کشتیاں چھوڑی جائیں تو وہ بھی چل پڑیں۔

(أ) ابن ابی الدنیا نے صفۃ النار میں زید بن رفیع(۱) سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: اہل نار جب جہنم میں داخل ہوں گے تو وہ ایک زمانہ تک آنسوؤں کے ساتھ روتے رہیں گے۔ پھر وہ ایک زمانہ تک پیپ بہاتے رہیں گے۔ تو انہیں جہنم کے داروغے کہیں گے: اے بدبختوں کی جماعت! تم نے اس دار میں رونا چھوڑ دیا جس میں رحم کیا جاتا تھا۔ اس کے باسی دنیا میں تھے۔ کیا تم آج کسی کو پاتے ہو جس سے استغاثہ کر رہے ہو؟ تو وہ بلند آواز کے ساتھ کہیں گے: اے اہل جنت! اے باپوں، ماؤں اور اولاد کے گروہو! ہم قبروں سے پیاسے نکلے ہیں، موقف کے طویل ہونے نے پیاس بڑھادی ہے۔ ہم سخت پیاسے ہیں ہم سخت پیاسے ہیں ہم پر کچھ پانی بہاؤ یا اس میں سے جو کچھ اللہ تعالی نے تمہیں عطا فرمایا ہے۔سووہ چالیس سال تک پکارتے رہیں گے انہیں کوئی جواب نہیں دے گا۔ پھر انہیں یہ جواب ملے گا کہ تم ٹھہرے رہو۔ پس وہ ہر قسم کی بھلائی اور خیر سے مایوس اور نا امید ہو جائیں گے۔

(ب) ابن سعد، ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے الزہد میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے بصرہ میں لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! رویا کرو۔ اور اگر رونہ سکو تو رونے والوں کی طرح بنا کرو۔ کیوں کہ اہل جہنم آنسوؤں کے ساتھ روئیں گے یہاں تک کہ وہ ختم ہو جائیں گے۔ پھر خون کے ساتھ اتاروئیں گے یہاں تک کہ اگر اس میں کشتیاں چلائی جائی تو وہ چل پڑیں۔

(ج) امام احمد نے الزہد میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: اگر تم وہ جانتے ہوتے جو میں جانتا ہوں۔ تو یقیناً تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے۔ اور اگر تم علم کا حق جان لیتے تو یقیناً تم میں سے ہر ایک چیختا، یہاں تک کہ اس کی آواز ختم ہوجاتی اور سجدہ کرتا۔ یہاں تک کہ اس کی صلب منقطع ہو جاتی۔

(أ) ابن ابی الدنیا، صفۃ النار، باب بکاء اھل النار، رقم: ۲۱۱۔**(حکم)**: ابن ابی الدنیا کے محقق نے اس روایت کو معضل کہا ہے۔

(۱) زید بن رُفَیع الجزری (وفات ۱۳۱ - ۱۴۰ھ)، ابو عبید بن عبداللہ، اور حزام بن حکیم بن حزام سے روایت کرتا ہے۔ جب کہ ان سے معمر، المسعودی، یحیی بن ابی الدنیا وغیرہ نے روایتیں کی ہیں۔ امام احمد نے انہیں ثقہ کہا ہے جب کہ بعض نے لَیّن کہا ہے۔ دیکھیں: الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۸، ص ۴۳۲۔

(ب) ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۴، ص ۱۱۰؛ مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب ذکر النار، باب ما ذکر فیما اعد لاھل النار و شدتہ، رقم: ۱۴۱۳۱؛ احمد، الزہد، ص ۹۹۔

(ج) کتاب ''الزہد'' میں روایت نہیں ملی۔

(أ) امام احمد نے الزہد میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو یقیناً تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے اور تم روتے ہوئے نکل جاتے۔تم نہیں جانتے ہو کہ تم نجات پاؤ گے یا نجات نہیں پاؤ گے۔

فَإِن رَّجَعَكَ اللّهُ إِلَى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُل لَّن تَخْرُجُواْ مَعِيَ أَبَداً وَلَن تُقَاتِلُواْ مَعِيَ عَدُوّاً إِنَّكُمْ رَضِيتُم بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُواْ مَعَ الْخَالِفِينَ (83)

’’ پھر اگر خدا تم کو ان میں سے کسی گروہ کی طرف لے جائے اور وہ تم سے نکلنے کی اجازت طلب کریں تو کہہ دینا کہ تم میرے ساتھ ہرگز نہیں نکلو گے اور نہ میرے ساتھ (مددگار ہوکر) دشمن سے لڑائی کروگے۔تم پہلی دفعہ بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے تو اب بھی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو‘‘۔

(ب) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں قتادہ نے فرمایا کہ ہمیں یہ بتایا گیا کہ وہ منافقین میں سے بارہ آدمی تھے اور اس میں جو کہا گیا ہے وہ انھی کے بارے میں کہا گیا ہے۔

(ج) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں ضحاک کہتے ہیں: کیا آپ نے دیکھا اگر آپ نکلیں اور وہ آپ سے آپ کے ساتھ نکلنے کی اجازت طلب کریں؟ تو آپ ان سے فرمادیجیے تم ہرگز کبھی میرے ساتھ نہیں نکلو گے۔

(د) ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَاقْعُدُواْ مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ۔کے بارے میں فرمایا کہ: اس میں ان آدمیوں کا ذکر ہے جو ساتھ نکلنے سے پیچھے رہ گئے۔

وَلاَ تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَداً وَلاَ تَقُمْ عَلَىَ قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُواْ بِاللّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُواْ وَهُمْ فَاسِقُونَ (84) وَلاَ تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلاَدُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّهُ أَن يُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ (85)

’’ اور اے پیغمبر! ان میں سے کوئی مر جائے تو کبھی اس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر (جاکر) کھڑے ہونا۔یہ خدا اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے رہے اورمرے بھی تو نافرمان(ہی مرے)۔ اوراُن کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کرنا۔ان چیزوں سے خدا یہ چاہتا ہے کہ ان کو دنیا میں عذاب کرے اور (جب) اُن کی

(أ) امام احمد کی روایت ’’الزہد‘‘ میں نہیں ملی ۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۶، رقم: ۱۰۲۰۲۔

(ج) روایت نہیں ملی ۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۷، رقم: ۱۰۲۰۴۔

جان نکلے تو (اس وقت بھی) یہ کافر ہی ہوں''۔

(أ) امام بخاری، مسلم، ابن ابی حاتم، ابن منذر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب عبداللہ بن ابی ابن سلول فوت ہوا تو اس کا بیٹا عبداللہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے عرض کی: کہ آپ ﷺ اپنی قمیص مبارک اسے عطا فرمائیں، تا کہ وہ اپنے باپ کو اس میں کفن دے۔ تو آپ ﷺ نے قمیص اسے عطا فرمادی۔ پھر اس نے عرض کی کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ پس رسول اللہ ﷺ اٹھے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر آپ ﷺ کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے حالانکہ اللہ تعالی نے آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے: اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ اور میں ستر بار سے زائد مرتبہ مغفرت طلب کروں گا۔ سو آپ نے فرمایا: بلاشبہ وہ منافق ہے اور پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ تو اللہ تعالی نے یہ حکم نازل فرمایا وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ پھر آپ ﷺ نے ان پر نماز جنازہ پڑھنی ترک فرمادی۔

(ب) طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ عبداللہ بن عبد اللہ بن ابی کو اس کے باپ نے کہا: اے میرے بیٹے ! نبی کریم ﷺ کے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا میرے لیے تلاش کر اور اس میں مجھے کفن دینا اور آپ ﷺ سے عرض کرنا کہ میری نماز جنازہ پڑھائیں۔ راوی کا بیان ہے: کہ وہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی : یارسول اللہ ﷺ! آپ عبداللہ کے شرف اور اس کی سرداری کو جانتے ہیں وہ آپ کے کپڑوں میں ایک کپڑے کی التجاء کر رہا ہے، ہم اسے اس میں کفن دیں گے اور کیا آپ اس پر نماز جنازہ پڑھائیں گے؟ تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ عبداللہ اور اس کے نفاق سے خوب واقف ہیں۔ کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں گے حالانکہ اللہ تعالی نے آپ کو اس پر نماز پڑھنے سے منع کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا: إِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِن

(أ) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ التوبۃ، رقم: ۴۳۹۵، ۵۴۶۰، ۱۲۱۰، ۴۳۹۳؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ، رقم: ۲۴۰۰، ۲۷۷۴؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۷، رقم: ۱۰۲۰۶؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، جماع ابواب غزوہ تبوک، ج ۵، ص ۲۸۷۔

(ب) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۲، ص ۲۸۱، رقم: ۱۲۲۴۴ میں یہ روایت تفصیل سے بیان ہوئی ہے؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، جماع ابواب غزوہ تبوک، ج ۵، ص ۲۸۸۔

تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اور فرمایا میں ستر مرتبہ سے زائد بار استغفار کروں گا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلاَ تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَداً وَلاَ تَقُمْ عَلَىَ قَبْرِهِ ۔الآیہ۔ راوی کا قول ہے: کہ آپ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور اس آیت کے بارے میں آپ کو اطلاع دی اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل فرمائی سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۔

(أ) ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول اس مرض میں مبتلا ہوا جس کے سبب وہ فوت ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی بیمار پرسی فرمائی۔ جب وہ مرگیا تو آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھائی اور اس کی قبر پر کھڑے ہوئے۔ فرمایا: خدا کی قسم! ہم نے ابھی چند راتیں ہی گزاریں تھیں کہ اتنے میں یہ آیت نازل ہوئی: وَلاَ تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَداً ......الآیہ.

(ب) ابن ماجہ، بزار، ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مدینہ طیبہ میں رأس المنافقین فوت ہوا اور اس نے وصیت کی کہ نبی کریم ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں اور اسے آپ ﷺ کی قمیص میں کفن دیا جائے۔ پس اس کا بیٹا نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: میرے باپ نے وصیت کی ہے کہ اسے آپ کی قمیص میں کفن دیا جائے۔ سو آپ ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھائی، اسے اپنی قمیص پہنائی اور اس کی قبر پر کھڑے ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

(ج) ابویعلی، ابن جریر اور ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ فرمایا تو جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کا کپڑا پکڑ لیا اور کہا: وَلاَ تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَداً وَلاَ تَقُمْ عَلَىَ قَبْرِهِ .

(أ) ابن منذر کی کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب فی الصلاۃ علی اہل القبلۃ، رقم: ۱۵۲۴؛ البزار کی روایت تفسیر ابن کثیر میں ملی۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۴، ص ۱۹۴؛ تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۰۵۲۔(حکم): منکر۔ دیکھیں: البانی، ضعیف ابن ماجہ، رقم: ۳۳۶۔

(ج) مسند ابی یعلی، یزید الرقاشی عن انس بن مالک، رقم: ۴۱۱۲؛ تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۰۵۳۔(حکم): مسند ابی یعلی کے محقق نے اس کے اسناد کو ضعیف کہا ہے۔ اس کے سند میں یزید الرقاشی ہے جو انس بن مالک سے روایت کرتا ہے۔ امام نسائی نے انہیں متروک کہا ہے۔ دیکھیں: الذہبی، المغنی فی الضعفاء، ج ۲، ص ۷۴۷۔

(أ) ابوالشیخ نے قتادہؒ سے یہ بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ عبداللہ بن ابی کے پاس ٹھہرے اور اسے دعوت دی۔ تو اس کے لیے یہ انتہائی تکلیف وہ ثابت ہوا اور اس نے نبی کریم ﷺ کی ریش مبارک کو پکڑ لیا۔ تو ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی ریش مبارک سے اپنا ہاتھ روک لے خدا کی قسم! اگر آپ ﷺ مجھے اجازت فرمائیں۔ تو میں ہتھیار سے تیرا کام تمام کردوں۔ پھر وہ بیمار ہوگیا اور اس نے نبی کریم ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ آپ کو بلا رہا ہے اور اس نے آپ کی قمیص بھی طلب کی ہے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: خدا کی قسم! وہ اس کا اہل نہیں کہ آپ اس کے پاس جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ پس آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا: تیری یہودیوں کے ساتھ دوستی اور محبت نے تجھے ہلاک کر دیا ہے۔ اس نے کہا: میں نے آپ کو صرف اس لیے بلایا ہے تاکہ آپ میرے لیے مغفرت طلب کریں۔ اس لیے آپ کو نہیں بلایا کہ آپ مجھے ملامت کریں اور ڈانٹیں۔ پھر اس نے عرض کی: آپ مجھے اپنی قمیص عطا فرمایئے۔ تاکہ اس میں مجھے کفن دیا جائے۔ سو آپ ﷺ نے اسے قمیص عطا فرمائی۔ آپ نے اس کے جسم پر تھوکا اور اس کی قبر میں بھی اترے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلاَ تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَداً ۔ راوی کا بیان ہے: پس انھوں نے قمیص کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری قمیص اسے کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ خدا کی قسم! مجھے امید ہے اس کے سبب بنی خزرج میں سے ہزار سے زائد افراد اسلام قبول کریں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلاَ تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلاَدُهُمْ ۔ الآیہ۔

وَإِذَا أُنـزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ آمِنُواْ بِاللّهِ وَجَاهِدُواْ مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُوْلُواْ الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُواْ ذَرْنَا نَكُن مَّعَ الْقَاعِدِينَ (86)

"اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ خدا پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر۔ اور ساتھ ہوکر لڑائی کرو تو جو اُن میں دولت مند ہیں وہ تم سے اجازت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو رہنے دیجیے کہ جو لوگ گھروں میں ہیں ہم بھی ان کے ساتھ رہیں"۔

(ب) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا: أُوْلُواْ الطَّوْلِ کا معنی اہل الغنی (دولت مندلوگ) ہیں۔

رَضُواْ بِأَن يَكُونُواْ مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لاَ يَفْقَهُونَ (87) لَـكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ مَعَهُ جَاهَدُواْ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ وَأُوْلَـئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (88) أَعَدَّ اللّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (89)

(أ) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۰۶۱؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۸، رقم: ۱۰۲۰۱۔

'' یہ اس بات سے خوش ہیں کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں (گھروں میں بیٹھ) رہیں اور ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے تو یہ سمجھتے ہی نہیں ۔لیکن پیغمبراورجولوگ ان کے ساتھ ایمان لائے سب اپنے مال اورجان سے لڑے۔ اوراُنھی لوگوں کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد پانے والے لوگ ہیں۔ خدانے ان کے لیے باغات تیارکررکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے''۔

(أ) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مَعَ الْخَوَالِفِ سے مراد مع النسآء ہے۔ یعنی انہوں نے یہ پسند کیا کہ وہ عورتوں کے ساتھ پیچھے رہ جانے والے ہوجائیں۔

(ب) ابن مردویہ نے سعد بن ابی قاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے۔ یہاں تک کہ ثنیۃ الوداع آگئے۔ آپ ﷺ تبوک جانے کا ارادہ رکھتے تھے اور علی رضی اللہ عنہ روکر یہ کہنے لگے: کیا آپ مجھے پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ پیچھے چھوڑجائیں گے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو میرے بعد ایسے ہی ہوجیسا کہ ہارون علیہ السام موسیٰ علیہ السلام کا قائم مقام تھے۔ مگر نبوت کے ساتھ۔

(ج) ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے رَضُواْ بِأَن يَكُونُواْ مَعَ الْخَوَالِفِ کا یہ معنی بیان کیا ہے انہوں نے پسند کیا ہے کہ وہ اس طرح بیٹھے رہے جس طرح عورتیں بیٹھی ہوئی ہیں ۔

(د) ابوالشیخ نے ذکر کیا کہ قتادہؒ نے فرمایا: کہ خوالف سے مرادعورتیں ہیں اور وَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ کامفہوم ہے کہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کے سبب مہر لگادی گئی۔

وَجَاء الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُواْ اللَّهَ وَرَسُولَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (90)

'' اورصحرا نشینوں میں سے بھی کچھ لوگ عذرکرتے ہوئے (تمہارے پاس) آئے کہ ان کو بھی اجازت دی جائے اور جنہوں نے خدا اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا وہ (گھرمیں) بیٹھ رہے، سوجو لوگ ان میں سے کافرہوئے

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۰۶۵؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۹، رقم: ۱۰۲۰۴۔

(ب) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی ۔ البتہ یہ حدیث صحیحین اور مسند احمد میں ملی: دیکھیں صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ تبوک وھی غزوہ العسرۃ، رقم: ۴۱۵۴؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی بن ابی طالبؓ، رقم: ۴۴۰۴؛ مسند احمد، مسند باقی العشرۃ المبشرین بالجنۃ، مسند ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص، رقم: ۱۴۶۳۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۵۹، رقم: ۱۰۲۰۵۔

(د) روایت نہیں ملی۔

ہیں ان کو دکھ دینے والا عذاب پہنچے گا ''۔

(أ) ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وَجَـاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ کا معنی ہے کہ ان میں سے اصل عذر لے کر آئے تا کہ انہیں اجازت مل جائے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الْـمُـعَـذِّرُوْنَ سے مراد وہ بہانے بنانے والے (معذرت کرنے والے) ہیں۔آپ اسے تخفیف کے ساتھ وَجَآءَ الْمُعْذِرُوْنَ پڑھتے تھے۔

(ج) ابن الانباری نے کتاب الاضداد میں بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما وَجَـاءَ الْـمُـعَـذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ پڑھتے اور فرماتے: اللہ تعالی بہانے بنانے والوں پر لعنت کرے۔

(د) ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کون ہیں، جنھوں نے الْـمَـعْـذِرُونَ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے؟ تو فرمایا وہ بنو مقرن ہیں۔اور جس کسی نے یہ آیت پڑھی تو فرمایا انہوں نے ایسی شے کے ساتھ عذر پیش کیا جو ان کے لیے صحیح عذر نہیں تھا۔

(ھ) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حسنؒ یہ آیت پڑھتے ور فرماتے انہوں نے ایسی شے کے ساتھ معذرت پیش کی جو درست اور حق نہ تھی۔

لَّيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (91)

'' نہ تو ضعیفوں پر کچھ گناہ ہے اور نہ بیماروں پر اور نہ اُن پر جن کے پاس خرچ موجود نہیں (کہ شریک جہاد ہوں یعنی) جبکہ خدا اور اس کے رسول خیراندیش (اور دل سے ان کے ساتھ) ہوں۔نیکوکاروں پر کسی طرح کا الزام نہیں اور خدا بخشنے والا مہربان ہے''۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۶۰، رقم: ۱۰۲۰۰۔ یعقوب نے اس کو''ذال'' کے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور الباقون نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ دیکھیں: ابن الجزری، النشر فی القراءات العشر، سورۃ التوبۃ، ج ۲، ص ۲۸۰۔

(ج) ابن الانباری، الاضداد، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، دائرۃ المطبوعات والنشر، الکویت، ۱۹۶۰م، ص ۳۲۱۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۶۰، رقم: ۱۰۲۰۱۔

(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۶۰، رقم: ۱۰۲۰۲۔

(أ) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے اسی آیت کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میرے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ بنی غفار کا ایک گروہ تھا۔ وہ آئے اور معذرت کرنے لگے، ان میں سے ایک خفاف بن ایماء(۱) بھی تھا۔

(ب) امام ابن ابی حاتم، دارقطنی نے الافراد میں اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے لیے سورۂ برأت لکھ رہا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ جو کچھ آپ ﷺ پر نازل فرماتا میں اسے لکھ لیتا تھا اور میں اپنا قلم اپنے کانوں پر رکھے ہوئے تھا کہ اچانک آپ ﷺ نے ہمیں قتال کا حکم ارشاد فرمایا۔ پھر آپ ﷺ احکام نازل ہونے کا انتظار فرمانے لگے کہ اتنے میں ایک نابینا آیا اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ میں تو نابینا ہوں۔ میرے لیے کیا حکم ہے؟ تو اسی وقت مذکورہ آیت لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ نازل ہوئی۔

(ج) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ یہ عائذ بن عمرو(۲) اور دوسروں کے بارے میں نازل ہوئی۔

(د) ابن ابی حاتم نے مجاہد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عَفَا اللهُ سے لے کر مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۳) تک سب آیات منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۶۰، رقم: ۱۰۲۰۳۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۶۱، رقم: ۱۰۲۰۵۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۰۷۸؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۶۱، رقم: ۱۰۲۰۵۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۶۱، رقم: ۱۰۲۰۸۔

(۱) خفاف بن ایماء بن رحضۃ الغفاری، صحابی، مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔ وہ بنو غفار کے امام تھے۔ ان سے حنظلۃ، خالد بن عبداللہ بن حرملۃ، ان کے بیٹے حارث اور مقسم ابو القاسم نے روایتیں کی ہیں۔ دیکھیں: ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، ص ۹۸۵؛ البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۲، ص ۲۶۹۔

(۲) عائذ بن عمرو بن ہلال، ابو ہبیرۃ المزنی فضلاء اور صلحاء صحابہ رضی اللہ عنھم میں سے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حاضر تھے اور بیعت کرنے والوں میں سے تھے۔ ان سے معاویہ بن قرۃ، ابو حمزۃ الضبعی، ابو عمران الجونی نے روایتیں کی ہیں۔ بصرہ میں رہتے تھے اور یہ وصیت فرمائی تھی کہ ان کا نماز جنازہ ابو برزہ السلمی پڑھائے۔ دیکھیں: ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۴، ص ۲۲۲۰؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۵، ص ۱۴۳۔

(۳) التوبۃ: (۹۱)

(أ) رہا یہ ارشادِ گرامی کہ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ تو ابن ابی شیبہ، امام احمد نے الزہد میں، حکیم ترمذی نے نوادرالاصول میں اور ابن ابی حاتم نے ابوثمامہ الصاعدی[1] سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حواریوں نے کہا: اے روح اللہ! ہمیں بتایئے اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ جو اللہ تعالیٰ کے حق کو لوگوں کے حق پر ترجیح دیتا ہے۔ جب اسے دو امر پیش آ جائیں یا جب اس کے سامنے امرِ دنیا بھی ہوا اور امرِ آخرت بھی تو وہ آغاز امرِ آخرت سے کرے اور اس سے فارغ ہونے کے بعد امرِ دنیا کی طرف متوجہ ہو۔

(ب) امام مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے تمیم داری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین نصیحت ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: کن کے لیے یا رسول اللہ ﷺ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمان ائمہ کے لیے اور مسلمان عوام الناس کے لیے۔

(ج) ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ دین نصیحت ہے۔ عرض کی گئی: کن کے لیے یا رسول اللہ! ﷺ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمان ائمہ کے لیے اور مسلمان عوام الناس کے لیے۔

(د) امام بخاری، مسلم اور ترمذی نے جریر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی بیعت نماز قائم کرنے زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لیے مخلص ہونے کی شرط پر کی۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب ما ذکر فی زھد الانبیاء، رقم: ۳۴۲۲۴؛ احمد بن حنبل، الزھد، باب من مواعظ عیسی علیہ السلام، ص ۵۵؛ حکیم ترمذی، نوادر الاصول ، باب فی حقیقۃ النصح للہ تعالیٰ، ج ۲، ص ۱۵؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۶۱، رقم: ۱۰۲۰۷۔

(ب) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحۃ، رقم: ۵۵؛ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی النصیحۃ، رقم: ۴۹۴۴؛ النسائی، سنن نسائی، کتاب البیعۃ، باب النصیحۃ للامام، رقم: ۴۱۹۷، ۴۱۹۸۔

(ج) ابن عدی، الکامل، ج ۲، ص ۴۱۲ ۔

(د) صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۵۷، ۱۳۳۶، ۲۵۶۶؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحۃ، رقم: ۵۶؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ، رقم: ۱۹۲۵۔

(۱) ابو ثمامۃ الصائدی نے حسن بن علی سے سماع کیا۔ ان سے عبدالعزیز بن رفیع اور ابو اسحاق نے روایتیں کی ہیں۔ ابو حاتم نے فرمایا: مجھے ان کے نام کے بارے میں نہیں معلوم، دیکھیں: ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۹، ص ۳۵۱، رقم: ۱۵۷۳؛ البخاری، الکنی، جمیعۃ دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد، دکن، ۱۳۶۰م، ص ۱۷، ۱۲۴۔

(أ) امام احمد اور حکیم ترمذی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عزوجل نے ارشاد فرمایا: جو عبادت میرے بندے نے میرے لیے مخلص ہو کر کی وہ سب سے پسندیدہ ہے۔

(ب) امام احمد نے الزہد میں وہب بن منبہ سے یہ روایت لکھی ہے کہ کسی راہب نے ایک آدمی کو کہا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کے لیے س طرح مخلص ہونے کی نصیحت کرتا ہوں۔ جیسے کتا اپنے گھر والوں کے لیے مخلص ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اسے بھوکا بھی رکھتے ہیں اور اسے دور بھی بھگا تے ہیں اور وہ اس سے انکار کرتا ہے مگر یہ کہ وہ ان کی حفاظت اورنگہبانی کرتا ہے اور ان کے لیے مخلص بھی ہوتا ہے۔

(ج) ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ضحاک نے مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ کی تفسیر میں کہا ہے: ان پر الزام کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے مخلص ہیں اور وہ جہاد کی طاقت نہیں رکھتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں معذور قرار دیا ہے اور ان کے لیے وہی اجر رکھا ہے جو مجاہدین کے لیے مقرر کیا ہے۔ کیا آپ نے یہ سنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ (۱) "نہیں برابر ہو سکتے (گھروں میں) بیٹھے والے مسلمان سوائے معذوروں کے"۔ پس وہ لوگ جنہوں نے ضعفاء اور معذوروں میں سے عذر پیش کیے اور وہ لوگ جو خرچ کرنے کے لیے بھی کچھ نہیں پاتے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بھی جہاد کرنے والوں کی طرح ہی اجر مقرر کیا ہے۔

(د) عبدالرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ تبوک سے واپس لوٹے اور مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کے

(أ) مسند احمد، تتمۃ مسند الانصار، حدیث ابو امامۃ الباھلی، رقم: ۲۲۱۹۱؛ حکیم ترمذی، نوادار الاصول، ج ۲، ص ۱۵۔**(حکم)**:مسند احمد کے محققین نے اس کے اسناد کو ضعیف جداً کہا ہے۔ اس کی سند کچھ یوں ہے: یحیٰی بن ایوب بن عبیداللہ بن زحر، عن علی بن یزید، عن القاسم، عن ابو امامۃ ۔ اس میں عبیداللہ بن زحر ضعیف ہے اور علی بن یزید بن ابی ھلال واھی الحدیث۔ دیکھیں: مسند احمد، حدیث ابوامامۃ الباھلی، رقم: ۲۲۱۸۹

(ب) احمد، الزھد، باب بقیۃ زھد عیسی علیہ السلام، ص ۹۷۔

(ج)ابوالشیخ کی روایت نہیں ملی۔

(د) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجھاد، باب فضل الجھاد، رقم: ۹۵۴۷؛ مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب المغازی، باب ما حفظ ابو بکر فی غزوۃ تبوک، رقم: ۳۷۰۱۰؛ مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، رقم: ۱۲۰۰۹؛ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۴۱۶۱۔

(۱) النساء :(۹۵)

قریب پہنچے تو فرمایا تحقیق تم نے مدینہ طیبہ میں ایسے آدمی چھوڑے ہیں جو تمہارے ساتھ سفر پر نہیں گئے، تم نے ان کی کوئی شے خرچ نہیں کی، اور نہ تم نے ان کے ساتھ وادیوں کو طے کیا ہے، مگر اس کے باوجود اس غزوہ میں وہ تمہارے ساتھ تھے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ وہ ہمارے ساتھ کیسے ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ وہ مدینہ طیبہ میں ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ عذر کے سبب رک گئے تھے۔

(أ) امام احمد، مسلم اور ابن مردویہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے مدینہ طیبہ میں ایسے لوگ پیچھے چھوڑے ہیں جنہوں نے نہ تمہارے ساتھ وادیوں کو طے کیا ہے اور نہ وہ تمہارے ساتھ شریک سفر بنے۔ مگر اس کے باوجود اجر میں وہ تمہارے ساتھ شریک ہیں کیونکہ انہیں بیماری نے روک لیا ہے۔

(ب) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِن سَبِيْلٍ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کے ضمن میں فرمایا: اور اللہ تعالیٰ گناہ اور جرم کرنے والوں کے لیے بخشش فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ (92)

’’ اور نہ ان (بے سروسامان) لوگوں پر (الزام) ہے کہ تمہارے پاس آئے کہ ان کو سواری دو (اور) تم نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر تم کو سوار کروں تو وہ لوٹ گئے اور اس غم سے کہ ان کے پاس خرچ موجود نہ تھا ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے‘‘۔

(ج) ابن ابی حاتم نے حسنؒ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تحقیق تم نے مدینہ طیبہ میں ایسی اقوام کو چھوڑا ہے جنہوں نے تمہارے ساتھ کوئی خرچہ نہیں کیا، وادیوں کو طے نہیں کیا اور نہ تمہارے ساتھ دشمن کا سامنا کیا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ اجر میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔

(د) ابن جریر اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ جہاد کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تو آپ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک جماعت حاضر خدمت

(أ) مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، رقم: ۱۴۲۰۸؛ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثواب من حبسہ عن الغزو، رقم: ۱۹۱۱۔

(ب) روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۶۳، رقم: ۱۰۲۰۵۔

(د) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۰۷۹۔

ہوئی، ان میں عبداللہ بن معقل[۱] مزنی بھی تھے۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ہمیں سوار کیجئے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں کوئی ایسی شے نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ پس وہ واپس چلے اس حال میں کہ وہ رورہے تھے اور ان پر یہ احساس غالب تھا کہ انہیں جہاد سے روک دیا گیا ہے اور وہ خود نہ تو خرچ پاتے تھے اور نہ ہی سواری۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عذر قبول کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی وَلاَ عَلَى الَّذِيْنَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ......الآیہ۔

(أ) ابن سعد یعقوب [۲] بن سفیان نے تاریخ میں ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ بلاشبہ میں اس گروہ میں سے ہوں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا: وَلاَ عَلَى الَّذِيْنَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ......الآیہ۔

(ب) ابن جریر نے محمد بن کعب سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے سواری کا مطالبہ کرنے لگے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایسی کوئی شے نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلاَ عَلَى الَّذِيْنَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ...الآية

(أ) ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۲، ص ۱۶۵؛ الفسوی، یعقوب بن سفیان، المعرفۃ والتاریخ، تحقیق: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط ۱، ۱۹۸۱م، ص ۲۵۶؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۶۲، رقم: ۱۰۲۰۲۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۰۸۸۔

(۱) عبداللہ بن مُغَفَّل المزنی، اصحاب شجرہ اور بکائین صحابہ میں سے تھے جن کے بارے میں [و لا علی الذین اذا ما اتوک لتحملهم] التوبۃ: آیۃ ۹۲ نازل ہوئی۔ انہوں نے امیر معاویۃ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۶۰ھ (۶۷۹م) کو بصرۃ میں وفات پائی۔ ان کا نماز جنازہ ابو برزۃ نے پڑھائی تھی۔ دیکھیں: ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۴، ص ۱۷۸۰؛ ابن حجر، الاصابۃ، ج ۴، ص ۲۴۲، رقم: ۴۹۷۵۔

الدر المنثور میں ''عبداللہ بن معقل'' لکھا ہوا ہے۔ جب کہ اصل میں یہ عبداللہ بن مُغَفَّل ہے۔

(۲) یعقوب بن سفیان بن جوان الفارسی الفسوی، ابو یوسف۔ کبار حفاظ حدیث میں سے تھے۔ ان کا تعلق ایران کے شہر ''فسا'' سے تھا۔ تقریباً تیس سال طلب حدیث میں اپنے وطن سے دور رہے۔ انہوں نے ایک ہزار سے زیادہ شیوخ سے روایتیں کی ہیں۔ ان کے شاگردوں میں امام ترمذی، النسائی، ابن ابی حاتم، ابو عوانہ جیسے بڑے بڑے محدثین شامل ہیں۔ ''التاریخ الکبیر۔ خ'' اور ''المعرفۃ والتاریخ۔ ط'' ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ انہوں نے ۲۷۷ھ (۸۹۰م) میں وفات پائی۔ دیکھیں: النسائی، مشیخۃ النسائی، ص ۱۰۳، رقم: ۲۴۶؛ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۱۸۰؛ ابن ابی یعلی، طبقات الحنابلۃ، ج ۱، ص ۴۱۵؛ الزرکلی، الاعلام، ج ۸، ص ۱۹۸۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ سات افراد تھے یعنی عمرو بن عوف میں سے سالم بن عمیر، بنی واقن میں سے حرمی بن عمرو(۱)، بنی مازن سے ابن نجار عبدالرحمٰن بن کعب اس کی کنیت ابولیلیٰ تھی، بنی معلی میں سے سلمان بن صخر، بنی حارثہ سے عبدالرحمٰن بن زید ابوعبلہ، بنی سلمہ سے عمرو بن غنمہ اور عبداللہ بن عمر ومزنی۔

(اُ) ابن مردویہ نے مجمع بن حارثہ(۲) سے یہ قول روایت کیا ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے نبی کریم ﷺ سے سواری کا مطالبہ کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: میں کوئی شے نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ وہ سات افراد تھے یعنی علبہ بن زید حارثی، عمر بن غنم ساعدی(۳)، عمروبن ہرمی رافعی، ابولیلیٰ مزنی، سالم بن عمروعمری(۴)، سلمہ بن صخرز رقی اور عبداللہ بن عمر ومزنی۔

(اُ) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) حرمی بن عمرو: الدر المنثور کے زیر استعمال مطبوعۃ اورتفسیر الطبر ی میں حرمی بن عمرو لکھا ہوا ہے۔ جب کہ صحیح ''ھرمی'' ہے۔ ہرم یا ھرمی بن عبداللہ انصاری بنو عمرو بن عوف قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ اور بنو واقف بنی عمرو بن عوف کے حلیف تھے۔ جب کہ بعض روایات کے مطابق ان کا تعلق بنی مالک بن اوس سے ہے۔ آپ قدیم الاسلام اور بکائین صحابہ میں شامل ہیں۔ دیکھیں: ابن حجر، الاصابۃ، ج ۶، ص ۵۳۵، رقم: ۸۹۵۶؛ ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۴۴۱، رقم: ۵۳۶۱۔

(۲) مُجمِّع بن جاریۃ: الدرالمنثور کے زیر استعمال مطبوعۃ میں ''مجمع بن حارثہ'' ہے جبکہ صحیح ''جاریۃ'' ہے۔ کتب تراجم میں مجمع بن جاریۃ ہی لکھا ہوا ہے۔مجمع بن جاریہ یا ابن یزید بن جاریہ بن عامر اوسی انصاری کا شمارقرآن کریم جمع کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں ہوتا ہے۔ ان سے ان کے بھتیجے عبدالرحمن بن یزید بن جاریہ، یعقوب بن مجمع اور عکرمہ بن سلمہ نے روایتیں کی ہیں۔ دیکھیں: ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۵، ص ۲۵۴۴؛ ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۱۸۸، رقم: ۴۶۸۲۔

(۳) عمر بن غنم ساعدی: الدر المنثور میں عمر بن غنم ساعدی ہے جب کہ یہ ''عمرو بن غنم'' ہے۔عمرو بن غنم بن مازن بن قیس الخزرجی بدری صحابی ہیں جن کے بارے میں غزوہ تبوک کے موقع پر [تولو و اعینھم تفیض من الدمع] آیت نازل ہوئی۔ دیکھیں: ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۵۱۸، رقم: ۴۰۰۴۔

(۴) سالم بن عمیر: الدرالمنثور کے زیر استعمال مطبوعۃ میں ''سالم بن عمروعمری'' ہے جبکہ صحیح ''سالم بن عمیر'' ہے۔ جیسا کہ اگلی روایت میں ذکر ہے۔ سالم بن عمیر بن ثابت بن النعمان بنو عمرو بن عوف میں سے تھے۔ وہ بدر، احد اوردوسرے تمام مشاہد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ وہ بکائین صحابہ میں سے تھے۔ انہوں نے معاویہؓ کے دور خلافت میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۲، ص ۲۱۷ ، رقم: ۱۹۰۱۔

(أ) عبدالغنی بن سعید نے تفسیر میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: ان افراد میں سے سالم بنی عمیر بن عمر و بن عوف میں سے ایک تھا۔

(ب) ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے عبدالرحمٰن بن عمر وسلمی(۱) اور حجر بن حجر کلاعی(۲) سے یہ قول بیان کیا کہ ہم عرباض بن ساریہ(۳) رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ ان میں سے تھے جن کے بارے میں یہ آیت نازل کی وَلاَ عَلَى الَّذِيْنَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ......الآیہ۔"

(ج) ابن سعد، ابن ابی شیبہ ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے مذکورہ آیت کے بارے میں فرمایا: وہ مدینہ میں بنومقرن(۴) میں سے تھے اور وہ سات افراد تھے۔

(أ) ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۳۷۱۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۶۲، رقم: ۱۰۲۰۱۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۶۲، رقم: ۱۰۲۰۳۔

(۱) عبدالرحمٰن بن عمرو بن عبسۃ السلمي الشامي، تابعی، عرباض بن ساریہ اور عتبہ بن عبد سے روایت کرتا ہے۔ جب کہ ان سے روایت کرنے والوں میں ان کا بیٹا جابر، خالد بن معدان، محمد بن زیاد الھانی وغیرہ شامل ہیں۔ ابن حجر نے انہیں مقبول اور امام ذہبی نے صدوق کہا ہے۔ انہوں نے ۱۱۰ھ (۷۲۸م) کو وفات پائی۔ دیکھیں: ابن حجر، تقریب التھذیب، ص ۳۴۷، رقم: ۳۹۶۶؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۷، ص ۱۴۹۔

(۲) حجر بن حجر کلاعی حمصی ثقہ تابعی ہیں۔ وہ عرباض بن ساریہ سے روایت کرتا ہے جب کہ ان سے خالد بن معدان نے روایتیں کی ہیں۔ ابن حجر نے انہیں مقبول کہا ہے۔ انہوں نے ۷۵ھ (۶۹۴م) میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن حبان، کتاب الثقات، ج ۲، ص ۱۰۱، رقم: ۲۶۹؛ ابن حجر، تہذیب التھذیب، ج ۱، ص ۶۷۶، رقم: ۱۳۵۶؛ الذہبی، میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۰۷، رقم: ۱۷۵۹؛ ابن حجر، تقریب التھذیب، ص ۱۵۴، رقم: ۱۱۴۳۔

(۳) عرباض بن ساریہ، ابونجیح السلمی، اصحاب صفہ اور بکائین صحابہ میں سے ہیں۔حمص کے رہنے والے تھے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو عبیدہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں جبیر بن نفیر، خالد بن معدان، حجر بن حجر اور دیگر لوگ شامل ہیں۔ انہوں نے ۷۵ھ (۶۹۴م) کو شام میں عبدالملک بن مروان کے دور خلافت میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۴، ص ۲۲۲۴؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۵، ص ۴۸۳؛ ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۳۴۳، رقم: ۳۶۳۱۔

(۴) بنومُقرِن: مقرن نجد کے قبائل میں سے ہے۔ جن کا جد اعلیٰ مانع المریدی ہے۔ دیکھیں: عمر رضا کحالہ، معجم قبائل العرب، ج ۳، ص ۱۱۳۲۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے کثیر بن عبداللہ (۱) بن عمرو بن عوف مزنی سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ قول بیان کی خدا کی قسم ! میں ان افراد میں سے ایک ہوں جن کے بارے میں اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی وَلاَ عَلَى الَّذِيْنَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ......الآیہ۔"

(ب) ابن اسحاق، ابن منذر اور ابوالشیخ نے زہری، یزید بن یسار(۲)، عبداللہ بن ابی بکر اور عاصم بن عمرو بن قتادہ وغیرہم سے یہ قول بیان کیا کہ مسلمانوں میں کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور وہ رو رہے تھے۔ وہ سات افراد تھے جن کا تعلق انصار اور دوسروں سے تھا۔ وہ بنی عمرو بن عوف میں سے سالم بن عمیر، بنی حارثہ سے عتبہ بن زید، بنی مازن سے ابن النجار ابو لیلٰی عبدالرحمٰن بن کعب ، بنی سلمہ میں سے عمرو بن عمرو بن جہام بن جموح، بنی واقف سے ہرمی بن عمرو، بنی مزینہ سے عبداللہ بن معقل اور بنی فزارہ سے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہم تھے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سواری کا مطالبہ کیا اور یہ حاجت مند تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں کوئی نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔

(ج) ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حسن بصریؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ معقل بن یسار ان رونے والوں میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالٰی نے فرمایا إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ......الآیہ۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۶۲، رقم: ۱۰۴۰۴۔

(ب) ابن اسحاق کی روایت، سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۵۱۸ میں ملی۔

(ج) روایت نہیں ملی۔

(۱) کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن زید المزنی، المدنی کبار تبع تابعین میں سے ہیں۔ وہ اپنے والد، نافع اور محمد بن کعب القرظی سے روایت بیان کرتا ہے۔ ان سے روایت بیان کرنے والوں میں ابن وہب، معن بن عیسی اور عبداللہ بن نافع وغیرہ شامل ہیں۔ سب ان کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں۔ امام شافعی اور ابو داؤد نے انہیں کذاب کہا ہے۔ ابن حجر نے انہیں کذب کی وجہ سے ضعیف کہا ہے اور امام نسائی نے انہیں متروک الحدیث کہا ہے۔ دیکھیں: الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۱۰، ص ۴۰۹؛ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص ۴۶۰، رقم: ۵۶۱۷؛ النسائی، الضعفاء والمتروکین، ص ۸۹، رقم: ۵۰۴؛ ابن عدی، الکامل، ج ۶، ص ۵۷، رقم: ۱۵۹۹۔

(۲) یزید بن یسار کا ترجمہ نہیں ملا۔

(أ) ابوالشیخ حسن اور بکر بن عبداللہ مزنی(۱) سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان دونوں نے مذکورہ آیت کے بارے میں کہا: کہ یہ آیت عبداللہ بن معقل مزنی کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تاکہ آپ انہیں سوار کریں۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ابن لہیعہ(۲) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ابوشریح الکعبی(۳) ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: وَلاَ عَلَى الَّذِيْنَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ......الآیہ۔"

(ج) ابن ابی حاتم نے بیان کیا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ارشاد باری تعالیٰ لاَ أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ میں پانی اور زادراہ کا بیان ہے۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۶۱، رقم: ۱۰۲۰۶۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۶۳، رقم: ۱۰۲۰۹۔

(۱) بکر بن عبداللہ مزنی، ابو عبداللہ بصری، ثقہ تابعی ہیں۔ ان کے شیوخ میں انس بن مالک، حسن بصری، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، المغیرۃ بن شعبہ، صفوان بن محرز شامل ہیں۔ ان سے ثابت البنانی، حبیب الشھید، حمید الطویل وغیرہ نے روایتیں کی ہیں۔ ابن سعد نے انہیں ثقہ، ثبت، مامون، کثیر الحدیث اور حجۃ لکھا ہے۔ انہوں نے ۱۰۶ھ (۷۲۴م) میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۷، ص ۲۰۹؛ الذھبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۴، ص ۵۳۲، رقم: ۲۱۵؛ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۲، ص ۳۸۸، رقم: ۱۵۰۷۔

(۲) ابن لھیعۃ کا نام عبداللہ بن لھیعۃ بن عقبۃ الحضرمی تھا۔مصر کے فقیہہ اور قاضی تھے۔ان کے شیوخ میں جعفر بن ربیعۃ، عطاء بن ابی رباح، ابن المنکدر وغیرہ شامل ہیں۔ ان سے عبداللہ بن مبارک، ابن وہب اور امام ثوری نے روایتیں کی ہیں۔ امام نسائی اوریحیی بن معین نے انہیں ضعیف کہا ہے۔ انہوں نے ۱۷۴ھ (۷۹۰م) میں وفات پائی۔ دیکھیں:ابن عدی، الکامل فی الضعفاء، ج ۴، ص ۱۴۴، رقم: ۹۷۷؛ النسائی، الضعفاء والمتروکین، ص ۶۴، رقم: ۳۴۶؛ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۵، ص ۱۴۵، رقم: ۶۸۲؛ ابن الکیال، الکواکب النیرات، ج ۱، ص ۴۸۱، رقم: ۲۵۔

(۳) ابو شریح الکعبی الخزاعی العروی، صحابی کے نام میں کئی اقوال ہیں لیکن مشہور یہ ہے کہ ان کا نام خویلد بن عمرو تھا۔ ان کا شمار اہل حجاز میں ہوتا ہے۔انہوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کیا۔ان سے نافع بن جبیر، ابو سعید المقبری اور سفیان بن ابی العوجاء نے روایتیں کی ہیں۔ انہوں نے مدینہ میں ۶۸ھ (۶۸۷م) کو وفات پائی۔ دیکھیں: ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ج ۵، ص ۱۲۸، رقم: ۶۰۰۶؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۴، ص ۲۵۰، رقم: ۳۰۶۳۔

(أ) ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ علی بن صالح(۱) نے کہا کہ مجھے جہینہ کے مشائخ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو پایا ہے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سواریوں کی التجا کی تھی۔ سوانہوں نے عرض کی کہ ہم نے آپ ﷺ سے صرف گھوڑوں پر سوار کرنے کی التجا کی تھی۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابراہیم بن ادہم(۲) سے اسی آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے سواریوں کا سوال نہیں کیا تھا بلکہ صرف نعل بندوں کا سوال کیا تھا۔

(ج) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حسنؒ (۳) نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: کہ انھوں نے آپ ﷺ سے گھوڑے کی نعل کی درخواست کی تھی۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۶۳، رقم: ۱۰۲۰۷۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۶۳، رقم: ۱۰۲۰۶۔

(۱) علی بن صالح مکی، ابو حسن نے عمرو بن دینار اور عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے تحصیل علم کیا۔ ان کے تلامذہ میں سعید بن سالم القداح، معتمر بن سلیمان، معمر بن سلیمان الرقی شامل ہیں۔ انہوں نے ۱۵۱ھ (۷۶۸م) میں وفات پائی۔ ابن حجر نے انہیں مقبول کہا ہے۔ دیکھیں: ابن حجر، تقریب التہذیب، ص ۴۰۲، رقم: ۴۷۴۹؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۹، ص ۵۲۹۔

(۲) ابراہیم بن ادہم بن منصور بن یزید العجلی، بعض روایات کے مطابق التیمی، ابو اسحاق البلخی، سید الزہاد، شام کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے اپنے والد، مقاتل بن حیان الاعمش، سفیان الثوری، محمد بن عجلان اور دیگر سے تحصیل علم کیا۔ ان کے تلامذہ میں ان کے خادم ابراہیم بن بشار، بقیہ بن الولید، الاوزاعی شامل ہیں۔ امام نسائی نے انہیں ثقہ مأمون کیا ہے۔ انہوں نے بلاد روم کے قلعہ ''سوفنن'' میں ۱۶۱ھ (۷۷۸م) کو وفات پائی۔ دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۹۷، رقم: ۱۷۶؛ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۲، ص ۳۸، رقم: ۲۰۹؛ ابو نعیم الاصبھانی، حلیۃ الاولیاء، ج ۷، ص ۳۳۵، رقم: ۳۹۴؛ الزرکلی، الاعلام، ج ۱، ص ۳۱۔

(۳) حسن بن صالح بن حیی ہمدانی، ثوری، کوفی، ابو عبداللہ فرقہ زیدیہ کی ایک شاخ ''البتریہ'' کے زعماء میں سے تھے۔ انہوں نے ابراہیم بن مہاجر، اشعث بن سوار، جابر بن یزید الجعفی سے استفادہ کیا۔ ان کے تلامذہ میں اسحاق بن منصور، اسود بن عامر، سلمہ بن عبدالملک شامل ہیں۔ ابن حجر نے انہیں ثقہ فقیہہ، عابد اور شیعیت سے موصوف کیا ہے۔ انہوں نے ۱۶۹ھ (۷۸۶م) میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن حجر، تقریب، ص ۱۶۱، رقم: ۱۲۵۰؛ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۳، ص ۱۸، رقم: ۶۸؛ الزرکلی، الاعلام، ج ۲، ص ۱۹۳۔

(أ) خطیب نے تاریخ میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے کئی لوگوں کو دیکھا کہ آگ کی قینچیوں کے ساتھ ان کی جلدوں کو کاٹا جارہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو جواب ملا: یہ وہ لوگ ہیں جو ایسی چیزوں کے لیے زیب وآرائش کرتے ہیں جو ان کے لیے حلال نہیں ہوتیں اور میں نے انتہائی بدبودار خیمہ دیکھا۔ اس میں شوروغل برپا تھا۔ میں نے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ تو جواب ملا یہ وہ عورتیں ہیں جو ان کے لیے بناؤ سنگھار کرتی ہیں جوان کے لیے حلال نہیں اور میں نے ایک قوم کو دیکھا جنہوں نے جنات کے پانی سے غسل کیا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اعمال صالحہ اور اعمال سیئہ کو ملا جلادیا۔

(ب) ابن سعد نے اسود بن قیس عبدی(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ ایک دن حبیب بن مسلمہ سے ملے اور کہا: اے حبیب! اللہ تعالیٰ کی اطاعت فرمانبرداری کے امور کے سوا کے لیے تجھے رب میسر آگیا ہے۔ اس نے جواب دیا میری پہنچ آپ کے باپ تک ہے اور وہ ایسے نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں تونے تو قلیل اور زائل ہونے والی دنیا کی شرط پرامیرمعاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی ہے۔ پس اگر وہ تیرے دنیوی معاملات میں تیرے ساتھ کھڑے ہیں تو بالیقین تیرے دین میں تیرے ساتھ بیٹھے ہیں۔ اور اگر وہ جو تونے کیا ہے وہ شر ہے تو پھر میں نے خیر اور بھلائی کی بات کی ہے۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًاؕ لیکن تو ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ○(۲) نہیں نہیں درحقیقت زنگ چڑھ گیا ہے ان کے دلوں پر ان کرتوتوں کے باعث جو وہ کیا کرتے تھے"۔

(أ) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۳۹۸۔

(ب) ابن سعد کی روایت تاریخ دمشق میں ملی: ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۱۲، ص ۷۸۔

(۱) اسود بن قیس عبدی بعض روایات کے مطابق بجلی، ابوقیس کوفی نے جندب بن عبداللہ بجلی، سعیدبن عمروبن سعید اور نبیح عنزی سے سماع کیا۔ ان سے شعبہ، دونوں سفیانوں، ابوعوانہ، اور ابن عیینہ نے روایتیں کی ہیں۔ امام ذہبی نے انھیں ثقہ کہاہے۔ دیکھیں: ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۲، ص ۲۹۲، رقم: ۱۰۶۹؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۱، ص ۴۴۸، رقم: ۱۴۳۲ ؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۸، ص ۳۷۸۔

(۲) المطففین: (۱۴)

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (103)

’’ اُن کے مال میں سے زکوۃ قبول کرلوکہ اس سے تم ان کو (ظاہرمیں بھی) پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہو اور ان کے حق میں دعائے خیرکروکہ تمہاری دعا ان کے لیے موجب تسکین ہے۔ اور خدا سننے والا جاننے والا ہے‘‘۔

(أ) ابن ابی حاتم نے ضحاک سے یہ قول بیان کیا ہے جس کا معنی یہ ہے اے حبیب! ان کے مالوں سے صدقہ وصول کیجئے تاکہ آپ انہیں ان گناہوں سے پاک کریں جن کا ارتکاب انہوں نے کیا۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وَصَلِّ عَلَيْهِمْ کا معنی ہے وہ گناہ جو انہوں نے کیے ان سے ان کے لیے دعا مغفرت کیجئے۔ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ بے شک آپ کی دعاان کے لیے باعث رحمت ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے۔ کہ سدیؒ نے کہا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ کا معنی ہے ان کے لیے دعا کیجئے۔ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ بے شک آپ کا استغفار کرنا ان کے دلوں کوتسکین اور ان کے لیے باعث اطمینان ہے۔

(د) ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن منذر اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی صدقہ لے کر آتا تو آپ ﷺ اس طرح دعا فرماتے: اے اللہ! آل فلاں پر رحمت فرما۔ پس میرا باپ صدقہ لے کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! آل ابی اوفٰی پر رحمت فرما۔

(ھ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سَكَنٌ لَّهُمْ کا معنی ہے کہ (دعا) ان کے لیے باعث امن ہے۔

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۷۵، رقم: ۱۰۳۰۲۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۷۶، رقم: ۱۰۳۰۷۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۷۶، رقم: ۱۰۳۰۵۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوۃ، باب فی الصلاۃ غیرالأنبیاء، رقم: ۸۷۱۸ ؛ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب صلاۃ لإمام ودعاؤہ لصاحب الصدقۃ، رقم: ۱۴۲۶، ۳۹۳۳، ۵۹۷۳، ۵۹۹۸ ؛ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الدعاء لمن أتی بصدقۃ، رقم:۱۰۷۸؛ سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب دعاء المصدق لأهل الصدقۃ، رقم: ۱۵۹۰، سنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب صلاۃ الإمام علی صاحب الصدقۃ، رقم: ۲۴۵۹، سنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب مایقال عند إخراج الزکاۃ، رقم: ۱۷۹۶۔

(ھ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۷۶، رقم: ۱۰۳۰۸۔ یہ روایت قتادۃ سے مروی ہے۔

(أ) ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو میری بیوی نے آپ سے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مجھ پر اور میرے خاوند پر رحمت فرمایئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا"اللہ تعالیٰ تجھ پر اور تیرے خاوند پر رحم فرمائے"۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے خارجہ بن زید(۱) سے اور انہوں نے اپنے چچا یزید بن ثابت(۲) سے روایت بیان کی ہے انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ جب ہم بقیع میں پہنچے تو وہاں ایک نئی قبر تھی۔ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا، تو صحابہ کرام نے عرض کی یہ فلانہ کی ہے۔ آپ ﷺ نے اسے پہچان لیا اور فرمایا: تم نے مجھے اس کے بارے میں آگاہ کیوں نہیں کیا؟ صحابہ کرام نے عرض کی: آپ آرام فرماتھے اور ہم نے یہ پسند نہ کیا کہ ہم آپ کو تکلیف دیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم ایسا نہ کیا کرو۔ جب تک میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ جب بھی تم میں سے کوئی فوت ہو تو مجھے اس کے بارے میں ضرور آگاہ کیا کرو، کیونکہ اس پر میرا جنازہ ادا کرنا باعث رحمت ہے۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰۃ، باب فی الصلاۃ غیرالأنبیاء، رقم: ۸۷۱۷۔ **(حکم)**: صحیح۔ دیکھیں : البانی، صحیح ابی داؤد ، رقم: ۱۳۵۷۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب الجنائز، باب من رخص فی الآذان بالجنازۃ، رقم: ۱۱۲۱۷۔ **(حکم)**: صحیح۔ دیکھیں: البانی، صحیح ابن ماجہ، رقم: ۱۲۳۹۔

(۱) خارجہ بن زید، کنیت ابوزید ،مشہور صحابی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ حدیث میں میں انھوں نے اپنے والد زید، چچا، یزید، اسامہ بن زید وغیرہ سے سماع کیا تھا۔ فقہ ان کا امتیازی فن تھا۔ مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ انھوں نے عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں ۱۰۰ھ (۷۱۸م) میں وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۷۱، رقم: ۸۲؛ الدارقطنی، ذکرأسماء التابعین، ج ۱، ص ۱۲۸، رقم: ۲۹۰؛ ابن العماد، شذرات الذہب ، ج ۱، ص ۲۱۳؛ امام ذہبی ، الکاشف ، ج ۱، ص ۲۰۰، رقم: ۱۳۰۹۔

(۲) یزید بن ثابت بن ضحاک الأنصاری زید بن ثابتؓ کے بھائی تھے۔ ان کے غزوۂ میں شریک ہونے کے بارے اختلاف پایا جاتا ہے۔ وہ جنگ یمامہ میں تیرلگنے سے شہید ہوگئے تھے۔ ان سے خارجہ بن زید نے روایت کی ہے۔ دیکھیں: ابونعیم ،معرفۃ الصحابۃ، ج ۵، ص ۲۷۷۸ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۶، ص ۶۴۹، رقم: ۹۲۴۳۔

(أ) الباوردی نے معرفۃ الصحابہ اور ابن مردویہ نے دلسم سدوی(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم نے بشیر بن خصاصیہ(۲) سے کہا: اصحاب صدقہ ہم پر زیادتی کرتے ہیں؟ کیا ہم اپنے مالوں میں سے اتنی مقدار چھپاسکتے ہیں جتنی میں وہ ہم پر زیادتی کرتے ہیں؟ توانہوں نے کہا: جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم مالوں کو جمع کرلو اور پھر انہیں حکم دو اور انہیں چاہیے کہ وہ تم پر رحم کریں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ.

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ(104)

"کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ (تعالی) ہی توبہ قبول فرماتا ہے اپنے بندوں سے اور لیتا ہے صدقات کو اور بے شک اللہ ہی بہت توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے"۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ابن زید کا یہ قول بیان کیا ہے کہ دوسروں نے کہا: وہ کل ہمارے ساتھ تھے، نہ وہ کلام کرتے ہیں اور نہ وہ ہمارے ساتھ بیٹھتے ہیں انہیں کیا ہے؟ تو اللہ تعالی نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

(ج) عبدالرزاق، حکیم ترمذی نے نوادرالاصول میں، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے: آدمی کوئی صدقہ نہیں دیتا مگر وہ سائل کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے اللہ تعالی کی بارگاہ میں قبول ہو

(أ) امام باروری کی کتاب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۷۶، رقم: ۹۹۵۰۔

(ج) عبدالرزاق، تفسیرالصعانی، ج ۱، ص ۲۸۷ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶،ص ۱۸۷۷، رقم: ۱۰۰۵۲ ؛ الطبرانی ،المعجم الکبیر، ج ۹، ص ۱۰۹، رقم: ۸۵۷۱۔(حکم): الہیثمی نے فرمایا: اس کی سند میں عبداللہ بن قتادہ المحاربی ہے۔ جس کو کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا، باقی رجال ثقہ ہیں۔ دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب: فضل الصدقہ، رقم: ۴۶۱۸۔

(۱) دیسم سدوی : الدرالمنثور کے زیراستعمال مطبوعہ میں دلسم سدوی ہے جب کہ کتب تراجم میں دیسم سدوی ہے۔ دیسم تابعی ، بشیربن خصاصیۃ سدوی سے روایت بیان کرتا ہے۔ جبکہ ان سے ایوب سختیانی نے روایت بیان کی ہے۔ابن حجر نے انھیں مقبول کہاہے۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۳، ص ۲۵۷، رقم: ۸۸۶ ؛ ابن ابی حاتم ، الجرح والتعدیل، ج ۳، ص ۴۴۴، رقم: ۲۰۱۵ ؛ ابن حجر، تقریب التھذیب، ص ۲۰۱، رقم: ۱۸۳۳۔

(۲) بشیربن خصاصیہ صحابی رسول ﷺ کانام زمانۂ جاہلیت میں زحم بن معبدتھا۔ آپ ﷺ نے ان کا نام بشیر رکھا۔خصاصیہ ان کے والدہ کانام ہے۔ ان سے بشیر بن نہیک ، جری بن کلیب وغیرہ نے روایتیں بیان کی ہیں۔ دیکھیں: ابونعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۱، ص ۴۰۰۔

جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اور وہی (اللہ تعالیٰ) سائل کے قبضہ میں صدقہ دیتا ہے۔ پھر انہوں نے مذکورہ آیت پڑھی۔

(أ) عبدالرزاق نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے يَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ کے ضمن میں یہ قول نقل کیا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی صدقہ قبول فرماتا ہے جب کہ وہ پاکیزہ ہو اور وہ اسے اپنے دائیں دست قدرت کے ساتھ پکڑتا ہے۔ اور وہ آدمی جو لقمہ کی مثل صدقہ دیتا ہے وہ اسے اس کے لیے بڑھاتا رہتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی (اپنے خاندان کے کسی فرد) اونٹ کے بچے یا بچھڑے کی تربیت اور نشوونما کرتا ہے پس وہ اللہ تعالیٰ کے خزانے میں بڑھتا رہے گا حتیٰ کہ وہ احد پہاڑ کی مثل ہو جائے گا۔

(ب) ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! جو آدمی بھی صدقہ کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہ حلال اور پاکیزہ کمائی سے طیب وطاہر صدقہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ طیب کے سوا کوئی صدقہ قبول نہیں فرماتا اور نہ ہی آسمان کی طرف پاکیزہ صدقہ کے سوا کوئی بلند ہو سکتا اور دینے والا اسے صحیح حقدار کو دیتا ہے تو بالیقین وہ اسے دست رحمٰن میں دیتا ہے اور وہ بتدریج اس کے لیے اسے بڑھاتا رہتا ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے یا اونٹ کے بچے کی نشونما کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک لقمہ یا ایک کھجور قیامت کے دن ایک عظیم پہاڑ کی مثل ظاہر ہوگی اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی اس کتاب عظیم سے ہوتی ہے: أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ.

(ج) دارقطنی نے الافراد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "صدقہ دیا کرو کیونکہ تم میں سے کوئی جو لقمہ یا کوئی شے دیتا ہے تو وہ سائل کے پاس پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے قبضے میں پہنچ جاتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ اور وہ اس کی اسی طرح نشوونما کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتا ہے۔ پھر قیامت کے دن وہ اسے پورا پورا عطا فرمائے گا۔

(أ) عبدالرزاق، تفسیر الصنعانی، ج ۱، ص ۲۸۷۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۷۷، رقم: ۱۰۰۵۱، یہ روایت صحیح بخاری میں بھی ذکر ہے۔ دیکھیں: البخاری، صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ "تعرج الملائکۃ"، رقم: ۶۹۹۳۔

(ج) امام دارقطنی کی کتاب نہیں ملی۔

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (105)

''اور ان سے کہہ دو کہ عمل کیے جاؤ خدا اور اس کارسول اور مومن (سب) تمہارے اعمال کو دیکھ لیں گے اور تم غائب وحاضر کے جاننے والے (خدائے واحد) کی طرف لوٹائے جاؤگے۔ پھر جوکچھ تم کرتے رہے ہو وہ سب تم کو بتادے گا''۔

(أ) ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے وعید ہے۔

(ب) ابن ابی شیبہ، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ .

(ج) ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: کہ وہ ایک جنازہ کے ساتھ گزرے تو کسی نے اس کی تعریف کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی پھر ایک دوسرے جنازہ کے ساتھ گزرے تو کسی نے اس کی بھی تعریف کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی تو اس کے بارے میں آپ ﷺ سے استفسار کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک ملائکہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کے پاس گواہ ہیں اور تم زمین پر شہادت دینے والے ہو۔ پس تم نے اس کے بارے میں جس شے کی شہادت دی ہے وہ ثابت ہوچکی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ .

(د) ابن ابی حاتم نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے اعمال کو حقیر نہیں سمجھا یہاں تک کہ وہ قراء ظاہر ہوئے جنہوں نے عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر طعن وتشنیع کی اور انہوں نے ایسے قول کہے کہ ہم اس کی مثل اچھا نہیں کہہ سکتے تھے اور انہوں نے اس طرح قرأت کی کہ ہم اس کی مثل قرأت نہیں کرتے تھے اور انہوں نے اس طرح نمازیں پڑھیں کہ ہم ان کی نماز کی مثل نہیں پڑھتے تھے۔ پس جب میں نے انہیں خوب غور سے دیکھا، تو خدا کی قسم! انہیں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے

(أ) ابن منذر، ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہ مل سکی۔

(ب) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۷، ص ۲۳، رقم: ۶۲۶۱۔(حکم): امام الہیثمی نے کہا: کہ اس میں موسیٰ بن عبیدہ ہے جوکہ ضعیف ہے۔ دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب سورۃ براۃ، رقم: ۱۱۰۵۲۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، رقم: ۱۰۰۵۵۔

(د) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۷۷، رقم:۱۰۰۵۴۔

عمل سے کوئی مقاربت نہیں تھی، پس جب ان میں سے کسی آدمی کے قول کا حسن تجھے تعجب میں ڈالے تو کہو فَسَیَرَی اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ تو کوئی تجھے حقیر نہیں سمجھے گا۔

(أ) احمد، ابو یعلی، ابن حبان، حاکم، بیہقی نے شعب میں، ابن ابی الدنیا نے الاخلاص میں اور الضیاء نے المختارہ میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی پتھریلی زمین کی چٹان میں بھی عمل کرے گا جس کا نہ کوئی دروازہ ہواورنہ کوئی روشن دان۔تو اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو لوگوں کے لیے وہاں سے اسی طرح نکال لے گا جیسے وہ عمل ہوا۔ واللہ اعلم۔

وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللّٰهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (106)

''اور کچھ لوگ ہیں جن کا کام خدا کے حکم پر موقوف ہے چاہے ان کو عذاب دے اور چاہے معاف کردے اور خدا جاننے والا حکمت والا ہے''۔

(ب) ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ کی تفسیر میں عکرمہؒ نے فرمایا: یہ وہ تین افراد ہیں جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ جانے سے پیچھے رہ گئے۔

(ج) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے ضمن میں مجاہدؒ نے فرمایا: وہ آدمی ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع اور کعب بن مالک ہیں جو کہ اوس وخزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔

(د) ابوالشیخ نے محمد بن کعب سے بیان کیا ہے کہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگلی سے بنی قریظہ کے لیے اشارہ کیا کہ انہیں ذبح کردیا جائے گا۔تو پھر انہوں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے ساتھ خیانت کی ہے۔ چنانچہ یہ آیت نزل ہوئی لَا تَخُونُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ (1) نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے"۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللّٰهِ پس آپ ان میں سے تھے جن کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

(أ) مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، رقم: ۱۱۲۳۰ ؛ ابویعلی ، مسند ابی یعلی ، من مسند ابی سعید الخدری، رقم: ۱۳۷۸ ؛ ابن حبان ، صحیح ابن حبان ، کتاب الحظر والاباحۃ، باب التواضع والکبر والعجب، رقم: ۵۶۷۸ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الرقاق، رقم: ۷۸۷۷ ؛ البیہقی، شعب الایمان، فصل اخلاص العمل للہ عزوجل وترک الریاء، رقم: ۶۵۴۱۔(حکم) : مسند احمد کے محققین نے اس کے اسناد کو ضعیف کہا ہے۔

(ب) ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۷۸، رقم: ۱۰۰۵۷۔

(د) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) الانفال :(۲۷)

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اِمَّا یُعَذِّبُھُمْ کی تفسیر میں سدیؒ کہتے ہیں: چاہے تو وہ انہیں موت دے دے معصیت پر وَاِمَّا یَتُوبُ عَلَیْھِمْ "اور چاہے ان کی توبہ قبول فرمالے"۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کا معاملہ مؤخر کردیا اور پھر اسے منسوخ کردیا اور فرمایا: وَّعَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا۔

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّکُفْرًا وَّتَفْرِیْقًا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ مِنْ قَبْلُ وَلَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰی وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ (107)

''اور (ان میں سے ایسے بھی ہیں) جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور جولوگ خدا اوراس کے رسول سے پہلے جنگ کرچکے ہیں ان کے لیے گھات کی جگہ بنائیں۔اور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارامقصود توصرف بھلائی تھی مگرخداگواہی دیتاہے کہ یہ جھوٹے ہیں''۔

(ب) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں بیان کیا کہ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ انصار میں سے کچھ لوگ تھے جنہوں نے مسجد بنائی۔ ابوعامر(ا) نے انہیں کہا: تم اپنی مسجد بناؤ اور جتنی قوت اور سامان حرب کی تم استطاعت رکھتے ہو اس سے مدد لو اور میں شاہ روم قیصر کی جانب جارہا ہوں اور میں روم سے اس کا لشکر لے کر آتا ہوں اور میں محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو نکال دوں گا۔ پس جب وہ مسجد بنانے سے فارغ ہوئے تو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: ہم اپنی مسجد بنانے سے فارغ ہوچکے ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ اس میں نماز ادا فرمائیں اور برکت کی دعا فرمائیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا لَاتَقُمْ فِیْهِ اَبَدًا.

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۷۸، رقم: ۱۰۰۵۸۔

(ب) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۱۸۷؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ ، ج ۶، ص ۱۸۷۸، رقم: ۱۰۰۶۰، ۱۰۰۷۴؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب جماع ابواب غزوۂ تبوک، ج ۵ ، ص ۲۶۲، ۲۶۳۔

(ا) ابوعامرعبدعمرو صیفی بن نعمان کو ابوعامر الراہب بھی کہاجاتا ہے۔ وہ صحابی رسول ﷺ حنظلہ غسیل الملائکۃ کے والدتھے۔ اپنے قوم کے شریف اور معزز شخص تھے۔لیکن اسلام کے ظہورکے بعد اس سے الگ رہیں اورمنافقت اختیارکی جس پر آپ ﷺ نے انہیں راہب کی بجائے فاسق کا لقب دیا۔اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ (النساء: 142) عبداللہ بن ابی اور ابوعامربن نعمان کے بارے میں نازل ہوئی۔دیکھیں: تفسیرالطبری ، سورۃا لنساء، رقم: ۱۰۷۲۲؛ ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، ج ا، ص ۵۸۳۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے مسجد قبا بنائی تو انصار میں سے کچھ لوگ نکل گئے۔ ان میں سے عبداللہ بن حنیف کا دادا یخدج، ودیعہ بن حزام اور مجمع بن جاریہ انصاری تھے۔ سو انہوں نے مسجد النفاق بنائی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے یخدج کو کہا: اے یخدج!تو ہلاک ہو۔کیا تو نے میرے بارے میں یہ ارادہ کیا ہے۔ جو میں دیکھ رہا ہوں؟ تو اس نے کہا یا رسول اللہ! ﷺ خدا کی قسم! میں نے تو صرف بھلائی کا ارادہ کیا تھا، حالانکہ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کی تصدیق کردی اور یہ ارادہ فرمایا کہ اس کا عذر قبول کر لیں۔تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی:وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یعنی وہ آدمی جسے ابوعامر کہا جاتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ ہرقل کے پاس چلا گیا تھا اور وہ گھات لگاکر انتظار کر رہے تھے کہ جب ابو عامر آئے گا وہ اس میں نماز پڑھے گا اور وہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کریم ﷺ سے لڑتے ہوئے مدینہ طیبہ سے نکل گیا۔

(ب) ابن منذر نے سعید بن جبیرؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: بنی عمرو بن عوف نے مسجد بنائی۔تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائیں اور ان کی مسجد میں نماز ادا فرمائیں، سو آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور مسجد میں نماز ادا فرمائی۔ جب ان کے بھائیوں بنو غنم بن عوف نے یہ دیکھا تو وہ ان سے حسد کرنے لگے اور انہوں نے کہا ہم بھی اسی طرح مسجد بنائیں گے جیسے ہمارے بھائیوں نے بنائی اور ہم بھی رسول اللہ ﷺ کو بلائیں گے اور آپ ﷺ اس میں نماز ادا فرمائیں گے۔ شاید ابو عامر ہمارے پاس سے گزرے تو وہ بھی اس میں نماز پڑھے گا، چنانچہ انہوں نے مسجد بنائی اور رسول اللہ ﷺ کو دعوت دی کہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائیں اور ان کی مسجد میں نماز ادا فرمائیں، جیسا کہ آپ نے ان کے بھائیوں کی مسجد میں نماز ادا فرمائی ہے۔ پس جب قاصد آیا تو آپ ﷺ ان کے پاس آنے کے لیے قیام فرما ہوئے یا آپ ﷺ نے ان کے پاس آنے کا قصد فرمایا تو اللہ تعالٰی نے یہ فرمان نازل فرمایا: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا الیٰ قوله. لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ الآیه.

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۷۹، رقم: ۱۰۰۶۶ ؛ ابن مردویہ کی روایت : الزیلعی، تخریج احادیث الکشاف ، ج ۲ ،ص ۱۰۱، ۱۰۲ میں ملی۔

(ب) ابن منذر کی روایت ان کی دستیاب کتب میں نہیں ملی۔

(أ) ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا سے مراد منافقین ہیں اور حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ سے مراد ابو عامر راہب ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا کے ضمن میں قتادہؒ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مسجد قبا بنائی۔ تو آپ کے خلاف منافقین نے ایک دوسری مسجد بنائی۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ کو دعوت دی تاکہ آپ اس میں نماز ادا فرمائیں۔ تو اللہ تعالی نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ان کے ارادہ پر مطلع فرمادیا۔

(ج) ابن اسحاق اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مالک بن دخشم(۱) کو بلایا اور مالک نے عاصم کو کہا: میرا انتظار کرو، میں اپنے گھر سے آگ لے کر تمہاری طرف آتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنے گھر گیا اور آگ کی کچھ لکڑیاں اٹھائیں۔ پھر وہ بڑی شدت اور تیزی کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوگئے۔ اس میں کام کرنے والے لوگ تھے۔ پس انہوں نے مسجد کو جلادیا اور گرادیا۔ اسے بنانے والے وہاں سے نکل کر بکھر گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کے بارے میں یہ ارشاد نازل فرمایا: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا .... عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ.

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۷۹، رقم:۱۰۰۶۱، '' لِمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ '' سے مراد ابو عامر راہب ہے۔ یہ روایت مجاہدؒ سے مروی نہیں ملی۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶ ، ص ۱۸۷۹، رقم: ۱۰۰۶۴۔

(ج) ابن اسحاق اور ابن مردویہ کی روایت ان کے دستیاب کتب میں نہیں مل سکی۔

(۱) مالک بن الدُخشم بن مالک بن غنم بن عوف بن عمرو بن عوف صحابی رسول ﷺ ہیں۔ غزوۂ بدر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی۔ البتہ عقبہ میں ان کے شریک ہونے کے بارے میں اختلاف پایاجاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں اور معن بن عدی کو مسجد ضرار جلانے کے لیے بھیجا تھا۔جنہوں نے اس کو جلایا۔ دیکھیں: النووی، تہذیب الأسماء ، ج ۱، ص ۴۶۹، رقم: ۵۴۴ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۵، ص ۷۲۱، رقم: ۷۶۳۰۔

(أ) ابن اسحاق اور ابن مردویہ نے ابو رہم(۱) کلثوم بن حصین غفاری سے بیان نقل کیا ہے اور آپ کا شمار ان صحابہ کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان میں شرکت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ذی اوان کے مقام پر نزول فرمایا۔ اس جگہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان دن کی کچھ ساعتوں کا فاصلہ ہے۔ اور جب مسجد ضرار بنائی گئی تو وہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ ﷺ غزوۂ تبوک کی تیاری فرمارہے تھے اور انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ہم نے بیماروں، حاجت مندوں، شدید سردی کی راتوں اور بارش والی راتوں کے لیے مسجد بنائی ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں اور آپ اس میں نماز ادا فرماکر ہمارے لیے دعائے برکت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں سفر کے لیے تیار ہوں ان شاء اللہ اگر ہم واپس آئے۔ تو تمہارے پاس آئیں گے اور اس میں تمہارے لیے دعا مانگیں گے۔ پس جب آپ ﷺ نے ذی اوان میں نزول فرمایا۔ تو آپ کے پاس مسجد کی خبر پہنچی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بنی سالم بن عوف کے بھائی مالک بن دخشم، معن بن عدی(۲) اور اس کے بھائی عاصم بن عدی کو بلایا ان دونوں بھائیوں میں سے ایک تیزی کے ساتھ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: تم دونوں اس مسجد کی طرف جاؤ، اسے بنانے والے ظالم ہیں۔ پس تم اسے گرادو اور جلادو۔ پس یہ دونوں بڑی تیزی کے ساتھ نکلے۔ یہاں تک کہ بنی سالم بن عوف میں پہنچ گئے۔ اور وہ مالک بن دخشم کا قبیلہ تھا۔ تو مالک نے معن سے کہا: میرا انتظار کرو حتی کہ میں تمہاری جانب آتا ہوں۔ وہ اپنے گھر داخل ہوئے اور کھجور کی کچھ شاخیں اٹھائیں اور انہیں آگ لگائی۔ پھر وہ باہر نکلے اور دونوں بڑی تیزی کے ساتھ مسجد میں داخل ہوگئے۔ اس میں اسے بنانے والے موجود تھے۔پس انہوں نے اسے جلادیا اور گرادیا تو وہ وہاں سے بکھر کر بھاگ گئے۔ انہیں کے بارے میں قرآن کریم میں یہ آیات نازل ہوئیں: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُواْ مَسْجِداً ضِرَاراً .الی آخرہ.

(أ) ابن اسحاق کی روایت : ابن ہشام ، سیرت ابن ہشام ، ج ۲ ، ص ۵۲۹، ۵۳۰ پر ملی ؛ اور ابن مردویہ کی روایت : الزیلعی ،تخریج احادیث الکشاف ، ج ۲،ص ۱۰۱ پر ملی۔

(۱) ابورُھم کلثوم بن حصین غفاری رضی اللہ عنہ مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد ایمان لائے اور ان کے ساتھ غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے۔ انھوں نے بیعت شجرہ میں بھی شرکت کی۔ دیکھیں: ابن جوزی، صفۃ الصفوۃ، ص ۲۱۸، رقم: ٦٧ ؛ الزرکلی، لأعلام، ج ۵، ص ۱۲۱۔

(۲) معن بن عدی بن جدّ بن عجلان ، عاصم بن عدی کے بھائی تھے۔ ان کو نبی کریم ﷺ نے مالک بن دُخشم کے ساتھ مسجد ضرار جلانے کے لیے بھیجا تھا۔وہ عقبہ، بدر اور دوسرے مشاہد میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک رہیں۔دیکھیں: ابونعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۵، ص ۲۵۴۰ ؛ الذہبی، سیرأعلام النبلاء، ج ۱، ص ۳۲۰، رقم: ٦٤۔

(أ) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد باری تعالٰی وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا کی تفسیر میں ضحاک نے کہا: یہ انصار میں سے کچھ لوگ تھے جنہوں نے مسجد قباء کے قریب ایک مسجد بنائی۔ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ مسجد قباء وہ مسجد ہے جو اسلام میں سب سے پہلے بنائی گئی ہے۔

(ب) ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ابن اسحاق کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار بنائی تھی وہ بارہ افراد تھے یعنی جذام بن خالدبن عبید بن زید، ثعلبہ بن حاطب، ہزار بن امیہ، معتب بن قشیر، ابو حبیبہ بن ازعر، عبادبن حنیف، جاریہ بن عامر، ابنا مجمع (مجمع کے بیٹے) زید، نبتل بن حارث، بخدج بن عثمان اور ودیعہ بن ثابت۔

(ج) ابن ابی حاتم نے وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا کے ضمن میں سدیؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے اہل قبا کو نقصان پہنچایا۔ اور تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ کی تفسیر میں کہا: چونکہ اہل قباء تمام کے تمام مسجد قباء میں نماز پڑھتے تھے تو مسجد قباء سے چھوٹی مسجد بنا دی گئی تو جو وہاں حاضر ہوتے تھے وہ اسی میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ اور وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَى کے بارے میں کہا: کہ انہوں نے قسم کھائی کہ انہوں نے بھلائی اور نیکی کے سوا کوئی ارادہ نہیں کیا۔

رہا اللہ تعالٰی کاارشادگرامی : لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ.

(د) ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ترمذی، نسائی، ابویعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابوالشیخ، حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۷۹، رقم: ۱۰۰۶۳۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، رقم:۱۰۰۶۷۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۷۹ ، رقم:۱۰۰۶۵، ۱۰۰۷۳۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰت، باب فی المسجد الذی أسس علی التقوی، رقم: ۷۵۲۰ ؛ مسندأحمد، مسندالمکثرین من الصحابۃ، مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ، رقم: ۱۱۰۴۶، ۱۱۱۸۷، ۱۱۸۴۶، ۱۱۸۶۴ ؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب: بیان أن المسجد الذی أسس علی التقوی، رقم: ۱۳۹۸ ؛ الترمذی، سنن الترمذی، کتاب أبواب الصلاۃ، باب المسجدالذی أسس علی التقوی، رقم: ۳۲۲، ۳۰۹۹ ؛ النسائی، السنن الکبریٰ، کتاب المساجد، باب المسجد أسس بنیانہ علی التقوی، رقم: ۷۷۶، ۱۱۲۲۸ ؛ ابویعلی، مسند ابی یعلی، من مسند أبی سعید الخدری، رقم: ۹۸۵ ؛ تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۲۲۰، ۱۷۲۲۲ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۸۱، رقم: ۱۰۰۷۵ ؛ صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ ، باب المساجد، رقم: ۱۶۰۶، ۱۶۲۶ ؛ الحاکم، المستدرک، أول کتاب المناسک، رقم: ۱۷۹۱ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب المسجد الذی أسس علی التقوی، وفضل الصلاۃ، ج ۵، ص ۵۴۴، ۵۴۵۔

آدمیوں کا اختلاف ہو گیا۔ ایک آدمی بنی خدرہ(۱) میں سے تھا۔ اور ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں کہ میرے اور بنی عمر و بن عوف کے ایک آدمی کے درمیان اس مسجد کے بارے میں عداوت ہوگئی جس مسجد کو تقویٰ کی بنیاد پر بنایا گیا تھا۔ پس خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی مسجد ہے (یعنی مسجد نبوی) اور عمری نے کہا: اس سے مراد مسجد قباء ہے۔ پس وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور دونوں نے آپ ﷺ سے اس کے بارے میں استفسار کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ مسجد ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی مسجد۔ اور فرمایا: اس میں خیر کثیر ہے یعنی مسجد قباء میں۔

(أ) ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، زبیر بن بکار نے اخبار المدینہ میں، ابویعلی، ابن حبان، طبرانی، حاکم نے الکنی میں اور ابن مردویہ نے سہل بن سعد الساعدیؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مقدس میں دو آدمیوں کا اس مسجد کے بارے میں اختلاف ہو گیا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ تو ان میں سے ایک نے کہا: اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی مسجد ہے (یعنی مسجد نبوی) اور دوسرے نے کہا: وہ مسجد قباء ہے۔ پس وہ دونوں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور اس کے بارے میں استفسار کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ میری یہ مسجد ہے۔

(ب) ابن ابی شیبہ، احمد، ابن منذر، ابوالشیخ، ابن مردویہ، خطیب اور الضیاء نے المختارہ میں بیان کیا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی کریم ﷺ سے اس مسجد کے بارے میں سوال کیا، جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ میری مسجد ہے۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوۃ، باب فی المسجد الذی أسس علی التقویٰ، رقم: ۷۵۲۲؛ مسند أحمد، تتمۃ مسند الأنصار، حدیث ابو مالک سہل بن سعد، رقم: ۲۲۸۰۵، ۲۲۸۰۶، ۲۲۸۳۸؛ عبد بن حمید، المنتخب من مسند عبد بن حمید، سہل بن سعد الساعدی، رقم: ۴۶۷؛ صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ، باب المساجد، رقم: ۱۶۰۴؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۶، ص ۲۰۷، رقم: ۶۰۲۵۔ (حکم): مسند أحمد کے محققین نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوۃ، باب فی المسجد الذی أسس علی التقویٰ، رقم: ۷۵۲۸، ۳۲۵۲۳؛ مسند أحمد، مسند الأنصار، حدیث سہل بن سعد عن أبی بن کعب، رقم: ۲۱۱۰۶، ۲۱۱۰۷؛ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۷۹؛ الضیاء، الأحادیث المختارۃ، ج ۲، ص ۶۸، رقم: ۱۱۳۳۔ (حکم): مسند أحمد کے محققین نے اس روایت کو صحیح کہا ہے جبکہ اس کے سند کو عبداللہ بن عامر الأسلمی کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ ان کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے۔

(۱) خدرہ: خدرۃ بن عوف قحطانی قبائل میں سے ازد کے بطن خزرج کی ایک شاخ ہے۔ خدرۃ بن عوف بن حارث بن خزرج بن حارثہ بنوخدرہ کہلاتے ہیں۔ دیکھیں: عمر رضا، معجم قبائل العرب، ج ۱، ص ۳۲۳۔

(أ) طبرانی اور الضیاء المقدسی نے المختارہ میں زیدبن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس مسجد کے بارے میں پوچھا گیا جس کی بنیادتقویٰ پر رکھی گئی۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ میری یہ مسجد ہے۔

(ب) ابن ابی شیبہ، ابن مردویہ اور طبرانی نے عروہ کی سند سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا کہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی وہ نبی کریم ﷺ کی مسجد ہے۔عروہ نے کہا: مسجد نبوی اس سے بہتر ہے۔ بلاشبہ یہ آیت مسجد قباء کے بارے میں نازل کی گئی ہے۔

(ج) ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ مسجد نبوی ہے۔

(د) ابن ابی شیبہ ، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیاہے کہ ابوسعیدخدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ مسجد جس کی بنیادتقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ مسجدنبوی ہے۔

(ھ) زبیر بن بکار، ابن جریر اور ابن منذر نے عثمان بن عبید اللہ(۱) کی سند سے ابن عمر، ابو سعید خدری اور زیدبن ثابت رضی اللہ عنہم سے بیان کیا ہے کہ ان تمام نے کہا: وہ مسجد جس کی بنیادی تقویٰ پر رکھی گئی ہے ، وہ مسجد

(أ) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۵، ص ۱۳۳، رقم: ۴۸۵۴۔(حکم) : امام الہیثمی نے کہاکہ اس کی سند میں عبداللہ بن عامرأسلمی ہے جوکہ ضعیف ہے۔ دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فی المسجد الذی أسس علی التقوی، رقم: ۵۸۹۵۔

(ب) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۵، ص ۱۲۶، رقم: ۴۸۲۸۔(حکم) : یہ روایت مرفوع اور موقوف دونوں طریقوں سے مروی ہے۔اس کے مرفوع سند میں عبداللہ بن عامر أسلمی ضعیف راوی ہے۔ جبکہ موقوف سندکے راوی الصحیح کے راوی ہیں۔ موقوف سندمیں عروہ بن زبیرکے یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ : ''مسجد نبوی اس سے بہتر ہے بلاشبہ یہ آیت مسجد قباء کے بارے میں نازل کی گئی ہے''۔امام الہیثمی نے فرمایا: عروہ نے یہ الفاظ اس لیے کہے کہ ان کو مرفوع روایت کا علم نہیں تھا۔ (واللہ أعلم)۔دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب سورة براۃ، رقم: ۱۱۰۵۶۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوۃ، باب فی المسجد الذی أسس علی التقوی، رقم: ۷۵۲۳۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوۃ، باب فی المسجد الذی أسس علی التقوی، رقم: ۷۵۲۱۔

(ھ) تفسیرالطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۲۰۲۔

(۱) عثمان بن عبیداللہ المدنی، سعیدبن العاص کے غلام تھے۔انھوں نے محرزبن ابوہریرۃؓ اور عبداللہ بن عمرؓ سے کسب علم کیا۔ان سے عیسی بن میناء اور محمد بن جعفربن ابی کثیرنے روایتیں کی ہیں۔دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۶، ص ۲۳۲، رقم: ۲۲۶۲ ؛ ابن حبان، الثقات ، ج ۷ ، ص ۱۹۰، رقم: ۹۶۱۰۔

الرسول ﷺ ہے۔

(أ) ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن المسیبؒ نے کہا: وہ مسجد جس کی بنیادتقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ مدینہ طیبہ کی مسجد ہے۔

(ب) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد مسجد قبا ہے۔

(ج) ابوالشیخ نے ضحاکؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد مسجد قبا ہے۔

(د) ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن ماجہ نے اسیدؓ[1] بن ظہیرہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مسجد قبا میں ایک نماز ادا کرنا عمرہ کرنے کے برابر ہے" ترمذی نے کہا ہم اسید بن ظہیرہ کے بارے میں کوئی شے نہیں جانتے جو کہ اس حدیث کے سوا صحیح ہو۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوۃ، باب فی المسجد الذی اُسس علی التقوی، رقم: ۷۵۲۵۔

(ب) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۲۱۲ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، رقم: ۱۰۰۷۶ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب جماع أبواب غزوۃ تبوک، ج ۵، ص ۲۶۲، ۲۶۳۔

(ج) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، باب فی مسجد قباء، رقم: ۲۳۵۲۴ ؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب أبواب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی مسجد قباء، رقم: ۳۲۴ ؛ الحاکم، المستدرک، أول کتاب المناسک، رقم: ۱۷۹۲ ؛ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب إقامۃالصلاۃ، باب ماجاء فی الصلاۃفی مسجد، رقم: ۱۴۱۱۔(حکم): صحیح البانی، صحیح سنن ترمذی، حدیث رقم: ۲۶۷۔

(۱) أسید بن ظہیر: الدرالمنثور کے زیر استعمال مطبوعہ میں '' أسید بن ظہیرۃ'' ہے جب کہ تمام کتب تخریج میں ظہیر ہے۔ أسید بن ظہیربن رافع انصاری أوسی، ابوثابت، صحابی، غزوۂ خندق میں شریک ہوئے۔ ان سے مجاہدؒ، عکرمہ بن خالد اور ان کے بیٹے رافع نے روایتیں کی ہیں۔انھوں نے عبدالملک بن مروان کے دورخلافت میں وفات پائی۔دیکھیں: ابونعیم، معرفۃالصحابۃ، ج ۱، ص ۲۶۱ ؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۵، ص ۴۷ ؛ ابن حجر، الإصابۃ، ج ۱، ص ۸۴، رقم: ۱۸۸۔

(أ) ابن سعد نے ظہیر بن رافع[۱] حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے پیر کے دن اور جمعرات کے دن مسجد قبا میں نماز پڑھی وہ عمرہ کے اجر کے ساتھ بدل جاتی ہے۔ (یعنی اسے عمرہ ادا کرنے کا ثواب دیا جاتا ہے)۔

(ب) ابن ابی شیبہ اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے اور حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر پیدل اور سوار ہو کر قبا کی طرف آتے جاتے رہتے تھے۔

(ج) ابن ابی شیبہ، احمد، نسائی اور ابن ماجہ نے سہل بن حنیف سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو نکلا یہاں تک کہ اس مسجد یعنی مسجد قبا میں آیا اور اس میں اس نے نماز ادا کی تو اس کی وہ نماز عمرہ کے برابر ہے۔

(د) ابن ابی حاتم نے محمد بن سیرین سے بیان کیا ہے کہ وہ یہ رائے رکھتے تھے کہ ہر وہ مسجد جو مدینہ طیبہ میں بنائی گئی اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، باب فی مسجد قباء، رقم: ۳۲۵۲۶ ؛ الحاکم ، المستدرک، أول کتاب المناسک، رقم: ۱۷۹۳۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوۃ، باب فی الصلاۃ فی مسجدقباء، رقم: ۷۵۳۰ ؛ مسنداحمد، مسندالمکیین، حدیث سہل بن حنیف، رقم: ۱۵۹۸۱ ؛ سنن النسائی، کتاب المساجد، باب فضل مسجدقباء والصلاۃ فیہ، رقم: ۶۹۹ ؛ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب إقامۃ الصلاۃ، باب ماجاء فی الصلاۃ فی مسجدقباء ، رقم: ۱۴۱۲۔(حکم): مسنداحمد کے محققین نے کہا: یہ روایت اپنی شواہد کے ساتھ صحیح ہے اور اس کا سند حسن ہے۔

(د) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۸۲، رقم: ۱۰۰۷۸۔

(۱) ظہیربن رافع بن عدی بن زیدبن جشم بن حارثہ عقبی، بدری صحابی ہیں۔وہ رافع بن خدیج کے چچا تھے۔کوفہ میں سکونت رکھتے تھے۔انھوں نے نبی کریم ﷺ سے ایک ہی حدیث روایت کی ہے۔ دیکھیں: ابونعیم، معرفۃالصحابۃ، ج ۳،ص ۱۵۷۷ ؛ البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۳، ص ۴۴۴۔

(أ) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ عمار ذہبی(ا) نے کہا: میں مسجد قبا میں داخل ہوا تاکہ اس میں نماز ادا کروں۔ تو ابو سلمہ نے مجھے دیکھ لیا او کہا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تو اس مسجد میں نماز پڑھے جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ تو انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ جگہ جو گنبد اور قبلہ کے درمیان ہے اس کا اضافہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔

لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ (108)

’’تم اس (مسجد)میں کبھی (جاکر) کھڑے بھی نہ ہو۔البتہ وہ مسجدجس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس قابل ہے کہ اس میں جایا(اورنماز پڑھا)کرو۔اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کوپسندکرتے ہیں۔اور خداپاک رہنے والوں کوہی پسندکرتا ہے‘‘۔

(ب) ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ آیت اہل قبا کے بارے میں نازل ہوئی: فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا فرمایاوہ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے پس انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۸۲، رقم: ۱۰۰۷۷۔

(ب) ابوداؤد، سنن ابی داؤد ، کتاب الطہارۃ، باب فی الاستنجاء بالماء، رقم: ۴۴ ؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب التفسیر، سورۃالتوبۃ، رقم: ۳۱۰۰ ؛ ابن ماجہ کتاب الطہارۃوسننہا، باب الاستنجاء بالماء، رقم:۳۵۷۔ **(حکم)**: صحیح۔ (البانی، صحیح سنن ابی داؤد، رقم حدیث: ۴۴)۔

(ا) عمارذہنی : الدرالمنثور میں ’’ الذہبی‘‘ لکھاہوا ہے جبکہ کتاب التخریج ’’تفسیرابن ابی حاتم‘‘ میں عمارذہنی ہے۔

عمارذہنی ، ابومعاویہ بجلی، کوفی، ابومعاویہ شیعہ عالم ہیں جوکوفہ کے رہنے والے تھے۔انھوں نے سعیدبن جبیر، ابراہیم نخعی اور ابوطفیل سے علم حاصل کیا۔ ان کے تلامذہ میں شعبہ، الثوری، شریک، ابن عیینہ اور ان کا بیٹا معاویہ بن عمار اور دیگر لوگ شامل ہیں۔امام احمد نے انھیں ثقہ کہاہے۔ دیکھیں: الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۸، ص ۵۰۰ ؛ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۶، ص ۳۹۰، رقم: ۲۱۷۵۔

(أ) طبرانی، ابوالشیخ، حاکم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی فِیۡہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّتَطَھَّرُوۡا تو رسول اللہ ﷺ نے عویم بن ساعدہ(۱) رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا اور فرمایا: یہ کون سی طہارت اور پاکیزگی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے؟ تو انہوں نے جواباً عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ہم میں سے کوئی مرد اور عورت جب قضائے حاجت (پیشاب) سے فارغ ہوتے ہیں تو وہ بالضرور اپنی شرم گاہ کو دھوتے ہیں۔ یا یہ کہا۔ کہ وہ اپنی مقعد کو دھوتے ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بس یہی وہ طہارت ہے۔

(ب) امام احمد، ابن خزیمہ، طبرانی، حاکم اور ابن مردویہ نے عویم بن ساعدہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس مسجد قبا میں تشریف لائے اور فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مسجد کے قصہ میں طہارت و پاکیزگی کی بناء پر تمہاری انتہائی خوب صورت تعریف بیان فرمائی ہے۔ سو وہ کون سی طہارت ہے جس کے ساتھ تم صاف ستھرا رہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: خدا کی قسم یا رسول اللہ ﷺ! ہم کچھ بھی نہیں جانتے سوائے اس کہ ہمارے پڑوس میں یہودی رہتے ہیں اور قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد اپنی شرم گاہوں کو دھوتے ہیں۔ پس ہم بھی ان کے دھونے کی طرح دھوڈالتے ہیں۔

(أ) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۱، ص ۶۷، رقم: ۱۱۰۶۵ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الطہارۃ، رقم: ۶۷۲۔(حکم): امام الہیثمی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔اس میں ابن اسحاق ہے جو مدلس ہے، باقی رجال ثقہ ہیں۔دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب الطہارۃ، باب الاستنجاء ، رقم: ۱۰۵۵، ۱۰۰۵۷۔

(ب) مسند احمد، مسند المکیین، حدیث عویم بن ساعدۃ، رقم: ۱۵۴۸۵؛ ابن خزیمۃ، صحیح ابن خزیمہ، کتاب الوضوء ، باب ذکر ثناء اللہ عزوجل، رقم: ۸۳ ؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۷، ص ۱۴۰، رقم: ۳۴۸ ؛ الحاکم ، المستدرک ، کتاب الطہارۃ، رقم: ۵۵۵۔ (حکم): مسند احمد کے محققین نے اس روایت کو حسن لغیرہ اور سند کو ضعیف کہا ہے۔ابواُویس کے حفظ پر اَئمہ نے تکلم کیا ہے اور شرحبیل بن سعد الخطمی کو ضعیف کہا ہے۔امام الہیثمی نے بھی کہا کہ :اس کی سند میں شرحبیل ہے جن کو امام مالک، ابن معین اور ابوزرعہ نے ضعیف کہا ہے۔ جب کہ ابن حبان نے ان کو ثقہ کہا ہے۔دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب الطہارۃ، باب الاستنجاء، رقم: ۱۰۵۴۔

(۱) عویم بن ساعدۃ بن عائش بن قیس انصاری، ابوعبدالرحمٰن بدری صحابی ہیں۔ عقبہ اولیٰ اور ثانیہ میں شریک ہوئے۔نبی کریم ﷺ نے اُن کے اور عمر فاروقؓ کے درمیان رشتۂ مواخات قائم کیا تھا۔ابن سعد کے مطابق انھوں نے خلافت عمر میں ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابونعیم ، معرفۃ الصحابۃ، ج ۴، ص ۲۱۱۶ ؛ الذہبی، سیر اُعلام النبلاء، ج ۱، ص ۵۰۳ ، رقم: ۹۰۔

(أ) ابن ماجہ، ابن منذر ، ابن ابی حاتم، ابن جارود(۱) نے منتقی میں، دارقطنی، حاکم، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے طلحہ بن نافع سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھے ابوایوب، جابر بن عبداللہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم تمام نے بتایا کہ مذکورہ آیت جب نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے گروہ انصار! بلاشبہ اللہ تعالٰی نے طہارت و پاکیزگی کی بنا پر تمہاری انتہائی خوب صورت تعریف کی ہے۔ تمہاری وہ طہارت وپاکیزگی کون سی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہم نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اور جنابت کی حالت میں غسل کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: نہیں۔ مگر یہ کہ جب ہم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہوتو وہ پانی کے ساتھ استنجاء کرنا زیادہ پسند کرتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہی وہ طہارت ہے پس تم اس پر کار بند رہو۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے مصنف میں مجمع بن یعقوب(۲) بن مجمع سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: وہ کون سی طہارت اور پاکیزگی ہے جس پر اللہ تعالٰی نے تمہاری تعریف کی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم اپنی سرینوں کو دھوتے ہیں۔

(أ) ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ ، کتاب الطہارۃ وسننہا، رقم: ۳۵۵ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۸۲ ، رقم: ۱۰۰۷۹ ؛ ابن الجارود، عبداللہ بن علی بن جارود، المنتقی، تحقیق:عبداللہ عمرالبارودی، مؤسسۃالکتاب الثقافیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸م، کتاب الطہارۃ، باب الاستنجاء بالماء، رقم: ۴۰؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الطہارۃ، رقم: ۵۵۴ ؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳۸، رقم: ۲۲۹، ۲۳۰۔ (حکم): صحیح۔ دیکھیں: البانی، صحیح سنن ابن ماجہ، حدیث رقم: ۲۸۵۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارات، باب من کان یقول اذا خرج من الغائط، رقم: ۱۶۲۹۔

(۱) ابن الجارود: ابومحمد، عبداللہ بن علی نیشاپوری، المنتقی فی السنن کے مصنف، حافظ اور مکہ کے مجاور تھے۔انھوں نے ابوسعیداُشج، احمد بن اَزہر اور احمد بن یوسف سے تحصیل علم کیا۔ ان سے ابوالقاسم طبرانی، محمد بن جبریل اور دیگرلوگوں نے کسب علم کیا۔ انھوں نے ۳۰۷ھ (۹۵۴م) کو وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۱۴، ص ۲۳۹، رقم: ۱۴۳ ؛ الذہبی، تذکرۃالحفاظ، ج ۳، ص ۷۹۴ ؛ الزرکلی، الاعلام، ج ۴، ص ۱۰۴۔

(۲) مجمع بن یعقوب بن مجمع انصاری، ابوعبداللہ مدنی اپنے والداور ربیعہ الرائی سے روایت کرتا ہے۔ان سے اہل مدینہ نے روایتیں لی ہیں۔انھوں نے ۱۶۰ھ کو وفات پائی۔ ابن حجر نے انھیں صدوق کہا ہے۔ دیکھیں:ابن حجر، تقریب التہذیب، ص ۵۲۰، رقم: ۶۴۹۰ ؛ ابن حبان ، الثقات، ج ۷، رقم: ۴۹۸ ؛الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۹، ص ۵۸۶۔

(أ) ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری نے تاریخ میں، ابن جریر، بغوی نے معجم میں طبرانی، ابن مردویہ اور ابونعیم نے المعرفہ میں ذکر کیا ہے کہ محمد بن عبداللہ بن سلام[۱] نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اس مسجد میں تشریف لائے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تو فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے طہارت وصفائی کی بنیاد پر تمہاری بہت اچھی تعریف کی ہے، کیا تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ گے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُواْ وَاللّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ہم تورات میں پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کے بارے میں لکھا ہوا پاتے تھے اور ہم آج اس کے مطابق عمل کر رہے ہیں۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے شعبیؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اہل قبا سے فرمایا: کون سا وہ اچھا عمل ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری اتنی خوب صورت تعریف کی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم میں سے کوئی بھی نہیں ہے مگر یہ کہ وہ بیت الخلاء میں پانی کے ساتھ استنجاء کرتا ہے۔

(ج) ابن ابی شیبہ نے جعفرؒ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت اہل قبا کے بارے میں نازل ہوئی: فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُواْ وَاللّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ.

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارات، باب من کان یقول اذا خرج من الغائط ، رقم: ۱۶۳۰ ؛ مسند احمد، تتمۃ مسند الانصار، حدیث محمد بن عبداللہ بن سلام، رقم: ۲۳۸۳۳ ؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۱، ص ۱۸، رقم: ۹ ؛ تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۲۲۹ ؛ البغوی کی روایت ملی: ابن حجر، الإصابۃ، ج ۶، ص ۲۲، رقم: ۷۷۹۲ ؛ ابونعیم ، معرفۃ الصحابۃ، ج ۱، ص ۱۷۶، رقم: ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲۔ (حکم): مسند احمد کے محققین نے اس روایت کی سند کو شہر بن حوشب کی ضعف کی وجہ سے ضعیف کہا ہے، باقی رجال ثقہ ہیں۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارات، باب من کان یقول اذا خرج من الغائط، رقم: ۱۶۳۱۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارات ، باب من کان یقول اذا خرج من الغائط، رقم: ۱۶۳۲۔

(۱) محمد بن عبداللہ بن سلام خزرجی انصاری صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں۔ وہ یوسف بن یعقوب کی اولاد میں سے تھے۔ان کے والد یہودیوں کے بہت بڑے عالم اور کبار صحابہ میں سے تھے۔ محمد بن عبداللہ نبی کریم ﷺ سے اہل قباء کے بارے میں روایات بیان کرتا ہے۔دیکھیں: ابن حجر، الإصابۃ، ج ۶، ص ۲۲، رقم: ۷۷۹۲ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۳، ص ۴۳۰، رقم: ۲۳۶۴ ؛ ابونعیم ، معرفۃ الصحابۃ، ج ۱ص ۱۷۶۔

(أ) عبدالرزاق نے مصنف میں اور طبرانی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل قباء کو فرمایا: وہ کون سی طہارت اور صفائی ہے جس کے سبب تمہیں اس آیت میں خاص کیا گیا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ہم میں سے کوئی بھی قضائے حاجت سے فارغ ہوکر باہر نہیں نکلتا مگر یہ کہ وہ اپنی مقعد کو دھوتا ہے۔

(ب) عبدالرزاق اور ابن مردویہ نے عبداللہ بن حارث بن نوفل(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہل قباء سے پوچھا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بہت خوب صورت تعریف فرمائی ہے(اس کا سبب کیا ہے) تو انہوں نے عرض کی: ہم پانی سے استنجاء کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اسی بناء پر تمہاری تعریف کی گئی پس تم اس پر ہمیشہ کار بند رہو۔

(ج) ابن جریر اور ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ عطاءؒ نے کہا: اہل قباء میں سے ایک گروہ نے پانی کے ساتھ وضو شروع کیا تو ان کے بارے میں مذکورہ آیت نازل کی گئی۔

(د) ابن جریر اور ابن مردویہ نے خزیمہ بن ثابت(۲) سے یہ قول نقل کیا کہ ہم میں سے ایسے لوگ تھے کہ جب وہ قضائے حاجت سے فارغ ہوتے تھے تو پیشاب کے اثر کو دھوڈالتے تھے۔ پس انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ۔

(أ) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۸، ص ۱۲۱، رقم: ۷۵۵۵۔ امام طبرانی نے عبدالرزاق کے طریق سے یہ روایت بیان کی ہے۔

(ب) روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۲۴۳۔

(د) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۲۳۲۔

(۱) عبداللہ بن حارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب اور اس کے والد کو صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ ان سے ان کے بیٹے عبداللہ اور ابوسلمہ نے روایتیں بیان کی ہیں۔دیکھیں: ابونعیم ، معرفۃ الصحابۃ، ج ۳، ص ۱۶۱۷ : البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۴، ص ۱۷۔

(۲) خزیمہ بن ثابت بن فاکہ بن ثعلبۃ،انصاری، ابوعمارۃ، ذوشہادتین صحابی ہیں۔جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں اُوس کے معزز اور اشراف لوگوں میں سے تھے۔ فتح مکہ کے دن بنوخطمہ کا علم آپ کے ہاتھ میں تھا۔جنگ صفین میں علیؓ کے ساتھ شریک ہوئے اور اس میں ۳۷ سال کی عمر میں شہادت پائی۔ دیکھیں:البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۲، ص ۲۴۸ : ابونعیم ، معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، ص ۹۱۳ : الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۲، ص ۴۸۵، رقم: ۱۰۰۔

(أ) ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ وہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُواْ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ؟تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے ہیں اور وہ جنبی حالت میں ساری رات سوئے نہیں رہتے۔

(ب) ابن سعد، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے عروۃ بن زبیر کی سند سے یہ بیان کیا ہے کہ عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں جن بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُواْ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں وہ وہی لوگ ہیں جن سے عویم بن ساعدہ ہیں اور ہم تک ایسی خبر نہیں پہنچی کہ جس میں آپ نے عویم کے سوا کسی آدمی کو متعین کیا ہو۔

(ج) ابن مردویہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے ایک گروہ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے طہارت وصفائی کے بارے میں تمہاری تعریف بیان فرمائی ہے۔ پس وہ تمہاری کون سی طہارت اور صفائی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم بول براز سے پانی کے ساتھ استنجاء کرتے ہیں۔

(د) ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مذکورہ آیت کے بارے میں فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ان سے اس طہارت کے بارے میں پوچھاجس کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف بیان فرمائی؟ توانہوں نے عرض کی: ہم زمانہ جاہلیت میں پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے۔اور جب اللہ تعالیٰ نے نوراسلام عطا فرمایا تو ہم نے اس عمل کو نہیں چھوڑا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو قطعاً نہ چھوڑنا۔

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۸۳، رقم: ۱۰۰۸۱ ؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۴، ص ۱۷۹، رقم: ۴۰۷۰۔
(حکم): امام الہیثمی نے فرمایا: اس کے سند میں واصل بن بن سائب ہے جو ضعیف ہے۔
(ب) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۳، ص ۴۶۰ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۸۲، رقم: ۱۰۰۸۰۔
(ج) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔
(د) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ) ابن مردویہ نے یعقوب بن مجمع(۱) کی سند سے عبدالرحمٰن بن یزید(۲) سے انہوں نے مجمع بن جاریہ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت اہل قباء کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ اپنی دبروں کو پانی کے ساتھ دھوتے تھے۔

(ب) ابن سعد نے موسیٰ بن یعقوب(۳) کی سند سے سری بن عبدالرحمٰن(۴) سے اور انہوں نے عبادہ بن

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۳، ص ۴۵۹، ۴۶۰۔

(۱) یعقوب بن مجمع بن یزید بن جاریہ انصاری مدنی، مجمع بن یعقوب کے والد تھے۔ وہ اپنے چچا عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت بیان کرتا ہے۔جب کہ ان سے ان کے بیٹے مجمع بن یعقوب نے روایتیں بیان کی ہیں۔ ابن حجر نے انھیں مقبول کہا ہے۔دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۸، ص ۳۹۴، رقم: ۳۴۵۴ ؛ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۹، ص ۲۱۵، رقم: ۸۹۸؛ ابن حجر، تقریب التھذیب، ص ۶۰۸، رقم: ۷۸۳۲۔

(۲) عبدالرحمٰن بن یزیدبن جاریۃانصاری مدنی، ابومحمد، تابعی، حدیث کے ثقہ راویوں میں سے ہیں۔وہ نبی کریم ﷺ کے عہدمبارک میں پیداہوئے۔ وہ مجمع بن جاریہ ، خنساء بن خدام اور ابولبابہ بن عبدالمنذر سے روایت بیان کرتا ہے۔ ان کے تلامذہ میں قاسم بن محمد، الزہری اور عبداللہ بن محمد شامل ہیں۔ابن سعد نے انھیں ثقہ ، قلیل الحدیث لکھا ہے۔ انھوں نے ۹۳ھ(۷۱۱م) کووفات پائی۔دیکھیں: ابن حبان، مشاہیرعلماء الامصار، ص ۷۳، رقم: ۵۱۲؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۶، ص ۴۱۷ ؛الباجی، سلیمان بن خلف بن سعد، التعدیل والتجریح، تحقیق:ابولبابہ حسین، دارالِلواء للنشر والتوزیع، ریاض، ط۱، ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶م، ج ۲، ص ۸۷۹، رقم: ۹۱۸۔

(۳) موسیٰ بن یعقوب بن عبداللہ بن وہب قریشی زمعی مدنی نے عمربن سعیدالنوفلی اور ابوحازم اُعرج سے تحصیل علم کیا۔ ان کے تلامذہ میں معن بن عیسیٰ اور ابن ابی فدیک شامل ہیں۔ابن حجر نے انھیں صدوق سیّئ الحفظ کہا ہے۔ وہ ۱۴۰ھ(۷۵۷م) کے بعد فوت ہوئے۔ دیکھیں: ابن حجر، تقریب التھذیب، ص ۵۵۴، رقم: ۷۰۲۶ ؛ابن عدی، الکامل، ج ۶، ص ۳۴۲، رقم: ۱۸۴۰۔

(۴) سری بن عبدالرحمٰن کا شمار اہل حجاز میں ہوتا ہے۔وہ عبادبن حمزہ سے روایت بیان کرتا ہے اور ان سے موسیٰ بن یعقوب الزمعی نے روایتیں بیان کی ہیں۔دیکھیں: ابن حبان، الثقات، ج ۶،ص ۴۲۶، رقم: ۸۴۱۲ ؛البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۴، ص ۱۷۵، رقم: ۲۳۹۴۔

حمزہ(۱) سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دیتے سنا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اچھا آدمی اور اہل جنت میں سے ایک آدمی عویم بن ساعدہ ہے۔ موسیٰ نے کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان میں سے ایک عویم ہے جس نے پہلے اپنی مقعد کو پانی کے ساتھ دھویا۔ اس بیان کے مطابق جو مجھ تک پہنچا۔

(أ) ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم نے بیان کیا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو وضو کرتے یا پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرتے۔

(ب) عمر بن شیبہ نے اخبار المدینہ میں ولید بن سندر اسلمی(۲) کی سند سے یحییٰ بن سہل انصاری(۳) سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت اہل قباء کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد اپنی دبریں دھوتے ہیں۔

(ج) عبدالرزاق نے مصنف میں قتادہؒ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بعض انصار کوفرمایا: وہ کون سی پاکیزگی اور طہارت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف بیان کی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: جب ہم بیت الخلاء جاتے ہیں تو پانی کے ساتھ اچھی طرح ستھرائی کرتے ہیں۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارات، باب من کان یحب اذا بال أن یمس الماء، رقم: ۱۱۲۶۔

(ب) عمر بن شبہ کی کتاب ''اخبارمدینہ'' نہیں ملی۔

(ج) مصنف عبدالرزاق میں روایت نہیں ملی۔ البتہ تفسیر صنعانی میں یہ روایت موجود ہے۔دیکھیں: عبدالرزاق، تفسیرالصنعانی، ج ۱، ص ۲۸۸۔

(۱) عبادبن حمزہ: الدرالمنثور میں ''عبادۃ بن حمزۃ'' ہے جبکہ کتب تراجم میں عبادبن حمزہ بن عبداللہ بن الزبیرأ سدیؒ ہے۔وہ عائشہ رضی اللہ عنہاسے روایت کرتاہے اور ان سے ہشام بن عروہ نے روایت لی ہے۔وہ عبدالملک بن حمزہ کے بھائی ہیں۔ابن حجر نے انھیں ثقہ کہاہے۔ دیکھیں: ابن حبان، الثقات، ج ۵،ص ۱۴۱، رقم: ۴۲۶۳؛ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص ۲۸۹، رقم: ۳۱۲۵۔

(۲) ولید بن سندرأسلمی کاترجمہ نہیں ملا۔ الإصابۃ میں '' الولیدبن ابی سندرأسلمی'' لکھاہواہے جویحیٰ بن سہل انصاری سے روایت کرتا ہے۔ دیکھیں: ابن حجر، الإصابۃ، ج ۳، ص ۲۰۸، رقم: ۳۵۶۰۔

(۳) یحیٰ بن سہل انصاری کا ترجمہ نہیں ملا۔

أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَى مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَم مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَاللَّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (109)

'' بھلا جس شخص نے اپنی عمارت کی بنیادخدا کے خوف اور اس کی رضامندی پر رکھی وہ اچھاہے یاوہ جس نے اپنی عمارت کی بنیادگرجانے والی کھائی کے کنارے پر رکھی کہ وہ اس کو دوزخ کی آگ میں لے گری۔ اور خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ''۔

(أ) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ زید بن اسلم نے کہا: أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَى مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ یہ مسجد قباء ہے اور أَم مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى شَفَا جُرُفٍ یہ مسجد ضرار ہے۔

(ب) ابوالشیخ نے ضحاک سے یہ قول بیان کیا ہے مسجد الرضوان وہ پہلی مسجد ہے جو زمانہ اسلام میں مدینہ طیبہ میں بنائی گئی۔

(ج) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حسنؒ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد آپ ﷺ نے تقویٰ پر رکھی۔ تو جب بھی آپ اینٹ اٹھاتے تو کہتے "اَللّٰهُمَّ الْخَيْرَ خَيْرَ الآخِرَةِ" (اے اللہ! بھلائی تو صرف آخرت کی بھلائی ہے) پھر آپ کا بھائی اینٹیں اٹھانے لگا اور وہ بھی اسی طرح کہتا رہا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہاں تک کہ اینٹیں ختم ہوگئیں۔ پھر آپ دوسرے مقام سے اٹھانے لگے اور یہ کہتے رہے "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ" (اے اللہ ! انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما) پھر آپ کے بھائی (صحابہ کرام) انہیں اٹھانے میں شامل ہوگئے اور وہ بھی اسی طرح کہتے جیسے رسول اللہ ﷺ نے کہا یہاں تک کہ اینٹیں اپنے اختتام کو پہنچ گئیں۔

(د) ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت علیؓ کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ أَمْ مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ کا معنی ہے کہ اس کی بنیادیں نارجہنم میں بنائی گئیں۔

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۸۳ ، رقم: ۱۰۰۸۶۔

(ب) روایت نہیں ملی۔

(ج) روایت نہیں ملی۔

(د) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۸۴، رقم: ۱۰۰۸۸۔

(أ) مسدد نے مسند میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے مسجد ضرار سے دھواں اٹھتا دیکھا، جہاں سے وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں گری تھی۔

(ب) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ کی تفسیر میں قتادہؓ نے کہا: خدا کی قسم! وہ آگ میں گرنے سے رک نہیں سکتی۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اس میں ایک جگہ گڑھا بن گیا اور اس سے دھواں اٹھتا دکھائی دیا۔

(ج) ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ کی تفسیر مین ابن جریج نے کہا: منافقین کی مسجد گر پڑی اور اسے آگ میں گرنے سے کوئی نہ بچا سکا۔ تحقیق ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ کچھ لوگوں نے اس میں گڑھا کھودا، تو انہوں نے اس سے دھواں نکلتے دیکھا۔

(د) ابن ابی حاتم نے اسی کے بارے میں سدیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ حکم پورا ہوگیا جب کہ اسے دھنسا دیا گیا۔

(ھ) ابن ابی حاتم نے سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے کہ اس سے مسلسل دھواں اٹھتا رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ اور کہا جاتا ہے کہ وہ جگہ جہنم کی آگ میں ہے۔

(و) ابوالشیخ نے ضحاک کا یہ قول بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں "فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ" وہ کہتے ہیں کہ اس کی بنیادیں جہنم کی آگ میں گر پڑیں۔

(أ) مسدد کی روایت: ابن حجر، المطالب العالیۃ، کتاب التفسیر، باب سورۃ التوبۃ، رقم: ٣٦٢٥ میں ملی؛ تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ١٧٢٤٩ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ٦، ص ١٨٨٤، رقم: ١٠٠٨٩ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الاہوال، رقم: ٨٧٦٣۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ٦، ص ١٨٨٤، رقم: ١٠٠٩٠۔

(ج) ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ٦، ص ١٨٨٤، رقم: ١٠٠٩١۔

(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ٦، ص ١٨٨٤، رقم: ١٠٠٩٢۔

(و) روایت نہیں ملی۔

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِيْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (110)

’’یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں(موجب)خلجان رہے گی (اور ان کو متردد رکھے گی) مگر یہ کہ ان کے دل پاش پاش ہوجائیں۔اور خدا جاننے والا حکمت والا ہے‘‘۔

(أ) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آیت میں رِيْبَةً کا معنی شک ہے اور تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ سے مراد موت ہے۔

(ب) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ سدیؒ نے کہا: کہ میں نے ابراہیم کو کہا کہ تمہاری اس ارشاد کے بارے میں کیا رائے ہے لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِيْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؟تو انہوں نے جواب دیا: ریبۃ سے مراد شک ہے۔ میں نے کہا نہیں۔تو انہوں نے پوچھا: پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے جواب دیا: وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار بنائی ، وہ بناتے وقت کفار تھے۔پھر جب وہ اسلام میں داخل ہوگئے تو وہ مسلسل اس کا ذکر کرنے لگے۔ پس اس کے سبب ان کے دلوں میں گرانی اور مشقت پیدا ہوگئی۔تو انہوں نے اس کے بارے میں باہم گفتگو کی اور کہا: اے کاش ! ہم نے ایسانہ کیا ہوتا۔ اور جب بھی وہ اس کا ذکر کرتے تو اس کے سبب ان کے دلوں میں کلفت اور گرانی واقع ہوجاتی اور وہ نادم ہوتے۔تو ابراہیم نے کہا: استغفراللہ۔

(ج) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے رِيْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ کے بارے میں حبیب بن ابی ثابت نے کہا کہ ان کے دلوں میں غصہ آتا رہے گا اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ یہاں تک کہ وہ مرجائیں۔

(د) ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے کہا: اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ کا معنی ہے مگر یہ کہ وہ مرجائیں۔

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص ١٨٨٤، ١٨٨٥، رقم: ١٠٠٩٤ ؛البیہقی، دلائل النبوۃ، باب:جماع أبواب غزوۃتبوک، ج ٥، ص ٢٦٢، ٢٦٣۔

(ب) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص ١٨٨٥، رقم: ١٠٠٩٥، ١٠٠٠٠۔

(د) ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ایوب[۱] نے کہا: عکرمہ اس طرح قرأت کرتے تھے "إِلاَّ أَن تَقْطَعَ قُلُوْبُهُمْ فِي الْقَبْرِ" (مگر یہ کہ ان کے دل قبر میں پارہ پارہ ہوجائیں)۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ سفیانؒ نے إِلاَّ أَن تَقَطَّعَ قُلُوبُهُم کا یہ معنی بیان کیا ہے مگر یہ کہ وہ توبہ کرلیں۔ اور عبداللہ کے اصحاب اس طرح قرأت کرتے تھے "رِيْبَةً فِي قُلُوْبِهِمْ وَلَوْ تَقَطَّعَتْ قُلُوْبُهُمْ"۔

إِنَّ اللّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً فِي التَّوْرَاةِ وَالإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللّهِ فَاسْتَبْشِرُواْ بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (111)

''خدا نے مؤمنوں سے ان کی جانیں اور اُن کے مال خرید لیے ہیں (اور اس کے)عوض میں ان کے لیے بہشت (تیار کی) ہے۔ یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں۔ یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے۔(جس کا پورا کرنا اسے ضرور ہے) اورخدا سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو۔ اوریہی بڑی کامیابی ہے''۔

(ج) ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ محمد بن کعب قرظیؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: آپ اپنے رب کے لیے اور اپنے لیے جو چاہیں شرط لگا لیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب کے لیے یہ شرط لگا تا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور اپنے لیے یہ شرط لگا تا ہوں کہ تم میری ہر اس شے سے حفاظت کرو جس سے تم اپنے نفسوں اور اپنے مالوں کی حفاظت کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کی: جب ہم ایسا کریں گےتو پھر ہمارے لیے کیا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ تمہارے لیے جنت ہوگی تو انہوں نے کہا نفع بخش بیع ہے۔ ہم اسے فسخ کریں گے اور نہ فسخ کا مطالبہ کریں گے۔ پس مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۸۶، رقم: ۱۰۰۰۱۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۸۶، رقم: ۱۰۰۰۲۔

(ج) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۲۷۰۔

(۱) أیوب السختیانی: (۶۶۔۱۳۱ھ/ ۶۸۵۔۷۴۸م) ایوب بن ابی تمیمۃ، کیسان سختیانی بصری، ابوبکر، تابعی، حافظ حدیث اور اپنے وقت کے بہت بڑے فقیہ تھے۔وہ ثقہ ثبت ہیں۔ ان سے تقریباً ۸۰۰ أحادیث مروی ہیں۔دیکھیں: الزرکلی، الاعلام، ج ۲، ص ۳۸ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۶، ص ۱۵، رقم: ۷ ؛ابن حجر، طبقات المدلسین، ص ۱۹، رقم: ۵۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیاہے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس وقت آپ مسجد میں تھے۔لوگوں نے مسجد میں نعرۂ تکبیر بلند کیا۔تو انصار میں سے ایک آدمی دوسری بار آیا، اس کی چادر کی دونوں طرفیں اس کے کندھوں پر تھیں اورعرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیایہ آیت نازل ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:ہاں۔تو انصاری نے عرض کی: بہت نفع بخش بیع ہے نہ ہم اسے فسخ کریں گے اور نہ فسخ کا مطالبہ کریں گے۔

(ب) ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کسی نے اللہ تعالی کے راستے میں اپنی تلوار سونتی تحقیق اس نے اللہ تعالی کے ساتھ بیع کرلی۔

(ج) ابن سعد نے عباد بن ولید[۱] بن عبادہ بن صامت سے روایت بیان کی ہے کہ عقبہ کی رات اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور اعلان کیا: اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ تم کس پر محمد ﷺ کی بیعت کررہے ہو؟ بلاشبہ تم اس پر آپ ﷺ کی بیعت کر رہے ہو کہ تم عرب وعجم اور جن وانس تمام سے جنگ کرو گے۔تو لوگوں نے کہا: ہماری اس سے جنگ ہے جس نے جنگ کی اور اس سے صلح ہے جس نے صلح کی۔ تو اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ مجھ پر کوئی شرط قائم کردیجے ۔ پس آپ نے فرمایا: تم اس شرط پر میری بیعت کرو، تاکہ تم یہ شہادت دو کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ میں اللہ تعالی کا رسول ہوں۔تم نماز قائم کرو گے، زکوۃ ادا کرو گے، حکم سنوگے اور اطاعت کرو گے جس سے تم اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہو۔ان تمام نے کہا: جی ہاں (ہمیں یہ سب قبول ہے) تو ایک انصار نے یہ کہہ دیا: جی ہاں یا رسول اللہ! ﷺ یہ تو آپ کے لیے ہیں تو ہمارے لیے کیا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جنت اور نصرت۔

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۸۶، رقم: ۱۰۰۰۳۔

(ب) ابن مردویہ کی روایت ان کی دستیاب کتابوں میں نہیں ملی۔ (حکم) :اس روایت کو شیخ البانی نے ضعیف کہاہے۔ دیکھیں: ضعیف الجامع، حدیث رقم: ۵۶۳۱۔

(ج) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۳، ص ۶۰۹۔

(۱) عبادۃ بن ولید بن عبادۃ بن صامت: الدرالمنثور میں ''عباد بن ولید'' ہے جبکہ کتاب التخریج، الطبقات الکبریٰ میں عبادۃ بن ولید ہے۔دیگر کتب تراجم میں بھی اس طرح ہے۔

عبادۃ بن ولید بن عبادۃ بن صامت انصاری، ابوصامت اپنے دادا، عائشۃ ابوأیوب، اپنے والد اور ربیع بنت معوذ سے روایت کرتا ہے۔جبکہ ان سے ابن اسحاق، عبیداللہ بن عمر اور یحیی بن سعید انصاری نے روایتیں بیان کی ہیں۔ابوزرعہ نے انھیں ثقہ کہاہے۔دیکھیں:ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۶، ص ۹۶، رقم:۴۹۶؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۷، ص ۱۳۲۔

(أ) ابن سعد نے شعبیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے ساتھ انصار کے ستر افراد کی طرف عقبہ کے پاس چلے (عباس صاحب رائے تھے) تو عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے گفتگو کرنے والے کو چاہیے کہ وہ گفتگو کرے اور اپنی گفتگو طویل نہ کرے۔ کیونکہ تم پر مشرکین کے جاسوس ہیں۔ اگر انہوں نے تمہارے بارے میں جان لیا تو وہ تمہیں ذلیل ورسوا کریں گے۔ تو ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا اور وہ ابوہ اسعد تھے: یا محمد! ﷺ آپ اپنے رب کے لیے جو چاہیں فرمایئے، اپنے لیے اور اپنے اصحاب کے لیے جو چاہیں فرمادیجئے۔ پھر ہمیں بتایئے کہ جب ہم ایسا کریں گے تو ہمارے لیے اللہ تعالیٰ پر اورآپ پر کون سا اجر اور ثواب ہوگا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب کے لیے تمہیں یہ کہتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی شے کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے لیے اور اپنے اصحاب کے لیے یہ کہتا ہوں کہ تم ہمیں پناہ مہیا کرو، ہماری مدد کرو اور ہماری ان تمام چیزوں سے حفاظت کرو جن سے تم اپنے آپ کی حفاظت کرتے ہو۔ تو انہوں نے عرض کی: جب ہم ایسا کریں گے تو ہمارے لیے کیا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:" تمہارے لیے جنت ہوگی"۔ جب شعبیؒ نے یہ حدیث بیان کی تو کہا: کسی بوڑھے اور جوان نے اس قدر مختصر اور زیادہ بلیغ خطبہ کہیں نہیں سنا۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے ذکر کیاہے کہ حسنؒ نے فرمایا: انفس ہی جنت کی مخلوق اور اموال اس کا رزق ہیں۔

(ج) ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انفس واموال کی قیمت جنت ہے۔ خدا کی قسم یہ ان سے انتہائی اعلیٰ اور ارفع ہے۔

(د) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حسنؒ فرمایا: سطح زمین پر کوئی مومن نہیں، مگر وہ اس بیعت میں داخل ہے۔ اور ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: بیعت کی طرف جلدی سے آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بیع ہر مومن کے ساتھ کی ہے: إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم .

(أ) ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ، ج ۳، ص ۶۰۹۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزہد، باب ما قالوا فی البکاء، رقم: ۳۵۵۷۱۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۲۶۷۔

(د) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۸۶، رقم: ۱۰۰۰۶۔

(أ) ابن منذر نے عیاش بن عقبہ(ا) حضرمی کی سند سے اسحاق بن عبداللہ مدنی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، تو انصار میں سے ایک آدمی رسول اللہﷺ کے پاس حاضر ہوااور آکر پوچھا: یارسول اللہ! ﷺ کیا یہ آیت نازل ہوئی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ تو اس پر انصار نے کہا: نفع بخش بیع ہے، ہم نہ فسخ کریں گے اور نہ فسخ کرنے کا مطالبہ کریں گے۔ عیاش نے کہا: مجھے اسحاق نے بتایا ہے کہ تمام مسلمان اس بیع میں داخل ہیں اور یہ ان میں سے ہے کہ جب اس کی ضرورت پڑے یہ نفع پہنچائے اور مدد کے لیے آپہنچے، اور ان میں سے ایسا آدمی کہ جب اس کی ضرورت پڑے اور وہ مدد کو نہ پہنچے تو وہ اس بیعت سے خارج ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ آیت میں یُقَاتِلُوْنَ کا معنی ہے جو مشرکین سے قتال کرتے ہیں۔ فِـیْ سَبِیْـلِ الـلّٰـهِ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں۔ فَیَـقْـتُـلُـوْنَ اور وہ دشمن کو قتل کرتے ہیں۔ ویُـقْـتَلُوْنَ اور اور مومنین قتل کیے جاتے ہیں۔ وَعْـداً عَـلَـیْهِ حَقّاً یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ جو جنت کا وعدہ کیا ہے وہ بالیقین پورا ہوگا۔ فِیْ التَّوْرَاةِ وَالإِنـجِـیْـلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَی بِعَهْدِهِ مِنَ اللّٰهِ پس کوئی بھی نہیں جو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہو۔ فَـاسْتَبْشِـرُوْا بِبَیْـعِـکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُم "(اے یمان والو!)" پس تم خوشیاں مناؤ ایسے سودے پر جو تم نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے کیا ہے اس وعدے کا اقرارکرتے ہوئے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے۔ وَذٰلِکَ اور قاتل ومقتول کے بارے میں جنت میں جس ثواب کا ذکر کیا ہے۔ هُـوَ الْـفَوْزُ الْعَظِیْم وہ بہت فیروزمندی ہے۔

(ج) عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے فرمایا: بِـأَنَّ لَهُـمُ الجَنَّةَ یعنی ان کے مالوں اور جانوں کا ثمن (قیمت) جنت ہے۔ خدا کی قسم! یہ ان کے لیے انتہائی اعلیٰ اوارفع ثمن ہے۔ وَعْداً عَلَیْهِ حَقّاً فِیْ التَّوْرَاةِ وَالإِنجِیْلِ وَالْقُرْآن فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات وانجیل میں ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ جسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کردیا گیا، للہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم،سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص١٨٨٧، ١٨٨٨، رقم: ١٠٠٠٨، ١٠٠١٣، ١٠٠١٤، ١٠٠١٥۔

(ج) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ١٧٢٦٨۔

(ا) عیاش بن عقبہ بن مکیب حضرمی، ابوعقبہ مصری موسی بن وردان سے روایت بیان کرتا ہے۔اور ان سے ابن مبارک نے روایتیں لی ہیں۔امام نسائی اور دارقطنی نے ان کے بارے میں کہا: لَا بَـأْس بِـهِ۔ انھوں نے ١٦٠ھ (٧٧٧م) میں وفات پائی۔ دیکھیں:السیوطی، حسن المحاضرۃ، ج ١، ص ٢٨١، رقم:١٨٨ ؛ الزرکلی، الأعلام، ج ٥، ص ٩٩۔

(أ) ابن جریر اور ابوالشیخ نے شمر بن عطیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کوئی مسلمان نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی گردن میں بیع کا قلادہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے خرید رکھا ہے) وہ اس کا پورا پورا حق ادا کرے یا اسی پر مرجائے۔ کیونکہ فرمان الٰہی ہے: إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ......الآیہ۔

(ب) ابوالشیخ نے ربیع سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں اس طرح ہے إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّةَ.

(ج) ابوالشیخ نے سدیؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مذکورہ آیت کو لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ (۱) نے منسوخ کردیا ہے۔

(د) ابوالشیخ نے سلیمان بن موسیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تمام مسلمانوں پر مسلمانوں کی مدد کرنا واجب ہے۔ کیونکہ وہ اس بیع میں داخل ہیں جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کے نفسوں کو خرید لیا ہے۔

التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدونَ الآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (112)

’’توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک کاموں کاامر اور بری باتوں سے منع کرنے والے اورخدا کی حدوں کی حفاظت کرنے والے (یہی مومن لوگ ہیں)۔ اور اے پیغمبر! مومنوں کو(بہشت کی) خوشخبری سنادو‘‘۔

(ھ) ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ آدمی جو ان نو صفات پر مرا، وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان ہوا۔ یعنی التَّائِبُونَ العَابِدُونَ ۔ الآیہ۔

(و) ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شہید وہ ہے جس میں اس آیت میں ذکر کردہ نوخصلتیں ہوں۔

(أ) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۲۶۶۔

(ب) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) روایت نہیں ملی۔

(ھ) ابن ابی شیبہ اور ابن منذرکی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(و) ابن منذراور ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) التوبۃ:(۹۱)

(أ) ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حسنؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: التَّـائِبُونَ یعنی وہ جنھوں نے شرک سے توبہ کی اور نفاق سے برأت کا اظہار کیا۔ الْـعَـابِدُونَ اپنے جمیع اوقات میں جنھوں نے اللہ تعالٰی کی عبادت کی۔ خدا کی قسم! نہ وہ ایک مہینہ ہے، نہ دومہینے، نہ ایک سال ہے اور نہ دو سال بلکہ اس طرح جیسا کہ عبد صالح نے کہا: وَ اَوْ صٰـنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیّاً(۱) "اور اسی نے مجھے حکم دیا ہے نماز ادا کرنے کا اور زکوٰۃ دینے کا جب تک میں زندہ رہوں"۔ الْـحٰـمِدُوْنَ فرمایا کہ وہ خوشحالی اور تنگی کے ہر حال میں اللہ تعالٰی کی حمد بیان کرتے ہیں۔ الرَّاکِعُونَ السَّاجِدونَ یعنی وہ فرض نمازوں میں رکوع وسجود کرتے ہیں ۔اَلآمِرُوْنَ بِـالْـمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ نیکی کا حکم نہیں دیتے۔ یہاں تک کہ وہ خود اس کے پابند بن جائیں اور وہ لوگوں کو برائی سے نہیں روکتے ہیں یہاں تک کہ وہ خود اس سے رک جائیں۔ اَلْـحَـافِظُونَ لِحُدُودِ اللّٰهِ یعنی وہ اللہ تعالٰی کے امر کو قائم کرتے ہیں۔وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی انہیں جو جنگ لڑنے کے لیے نہیں نکلے۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ضحاک نے فرمایا:التَّـآئِبُـونَ یعنی جو شرک اور گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ الْعَابِدُونَ یعنی اللہ تعالٰی کے لیے عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔

(ج) ابن جریر، ابن منذر،ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے۔ کہ اس آیت کی تفسیر میں قتادہؒ نے فرمایا: التَّـائِبُونَ یعنی جنھوں نے شرک سے توبہ کی اور اسلام میں ایک دوسرے کے ساتھ نفاق نہیں اپنایا۔ الْـعَـابِدُونَ یعنی ایسی قوم جس نے اپنے دنوں اور رات میں اپنے بدنوں سے حصہ لیا ہے۔ الحَامِدُونَ فرمایا: وہ قوم جو ہر حال میں اللہ تعالٰی کی حمد بیان کرتے ہیں۔السَّـــائِـحُـونَ یعنی ایسی قوم! جس نے اللہ تعالٰی کی رضا چاہنے کے لیے اپنے بدنوں کو روزے کے ساتھ مصروف رکھا۔ فرمایا: وَالْـحَـافِظُونَ لِحُدُودِ اللّٰهِ فرمایا: وہ حلال وحرام میں سے اپنے فرائض کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

(أ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزہد، باب کلام حسن البصری، رقم: ۳۵۳۱۹؛ تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۲۷۳، ۱۷۲۷۴، ۱۷۲۸۰، ۱۷۲۸۲، ۱۷۳۱۴، ۱۷۳۱۶، ۱۷۳۲۰، ۱۷۳۲۳ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۸۸، رقم: ۱۰۰۱۶، ۱۰۰۲۰، ۱۰۰۲۶، ۱۰۰۳۵، ۱۰۰۳۹، ۱۰۰۴۲۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۸۸، رقم: ۱۰۰۱۷، ۱۰۰۲۱۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۲۷۷، ۱۷۲۷۹، ۱۷۲۸۲، ۱۷۳۱۲ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۸۹، ۱۰۰۲۳، ۱۰۰۴۳۔

(۱) مریم : (۳۱)

(أ) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اَلْعَابِدُوْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں۔

(ب) ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے جنہیں جنت کی طرف بلایا جائے گا وہ حمادون ہیں جو کہ خوشحالی اور تکلیف وہ تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے ہیں۔

(ج) ابن مبارک نے روایت کیا کہ سعید بن جبیرؒ نے کہا: سب سے پہلے جنہیں جنت کی طرف بلایا جائے گا وہ ہیں جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ یا فرمایا خوشحالی اور تنگ دستی کی حالت میں (اللہ تعالیٰ کی حمد ثنا کرتے ہیں)۔

(د) بیہقیؒ نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ کو جب ایسا امر پیش آتا جو آپ کو خوش کرتا، تو آپ کہتے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ" (سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کی نعمت کے سبب نیکیاں تکمیل پذیر ہوتی ہیں) اور جب کوئی ایسا واقعہ پیش آتا جسے آپ ناپسند کرتے تو فرماتے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ" (ہر حال میں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں)۔

(ھ) ابن جریر نے عبید بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے "سائحین" کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ روزے رکھنے والے لوگ ہیں۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) البیہقی، شعب الایمان، باب تعدید نعم اللہ عزوجل، رقم: ۴۰۶۳۔(حکم): شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف کہاہے۔دیکھیں: سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ، ج ۲، ص ۹۳، رقم: ۶۳۲۔

(ج) ابن مبارک، الزہد، باب الاخلاص والنیۃ، رقم: ۲۰۶۔

(د) البیہقی، شعب الایمان، باب تعدید نعم اللہ عزوجل، رقم:۴۰۶۵۔(حکم): شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح کہاہے۔دیکھیں: البانی، سلسلۃ الصحیحۃ، ج ۱، ص ۲۶۴، رقم حدیث: ۲۶۵۔

(ھ) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۲۸۶۔(حکم): ابن جریر نے کے نزدیک یہ اثر ہے۔ابن کثیر نے اس کے بارے میں فرمایا: وَهٰذَا مُرْسَلٌ جَيِّدٌ۔یعنی یہ اچھی مرسل روایت ہے۔دیکھیں: ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، سورۃ التوبۃ، ج ۴، ص ۲۲۰۔

(أ) ابن جریر اور ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جہاں بھی اللہ تعالی نے قرآن کریم میں السیاحۃ کا ذکر کیا ہے تو اس سے مراد روزے رکھنے والے لوگ ہیں۔

(ب) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اورابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: السَّآئِحُوْن کا معنی روزے رکھنے والے لوگ ہیں۔

(ج) ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس امت کی سیاحت روزہ ہے۔

(د) فریابی، مسدد نے مسند میں، ابن جریر اور بیہقی نے شعب الایمان میں عبید بن عمیرؒ کی سند سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سائحین کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ روزے رکھنے والے لوگ ہیں۔

(ھ) ابن جریر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابن نجار نے ابوصالح کی سند سے بیان کیا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: السَّائِحُونَ سے مرادروزے رکھنے والے لوگ ہیں۔

(أ) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۳۰۱۔

(ب) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۲۸۹ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۸۹، رقم: ۱۰۰۲۸ ؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۹، ص ۲۲۵، رقم: ۹۰۹۵۔(حکم): امام ہیثمی نے فرمایا کہ اس کی سند میں عاصم بن بہدلہ ہے جس کی ایک جماعت نے توثیق کی ہے جبکہ دوسرے لوگوں نے ضعیف کہاہے، باقی راوی الصحیح کے رجال ہیں۔دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۰۰۵۸۔

(ج) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۳۱۳۔(حکم):تفسیرالطبری کے محقق احمدمحمد شاکر نے اس اثر کے بارے میں کہا کہ:اس میں ابراہیم بن یزیدالخوزی ہے جو متروک الحدیث ہے۔

(د) مسدد کی روایت: ابن حجر، المطالب العالیہ، کتاب التفسیر،باب سورۃالتوبۃ،رقم: ۳۶۲۱ میں ملی؛ تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۲۸۶ ؛البیہقی، شعب الایمان، باب الصیام، رقم:۳۳۰۳۔(حکم): یہ روایت ابن جریراور ابن حجرنے عبیدبن عمیرؒسے مرسلاًروایت کیاہے جبکہ امام بیہقی نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیاہے۔اس کے بارے میں امام بیہقی نے فرمایا: اس روایت کو اتصالاًروایت کیاگیاہے۔جبکہ محفوظ روایت عن ابن عیینہ ، عن عمروعن عبیدبن عمروسے مرسلاً مروی ہے۔

(ھ) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۲۸۷۔

(أ) ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے "السَّائِحُونَ" کے بارے میں استفسار کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ روزہ رکھنے والے لوگ ہیں۔

(ب) ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: السَّائِحُونَ سے مراد روزہ رکھنے والے لوگ ہیں۔

(ج) ابن جریر اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا: **السَّائِحُونَ** سے مراد روزہ رکھنے والے لوگ ہیں۔

(د) ابونعیم نے حلیہ میں حسنؒ سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

(ھ) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابو عمر والعبدی[۱] نے کہا: السَّائِحُونَ سے مراد وہ روزے دار ہیں جو ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں۔

(و) ابن منذر نے سفیان بن عیینہؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ روزے دار کو سائح کہا گیا ہے کیونکہ وہ کھانے، پینے اور نکاح جیسی تمام دنیوی لذات کو چھوڑنے والا ہوتا ہے۔ اور دنیا کو چھوڑنے والا سائح کے قائم مقام ہوتا ہے۔

(أ) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۲۸۸۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۲۹۹۔

(د) ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ج ۹، ص ۴۴۔

(ھ) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۳۰۲، تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۹۰، رقم: ۱۰۰۲۹۔

(و) روایت نہیں ملی۔

(۱) ابوعمر والعبدی السروری سے ابن ابی ہذیل نے روایت بیان کی ہے۔ ابوحاتم نے کہا: "السَّائِحُونَ الصَّائِمُونَ الذِينَ يَدِينُونَ الصَّوْمِ" کی روایت جس نے بیان کی ہے اس سے مراد ابوعمر والعبدی ہے ابوعمر وشیبانی نہیں ہے۔ دیکھیں: البخاری، الکنی، ص ۵۴، رقم: ۴۷۰؛ احمد بن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، تحقیق: وصی اللہ بن محمد عباس، المکتب الاسلامی، دار الخانی، بیروت، ط ۱، ص ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸م، ج ۲، ص ۲۸۹، رقم: ۲۲۸۶۔

(أ) ابن ابی حاتم نے ابو فاختہ(۱) مولی جعدہ بن ہبیرہ سے بیان کی ہے کہ عثمان بن مظعون(۲) رضی اللہ عنہ نے دیکھنا چاہا کہ کیا وہ سیاحت کی طاقت رکھتے ہیں؟ فرمایا: وہ قیام اللیل اور دن کے روزے کو سیاحت کہا کرتے تھے۔

(ب) ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سیاحت کے لیے اجازت طلب کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میری امت کی سیاحت اللہ تعالی کے راستے میں جہاد کرنا ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ السَّـائِـحُونَ کے بارے میں ابن زید نے کہا: یہ ہجرت کرنے والے لوگ ہیں۔ محمد مصطفی ﷺ کی امت میں ہجرت کے سوا کوئی سیاحت نہیں ہے۔ ان کی سیاحت ہجرت ہے جب کہ انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ نبی کریم ﷺ کی امت میں رہبانیت نہیں ہے۔

(د) ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ وہب بن منبہ نے کہا: سیاحت بنی اسرائیل میں تھی۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص ١٨٩٠، رقم: ١٠٠٣١۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص ١٨٨٩، رقم: ١٠٠٢٧ ؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ٨، ص ١٨٣، رقم: ٧٧٦٠ ؛ البیہقی، شعب الایمان، باب الجہاد، رقم: ٣٩٢٢ ؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الجہاد، رقم:٢٣٩٨۔(حکم): شیخ البانی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔دیکھیں: البانی، صحیح سنن ابی داؤد، رقم: ٢١٧٢۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص ١٨٩٠، رقم: ١٠٠٣٣۔

(د) تفسیر الطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ١٧٣١١۔

(۱) ابوفاختہ مولی جعدہ بن ہبیرۃ مخزومی کانام سعیدبن علاقہ ہاشمی تھا۔وہ ثویربن ابی فاختہ کے والدتھے۔ انھوں نے اُم ہانی، علیؓ، عائشہ صدیقہؓ، ابن مسعودؓ سے استفادہ کیا۔ ان سے ان کے بیٹے ثویر، سعیدبن عثمان، عون بن عبداللہ نے روایتیں لی ہیں۔ العجلی اور دارقطنی نے انھیں ثقہ کہاہے۔دیکھیں:الدولابی، الکنی والاسماء، ج ٢، ص ١٥٦، رقم: ١٥٦٢؛ ابن حجر، تہذیب، ج ٢، ص ٦٧٧، رقم: ٧٤٩٤؛ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ٤، ص ٥٠، رقم: ٢٢١۔

(۲) عثمان بن مظعون بن حبیب جمحی، ابوالسائب سابقین صحابہ میں سے ہیں۔وہ چودھویں شخص تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا۔انھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی۔غزوۂ بدرمیں شریک ہوئے۔ وہ مہاجرین میں سے پہلے شخص تھے جو مدینہ میں فوت ہوئے اوربقیع میں دفن ہوئے۔ دیکھیں:ابونعیم، معرفۃالصحابۃ، ج ٤، ص ١٩٥٤ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ١، ص ١٥٣، رقم: ٩۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے نے بیان کیا کہ عکرمہؒ نے کہا: اَلسَّآئِحُوْنَ طلاب العلم ہیں۔

(ب) ابوالشیخ نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اَلآمِرُونَ بِالْمَعْرُوف سے مراد لا الٰہ الا اللہ کا حکم دینے والے ہیں۔ اور اَلنَّاھُونَ عَنِ الْمُنکَرِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے روکنے والے لوگ مراد ہیں۔ اور "وبشر المؤمنین" کے بارے میں فرمایا: ان مومنین کو خوش خبری سنادیجئے جو جنگ کے لیے نکلے۔

(ج) ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ سدیؒ نے کہا: "والحافظون لحدوداللہ" سے مراد اللہ تعالیٰ کے ان فرائض کی حفاظت کرنے والے لوگ ہیں جو ان پر فرض کیے گئے ہیں۔ یہ آیت ان مومنین کے بارے میں نازل ہوئی جو جنگ میں شریک ہوئے اور وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْن کے بارے میں فرمایا: کہ ان سے مراد غازین (لڑائی کرنے والے) ہیں۔

(د) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ربیعؒ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: کہ اس کی تفسیر میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام نے فرمایا؛ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے بذات خود تورات، انجیل اور قرآن کریم ان تمام میں اس امت کے لیے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ ان میں سے جسے ان اعمال پر قتل کر دیا گیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید ہے اور انہی اعمال پر جسے موت آگئی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔

(ھ) ابن منذر نے ابو صالح سے بیان کیا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شہید وہ ہے کہ اگر وہ اپنے بستر پر بھی مرے تو جنت میں داخل ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو آدمی اس حال میں فوت ہوا کہ اس میں یہ نو صفات تھیں، تو وہ شہید ہے۔ اَلتَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ .....الآیہ۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۹۰، رقم: ۱۰۰۳۲۔

(ب) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ) ابن منذر کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ) ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے علی[۱] کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:أَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ سے مراد بِالْجَنَّةِ ہے۔ (یعنی جنت کے عوض اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال ان سے خرید لیے ہیں)۔ پھرفرمایا: التَّائِبُونَ سے لے کر الْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ تک یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہتے ہیں۔ یہ شرط ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اہل جہاد کے لیے قائم کی ہے۔ کہ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شرط کو پورا کیا تو اللہ تعالیٰ ان کی شرط کو پورا فرمادے گا۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ (113) وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ (114)

"پیغمبر اور مسلمانوں کو شایاں نہیں کہ جب ان پر ظاہر ہوگیا کہ مشرک اہلِ دوزخ ہیں تو اُن کے لیے بخشش مانگیں گو وہ ان کے قرابت دار ہی ہوں۔اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا تو ایک وعدے کے سبب تھا جو وہ اس سے کر چکے تھے لیکن جب ان کو معلوم ہوگیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہوگئے۔کچھ شک نہیں کہ ابراہیم بڑے نرم دل اور متحمل تھے"۔

(ب) ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن جریر،ابن منذر، ابن ابی حاتم ، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں سعید بن المسیب اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب ابوطالب قریب الموت

(أ) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۳۱۹ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۹۲، رقم: ۱۰۰۴۵۔

(ب) مسنداحمد، تتمۃمسندالانصار، حدیث المسیب بن حزن، رقم: ۲۳۶۷۴ ؛ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب اذاقال المشرک عندالموت، رقم: ۱۲۹۴، ۴۳۹۸، ۶۳۰۳، ۳۶۷۱، ۴۴۹۴ ؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی صحۃالاسلام، رقم: ۲۴؛ سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب النہی عن الاستغفارللمشرکین، رقم: ۲۰۳۵؛ تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۳۲۵ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۹۴، رقم: ۱۰۰۵۲ ؛البیہقی، دلائل النبوۃ، باب وفات ابی طالب، ج ۲، ص ۳۴۲، ۳۴۳۔

(۱) علی بن ابی طلحہ سالم بن مخارق بنی عباس کے غلام تھے۔حمص میں سکونت پذیر تھے۔ان کے شیوخ میں کعب بن مالک، مجاہدؒ بن جبر، راشدبن سعدالمقرائی شامل ہیں۔ان سے معاویہ بن صالح، معمربن راشد، سفیان ثوری نے روایتیں بیان کی ہیں۔انھوں نے ۱۴۳ھ (۷۶۰م) میں وفات پائی۔ابن حجر نے انھیں صدوق کہاہے وہ روایت حدیث میں غلطیاں کرتا تھا۔دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التھذیب، ج ۴، ص ۶۱۳، رقم: ۵۵۷۶؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۷، ص ۳۱۸، رقم: ۳۸۶۸؛ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۶، ص ۲۴۷، رقم: ۱۰۳۰۲؛ ابن حجر، تقریب، ج ۲، ص ۴۵، رقم: ۵۳۳۶۔

ہوئے تو نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت ان کے پاس ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ موجود تھے۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے چچا! کہولا الہ الا اللہ۔ میں اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے لیے شہادت دوں گا۔ یہ سن کرابوجہل اور عبداللہ بن ابی میہ دونوں نے کہا: اے ابوطالب! کیا تم عبدالمطلب کے دین سے اعراض کرو گے؟ نبی کریم ﷺ ان پر کلمہ شہادت پیش فرماتے رہے اور ابوجہل اور عبداللہ دونوں اس گفتگو کے بارے میں ابوطالب کی معاونت کرتے رہے۔ آخر کار ابوطالب نے ان سے گفتگو کرتے ہوئے کہاکہ وہ عبدالمطلب کے دین پر ہیں اور لا الہ الا اللہ کہنے سے نکار کر دیا۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں ضرور بہ ضرور تمہارے لیے استغفار کروگا جب تک کہ مجھے تیرے لیے اس سے روک نہ دیا جائے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ-الآیہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے ابوطالب کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: اور رسول اللہ ﷺ کو فرمایا: اِنَّكَ لَاتَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ[1] بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ پسند کریں۔ البتہ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت یا فتہ لوگوں کو"۔

(أ) طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی ، نسائی، ابو یعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاتم اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ضیاء نے المختارہ میں علی رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو سنا، وہ اپنے والدین کے لیے استغفار کر رہا تھا حالانکہ وہ دونوں مشرک تھے۔ تو میں نے کہا: کیا تو اپنے والدین کے لیے استغفار کر رہا ہے حالانکہ وہ دونوں مشرک ہیں؟ تو اس نے جواب دیا: کیا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے استغفار نہیں کی تھی؟ سو میں نے اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کہا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔

(أ) الطیالسی،مسندالطیالسی، باب أحادیث علي بن ابی طالب، رقم: ۱۳۱؛ مسنداحمد، کتاب مسندالعشرۃالمبشرین بالجنۃ،باب مسندالخلفاء الراشدین، مسندعلي بن ابی طالب، رقم:۱۰۸۵ ؛الترمذی، سنن الترمذی، کتاب تفسیرالقرآن، باب سورۃالتوبۃ، رقم:۳۱۰۱؛النسائی، سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب النہی عن الاستغفارللمشرکین، رقم: ۲۰۳۶ ؛ابویعلی، مسندابی یعلی، مسندعلي بن ابی طالب، رقم:۶۱۹؛ تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم:۱۷۳۳۴ ؛تفسیرابن ابی حاتم،سورۃالتوبۃ، ج۶، ص ۱۸۹۳، رقم:۱۰۰۴۹؛ الحاکم،المستدرک،کتاب التفسیر، باب تفسیرسورۃالتوبۃ، رقم:۳۲۸۹ ؛البیہقی، شعب الایمان، باب مباعدۃالکفاروالمفسدین والغلظۃ، رقم: ۸۹۳۲ ؛ ضیاء مقدسی، الأحادیث المختارۃ، ج ۱، ص ۳۱۶، رقم: ۵۸۵۔(حکم): حسن۔ دیکھیں: البانی، صحیح سنن ترمذی، رقم حدیث : ۲۴۷۷۔

(۱) القصص: (۵۶)

(أ) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے علی بن ابی طلحہ کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ ان کے لیے استغفار کر رہے تھے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ پس جب یہ آیت نازل ہوئی۔تو وہ اپنے مردوں کے لیے استغفار کرنے سے رک گئے۔ اور انہیں زندوں کے لیے استغفار کرنے سے نہ روکا گیا یہاں تک کہ وہ مرگئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ ......الآیہ یعنی آپ اس کے لیے مغفرت طلب کرتے رہے جب کہ وہ زندہ تھا۔ اور جب مرگیا تو آپ نے استغفار چھوڑدیا۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن کعب نے کہا: کہ جب ابوطالب بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے، تو اس پر مسلمانوں نے کہا: یہ محمد ﷺ ہیں اپنے چچا کے لیے مغفرت طلب کررہے ہیں اور ابراہیم علیہ اسلام نے اپنے باپ کے لیے مغفرت طلب کی ہے۔ پس تم بھی اپنے مشرکین رشتہ داروں کے لیے استغفار کرو۔تو اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ آیت نازل فرمائی:مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ پھر یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فرمایا: کہ آپ ان کی زندگی میں اس (مغفرت) کی امید رکھتے تھے۔ اور جب آپ پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو آپ اس سے بیزار ہوگئے۔

(ج) ابن جریر نے شبل[١] کی سند سے عمرو بن دینار سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے استغفار کیا حالانکہ وہ مشرک تھا۔ اور میں بھی ابوطالب کے لیے استغفار کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرارب اس سے مجھے منع فرمادے۔تو آپ ﷺ کے اصحاب نے کہا: ہم اپنے بیٹوں کے لیے ضرور استغفار کریں گے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا کے لیے استغفار کیا۔تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت "تبرأمنه" تک نازل فرمائی۔

(أ) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ١٧٣٣٢ ؛تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص ١٨٩٣، رقم: ١٠٠٥٠۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص ١٠٠٥٦۔

(ج) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ١٣٣٢٧۔

(١) شبل بن عباد مکی، قاری، صاحب ابن کثیرنے عمروبن دینارنے قیس بن سعداور عبداللہ بن کثیرسے استفادہ کیا۔ان سے ابن عیینہ، ابن مبارک، ابواسامہ اور ابونعیم نے روایتیں لی ہیں۔ابوحاتم اور ابن معین نے انھیں ثقہ کہاہے۔ ابن حجرنے انھیں ثقہ اور قدری کہاہے۔ دیکھیں:ابن حجر،تقریب التہذیب، ص ٢٦٣، رقم: ٢٧٣٧؛ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ٤، ص ٣٨٠، رقم: ١٦٥٩؛ یحیٰی بن معین، تاریخ ابن معین، تحقیق: أحمدمحمدنوریوسف، مکتبہ مرکزالبحث العلمی، مکۃالمکرمۃ، ط ١، ١٣٩٩ھ_١٩٧٩م ، ج ٣، ص ٦٠، رقم: ٢٣٤۔

(أ) ابن جریر نے سعید بن المسیبؒ سے یہ بیان کیا ہے کہ جب ابو طالب فوت ہونے کے قریب ہوئے تو رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے چچا! میرے باپ سے بڑھ کر تیرا مجھ پر حق ہے۔ پس ایسا کلمہ کہو جس کے سبب قیامت کے دن تمہاری شفاعت ثابت ہو جائے۔ کہولا الہ الااللہ۔ تو انہوں نے وہی ذکر کیا جو پہلے گزر چکا ہے۔

(ب) ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ قتادہؒ نے کہا کہ ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے کہا: یا نبی اللہ! ﷺ ہمارے آباء میں سے ایسے لوگ تھے جو پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے، صلہ رحمی کرتے تھے، قیدیوں کو رہا کراتے تھے اور ذمہ داریوں کو ادا کرتے تھے، کیا ہم ان کے لیے استغفار نہ کریں؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میں بالضرور اپنے باپ (چچا) کے لیے استغفار کروں گا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے مغفرت طلب کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نزل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِيْنَ ۔الآیہ، پھر ابراہیم علیہ السلام کو معذور قرار دیا۔ اور فرمایا: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيْمَ لِأَبِيْهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ سے لے کر اس قول تک تَبَرَّأَ مِنْهُ اورہمیں یہ بتایا گیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری جانب چند کلمات وحی فرمائے گئے وہ میرے کانوں میں داخل ہوئے اور میرے دل میں ثابت اور راسخ ہوگئے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان کے لیے استغفار نہ کروں جو اس حال میں مرے کہ وہ مشرک تھے۔ اور جس نے اپنا فالتو مال دے دیا تو وہ اس کے لیے بہتر ہے اور جس نے روک لیا تو وہ اس کے لیے شراور برا ہے۔ اللہ تعالیٰ رزق والوں پر ملامت نہیں کرے گا۔

(ج) ابن سعد اور ابن عسا کر نے بیان کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ابوطالب کی موت کی خبردی۔ تو آپ ﷺ رونے لگے اور فرمایا: جاؤ اور انہیں غسل دو، کفن دو اور دفن کردو۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان پر رحم فرمائے۔ پس میں نے ایسا ہی کیا۔ رسول اللہ ﷺ کئی دنوں تک استغفار کرتے رہے اور اپنے گھر سے نہ نکلے۔یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام مذکورہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

(أ) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۳۲۸۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۳۳۳۔

(ج) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۲۳؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۶۶، ص ۳۳۶۔

(أ) ابن سعد، ابوالشیخ اور ابن عسا کرنے سفیان بن عیینہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب ابو طالب فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے کہا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ میں تمہارے لیے مسلسل استغفار کرتا رہو گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے منع فرمادے۔ پس مسلمانوں نے اپنے ان مردوں کے لیے مغفرت طلب کرنا شروع کردی جو حالت شرک پر فوت ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ۔الآیہ۔ تو وہ کہنے لگے: تحقیق ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے مغفرت طلب کی ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيْمَ لِأَبِيْهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ......... الآیہ۔ فرمایا جب اس کی موت کفر پر ہوئی تو آپ کے لیے ظاہر ہوگیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔

(ب) اسحاق بن بشر اور ابن عسا کر نے بیان کیا ہے کہ حسنؒ نے کہا: جب ابوطالب فوت ہوئے۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ بے شک ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ (چچا) کے لیے استغفار کیا ہے حالانکہ وہ مشرک تھا تو میں بھی اپنے چچا کے لیے مغفرت طلب کروں گا یہاں تک کہ میں اسے پالوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا أُوْلِي سے مراد ابوطالب ہیں۔ تو یہ نبی کریم ﷺ پر انتہائی گراں گزری۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو فرمایا: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيْمَ لِأَبِيْهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ یعنی جب آپ نے یہ کہا: سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ إِنَّهُ كَانَ بِيْ حَفِيًّا (۱) "میں مغفرت طلب کروں گا تیرے لیے اپنے رب سے بے شک وہ مجھ پر بے حد مہربان ہے"۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلّٰهِ یعنی وہ حالت شرک پر ہی مرگیا تَبَرَّأَ مِنْهُ (تو آپ اس سے بیزار ہوگئے)

(ج) ابن جریر نے عطیہ العوفی کی سند سے ذکر کیا ہے۔ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا .....الآیہ کی تفسیر میں فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے باپ (چچا) کے لیے مغفرت طلب کرنے کا ارادہ فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع فرمادیا۔ آپ ﷺ نے کہا: کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ (چچا) کے لیے استغفار کیا ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيْمَ لِأَبِيْهِ ۔الآیہ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اثر ضعیف اور معلول ہے کیونکہ عطیہ ضعیف راوی ہے۔ اور یہ روایت علی بن ابی طلحہ عن ابی عباس والی سابقہ روایت کے خلاف ہے۔ وہ روایت اصح ہے اور علی بہت ثقہ راوی ہے۔

(أ) ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۱، ص ۱۲۳، ۱۲۴ ؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۶۶، ص ۳۳۶، ۳۳۷۔

(ب) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۶۶، ص ۳۳۷۔

(ج) ابن جریر کی روایت نہیں ملی۔

(۱) مریم :(۴۷)

(أ) طبرانی اور ابن مردویہ نے عکرمہؓ کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے عمرہ ادا فرمایا۔ جب آپ ﷺ ثنیہ عسفان(١) سے اترے تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ عقبہ کے پاس ٹھہریں یہاں تک کہ میں تمہاری طرف لوٹ آؤں۔ سو آپ چلے گئے اور اپنی والدہ محترمہ آمنہ کی قبر مبارک کے پاس جا اترے اور طویل وقت تک اپنے رب کریم کی مناجات اور حمد وثنا بیان کی۔پھر آپ رونے لگے آپ ﷺ کا رونا شدید ہوگیا۔ پس آپ کے سبب وہ بھی رونے لگے۔توانہوں نے عرض کی: یا نبی اللہ! ﷺ آپ کے رونے کی وجہ سے ہم بھی روپڑے اور ہم نے یہ خیال کیا کہ شاید آپ کی امت میں کوئی ایسی شے ظاہر ہوچکی ہے جس پر اسے قدرت حاصل نہیں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ البتہ جو کچھ ہوا ہے وہ یہ کہ میں اپنی والدہ محترمہ کی قبر پر حاضر ہوا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ مجھے قیامت کے دن ان کی شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمادے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دینے سے انکار فرمادیا ہے۔ پس مجھے ان کی حالت پر ترس آ گیا، کیونکہ وہ میری ماں ہے۔سو میں روپڑا۔پھر جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور آکر کہا "وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ " الآیہ پس آپ بھی اپنی ماں سے بیزار ہوجایئے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ (چچا) سے بیزار ہوگئے۔ پس مجھے ان پر رحم اور ترس آگیا کیونکہ وہ میری ماں ہے۔تو میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ چار چیزوں کو میری امت سے اٹھالے۔ پس اس نے ان سے دواٹھالی ہیں اور دو کے اٹھانے سے انکار کردیا ہے۔ میں نے اپنے رب سے یہ دعا کی ہے کہ آسمان سے پتھر برسانا اور زمین میں غرق کرنا ان سے اٹھا لے۔ وہ ان کے مختلف گروہوں کو باہمی جھگڑے فساد میں مبتلا نہ کرے اور ان میں سے بعض کی تلخی اور تکلیف دوسرے بعض کو نہ چکھائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پتھر برسانا اور زمین مں غرق کرنا دونوں ان سے اٹھالیے ہیں او رباہمی قتل اور جھگڑے فساد کو اٹھانے سے انکار کردیا ہے۔ راوی کابیان ہے کہ آپ ﷺ اپنی والدہ کی قبر کی طرف واپس گئے۔ کیونکہ آپ ایک چٹان کے نیچے مدفون تھی اور عسفان کا علاقہ ان کا ہے اور اسی میں نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

(أ) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ١١، ص ٣٧٤، رقم: ١٢٠٤٩۔(حکم): ابن کثیر، نے اس روایت کے بارے میں کہا: یہ حدیث غریب اور اس کا سیاق عجیب ہے۔دیکھیں: تفسیرابن کثیر، ج ٤،ص ٢٢٢۔امام الہیثمی نے کہا کہ : اس کی سندمیں ابوالدرداء اور عبدالغفاربن منیب ، اسحاق بن عبداللہ عن ابیہ عن عکرمہ سے روایت بیان کرتا ہے۔ اور میں عکرمہ کے علاوہ ان کونہیں جانتااورنہ ان کا ذکر سناہے۔ دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب الایمان، باب فی أہل الجاہلیۃ، رقم: ٤٥٩۔

(١) عسفان: یہ جحفہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان ایک گھاٹی ہے۔دوسری روایت کے مطابق یہ ایک بستی ہے جومکہ سے تینتیس 33 میل کے فاصلے پرواقع ہے۔نبی کریم ﷺنے بنولحیان کے ساتھ اسی علاقے میں جنگ کی تھی۔ دیکھیں:یاقوت حموی ، معجم البلدان، ج ٤، ص ١٢١، ١٢٢۔

(أ) ابن ابی حاتم، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن قبرستان کی طرف تشریف لے گئے۔ ہم آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے تھے۔ پس آپ ﷺ وہاں پہنچے اور ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے۔ پس آپ ﷺ نے طویل وقت تک وہاں مناجات کی۔ پھر آپ رونے لگے۔ سو آپ ﷺ کے رونے کے سبب ہم بھی رونے لگے ۔ پس آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کر آپ ﷺ کے قریب ہوئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں بلایا اور پھر آپ ﷺ نے ہمیں بلایااور ارشاد فرمایا: کس شے نے تمہیں رلادیاہے؟ ہم نے عرض کی : ہم آپ کے رونے کے سبب روئے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: جس قبر کے پاس میں بیٹھاوہ آمنہ کی قبر ہے۔ میں نے اپنے رب سے ان کی زیارت کی التجاء کی، تو اللہ تعالیٰ نے وہ مجھے عطا فرمادی اور پھر میں نے اپنے رب سے ان کے لیے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے وہ مجھے عطا نہیں فرمائی اور مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مجھے اس کیفیت اور رقت نے آلیا جو کسی بھی بچے پر ماں[۱] کے لیے طاری ہوجاتی ہے۔ پس اسی شے نے مجھے رونے پر مجبور کردیا۔

(ب) ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ بریدہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا جب کہ آپ نے عسفان پر وقوف فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے دائیں بائیں دیکھا اور اپنی امی جان آمنہ کی قبر پر نظر پڑی۔پانی لایا گیا اور آپ ﷺ نے وضو فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے دورکعت نماز ادا فرمائی اور دعامانگی اورہمیں کسی شے نے خوف زدہ نہیں کیا سوائے اس کے کہ آپ ﷺ زور زور سے رونے لگے اور آپ ﷺ کے رونے کے سبب ہمارے رونے کی آواز بھی بلند ہوگئی۔ پھر آپ ہماری طرف واپس تشریف لے آئے اور فرمایا: وہ کون سی شے ہے جس

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۹۳، رقم: ۱۰۰۵۱؛ الحاکم، المستدرک، کتاب التفسیر، باب تفسیرسورۃالتوبۃ، رقم: ۳۲۹۲ ؛البیہقی، دلائل النبوۃ، باب ذکروفاۃعبداللہ ابی رسول اللہ ﷺ، ج ۱، ص ۱۸۹، ۱۹۰۔(حکم): امام حاکم نے اس روایت کوشیخین کی شرط پر صحیح کہاہے جبکہ امام ذہبی نے کہا: اس کی سند میں ایوب بن ہانی کو ابن معین نے ضعیف کہاہے۔

(ب) ابن مردویہ کی متداول کتابوں میں یہ روایت نہیں ملی۔البتہ مسنداحمدمیں یہ روایت موجودہے۔دیکھیں: مسنداحمد، تتمۃ مسندالانصار، حدیث بریدۃ أسلمی، رقم: ۲۳۰۰۳، ۲۳۰۱۷، ۲۳۰۲۸۔(حکم): مسنداحمدکے محققین نے اس روایت کوصحیح کہاہے۔

(۱) دلائل النبوۃ، اور مستدرک حاکم میں" ما یأخذالولدللوالدۃمن الرقۃ "لکھاہواہے جبکہ تفسیرابن ابی حاتم میں" فأخذنی مایأخذالولد للوالد" ذکرہے۔

نے تمھیں رلادیا ہے؟ تمام نے عرض کی: یا رسول اللہ ! ﷺ چونکہ آپ روئے اس لیے ہم بھی رونے لگے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا کیا گمان ہے؟ تمام نے عرض کی: ہمارا خیال ہے کہ جو اعمال ہم کرتے ہیں ان کے بدلے ہم پر عذاب نازل ہونے والا ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسی کوئی شے نہیں۔تو حاضرین نے عرض کی: ہمارا خیال یہ ہے کہ آپ کی امت کو ایسے اعمال کا مکلف اور پابند بنایا گیا ہے جن کی وہ طاقت نہیں رکھتے۔تو آپ ﷺ کو اس پر رحم آگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسی کوئی شے نہیں۔ البتہ میں اپنی والدہ آمنہ کی قبر کے پاس سے گزر اور میں نے دورکعت نماز پڑھی اور میں نے اپنے رب سے ان کے لیے مغفرت طلب کرنے کی اجازت طلب کی۔تو مجھے منع کردیا گیا ہے۔ سو میں رونے لگا پھر میں واپس لوٹا اور دورکعت نماز ادا کی اور اپنے رب سے ان کے لیے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی۔تو مجھے شدت سے جھڑک دیا گیا۔تو میرے رونے کی آواز بلند ہوگئی۔پھر آپ ﷺ نے اپنی سواری منگائی۔ اور اس پر سوار ہوگئے۔ ابھی آپ تھوڑا ہی چلے کہ آپ کی سواری (اونٹنی)وحی کے بوجھ سے کھڑی ہوگئی۔تو اللہ تعالٰی نے مذکورہ دونوں آیتیں نازل کیں۔

(أ) ابن منذر، طبرانی ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور آپ کی پیروی ذہبی نے بھی کی ہے کہ ابن مسعودرضی اللہ عنہ نے فرمایا: ملیکہ کے دونوں بیٹے آئے اور یہ دونوں انصار میں سے ہیں اور عرض کی: یا رسول اللہ!ﷺ بلاشبہ ہماری ماں خاوند کے معاملات کی نگہبانی کرتی تھی اور مہمان کی عزت وتکریم کیا کرتی تھی اور اسے جاہلیت کے دور میں درگور کردیا گیا، ہماری ماں کہاں ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں جہنم میں ہے۔ وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور ان پر یہ کلام انتہائی شاق اور گراں گزرا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو بلایا۔جب وہ لوٹ کر آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: آگاہ رہو بے شک میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے۔تو لوگوں میں سے ایک منافق نے کہا: یہ اپنی ماں کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتے جیسا کہ ملیکہ کے بیٹے اپنی ماں کو کوئی نفع اور فائدہ نہیں پہنچاسکتے اور ہم ان کی اتباع میں ان کے نقوش قدم پر چل رہے ہیں۔ پھر انصار میں سے ایک نوجوان نے کہا: میں نے اس سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ یا رسول اللہ! ﷺ آپ کے والدین کہاں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا۔ میں نے اپنے رب سے ان کے بارے میں سوال نہیں کیا کہ وہ ان کے بارے میں میری التجاء قبول کرلے۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ وہ ان کے بارے میں مجھے بتائے، بلاشبہ میں اس دن مقام محمود پر کھڑا ہوں گا۔تو اس منافق نے انصاری جوان سے کہا: ان سے پوچھئے مقام محمود کیا ہے؟ پس اس نے عرض

(أ) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۰، ص ۸۰، رقم: ۱۰۰۱۷، ۱۰۰۱۸؛ الحاکم، المستدرک، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ بنی اسرائیل، رقم: ۳۳۸۵۔(حکم): مسنداحمد کے محققین نے اس کی سندکو عثمان بن عمیرکی ضعف کی وجہ سے ضعیف کہاہے۔باقی رجال ثقہ ہیں۔دیکھیں:مسنداحمد، مسندالمکثرین من الصحابۃ، مسندعبداللہ بن مسعودؓ، رقم: ۳۷۸۷۔

کی: یا رسول اللہ! ﷺ مقام محمود کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنی شان قدرت کے مطابق کرسی پر نزول فرمائے گا، چرچرائے گی جیسا کہ نیا کجاوہ اپنے بوجھ کے سبب چر چراتا ہے اور وہ زمین وآسمان کی وسعت کی طرح وسیع ہے اور تمھیں برہنہ پا، ننگے بدن اور غیر مختون حالت میں لایا جائے گا اور سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنا یا جائے گا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے خلیل کو لباس پہناؤ۔ تو جنت کی چادروں میں سے دو سفید چادریں لائی جائیں گی۔ پھر آپ کے پیچھے مجھ کو لباس پہنا یاجائے گا اور میں اللہ تعالیٰ کی دائیں جانب ایک مقام پر کھڑا ہوں گا جس میں اولین وآخرین سب مجھ پر رشک کریں گے اور میرے لیے کوثر سے میرے حوض تک ایک نہر کھودی جائے گی۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ منافق کہنے لگا: میں نے آج کی طرح کبھی بھی نہیں سنا۔بالیقین نہر جاری نہیں ہوسکتی۔مگر ایسی سخت زمین میں جس میں بہاؤ ہویا اس میں سنگریزے ہوں۔ لہذا ان سے سوال کیجئے کہ وہ نہران کی طرف کس میں چل کر آئے گی؟ تو آپ نے فرمایا: کستوری کے بہاؤ اور سنگریزوں میں۔ راوی نے کہا: کہ وہ منافق کہنے لگا: میں نے آج کی طرح کی بات کبھی نہیں سنی۔ خدا کی قسم! نہر جہاں بھی جاری ہوئی ہے وہاں نباتات اگتی ہیں۔تو ان سے پوچھ کیا اس نہر کے لیے بھی نباتات ہوں گی؟ تو انصاری نے کہا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا اس نہر کے پاس نباتات ہوں گی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے عرض کی: وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سونے کی شاخیں ہوں گی۔ منافق کہنے لگا: میں نے آج کی طرح کبھی بھی نہیں سنا۔ خدا کی قسم! کوئی شاخ نہیں اگتی مگر اس کے ساتھ پھل ہوتا ہے۔تم ان سے پوچھو کیا ان شاخوں کا پھل ہوگا؟ چنانچہ انصاری نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ان شاخوں پر پھل ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں وہ موتی اور جواہرات ہوں گے۔ پھر منافق نے کہا: میں نے اس طرح کبھی نہیں سنا۔تو ان سے حوض کے پانی کے بارے میں پوچھا؟ چنانچہ انصاری نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ!حوض کا پانی کیسا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: دودھ سے زیادہ سفید ہوگا، شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا، جسے اللہ تعالیٰ نے اس سے ایک بار سیراب کر دیا اس کے بعد وہ کبھی پیا سا نہیں ہوگا اور جسے اللہ تعالیٰ نے محروم کر دیا وہ اس کے بعد کبھی سیراب نہیں ہوگا۔

(اُ) ابن سعد نے کلبی اور ابوبکر بن قیس جعفی(۱) دونوں سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جعفی زمانہ جاہلیت میں دل کو حرام قرار دیتے تھے۔ پس ان میں سے دو آدمی قیس بن سلمہ اور سلمہ بن یزید رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔یہ دونوں ماں کی جانب سے بھائی تھے اور دونوں اسلام لے آئے۔تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تم دل نہیں کھاتے۔ انہوں نے عرض کی: ہاں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا اسلام اسے

(اُ) ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ، ج ۱،ص ۳۲۴، ۳۲۵۔

(۱) ابوبکر بن قیس جعفی کا ترجمہ نہیں ملا۔

کھائے بغیر مکمل نہیں ہوگا اور آپ ﷺ نے ان دونوں کے لیے بھونا ہوا دل منگوایا اور وہ دونوں کو کھلایا۔ پھر انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ہماری ماں ملیکہ بنت حلو ہے، وہ مشقت کرنے والوں کو رہا کرتی تھی، تنگ دستوں کو کھانا کھلاتی تھی اور فقیروں پر رحم کرتی تھی۔ بے شک وہ مرچکی ہے اور اس نے اپنی چھوٹی بچی کو زندہ درگور کیا تھا۔ پس اب اس کا کیا حال ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: درگور کرنے والی اور جس کے اشارے پردرگور کیا گیا وہ جہنم میں ہیں۔ چنانچہ یہ سن کر وہ دونوں حالت غضب میں اٹھ کھڑے ہوئے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری طرف آؤ۔ وہ لوٹ کرآئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے۔ ان دونوں نے اسے تسلیم کیا اور چلے گئے اور وہ دونوں کہنے لگے: خدا کی قسم! بے شک وہ آدمی ہے جس نے ہمیں دل کھلایا ہے اوریہ کہا ہے کہ ہماری ماں آگ میں ہے وہ اس اہل ہے کہ اس کی اتباع نہ کی جائے۔ وہ دونوں چلے گئے اور اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے کسی کے ساتھ جاملے۔ جس کے پاس صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ تھا انہوں نے اسے باندھ دیا اور اونٹ بھگا کرلے گئے۔ جب یہ خبر ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے دونوں پر لعنت کی جیسا کہ وہ اپنے ارشاد میں لعنت کرتے رہے۔لَعَنَ اللّٰہُ رِعْلًا وَّ ذَكْوَانَ وَ عُصَيَّةَ وَلِحْيَانَ وَابْنَيْ مُلَيْكَةَ مَنْ حَرِيْمٍ وحَرَانَ. "کہ اللہ تعالیٰ رعل، ذکوان، عصیۃ، لحیان اور حریم ومران کے ملیکہ کے دونوں بیٹوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے۔

(أ) ابن منذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ سے لے کر كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا(۱) تک فرمایا۔ اور پھر اس حکم سے استثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ سے لے کر اس قول تک فرمایا: عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ.

(ب) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیاہے کہ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ کے ضمن میں قتادہؒ نے کہا: آپ کے لیے اس وقت ظاہر ہوا جب وہ مرا اور آپ نے جان لیا کہ توبہ کا وقت اس کے لیے ختم ہو چکا ہے۔

(ج) فریابی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابو بکر شافعی نے فوائد میں اور الضیاء نے مختارہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کے لیے مسلسل استغفارکرتے رہے یہاں تک کہ وہ مرگیا۔ جب وہ مرگیا تو آپ کے لیے واضح ہوگیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے، تو آپ اس سے بیزار ہوگئے۔

(أ) ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۳۴۱ ؛تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۹۵، رقم: ۱۰۰۵۹۔

(ج) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۳۴۴ ؛ابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۹۴، رقم:۱۰۰۵۵ ؛ الضیاء، الأحادیث المختارۃ، ج ۱، ص ۲۳۰، رقم: ۲۴۰۔ (۱) بنی اسرائیل: (۲۴،۲۳)

(أ) عبدالرزاق نے ذکر کیا ہے کہ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلّٰهِ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب وہ حالت کفر پر مرگیا تو آپ کے لیے ظاہر ہوگیا کہ وہ اللہ تعالی کا دشمن ہے۔

(ب) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک آدمی بیت اللہ شریف میں طواف کر رہا تھا اور وہ اپنی دعا میں کہہ رہا تھا اوہ اوہ ...... تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ وہ بہت ہی آہیں بھرنے والا ہے۔

(ج) عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ کعب رضی اللہ عنہ نے إِنَّ إِبْرٰهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ کی تفسیر میں کہا: ابراہیم علیہ السلام جب جہنم کا ذکر کرتے تو آپ آگ کے ذکر سے آہیں بھرتے۔

(د) ابوالشیخ نے ابوالجوزاء سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

(ھ) ابن مردویہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی ذکر سے اپنی آواز بلند کر رہا تھا تو ایک آدمی نے اسے کہا: اگر یہ اپنی آواز پست کرلے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ انتہائی خشوع کر رہا ہے۔

(و) طبرانی اور ابن مردویہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

(أ) مصنف عبدالرزاق، کتاب أہل الکتاب، باب غسل الکافر وتکفینہ، رقم: ۹۹۳۷۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۴۱۱؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۹۵، رقم: ۱۰۰۶۱۔(حکم): ابن کثیر نے اس روایت کے بارے میں فرمایا: ھذا حدیث غریب۔ دیکھیں: ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۴، ص ۲۲۶۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۴۱۳؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ ہود، ج ۶، ص ۲۰۵۹، رقم: ۱۱۰۴۹؛ البیہقی، شعب الایمان، باب الخوف من اللہ تعالی، رقم: ۸۸۸۔

(د) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(و) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۷، ص ۲۹۵، رقم: ۸۱۳۔(حکم): مسند احمد کے محققین نے اس روایت کو حسن لغیرہ اور اس کے اسناد کو ضعیف کہا ہے۔ ابن لہیعۃ سیئ الحفظ ہیں جبکہ باقی رجال ثقہ ہیں۔ دیکھیں: مسند احمد، مسند الشامیین، حدیث عقبہ بن عامر جہنی، رقم: ۱۷۴۵۳۔

ایک آدمی کو فرمایا: جسے ذوالبجادین(۱) کہا جاتا تھا بلاشبہ یہ انتہائی نرم دل ہے۔ اس لیے کہ وہ قرآن کریم اور دعا سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے۔

(أ) ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک میت کو قبر میں رکھا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے۔ بلاشبہ تو قرآن کریم کی تلاوت کے سبب انتہائی نرم دل تھا۔

(ب) ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے عبداللہ بن شداد بن ہاد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَاَوَّاہٌ سے مراد خشوع اور عجز و انکساری کرنے والا ہے۔

(ج) ابن جریر، ابن منذر، طبرانی اور ابوالشیخ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ لَأَوَّاہٌ سے مراد دعا ہے۔

(د) ابوالشیخ نے زید بن اسلم سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لَأَوَّاہ سے مراد دعا اور اللہ تعالیٰ کے پاس راحت وتسکین حاصل کرنے والا ہے جیسا کہ مریض کی اپنے مرض سے آہیں بھرنے کی حالت ہوتی ہے۔

(ھ) عبدالرزاق، فریابی، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابوالعبیدین(۲) نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے لَأَوَّاہ کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے

(أ) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۴۱۷ ؛تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الانفال، ج ۶، ص ۱۸۹۵، رقم: ۱۰۰۶۲۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۳۶۱؛ ۱۷۳۶۲ ؛الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۹، ص ۲۰۶، رقم: ۹۰۰۴۔

(د) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ) عبدالرزاق، تفسیر الصنعانی، ج ۱، ص ۲۹۰ ؛ تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۳۷۳ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۹۶، رقم: ۱۰۰۶۳ ؛الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۹، ص ۲۰۵، رقم: ۹۰۰۲، ۹۰۰۳، ۹۰۰۶، ۹۰۰۷۔

(۱) ذوالبجادین کا نام عبداللہ بن عبدنہم المزنی تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس کے چچا نے جس نے اس کی پرورش کی تھی ، ہر چیز واپس لی حتی کہ اس کے کپڑے بھی کھینچ لیے۔ اس کی ماں نے ایک بڑی چادر کے دو ٹکڑے کیے اور اس کو پہننے اور اوڑھنے کے لیے دیے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے ان کو ذوالبجادین کہا۔ وہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں فوت ہوئے اور غزوۂ تبوک کی رات دفن کیے گئے۔ دیکھیں: ابن حجر، الاصابۃ، ج ۴، ص ۱۶۱، رقم: ۴۸۰۷۔

(۲) ابوالعبیدین کبار تابعین میں سے ہیں۔ ان کا نام معاویہ بن سبرۃ عامری کوفی تھا۔ انھوں نے ابن مسعودؓ سے روایت لی ہے۔ جبکہ ان کے تلامذہ میں سلمہ بن کُہیل ، ابواسحاق اور مسلم بطین شامل ہیں۔ ابن معین نے انھیں ثقہ کہا ہے۔ انھوں نے ۹۸ھ (۷۱۶م) میں وفات پائی۔ دیکھیں: مغلطائی، اکمال تہذیب الکمال، ج ۱۱، ص ۲۶۳، رقم: ۴۶۳۶؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۶، ص ۴۸۳؛ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص ۵۳۷، رقم: ۶۷۵۶۔

فرمایا: اس سے مراد رحیم (انتہائی مہربان، رحم کرنے والا) ہے۔

(أ) ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے علی کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیاہے کہ لَأَوَّاہ سے مراد توبہ کرنے والا مومن ہے۔

(ب) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لَاَوّاہٌ حَلِیْمٌ سے مراد مطیع فرمانبردار مومن ہے۔

(ج) ابن ابی حاتم نے بیان کیا کہ ابوایوب نے کہا: لَأَوَّاہٌ سے مراد وہ آدمی کہ جب وہ اپنی خطاؤں کا ذکر کرے تو پھر ان سے استغفار کرے۔

(د) ابن جریر نے عوفی کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ لَأَوَّاہٌ سے مراد حبشہ کا رہنے والامومن ہے۔

(ھ) ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابن ابی حاتم مجاہدؒ کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ لَأَوَّاہٌ کا معنی یقین کرنے والا ہے۔

(و) ابن جریر اور ابوالشیخ نے ابوظبیان(۱) کی سند سے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لَأَوَّاہٌ حبشی زبان میں یقین کرنے والے کو کہتے ہیں۔

(ز) ابن ابی حاتم نے مجاہدؒ سے بھی یہی قول نقل کیاہے۔

(أ) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم:۱۷۴۰۳ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۹۵، رقم: ۱۰۰۶۷۔

(ب) روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیرابن بی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۹۶، رقم:۱۰۰۶۹۔

(د) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم:۱۷۴۰۲۔

(ھ) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم:۱۷۳۹۲ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۹۶، رقم: ۱۰۰۶۴۔

(و) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم:۱۷۳۹۸۔

(ز) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۹۶، رقم: ۱۰۰۶۵۔

(۱) ابوظبیان حصین بن جندب بن عمروبن الحارث کبارتابعین میں سے ہیں۔ان کے شیوخ میں سلمان فارسیؓ، علیؓ، عمرؓ اور ابن عباسؓ شامل ہیں۔ان سے ان کے بیٹے قابوس، اعمش،عطاء بن سائب نے روایتیں کی ہیں۔ابن حجر نے انھیں ثقہ کہاہے۔صحیح روایت کے مطابق انھوں نے ۹۰ھ(۷۰۸م)میں وفات پائی۔دیکھیں:ابن حجر، تقریب، ص ۱۶۹، رقم:۱۳۶۶ ؛الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۶، ص ۵۲۸، ۵۲۹ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۴، ص ۳۶۲، رقم:۱۴۰۔

(أ) ابن جریر اور ابوالشیخ نے عکرمہ کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ لغت حبش میں لَأَوَّاهٌ یقین کرنے والے کو کہتے ہیں۔

(ب) ابن ابی حاتم مجاہدؒ سے، ابن جریر نے عطا اور ضحاک سے یہی معنی روایت کیا ہے۔

(ج) ابن منذر نے عکرمہ کا یہ قول بیان کیا ہے لَأَوَّاهٌ کا معنی یقین کرنے والا ہے اور یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔

(د) ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ایک دوسری سند سے مجاہدؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لَأَوَّاهٌ سے مراد یقین کرنے والا فقیہ ہے۔

(ھ) ابن ابی حاتم نے شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ لَأَوَّاهٌ سے مراد شیخ (بوڑھا) ہے۔

(و) عبد بن حمید اور ابن منذر نے ابو میسرہ سے یہی معنی نقل کیا ہے۔

(ز) ابن جریر اور ابوالشیخ نے عمر و بن شرحبیل(۱) کا قول بیان کیا ہے کہ لَأَوَّاهٌ حبشی زبان میں رحم کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔

(ح) ابن منذر نے عمر و بن شرحبیل سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حبشی زبان میں لَأَوَّاهٌ سے مراد دعا ہے۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۳۹۱۔

(ب) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۹۶، رقم: ۱۰۰۶۵؛ تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۳۹۴، ۱۷۴۰۱۔

(ج) روایت نہیں ملی۔

(د) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۳۹۳؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ ہود، ج ۶، ص ۲۰۵۹، رقم: ۱۱۰۴۳۔

(ھ) تفسیر ابن ابی حاتم میں الأوّاہ کا مطلب ''المسبّح'' ذکر ہے۔ جبکہ الدر المنثور میں ''الشیخ'' ہے۔ دیکھیں: تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ ہود، ج ۶، ص ۲۰۵۹، رقم: ۱۱۰۴۴۔

(و) عبد بن حمید اور ابن منذر کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ز) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۳۸۷۔

(ح) ابن منذر کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) عمرو بن شرحبیل، ابومیسرۃ ہمدانی، کوفی، مخضرم، ثقہ، عابد تابعی ہیں۔ وہ عمرو بن مسعود سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابواسحاق السبیعی نے روایتیں کی ہیں۔ انھوں نے طاعون کی بیماری میں ۶۳ھ (۶۸۲م) کو وفات پائیں۔ دیکھیں: الذہبی، الکاشف، ج ۲، ص ۲۸۶، رقم: ۴۲۳۶؛ الدارقطنی، ذکر أسماء التابعین، ج ۱، ص ۲۶۱، رقم: ۷۶۱؛ ابن حبان، کتاب الثقات، ج ۲، ص ۳۶۵، رقم: ۲۸۰۹۔

(أ) ابن جریر اور ابن منذر نے سعید بن جبیرؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لَأَوَّاهٌ سے مرادمسبح (روزے دار) ہے۔

(ب) امام بخاری نے تاریخ میں حسنؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لَأَوَّاهٌ سے مراد ایسا آدمی جس کا دل اللہ تعالیٰ کی جانب معلق ہو۔

(ج) ابوالشیخ نے ابراہیم کا یہ قول بیان کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو ان کی رقت اور رحمت کی وجہ سے لَأَوَّاهٌ کہا جاتا ہے۔

(د) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حسن نے کہا: کہ حلیم سے مراد رحیم ہے۔

(ھ) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ اِنَّ اِبۡرٰهِیۡمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیۡمٌ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ ان کے حلم اور بردباری کی کیفیت یہ تھی کہ جب ان کی قوم کا کوئی فردانہیں اذیت اور تکلیف دیتا تو اسے فرماتے: اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت عطا فرمائے۔

(و) عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قرآن کریم میں جو شے بھی نازل کی گئی ہے چار آیات کے سوا وہ سب میں جانتا ہوں۔ ان میں سے ایک وَالرَّقِیۡمِ ہے (۱)چونکہ میں نہیں جانتا تھا وہ نکلے۔ اور ایک یہ ہے وَّحَنَانًا مِّنۡ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً (۲) فرمایا میں نہیں جانتا کہ حنان کیا ہے بلکہ اس سے مراد رحمت ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے البتہ میں اسے زقوم کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشادفرمایا اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوۡمِ ۝ طَعَامُ الۡاَثِیۡمِ (۳) مزید فرمایا: لَأَوَّاهٌ حبشہ کی زبان میں یقین کرنے والے کو کہتے ہیں۔

(ز) ابوالشیخ نے ذکرکیاہے کہ مجاہدؒنے فرمایا: لَأَوَّاهٌ کا معنی مومن ہے۔ اور ابوالشیخ نے آپ ہی سے یہ قول بھی بیان کیا ہے کہ لَأَوَّاهٌ سے مراد توجہ کرنے والا فقیر ہے۔

(أ) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم:۱۷۴۰۶ میں مراد "المسبّح" ہے۔جبکہ الدرالمنثور میں "مسبح" لکھاہوا ہے۔

(ب) البخاری،التاریخ الکبیر، ج ۲، ص ۳۲۶، رقم:۲۶۳۵۔

(ج) ابوالشیخ کی روایت نہیں ملی۔

(د) تفسیرابن ابی حاتم،سورۃہود، ج ۶، ص ۲۰۵۸، رقم: ۱۱۰۴۲۔

(ھ) تفسیرابن ابی حاتم،سورۃہود، ج ۶، ص ۲۰۵۸، رقم: ۱۱۰۴۱۔

(و) عبدبن حمید کی مطلوبہ کتاب نہیں ملی۔

(ز) ابوالشیخ کی متداول کتابوں میں روایت نہیں ملی۔

(۱) الکھف:(۹) (۲) مریم : (۱۳) (۳) الدخان : (۴۳,۴۴)

(أ) ابن جریر اور ابوالشیخ نے عقبہ بن عامر کا یہ قول بیان کیا ہے کہ ٰ لَأَوَّاهٌ ٰ سے سے مراد کثرت سے اللہ تعالٰی کا ذکر کرنے والا ہے۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُم مَّا يَتَّقُونَ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (115) إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (116)

" اور خدا ایسا نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کردے جب تک ان کو وہ چیز نہ بتادے جس سے وہ پرہیز کریں۔بے شک خدا ہرچیز سے واقف ہے۔ خداہی ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ وہی زندگانی بخشتا اور(موت) دیتاہے اور خدا کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگارنہیں ہے"۔

(ب) ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُم مَّا يَتَّقُونَ ٰکی تفسیر میں مجاہدؒ نے کہا: اللہ تعالٰی کی جانب سے مومنین کے لیے استغفار کے بارے میں وضاحت مشرکین کے لیے خاص ہے اور اپنی اطاعت ومعصیت کے بارے میں اس کی وضاحت عام ہے جسے وہ کریں یا چھوڑدیں۔

(ج) ابن ابی حاتم نے قتادہؒ سے حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُم مَّا يَتَّقُونَ ٰکے بارے میں کہا ہے: یعنی وہ تمام چیزیں جن پر وہ عمل پیراہوں گے اور جن سے باز رہیں گے۔

(أ) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۴۰۸۔

(ب) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۴۱۹، ۱۷۴۲۰؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۹۷، رقم:۱۰۰۷۴۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۹۷، رقم:۱۰۰۷۵۔

(أ) ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ یحیٰ بن عقیل(۱) نے کہا کہ یحیٰ بن یعمر(۲) کو ایک تحریر دی گئی۔ انہوں نے کہا: یہ عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ کا خطبہ ہے۔ وہ ہر جمعرات کی شام کو اپنے اصحاب کو یہ خطبہ دیا کرتے تھے۔ انہوں نے حدیث ذکر کی اور پھر فرمایا: تم میں سے جو عالم یا متعلم بننے کی استطاعت رکھتا ہوتو اسے ایسا کرنا چاہیے اور اس کے سواوہ کچھ نہ ہو۔ کیونکہ عالم اور متعلم دونوں خیر اور نیکی میں شریک ہیں۔ اے لوگو! خدا کی قسم! مجھے تم پر یہ خوف نہیں ہے کہ ایسی چیزوں کے بارے میں تم سے مواخذہ کیا جائے گا جو تمہارے لیے بیان نہیں کی گئیں، حالانکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْماً بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُم مَّا يَتَّقُون اور تحقیق اس نے تمہارے لیے وہ چیزیں بیان کردی ہیں جن سے تمھیں بچنا چاہیے۔

(ب) ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کے ضمن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب غزوۂ بدر کے مشرکین قیدیوں سے فدیہ لیا گیا۔ فرمایا: تمھیں نہیں چاہیے کہ تم یہ وصول کرو یہاں تک کہ تمھیں اجازت دے دی جائے۔ لیکن اللہ تعالٰی کے لیے نہیں ہے کہ وہ کسی قوم کو ایسے گناہ کے سبب عذاب دے جس کا ارتکاب انہوں نے کیا، یہاں تک کہ وہ چیزیں ان کے لیے بیان کردے جن سے انہیں بچنا چاہیے۔ فرمایا: یہاں تک کہ وہ انہیں اس سے پہلے ان سے منع کردے۔

لَقَدتَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالأَنصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِن بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ (117)

’’ بیشک خدا نے پیغمبر پر مہربانی کی اور مہاجرین اور انصار پر جو باوجود اس کے کہ ان میں سے بعضوں کے دل جلد پھر جانے کو تھے مشکل کی گھڑی میں پیغمبر کے ساتھ رہے۔ پھر خدا نے اُن پر مہربانی فرمائی۔ بیشک وہ اُن پر نہایت شفقت کرنے والا (اور) مہربان ہے‘‘۔

(أ) ابن منذر کی مطلوبہ کتاب نہیں ملی۔ (ب) ابن مردویہ کی کتاب نہیں ملی۔

(۱) یحیٰ بن عقیل خزاعی بصری، تابعی، عمران بن حصین، عبداللہ بن ابی اوفی، یحیٰ بن یعمر اور انسؓ سے روایت بیان کرتا ہے۔ ان سے سلیمان تیمی اور حسین بن واقد نے روایتیں لی ہیں۔ ابن معین نے انھیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں: ابن شاہین، تاریخ اسماء الثقات، ص ۳۵۷، رقم: ۱۵۴۵ ؛ ابن منجویہ، رجال صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۴۸، رقم: ۱۸۴۸ ؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۷، ص ۸۴، رقم: ۸۹۰۹؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۸۴، رقم: ۸۹۰۹۔

(۲) یحیٰ بن یعمر عدوانی، ابوسلیمان اہواز میں پیدا ہوئے اور بصرہ میں سکونت رکھتے تھے۔ علماء تابعین میں سے تھے۔ حدیث، فقہ اور لغت کے بڑے عالم تھے۔ انھوں نے کئی صحابہ کو پایا جن میں عائشہؓ، ابن عباسؓ، ابوہریرہؓ شامل ہیں ۹۰ھ (۷۰۸م) سے قبل فوت ہوئے۔ دیکھیں: الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۴، ص ۴۴۱، رقم: ۱۷۰؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۸، ص ۱۷۷۔

(أ) ابن جریر، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل میں اور ضیاء نے المختارہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے عرض کہ ہمیں ساعۃ العسرہ کے بارے میں کچھ بتائیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم سخت گرمی کے موسم میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تبوک کی طرف نکلے۔ ہم ایک منزل پر اترے تو ہمیں شدید پیاس نے آلیا۔ یہاں تک کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ ہماری گردنیں کٹ جائیں گی (یعنی ہماری موت واقع ہوجائے گی) کیفیت یہ تھی کہ ایک آدمی اپنا اونٹ ذبح کرتا تھا پھر اس کی اوجھ کو نچوڑتا اور وہ پانی پی لیتا اور جو بچ جاتا وہ اس کے جگر پر ڈال دیتا، تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھلائی اور خیر کی دعامانگنے کا عادی بنایا ہے، سو آپ ہمارے لیے دعا فرمایئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک بلند فرمائے اور ابھی واپس نہیں لوٹائے تھے کہ بادل نمودار ہوا اور خوب موسلادھار برسا اور خوب پانی بہایا، پس تمام کے پاس پانی کے جو برتن تھے وہ سب بھر لیے، پھر ہم چل پڑے اوردیکھتے رہے اور ہم نے اسے (بارش کو) نہ پایا اور لشکر آگے گزر گیا۔

(ب) ابن جریر اور ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا سَاعَةِ الْعُسْرَةِ سے مراد غزوۂ تبوک ہے۔

(ج) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ کے بارے میں قتادہؒ نے فرمایا: یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے شدید گرمی کے موسم میں شام کی طرف غزوۂ تبوک میں نبی کریم ﷺ کی اتباع وپیروی کی۔ اور ایسی مشقت اٹھائی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اس دوران انہیں اتنی شدید مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑی کہ ہمیں یہ بتایا گیا کہ دوآدمی ایک کھجور کو دو حصوں میں تقسیم کرتے تھے اور بہت سے لوگ ایک کھجور آپس میں ایک دوسرے کی جانب پھراتے رہتے تھے کہ ان میں سے ایک آدمی اسے چوستا، پھر اس پر پانی ڈالتا اور پھر وہی کھجور دوسرا آدمی چوس لیتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت سے توجہ فرمائی اور انہیں غزوہ سے کامیاب واپس لوٹایا۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۴۲۹؛ صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الوضوء، باب ذکرالدلیل علی أن الماء اذاخالطہ فرث،رقم: ۱۰۱ ؛ ابن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب الطہارۃ، باب النجاسۃ، وتطہیرہا، رقم: ۱۳۸۳ ؛ الحاکم ، المستدرک، کتاب الطہارۃ، رقم: ۵۶۶ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب جماع ابواب غزوہ تبوک، ج ۵، ص ۲۳۱؛ الضیاء، الأحادیث المختارۃ، ج ۱، ص ۱۰۱، رقم: ۱۶۸۔(حکم): امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح علی شرط الشیخین کہاہے۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃالتوبۃ، رقم:۱۷۴۲۳۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۹۹، رقم: ۱۰۰۸۳۔

(أ) ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ محمد بن عبداللہ(۱) بن عقیل بن ابی طالب نے اسی آیت کے ضمن میں کہا: صحابہ کرام غزوہ تبوک کے لیے چلے تو سواری کے لیے دو یا تین افراد کو ایک اونٹ میسر تھا، وہ شدید گرمی کے موسم میں نکلے اور اس دوران ایک دن انہیں سخت پیاس نے آلیا، یہاں تک کہ وہ اپنے اونٹ کو ذبح کرنے لگے اور ان کی اوجھ نچوڑ کر اس کا پانی پینے لگے۔ گویا ان کے لیے پانی کی تنگی بھی تھی خوراک کی قلت بھی تھی اور سواری کے کم ہونے کی مشقت اور اذیت بھی تھی۔

(ب) ابن جریر، ابن منذر اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ساعۃ العسر ہ سے مراد سواری کی تنگی، خوراک کی مشکل اور پانی کی قلت کی تکلیف ہے (اسی وجہ سے غزوۂ تبوک کو ساعۃ العسر ہ سے تعبیر کیا گیا ہے)

(ج) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ضحاک نے اس طرح قرأت کی "مِن بَعْدِ مَا زَاغَتْ قُلُوْبُ طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ"۔

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا أَنْ لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (118)

''اور اُن تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے اُن پر تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں بھی ان پر دوبھر ہوگئیں اور انہوں نے جان لیا کہ خدا (کے ہاتھ) سے خود اس کے سوا کوئی پناہ نہیں۔ پھر خدا نے ان پر مہربانی کی تاکہ توبہ کریں۔ بیشک خدا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے''۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۹۸، رقم: ۱۰۰۸۱؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب جماع ابواب غزوۃ تبوک، ج ۵، ص ۲۲۷۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۴۲۷۔

(ج) ابوالشیخ کی روایت نہیں ملی۔

(۱) کتاب التخریج تفسیر ابن ابی حاتم میں یہ روایت عبداللہ بن محمد بن عقیل سے مروی ہے جبکہ الدرالمنثور کے زیر استعمال مطبوعہ میں محمد بن عبداللہ بن عقیل سے مروی ہے۔اس نام سے ان کا ترجمہ نہیں ملا۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل ابن ابی طالب، ابومحمد جابر، ابن عمر اور اُنس بن مالک سے روایت بیان کرتا ہے۔ان سے دونوں سفیانوں، حماد بن سلمہ اور بشر بن مفضل نے روایتیں لی ہیں۔ابن معین نے انھیں ضعیف کہا ہے۔انھوں نے ۱۴۰ھ(۷۵۷م) کے بعد وفات پائی ۔دیکھیں:النووی، تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۳۱۵، رقم: ۳۳۰، الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۹، ص ۱۹۶۔

(أ) ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا کے بارے میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ تین کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیعہ تھے اور یہ تینوں انصار میں سے تھے۔

(ب) ابن مردویہ نے مجمع بن جاریہ سے یہ روایت کیا ہے کہ وہ تین جن کا فیصلہ ملتوی کردیا گیا اور اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر بھی نظر رحمت فرمائی وہ کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیعہ تھے۔

(ج) ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن شہاب نے فرمایا: بے شک وہ تین جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا وہ کعب بن مالک بنی سلمہ میں سے، ہلال بن میہ بنی واقف میں سے اور مرارہ بن ربیعہ بنی عمرو بن عوف میں سے تھے۔

(د) ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ذی اوان میں اترے تو وہ عام منافقین جو آپ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے، کہ وہ آپ ﷺ کا استقبال کریں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو ارشاد فرمایا: تم کسی ایسے آدمی سے بات نہ کرنا جو ہم سے پیچھے رہا ہے اور نہ اس کے ساتھ مجالست اختیار کرنا یہاں تک کہ میں تمہیں اجازت دے دوں۔ چنانچہ انہوں نے ان سے کوئی گفتگو نہ کی۔ پس جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کے پاس وہ لوگ حاضر ہوئے جو پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ آپ ﷺ کو سلام عرض کرنے لگے۔ تو آپ ﷺ نے ان سے اعراض کر لیا اور مومنوں نے بھی ان سے اعراض کر لیا۔ یہاں تک کہ ایک آدمی سے اس کے بھائی، اس کے باپ اور اس کے چچا نے بھی اعراض کر لیا۔ پس وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آنا شروع ہوگئے اور وہ مجبوریاں اور بیماریاں بیان کرکے معذرت کرنے لگے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان پر رحم فرمایا، ان سے بیعت لی اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور ان میں سے وہ لوگ جو بغیر کسی شک اور نفاق کے پیچھے رہ گئے تھے وہ تین آدمی تھے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں کیا ہے۔ اور وہ کعب بن مالک سلمی، ہلال بن امیہ واقفی اور مرارہ بن ربیعہ عامری تھے۔

(ھ) ابن مندہ اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا کے ضمن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ تینوں کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ تھے۔

(أ) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۴۳۳؛ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۵۰، ص ۱۹۵۔

(ب) ابن مردویہ کی مطلوبہ کتاب نہیں ملی۔

(ج) ابن مردویہ کی مطلوبہ کتاب نہیں ملی۔

(د) ابن مردویہ کی مطلوبہ کتاب نہیں ملی۔

(ھ) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۵۰، ص ۱۹۵۔

(أ) عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابن مردویہ اور بیہقی نے زہری کی سند سے یہ بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن(۱) بن عبداللہ بن کعب بن مالک نے مجھے خبر دی ہے کہ عبد اللہ بن کعب(۲) بن مالک نے بیان کیا اور یہی کعب کے نابینا ہوجانے کے بعد ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں چلاتے تھے،انہوں نے بیان کیا کہ میں نے خود کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ اس طرح واقعہ بیان کرتے تھے کہ جب وہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے۔ کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میں غزوۂ تبوک کے سوا کسی غزوہ میں بھی کبھی رسول ﷺ سے پیچھے نہیں رہا۔ مگر یہ کہ میں غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہا۔ لیکن اس سے پیچھے رہنے والوں میں سے کسی کو کوئی عتاب نہیں فرمایا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ قریش کے ارادہ سے نہیں نکلے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کے جان نثاروں اور ان کے دشمنوں کو بغیر کسی معاہدہ اور پروگرام کے اکٹھا کردیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عقبہ کی رات حاضر تھا جب کہ ہم نے اسلام پر معاہدہ کیا تھا اور اس سے بڑھ کر کوئی پسندیدہ نہیں کہ میرے لیے میدان بدر ہو۔ اگر بدر ہوتا تو میں لوگوں میں اس کے بارے میں ذکر کرتا اور اس سے شہرت حاصل کرتا۔

(أ) مصنف عبدالرزاق، کتاب المغازی، باب حدیث الثلاثۃ الذین خلفوا، رقم:۹۷۴۴، ۱۶۳۹۵، ۴۸۶۳، ۴۸۶۴، ۴۸۱، ۵۹۶۱، ۵۲۵۸، ۹۲۷۰ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، باب ماحفظ ابوبکرفی غزوۃ تبوک، رقم: ۲۷۰۰۷ ؛مسنداحمد، مسندالمکیین، بقیۃحدیث کعب بن مالک انصاری، رقم: ۱۵۷۸۹ ؛البخاری، صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک، رقم: ۴۱۵۶ ؛ امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب حدیث توبۃ کعب بن مالک، رقم: ۲۷۶۹ ؛تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم:۱۷۴۵۰، ۱۷۴۴۶ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۸۹۹، رقم: ۱۰۰۸۵ ؛ابن حبان، کتاب الزکاۃ، ابن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃالتطوع، رقم: ۳۳۷۰ ؛البیہقی، دلائل النبوۃ، باب جماع أبواب غزوۃتبوک، ج ۵، ص ۲۷۳، ۲۷۹۔

(۱) عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری، مدنی تابعی، مدینہ کے فقہاء میں سے تھے۔ انھوں نے اپنے دادا، چچا عبیداللہ بن کعب،ابوہریرۃؓ اور جابرؓ سے روایتیں بیان کی ہیں۔ ان سے امام زہری، محمد بن ابی امامہ اور عبداللہ بن عیسیٰ نے روایت لی ہیں۔ابن حجر نے انھیں ثقہ عالم لکھا ہے۔انھوں نے ہشام کے دورخلافت میں وفات پائی۔دیکھیں:ابن حجر، تقریب التھذیب، ص ۳۴۴، رقم: ۳۹۲۳ ؛ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۷، ص ۱۴۸۔

(۲) عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری،کبارتابعین میں سے ہیں۔نبی کریم ﷺ کے عہدمبارک میں پیداہوئے۔ وہ اپنے والداور ابن عباسؓ سے روایت بیان کرتا ہے۔ جبکہ ان سے امام زہری، عبدالرحمٰن أعرج نے روایتیں لی ہیں۔العجلی نے انھیں مدنی تابعی ثقہ کہا ہے۔ انھوں نے ۹۷ھ یا ۹۸ھ میں وفات پائی۔دیکھیں:مغلطائی، اکمال تہذیب الکمال، ج ۸، ص ۱۳۷، رقم: ۳۱۴۱ ؛ البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۴، ص ۲۸۱ ؛ الکلاباذی ، الہدایۃوالارشاد، ج ۱، ص ۴۲۲، رقم: ۶۱۲ ؛ابن حجر، تقریب ، ص ۳۱۹، رقم: ۳۵۵۲۔

جب میں رسول اللہ ﷺ سے غزوۂ تبوک میں پیچھے رہا تو میری خبر یہ تھی کہ میں کبھی بھی اتنا طاقتور نہیں ہوا اور نہ کوئی مجھ سے زیادہ خوش حال تھا جب کہ میں اس غزوہ میں آپ ﷺ سے پیچھے رہ گیا۔ خدا کی قسم! اس سے پہلے کبھی بھی میرے پاس سواری کے لیے دواونٹیاں جمع نہیں ہوئی تھی۔حتیٰ کہ میں نے اس غزوہ میں ان دونوں کو اکٹھا کیا۔اور رسول اللہ ﷺ جب کبھی غزوہ کا ارادہ فرماتے تو اسے مخفی رکھا کرتے تھے مگر اس غزوہ کے وقت آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ انتہائی شدید گرمی کے موسم میں اس غزوہ کے لیے تشریف لے گئے۔انتہائی دور دراز کا سفر اور جنگل بیابان کا سامنا تھا اور دشمن کی کثیر تعداد سامنے تھی۔ پس آپ ﷺ نے مسلمانوں کے لیے ان کے معاملات کو ظاہر کیا تاکہ وہ اپنے دشمن کی تیاری کے مطابق خوب تیاری کر سکیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس سمت سے آگاہ فرمایا جہاں کا آپ ﷺ ارادہ رکھتے تھے۔

اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسے کثیر مسلمان تھے جن کا اندراج کسی محفوظ کتاب میں نہیں ہوتا تھا۔ اس کتاب سے مراد دیوان ہے (یعنی کوئی باقاعدہ فوج نہیں تھی)۔ کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہت کم ہی کسی آدمی نے غائب ہونے کا ارادہ کیا مگر اس نے یہی گمان کیا کہ وہ چھپا رہے گا جب تک اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی وحی نازل نہ ہوئی۔ اور رسول اللہ ﷺ اس غزوہ پر اس وقت تشریف لے گئے جب کہ پھل پکے ہوئے تھے۔ سایہ انتہائی اچھا لگتا تھا اور اس کو حقیر اور صغیر جانتے ہوئے آپ نے اس کے لیے یہ وقت مقرر کیا۔ پس رسول اللہ ﷺ اور آپ کی معیت میں مومنین اس کے لیے تیار ہوگئے۔میں بھی صبح جاتا تاکہ ان کے ساتھ مل کر تیاری کروں پھر لوٹ کر آتا اور کوئی فیصلہ نہ کرسکتا تھا اور اپنے دل میں یہ کہتا: اگر میں نے ارادہ کرلیا تو میں اس پر قدرت رکھتا ہوں (یعنی میرے وسائل ہیں کہ میں فوراً ساتھ جانے کے لیے تیار ہوسکتا ہوں) پس مسلسل میرا اصرار یہی رہا یہاں تک کہ میں لوگوں کے ساتھ کوشش اور تیاری میں لگا رہا۔ پس جس صبح رسول اللہ ﷺ اور آپ کی معیت میں مومنین جانے کے لیے تیار ہوگئے۔تو میں نے اپنی تیاری کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کیا۔ میں نے ایک یا دو دن تک اپنی تیاری مؤخر کردی کہ پھر میں آپ ﷺ سے جاملوں گا۔ سو ان کے چلے جانے کے بعد میں صبح کے وقت نکلا تاکہ میں تیاری کروں اور پھر لوٹ آیا اور اپنی تیاری کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کیا۔ پھر دوسری صبح گیا اور لوٹ آیا اور کوئی فیصلہ نہ کر سکا، پس اس طرح میرا یہ سفر دور ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اختتام پذیر ہوگیا اور لشکر بہت آگے بڑھ گیا، میں نے جانے کا ارادہ کیا کہ میں انہیں پالوں گا اور کاش میں ایسا کر لیتا۔ پھر مجھے اس کی قدرت نہ ہوئی۔ پس رسول اللہ ﷺ تشریف لے جانے کے بعد جب میں لوگوں میں نکلتا تو میری نظر ایسے آدمیوں پر پڑتی جن پر نفاق میں مبتلا ہونے کا عیب تھا یا پھر ایسے آدمی دکھائی دیتے جنہیں اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یاد نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ ﷺ تبوک پہنچ گئے۔ وہاں قوم کے ساتھ بیٹھے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا: کعب بن مالک نے کیا کیا ہے؟ تو بنی سلمہ کے ایک آدمی نے کہا۔ یا رسول اللہ ! ﷺ اس کی دھاری دار چادروں اور اس کی متکبرانہ سوچ نے اسے

روک دیا ہے (یعنی اس کی دو بیویوں نے اسے اس سفر سے روک دیا ہے)۔ تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: تو نے بہت ناپسندیدہ بات کی ہے۔ خدا کی قسم! یا رسول اللہ ﷺ ہم اس کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے اور رسول اللہ ﷺ یہ سن کر خاموش رہے۔

کعب بن مالک نے کہا: کہ جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس چل پڑے ہیں تو مجھے خیال آنے لگا اور میں کوئی جھوٹ یاد کرنے لگا اور میں یہ کہنے لگا: کہ کون سی شے کے سبب میں کل آپ کی ناراضگی سے بچ سکوں گا۔ میں اپنے گھر کے ہر صاحب رائے فرد سے اس کے بارے میں مشاورت کرنے لگا۔ لیکن جب یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لانے والے ہیں تو مجھ سے باطل نظریہ دور ہو گیا اور میں نے یہ یقین کر لیا کہ میں نے کبھی بھی کسی اور شے کے سبب آپ سے نجات نہیں پائی۔ پس میں نے آپ ﷺ سے سچ کہنے کا فیصلہ کر لیا۔ صبح رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی۔ آپ کا یہ معمول مبارک تھا کہ جب آپ ﷺ سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے، دو رکعت نماز ادا فرماتے، اور پھر لوگوں کے پاس مجالست اختیار فرماتے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے تو پیچھے رہنے والے لوگ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور معذرت کرنے لگے اور قسمیں اٹھا اٹھا کر آپ کو یقین دہانی کرانے لگے۔ یہ اسی سے کچھ زائد افراد تھے۔ پس جو کچھ انہوں نے ظاہراً کہا: رسول اللہ ﷺ نے ان سے وہ قبول فرما لیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور ان کے باطن کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ یہاں تک کہ میں بھی حاضر خدمت ہوا۔ پس جب میں نے سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے غضب ناک آدمی کے تبسم کی مثل تبسم فرمایا۔ پھر مجھے ارشاد فرمایا: آؤ۔ پس میں آگے چلتا آیا حتیٰ کہ آپ ﷺ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ تجھے کس چیز نے پیچھے رکھا ہے کیا تو نے اپنی سواری خریدی نہیں تھی؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اگر میں آپ کے سوا اہل دنیا میں سے کسی اور کے پاس بیٹھا ہوتا تو میں یقیناً یہ خیال کرتا کہ میں کسی عذر کے سبب اس کی ناراضگی سے بچ جاؤں۔ یقیناً میں کوئی بحث کرتا۔ لیکن خدا کی قسم! مجھے یہ یقین ہے کہ اگر آج میں آپ کے ساتھ جھوٹے آدمی کی طرح گفتگو کروں گا، آپ اس کے سبب مجھ سے راضی ہو جائیں گے۔ لیکن یہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ پر ناراض کر دے۔ اور اگر میں آپ سے سچی بات کہوں گا تو آپ مجھے سچ کے بارے میں اس طرح پائیں گے کہ میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میرے لیے عتاب قریب ہے۔ خدا کی قسم! میرے لیے کوئی عذر نہیں تھا۔ خدا کی قسم! میں کبھی اتنا فارغ نہیں ہوا اور نہ کوئی مجھ سے بڑھ کر اس وقت خوش حال تھا جب کہ میں آپ سے پیچھے رہا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح ہے۔ تحقیق اس نے سچ کہا ہے۔ لہٰذا تو اٹھ جا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں کوئی فیصلہ فرما دے۔

پس میں اٹھ کھڑا ہوا اور بنی سلمہ کے کچھ افراد بڑی تیزی سے میری طرف آئے اور میرے پیچھے پیچھے چلتے آئے۔ انہوں نے مجھے کہا: خدا کی قسم! ہم تیرے بارے میں نہیں جانتے کہ تو نے اس سے قبل بھی کوئی گناہ کیا ہو اور

تحقیق تو اس سے عاجز رہا ہے کہ تو رسول اللہ ﷺ کے پاس ایسا کوئی عذر پیش نہیں کر سکا جیسے پیچھے رہ جانے والوں نے عذر پیش کیے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا استغفار کرنا تیرے گناہ (کی مغفرت) کے لیے کافی تھا۔ کعب نے بیان فرمایا: خدا کی قسم! وہ مسلسل مجھے متنبہ کرتے ہی رہے یہاں تک کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں واپس لوٹ جاؤں اور اپنے آپ کو جھٹلاؤں۔ پھر میں نے ان سے کہا: کیا اس معاملہ میں انہوں نے میرے ساتھ کسی کو ملایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں تیرے ساتھ دو آدمی آملے ہیں۔ ان دونوں نے بھی وہی کہا ہے جو تو نے کہا: اور ان دونوں کو بھی وہی کچھ کہا گیا جو تجھے کہا گیا ہے۔ میں نے پوچھا: وہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ واقفی۔پس انہوں نے میرے سامنے دو نیک اور صالح لوگوں کا ذکر کیا اور وہ دونوں غزوۂ بدر میں بھی شریک تھے۔ لہٰذا میرے لیے تو ان دونوں میں نمونہ تھا۔ پس جب انہوں نے میرے سامنے ان دونوں کا ذکر کیا تو میں چلا گیا۔

کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیچھے رہنے والے افراد میں سے ہم تینوں کے ساتھ لوگوں کو کلام کرنے سے منع فرمادیا۔ پس ہم لوگوں میں سے اجنبی ہو گئے۔ لوگ ہمارے لیے بدل گئے۔ یہاں تک کہ میرے لیے وہ زمین بھی اجنبی ہوگئی جسے میں پہچانتا تھا۔ پس ہم اسی حالت پر پچاس راتیں ٹھہرے رہے۔ پس میرے وہ دونوں ساتھی اپنے اپنے گھروں میں ہی پر سکون ہو گئے اور وہیں بیٹھ گئے۔ چونکہ میں اپنی قوم سے انتہائی مضبوط اور دوسروں سے بڑھ کر طاقتور تھا لہٰذا میں مسلمانوں کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتا رہا اور بازار میں چکر وغیرہ لگاتا رہتا۔لیکن کوئی مجھ سے بات نہ کرتا۔میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بھی حاضر ہوتا ور آپ ﷺ نماز کے بعد مجلس میں تشریف فرما ہوتے۔ میں آکر سلام عرض کرتا اور پھر اپنے دل میں کہتا کیا آپ ﷺ نے سلام کا جواب دینے کے لیے اپنے ہونٹ مبارک کو حرکت دی ہے یا نہیں۔ پھر میں آپ ﷺ کے قریب نماز ادا کرتا اور آنکھیں چرا چرا کر دیکھتا۔جب میری توجہ نماز کی طرف ہوتی تو آپ ﷺ میری طرف دیکھتے اور جب میں آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ ﷺ مجھ سے اعراض فرمالیتے۔حتیٰ کہ جب اسی کیفیت پر یعنی مسلمانوں سے تعلقات منقطع ہونے پر زیادہ اور طویل وقت گزر گیا۔ تو میں چل پڑا، یہاں تک کہ میں ابوقتادہؓ کی دیوار پر جا بیٹھا۔ وہ میرے چچا کے بیٹے تھے اور لوگوں سے بڑھ کر میرے نزدیک محبوب اور میرے دوست تھے۔ پس میں نے انہیں سلام پیش کیا ۔ خدا کی قسم! انہوں نے بھی مجھ پر سلام کا جواب نہیں لوٹایا۔ تو میں نے ان سے کہا: اے ابوقتادہؓ! میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں! کیا تو جانتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ آپ فرماتے ہیں کہ وہ خاموش رہا۔میں نے دوبارہ کہا: اور انہیں قسم دی۔ لیکن وہ بالکل خاموش رہے۔ جب میں نے تیسری بار بات کی اور انہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دی تب اس نے صرف یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ پس میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور میں واپس لوٹ آیا اور دیوار پر چڑھ گیا۔ اس اثنا میں کہ میں مدینہ طیبہ کے بازار میں چل رہا تھا کہ اچانک شام کے نبطیوں میں سے ایک نبطی کھانا لے کر آیا جو کہ مدینہ طیبہ میں بیچ رہا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کون ہے جو کعب بن مالک کے بارے

میں میری راہنمائی کرے گا؟ لوگ اس کے لیے میری طرف اشارے کرنے لگے یہاں تک کہ وہ میرے پاس آیا اور اس نے غسانہ کے بادشاہ کی جانب سے مجھے ایک خط دیا۔ میں خود کاتب تھا۔ اس میں یہ تھا: امابعد! ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ کے صاحب (یعنی رسول اللہ ﷺ) نے آپ کے ساتھ زیادتی اور جفا کی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ذلیل وخوار اور تنگ گھر میں پیدانہیں کیا۔ پس تم ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہاری غم خواری اور عزت وتکریم کریں گے۔ جب میں نے اسے پڑھا تو کہا۔یہ بھی ایک آزمائش ہے۔پس میں وہ لے کر تنور پر گیا اور اسے اس میں ڈال کر جلادیا۔یہاں تک کہ جب پچاس میں سے چالیس راتیں گزر گئیں تو رسول اللہ ﷺ کی جانب سے میرے پاس پیغام آیا اور فرمایا۔کہ رسول اللہ ﷺ تجھے حکم دیتے ہیں کہ تو اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کرلے۔ تو میں نے استفسار کیا۔ کیا میں اسے طلاق دے دوں یا میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔بلکہ اس سے علیحدگی اختیار کیجئے اور اس کے قریب نہ جائیے۔ آپ ﷺ نے میرے دونوں ساتھیوں کی جانب بھی اسی طرح کا پیغام ارسال فرمایا۔پس میں نے اپنی بیوی سے کہا: تو اپنے میکے چلی جا اور انہیں کے پاس رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں کوئی فیصلہ فرمادے۔ہلال بن امیہ کی زوجہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ہلال انتہائی بوڑھا آدمی ہے وہ کام کی طاقت نہیں رکھتا اور اس کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہے کیا آپ ناپسند کرتے ہیں کہ میں اس کی خدمت کرتی رہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں لیکن وہ تیرے قریب نہ آئے۔ تو اس نے عرض کی: خدا کی قسم! اس میں کسی بھی شے کی طرف کوئی حرکت نہیں ہے۔ خدا کی قسم! وہ تو اس دن سے آج تک رورہا ہے، اگر آپ کی جانب سے یہ حکم ہے تو پھر یہی ہے تو مجھے بھی بعض گھروالوں نے کہا: اگر تم بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت لے لو۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ہلال کی بیوی کو ان کی خدمت کی اجازت دے دی ہے۔تو میں نے کہا: خدا کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب نہیں کروں گا۔ جب میں اجازت طلب کروں گا تو جو آپ فرمائیں گے وہ میں نہیں جانتا جب کہ میں ایک نوجوان آدمی ہوں۔

فرمایا: ہم دس راتوں تک ٹھہرے رہے اور جب سے ہمارے ساتھ کلام کرنے سے روکا گیا تھا اس وقت سے ہماری پچاس راتیں مکمل ہوگئیں، فرمایا: پھر میں نے پچاسویں رات کی صبح کو فجر کی نماز اپنے مکانوں میں سے ایک مکان کے اوپر پڑھی۔ پس میں اپنی اسی حالت پر بیٹھا ہوا تھا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں فرمایا اس حال میں کہ میری جان مجھ پر تنگ تھی اور زمین اپنی وسعتوں کے باجود مجھ پر تنگ ہوگئی تھی۔تو میں نے ایک چیخنے والے کی آواز سنی یا جبل سلع میں، میں نے ایک چیخ سنی کہ وہ انتہائی بلند آواز کے ساتھ کہہ رہا تھا: اے کعب بن مالک! تجھے بشارت ہو۔ پس میں سجدے میں گر گیا اور میں نے پہچان لیا کہ وسعت اور کشادگی آگئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب صبح کی نماز ادا فرمائی تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہماری توبہ قبول کیے جانے کا اعلان فرمایا۔ پس لوگ آئے ہمیں مبارک باد دینے لگے اور میرے دونوں ساتھیوں کو مبارک باد دینے اور خوش خبری سنانے کے لیے بھی لوگ

ان کی طرف گئے اور ایک آدمی گھوڑے پر تیزی سے میری طرف آیا اور بنی اسلم کا ایک آدمی تیز دوڑتے ہوئے آیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اس کی آواز گھوڑ سوار سے تیز اور زیادہ تھی۔ پس جب وہ میری پاس آیا جس کی آواز میں نے سنی تھی۔ وہ مجھے بشارت اور خوش خبری سنانے لگا۔ میں نے اس کے لیے اپنے کپڑے اتارے اور اس کی بشارت کے سبب میں نے وہ دونوں کپڑے اسے پہنادیئے اور کہا؛ خدا کی قسم! آج کے دن میں ان کے سوا کسی شے کا مالک نہیں اور میں نے دو کپڑے ادھار لیے اور وہ خود پہن لیے اور میں رسول اللہ ﷺ کی جانب چل پڑا۔گروہ درگروہ لوگ مجھے ملنے لگے اور وہ توبہ کی قبولیت پر مجھے مبارک باد دینے لگے۔ وہ کہتے: تجھے مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر رحمت کی نظر فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ میں مسجد میں داخل ہو گیا۔تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہیں اور آپ کے اردگرد لوگ حلقہ بنائے ہوئے ہیں۔ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور دوڑتے ہوئے میری طرف آئے یہاں تک کہ انہوں نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باددی۔خدا کی قسم! اس کے سوا مہاجرین میں سے کوئی آدمی اٹھ کر میری جانب نہیں آیا۔ فرمایا کہ کعب طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس حسن سلوک کو کبھی بھی نہیں بھلاسکتا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام پیش کیا تو آپ ﷺ کا چہرۂ انور سرور انبساط سے چمکنے لگا اور فرمایا: تجھے مبارک ہو جب سے تیری ماں نے تجھے جنم دیا ہے تجھ پر ہر دن خیر وعافیت سے گزرا، میں نے عرض کی یا رسول اللہ ! ﷺ کیا یہ بشارت آپ کی جانب سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی جانب سے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور رسول اللہ ﷺ کا چہرہ اقدس جب روشن ہوتا تو ایسے لگتا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔

پس جب میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھا، تو عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے لیے اپنا مال صدقہ کرکے اس سے علیحدگی اختیار کرلوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ مال روک لووہ تمہارے لیے باعث نفع ہوگا۔میں نے عرض کی۔ : میں اپنا وہ حصہ روک لوں گا جو خیبر میں ہے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ نے سچ کے سبب مجھے نجات عطا فرمائی ہے اور میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ جب تک میں باقی ہوں سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گا۔ فرمایا: خدا کی قسم! میں مسلمانوں میں سے کسی کو نہیں جانتا جسے اللہ تعالیٰ نے گفتگو میں سچ بولنے کے سبب اس سے زیادہ آزمایا ہوجتنا اللہ تعالیٰ نے مجھے آزمایا اور ایسا اس وقت سے ہوا جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا ہے۔ خدا کی قسم! جب بھی میں نے کچھ کہا کبھی بھی آج کے دن تک جھوٹ بولنے کا قصدوارادہ نہیں کیا۔اور میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بقیہ زندگی میں بھی محفوظ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ(۱) اس قول تک وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ(۲)۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی جانب ہدایت فرمانے کے بعد کبھی بھی مجھ

---

(۱) التوبۃ: (۱۱۷) (۲) التوبۃ: (۱۱۹)

پر ایسا انعام نہیں فرمایا جو میری ذات میں رسول اللہ ﷺ سے سچ بولنے سے بڑھ کر اور اعظم ہو کہ میں نے اس دن آپ ﷺ سے جھوٹ نہیں بولا۔ورنہ میں بھی اسی طرح ہلاک ہو جاتا جب کہ وہ لوگ ہلاک ہوئے جنہوں نے آپ سے جھوٹ بولا۔کیونکہ جنہوں نے جھوٹ بولا، جب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی توان کے بارے میں انتہائی ناپسندیدگی اور شر کا ذکر کیا اور فرمایا: سَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ إِذَا انقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رِجْسٌ (۱) الیٰ قولہ: الْفٰسِقِيْنَ(۲)، فرمایا:ہم تینوں افراد کا فیصلہ ملتوی کردیا گیا جو اس لوگوں کے حکم سے جن اعذار کو رسول اللہ ﷺ نے قبول فرمایا تھا جس وقت فیصلہ ملتوی کیا گیا اور آپ ﷺ نے ان سے بیعت لے لی اور ان کے لیے دعائے مغفرت بھی فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمارا فیصلہ مؤخر کردیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فیصلہ فرمادیا۔اسی کے بارے میں فرمایا: وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا۔ آپ ﷺ کاہمارے فیصلے کو ملتوی کرنا اور ہمارے معاملے مؤخر کرنا اس لیے نہیں تھا کہ ہم غزوے سے پیچھے رہ گئے تھے۔ بلکہ یہی آپ کے لیے قسم اور آپ کی بارگاہ میں معذرت تھی۔ سو اسے قبول کرلیا گیا۔

(أ) ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ جب میری توبہ کی قبولیت کا حکم نازل ہوا تو میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور میں نے آپ ﷺ کے دست مبارک اور آپ کے گھٹنوں کو بوسہ دیا اور مبارک دینے والے کو دو کپڑے پہنائے۔

(ب) ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ مجاہدؒ نے وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا کے بارے میں فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کا فیصلہ مؤخر ہونے کا ذکر برأت کے درمیان میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ آخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللّٰهِ (۳) اور وہ ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیعہ اور کعب بن مالک ہیں۔

(ج) ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ قتادہؒ خُلِّفُوْا کوشدت کے ساتھ پڑھتے اور کہتے کہ یہ تینوں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔

(د) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حسن بصریؒ نے فرمایا: کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک پر تشریف لے گئے تو کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع پیچھے رہ گئے۔فرمایا: ان میں

(أ) ابوالشیخ اور ابن مردویہ کی مطلوبہ کتابیں نہیں ملیں۔

(ب) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۴۳۷، ۱۷۴۳۸۔

(ج) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۴۴۳۔

(د) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۰۴، رقم: ۱۰۰۸۶۔

(۱) التوبۃ: (۹۵) (۲) التوبۃ: (۹۶) (۳) التوبۃ: (۱۰۶)

ایک کا باغ تھا جب وہ خوب بڑھا اور اس میں سرخی، زردی ہر طرف پھیل گئی تو اس نے کہا: میں نبی کریم ﷺ کی معیت میں جہاد کروں گا، جہاد کروں گا اور جہاد کروں گا۔سواگر میں اس سال اس باغ میں رہا تو اس کے سبب میں آزمائش میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ پس جب رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ہمراہ غزوہ پر تشریف لے گئے۔ تو وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ سے پیچھے کسی نے نہیں رکھا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے میں مومنین مجھ سے سبقت نہیں لے گئے مگر صرف تیرے ساتھ میرے بخل کرنے کے سبب، اے باغ! اے اللہ! بلاشبہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے تیرے راستے میں یہ باغ صدقہ کر دیا۔رہا دوسرا آدمی! تو اس کے خاندان کے کئی افراد اس سے بکھرے ہوئے تھے وہ اس کے پاس جمع ہوئے۔تو اس نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد پر جاؤں گا اور غزوہ میں شامل ہوں گا۔ پس اگر میں اس سال اپنے اہل میں مقیم رہا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب چلے گئے۔ تو اس نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ سے کسی نے پیچھے نہیں رکھا اور نہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے اس کی طرف سبقت لے گئے مگر صرف تمہارے حرص وبخل کے سبب اے میرے گھر والو! اے اللہ! بے شک میرا تیرے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف نہیں لوٹ کر آؤں گا یہاں تک کہ میں اس فیصلے کو جان لوں جو میرے بارے میں کیا جائے گا۔ تیسرے نے کہا: اے اللہ! تیرا مجھ پر یہ حق تھا کہ میں قوم کی جانب پیچھے سے جاتا یہاں تک کہ میں انہیں پالیتا یا ان سے کٹ جاتا۔ پس تنگ دستی اور پریشانیاں اس پر پے درپے آنے لگیں یہاں تک کہ وہ قوم کے ساتھ مل گیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ . الی قوله: عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ. حسنؒ نے فرمایا:خدا کی قسم ! سبحان اللہ! انہوں نے مال حرام نہیں کھایا، نہ انہوں نے حرام خون بہایا اور نہ انہوں نے زمین میں فساد برپا کیا، مگر یہ کہ انہوں نے ایک عمل خیر یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے سے پیچھے رہے اور انہوں نے سستی کی۔ حالانکہ خدا کی قسم! انہوں نے جہاد کیا، اورانہوں نے جہاد کیا لیکن انہیں وہ کچھ پہنچا جو تم نے سنا۔ پس اس طرح گناہ بندۂ مومن کو مشقت میں مبتلا کردیتا ہے۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ضحاک نے کہا: وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا یعنی ان کی توبہ کو ملتوی کر دیا گیا۔ ان پر نظر رحمت نہ ہوئی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ابولبابہ اور ان کے ساتھیوں کی توبہ قبول فرمائی۔

(ب) عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ اور ابن عساکر نے بیان کیا کہ عکرمہ نے کہا: ان تینوں کو توبہ سے مؤخر کر دیا گیا۔

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم ، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۰۵، رقم: ۱۰۰۸۸۔

(ب) عبدالرزاق، تفسیر الصنعانی، ج ۱، ص ۲۹۰ ؛ تفسیر الطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۴۳۱ ؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۵۰، ص ۲۰۶۔

(أ) ابن ابی حاتم نے عکرمہ بن خالد مخزومی سے نقل کیا ہے کہ وہ یہ پڑھتے تھے:وعَلَى الثَّلاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا تو وہ نصب کے ساتھ تھے یعنی ان تینوں پر جو محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب کے بعد پیچھے رہ گئے۔

(ب) ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا؛ اللہ تعالٰی نے اس کو بھی اپنی توبہ کی طرف پکارا جس نے یہ کہا: اَنَا رَبُّكُمْ (۱) اور یہ کہا: مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ (۲) پس ان کے بعد بندوں میں سے جو توبہ سے مایوس اور ناامید ہو تو گویا اس نے کتاب اللہ کا انکار کیا ہے لیکن بندہ توبہ کرنے پر قادر نہیں ہوتا یہاں تک کہ اللہ تعالٰی اس پر نظر رحمت فرمائے۔ اسی کے مطابق یہ ارشاد ہے: ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ. پس توبہ کی ابتدا اللہ تعالٰی کی جانب سے ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ (119)

"اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ"

(ج) ابن جریر،ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ نافع ؒ نے مذکورہ آیت کے بارے میں فرمایا: یہ آیت ان تینوں کے بارے میں نازل ہوئی جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا۔ ان سے کہا گیا ہے تم محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہو جاؤ۔

(د) ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت بھی ہمارے بارے میں نازل ہوئی اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ.

(ھ) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: تم محمد مصطفٰی ﷺ اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہو جاؤ۔

(و) ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ-کی تفسیر میں سعید بن جبیرؒ نے فرمایا: تم ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو جاؤ۔

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۰۵، رقم: ۱۰۰۸۹۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۰۵، رقم: ۱۰۰۹۲۔

(ج) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۴۵۲ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۰۶، رقم: ۱۰۰۹۵۔

(د) ابن منذر کی تفسیر ناقص ہونے کی وجہ سے روایت نہیں ملی۔

(ھ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۰۶، رقم: ۱۰۰۹۷۔

(و) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۴۵۴۔

(۱) النازعات : (۲۴) (۲) القصص: (۳۸)

(أ) ابن جریر، ابن ابی حاتم،ابوالشیخ اور ابن عساکرنے بیان کیا ہے کہ ضحاک نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ ابوبکر صدیق، عمرفاروق اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہو جائیں۔

(ب) ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور علی ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو جاؤ۔

(ج) ابن عسا کرنے ذکر کیا ہے کہ ابو جعفر نے بھی کہا کہ تم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو جاؤ۔

(د) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ سدیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ تم کعب بن مالک، مرارہ بن ربیعہ اور ہلال بن امیہ کے ساتھ ہو جاؤ۔

(ھ) سعید بن منصور،ابن ابی شیبہ، ابن جریر،ابن منذر،ابن ابی حاتم،ابن عدی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جھوٹ نہیں بولنا چاہیے،نہ سنجیدگی میں نہ ٹھٹھا مزاح کی حالت میں اور نہ تم میں سے کوئی اپنے بچے سے ایسی شے کا وعدہ کرے کہ پھر اسے پورا نہ کرسکے۔ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَكُونُواْ مَعَ الصَّادِقِیْنَ فرمایا یہ عبداللہ کی قرأت میں اسی طرح ہے۔ فرمایا: کیا تم کسی کے لیے جھوٹ کی رخصت پاتے ہو؟

(و) ابن الانباری نے مصاحف میں بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اسی طرح پڑھتے تھے وَكُونُواْ مَعَ الصَّادِقِیْنَ.

(أ) تفسیرالطبر ی، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۴۵۳ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۶، ص ۱۹۰۶، ۱۰۰۹۸ ؛ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳۰، ص ۳۱۰، ۳۲۷۔

(ب) روایت نہیں ملی۔

(ج) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۴۲،ص ۳۶۱۔

(د) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶،ص ۱۹۰۷، رقم: ۱۰۱۰۱۔

(ھ) التفسیرمن سنن سعیدبن منصور،ص ۱۵۹، رقم: ۹۹۶؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الادب، باب ماجاء فی الکذب، رقم: ۲۵۶۰۱ ؛ تفسیرالطبر ی، سورۃالتوبۃ، رقم:۱۷۴۵۹ ؛تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۰۶، رقم: ۱۰۰۹۶؛ ابن عدی، الکامل،ج ۱، ص ۲۷، البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان، عمالایحتاج الیہ، رقم: ۴۴۵۵ ۔

(و) ابن الانباری کی مطلوبہ کتاب میں روایت نہیں ملی۔

(أ) ابوداؤد طیالسی، بخاری نے الادب میں، ابن عدی اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ کو اس طرح فرماتے سنا ہے تم صدق کو لازم پکڑو۔ کیونکہ وہ نیکی کی راہنمائی کرتا ہے اور یہ دونوں جنت میں ہیں اور جھوٹ سے بچو۔ کیونکہ وہ فسق وفجور کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور یہ دونوں جہنم میں ہیں۔ ایک آدمی مسلسل سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔ اور ایک آدمی مسلسل جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

(ب) ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم ، ابن عدی، بیہقی اور ابن ابی حاتم تمام نے بیان کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم پر لازم ہے کہ سچ بولو۔ کیونکہ سچ نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اور بیشک آدمی سچ بولتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فجور کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور فجور (گناہ) جہنم کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور بے شک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

(ج) ابن عدی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! جھوٹ سے اجتناب کرو۔ کیونکہ جھوٹ گناہوں کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔بے شک کہا جاتا ہے صدق اور نیکی (ایک ساتھ ہیں)اور جھوٹ اور گناہ (ایک ساتھ ہیں)۔

(أ) الطیالسی، مسندالطیالسی، باب أحادیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، رقم: ۵؛ البخاری، لأدب المفرد، کتاب الأذکار، باب من سأل اللہ العافیۃ، رقم: ۷۲۴؛ ابن عدی، الکامل، ج ۱، ص ۲۶، ؛ البیہقی، شعب الایمان، باب تعدیم نعم اللہ عزوجل، فصل فی الرؤیاالتی ہی نعمۃ، رقم: ۴۴۴۹۔(حکم): صحیح: دیکھیں:البانی، صحیح الأدب المفرد، رقم حدیث: ۵۵۷۔

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الادب، باب ماجاء فی الکذب، رقم: ۲۵۵۹۹ ؛ البخاری، صحیح البخاری، کتاب الادب، باب قول اللہ تعالیٰ: یایہاالذین آمنوااتقواللہ، رقم: ۵۷۴۳ ؛امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب البروالصلۃ، باب قبح الکذب وحسن الصدق، رقم: ۲۶۰۷؛ ابن عدی، الکامل، ج ۱، ص ۲۶ ؛البیہقی، شعب الایمان، باب تعدیم نعم اللہ عزوجل، رقم: ۴۴۵۳۔

(ج) ابن عدی، الکامل، ج ۱، ص ۲۷۔

(أ) ابن احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابومالک جشمی [(۱)] سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: تیرا کیا خیال ہے کہ اگر تیرے دو غلام ہوں، ان میں سے ایک تیرے ساتھ خیانت کرتا ہواور تیرے ساتھ جھوٹی گفتگو کرتا ہوں اوردوسرا خیانت نہ کرتا ہو اور سچی گفتگو کرتا ہو۔ تو تیرے نزدیک ان میں سے کون پسندیدہ ہوگا؟ راوی کابیان ہے کہ میں نے عرض کی: وہی جو میرے ساتھ خیانت نہیں کرے گا اور میرے ساتھ سچی گفتگو کرے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم بھی اپنے رب تعالی کے نزدیک اسی طرح ہو۔

(ب) حاکم (اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے) اور بیہقی نے ابن مسعودرضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جھوٹ کسی حالت میں مناسب نہیں،نہ سنجیدگی سے اور نہ ہی تمسخرو استہزاء کی حالت میں۔ اور آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے بیٹے سے کوئی ایسا وعدہ نہ کرے کہ پھر وہ اسے پورانہ کر سکے۔ بے شک صدیق نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم میں پہنچا دیتے ہیں۔ بے شک سچ بولنے والے کو صدق اور بر کہا جاتا ہے اور جھوٹ بولنے والے کو کذب اور فجر کہا جاتا ہے۔ بلاشبہ ایک آدمی سچ بولتا رہتاہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور ایک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

(ج) ابن ابی شیبہ، احمد اور بیہقی نے اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ

(أ) مسنداحمد، مسندالشامیین، حدیث ابی الأحوص عن أبیہ، رقم: ۱۷۲۲۸ ؛البیہقی، شعب الایمان، باب تعدیم نعم اللہ عزوجل، فصل فی فضل العقل، رقم: ۴۳۷۹۔(حکم): مسنداحمد کے محققین نے اس کی سند کو صحیح کہاہے۔اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(ب) الحاکم، المستدرک، کتاب العلم، باب فی توقیرالعلم، رقم: ۴۴۰؛ البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عمالایحتاج الیہ، رقم: ۴۴۵۳۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحدیث بالکرالیس، باب مارخص فیہ من الکذب، رقم: ۲۶۵۶۵ ؛ مسنداحمد، مسندالقبائل، حدیث اسماء بنت یزید، رقم:۲۷۵۷۰، ۲۷۶۰۸ ؛ البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان، عمالایحتاج الیہ، رقم: ۴۴۵۹۔(حکم): مسنداحمد کے محققین نے اس کی سندکوشہربن حوشب کی ضعف کی وجہ سے ضعیف کہاہے۔

(۱) مالک الجشمی: الدرالمنثور کے زیراستعمال مطبوعہ میں ابومالک الجشمی لکھاہواہے جبکہ کتاب التخریج شعب الایمان میں مالک الجشمی ہے۔مالک بن نضلۃ الجشمی صحابی، ابوالأحوص کے والداور ابن مسعودؓ کے صاحب(ساتھی) تھے۔وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتاہے اور ان سے ان کے بیٹے ابوالأحوص عوف بن مالک نے روایتیں کی ہیں۔دیکھیں:ابن ابی حاتم، الجرح، والتعدیل، ج ۸، ص۲۱۶، رقم: ۹۶۵ ؛خلیفۃ بن خیاط، الطبقات، تحقیق: أکرم ضیاء العمری، دارطیبۃ، ریاض، ط ۲، ۱۴۵۲ھ۔۱۹۸۲م، ص ۵۵ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۳، ص ۴۱۵، رقم: ۲۳۲۷۔

ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: اور فرمایا: کون سی شے تمہیں اس پر برانگیختہ کرتی ہے کہ تم جھوٹ میں ایک دوسرے کی اس طرح پیروی کرو جیسے پروانے آگ میں ایک دوسرے کی پیروی کرتے ہیں۔ ابن آدم (انسان) کے خلاف ہر جھوٹ لکھا جاتا ہے مگر وہ آدمی جس نے جنگی دھوکہ دہی کے لیے جھوٹ بولا یا دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے، یا وہ آدمی جو اپنی بیوی کو راضی اور خوش رکھنے کے لیے گفتگو کرتا ہے۔

(أ) بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ نواس بن سمعان کلابی[۱] نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے لیے نہیں ہے کہ میں تمہیں اس حال میں دیکھوں کہ تم جھوٹ میں اس طرح گر رہے ہو جیسے پروانے آگ میں گرتے ہیں۔ ہر جھوٹ ابن آدم کے خلاف لکھا جاتا ہے سوائے اس کہ کسی نے جنگی دھوکہ دہی کے لیے جھوٹ بولا، یا دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے یا پھر وہ آدمی جو اپنی بیوی سے گفتگو کرتا ہے تا کہ وہ اسے راضی اور خوش رکھے۔

(ب) بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ ابن شہاب نے فرمایا جس نے اپنے نفس سے کسی کو دور کیا وہ کذاب نہیں ہے۔

(ج) ابن عدی اور بیہقی نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جھوٹ ایمان کے پہلو میں چلتا ہے، علامہ بیہقی نے کہا ہے: یہ حدیث ضعیف ہے۔

(د) ابن ابی شیبہ اور ابن عدی نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جھوٹ سے بچو۔ کیونکہ جھوٹ ایمان کے پہلو میں چلتا ہے۔ علامہ بیہقی نے فرمایا: یہ روایت صحیح ہے اور موقوف ہے۔

(أ) البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عما لا یحتاج الیہ، رقم: ۴۴۶۰۔

(ب) البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عما لا یحتاج الیہ، رقم: ۴۴۶۱۔

(ج) ابن عدی، الکامل فی الضعفاء ج ۱، ص ۲۹؛ البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عما لا یحتاج الیہ، رقم: ۴۴۶۶، ۴۴۶۷۔(حکم): امام بیہقی نے کہا: کہ یہ اسناد ضعیف ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الادب، باب ماجاء فی الکذب، رقم:۲۵۶۰۲؛ ابن عدی، الکامل، ج ۱، ص ۲۹۔

(۱) نواس بن سمعان بن خالد کلابی صحابی ہیں۔شام میں رہتے تھے۔ ان سے جبیر بن نفیر، ابوادریس خولانی اور دیگر نے روایتیں کی ہیں۔دیکھیں:الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۴، ص ۱۸۷ ؛مغلطائی، اکمال تہذیب الکمال، ج ۱۲، ص ۸۹، رقم: ۴۸۷۷۔

(أ) ابن عدی اور بیہقی نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن کی فطرت خیانت اور جھوٹ کے سواہر شے پر ہوسکتی ہے۔

(ب) ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن کی فطرت خیانت اور جھوٹ کے سواہر پیدا کی ہوئی شے پر ہوسکتی ہے۔

(ج) ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک مومن کی فطرت مختلف خصائل پر ہو سکتی ہے مثلاً سخاوت، بخل اور حسن خلق۔ لیکن مومن کی فطرت جھوٹ پر نہیں ہو سکتی اور نہ وہ کذاب ہوتا ہے۔

(د) ابن ابی شیبہ اور احمد نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خیانت اور جھوٹ کے سوا بندۂ مومن کی فطرت تمام خصائل پر ہو سکتی ہے۔

(ھ) بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:مومن کو جھوٹ اور خیانت کے سواہر قسم کے خلق پر پیدا کیا جاتا ہے۔

(و) ابونعیم نے حلیہ میں جعفر بن محمد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انسان کو مختلف خصائل پر پیدا کیا جاتا ہے پس وہ انہی پر ہوتا ہے جن پر اسے پیدا کیا گیا۔ لیکن اسے خیانت اور جھوٹ پر پیدا ہی نہیں کیا جاتا۔

(أ) ابن عدی، الکامل، ج ۱، ص ۳۰،۲۹ ؛ البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عما لایحتاج الیہ، رقم: ۴۴۶۸، ۴۴۶۹۔(حکم): امام بیہقی نے کہا:اس حدیث کومرفوع بیان کیا گیا ہے۔ مرفوع بیان کرنے والی حدیث ضعیف ہے۔

(ب) ابن عدی، الکامل، ج ۱، ص ۳۰۔

(ج) ابن عدی، الکامل، ج ۱، ص ۳۰۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الادب، باب ماجاء فی الکذب، رقم:۲۵۶۰۸ ؛ مسنداحمد، تتمۃمسندالانصار، حدیث ابی أمامۃالباہلی، رقم: ۲۲۱۷۰۔(حکم): مسنداحمد کے محققین نے اس کی سندکوضعیف کہاہے۔کیونکہ اعمش اور ابوامامہ کے درمیان واسطہ کی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔ اعمش نے مجہول صیغہ استعمال کیاہے۔ حُدِّثْتُ عَنْ أبی أمَامۃ۔

(ھ) البیہقی، شعب الایمان، باب الأمانات ومایجب من أدائہا، رقم: ۴۸۸۶۔(حکم):امام بیہقی نے کہا: سعیدبن زربی ضعفاء میں سے ہیں۔

(و) ابونعیم ، حلیۃ الاولیاء ، ج ۳، ص ۱۹۴۔

(أ) مالک اور بیہقی نے صفوان بن سلیم(۱) سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ پوچھا گیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا مومن بزدل ہوسکتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ پھر عرض کی گئی: کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ پھر عرض کی گئی: کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔

(ب) بیہقی اور ابو یعلی نے ابو برزہ(۲) رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

جھوٹ چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے اور چغل خوری عذاب قبر کو لازم کر دیتی ہے ابویعلی نے کہا یہ روایت ضعیف ہے۔

(ج) حاکم (اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے) اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جھوٹ سے بڑھ کو کوئی عادت رسول اللہ ﷺ کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ نہ تھی۔ تحقیق آپ کے پاس ایک آدمی جھوٹوں کو جھٹلاتا رہتا ہے اور مسلسل اپنے نفس مین یہ عمل جاری رکھتا ہے یہاں تک کہ وہ جان لیتا ہے کہ اس نے ان سے توبہ کرلی ہے۔

(أ) مالک، مؤطا، کتاب الجامع، باب وحدثنی مالک أنہ بلغہ أن عبداللہ بن مسعودؓ......، رقم:۳۶۳۰؛ البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عمالایحتاج الیہ، رقم: ۴۴۷۲۔

(ب) ابویعلی، مسندابی یعلی، حدیث میمونۃ زوج النبی ﷺ، رقم: ۷۰۴۴؛ البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عمالایحتاج الیہ، رقم:۴۴۷۳۔(حکم): امام ہیثمی نے کہا کہ: اس کی سند میں زیاد بن المنذر ہے جوکذاب ہے۔ دیکھیں:مجمع الزوائد، کتاب الأدب، باب جاء فی الغیبۃوالنمیمۃ، رقم:۱۳۱۲۷۔

(ج) الحاکم،المستدرک، کتاب الاحکام، رقم: ۷۰۴۴؛ البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عمالایحتاج الیہ، رقم:۴۴۷۵۔

(۱) صفوان بن سلیم زہری، ابوعبداللہ، مدینہ کے ممتازتابعین میں سے تھے۔حدیث میں انھوں نے ابن عمرؓ، انسؓ، ابوامامہؓ، سعیدبن مسیّب وغیرہ سے فیض اٹھایا تھا۔ ان کے مشہورتلامذہ میں زیدبن اسلم، ابن منکدر، مالک بن انس وغیرہ شامل ہیں۔امام ذہبی نے انھیں ثقہ حجۃ لکھا ہے۔ انھوں نے ۱۳۲ھ(۷۴۹م) کووفات پائی۔دیکھیں:السیوطی، طبقات الحفاظ، ص ۶۱، رقم: ۱۱۸؛ الدارقطنی، ذکراسماء التابعین، ج ۱، ص ۱۷۸، رقم: ۴۷۱ ؛ الذہبی، الکاشف، ج ۲، ص ۱۷، رقم: ۲۴۲۰؛ الذہبی، تذکرۃالحفاظ، ج ۱، ص ۱۰۱، رقم:۱۲۰ ؛ الذہبی، العبر، ج ۱، ص ۹۵۔

(۲) ابوبرزۃ نضلۃ بن عبیدالأسلمی قدیم الاسلام صحابی ہیں۔فتح مکہ اور خیبر میں شریک ہوئے تھے۔ انھوں نے ہی ابن خطل کو کعبہ کے پردوں کے نیچے قتل کیاتھا۔ ان سے ۴۰ اُحادیث مروی ہیں۔ صحیح قول کے مطابق انھوں نے ۶۵ھ(۶۸۴م) کوخراسان میں وفات پائی۔دیکھیں:الدولابی، الکنی والأسماء، ج ۱، ص ۳۶، رقم: ۳۶ ؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۴، ص ۱۷۳، رقم: ۲۹۰۱ ؛ابن حزم ، اسماء الصحابۃالرواۃ، ص ۱۲۱، رقم:۱۲۱ ؛ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۵۵۶، رقم: ۸۴۱۲۔

(أ) امام احمد، ہنادبن سری نے الزہد میں، ابن عدی اور بیہقی نواس بن سمعان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: بڑی خیانت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کرے وہ تجھے سچا سمجھ رہا ہو اور تو اس کے ساتھ جھوٹ بول رہا ہو۔

(ب) احمد اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ اسماء بنت عمیس نے فرمایا: میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ سہیلی ہوں جس نے آپ کو تیار کیا اور پھر عورتوں میں نبی کریم ﷺ کے پاس داخل کیا، تو ہم نے آپ ﷺ کے پاس دودھ کے پیالے کے سوا کھانے کے لیے اور کچھ نہ پایا۔ تو آپ ﷺ نے اسے اٹھایا اوراسمیں سے کچھ نوش فرمایا پھر آپ ﷺ نے وہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمادیا۔ انہوں نے حیا محسوس کی۔ تو میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک کو واپس نہ لوٹائے۔ چنانچہ انہوں نے وہ لے لیا اور دودھ پی لیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی سہیلیوں کو بھی دو۔ تو میں نے عرض کی: ہمیں اس کی طلب نہیں ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم جھوٹ اور بھوک دونوں کو جمع نہ کرو۔ تو میں نے عرض کی: اگر ہم میں سے کوئی ایک کسی شے کے لیے یہ کہے کہ وہ اس کی خواہش رکھتی ہے۔ میں نہیں چاہتی۔ کیا وہ دوبارہ جھوٹ شمار کیا جائے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ جھوٹ کو جھوٹ ہی لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ چھوٹا ساجھوٹ بھی لکھ دیا جاتا ہے۔

(أ) مسنداحمد، مسندالشامیین، حدیث النواس بن سمعان، رقم: ۱۷۶۳۵؛ ہناد، الزہد، باب الصدق والکذب، رقم:۱۳۸۴؛ ابن عدی، الکامل، ج ۱، ص ۳۶ ؛البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عمالایحتاج الیہ، رقم:۴۴۷۹۔(حکم): مسنداحمد کے محققین نے اس کے اسناد کو ضعیف جداً کہاہے۔

(ب) مسنداحمد، مسندالقبائل، حدیث اسماء بنت عمیس، رقم:۲۷۴۷۱ ؛ البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان، عمالایحتاج الیہ، رقم: ۴۴۸۱۔(حکم): مسنداحمد کے محققین نے اس کی اسنادکوضعیف کہاہے۔

(أ) ابن سعد، ابن ابی شیبہ، احمد اور بیہقی نے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ(ا) سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے، اس وقت میں چھوٹا بچہ تھا۔ تو میں کھیلتے ہوئے چلا گیا۔ تو میری ماں نے مجھے کہا: اے عبداللہ! قریب آؤ میں تجھے کچھ دوں گی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اسے کچھ دینے کا ارادہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اسے کھجور دوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں بلاشبہ اگر تو ایسا نہ کرتی تو بالیقین تجھ پر جھوٹ لکھ دیا جاتا۔

(ب) طیالسی، احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، دارمی، ابویعلی، ابن حبان، طبرانی، بیہقی اور ضیاء نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: اس چیز کو چھوڑ دے جو تجھے شک میں ڈال دے، اس کی طرف جو تجھے شک میں نہ ڈالے۔ کیونکہ صدق طمانیت ہے اور جھوٹ شک ہے۔

(ج) ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی خطا جھوٹ بولنے والی زبان ہے۔

(أ) ابن سعد،الطبقات الکبری، ج ۵، ص ۹؛ مصنف ابن ابی شیبہ، باب ماجاء فی الکذب، رقم: ۲۵۶۰۹ ؛ مسنداحمد، مسندالمکیین، حدیث عبداللہ بن عامر، رقم: ۱۵۷۰۲ ؛ البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عمالایحتاج الیہ، رقم:۴۴۸۲۔(حکم): مسنداحمد کے محققین نے اس حدیث کوحسن لغیرہ کہاہے۔

(ب)الطیالسی، مسندالطیالسی، باب الحسن بن علی رضی اللہ عنہما، رقم: ۱۱۷۸؛ مسنداحمد، مسنداہل البیت، حدیث الحسن بن علیؓ، رقم: ۱۷۲۳، ۱۷۲۷ ؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب صفۃالقیامۃ والرقائق والورع، رقم: ۲۵۱۸؛ الدارمی، سنن دارمی، کتاب البیوع، باب دع مایریبک الی مالایریبک، رقم: ۲۵۳۲؛ مسندابی یعلی، مسندالحسن بن علی بن ابی طالب، رقم: ٦٧٦٢؛ ابن حبان، صحیح ابن حبان،کتاب الرقائق، باب الورع والتوکل، رقم: ۷۲۲ ؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۷۵، رقم:۲۷۰۸؛ البیہقی، شعب الایمان، باب المطاعم والمشارب،فصل فی طیب المطعم والملبس، رقم:۵۳٦۳۔

(ج) ابن عدی، الکامل، ج ۱، ص ۴۱۔

(ا) عبداللہ بن عامربن ربیعہ عدوی، عنزی نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں پیداہوئے اور ان کو دیکھابھی۔وہ ابھی پانچ یا چار سال کے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی۔وہ اپنے والد، عمرؓ، عثمانؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے علاوہ کئی صحابہ سے روایت کرتاہے۔ انھوں نے ۸۵ھ(۷۰۴م) میں وفات پائی۔دیکھیں:ابونعیم، معرفۃالصحابۃ، ج ۳،ص ۱۷۲۸ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۳، ص ۵۲۱، رقم: ۱۲۸۔

(أ) ابن عدی نے بیان کی اہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صدق امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔

(ب) ابن ماجہ، حکیم ترمذی نے نوادرالاصول میں، خرائطی نے مکارم الاخلاق میں اور بیہقی نے عبداللہ بن عمروبن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ لوگوں میں سے بہتر اور اچھا کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مخموم دل رکھنے والا، سچ بولنے والی زبان رکھنے والا، ہم نے عرض کی: ہم نے سچ بولنے والی زبان کوتو پہچان لیا ہے۔یہ القلب المحموم کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا صاف شفاف اور پاکیزہ دل جس میں نہ گناہ ہو، نہ بغاوت ہو، نہ کینہ اور نہ ہی حسد ہو۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کون ہے جس میں اس کی علامات ہوں؟ فرمایا: وہ جو دنیا سے نفرت کرتا ہے اور آخرت کو پسند کرتا ہے۔ ہم نے عرض کی: یہ تو ہم رسول اللہ ﷺ کے غلام رافع کے بغیر کسی میں نہیں پاتے۔ اس کی علامات پر اور کون ہے؟ فرمایا: ایسا مومن جس میں حسن خلق ہو۔ ہم نے عرض کی: ہاں یہ ہم میں موجود ہے۔

(ج) بیہقی نے شعب میں بیان کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو مومن کو کذاب نہیں پائے گا۔

(د) بیہقی نے بیان کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کسی کی نماز اور اس کے روزے کی طرف نہ دیکھو بلکہ اس کی طرف دیکھو کہ جب وہ بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے، جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو وہ اسے ادا کرتا ہے اور جب وہ شفاء طلب کرتا ہے توگناہ سے بچتا ہے۔

(ھ) بیہقی نے انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آدمی کورات کے قیام اور دن کے روزے سے ایسے جھوٹ کے سبب محروم کر دیا جاتا ہے جو جھوٹ وہ بولتا ہے۔

(أ) ابن عدی، الکامل، ج ۱، ص ۱۶۱۔

(ب) ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الورع والتقوی، رقم:۴۲۱۶ ؛ حکیم ترمذی، نوادرالاصول، فصل فی أن الموحدوالصدیق فی الناس قلیل، ج ۲، ص ۹۹ ؛ البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عمالایحتاج الیہ، رقم: ۴۴۶۲۔(حکم): صحیح۔ دیکھیں: البانی، صحیح ابن ماجہ، رقم حدیث: ۳۳۹۷۔

(ج) البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عمالایحتاج الیہ، رقم: ۴۵۴۵۔

(د) البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عمالایحتاج الیہ، رقم: ۴۵۴۶۔

(ھ) البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عمالایحتاج الیہ، رقم: ۴۵۴۷۔

(أ) ابن عدی اور بیہقی نے محمد بن سیرین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کلام اس سے کہیں وسیع ہے کہ کوئی ظریف الطبع جھوٹ بولے۔

(ب) ابن عدی اور بیہقی نے مطر الوراق(۱) کا یہ قول بیان کیا ہے کہ دو خصلتیں ہیں جب وہ دونوں کسی بندے میں ہوں تو اس کے تمام اعمال ان دونوں کے تابع ہوتے ہیں: نماز کا حسن اور گفتگو کی سچائی۔

(ج) بیہقی نے فضیل کا یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگ سچائی اور طلب حلال سے بڑھ کر کسی کے ساتھ مزین نہیں ہوئے۔

(د) بیہقی نے عبدالعزیز بن ابی رواد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ دنیا کی نیکیاں جھوٹ اور حیا کا کم ہونا ہے۔ جس نے ان دونوں کے بغیر دنیا کو تلاش کیا، تو اس نے راستہ اور مطلب پانے میں خطا کی اور آخرت کی نیکیاں حیا اور صدق ہیں۔ اور جس نے ان دونوں کے بغیر آخرت کو تلاش کیا تو اس نے راستہ اور مطلب پانے میں خطا کی۔

(ھ) بیہقی نے یوسف بن اسباط(۲) کا یہ قول بیان کیا ہے کہ سچ کے ذریعے تین خصلتیں عطا کی جاتی ہیں۔ حلاوت، ملاحت (ظرافت طبع اور خوبصورتی) اور مہابت (رعب)۔

(أ) البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عمالایحتاج الیہ، رقم: ۴۵۵۵ ؛ ابن عدی، الکامل، ج ۴، ص ۳۲۔

(ب) البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عمالایحتاج الیہ، فصل فی آثاروحکایات فی فضل الدین، رقم: ۴۵۵۶۔

(ج) البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عمالایحتاج الیہ، فصل فی آثاروحکایات فی فضل الدین، رقم: ۴۵۵۷۔

(د) البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عمالایحتاج الیہ، فصل فی آثاروحکایات فی فضل الدین، رقم: ۴۵۵۸۔

(ھ) البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عمالایحتاج الیہ، فصل فی آثاروحکایات فی فضل الدین، رقم: ۴۵۶۰۔

(۱) مطرالوراق کانام مطربن طہمان، کنیت ابورجاء، اصل کے لحاظ سے خراسانی تھے۔وہ انس بن مالکؓ سے روایت بیان کرتے ہیں۔ابوزرعہ نے کہا: کہ انھوں نے انسؓ سے سماع نہیں کیاہے۔ ان سے ان کی روایت مرسل ہوتی ہے۔ابن حجر نے انھیں صدوق، کثیرالخطأ لکھاہے اور کہاہے کہ عطاء سے ان کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔انھوں نے ۱۲۵ھ(۷۴۲م) میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن حبان، مشاہیرعلماء الأمصار، ص ۹۵، رقم: ۷۹۹؛ ابن حجر، تقریب، ص ۵۳۴، رقم: ۶۶۹۹؛ ابوسعیدالعلائی، جامع التحصیل فی احکام المراسیل، ص ۲۸۱، رقم: ۷۷۱۔

(۲) یوسف ابن سباط صالح و عابدشخص تھے۔انھوں نے احمدبن یحیٰ، القاسم بن عبدالصمد سے تحصیل علم کیا۔ان کے تلامذہ میں عبدالملک بن ابی اسحاق، اورابوالملیح ازدی شامل ہیں۔ابوحاتم نے انھیں ناقابل حجت کہاہے۔یحیٰ بن معین نے ثقہ کہاہے۔دیکھیں: ابن حجر، تہذیب ، ج ۷، ص ۲۳۲، رقم: ۹۱۸۴؛ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۹، ص ۲۶۸، رقم: ۹۱۰؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۸، ص ۲۶۱، رقم: ۳۴۱۴۔

(أ) بیہقی نے ابوروح(۱) حاتم بن یوسف سے یہ بیان کیا ہے کہ میں فضیل بن عیاض کے دروازے پر آیا اور آپ کو سلام عرض کیا اور یہ کہا: اے ابوعلی! میرے پاس پانچ حدیثیں ہیں۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کو پڑھ کر سناؤں۔ تو آپ نے مجھے فرمایا: پڑھو۔ پس میں نے پڑھیں تو وہ چھ تھیں۔ آپ نے مجھے فرمایا: اے میرے بیٹے اٹھو سچ سیکھو اور پھر حدیث لکھو۔

(ب) ابن عدی نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ توریہ کلام میں جھوٹ کی کثرت ہوتی ہے۔

(ج) ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ توریہ کلام میں عقل مند آدمی بھی جھوٹ کی پرواہ نہیں کرتا۔

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ(120) وَلَا يُنفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (121)

’’اہل مدینہ کو اور جوان کے آس پاس دیہاتی رہتے ہیں ان کو شایاں نہ تھا کہ پیغمبرخدا سے پیچھے رہ جائیں اورنہ یہ کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے زیادہ عزیز رکھیں۔یہ اس لیے کہ انہیں خدا کی راہ میں جوتکلیف پہنچتی ہے ، پیاس کی یا محنت کی یا بھوک کی یاوہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں سے کوئی چیز لیتے ہیں تو ہر بات پر ان کے لیے عمل نیک لکھاجاتا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ خدا نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔اور (اسی طرح)وہ جو خرچ کرتے ہیں تھوڑا یا بہت یاکوئی میدان طے کرتے ہیں تویہ سب کچھ ان کے لیے (اعمال صالحہ میں) لکھ لیاجاتا ہے تاکہ خدا ان کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دے‘‘۔

(أ) البیہقی، شعب الایمان، باب حفظ اللسان عمالایحتاج الیہ، فصل فی آثاروحکایات فی فضل الدین، رقم: ۴۵۵۷۔

(ب) ابن عدی، الکامل، ج ۱، ص ۳۵۔

(ج) ابن عدی، الکامل، ج ۱، ص ۳۵۔

(۱) ابوروح حاتم بن یوسف بن خالداہل مرومیں سے تھے۔وہ عبداللہ بن مبارک اور فضیل بن عیاض سے روایت کرتا ہے۔ان سے احمد بن مصعب، محمد بن موسیٰ بن حاتم نے روایتیں بیان کی ہیں۔ ابن حجر نے انھیں ثقہ کہا ہے۔ انھوں نے ۲۱۳ھ(۸۲۸م)کو وفات پائی۔ دیکھیں:ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۱۰۶، رقم:۱۱۸۳؛ ابن حبان، الثقات، ج ۸، ص ۲۱۱، رقم:۱۳۰۴۶ ؛ ابن حجر، تقریب، ص ۱۴۴، رقم:۱۰۰۲۔

(أ) ابن ابی حاتم نے عمر و بن مالک(۱) کی سند سے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب مذکورہ آیت مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے ! اگر لوگوں میں ضعفاء اور کمزور نہ ہوتے تو کوئی سریہ نہ ہوتا مگر میں اس میں شامل ہوتا۔

(ب) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن زیدنے مذکورہ آیت کے بارے میں فرمایا یہ اس وقت تھا جب کہ اسلام تعداد کے اعتبار سے قلیل تھا۔ اور جب مسلمانوں کی تعداد کثیر ہو گئی اوراسلام خوب پھیل گیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً (۲) "اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن نکل کھڑے ہوں سارے کے سارے"۔

(ج) ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے بیان کیاہے کہ آیت طیبہ میں ظَمأ سے مراد پیاس اور وَلَانَصَب کامعنی تھکاوٹ اور مشقت ہے۔

(د) ابن ابی حاتم نے رجاء بن حیوہ(۳) اور مکحول سے روایت کیا ہے کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے راستے میں (دوران جہاد) اڑنے والے غبار سے اپنے منہ اور ناک کو کپڑے سے لپیٹنا ناپسند کرتے تھے۔

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۰۷، رقم: ۱۰۱۰۳۔

(ب) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۴۶۴؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۰۷، ۱۰۱۰۴۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۰۸، رقم:۱۰۱۰۶، ۱۰۱۰۷۔

(د) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۰۸، رقم:۱۰۱۰۶، ۱۰۱۰۸۔

(۱) عمروبن مالک ہمدانی مصری، ابوعلی، تابعی ابوسعیدخدریؓ اورفضالہ بن عبیدسے روایت کرتاہے۔ابن معین نے انھیں ثقہ کہاہے۔انھوں نے ۱۰۲ھ یا ۱۰۳ھ(۷۲۰م، ۷۲۱م) کووفات پائی۔ دیکھیں:السیوطی، حسن المحاضرۃ، ج ۱، ص۲۶۱، رقم: ۴۳؛ ابن حجر، تقریب، ص ۴۲۶، رقم:۵۱۰۵۔

(۲) التوبۃ:(۱۲۲)

(۳) رجاء بن حیوۃبن جرول، ابوالمقدام، شام کے اکابرعلماء میں سے تھے۔انھوں نے عبادہ بن صامتؓ، ابودرداء، ابوسعیدخدریؓوغیرہ سے سماع حدیث کیا۔ان کے زمرۂ تلامذہ میں عدی بن عدی، ابن عجلان شامل ہیں۔ان کی جلالت، شخصی اور علمی فضیلت پر سب کا اتفاق ہے۔ انھوں نے ۱۱۲ھ(۷۳۰م) کووفات پائی۔دیکھیں:العجلی، تاریخ الثقات، ص ۶۱۰، رقم:۴۳۹ ؛ ابن جوزی، صفۃ الصفوۃ، ص ۸۱۰، رقم:۷۰۶؛ الذہبی، الکاشف، ج ۱، ص ۲۳۹؛ الذہبی،العبر، ج ۱، ص ۷۷۔

(أ) ابن ابی حاتم نے اوزاعی(۱)، عبداللہ بن مبارک، ابراہیم بن محمد الفزاری(۲) اور عیسیٰ بن یونس سبیعی(۳) تمام سے قول باری تعالیٰ وَلاَ یَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلاً اِلَّا کُتِبَ لَھُم بِہٖ عَمَلٌ صَالِحٌ کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت قیامت قائم ہونے تک مسلمانوں کے لیے ہے۔

(ب) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ مَا کَانَ لِأَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ کے ضمن میں سدیؒ نے کہا ہے کہ اسے اس کی بعد والی آیت نے منسوخ کردیا ہے اور وہ یہ وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِیَنفِرُواْ کَآفَّۃً ۔الآیہ۔

(ج) حاکم اور ابن مردویہ نے علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے اور جعفر رضی اللہ عنہ کو پیچھے اپنے اہل کے پاس چھوڑ گئے۔تو جعفر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: خدا کی قسم! میں آپ سے پیچھے نہیں رہوں گا۔تو آپ نے مجھے پیچھے چھوڑا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کون سی

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۰۹، رقم: ۱۰۱۱۲۔

(ب) ابوالشیخ کی کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) الحاکم،المستدرک، کتاب التفسیر، باب تفسیرسورۃالتوبۃ، رقم: ۳۲۹۴۔(حکم): امام ہیثمی نے کہا کہ:اس کی سند میں حکیم بن جبیر ہے جومتروک ہے۔دیکھیں:مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب منزلتہ رضی اللہ عنہ، رقم: ۱۴۶۴۸۔

(۱) الاوزاعی عبدالرحمٰن بن عمرو، ابوعمرو حدیث اور فقہ کے بہت بڑے امام تھے۔بعلبک میں پیداہوئے۔بقاع میں نشونما پائی اور بیروت میں سکونت اختیارکی اور وہیں پر ۱۵۷ھ(۷۷۴م) کو وفات پائی۔ان کے شیوخ کی تعداد کافی زیادہ ہے جن میں ابراہیم بن مرہ، ایوب بن موسیٰ، مکحول وغیرہ شامل ہیں۔ابن حجر نے انھیں ثقہ جلیل اور فقیہ کہاہے۔دیکھیں:الذہبی،سیراعلام النبلاء، ج ۷، ص ۱۰۷، رقم: ۴۸؛ الزرکلی، الاعلام،ج ۳، ص ۳۲۰؛ ابن حجر، تقریب، ص ۳۴۷، رقم: ۳۹۶۷۔

(۲) ابراہیم محمدالفزاری ابواسحاق کوفی، تابعی، نیک طبیت اور قائم بالسنۃ شخص تھے۔کثیرجماعت نے ان سے روایتیں کی ہیں۔ان کی توثیق پرسب کااتفاق ہے۔ابن معین نے انھیں ثقہ ثقہ کہاہے۔ انھوں نے ۱۸۵ھ(۸۰۴م) میں وفات پائی۔دیکھیں:ابن حجر، تقریب،ج ۱، ص۵۶، رقم:۲۵۶؛ العجلی، تاریخ الثقات،ص ۵۴، رقم:۲۷ ؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۷، ص ۳۲۹، رقم:۳۹۸۸۔

(۳) عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق سبیعی، ابومحمدکوفی، نے اسماعیل بن ابی خالد،ہشام بن عروہ ، ہشام بن حبان سے سماع حدیث کیا۔ ان سے مسدد، ابراہیم بن موسیٰ اور اسحاق حنظلی نے روایتیں لی ہیں۔انھوں نے ۱۸۷ھ(۸۰۲م) میں وفات پائی۔ابن حجرنے انھیں ثقہ مأمون کہاہے۔دیکھیں:ابن حجر، تقریب، ص ۴۴۱، رقم:۵۳۴۱ ؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۸، ص ۴۸۹، رقم:۱۳۰۔

شے کی بنا پر آپ مجھے پیچھے چھوڑ رہے ہیں ، قریش کیا کہیں گے؟ کیا وہ یہ نہیں کہیں گے کتنی جلدی کی ہے ان کے چچا کے بیٹے نے مدد چھوڑ دی ہے اور ان سے پیچھے بیٹھ گیا ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ میں اللہ تعالیٰ سے فضل چاہتا ہوں کیونکہ میں نے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلاَ یَطَؤُوْنَ مَوْطِئاً یَغِیْظُ الْکُفَّار ...... الآیہ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو یہ کہہ رہا ہے کہ قریش کہیں گے کتنی جلدی کی ہے کہ چچا کے بیٹے نے مدد چھوڑدی ہے اور پیچھے بیٹھ گیا ہے؟ تو انہوں نے تو یہ بھی کہا کہ میں ساحراور کاہن ہوں اور میں کذاب ہوں، پس تیرے لیے میرا اسوہ موجود ہے، کیا تو راضی نہیں ہے کہ تو میرے پیچھے اس طرح ہو جس طرح ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے نائب تھے۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ۔ اور رہا تیرا یہ قول کہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل چاہتا ہے تو ہمارے پاس یمن سے مرچیں آئی ہے تو انہیں بیچ دے اور اپنے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا پر خرچ کر، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب تم دونوں کو رزق (منافع) عطا فرمائے گا۔

وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِیَنفِرُواْ کَآفَّةً فَلَوْلاَ نَفَرَ مِن کُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُواْ فِی الدِّینِ وَلِیُنذِرُواْ قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُواْ إِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُونَ (122)

’’ اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مؤمن سب کے سب نکل آئیں تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تا کہ دین (کاعلم سیکھتے اور اس) میں سمجھ پیدا کرتے اورجب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو توان کو ڈرسناتے تا کہ وہ حذر کرتے ‘‘۔

(أ) ابوداؤد نے ناسخ میں، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیات اِنْفِرُوا خِفَافاً وَّثِقَالاً (۱) اور إِلاَّ تَنفِرُواْ یُعَذِّبْکُمْ عَذَاباً أَلِیماً (۲) اس ارشاد سے منسوخ ہیں وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِیَنفِرُواْ کَآفَّةً وہ فرماتے ہیں کہ چاہیے ایک گروہ نکلے اور ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ٹھہری رہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے پاس ٹھہرنے والے ایسے افراد ہوں جو دین میں تفقہ رکھتے ہیں اور اپنے بھائیوں کو ڈرا اور تنبیہ کر سکتے ہیں، جب کہ وہ غزوے سے واپس لوٹ کر ان کی طرف آئیں۔ تا کہ وہ اس کی نافرمانی سے بچیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد اپنی کتاب اور اپنی حدود کے بارے میں نازل فرمایا۔

(ب) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم ابن مردویہ اور بیہقی نے المدخل میں بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مذکورہ آیت کے بارے میں فرمایا: وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِیَنفِرُواْ کَآفَّةً یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سارے کے

(أ) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۰۹، رقم:۱۰۱۱۵، ۱۰۱۱۶۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃالتوبۃ، رقم:۱۷۴۷۱؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۰۹، رقم: ۱۰۱۱۶، ۱۰۱۲۰؛ للبیہقی، المدخل الی السنن الکبریٰ، باب العلم الخاص، رقم: ۲۴۷۔ (۱) التوبۃ:(۴۱) (۲) التوبۃ:(۳۹)

سارے مومن نکل کھڑے ہوں اور نبی کریم ﷺ کو اکیلا چھوڑ جائیں۔ فَلَوْلاَ نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ کیوں نہ نکلے ہر قبیلہ سے ایک گروہ یعنی دستے اور وہ آپ ﷺ کی اجازت کے بغیر نہیں چلیں گے اور جب وہ سرایا لوٹ کر آئیں اس حال میں کہ قرآن نازل ہو چکا اور اسے نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھنے والوں نے سیکھ لیا ہو۔ تو وہ کہیں: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے بعد تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قرآن کریم نازل فرمایا ہے اور ہم نے اسے سیکھ لیا ہے۔ پس وہ سرایا ٹھہر جائیں گے اور جو کچھ اللہ نے ان کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمایا ہے اس کی تعلیم حاصل کریں گے آپ دوسرے دستوں کو بھیج دیں گے اوراسی لیے یہ ارشاد ہے: لِّيَتَفَقَّهُواْ فِي الدِّينِ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر جو کچھ نازل فرمایا ہے وہ اسے سیکھیں گے اور ان سرایا کے واپس لوٹنے پر انہیں سکھائیں گے۔لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ "تاکہ وہ (نافرمانیوں سے) بچیں"۔

(أ) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: یہ آیت جہاد کے بارے میں نہیں ہے۔لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے مضر کے خلاف قحط سالی کی دعا کی اور ان کے شہر بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک اور قحط زدہ ہوگئے تو ان میں سے ایک قبیلہ سارے کا سارے آیا، یہاں تک کہ وہ قوت کے ساتھ مدینہ طیبہ میں اتر پڑے اور اسلام کے ساتھ فخر اور تکبر کرنے لگے حالانکہ وہ سب جھوٹے تھے۔ پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو تنگ کیا اور انہیں مشقت میں ڈال دیا۔تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول معظم ﷺ کو یہ خبر دیتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی کہ یہ مومنین نہیں ہیں۔تو آپ ﷺ نے انہیں ان کے خاندانوں کی طرف لوٹا دیا اور ان کی قوم کو ان جیسے افعال کرنے سے ڈرایا:اس لیے ارشاد ہے :وَلِيُنذِرُواْ قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُواْ إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے عبداللہ بن عبید بن عمیر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مومنین انہیں جہاد پر برانگیختہ کرتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ بھیجا تو وہ اس میں نکل گئے۔ اور نبی کریم ﷺ کو مدینہ طیبہ میں کمزور لوگوں میں چھوڑ گئے۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور انہیں حکم دیا گیا کہ جب نبی کریم ﷺ ایک سریہ بھیجیں تو چاہیے کہ ایک گروہ نکلے اور ایک گروہ مقیم رہے۔اس دوران اللہ تعالیٰ قرآن میں سے جو حکم نازل فرمائے اور سنن میں سے جو سنت ظاہر ہو، وہاں ٹھہرنے والے افراد پر اس کو محفوظ کرنا اور اسے یادرکھنا ضروری ہے تا کہ جب ان کے بھائی لوٹ کر آئیں تو وہ انہیں اس کے بارے میں آگاہ کریں اور انہیں اس کی تعلیم دیں اور جب رسول اللہ ﷺ بذات خود تشریف لے جائیں تو پھر اجازت یا عذر کے بغیر کوئی بھی پیچھے نہ رہے۔

(أ) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۴۷۴؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۱۳، رقم:۱۰۱۳۵۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۱۰، رقم:۱۰۱۱۷۔

(أ) ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ عکرمہ نے کہا: جب یہ آیتیں نازل ہوئیں إِلَّا تَنفِرُواْ يُعَذِّبْكُمْ عَذَاباً أَلِيماً ۔ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ۔الآیہ(۱) تو منافقین نے کہا کہ وہ دیہاتی ہلاک ہوگئے جو محمد ﷺ سے پیچھے رہ گئے اور آپ کے ساتھ غزوہ میں شریک نہیں ہوئے حالانکہ کچھ لوگ دیہات کی طرف اور اپنی قوم کی طرف انہیں احکام سکھانے کے لیے نکلے ہوئے تھے۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُواْ كَآفَّةً ۔الآیہ اور یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِينَ يُحَآجُّونَ فِي اللهِ مِن بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ ۔الآیہ(۲) "اور جو لوگ حجت بازی کرتے ہیں اللہ (کے دین) کے بارے میں اس کے بعد کہ (اکثر حق شناس) اس کو مان چکے ہیں، سو ان کی حجت بازی لغو ہے"۔

(ب) ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر،ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ دیہات میں نکلے اور انہوں نے لوگوں سے رزق اور خوش حالی وفراخی کی ایسی چیزیں حاصل کیں جن سے وہ نفع اٹھا سکتے تھے اور جن لوگوں کو انہوں نے پایا انہیں ہدایت کی طرف دعوت دی۔تو کچھ لوگوں نے انہیں کہا: ہم تمہیں صرف اس طرح دیکھ رہے ہیں کہ تم نے اپنے ساتھیوں کو چھوڑ دیا اور ہمارے پاس آگئے۔تو یہ سن کر انہوں نے بھی اپنے دلوں میں کچھ حرج اور تنگی محسوس کی۔چنانچہ وہ تمام کے تمام دیہات سے واپس آگئے اور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوگئے۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: فَلَوْلاَ نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ بعض بیٹھے اور وہ خیر اور نیکی کی خواہش کرتے ہیں لِّيَتَفَقَّهُواْ فِي الدِّينِ اور تاکہ وہ لوگوں کو وہ (احکام) سنا سکیں جو ان کے بعد نازل ہوئے۔ وَلِيُنذِرُواْ قَوْمَهُمْ فرمایا: جب سارے کے سارے لوگ ان کی طرف واپس لوٹ آئیں (تو وہ اپنی قوم کو ڈرائیں) لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ تاکہ وہ (نافرمائیوں سے) بچیں"۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ قَاتِلُواْ الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُواْ فِيكُمْ غِلْظَةً وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (123)

''اے اہل ایمان! اپنے نزدیک کے رہنے والے کافروں سے جنگ کرو اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی (یعنی محنت وقوت جنگ) معلوم کریں۔ اور جان رکھو کہ خدا پرہیز گاروں کے ساتھ ہے''۔

(ج) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ قَاتِلُواْ الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ کی تفسیر میں قتادہؒ نے فرمایا جنگ کروان کافروں سے جو تمہارے آس پس ہیں یعنی جو زیادہ قریب ہیں پھر جو ان کے بعد قریب ہیں۔

(أ) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۴۷۷۔

(ب) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۴۶۶ ؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۱۰، رقم: ۱۰۱۲۱۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم میں روایت نہیں ملی۔

(۱) التوبۃ:(۱۲۰) (۲) الشوریٰ:(۱۶)

(أ)ابوالشیخ نے ضحاک سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ابن زید نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا کہ کفار عرب جو آپ کے آس پاس تھے آپ نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ آپ ان سے فارغ ہو گئے۔

(ج) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے جعفر بن محمد سے بیان کیا ہے ان سے دیلم کی جنگ کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا: ان سے جنگ کرو کیونکہ وہ انہیں میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَاتِلُواْ الَّذِيْنَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ.

(د) ابن جریر اور ابوالشیخ نے حسنؒ سے بیان کیا کہ جب ان سے روم اور دیلم کی جنگ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:قَاتِلُواْ الَّذِيْنَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُواْ فِيْكُمْ غِلْظَةً فرمایا غِلْظَةً کا معنی شدت اور سختی ہے۔

(ھ) ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ ان سے دیلم کی جنگ کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے قَاتِلُواْ الَّذِيْنَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ فرمایا اس سے روم مراد ہے۔

(و) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:غِلْظَةً کا معنی شدت اور سختی ہے۔

وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَـٰذِهِ إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ (124) وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ (125) أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ (126)

''اورجب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو بعض منافق (استہزاء کرتے اور) پوچھتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیاہے؟، سو جو ایمان والے ہیں اُن کا توایمان زیادہ کیا اور وہ خوش ہوتے ہیں۔ اور جن

(أ) ابوالشیخ کی روایت مطلوبہ کتاب میں نہیں ملی۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۱۴، رقم:۱۰۱۳۹۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۱۴، رقم:۱۰۱۳۷۔

(د) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۴۸۳۔

(ھ) روایت نہیں ملی۔

(و) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۴۱، رقم:۱۰۱۴۰۔

کے دلوں میں مرض ہے ان کے حق میں خبث پر خبث زیادہ کیا اور وہ مرے بھی تو کافر کے کافر۔ کیا یہ دیکھتے نہیں کہ یہ ہر سال ایک یا دوبار بلا میں پھنسادیے جاتے ہیں پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت پکڑتے ہیں''۔

(أ) عبد بن حمید اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ کے بارے میں فرمایا: کہ منافقین میں سے بعض وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں۔

(ب) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا کے ضمن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب سورت نازل کی گئی، وہ اس کے ساتھ ایمان لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایمان اور تصدیق میں اضافہ کر دیا اور اس کے سبب وہ خوشیاں منا رہے ہیں۔

(ج) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ سدیؒ نے فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ کے ضمن میں کہا کہ اس سورت نے ان کے سابقہ شک میں اور شک کا اضافہ کر دیا۔

(د) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ يُفْتَنُونَ معنی يُبْتَلُونَ (کہ وہ آزمائش میں مبتلا کیے جاتے ہیں) ہے۔

(ھ) ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا: يُفْتَنُونَ معنی يُبْتَلُونَ (وہ آزمائے جاتے ہیں) ہے اور يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ کی تفسیر میں فرمایا یعنی وہ ہر سال ایک بار یا دوبار قحط سالی اور بھوک وافلاس کے ساتھ آزمائے جاتے ہیں۔

(و) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حسنؒ نے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ وہ دشمن کے سبب ہر سال ایک بار یا دو بار آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔

(ز) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ فِي كُلِّ عَامٍ کی تفسیر میں قتادہؒ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ لڑنے کے سبب آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔

(أ) عبد بن حمید اور ابن منذر کی مطلوبہ کتابیں نہیں ملی۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۴۸۸؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۱۵، رقم: ۱۰۱۴۴۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۱۵، رقم: ۱۰۱۴۷۔

(د) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۱۵، رقم: ۱۰۱۴۸۔

(ھ) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۴۹۱؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۱۵، رقم: ۱۰۱۴۹۔

(و) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۱۵، رقم: ۱۰۱۵۰۔

(ز) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۴۹۴؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۱۶، رقم: ۱۰۱۵۱۔

(أ) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ بکار بن مالک[۱] نے اسی آیت کی تفسیر میں کہا کہ وہ سال ایک بار یا دو بار بیماری میں مبتلا کیے جاتے ہیں۔

(ب) ابوالشیخ نے شعبی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب بندہ بیمار ہو پھر اسے صحت عطا کی جائے اور وہ خیر اور نیکی میں اضافہ نہ کرے تو ملائکہ علیہم السلام اس کے بارے میں کہتے ہیں یہ وہ ہے جسے ہم نے دوادی لیکن دوا نے اسے نفع نہیں دیا۔

(ج) ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابوسعید نے اسی آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ ان کے لیے ہر سال میں ایک بار یا دو بار جھوٹ بولنا ہوتا ہے۔

(د) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے ضمن میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم ہر سال ایک بار یا دو بار جھوٹ سنتے ہیں اور اسی کے سبب بہت سے لوگوں کی جماعت گمراہ ہو جاتی ہے۔

(ھ) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ضحاک نے کہا: کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں اس طرح ہے أَوَلاَ يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لاَ يَتُوبُونَ وَلاَ هُمْ يَذَّكَّرُون.

وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ هَلْ يَرَاكُم مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ انصَرَفُواْ صَرَفَ اللّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لاَّ يَفْقَهُون (127)

" اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں (اور پوچھتے ہیں کہ) بھلا تمہیں کوئی دیکھتا ہے؟ پھر پھر جاتے ہیں۔ خدا نے ان کے دلوں کو پھیر رکھا ہے کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ سمجھ سے کام نہیں لیتے "۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) روایت نہیں ملی۔

(ج) ابن مردویہ کی کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ١٧٤٩٦ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ٦، ص ١٩١٦، رقم: ١٠١٥١۔

(ھ) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(١) بکار بن مالک کے حالات زندگی نہیں ملے۔

(أ) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ " کہ وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں۔ اس سے منافقین مراد ہیں"۔

(ب) ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ضحاک نے کہا وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ هَلْ يَرَاكُم مِّنْ أَحَدٍ (کیا کوئی تمھیں دیکھ تو نہیں رہا) اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ وہ ہمیں اس کے سبب پکڑے۔

(ج) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے اس آیت کے ضمن میں کہا ہے کیا دیکھ تو نہیں رہا تمھیں ایسا انسان جس نے تمہاری خبر سن رکھی ہو، اگر کسی نے تمھیں دیکھا ہے تو وہ آپ کو خبر دے دیگا۔ جب کسی شے کے بارے میں کوئی (حکم) نازل ہوتا تو وہ ان کے کلام کے بارے میں خبر دے دیتا اور وہی لوگ منافقین ہیں۔

(د) سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ ، ابن جریر ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم یہ نہ کہو کہ ہم نماز سے پھر کر آئیں ہیں۔ کیونکہ ایک قوم پھری تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پھیر دیئے۔ بلکہ تم یہ کہو: ہم نے نماز پوری کر لی ہے۔ یعنی (ہم نے نماز ادا کر لی ہے)۔

(ھ) ابن ابی شیبہ نے بیان کیاہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نہیں کہاجائے گا ہم نماز سے پھرآئیں ہیں۔ بلکہ یہ کہاجائے گا کہ ہم نے نماز اداکرلی ہے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ(128)

'' (لوگو! تمہارے پاس تم ہی سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔ تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں۔''۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، رقم: ۱۷۵۰۱ ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۱۶، رقم: ۱۰۱۵۵۔

(ب) ابوالشیخ کی متداول کتابوں میں یہ روایت نہیں ملی ۔

(ج) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۱۶، رقم: ۱۰۱۵۶۔

(د) التفسیر من سنن سعید بن منصور، ص ۱۶۰، رقم: ۹۹۹؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوات، باب فی الصلوۃ فی ثیاب النساء ، رقم: ۶۰۵ ۷؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۱۷، رقم: ۱۰۱۵۷۔

(ھ) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوات، باب فی الصلاۃ فی ثیاب النساء ،رقم: ۷۶۰۷۔

(أ) عبد بن حمید، حارث بن ابی اسامہ نے مسند میں، ابن منذر، ابن مردویہ،ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اور ابن عسا کر نے بیان کیا ہے کہ لَقَدْ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِکُم کے ضمن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرب میں کوئی قبیلہ بھی نہیں مگر یہ کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو جنم دیا ہے چاہے وہ مضر ہو، ربیعہ ہو اوریمانی ہو۔

(ب) عبدالرزاق نے مصنف میں،ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی نے سنن میں اور ابوالشیخ نے جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اسی آیت کے ضمن میں یہ بیان کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت کی ولادت میں سے کوئی شے آپ ﷺ کو نہیں پہنچی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں، میں زنا سے پیدا نہیں ہوا۔

(ج) ابن سعد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لَقَدْ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِکُمْ کے ضمن میں فرمایا: تحقیق تم نے آپ ﷺ کو جنم دیا اے معشر عرب!۔

(د) ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی لَقَدْ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِکُمْ تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ أَنْفُسِکُمْ کا معنی کیا ہے؟تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، نسباً،صهراً اور حسباً تمہیں میں سے ہوں۔ مجھ میں اور میرے آباء میں آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر کہیں بھی زنا نہیں۔تمام کے تمام نکاح سے پیدا ہوئے ہیں۔

(ھ) حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:لَقَدْ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِکُمْ یعنی قدرومرتبہ کے اعتبار سے تم سے اعظم اور اعلیٰ ہیں۔

(و) ابن سعد اور ابن عسا کر نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: میں آدم علیہ السلام سے لے کر نکاح سے پیدا ہوا ہوں نہ کہ زنا اور بدکاری سے۔

(أ) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳، ص ۹۵۔

(ب) عبدالرزاق، مصنف عبدالرزاق، کتاب الطلاق، باب الدعوۃ، رقم: ۱۳۲۷۳؛ تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم:۱۷۵۰۵؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۱۷، رقم: ۱۰۱۵۸؛ البیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب النکاح، باب نکاح أہل الشرک، رقم: ۱۴۸۵۴۔(حکم): شیخ البانی نے اس روایت کو مرسل صحیح الاسنادکہاہے۔دیکھیں:البانی، إرواء الغلیل، ج ۶، ص ۳۳۱۔

(ج) ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۱۔ (د) روایت نہیں ملی۔

(ھ) الحاکم ، المستدرک، کتاب التفسیر، باب قراءات النبی ﷺ ، رقم:۲۹۴۵۔

(و) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۶۱؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳، ص ۴۰۰۔(حکم):امام ذہبی نے فرمایا:یہ حدیث ضعیف ہے۔اس میں دو راوی متروک ہیں ایک الواقدی اور دوسرا ابوبکربن ابی سبرۃ۔دیکھیں: الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۱، ص ۴۰، رقم: ۴۰، ۴۱۔

(أ) طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمانہ جاہلیت کی بدکاریوں میں سے کسی شے نے مجھے جنم نہیں دیا۔ مجھے جنم نہیں دیا مگر نکاح نے، جو کہ نکاح اسلام کی مثل ہے۔

(ب) ابن سعد اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں نہ کہ زنا سے۔

(ج) ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے میں محمد بن علی بن حسین سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں میں زنا سے پیدا نہیں ہوا۔ آدم علیہ السلام کے وقت سے اہل جاہلیت کی بدکاریوں میں سے کوئی شے مجھ تک نہیں پہنچی۔ میں پاکیزہ طریقہ سے ہی پیدا ہوا۔

(د) ابن ابی عمر العدنی نے مسند میں، طبرانی نے الاوسط میں، ابونعیم نے دلائل میں اور ابن عساکر نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں۔ میں زنا سے پیدا نہیں ہوا۔ آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر میرے ماں، باپ کے مجھے جنم دینے تک زمانہ جاہلیت کی کوئی شے مجھ تک نہیں پہنچی۔

(ھ) ابونعیم نے دلائل میں بیان کیا ہے ان عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے والدین نے کبھی بھی بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے مسلسل پاکیزہ اور طیب اصلاب سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل کیا ہے اور مصفی ومہذب بنایا ہے۔ کوئی بھی دو گروہ تقسیم نہیں ہوئے مگر میں ان میں سے بہتر اور اچھے گروہ میں سے ہوا۔

(أ) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۰، ص ۳۲۹، رقم: ۱۰۸۱۲۔(حکم): یہ روایت المدینی نے ابوالحویرث سے روایت کیا ہے۔امام ہیثمی نے فرمایا: کہ نہ میں المدینی کو جانتا ہوں اور اور نہ اس کے شیخ کو۔باقی رجال ثقہ ہیں۔ دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب علامات النبوۃ، باب فی کرامۃ أصلہ ﷺ، رقم: ۱۳۸۲۱۔

(ب) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۶۱؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳، ص ۴۰۱۔(حکم): شیخ البانی نے کہا کہ اس روایت کی سند میں محمد بن عمر أسلمی ہے جو کہ متروک اور کذاب ہے۔دیکھیں: البانی، إرواء الغلیل، ج ۶، ص ۳۳۳۔

(ج) ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۶۰، ۶۱؛ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، باب ما أعطی اللہ تعالیٰ محمداً ﷺ، رقم: ۳۱۶۴۱۔

(د) ابن عمر العدنی کی روایت: ابن حجر، المطالب العالیۃ، کتاب السیرۃ والمغازی، باب أولیۃ النبی ﷺ، رقم: ۴۲۱۰؛ الطبرانی، المعجم الأوسط، ج ۵، ص ۸۰، رقم: ۴۷۲۸؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳، ص ۴۰۲۔(حکم): شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔دیکھیں: البانی، إرواء الغلیل، ج ۶، ص ۳۳۰۔

(ھ) ابونعیم کی مطلوبہ کتاب میں روایت نہیں ملی۔

(أ) ابن سعدؒ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عربوں میں سے بہتر مضر ہیں،مضر میں سے بہتر بنو عبد مناف ہیں، بنی عبد مناف میں سے بہتر بنی ہاشم ہیں اور بنی ہاشم میں سے بہتر اور افضل بنی عبدالمطلب ہیں، خدا کی قسم! جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا ہے، کوئی دو گروہ تقسیم نہیں ہوئے مگر میں‌ان میں سے افضل اور بہترین میں ہوں۔

(ب) بیہقیؒ نے دلائل میں اور ابن عساکر نے انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہوں۔ لوگ دوگروہوں میں تقسیم نہیں ہوئے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے افضل گروہ میں رکھا۔ مجھے اپنے والدین سے پیدا کیا گیا ہے۔عہد جاہلیت کی کوئی شے مجھے نہیں پہنچی۔ آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر میں نکاح پیدا ہوا ہوں نہ کہ زنا سے۔یہاں تک کہ میں اپنے ماں باپ تک پہنچ گیا۔ پس میں ذات کے اعتبار سے بھی تم سے اشرف ہوں اور آباء کے اعتبار سے بھی تم سے افضل ہوں۔

(ج) ابن سعدؒ، بخاریؒ اور بیہقیؒ نے دلائل میں‌بیان کیا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اولاد آدم کے بہترین انسانوں میں سے قرن بعد قرن مبعوث کیا گیا ہے یہاں تک کہ میں اس زمانہ سے ہوں جس میں میں ہوں۔

(د) ابن سعدؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ اور بیہقیؒ نے دلائل میں واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے اسماعیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا اور پھر بنی ہاشم میں سے مجھے چن لیا۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) البیہقی، دلائل النبوۃ، باب ذکر شرف أصل رسول اللہ ﷺ، ج ۱، ص۱۷۴، ۱۷۵؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳، ص ۴۷، ۴۸۔(حکم): شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف جداً کہاہے۔ دیکھیں:السلسلۃ الضعیفۃ، رقم: ۲۹۵۲۔

(ج) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۴؛ البخاری، صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، رقم:۳۳۶۴ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب ذکر شرف أصل رسول اللہ ﷺ، ج ۱، ص ۱۷۵۔

(د) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۰ ؛ مسلم، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ، رقم: ۲۶۰۵ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب ذکر شرف أصل رسول اللہ ﷺ، ج ۱، ص ۱۶۵، ۱۶۶۔

(أ) امام احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل میں ذکر کیا ہے کہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جب اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے اپنی بہترین اور افضل مخلوق میں سے بنایا۔ پھر جب انہیں تقسیم کیا تو مجھے بہترین فریق میں سے بنایا۔ پھر جب قبائل کی تخلیق فرمائی تو مجھے ان میں سے افضل اور اعلیٰ قبیلہ سے بنایا اور جب انفس کو تخلیق فرمایا تو مجھے ان میں سے افضل اور بہترین بنایا۔ پھر جب گھر بنائے تو مجھے ان میں سے بہترین گھر والا بنایا۔ پس میں گھر اور ذات کے اعتبار سے ان تمام سے افضل و اشرف ہوں۔

(ب) حکیم ترمذی نے نوادرالاصول میں، طبرانی، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور مخلوق میں سے بنی آدم کو چن لیا اور بنی آدم میں سے عرب کو پسند فرمایا اور عرب میں سے مضر کو چنا پھر مضر میں سے قریش کو چنا اور پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور پھر بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرما کر افضل واعلیٰ قرار دیا۔ چنانچہ میں نیکوں اور اشرف افراد سے نیک اور اعلیٰ کردار افراد کی طرف منتقل ہوا ہوں۔

(ج) ابن سعد نے محمد بن علی(١) بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا اور مجھے ان میں سے افضل اور بہتر حصے میں سے بنایا پھر اس نصف (ایک حصہ) کو تین میں تقسیم کیا اور میں ان تین میں سے افضل میں ہوں۔ پھر لوگوں میں سے عرب کو پسند فرمایا، پھر عربوں میں سے قریش کو چنا۔ پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو پسند فرمایا۔ پھر بنی ہاشم میں

(أ) امام احمد، مسنداحمد، ومن مسند بنی ہاشم، حدیث العباس بن عبدالمطلب، رقم:١٧٨٨؛ الترمذی، سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی ﷺ، رقم:٣٦٠٧ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب ذکر شرف أصل رسول اللہ ﷺ، ج ١، ص ١٦٧، ١٦٨۔(حکم): مسنداحمد کے محققین نے اس حدیث کو حسن لغیرہ کہا ہے۔

(ب) حکیم ترمذی، نوادرالاصول، ج ١، ص ١٥٩؛ الطبرانی،المعجم الکبیر، ج ١٢، ص ٤٥٥، رقم: ١٣٦٥٠؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب ذکر شرف أصل رسول اللہ ﷺ، ج ١ ، ص ١٧١، ١٧٢۔(حکم):امام ہیثمی نے کہا: کہ اس کی سند میں حماد بن واقد ہے اور وہ ضعیف ہے۔باقی رجال ثقہ ہیں۔دیکھیں:مجمع الزوائد، کتاب علامات النبوۃ، باب فی کرامۃ أصلہ ﷺ، رقم: ١٣٨٢٣۔

(ج) ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ، ج ١، ص ٢٠۔

(١) محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، ابوجعفر نے جابر بن عبداللہ اور اپنے والد سے سماع کیا۔ان سے عمرو بن دینار اور اُن کے بیٹے جعفر نے روایتیں کی ہیں۔انھوں نے ٥٨ سال کی عمر میں ١١٤ھ(٧٣٢م) کو وفات پائی۔دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ١، ص ١٨٣ ؛ ابن خیاط، الطبقات ، ص ٢٥٥۔

سے بنی عبدالمطلب کو پسند کیا اور پھر بنی عبدالمطلب میں سے مجھے منتخب فرمایا۔

(أ) ابن سعداور بیہقی نے محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے عرب کو پسند فرمایا پھر ان میں سے کنانہ کو چنا۔ پھر ان میں سے قریش کو چنا۔ پھر ان میں سے بنی ہاشم اختیار کیا اور پھر بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔

(ب) ابن سعد نے ذکرکیاہے کہ عبداللہ بن عبیدبن عمیرنے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے عرب کو اختیارفرمایا، پھرعرب میں سے کنانہ کو پسندکیا، پھر کنانہ میں سے قریش کوچنااور پھر قریش میں سے بنی ہاشم کواختیارکیااور پھر بنی ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا۔

(ج) ابن عسا کرنے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے کبھی کسی زنا کارنے اس وقت سے جنم نہیں دیا جب سے میں آدم علیہ السلام کی پشت سے نکلا ہوں۔ امم مجھے بلند مرتبہ سردار سے عظیم المرتبہ کی طرف منتقل کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ میں عرب کے افضل ترین دوقبیلوں یعنی ہاشم اور زہرہ سے ظاہر ہوا۔

(د) ابن ابی عمرالعدنی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ مخلوق کے پیدا ہونے سے دوہزار سال قبل قریش اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک نور تھے۔ وہ نورتسبیح بیان کرتا اور ملائکہ بھی اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح بیان کرتے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کوپیدا فرمایا تووہ نور ان کی صلب میں ڈال دیا۔ تورسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے آدم علیہ السلام کی صلب میں زمین کی طرف اتارا۔ پھر مجھے نوح علیہ السلام کی صلب میں رکھا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کی صلب میں مجھے ڈال دیا۔ پس اس طرح اللہ تعالیٰ مجھے کریم صلبوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف مسلسل منتقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے اپنے والدین کے درمیان سے ظاہر کردیا (پیدافرمادیا) اور انہوں نے کبھی بھی بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا ۔

(أ) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۰ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب ذکرشرف أصل رسول اللہ ﷺ، ج ۱، ص ۱۶۷۔

(ب) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۱۔

(ج) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۳، ص ۴۰۰، ۴۰۱۔(حکم): شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف جداً کہاہے۔دیکھیں:البانی، إرواء الغلیل، ج ۶، ص ۳۳۴۔

(د) ابن ابی عمرالعدنی کی روایت: ابن حجر، المطالب العالیۃ،کتاب السیرۃ والمغازی، باب أولیۃ النبی ﷺ، رقم: ۴۲۰۹میں ملی۔

(أ) بیہقی نے ربیعہ بن حارث(ا) بن عبدالمطلب سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ تک یہ خبر پہنچی کہ ایک قوم نے آپ ﷺ میں کوئی عیب نکالا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ غضب ناک ہوگئے اور پھر ارشاد فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدافرمایا اور انہیں دوفرقوں میں تقسیم کردیا اور مجھے دونوں میں سے اچھے اور بہترین گروہ میں رکھا۔ پھران کے قبائل بنادیئے۔ مجھے ان میں سے بہترین قبیلے میں رکھا۔پھر ان کے خاندان بنائے۔ تو مجھے ان میں سے بہترین خاندان میں رکھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قبیلہ اور خاندان دونوں کے اعتبار سے تم سے بہتر اور افضل ہوں۔

(ب) ترمذی اور آپ نے اس روایت کوحسن قرار دیا ہے ابن مردویہ اور بیہقی نے مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: اس حال میں کہ آپ تک وہ بعض باتیں پہنچی تھیں جو لوگ کیا کرتے تھے سو آپ ﷺ منبر پر تشریف فرماہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا: میں کون ہوں؟ صحابہ کرام نے عرض کی: آپ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدافرمایا۔اور مجھے اپنی بہترین مخلوق میں رکھا۔ پھر ان کے دوفرقے بنائے اور مجھے بہترین فرقہ میں رکھا۔ پھر ان کے قبائل بنائے اور مجھے ان میں سے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ اور پھر ان کے خاندان بنائے اور مجھے ان میں سے بہترین خاندان میں پیدافرمایا۔ پس میں خاندان کے اعتبار سے بھی تم سے بہتر ہوں اور ذات کے اعتبار سے بھی تم سے افضل ہوں۔

(أ) البیہقی، دلائل النبوۃ، باب ذکرشرف أصل رسول اللہ ﷺ، ج ١، ص ١٦٨، ١٦٩۔

(ب) الترمذی، سنن ترمذی، کتاب الجنائز، باب کراہیۃ النوح، رقم:١٠٠٠ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب ذکرشرف أصل رسول اللہ ﷺ، ج ١، ص ١٦٩، ١٧٠۔(حکم): دیکھیں:ضعیف سنن ترمذی، رقم: ٧٣٩۔

(ا) ربیعۃ بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم ابو أروی صحابی رسول ﷺ ہیں۔ان کی ماں کانام غزیۃ بنت قیس الفہریۃ تھا۔ان سے ان کے بیٹے عبدالمطلب نے روایت کیاہے جوخود بھی صحابی تھے۔ دیکھیں:الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ٣، ص ٢٨٧؛ ابونعیم، معرفۃالصحابۃ، ج ٢، ص ١٠٨٥۔

(أ) ترمذی نے اس حدیث کو بیان کیا اور صحیح قرار دیا اور نسائی نے اسے عبدالمطلب بن ربیعہ(۱) بن حارث بن عبدالمطلب سے روایت کیا ہے۔

(ب) ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ قتادہؒ نے فرمایا ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کوئی نبی بھیجنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اہل زمین میں سے سب سے بہترین اور افضل قبیلہ کی طرف دیکھتا ہے اور ان میں سے افضل ترین آدمی کوتاج نبوت پہنا دیتا ہے۔

(ج) حکیم ترمذی نے نوادرالاصول میں جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: اے محمد! ﷺ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا اور میں نے زمین کے مشرق ومغرب میں زمین کے میدانوں اور پہاڑوں میں چکر لگایا تو میں نے عرب سے بہتر اور اچھا کوئی قبیلہ نہ پایا۔ پھر مجھے حکم ملا اور میں عرب میں گھومتا رہا اور مضر سے اچھا کوئی قبیلہ نہ پایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم ارشاد فرمایا اور میں نے مضر میں چکر لگایا اور کنانہ سے بڑھ کر اچھا کوئی قبیلہ نہیں پایا۔ پھر مجھے حکم ہوا اور میں کنانہ میں گھوما پھرا، تو میں نے قریش سے بہتر کوئی خاندان نہیں پایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم ارشاد فرمایا اور میں نے قریش کا چکر لگایا۔تو بنی ہاشم سے بڑھ کر اچھا کسی خاندان کو نہیں پایا۔ پھر مجھے حکم ہوا کہ میں ان کے افراد میں سے کسی کا چناؤ کروں۔تو میں نے آپ کی ذات سے بڑھ کر بہترین اور افضل واعلیٰ کسی نفس کو نہیں پایا۔

(أ) الترمذی، سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی ﷺ، رقم: ۳۷۵۸ ؛ النسائی، السنن الکبریٰ، کتاب المناقب، باب عباس بن عبدالمطلب، رقم: ۸۱۷۶ ۔(حکم): ضعیف:(البانی، ضعیف سنن ترمذی، رقم: ۷۸۴)۔ السنن الکبریٰ میں یہ روایت المطلب بن ربیعۃ بن حارث بن عبدالمطلب سے مروی ہے۔جبکہ سنن ترمذی میں عبدالمطلب بن ربیعۃ بن الحارث بن عبدالمطلب سے مروی ہے۔

(ب) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۴۔

(ج) حکیم ترمذی، نوادرالاصول، أصل فی عقاب من غش العرب، ج ۱، ص ۱۵۹۔

(۱) عبدالمطلب بن ربیعۃ بن حارث بن عبدالمطلب صحابی ہیں۔مدینہ میں رہتے تھے۔ خلافت عمر میں شام منتقل ہوئے اور دمشق میں ۶۲ھ (۶۸۱م) کووفات پائی۔ ان سے صحیحین اور دوسری کتب حدیث میں ۸ أحادیث مروی ہیں۔ دیکھیں:ابونعیم، معرفۃالصحابۃ، ج ۳ ، ص ۱۸۸۴؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ۵، ص ۱۰۸، رقم:۲۲؛ الزرکلی، لأعلام، ج ۴، ص ۱۵۴۔

(أ) ابن ابی شیبہ، اسحاق بن راہویہ، ابن منیع نے مسند میں، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں یوسف بن مہران(ا) کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں فرمایا: وہ اخری آیت جو نبی کریم ﷺ پر نازل کی گئی اور ایک روایت کے الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم میں سے آخر میں جو نازل ہوا وہ یہ آیت ہے لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ ۔ الی آخرا لآیہ۔

(ب) ابن ضریس نے فضائل القرآن میں، ابن انباری نے المصاحف میں اور ابن مردویہ نے حسن سے روایت کی ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ بے شک قرآن نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو بیان کردیا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ میں ہے: آسمان میں یہ دوآیتیں ہیں:لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ۔الی آخرالسورۃ۔

(ج) عبداللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد المسند میں، ابن ضریس نے فضائل القرآن میں، ابن ابی داؤد نے المصاحف میں، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ، بیہقی نے دلائل میں، خطیب نے تلخیص المتشابہ میں اور ضیاء نے المختارہ میں ابوالعالیہ کی سند سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قرآن کریم مصحف میں جمع کیا۔ پس کچھ آدمی لکھتے تھے اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ انہیں املا کراتے تھے۔یہاں تک کہ وہ سورۂ برأت کی اس آیت تک پہنچ گئے ثُمَّ انصَرَفُوا صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ (۲) تو انہیں یہ گمان ہوا کہ یہی آیت ہے جو قرآن کریم میں سے آخر میں نازل ہوئی۔تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے مجھے اس کے بعد دو آیتیں مزید پڑھائی ہیں۔یعنی لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ سے لے کر وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ (۳) تک۔ پس قرآن میں سے یہی سب سے آخرمیں نازل ہوئیں۔فرمایا پس وہ امراختتام

(أ) اسحاق بن راہویہ اور ابن منیع کی روایت المطالب العالیۃ میں ذکر ہے۔دیکھیں:ابن حجر، المطالب العالیۃ، کتاب التفسیر، باب سورۃالتوبۃ، رقم:۳۶۱۷ ؛ تفسیرالطبری،سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۵۱۵ ؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب جماع ابواب غزوۃ تبوک، ج ۷، ص ۱۳۹۔

(ب) ابن ضریس ، فضائل القرآن، ص ۲۶، رقم: ۱۲۲۔

(ج) ابن ضریس، فضائل القرآن، ص ۸، رقم: ۲۶؛ ابن ابی داؤد، المصاحف، ص ۳۰ ؛تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص ۱۹۱۹، رقم: ۱۰۱۷۲؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب جماع ابواب غزوۃتبوک، ج ۷، ص ۱۳۹؛ الضیاء ، الأحادیث المختارۃ، ج ۲، ص ۸۲، رقم:۱۱۵۶۔

(ا) یوسف بن مہران ، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے جبکہ ان سے صرف علی بن زیدبن جدعان نے روایتیں کی ہیں۔ابوزرعہ اور ابن سعدنے ان کو ثقہ کہا ہے۔دیکھیں:لسان المیزان، ج ۷، ص ۴۴۸۔

(۲) التوبۃ:(۱۲۷)　　　(۳) التوبۃ:(۱۲۹)

پذیر ہوا۔ جیسے لاالہ الا اللہ کے ساتھ شروع کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنِ (۱) "اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول مگر یہ کہ ہم نے وحی بھیجی اس کی طرف کہ بلاشبہ نہیں ہے کوئی خدا بجز میرے پس میری عبادت کیا کرو"۔

(أ) ابن سعد، احمد، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن ابی داؤد نے المصاحف میں، ابن حبان، ابن منذر، طبرانی اور بیہقی نے سنن میں بیان کیا ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل یمامہ کے قتل کے بعد مجھے بلابھیجا اور آپ کے پاس عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ عمر میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ جنگ یمامہ نے بہت سے لوگوں کو لقمہ اجل بنادیا ہے اور میں یہ خوف محسوس کررہا ہوں کہ اگر جنگوں میں قراء اسی طرح جام شہادت نوش کرتے رہے، تو بہت ساقرآن گم ہوجائے گا، مگر یہ کہ تم اسے جمع کردو۔ اور میں یہ خواہش رکھتاہوں کہ تم قرآن کریم جمع کردو ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے عمررضی اللہ عنہ سے کہا ہے کہ میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم ! یہ کام خیر اور نیکی کا ہے۔ پس عمر رضی اللہ عنہ باربار اس کام کے بارے میں مجھ پر اصرار کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے میرا سینہ کھول دیا ہے اور اب میری بھی وہی رائے ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کی رائے ہے۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے لیکن انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ تم نوجوان آدمی ہواورنہ ہی ہم تمہارے بارے میں کوئی شک کرتے ہیں اورتم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وحی بھی لکھتے رہے ہو۔ سوتم قرآن کریم تلاش کرواور اسے جمع کردو۔ خدا کی قسم! اگر وہ مجھے کسی پہاڑ کو اپنی جگہ سے منتقل کرنے کا پابند بناتے تو وہ مجھ پر اس سے بھاری نہ ہوتا کہ ان دونوں نے مجھے جمع قرآن کا حکم فرمایا میں نے کہا: تم دونوں کیسے وہ کام کروگے جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ خیر اور نیکی کا کام ہے۔ پس میں مسلسل اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اس کے لیے کھول دیا جس کام کے لیے اس نے ابوبکر صدیق اورعمر رضی اللہ عنہ

(أ) مسنداحمد، مسندالخلفاء الراشدین، مسندابی بکرالصدیق رضی اللہ عنہ، رقم: ۷۶، ۲۱۶۴۴؛ البخاری، صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب یستحب للکاتب أن یکون أمینا، رقم:۶۷۶۸؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب تفسیرالقرآن، باب سورۃالتوبۃ، رقم:۳۱۰۳؛ النسائی، السنن الکبریٰ، کتاب فضائل القرآن، باب ذکرکتاب الوحی، رقم: ۷۹۹۵ ؛ ابن ابی داؤد، المصاحف، ص ۶۔۹؛ ابن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فی الخلافۃ والإمارۃ، رقم: ۴۵۰۶، ۴۵۰۷؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۵، ص ۱۴۷، رقم:۴۹۰۲، ۴۹۰۳، ۴۹۰۴ ؛ البیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب الجیش، باب الدلیل علی أن ماجمعتہ مصاحف، رقم:۲۲۰۲۔

(۱) الانبیاء : (۲۵)

کا سینہ وسیع کردیا تھا۔ پس میں اٹھا اور قرآن کریم کو تلاش کیا اور کاغذ کے ٹکڑوں، پالانوں، کھجور کی ٹہنیوں اور لوگوں کے سینوں سے اسے جمع کرتا رہا۔ یہاں تک کہ میں نے سورۃ توبہ کی دو آیتیں صرف خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے پائیں اور ان کے سوا کسی اور سے وہ نہ ملیں۔ اور وہ یہ ہیں لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ ....الی آخرھا۔ اور وہ صحف جن میں قرآن کریم جمع کیا گیا وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف وصال عطا فرمایا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت سے سرفراز فرمایا اور پھر حفصہ ام المؤمنین بنت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے۔

(أ) ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے عبید بن عمیر سے بیان کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کوئی آیت مصحف میں نہیں لکھتے تھے یہاں تک کہ دو آدمی شہادت دیتے۔ پس انصار میں سے ایک آدمی دوآیتیں لے کر آیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان پر کبھی بینہ طلب نہیں کروں گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح تھے۔

(ب) ابن ابی داؤد نے المصاحف میں عروہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب جنگ میں بہت سے قراء لقمہ اجل بن گئے تو اس دن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم ضائع ہونے کا خوف لاحق ہوا۔ تو آپ نے عمر بن خطاب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما دونوں سے کہا: مسجد کے دروازے پر بیٹھو اور جو بھی کتاب اللہ کی کسی آیت پر تمہارے پاس دوگواہ لائے، تم اسے لکھ لو۔

(ج) ابن اسحاق، احمد بن حنبل اور ابن ابی داؤد عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حارث بن خزیمہ سورۃ برأت کے آخر سے یہ دوآیتیں لے کر آئے لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ تا وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ (۱) تو عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس پر تمہارے ساتھ کون شاہد ہے؟ تو انہوں نے کہا: خدا کی قسم! میں نہیں جانتا مگر یہ کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے بالیقین رسول اللہ ﷺ سے سماعت کی ہیں، انہیں یاد کیاہے اور

(أ) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم: ۱۷۵۱۲۔

(ب) ابن ابی داؤد، المصاحف، ص ۶ ۔

(ج) احمد بن حنبل، مسنداحمد، مسندالصحابۃ بعدالعشرۃ، حدیث الحارث بن خزمہ، رقم:۱۷۱۵ : ابن ابی داؤد، المصاحف، ص ۳۰۔(حکم): مسنداحمد کے محققین نے اس کو محمد بن اسحاق کی تدلیس اور انقطاع کی وجہ سے ضعیف کیاہے۔شیخ احمدشاکرنے کہا کہ:عبادبن عبداللہ بن زبیر کی حدیث منکراور شاذہے کیونکہ یہ ان متواتر روایات کے خلاف ہے، کہ قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب اور ہرسورۃ کے درمیان بسم اللہ سوائے سورۃالتوبۃ کے نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو بتائی ہے۔ نہ کہ عمرؓ اور ان کے علاوہ نے ترتیب دی ہے۔

(۱) التوبۃ: (۱۲۹)

انہیں محفوظ رکھا ہے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ بالیقین تونے یہ آیات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہیں۔ اگر یہ تین آیات ہوتیں تو میں انہیں علیحدہ سورت بنادیتا۔ پس تم قرآن کریم کی کوئی سورت دیکھو اور انہیں اس کے ساتھ ملادو۔چنانچہ یہ سورۂ برأت کے آخر میں ملادی گئیں۔

(أ) ابن ابی داؤد نے المصاحف میں یحیٰی بن عبدالرحمٰن بن حاطب سے یہ روایت بیان کی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم جمع کرنے کا ارادہ کیا۔ تو آپ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: جس کسی نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن کریم سے متعلقہ کوئی شے حاصل کی ہوتو وہ ہمارے پاس لے کر آئے۔ وہ اسے صحف، تختیوں اور کھجور کی ٹہنیوں پر لکھتے تھے اور آپ کسی سے کوئی شے قبول نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ دوشاہد اس کی شہادت دیتے۔ ابھی آپ قرآن کریم جمع کررہے تھے کہ آپ کو شہید کردیا گیا۔ پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے یہ ذمہ داری قبول کی اور اٹھ کر لوگوں کو فرمایا جس کے پاس کتاب اللہ کا کوئی حصہ ہووہ اسے لے کر ہمارے پاس آئے۔ آپ بھی کسی سے کوئی شے قبول نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ دوگواہ اس کی شہادت دے دیتے۔ پھر خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے اور کہا بے شک میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ تم نے دو آیتیں چھوڑدی ہیں۔تم نے انہیں نہیں لکھا۔ انہوں نے پوچھا: وہ کون سی ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دوآیتیں لی ہیں یعنی لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ الی آخر السورۃ۔تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔تمہاری کیا رائے ہے ہم انہیں کہاں رکھیں؟ تو انہوں نے کہا: قرآن کریم میں سے جو آخر میں نازل ہوااِن دونوں کو اس کے ساتھ بطور خاتمہ آخر میں ذکر کردیں۔ چنانچہ ان دونوں کے ساتھ سورۂ برأت کو ختم کیا گیا۔

(ب) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ کے بارے میں قتادہؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو انہیں میں سے بنایا کہ وہ اس پر آپ سے حسد نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت وکرامت عطا فرمائی ان میں سے ایمان لانے والوں کا مشقت میں پڑنا آپ پر گراں گزرتا ہے اور آپ ان کے گمراہوں کے لیے حریص ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطافرمائے۔ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ۔

(أ) ابن ابی داؤد، المصاحف، ص ۱۰، ۱۱، ۳۰، ۳۱۔

(ب) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم:۱۷۵۰۷؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶، ص۱۹۱۷، رقم:۱۰۱۶۰، ۱۰۱۶۳، ۱۰۱۶۴۔

(۱) یحیٰی بن عبدالرحمٰن بن حاطب بن ابی بلتعہ، ابومحمدیاابوبکراپنے والد، اسامۃ بن زیدؓ،حسان بن ثابتؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓوغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ ان سے عروہ بن زبیر، یحیٰی بن سعیدانصاری، ہشام بن عروہ نے روایتیں کی ہیں۔العجلی نے انھیں مدنی، تابعی، ثقہ لکھاہے۔انھوں نے ۱۰۴ھ(۷۲۲م) کووفات پائی۔دیکھیں:ابن حجر، تہذیب، ج ۷، ص ۷۵، رقم: ۸۸۹۰ ؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۵، ص ۱۹۴، رقم:۱۳۹۶؛ العجلی، تاریخ الثقات، ص ۴۷۴، رقم: ۱۸۱۵۔

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّم کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شے تم پر شاق گزرتی ہے وہ اس پر شدید ہوتی ہے۔حَرِیْصٌ عَلَیْکُم یعنی بہت ہی خواہش مند ہے کہ تمہارے کفار ایمان لائیں۔

(ب) ابن ابی حاتم نے عکرمہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبرائیل امین آئے اور مجھے کہا: اے محمد! آپ کا رب آپ کو سلام فرمارہاہے اور یہ پہاڑوں کافرشتہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کی طرف بھیجاہے اور اسے حکم دیا ہے کہ یہ آپ کے حکم کے سوا کچھ نہ کرے۔اگر آپ چاہیں تو میں ان پر پہاڑ گرادوں۔اور اگر چاہیں تو میں ان پر پتھر برساؤں۔ اور اگرآپ چاہیں تو میں انہیں زمین میں دھنسادوں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے پہاڑوں کے فرشتے! میں ان کے پاس آیا ہوں،شایدان سے ایسی نسل پیدا ہوگی جو کہیں گے: لاالہ الا اللہ۔تو اس پر پہاڑوں کے فرشتے نے کہا: آپ ایسے ہی ہیں جیسے آپ کے رب نے آپ کو نام دیا یعنی رؤف رحیم۔

(ج) ابن مردویہ نے ابوصالح حنفی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ رحیم ہے اور وہ اپنی رحمت صرف رحیم پر ہی رکھتا ہے۔ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ہم سارے اپنے مالوں اور اپنی اولاد کے ساتھ رحم کرتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح نہیں۔بلکہ اس طرح جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّم حَرِیْصٌ عَلَیْکُم بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُوفٌ رَّحِیْم.

(د) ابن مردویہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو جہینہ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کی: بے شک آپ ہمارے درمیان تشریف فرماہوئے ہیں۔سوہمیں یقین دلایئے کہ ہم آپ سے محفوظ رہیں گے اور آپ ہم سے محفوظ رہیں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے یہ سوال کیوں کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہم امن طلب کررہے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِکُمْ۔

(ھ) ابن سعد ابوصالح حنفی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے اور رحم کرنے والے کو پسند کرتا ہے،وہ ہر رحیم پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ﷺ بلاشبہ ہم

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶،ص ۱۹۱۷، رقم: ۱۰۱۶۱، ۱۰۱۶۲۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ۶،ص ۱۹۱۸، رقم: ۱۰۱۶۹۔

(ج) روایت نہیں ملی۔

(د) روایت نہیں ملی۔

(ھ) ابن سعدکی متداول کتاب میں روایت نہیں ملی۔البتہ یہ روایت تفسیرالطبری،سورۃالتوبۃ، رقم:۱۷۵۱۳ میں ملی۔

اپنی جانوں اپنے مالوں اور اپنی ازواج پر بھی رحم کرتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:اس طرح نہیں۔بلکہ اس طرح ہوجاؤ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ۔الآیہ۔

فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ (129)

''پھراگر یہ لوگ پھر جائیں (اورنہ مانیں) تو کہہ دو کہ خدامجھے کفایت کرتا ہے اس کے سوا کوئی معبودنہیں۔ اسی پر میرابھروسہ ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے''۔

(أ) ابن جریر،ابن منذر،ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہمانے فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ نے کی تفسیر میں کہا ہے کہ اگر کفارمنہ موڑلیں نبی کریم ﷺ سے (تو آپ فرمادیں کافی ہے مجھے اللہ)یہ مومنین میں ہے۔

(ب) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ محمد بن کعب نے کہا ہے: ایک سریہ سر زمین روم کی طرف نکلا۔تو ان میں سے ایک آدمی گرااور اس کی ران ٹوٹ گئی۔پس انہوں نے اسے اٹھانے کی استطاعت نہ رکھی۔تو انہوں نے اس کا گھوڑا اس کے پاس باندھ دیا۔اور اس کے پاس پانی اور کچھ سامان خوراک کی چیزیں رکھی دیں۔جب وہ مڑے تو ایک آنے والا اس کے پاس آیا اور اس نے اسے کہا: تجھے یہاں کیا ہوا ہے؟اس نے کہا: میری ران ٹوٹ گئی تو میرے ساتھی مجھے یہاں چھوڑ گئے تو اس نے کہا: جہاں تو دردمحسوس کررہا ہے وہاں اپنا ہاتھ رکھ اور یہ کہا فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ فرمایا:اس نے اپنا ہاتھ رکھا اور یہ آیت پڑھی۔تو اس کی وہ جگہ درست اور صحیح ہوگئی اور وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوااور اپنے ساتھیوں سے جاملا۔

(ج) ابوداؤدنے ابوالدرداء سے موقوف اور ابن السنی(١) نے ابوالدرداء سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ

(أ) تفسیرالطبری، سورۃالتوبۃ، رقم:١٧٥١١؛ تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص ١٩١٩، رقم:١٠١٧١۔

(ب) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب لأدب، باب مایقول إذا أصبح، رقم: ٥٠٨١؛ ابن السنی، عمل الیوم واللیلۃ، تخریج:عبداللہ حجاج، مکتبۃ التراث الاسلامی،القاہرۃ، ١٩٨٢م، ص ٣٢، رقم: ٧١۔(حکم): شیخ البانی نے اس روایت کو موضوع کہاہے۔ دیکھیں:البانی، ضعیف سنن ابی داؤد، رقم: ١٠٨٥، السلسلۃ الضعیفۃ، رقم حدیث، ٥٢٨٦۔

(١) ابن السنی احمدبن محمدبن اسحاق بن ابراہیم، ابوبکربن السنی،ثقہ محدث تھے اورامام نسائی کے تلامذہ میں سے تھے۔انھوں نے عراق، مصر،شام اورجزیرہ میں سماع حدیث کیا۔انھوں نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں عمل الیوم واللیلۃ، فضائل الاعمال، القناعۃ شامل ہیں۔انھوں نے ٣٦٤ھ(٩٧٤م)کووفات پائی۔دیکھیں:الزرکلی،الاعلام، ج ١، ص ٢٠٩؛ الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ١٦، ص ٢٥٥، رقم: ١٧٨۔

ﷺ نے فرمایا: جس نے صبح وشام سات مرتبہ یہ پڑھا فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لا إِلَـهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ تو دنیا اور آخرت کے امور میں سے جس نے بھی اسے پریشان کیا اللہ تعالیٰ اسکے لیے کافی ہے۔

(أ) ابن النجار(۱) نے تاریخ میں حسنؓ سے یہ بیان کیا ہے جس نے صبح کے سات باریہ پڑھا فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لا إِلَـهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ نہ اس دن کوئی مصیبت پہنچے گی اور نہ اس رات اس کو اذیت اور غم لاحق ہوگا، نہ اس سے کوئی چیز چھینی جائے گی اور نہ وہ غرق ہوگا۔

(ب) رہاارشاد باری تعالیٰ وَهُـوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ تو تو اس کے بارے میں ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:عرش کی بلندی کی وجہ سے اس کا نام عرش رکھا گیا ہے۔

(ج) ابن منذر،ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں سعد الطائی(۲) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عرش سرخ یاقوت کا ہے۔

(د) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں وہب بن منبہ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش اور کرسی کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور عرش کرسی کے ساتھ ملاہوا ہے۔ ملائکہ کرسی کے درمیان (اندر) ہیں اور عرش کے گرد چار

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص ١٩١٩، رقم: ١٠١٧٦۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص ١٩٢٠، رقم: ١٠١٧٧ ؛ ابوالشیخ، العظمۃ، باب ذکرعرش الرب تبارک وتعالیٰ، رقم: ٢٦۔

(د) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص ١٩٢٠، رقم: ١٠١٧٨مختصراً روایت بیان ہوئی ہے ؛ ابوالشیخ، العظمۃ، باب ذکرعرش الرب تبارک وتعالیٰ، ص ٦٢٣، رقم: ٥٣۔

(١) ابن النجارمحمد بن محمودبن الحسن بن ہبۃاللہ، ابوعبداللہ مشہورمؤرخ اور حافظ حدیث تھے۔ان کا تعلق بغداد سے تھا۔اس میں پیداہوئے اور اسی میں وفات پائی۔طلب علم کے لیے انہوں نے شام، مصر، حجازاور فارس کے اسفارکیے۔ان کی کتابوں میں الکمال فی معرفۃالرجال، ذیل تاریخ بغداد، مناقب الشافعی شامل ہیں۔انھوں نے ٦٤٣ھ(١٢٤٥م) کووفات پائی۔ دیکھیں:الذہبی، سیراعلام النبلاء، ج ١٩، ص ٢١٧، رقم: ١٣٤؛ الزرکلی، الأعلام، ج ٧، ص ٨٦۔

(٢) سعد، ابومجاہدؒالطائی الکوفی نے عطیہ العوفی، عبدالرحمٰن بن سابط، اورمحل بن خلیفہ سے سماع کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں الجارود، اسماعیل بن ابی خالداور زہیربن معاویہ شامل ہیں۔ابن حجر نے ان کے بارے میں کہا: لابأس بہ۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج ٤، ص ٦٥، رقم: ١٩٧٦ ؛ابن حجر، تقریب التہذیب، ص ٢٣٢، رقم: ٢٢٦٢؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ٢، ص ٦١٤، رقم: ٢٦٦٣۔

نہریں ہیں۔ ایک نہرنور کی ہے جو چمک رہا ہے، ایک نہر آگ کی ہے جو بھڑک رہی ہے۔ایک نہر سفید برف کی ہے جس سے آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور ایک نہرپانی کی ہے اور ملائکہ ان نہروں میں ہو کر اللہ تعالی کی تسبیح بیان کررہے ہیں۔اور ساری مخلوق کی زبانوں کی تعداد کے برابر عرش کی زبانیں ہیں۔اور وہ اللہ تعالی کی تسبیح بیان کرتا ہے اور ان زبانوں کے ساتھ اس کا ذکر کرتا ہے۔

(أ) ابوالشیخ نے شعبیؒ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: عرش سرخ یا قوت کا ہے، ملائکہ میں سے ایک نے اس کی طرف اور اس کی عظمت کی طرف دیکھا، تواللہ تعالی نے اس کی طرف وحی فرمائی،میں نے تجھ میں ستر ہزار ملائکہ کی قوت رکھی ہے جن میں سے ہر فرشتہ کے ستر ہزار پر ہیں،پس تواڑ،چنانچہ وہ فرشتہ اپنی اس قوت اور پروں کے ساتھ اتنا اڑا جتنا اللہ تعالی نے چاہا کہ وہ اڑلے اورٹھہر گیا اور دیکھا تو ایسے محسوس ہوا گویا اس نے قصد کیا ہی نہیں۔

(ب) ابوالشیخ نے حماد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالی نے عرش کو سبز زمرد سے پیدا فرمایا ہے سرخ یاقوت سے اس کے چار پائے بنائے ہیں۔اس کی ہزار زبانیں بنائی ہیں اور زمین میں ہزار امت پیدافرمائی ہے اور ہرامت عرش کی زبانوں میں سے ایک زبان کے ساتھ اللہ تعالی کی تسبیح بیان کرتی ہے۔

(ج) طبرانی اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن عمروبن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک عرش کو سانپ کے کنڈل کا طوق پہنا یا گیا ہے اور وحی زنجیروں میں نازل ہوتی ہے۔

(د) ابن منذر نے عطاء سے یہ قول بیان کیا ہے وہ دیکھ رہے ہیں کہ عرش حرم پر ہے۔

(ھ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرش پر اس کے سوا کوئی قادر نہیں ہوسکتا جس نے اسے پیدا کیا ہے اور عرش کی تخلیق میں آسمان اس طرح ہیں جیسے صحرا میں ایک قبہ۔

(أ) ابوالشیخ، العظمۃ، باب ذکرعرش الرب تبارک وتعالی، ج ۲، ص ٦٣١، رقم:٥٨۔(حکم):شیخ البانی نے اس روایت کو موضوع کہا ہے۔دیکھیں:سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ، رقم: ٣٨٤٧۔

(ب) ابوالشیخ، العظمۃ، باب ذکرعرش الرب تبارک وتعالی، ج ۲، ص ٦٤٥، رقم:٦٨۔

(ج) امام الطبرانی، کی روایت مجمع الزوائدمیں ملی۔ دیکھیں:الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب لأدب،باب عجائب المخلوقات، رقم:١٣٣٨٤؛ ابوالشیخ،العظمۃ، باب ذکرعرش الرب تبارک وتعالی، ج ۲، ص ٥٥٣، رقم:٨۔(حکم):امام الہیثمی نے فرمایا کہ:اس روایت کے تمام راوی صحیح کے رجال ہیں سوائے کثیربن ابی کثیرکے اور وہ ثقہ ہیں۔

(د) ابن منذرکی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ٦ص ١٩٢٠، رقم: ١٠١٨١؛ ابوالشیخ، العظمۃ، باب ذکرعرش الرب تبارک وتعالی، ج ۲، ص ٥٥٢، رقم: ٧۔

(أ) سعید بن منصور، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مجاہدؒ سے یہ قول بیان کیا ہے : آسمان اور زمین عرش سے اتنی مقدار ہی جگہ کا احاطہ کرتے ہیں جس طرح وسیع بیابان سے ایک انگوٹھی جگہ گھیرتی ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم نے کعب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عرش میں آسمان اس قندیل کی طرح دکھائی دیتے ہیں جو زمین وآسمان کے درمیان لٹکائی ہوئی ہو۔

(ج) ابن ابی حاتم نے عمر بن یزید بصری(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے اس کتاب میں ہے جس پر ہارون علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا کہ ہمارا یہ سمندر نبطس کی خلیج ہے اور نبطس اس کے علاوہ ہے جو کہ زمین کو محیط ہو اور زمین اور اس کے اوپر پائے جانے والے سمندر نبطس کے سامنے اس طرح ہے جیسے سیف البحر کے سامنے ایک چشمہ اور نبطس کے اوپر قینس ہے جو زمین کو محیط ہے۔ نبطس اور اس سے کم اس کے سامنے اس طرح ہیں جیسے سیف البحر پر چشمہ۔ اور قینس کے پیچھے اصم ہے جو زمین کو محیط ہے اور قینس اور اس سے کم اس کے سامنے اس طرح ہے جیسے سیف البحر پر چشمہ۔اور اصم سے پیچھے مظلم ہے جو زمین کو محیط ہے اور اصم اور اس سے کم اس کے سامنے اس طرح ہیں جیسے سیف البحر پر ایک چشمہ۔اور مظلم کے پیچھے الماس کا ایک پہاڑ ہے جو زمین کو محیط ہے اور مظلم اس سے کم۔ اس کے سامنے اس طرح ہے جیسے سیف البحر پرایک چشمہ اور الماس کے پیچھے الباکی ہے اور یہ میٹھا پانی ہے جوزمین کو محیط ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے نصف کوحکم دیا ہے کہ وہ عرش کے نیچے ہو۔پس اس نے جمع ہونا چاہا،تو اللہ تعالیٰ نے اسے جھڑک دیا۔ تو وہ رورہا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کر رہا ہے۔پس الماس اور اس سے کم اس کے نزدیک اس طرح ہیں جیسے سیف البحر کے سامنے ایک چشمہ، اور اس کے پیچھے عرش ہے جو زمین کو محیط ہے۔اور الباکی اور اس سے کم عرش کے سامنے اس طرح ہیں جیسے سیف البحر پر ایک چشمہ۔

(أ) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص ١٩٢٠، رقم:١٠١٨٣؛ ابوالشیخ، العظمۃ، باب ذکرعرش الرب تبارک وتعالیٰ، ج ٢، ص ٥٨٥، رقم: ٢٩، ٦٠۔

(ب) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص ١٩٢٠، رقم:١٠١٨٢۔

(ج) تفسیرابن ابی حاتم، سورۃالتوبۃ، ج ٦، ص ١٩٢٠، رقم:١٠١٧٩۔

(١) عمربن یزیدبصری دمشقی،زہری، عمروبن مہاجراورنمیربن اُوس سے روایت کرتا ہے۔ان سے عبداللہ بن سالم، ہیثم بن عمران اور محمدبن شعیب بن شابورنے روایتیں کی ہیں۔ابن حبان نے کہا وہ مسندوں میں ہیراپھیری کرتا تھا اور مرسل روایات کو مرفوع بیان کرتا تھا۔دیکھیں:الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ٩، ص ٢٣٢؛ ابن حبان، المجروحین، ج ٢، ص ٨٨، رقم: ٦٢٩؛ العقیلی، الضعفا، ج ٣، ص ١٩٦، رقم:١١٩٥۔

(أ) ابوالشیخ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ساتوں آسمان کرسی میں اس طرح ہیں جیسا کہ سات دراہم ڈھال میں پھینک دیئے گئے ہوں۔ ابن زید نے کہا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ عرش میں کرسی اس طرح ہے جیسا کہ لو ہے کا ایک حلقہ زمین کے وسیع بیابان میں پھینک دیا گیا ہو اور کرسی موضع القدمین ہے۔

(ب) ابوالشیخ نے وہب سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا فرمایا، عرش کی ستر ہزار ساق ہیں اور ہر ساق زمین وآسمان کے دائرے کی طرح ہے۔

(ج) عبد بن حمید، ابوالشیخ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے بیان کیا ہے کہ ملائکہ اور عرش کے درمیان ستر پردے ہیں۔ ایک حجاب نور کا ہے۔ایک حجاب ظلمۃ (تاریکی) کا ہے پھر ایک حجاب نور کا اور ایک حجاب تاریکی کا ہے ...... علی ھذاالقیاس۔

(د) ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی،ابن ماجہ اور بیہقی نے الأسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کریم ﷺ مصیبت کے وقت یہ کہا کرتے تھے "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ الْعَظِيْمُ الْعَلِيْمُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْاَرْضِيْنَ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ"

(أ) ابوالشیخ، العظمۃ، باب ذکرعرش الرب تبارک وتعالی، ج ۲، ص ۵۸۷، رقم: ۳۱۔

(ب) ابوالشیخ، العظمۃ، باب ذکرعرش الرب تبارک وتعالی، ج ۲، ص ۷۰۹، رقم: ۳۴۔

(ج) ابوالشیخ، العظمۃ، باب ذکرحجب ربنا تبارک وتعالی، ج ۲، ص ۶۸۵، رقم: ۱۴ ؛البیہقی، الاسماء والصفات، باب،ماذکرفی الساق، رقم: ۸۵۵۔

(د) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الدعاء، باب ماکان النبی ﷺیقول عندالکرب، رقم: ۲۹۱۵۵؛ البخاری، صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء عندالکرب، رقم: ۵۹۸۶، ۶۹۹۰، ۶۹۹۴؛ مسلم، صحیح مسلم، کتاب الذکروالدعاء، رقم:۲۷۳۰ ؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول عندالکرب، رقم:۳۴۳۵ ؛ نسائی، السنن الکبریٰ، کتاب عمل الیوم واللیلۃ،باب ذکرالاختلاف علی معبر، رقم: ۱۰۴۸۹؛ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب الدعاء عندالکرب، رقم: ۳۸۸۲؛ البیہقی، الاسماء والصفات، باب بیان أن للہ جل ثناؤہ اسماء أخریٰ، رقم:۵۱، ۸۳۵۔

(أ) نسائی، حاکم اور بیہقی نے عبداللہ بن جعفر(۱) رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے مجھے چند کلمات سکھائے جو کلمات رسول اللہ ﷺ نے انہیں سکھائے تھے۔ آپ مصیبت کے وقت وہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ اور جب بھی آپ کو کوئی تکلیف پہنچتی تو آپ یہ پڑھتے:"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللهِ وَتَبَارَكَ اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ"

(ب) حکیم ترمذی نے اسحاق بن عبداللہ بن جعفر(۲) کی سند سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے: تم اپنے مردوں کو تلقین کرو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللهِ وَتَبَارَكَ اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ "انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ یہ زندہ کے لیے کیسی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: انتہائی عمدہ ہے، انتہائی عمدہ ہے۔

(ج) ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن جعفر سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی کی اور اسے علیحدگی میں فرمایا: جب موت تیرے قریب آجائے یا دنیوی امور میں سے کوئی خوف ناک امر پیش آجائے تو یہ کہتے ہوئے اس کا سامنا کرنا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللهِ وَتَبَارَكَ اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ"

(أ) النسائی، السنن الکبریٰ، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، باب مایقول عندالکرب، رقم: ۱۰۴۶۵؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر، رقم: ۱۸۷۳۔(حکم):امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح مسلم کے شرط پر صحیح کہاہے۔

(ب) حکیم ترمذی، نوادرالاصول، أصل فی کلمات الفرج والمغفرۃ والتلقین، ج ۲، ص ۱۲۶۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الدعاء، باب الرجل یخاف السلطان مایدعو، رقم: ۲۹۱۷۹، ۳۰۶۳۱۔

(۱) عبداللہ بن جعفربن ابی طالب ہاشمی، صحابی، سرزمین حبشہ میں پیداہوئے جب ان کے والدین نے وہاں ہجرت کی۔وہ اسماء بنت عمیس کی بطن سے پیداہوئے تھے۔وہ اپنے والدین اور چچا علیؓ سے روایت کرتے ہیں۔جنگ صفین میں لشکر کے اُمیروں میں سے تھے۔مدینہ میں ۸۰ھ (۷۰۰م) کوفوت ہوئے۔دیکھیں:الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۵، ص ۴۲۸؛ ابونعیم، معرفۃالصحابۃ، ج ۳، ص ۱۶۰۵ ؛ الزرکلی، الاعلام، ج ۴، ص ۷۶۔

(۲) اسحاق بن عبداللہ بن جعفربن ابی طالب ہاشمی مدنی، تابعی اسماعیل اور معاویہ بن عبداللہ کے بھائی تھے۔وہ اپنے والدسے روایت کرتے ہیں۔ان سے ان کے بھائی اسماعیل، کثیربن زیداُسلمی اور ابوبکرعمربن عبدالرحمٰن نے روایتیں کی ہیں۔دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۲۲۶، رقم: ۴۴۵۔

(أ) احمد نے الزہد میں ابوالشیخ نے العظمہ میں وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حزقیل بخت نصر کے سپاہیں بیت المقدس کے دانیال کے ساتھ تھا۔ حزقیل نے یہ گمان کیا کہ وہ فرات کے کنارے سورہا ہے۔ سواس کے پاس ایک فرشتہ آیا حالانکہ وہ سورہا تھا اور اسے سر سے پکڑ کر اٹھا لیا۔ یہاں تک کہ بیت المقدس کے خزانہ میں جا کر رکھا۔ان کابیان ہے کہ میں نے اپنا سرآسمان کی طرف اٹھایا۔تو اچانک عرش کے نیچے آسمان کھل گئے اور عرش اور جو اس کے اردگرد تھا وہ سب میرے لیے ظاہر ہوگیا۔ پس میں نے اس شگاف سے ان کی طرف دیکھا اور جب میں نے عرش کی طرف دیکھا کہ وہ آسمانوں اور زمین پرسایہ کیے ہوئے تھا۔اور جب آسمانوں اور زمین کی طرف دیکھا تو انہیں بطن عرش کے ساتھ لٹکے ہوئے دیکھا اور چارفرشتے اسے اٹھائے ہوئے تھے۔ان میں سے ہر فرشتے کے چار چہرے تھے۔ایک چہرہ انسان کا، ایک چہرہ گدہ کا،ایک چہرہ شیر کا اور ایک چہرہ بیل کا۔ جب اس منظر نے مجھے انتہائی متعجب کیا۔ تو میں نے ان کے قدموں کی طرف دیکھا۔تو دیکھا کہ وہ زمین میں ایک بچھڑے پر ہیں جن کے ساتھ وہ گھوم پھر رہا ہے پھر دیکھا کہ عرش کے سامنے ایک فرشتہ کھڑا ہے۔ اس کے چھ پر ہیں۔ان کا رنگ اونٹ کے بچے کے رنگ کی طرح ہے۔وہ اسی مقام پر اس وقت سے کھڑا ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے اور قیامت قائم ہونے تک کھڑارہے گا اور وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔اور ایک فرشتہ اس سے نیچے ہے میں نے اسے مخلوق کی ہر شے سے عظیم دیکھا۔اور وہ میکائیل علیہ السلام تھے۔اور یہی آسمان کے فرشتوں پر خلیفہ ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے کچھ فرشتے عرش کا طواف کر رہے ہیں یہاں تک کہ قیامت ہوجائے گی (وہ اسی حالت پر رہیں گے) اورہ وہ کہہ رہے ہیں "قُدُّوْس قُدُّوْسٌ رَبُّنَا اِلٰهُ القَوِيّ مَلَّاتْ عَظْمَتُهُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ" اور کچھ فرشتے ان سے نیچے ہیں۔ ان میں سے ہر فرشتے کے چھ پر ہیں۔ دوپروں کے ساتھ وہ اڑتا ہے جب کہ یہی ملائکہ المقربین ہیں۔ ان سے نیچے والے فرشتے اس وقت سے سجدے میں ہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدافرمایا ہے یہاں تک کہ صورمیں پھونک دیا جائے گا۔سوجب صورمیں پھونکا جائے گا تو وہ اپنے سراٹھائیں گے۔ اور جب وہ عرش کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے سُبْحَانَكَ ماكُنَّا نَقْدَرَكَ حَقَّ قُدْرَتِكَ "تیری ذات پاک ہے ہم اس طرح قادر نہیں ہوسکے جس طرح تیری قدرت کا حق تھا"۔ پھر میں نے عرش کودیکھا کہ وہ اس شگاف سے لٹک رہا ہے اور وہ اس پر قادر تھا۔ پھر وہ زمین آسمان کے درمیان والے محل کی طرف وسیع ہوگیا اور وہ ان دونوں کے مابین کے ساتھ متصل ہوگیا،، پھر وہ باب الرحمت سے داخل ہوا اور وہ اس کی قدرت رکھتا تھا۔ پھر وہ مسجد کی طرف وسیع ہوا اور وہ اس پر قادرتھا۔ پھر وہ صحرہ (چٹان) پر واقع ہوا اور وہ اس پر قادر تھا۔ پھر اس نے کہا: اے ابن آدم ! بجلی گری اور

(أ) أحمد، الزہد، باب زہد یوسف علیہ السلام، ص ٨١؛ ابوالشیخ، العظمۃ، باب ذکرعرش الرب تبارک وتعالیٰ، ج ٢، ص ٦٠٤، رقم: ٤٢۔

میں نے ایک ایسی آواز سنی ہے کہ میں نے اس کی مثل آواز کبھی نہیں سنی پھر وہ ختم ہوگئی ہے اور میں اس آواز کی قدرت رکھتا ہوں۔ اور جب اس نے آواز نکالی تو وہ ایک لشکر کی طرح تھا جو مجمع ہوا اور ایک ہی آواز کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھا۔یا ایک گروہ کی طرح تھا جو اکٹھا ہوا اور انہوں نے آپ میں ایک دوسرے کو دھکیلا اور ان کے بعض بعض سے آگے آگئے۔ یا وہ اس سے بھی اعظم اور بڑا تھا۔

حزقیل نے کہا جب میں بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ تو اس نے کہا: اسے اٹھاؤ،کیونکہ یہ کمزور ہے اسے مٹی سے پیدا کیا گیا ہے پھر اس نے کہا تو اپنی قوم کی طرف چلاجا۔تو ان پر میری جانب سے ہراول دستے کی طرح ہے۔ ان میں سے جسے تو نے دعوت دی اور اس نے تیری دعوت کو قبول کرلیا اور وہ تیری راہنمائی کے ساتھ ہدایت پاگیا۔تو تیرے لیے بھی اس کی مثل اجر ہوگا۔اور جس سے تو غافل رہا (یعنی تو نے اسے دعوت حق نہ دی) یہاں تک کہ وہ گمراہی میں ہی مرگیا۔تو مجھ پر بھی اس کے بوجھ کی مثل بوجھ ہوگا اور ان کے بوجھوں سے بھی کسی شے کی کمی نہیں کی جائے گی۔پھر وہ عرش کے ساتھ بلند ہوگیا اور میں اٹھا،یہاں تک کہ میں رات کے کنارے کی طرف لوٹ آیا۔ پس اسی اثناء میں کہ میں فرات کے کنارے سویا ہوا تھا اچانک میرے پاس ایک فرشتہ آیا۔ اس نے میرا سر پکڑا اور مجھے اٹھالیا یہاں تک کہ اس نے مجھے بیت المقدس کے پہلو میں پہنچادیا۔پس جب میں پانی کے حوض کے پاس پہنچا میرے قدم آگے نہ بڑھے۔ پھر میں اس سے جنت کی طرف بڑھ گیا۔اس کی نہروں کے کناروں پر درخت تھے اور وہ درخت ایسا ہے کہ نہ اس کے پتے بکھرتے ہیں اور نہ اس کی عمر ختم ہوتی ہے۔ پس اس میں طلع (کھجور کا درخت) قضیب (میدانی درخت) نبع (پہاڑی درخت) اور قطیف (انگور کی بیل) ہیں۔میں نے پوچھا: جنت کا لباس کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: جنت کا لباس کپڑے کا ہے جیسا کہ حوروں کا لباس۔یہ اسی رنگ پر پھوٹیں گے جس پر ان کا مالک چاہے گا۔میں نے کہا جنت کی ازواج کیا ہیں؟ پس وہ مجھ پر پیش کی گئیں۔پس میں تو انکے چہروں کے حسن کی چمک کے سبب بے ہوش ہوگیا۔پس اگر انہیں سورج اور چاند کے مقابلہ میں لایا جائے تو ان میں سے ہر ایک کا چہرہ ان دونوں کی نسبت زیادہ روشن ہے۔ جب کہ ان میں سے کسی کا گوشت ان کی ہڈیوں کو نہیں چھپارہا اور ان کی ہڈیاں اپنی مخ (کلفہ) کے لیے پردہ نہیں اور ان کی کیفیت یہ ہے کہ جب ان کا صاحب ان کے پاس سوئے گا تو وہ بیدار ہوجائے گا اور وہ باکرہ ہیں۔سو مجھے اس سے انتہائی تعجب ہوا تو مجھے کہا گیا کیا تو اس پر تعجب کررہا ہے؟ تو میں نے کہا: کیا ہے میرے لیے کہ میں اس پر تعجب نہ کروں؟ اس نے بتایا جس نے ان پھلوں میں سے کوئی کھالیا جو تو نے دیکھے ہیں وہ ہمیشہ رہے گا اور جس نے ان ازواج میں سے کسی سے شادی کرلی اس سے غم اور حزن دور ہوجائے گا۔پھر اس نے میرا سر پکڑا اور مجھے وہیں لوٹا دیا جہاں میں تھا۔

حزقیل نے کہا: پس اس اثناء میں کہ میں فرات کے کنارے سورہا تھا۔اچانک میرے پاس ایک فرشتہ آیا۔اس نے مجھے سر سے پکڑا اور مجھے اٹھالیا۔ یہاں تک کہ زمین کے ایک حصے میں جاکر مجھے رکھا۔وہاں جنگ ہوئی تھی اور اس

میں دس ہزار قتل ہوئے تھے۔پرندے اور درندے ان کا گوشت نوچ رہے تھے اور ان کے جوڑ علیحدہ علیحدہ ہو چکے تھے۔ پھر اس نے مجھے کہا: بے شک یہ قوم گمان کرتی ہے کہ ان میں سے جو مرگیا یا قتل ہو گیا وہ مجھ سے چھوٹ گیا اور اس سے میری قدرت ختم ہوگئی پس تو انہیں بلا۔حزقیل نے کہا: سومیں نے انہیں بلایا تو ہر ہڈی اپنے اس جوڑ کی طرف آئی جس سے وہ کٹی تھی۔کوئی آدمی اپنے ساتھی کو اس سے بڑھ کر نہیں پہچانتا جتنا کہ ہڈی نے اس جوڑ کو پہچانا جس سے وہ جدا ہوئی تھی یہاں تک کہ ان میں سے بعض بعض کے ساتھ مل گئیں۔پھر ان پر گوشت اگا پھر رگیں پھوٹیں۔پھر چمڑا پھیل گیا اور میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔پھر اس نے کہا: میرے لیے ان کی ارواح کو بلاؤ۔حزقیل کا بیان ہے کہ میں نے انہیں بلایا تو ہر روح اپنے اس جسم کی طرف آئی جس سے وہ جدا ہوئی تھی پس جب وہ بیٹھ گئے تو میں نے ان سے پوچھا: تم کس حال میں تھے؟ انہوں نے جواب دیا: بے شک جب ہم مرے اور ہم نے زندگی سے مفارقت حاصل کی۔تو ہمیں ایک فرشتہ ملا۔اسے میکائیل کہا جاتا ہے اس نے کہا: اپنے اعمال لے آؤ اور اپنے اجر وصول کرلو۔ہمارا تمہارے ساتھ، جو تم سے پہلے تھے اور جو تمہارے بعد ہوں گے ان کے ساتھ یہی طریقہ ہے۔پس اس نے ہمارے اعمال میں دیکھا اور یہ پایا کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔تو اس نے ہمارے جسموں پر کیڑا مسلط کردیا ارواح اس کا درد پانے لگیں اور ہماری ارواح پر غم مسلط کردیا اور ہمارے جسم اس کا درد محسوس کرنے لگے۔پس ہم اسی طرح کا عذاب پا رہے تھے یہاں تک کہ تو نے ہمیں بلایا۔فرمایا: پھر اس نے مجھے اٹھایا اور اسی جگہ لوٹا دیا جہاں میں تھا۔

(أ) نحاس، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورۂ یونس مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

(ب)ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے فرمایا: سورۂ یونس مکہ مکرمہ میں نازل کی گئی۔

(ج) ابوالشیخ نے محمد بن سیرین کا قول نقل کیا ہے کہ سورۂ یونس ساتویں (سورت) شمار کی جاتی ہے۔

(د) ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالی نے مجھے انجیل کی جگہ رائیات طواسین تک عطا فرمائی ہیں۔

(ھ) ابن ابی شیبہ نے مصنف میں احنفؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی۔تو آپ نے یونس، ہود اور اس کے سوا سورتیں پڑھیں۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

الر تِلْكَ آيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ (1)

"الف، لام، را،یہ بڑی دانائی کی کتاب کی آیتیں ہیں"۔

(و) ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الرٓ کے بارے میں فرمایا: یہ فواتح السور ہیں اور اللہ تعالی کے اسماء میں سے یہ بھی اسماء ہیں۔

(أ)النحاس، الناسخ و المنسوخ، ص۵۲۹۔

(ب)روایت ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں نہیں ملی۔

(ج)روایت اُبوالشیخ کی متداول کتب میں نہیں ملی۔

(د)روایت ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں نہیں ملی۔حکم: شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔دیکھیں:البانی، السلسلۃ الضعیفۃ ، ج۷،ص۵۱، رقم:۷۰۸۱۔

(ھ)مصنف ابن أبی شیبہ، کتاب الصلوات، باب ما یقرأ فی صلاۃ الفجر، رقم:۳۵۴۶۔

(و)ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ) ابن جریر، ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، بیہقی نے الاسماء والصفات میں اور ابن نجار نے تاریخ میں بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الرٰ کا معنی ہے میں اللہ ہوں دیکھ رہا ہوں (انا اللہ اری)

(ب) ابن منذر نے بیان کیا کہ سعید بن جبیرؒ نے بھی یہی معنی بیان کیا ہے۔

(ج)ابن ابی حاتم نے ضحاک سے بھی یہی معنی نقل کیا ہے۔

(د)ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ، حـــمٓ اور ن یہ سب اسم مقطع ہیں (یعنی یہ ایک اسم ہے جسے علیحدہ علیحدہ حروف میں لکھا گیا ہے اور وہ اسم الرحمٰن ہے)

(ھ)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الرٰ،حمٓ اور ن لفظ رحمٰن کے متفرق حروف ہیں۔

(و)ابوالشیخ نے محمد بن کعب قرظی سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے الٓر کے بارے میں فرمایا: الف، لام اور راء یہ لفظ الرحمٰن سے ہیں۔

(ز)رہا ارشاد باری تعالیٰ **الر تِلْكَ آيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ** تو اس کے بارے میں ابن ابی حاتم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ اس میں تِلْكَ بمعنی هذه (یہ) ہے۔

(ح)ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے **تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ** کے ضمن میں فرمایا: وہ کتابیں جو قرآن سے پہلے گزر چکی ہیں۔

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۵۱۹؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، ج۶، ص۱۹۲۱، رقم:۱۰۱۸۴؛ البیہقی، الأسماء والصفات، باب بیان فی بیان أن اللہ جل ثناؤہ أسماء أخری، رقم:۱۶۷؛ ابن النجار، ذیل تاریخ بغداد، ج۲، ص۵۰۴۔

(ب)ابن منذر کی دستیاب کتب میں کتاب روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، ج۶، ص۱۹۲۱، رقم:۱۰۱۸۵۔

(د) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۵۴۰؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، ج۶، ص۱۹۲۱، رقم:۱۰۱۸۶۔

(و)روایت أبوالشیخ کی متداول کتب میں نہیں ملی۔

(ز)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، ج۶، ص۱۹۲۱، رقم:۱۰۱۸۹۔مصدر التخریج تفسیر ابن أبی حاتم میں یہ روایت أنس بن مالک کی بجائے أبو مالک سے مروی ہے۔

(ح)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، ج۶، ص۱۹۲۲، رقم:۱۰۱۹۲۔

أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَباً أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَى رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُواْ أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكَافِرُونَ إِنَّ هَـذَا لَسَاحِرٌ مُّبِينٌ (2)

"کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے انہی میں سے ایک مرد کو حکم بھیجا کہ لوگوں کو ڈر سنا اور ایمان لانے والوں کو خوشخبری دے دو کہ ان کے پروردگار کے ہاں ان کا سچا درجہ ہے (ایسے شخص کی نسبت)کافر کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادوگر ہے "۔

(أ) ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا؛ جب اللہ تعالی نے محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا، تو اہل عرب نے اس کا انکار کر دیا اور ان میں سے جنہوں نے انکار کیا۔ انہوں نے کہا: کہ اللہ تعالی اس سے اعظم وبلند تر ہے کہ اس کا رسول محمد ﷺ کی طرح بشر ہو۔تو اللہ تعالی نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور یہ بھی فرمایا؛وَمَاأَرْسَلْنَا قَبْلَكَ الاَّ رِجَالًا نُوْحِي أَلَيْهِمْ.....الایہ۔ "(۱)۔ لو لا نزل هذا القران على رجل من القريتين عظيم(۲): کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن کسی ایسے آدمی پر جو دو شہروں میں بڑا ہے"۔ وہ کہنے لگے: وہ محمد ﷺ سے زیادہ شرف والا ہے یعنی مکہ سے ولید بن مغیرہ (۳)اور طائف سے مسعود بن عمرو ثقفی، تو اللہ تعالی نے ان کاروکرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُواْ أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ کے ضمن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد وہ سعادت ہے جس کا تذکرہ ذکر اول میں ان کے لیے پہلے ہو چکا ہے۔

(ب)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، اور ابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُواْ أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِم کی ضمن میں ابن عباسؓ نے فرمایا: اس سے مراد وہ سعادت ہے جس کا تذکرہ ذکر اول میں ان کے لیے پہلے ہوچکاہے۔

(أ)تفسير الطبری، سورة یونس، رقم:۱۷۵۲۸؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورة یونس، ج۶، ص۱۹۲۲، رقم:۱۰۱۹۳۔

(ب)تفسير الطبری، سورة یونس، رقم:۱۷۵۳۹؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورة یونس، رقم:۱۰۱۹۶۔

(۱)الانبیاء:۷ (۲) الزخرف:۳۱

(۳)ولید بن مغیرہ بن عبداللہ ، أبو عبد شمس سرداران قریش میں سے تھے اور عرب کے مشہور قاضی تھے۔ ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے زمانۂ جاہلیت میں شراب پینے کو حرام قرار دیا تھا اوراپنے بیٹے ہشام کو اس کے پینے پر مارا تھا۔ اس نے اسلام کا زمانہ پایا لیکن مشرف با اسلام نہیں ہوئے۔ ہجرت کے تین مہینے بعد فوت ہوئے اور حجون میں دفن ہوئے۔ دیکھیں:الزرکلی، الأعلام، ج۸، ص۱۲۲۔

(أ)ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ ان کے لیے اجر حسن ہے ان اعمال کے عوض جو انہوں نے آگے بھیجا۔

(ب)ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن مسعودر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "قدم" سے مراد وہ عمل ہے جو انہوں نے آگے بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ "(۱)اور لکھتے ہیں (ان اعمال کو) جو وہ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے آثار کو جو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں"۔ آثار سے مراد ان کی گزرگاہ ہے۔فرمایا: رسول اللہﷺ ان کی مسجد میں دو ستونوں کے درمیان چلے پھر فرمایا یہ اثر لکھ لیا گیا ہے۔

(ج)ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ربیعؒ نے فرمایا:قَدَمَ صِدْقٍ کا معنی ہے صدق کا ثواب۔

(د) ابن ابی حاتم نے اُبوالشیخ سے بیان کیا ہے کہ سدیؒ نے قَدَمَ صِدْقٍ کی تفسیر میں فرمایا: کہ وہ اسی عمل پر اپنے رب ہاں آگے بڑھتے ہیں۔

(ھ)ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا:قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد خیر اور نیکی ہے۔

(و)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایاقَدَمَ صِدْقٍ سے مراد سلف صدق ہے۔ یعنی عمل صالح کے ساتھ آگے بڑھنا۔

(ز) ابن جریر اور ابوالشیخ نے قتادہؒ سے بھی یہی معنی بیان کیا ہے۔

(ح)ابوالشیخ نے بکار بن مالک سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ سے مراد رسول اللہﷺ ہیں (یعنی آپﷺ کا مرتبہ ان کے رب ہاں بہت بلند ہے)۔

(أ)تفسیر الطبری، سورة یونس، رقم:۱۷۵۳۱۔

(ب)روایت ابو الشیخ اور ابن مردویہ کی متداول کتب میں نہیں ملی۔

(ج)تفسیر الطبری، سورة یونس، رقم:۱۷۵۳۶۔

(د)تفسیر ابن أبي حاتم، سورة یونس، ج۶، ص۱۹۲۱، رقم:۱۰۲۰۰۔

(ھ)تفسیر الطبری، سورة یونس، رقم:۱۷۵۳۳؛ تفسیر ابن أبي حاتم، سورة یونس، رقم:۱۰۱۹۸۔

(و)تفسیر ابن أبي حاتم، سورة یونس،رقم:۱۰۲۰۲۔

(ز)تفسیر الطبری، سورة یونس، رقم:۱۷۵۴۱۔

(ح)روایت ابو الشیخ کی دستیاب کتب میں نہیں ملی۔

(۱)یٰس:۱۲

(أ)ابن جریر اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ نے أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ محمد ﷺ قیامت کے دن ان کے شفیع ہوں گے۔

(ب) ابن مردویہ نے اسی آیت کے ضمن میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہی قول بیان کیا ہے: مُحَمَّدٌ ﷺ شَفِيعٌ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" یعنی نبی رحمت ﷺ قیامت کے دن ان کے لیے شفیع ہوں گے۔

(ج)ابن مردویہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر بیان کی ہے کہ محمد ﷺ ان کے لیے قیامت کے دن سچے شفیع ہیں۔

(د) حاکم نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ معنی بیان کی ہے کہ قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد سلف صدق ہے۔

(ھ)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حسنؒ نے أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ ان کی مصیبت ان کے نبی ﷺ نے برداشت کی ہے۔

(و) ابن جریر نے زید بن اسلم سے یہ بیان کیا ہے کہ قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد محمد ﷺ ہیں۔

(ز) رہا یہ ارشاد گرامی قَالَ الْكَافِرُونَ إِنَّ هَـٰذَا لَسَاحِرٌ مُّبِينٌ" تو اس کے بارے میں ابوالشیخ نے زائدہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سلیمان نے سورۂ یونس میں دو آیتوں میں لَسَاحِرٌ مُّبِينٌ پڑھا ہے۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِن بَعْدِ إِذْنِهِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (3) إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ (4)

"تمہارا پروردگار تو خدا ہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش (تخت شاہی) پر قائم ہوا وہی

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۵۴۰۔

(ب)روایت ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں نہیں ملی۔

(ج)روایت نہیں ملی۔

(د)الحاکم ، مستدرک، کتاب التفسیر، سورۃ یونس، رقم:۳۲۹۷۔حکم: امام حاکم نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے۔

(ھ)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، ج۶، ص۱۹۲۱، رقم:۱۰۲۰۱۔

(و)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۵۴۲۔

(ز)روایت ابو الشیخ کی دستیاب کتب میں نہیں ملی۔

ہر ایک کاانتظار کرتا ہے کوئی (اس کے پاس)اس کا اعلان حاصل کئے بغیر (کسی کی)سفارش نہیں کر سکتا یہی خدا تمہارا پروردگار ہے تو اسی کی عبادت کرو بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے اسی کے پاس تم سب کولوٹ کر جانا ہے خدا کا وعدہ سچا ہے وہی خلقت کوپہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا تا کہ ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کو انصاف کیساتھ بدلہ دے اور جو کافر ہیں انکے لئے پینے کو نہایت گرم پانی اور درودینے والا عذاب ہوگا کیونکہ (خداسے)انکارکرتے تھے"۔

(أ)ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے فرمایا: يُدَبِّرُ الْأَمْرَ کا معنی ہے کہ وہ اکیلے ہر کام کا فیصلہ کرتا ہے اور إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ کی تفسیر میں فرمایا: وہی زندہ کرتا ہےمخلوق کو پھر وہی اسے مارے گا اور پھر وہی اسے زندہ کرے گا۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُوراً وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّهُ ذَٰلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (5)

"وہی توہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کومنور بنایااور چاند کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کا شمار اور(کاموں کا)حساب معلوم کرو یہ (سب کچھ)خدا نے تدبیر سے پیدا کیا ہے سمجھنے والوں کیلئے وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے "۔

(ب) ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن مسعودرضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے ہمارے رب نے دوکلموں کے ساتھ کلام فرمایا۔ ان میں سے ایک سورج بن گیا اور دوسرا چاند۔ یہ دونوں مکمل طور پر نور سے بنے ہیں اور دونوں قیامت کے دن جنت کی طرف لوٹ جائیں گے۔

(ج) ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ سدیؒ نے جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُوراً کے ضمن میں فرمایا ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو چاند کی ہیئت کی طرح نہیں بنایا تا کہ وہ دن سے رات کی علیحدہ پہچان کرا دے۔ اسی کے مطابق یہ ارشادگرامی ہے فَمَحَوْنَآ ايَتَ الَّيْلِ الآیہ۔(۱)

(أ)تفسیر الطبری، سورة یونس، رقم:۱۷۵۴۵،۱۷۵۴۹؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورة یونس، رقم:۱۰۲۱۶،۱۰۲۲۱۔

(ب ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیر ابن أبی حاتم، سورة یونس، رقم:۱۰۲۲۸۔

(۱) (الاسراء:۱۲)

(أ) ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آفتاب اور مہتاب دونوں کے چہرے (سامنے والی جانب) آسمان کی جانب ہیں اور دونوں کی پشتیں زمین کی طرف ہیں۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ ان کے سامنے آگ تھی۔ جب وہ خوب بھڑکی تو آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! بے شک یہ بڑی آگ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کی پناہ طلب کر رہی ہے اور آپ نے چاند کو دیکھا جب کہ وہ غروب ہونے کے قریب تھا۔ تو فرمایا: قسم بخدا! یہ اب رو رہا ہے۔

(ج) ابن ابی شیبہ نے سعید بن المسیب ؒ سے یہ قول بیان کیا ہے: سورج طلوع نہیں ہوتا یہاں تک کہ تین سو ستر فرشتے اس کے ساتھ ہوتے ہیں، کیا تو نے امیہ بن ابی صلت (ا) کو یہ کہتے نہیں سنا۔

لَيۡسَتۡ بِطَالِعَةٍ لَّنَا فِی رُسُلِنَا   اَلَّا مُعَذَّبَةً وَاِلَّا تُجۡلَدُ

"ہمارے لیے ہمارے رسولوں میں کسی کا (سورج) طلوع نہیں ہوا مگر یہ کہ اسے عذاب دیا گیا اور اسے کوڑے لگائے گئے"۔

إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ (6)

"رات اور دن کے (ایک دوسرے کے پیچھے) آنے جانے میں اور چیزیں خدا نے آسمان اور زمین میں پیدا کی ہیں (سب میں) ڈرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں"۔

(أ) روایت ابو الشیخ اور ابن مردویہ کی متداول کتب میں نہیں ملی۔

(ب) مصنف ابن أبی شیبہ، کتاب الزھد، باب کلام عبداللہ بن عمر، رقم:۳۴۷۲۰۔ مصنف ابن أبی شیبہ میں یہ روایت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے۔

(ج) مصنف ابن أبی شیبہ، کتاب الأدب، باب الرخصۃ فی الشعر، رقم:۲۶۰۸۱۔

(ا) امیہ بن صلت کا نام عبداللہ بن ربیعہ بن عوف الثقفی تھا زمانہ جاہلیت کے مشہور شاعر تھے۔ نبی ﷺ نے ان کی کئی اشعار سنے جن میں حکمت تھی۔ انہوں نے اسلام کا زمانہ پایا لیکن مشرف باسلام نہ ہوئے۔ دیکھیں :النووی، تہذیب الأسماء، ج۱، ص۱۲۲، رقم:۶۸؛ صحیح مسلم، کتاب الشعر، رقم:۲۲۵۵۔

(أ) ابوالشیخ نے خلیفہ العبدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر اللہ تبارک وتعالی کی عبادت اسے دیکھے بغیر نہ کی جائے، تو کسی نے بھی اس کی عبادت نہ کی لیکن مومنین نے رات کے آنے میں غور وفکر کی کہ اس نے ہر شے کو بھر دیا ہے اور ہر شے کو ڈھانپ دیا ہے اور سلطان کے دن کے آنے میں غوروفکر کی کہ جب وہ آیا تو اس نے رات کے غلبے کو ختم کر دیا ہے اور ان بادلوں میں غوروفکر کی، جنہیں آسمان وزمین کے درمیان مسخر کردیا گیا ہے، ستاروں میں اور موسم سرما اور گرما میں نظر وفکر کی، تو قسم بخدا! مومنین مسلسل ان چیزوں میں غوروفکر کرتے رہتے ہیں۔ گویا انہوں نے اللہ تعالی کی عبادت اسے دیکھ کر ہی کی۔

إِنَّ الَّذِينَ لاَ يَرْجُونَ لِقَاءنَا وَرَضُواْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّواْ بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ (7) أُوْلَـئِكَ مَأْوَاهُمُ النُّارُ بِمَا كَانُواْ يَكْسِبُونَ (8)

"جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں اور دنیا کی زندگی سے خوش اور اسی پر مطمئن ہو بیٹھے اور ہماری نشانیوں سے غافل ہو رہے ہیں انکا ٹھکانا ان (اعمال) کے سبب جو وہ کرتے ہیں دوزخ ہے"۔

(ب) ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے کہا "**إِنَّ الَّذِينَ لاَ يَرْجُونَ لِقَاءنَا**" الآیہ، سے مراد اہل کفر ہیں۔

(ج) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا: یہ ارشاد گرامی **وَرَضُواْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّواْ بِهَا** اس ارشاد کی مثل ہے **كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا** (ا)

(د) ابوالشیخ نے یوسف بن اسباط کا یہ قول بیان کیا ہے کہ دنیا ظالموں کی نعمتوں کا گھر ہے۔ فرمایا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا مردار ہے، پس جو اس کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ کتوں کی مخالطت پر صبر کرے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ (9)

(أ) ابو الشیخ، العظمۃ، باب ذکر معرفۃ الرب، ج ا/ص ۳۲۶، رقم: ۶۳

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم: ۱۷۵۵۷۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم: ۱۷۵۵۴؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم: ۱۰۲۲۳۔

(ج) روایت نہیں ملی۔

(ا) (ہود: ۱۵)

"(اور)جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے انکو پروردگار انکے ایمان کی وجہ سے (ایسے محلوں کی)راہ دکھائیگا(کہ)انکے نیچے نعمت کے باغوں میں نہریں بہ رہی ہوں گی "۔

(أ) ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ کی تفسیر میں مجاہدؒ نے فرمایا: ان کے لیے ایک نور ہوگا جس کی روشنی میں وہ چلیں گے۔

(ب)ابوالشیخ نے قتادہؒ سے بھی یہی تفسیر نقل کی ہے۔

(ج)ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیاہے کہ اس کی تفسیر میں قتادہؒ نے فرمایا: حسن رضی اللہ عنہ نے ہمیں حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا: ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مومن جب اپنی قبر سے باہر نکلے گا تو اس کا عمل انتہائی خوب صورت اور حسین صورت میں اور پاکیزہ، طیب خوشبو کے ساتھ اس کے سامنے ہوگا: تو وہ اسے کہے گا: تو کون ہے؟ قسم بخدا، بلاشبہ میں تجھے سچے آدمی کا عین (حقیقت) دیکھ رہا ہوں۔ وہ اسے جواب دے گا میں تیرا عمل ہوں۔ پس وہ اس کے لیے ایک نور اور جنت کی طرف راہنما بن جائے گا، اور کافر جب اپنی قبر سے نکلے گا تو اس کا عمل انتہائی بدصورت اور قبیح شکل میں اس کے سامنے ہوگا اور اس سے بدبوآرہی ہوگی۔تو وہ اسے کہے گا تو کون ہے؟ قسم بخدا! بلاشبہ میں تجھے ایک برے انسان کا عین دیکھ رہا ہوں۔تو وہ جواب دے گا: میں تیرا عمل ہوں۔ سووہ اسی کے ساتھ چل پڑے گا یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل کردے گا۔

(د)ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کی تفسیر میں ابن جریج نے فرمایا: بندۂ مؤمن کے عمل کو انتہائی حسین صورت میں ظاہر کیا جا گا اور اس کی خوشبوں انتہائی پاکیزہ ہوگی۔ وہ اپنے صاحب (عمل کرنے والے) کے سامنے آئے گا اور اسے ہر قسم کی بھلائی اور خیر کی بشارت دے گا۔ وہ اس سے پوچھے گا: تو کون ہے؟ تو وہ جواب دے گا: میں تیرا نیک عمل ہوں۔ پس اسے اس کے سامنے نور بنا

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۵۵۹؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۳۶۔

(ب)روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۵۵۸؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۳۷۔تفسیر الطبری میں یہ روایت قتادہؒ سے مروی ہے۔

(د)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۵۶۲۔

دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اسے جنت میں پہنچا دے گا۔ اور کافر کے عمل کو انتہائی قبیح صورت دی جائے گی اس کی بو انتہائی مکروہ اور ناپسندیدہ ہوگی اور وہ اپنے صاحب (عمل کرنے والے) کے ساتھ ہی رہے گا یہاں تک کہ اسے جہنم میں پھینک دے گا۔

(أ) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ کی تفسیر میں ربیعؒ نے فرمایا: یہاں تک کہ ان کا رب انہیں جنت میں داخل فرمادے گا، نبی ﷺ کے صحابہ کرام نے بیان فرمایا: اس دن ان میں سے ہر ایک اپنے مقام اور منزل کو اس سے بڑھ کر اور بہتر جانتا ہوگا۔ جتنا کہ تم آج ہمارے مقام کو جانتے ہو۔ پھر علماء کے بارے میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اتارے گا جس کی سات منازل ہیں اور ان منازل میں ہر منزل میں سات فضائل والے لوگ ہوں گے، تو نبی ﷺ نے فرمایا؛ جو چیز وہ مانگیں گے اور جس کا خیال ان کے دل میں آئے گا۔ وہ ان کی طرف دوڑتی ہوئی حاضر ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ سیر ہو جائیں گے تو وہ کھانے کے سبب ڈکارماریں گے اور اس میں کستوری کی خوشبو ہو گی۔ اس میں حدث لاحق نہیں ہوگا۔ پھر وہ ہر سانس کے ساتھ حمد وثناء اور تسبیح وتحمید کرنے لگیں گے۔ پھر وہ جنت کے پھل ہر حال میں چن سکیں گے چاہے وہ بیٹھے ہوں، کھڑے ہوں یا تکیہ لگائے ہوئے ہوں (المختصر) وہ جس حال پر بھی ہوں گے۔ اور جنتی کے منہ تک اس چیز کے پہنچنے سے پہلے دوبارہ وہ چیز پہلے کی طرح اپنے مقام پر لگ جائے گا۔ یہ رحمت کی برکت ہے اور رحمٰن کی برکت ہے، وہ ختم نہیں ہوگی، یہ وہ خزانے ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ جو چیز ان سے لے لی گئی اس کے سبب یہ کم نہیں ہوں گے۔ اور ان میں سے جو چیز باقی چھوڑ دی گئی وہ کبھی فاسد اور خراب نہیں ہوگی۔

دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (10)

"(جب وہ)ان میں(ان نعمتوں کو دیکھیں گے تو بیساختہ)کہیں گے سبحان اللہ اور آپس میں ان کو دعا سلام علیکم ہوگی اور ان کا آخری قول یہ (ہوگا) کہ خدا ئے رب العالمین کی حمد(اور اسکا شکر)ہے"۔

(أ)ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ)ابن مردویہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جب وہ کہیں گے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ تو ان کے رب کی جانب سے ان کے لیے جنت میں ہر وہ شئی میسر ہوگی جس کی وہ خواہش کریں گے۔

(ب)ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ربیعؒ نے فرمایا: اہل جنت کو جس کسی شے کی خواہش ہوگی تو وہ کہیں گے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ تو وہ شی ان کے پاس ہوگی۔ اسی لیے یہ ارشاد گرامی ہے: **دعوٰھم فیھا سبحٰنک**۔

(ج)ابن أبی حاتم نے بیان کیا ہے اہل جنت کو جن کسی شے کی خواہش ہوگی تو وہ کہیں گے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ تو ان میں سے ہر ایک کے پاس دس ہزار خادم کھڑے ہوں گے ہر خادم کے پاس سونے کا پیالہ ہوگا جس میں ایسا کھانا ہوگا جو دوسرے میں نہیں ہوگا (یعنی ہر ایک کے پاس مختلف اور متنوع کھانا ہوگا)۔ پس وہ ان تمام سے کھائے گا۔

(د) ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ دَعْوَاھُمْ فِیْھَا سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کے ضمن میں قتادہؒ نے فرمایا: کہ (اہل جنت کا) یہ قول جنت میں ہوگا۔

(ھ) ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن جریجؒ نے فرمایا: مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ :سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ جب کوئی پرندہ اہل جنت کے پاس سے گزرے گا اور وہ اس کی خواہش کریں گے تو کہیں گے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ تو یہ ان کی جانب سے اسے پکار اور صدا ہوگی، تو ایک فرشتہ ان کے پاس وہ شے لے کر حاضر ہوگا جس کی وہ تمنا اور آرزو کریں گے۔ اور جب ان کی چاہت اور پسند کے مطابق فرشتہ وہ شے لے کر آئے گا تو وہ انہیں آکر سلام کہے گا اور وہ اس پر سلام کا جواب لوٹائیں

(أ)ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۴۰۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۴۲۔

(د)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۵۶۴۔

(ھ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۵۶۳۔

گے۔ جیسا کہ یہ ارشاد ہے وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سلام اور جب وہ اپنی حاجت کے مطابق کھالیں گے تو کہیں گے الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اور اسی کے بارے میں یہ ارشاد ہے: وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

(أ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن ابی ہذیل(۱) سے یہ قول بیان کا ہے کہ الحمد اول کلام بھی ہے اور آخر کلام بھی۔ پھر یہ آیت تلاوت کی: وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُم بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ (11)

"اور اگر خدا لوگوں کی برائی میں جلدی کرتا جس طرح وہ طلب خیر میں جلدی کرتے ہیں تو انکی (عمر کی)میعاد پوری ہو چکی ہوتی سو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں ہم چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بہکتے رہے۔

(ب) ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُم بِالْخَيْرِ کی تفسیر میں مجاہدؒ نے فرمایا: اس سے مراد انسان کا اپنی اولاد اور مال کے بارے میں ایسا قول ہے جو وہ اس کے لیے غضب اور غصے کی حالت میں کہتا ہے یعنی: اے اللہ! اس میں برکت نہ ڈال اور اس پر لعنت کر۔ وغیرہ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ فرمایا یعنی بالیقین اللہ تعالیٰ ہلاک کردیتا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا جسے انسان نے بددعا دی۔

(ج)ابوالشیخ نے سعید بن جبیرؒ سے اس کی تفسیر میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد ایک آدمی کا دوسرے آدمی کو یہ کہنا ہے: اے اللہ! اسے رسوا کردے، اے اللہ! اس پر لعنت بھیج دے۔ فرمایا وہ تو پسند کرتا ہے کہ اس کے اس قول کو قبول کر لیا جائے جیسا کہ وہ یہ پسند کرتا ہے: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما،

(أ)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۴۷۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۵۶۳؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۵۵، ۱۰۲۵۸۔

(ج) روایت نہیں ملی۔

(۱) ابن أبی ہذیل : عبداللہ بن أبی ہذیل ابو مغیرہ کوفی، کبار تابعین میں سے تھے۔ انہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ، أبی بن کعب، عبداللہ بن عمروؓ اور أبوہریرۃؓ سے تحصیل علم کیا ان سے أبو سنان ضرار بن مرۃ شیبانی، عطاء بن سائب، واسط بن حارث نے روایتیں کی ہیں امام نسائی اور ابن حجر نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں: ابن حبان، کتاب الثقات، ج۲، ص۲۶۸، رقم:۳۰۷۲؛ الذھبی، سیر أعلام النبلاء ج۴، ص۱۷۰، رقم:۶۱؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج۶، ص۱۷۰، رقم:۱۹۹۳؛ ابن حجر، تہذیب التھذیب، ج۳، ص۶۹۲، رقم:۴۲۷۲۔

اس پر رحم فرما کہ اس کی یہ دعا قبول کی جائے۔

(أ)ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد آدمی کا اپنی ذات اور اپنے مال کے خلاف ایسی دعا کرنا ہے جو کہ وہ اور ناپسندیدہ ہو (اور وہ یہ چاہتا ہے) کہ اسے قبول کر لیا جائے۔

وَإِذَا مَسَّ الإِنسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِداً أَوْ قَآئِماً فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَا إِلَى ضُرٍّ مَّسَّهُ كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ (12)وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِن قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُواْ وَجَاءتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُواْ لِيُؤْمِنُواْ كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ (13)

"اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹا اور بیٹھا اور کھڑا (ہر حال میں)ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اس تکلیف کو اس سے دور کر دیتے ہیں تو (بے لحاظ ہو جاتا اور)اس طرح گزر جاتا ہے کہ گویا کسی تکلیف پہنچنے پر ہمیں کبھی پکا را ہی نہ تھا اسی طرح حد سے نکل جانیوالوں کو ان کے اعمال آراستہ کرکے دکھائے گئے ہیں اور تم سے پہلے ہم کئی امتوں کو جب انہوں نے ظلم اختیار کیا ہلاک کر چکے ہیں اور انکے پاس پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آئے مگر وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے ہم گنہگاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں"۔

(ب)ابن جریر اور ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ ابن جریج نے کہا:**دعانا لجنبه** کا معنی ہے وہ ہمیں پکارتا ہے لیٹے ہوئے۔

(ج) ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے فرمایا : **دعانا لجنبه أو قاعدا أو قائما** کا معنی ہے کہ وہ ہمیں ہر حال میں پکارتا ہے۔

(د)ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنی خوشحالی کے وقت میں اللہ تعالیٰ سے دعامانگ تیرے لیے تیری مصیبت کے وقت کے لیے اسے قبول کر لیا جائے گا۔

ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلاَئِفَ فِي الأَرْضِ مِن بَعْدِهِم لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ(14)

"پھر ہم نے ان کے بعد تم لوگوں کو ملک میں خلیفہ بنایا تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو"۔

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۵۷۶؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۵۶۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۵۷۸۔

(ج) روایت نہیں ملی۔

(د)ابو الشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے ضمن میں قتادہؒ نے فرمایا: ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا: ہمارے رب نے فرمایا: کہ اس نے ہمیں زمین میں صرف اس لیے جانشین بنایا تاکہ وہ ہمارے اعمال دیکھے۔ پس تم اللہ تعالیٰ کو رات اور دن کے وقت سراً اور علانیۃً ہر حال میں اپنے اچھے اعمال دکھاؤ۔

(ب) ابن منذر نے اس آیت کریمہ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ کے متعلق ابن جریج اس روایت کیا ہے کہ یہ خطاب امت محمد یہ ﷺ کو ہے۔

وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَـٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ (15)

"اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی امید نہیں وہ کہتے ہیں کہ (یا تو)اسکے سوا کوئی قرآن (بنا)لا یا اس کو بدل دو کہہ دو مجھ کو اختیار نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو اسی حکم کا تابع ہوں جو میری طرف آتا ہے اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے (سخت)دن کے عذاب سے خوف آتا ہے "

(ج)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: وہ جو ہماری ملاقات کی توقع نہیں رکھتے۔ کہ لے آؤ دوسرا قرآن اس قرآن کے علاوہ یا اس میں ردو بدل کردو فرمایا کہ یہ قول مشرکین مکہ نے نبی ﷺ سے کہا: تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو فرمایا: قُل لَّوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ .

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۵۷۹؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۶۸۔

(ب)روایت ابن منذر کی دستیاب کتب میں نہیں ملی۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۵۸۴؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۶۹،۱۰۲۷۱۔

قُلْ لَّوْ شَاء اللّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلاَ أَدْرَاكُم بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُراً مِّن قَبْلِهِ أَفَلاَ تَعْقِلُونَ (16)

"(یہ بھی)کہہ دو کہ اگر خدا چاہتا تو (نہ)میں ہی یہ (کتاب)تم کو پڑھ کر سناتا اور نہ وہی تمہیں اس سے واقف کرتا میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر رہا ہوں(اور کبھی ایک کلمہ بھی اس طرح کا نہیں کہا) بھلا تم سمجھتے نہیں"۔

(أ) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وَلاَ أَدْرَاكُم بِهِ کا معنی ہے اور نہ ہی وہ تمہیں اس کے بارے میں آگاہ کرتا"وَلاأَعْمَلْكُمْ بِهِ"

(ب)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ قتادہ ؒ فرماتے ہیں اس کا معنی ہے "اور نہ وہ تمہیں اس کا شعور دلاتا"۔

(ج)ابوعبید، ابن جریر اور ابن منذر نے بیان کا ہے کہ حسن ؒ نے فرمایا: کہ یہ لفظ وَلاَ أَدْرَأْتُكم بِهِ یعنی ہمزہ کے ساتھ ہے۔ فراء نے کہا: میں یہ نہیں جانتا کہ یہ جائز ہے دریت سے اور نہ ادریت سے۔ مگر یہ کہ حسن نے اپنی طبیعت کے مطابق اسے ہمزہ دیا ہے۔ کیونکہ عرب بسا اوقات غلطی کر دیتے ہیں کہ وہ وہاں ہمزہ پڑھتے ہیں جہاں ہمزہ نہ ہو۔

(د)سعید بن منصور اور ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھتے تھے قُلْ لَّوْ شَاء اللّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلاَ أَنْذَرْتُكُم بِهِ "آپ فرمادیجئے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا اور نہ تمہیں اس سے ڈراتا"۔

(ھ)ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "وَلاَ أَدْرَأْتُكُم بِهِ" کا معنی ہے "مَا حَذَّرْتُكُمْ بِهِ" یعنی (میں تمہیں اس کے ساتھ نہ ڈراتا)

(أ)تفسير الطبري، سورة يونس، رقم:۱۷۵۸۱؛ تفسير ابن أبي حاتم، سورة يونس، رقم:۱۰۲۷۲۔

(ب)روایت أبوالشیخ کی دستیاب کتب میں نہیں ملی۔

(ج)تفسير الطبري، سورة يونس، رقم:۱۷۵۸۶؛ الفراء، معاني القرآن، تحقيق:أحمد يوسف نجاتي و محمد علي النجار، دارالكتب المصرية، القاهرة، ط۱، ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء، ج۱، ص۴۵۹۔

(د)التفسير من سنن سعيد بن منصور، ص۱۶۱، رقم:۱۰۰۳؛ تفسير الطبري، سورة يونس، رقم:۱۷۵۸۸۔

(ھ)تفسير الطبري، سورة يونس، رقم:۱۷۵۸۳۔

(أ)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ کی تفسیر میں سدیؒ نے فرمایا: میں تو تمہارے درمیان اس سے پہلے عمر کا ایک حصہ گزار چکا ہوں) نہ میں نے تم پر پڑھا اور نہ میں نے ذکر کیا۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ سدیؒ نے فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ کے ضمن میں فرمایا: کہ نبی ﷺ نے نزول وحی سے قبل چالیس برس گزارے اور آپ ﷺ نے دو سال تک خواب دیکھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دس سال تک مکہ مکرمہ میں اور دس سال تک مدینہ منورہ میں وحی نازل فرمائی اور باسٹھ برس کی عمر میں آپ ﷺ نے وصال فرمایا۔

(ج)ابن ابی شیبہ، بخاری اور ترمذی نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو چالیس برس کی عمر میں نبی بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔ آپ ﷺ دس برس تک مکہ مکرمہ میں ٹھہرے اور اور آپ کی جانب وحی کی جاتی رہی۔ پھر آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم ہوا تو آپ ﷺ دس برس تک ہجرت فرمارہے اور جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کی عمر شریف تریسٹھ برس تھی۔

(د) احمد اور بیہقی نے دلائل میں بیان کی ہے کہ انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کہ جب نبی کریم ﷺ کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا گیا اس وقت آپ کی عمر مبارک کتنی تھی؟ تو آپ نے فرمایا: اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس برس تھی۔

(ھ) بیہقی نے دلائل میں شعبیؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ پر نبوت نازل ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر چالیس برس تھی۔پس تین سال تک آپ کی نبوت کے ساتھ اسرافیل علیہ السلام متصل رہے۔ سووہ

(أ) تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۷۶۔

(ب) تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۷۵۔یہ روایت سدی کے بجائے قتادہؒ سے مروی ہے۔

(ج)مصنف ابن أبی شیبہ، کتاب المغازی، باب ما جاء فی النبی ﷺ ، رقم:۳۶۵۴۴، ۳۶۵۵۱؛ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مبعث النبی ﷺ، رقم:۳۶۸۹؛ الترمذی، سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فی مبعث النبی ﷺ، رقم: ۳۶۲۱۔

(د)مسند أحمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند أنس بن مالکؓ، رقم:۱۲۵۲۹؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب اجماع فرض رسول اللہ ﷺ، ج۲، ص۱۳۲۔حکم: مسند أحمد کے محققین نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

(ھ) البیہقی، دلائل النبوۃ، باب اجماع فرض رسول اللہ ﷺ، ج۲، ص۱۳۲۔

آپ ﷺ کو حکمت اور دوسری چیزیں سکھاتے رہے۔ اس دوران قرآن نازل نہ ہوا۔ اور جب تین برس گزر گئے تو جبرئیل علیہ السلام آپ کی نبوت کے ساتھ منسلک ہوئے اور پھر آپ کی زبان پر بیس برس تک قرآن نازل ہوا دس سال تک مکہ مکرمہ میں اور دس سال تک مدینہ طیبہ میں۔

(أ) ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو چالیسویں سال کے شروع میں مبعوث فرمایا گیا۔ پھر آپ ﷺ دس برس تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور دس برس تک مدینہ طیبہ میں اور ساٹھ برس کی عمر میں آپ ﷺ کا وصال ہوا۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِباً أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لاَ يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ (17)وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لاَ يَضُرُّهُمْ وَلاَ يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَـؤُلاء شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لاَ يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلاَ فِي الأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ (18)

"تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ افتراء کرے اور اسکی آیتوں کو جھٹلائے بیشک گنہگار فلاح نہیں پائینگے اور یہ (لوگ)خدا کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ انکا کچھ بگاڑہی سکتی ہے اور نہ کچھ بھلا ہی کرسکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں کہہ دو کیا تم خدا کو ایسی چیز بتاتے ہوں جسکا وجود اسے نہ آسمان میں معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں وہ پاک ہے اور(اس کی شان)ان کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے"۔

(ب)ابن ابی حاتم نے عکرمہ ؒ سے نقل کیا ہے کہ نضر نے کہا: جب قیامت کا دن ہوگا تو لات اور عزیٰ میری شفاعت کریں گے۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلاَّ أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُواْ وَلَوْلاَ كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ(١٩)

"اور (سب) لوگ(پہلے)ایک ہی امت (یعنی ایک ہی ملت پر)تھے پھر جدا جدا ہوگئے اور اگر ایک بات جو تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے ہوچکی ہے نہ ہوتی تو جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے ہیں ان میں فیصلہ کر دیا جاتا"۔

(ج)ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلاَّ أُمَّةً وَاحِدَةً

(أ)مصنف ابن أبی شیبۃ، کتاب المغازی، باب ما جاء فی النبی ﷺ ، رقم:۳۶۵۵۲، ۳۳۸۹۰۔

(ب) تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۷۷۔

(ج) أبو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

معنی ہے کہ "نہیں تھے لوگ (ابتدا میں)مگر اسلام پر"۔

(أ)ابوالشیخ نے ضحاک سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے کہ ابتدا میں لوگ ہدایت پر تھے پھر باہم اختلاف کرنے لگے۔

(ب)ابن شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے فرمایا کہ وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا سے مراد آدم علیہ السلام ہیں، اس حال میں کہ آپ تنہا تھے۔ اور فَاخْتَلَفُوا کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اختلاف اس وقت ہوا جب آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے ایک نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔

(ج) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں سدیؒ نے فرمایا: ابتدا میں ایک ہی دین کو ماننے والے لوگ آدم علیہ السلام کے دین پر تھے۔ پھر انہوں نے کفر اختیار کیا ۔ پس اگر آپ کے رب نے قیامت قائم ہونے کے دن تک انہیں مہلت نہ دے رکھی ہوتی تو ان کے درمیان ان امور میں فیصلہ کر دیا جاتا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے ہیں۔

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ(20)

اور کہتے ہیں کہ اس پر اسکے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی کہہ دو کہ غیب (کا علم)تو خدا ہی کو ہے سوتم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں"۔

(د) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ربیعؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ میں انہیں اپنے عذاب اور سزا سے خوف زدہ کیا ہے اور ڈرایا ہے۔

(أ)أبو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۵۸۹؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۸۵،۱۰۲۸۷۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۸۸۔

(د) تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۸۹۔

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّن بَعْدِ ضَرَّاء مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِي آيَاتِنَا قُلِ اللّهُ أَسْرَعُ مَكْراً إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ (21)

"اور جب ہم لوگوں کو تکلیف پہنچنے کے بعد (اپنی رحمت سے آسائش)مزہ چکھا تے ہیں تو ہماری آیتوں میں حیلے کرنے لگتے ہیں کہہ دو کہ خدا بہت جلد حیلہ کرنیوالا ہے اور جو حیلے تم کرتے ہو ہمارے فرشتے انکو لکھتے جاتے ہیں"۔

(أ)ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا: اس آیت میں مَّكْرٌ فِي آيَاتِنَا سے مراد آیات کے ساتھ استہزاء کرنا اور انہیں جھٹلانا ہے۔

(ب)ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ سفیان نے فرمایا۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں لفظ مکرر مذکور ہے اس سے مراد عمل ہے۔

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّى إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُواْ بِهَا جَاءتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّواْ أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُاْ اللّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَـذِهِ لَنَكُونَنِّ مِنَ الشَّاكِرِينَ (22)فَلَمَّا أَنجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَى أَنفُسِكُم مَّتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَينَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (23)

"وہی تو ہے جو تم کو جنگل اور دریا میں چلنے پھرنے اور سیر کرنے کی توفیق دیتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں (سوار)ہوتے اور کشتیاں پاکیزہ ہوا (نرم نرم جھونکوں)سے سواروں کو لے کر چلنے لگتی ہیں اور ان سے خوش ہوش ہوتے ہیں تو ناگہاں زناٹے کی ہوا چل پڑتی ہے اور لہریں ہر طرف سے ان پر (جوش مارتی ہوئی)آنے لگتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ (اب تو)لہروں میں گھر گئے تو اس وقت خالص خدا ہی کی عبادت کرکے اس سے دعا مانگنے لگتے ہیں کہ (اے خدا)اگر تو ہم کو اس سے نجات بخشے تو ہم (تیرے)بہت شکر گزار ہوں لیکن جب وہ ان کو نجات دے دیتا ہے تو ملک میں ناحق شرارت کرنے لگتے ہیں لوگو !تمہاری شرارت کا وبال تمہاری ہی جانوں پر ہو گا تم دنیا کی زندگی کے فائدے اٹھالو پھر تم کو ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے اس وقت ہم تم کو بتائیں گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے"۔

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۵۹۲؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۹۱۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۹۳۔

(اُ)بیہقیؒ نے سنن میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ تمیم داری رضی اللہ عنہ(۱) نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سمندری سفر کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے انہیں نماز قصر کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔

(ب) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ وَجَرَیْنَ بِهِمْ کی تفسیر میں ابن زید نے کہا ہے: کہ یہ ذکر کیا پھر ان کے سوا دوسروں کے لیے اس بات کو ایک دوسری بات میں شمار کرتے ہوئے فرمایا: وَجَرَیْنَ بِهِمْ اور بات ان سے منسوب کی کہ پہلی شے یہ ہے کہ تم کشتیوں میں سوار ہوئے اور وہ انہیں لے کر چلیں۔ کوئی یہ کہنے کی طاقت نہیں رکھتا "جریـن بکم" کہ وہ تمہیں لے کہ چلیں۔ حالانکہ وہ دوسری قوم کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے۔ پھر یہ (وَجَرَیْنَ بِهِمْ) ذکر فرمایا تا کہ یہ انہیں اور ان کے سوا دوسری مخلوق کو جامع ہوجائے۔ یعنی انہیں اور مخلوق میں سے ان کے سوا دوسروں کو لے کروہ چلیں۔

(ج)ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ ابن جریج نے کہا: وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ سے مراد یہ ہے کہ وہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ انہیں ہلاک کردیا گیا۔

(د)بیہقیؒ نے دلائل میں عروہؒ سے بیان کیا ہے کہ عکرمہ بن ابی جہل فتح مکہ کے دن فرار ہوا اور سمندر میں کشتی پر سوار ہوگیا۔ پھر ہوا نے اسے آلیا تو اس نے لات اور عزیٰ کو پکارا۔ تو کشتی والوں نے کہا یہاں کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کے سوا کسی اور کو پکارے۔ تو عکرمہ نے کہا: قسم بخدا! اگر وہ سمندر میں یکتا ہے تو پھر خشکی میں بھی وہ وحدہٗ لا شریک ہے۔ چنانچہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔

(اُ)البیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب الحیض، باب السفر فی البحر کالسفر فی البر، رقم:۵۴۷۴۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۹۵۔

(ج)روایت نہیں ملی۔

(د)البیہقی، دلائل النبوۃ، باب نزول رسول اللہ ﷺ بمر الظہران، ج۵، ص۴۹،۵۰۔

(۱)تمیم داری: تمیم بن أوس بن خارجہ الداری، أبو رقیہ، جلیل القدر صحابی ہیں۔ نصرانی مذہب کے علماء میں سے تھے۔ انہوں نے ہجرت کے نویں سال اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک رہیں۔ پہلے مدینہ منورۃ میں رہتے تھے پھر فلسطین کی طرف ہجرت کی ۔ انہوں نے ۴۰ھ(۶۶۰ء) کو وفات پائی۔ ان سے حدیث "الجساسۃ" مروی ہے ۔ دیکھیں: ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ج۱، ص۲۸۰، رقم:۵۱۵؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج۱، ص۲۷۰، رقم:۸۳۸؛ ابن حجر، الاصابۃ، ج۱، ص۲۰۷، رقم:۸۴۷۔

(أ) ابن سعد نے ابن ابی ملیکہ(۱) سے یہ بیان کیا ہے کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ تو عکرمہ بن ابی جہل بھاگ کر سمندر میں جا سوار ہوا اور سمندر جوش مارنے لگا۔ چنانچہ ملاح اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگے اور اس کی وحدانیت کا ذکر کرنے لگے۔ تو اس نے کہا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ ایسی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی نفع نہیں دے سکتا۔ تو اس نے کہا: یہ تو محمد ﷺ کا وہ اللہ ہے جس کی طرف آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں۔ سو تم ہمیں واپس لوٹا دو۔ چنانچہ وہ واپس لوٹ گیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔

(ب)ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی اور ابن مردویہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا، تو اس دن رسول اللہ ﷺ نے چار مردوں اور دو عورتوں کے سوا تمام کو معاف فرمادیا۔اور ان (چھ افراد) کے بارے فرمایا: تم انہیں قتل کر دواگر چہ تم انہی غلاف کعبہ کے ساتھ چمٹے ہوئے بھی پاؤ۔ وہ چارمرد یہ تھے: عکرمہ بن ابی جہل، عبداللہ بن خطل،(۲) مقیس بن ضبابۃ(۳)

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب)ابن ابی شیبہ، مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، باب حدیث فتح مکۃ، رقم:۳۶۹۱۳؛ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الجھاد، باب قتل الأسیر و لا یعرض علیہ الاسلام، رقم:۲۶۸۳؛ النسائی، السنن الکبریٰ، کتاب تحریم الدم، باب الحکم فی المرتد، رقم:۳۵۳۰۔

(۱)ابن أبی ملیکۃ: عبداللہ بن عبیداللہ بن أبی ملیکۃ تیمی مکی حدیث کے ثقہ راویوں میں سے ہیں۔ انہوں نے ابن عباسؓ ، ابن زبیرؓ اور عائشہؓ سے سماع کیا انہوں نے تقریبا تیس صحابہ کرام کو پایا ان سے عطاء بن أبی رباح، عمرو بن دینار، حمید طویل اور ایوب سختیانی نے روایتیں کی ہیں۔ انہوں نے ۱۱۷ھ(۷۳۵ء) کو وفات پائی۔ دیکھیں:الذھبی، سیر أعلام النبلاء، ج۵، ص۸۸، رقم:۳۰؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج۵، ص۱۳۷، رقم:۴۱۲؛ ؛ الزرکلی، الأعلام، ج۴، ص۱۰۲۔

(۲) عبداللہ بن خطل کا نام غالب بن عبداللہ بن عبدمناف تھا۔وہ اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہوگیا تھا ان کے پاس دو گانے والیاں تھیں جو مسلمانوں کا ہجو بیان کرتی تھیں سعید بن حریثؓ نے انہیں فتح مکہ کے دن قتل کر دیا۔ دیکھیں:النووی، تہذیب الأسماء، ج۳، ص۱۹۰، رقم:۹۹۴۔

(۳)مقیس بن ضبابۃ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے زمانۂ جاہلیت میں شراب پینے کو حرام قرار دیا تھا۔ انہوں نے مسلمان ہونے کے بعد ارتداد کی راہ اختیار کی ۔ اس لیے فتح مکہ کے بعد مقتول ہوئے۔ دیکھیں:النووی، تہذیب الأسماء، ج۱، ص۳۵۵، رقم:۴۸۳۔

اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح(۱) پس عبداللہ بن خطل اس حال میں پایا گیا کہ وہ غلاف کعبہ کو پکڑے ہوئے تھا۔ تو اس کی جانب سعید بن حریث(۲) اور عمار رضی اللہ عنہما آگے بڑھے اور سعید عمار سے بھی آگے بڑھ گئے اور یہ دونوں میں سے زیادہ مضبوط جوان تھے۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور رہا مقیس بن ضبابہ۔ تو لوگوں نے اسے بازار میں پایا اور اسے وہیں قتل کر دیا اور عکرمہ بھاگ کر سمندر میں جا کر (کشتی پر) سوار ہو گیا۔ تو انہیں تیز آندھی نے آگھیرا۔ تو کشتی پایا والوں (ملاحوں) نے کشتی کے سواروں کو کہا: تم مخلص ہو جاؤ کیونکہ تمہارے الٰہ تمہیں کسی قسم کا نفع نہیں دے سکتے۔ تو عکرمہ نے کہا: کہ اگر اخلاص کے سوا سمندر میں مجھے کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ تو بالیقین خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ اے اللہ! بلاشبہ تیرے ساتھ عہد ہے کہ اگر تو میرے (وہ گناہ) معاف فرمادے جن میں مبتلا رہا ہوں، تو میں محمد ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں۔ تو میں بالیقین انہیں انتہائی معاف فرمانے والا اور کریم پاؤں گا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ حاضر خدمت ہوا اور مشرف باسلام ہو گیا۔ رہا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ تو وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جاکر چھپ گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے بیعت کے لیے بلایا تو وہ اسے لے کر آئے اور نبی کریم ﷺ کے سامنے لاکر کھڑا کردیا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ عبداللہ کو بیعت فرمالیجئے۔ راوی کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے اپنا سر مبارک اوپر اٹھایا اور اس کی طرف تین بار دیکھا۔ ہر بار اس نے انکار کیا اور پھر تین باریوں کے بعد اس نے آپ کی بیعت کرلی۔

---

(۱) عبداللہ بن سعد بن اُبی سرح اُبو یحیٰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تھے۔ انہوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کیا اور ہجرت کی۔ وہ نبی ﷺ کے لیے وحی لکھتا تھا لیکن بعد میں مرتد ہوئے اور واپس مکہ چلے گئے۔ فتح مکہ کے دن نبی ﷺ نے ان کا خون ہدر کردیا تھا۔ لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے امن طلب کی۔ بعد میں انہوں نے اپنے اسلام کو اچھا کیا۔ حضرت عمرو العاص کے بعد مصر کے والی بنائے گئے۔ ۳۶ سال کی عمر میں عسقلان میں وفات پائی۔ دیکھیں: اُبو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج۳، ص۱۶۶۸؛ السیوطی، حسن المحاضرۃ، ج۱، ص۲۱۳، رقم: ۱۵۳؛ ابن حجر، الاصابۃ، ج۴، ص۱۰۹، رقم: ۴۷۱۴۔

(۲) سعید بن حریث مخزومی: عمرو بن عثمان بن عبداللہ بن عمر کے بیٹے تھے ان کے ماں کا نام عائلہ بنت ہشام تھا۔ فتح مکہ کے دن عبداللہ بن خطل کو انہوں نے اور ابو برزہ اسلمیؓ نے قتل کیا تھا۔ ان سے ان کے بھائی عمرو بن حریث نے روایت کی ہے۔ دیکھیں: اُبو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج۳، ص۱۲۹۵؛ البغوی، معجم الصحابۃ، ج۳، ص۷۲۔

پھر آپﷺ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم میں ایک دانا آدمی ہے وہ یہاں کھڑا ہے۔ اس نے مجھے دیکھا ہے کہ میں نے اس کی بیعت سے ہاتھ روک لیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ جو آپ کے دل میں ہے وہ ہمیں بتایئے، کیا آپ نے اپنی آنکھوں کے ساتھ ہماری طرف اشارہ نہیں کیا ؟ تو آپﷺ نے فرمایا: بلاشبہ کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ نہیں چاہیے کہ اس کی آنکھیں خائن ہوں۔

(أ) ابوالشیخ، ابن مردویہ، ابونعیم، خطیب نے تاریخ میں اور دیلمی نے مسند فردوس میں انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: تین چیزیں ہیں جو اپنے ہی اہل پر لوٹتی ہیں۔ اور وہ ہیں مکر، نکث (عہد وپیان توڑنا) اور ظلم ونافرمانی۔ پھر آپﷺ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: يَـا أَيُّهَـا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَى أَنْفُسِكُم "اے لوگو! تمہاری سرکشی کا وبال تمہیں پر پڑے گا"۔ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ (۱) "اور نہیں گھیرتی گھناؤنی سازش بجز سازشیوں کے"۔ اور فَـمَـنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ (۲) "پس جس نے توڑدیا اس بیعت کو تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی ذات پر ہوگا"۔

(ب) ابن مردویہ نے عبداللہ بن نفیل کنانی رضی اللہ عنہ (۳) سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: تین چیزیں ہیں ان کے بارے میں فیصلہ کرنے سے اللہ تعالیٰ فارغ ہو چکا ہے۔ اس لیے تم میں سے کوئی بھی قطعاً سرکشی نہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَـا أَيُّهَـا النَّـاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَى أَنْفُسِكُم اور کوئی بھی قطعاً مکر اور دھوکا نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا يَـحِيـقُ الْـمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ اور نہ ہی تم میں

(أ) الذھبی، میزان الاعتدال، ج۴، ص۹۱،۹۲؛ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۸، ص۴۴۹_حکم: اس کی سند میں مروان بن صبیح ہے جن کی خبر کو امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں منکر کہا ہے۔

(ب) ابن مردویہ کی روایت الاصابۃ میں ملی: ابن حجر، الاصابۃ، ج۴، ص۲۵۲۔

(۱) (فاطر: ۴۳)

(۲) (الفتح: ۱۰)

(۳) عبداللہ بن نفیل کنانی: نبیﷺ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے سلیمان بن سلیم نے روایت کی ہیں۔ جب کہ ابن مندۃ کے نزدیک ان کو صحابیت کا شرف حاصل نہیں ہے۔ دیکھیں: ابن حجر، الاصابۃ، ج۲، ص۳۴۲، رقم: ۵۰۰۰؛ ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ج۳، ص۱۸۳، رقم: ۳۲۲۵۔

سے کوئی بیعت توڑے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہےفَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ۔

(أ) حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: سرکشی نہ کر اور نہ تو باغی ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ زہریؒ نے فرمایا: ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: سرکشی نہ کراور نہ باغی ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہےإِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ۔

(ج) ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سر کشی کرنے والے کی سزا مؤخر نہیں فرمائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ۔

(د) بیہقیؒ نے الشعب میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: سرکشی کرنے اور رشتہ داروں کے ساتھ قطع تعلق کرنے سے بڑھ کر کوئی ایسا گناہ نہیں ہے جو اس لائق ہو کہ اللہ تعالیٰ گناہ کرنے والے کو فوراً اور جلدی سزا دے۔

(ھ) ابوداؤد اور بیہقیؒ نے الشعب میں عیاض بن جابر(۱) رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ

(أ)الحاکم، المستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ یونس، رقم:۳۲۹۸؛ البیہقی، شعب الایمان، باب تحریم أعراض الناس، رقم:۹۲۴۴۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۰۶۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۰۵۔

(د)البیہقی، شعب الایمان، باب صلۃ الأرحام، رقم:۷۵۸۸۔**حکم**: صحیح۔ دیکھیں:البانی، السلسلۃ الصحیحۃ، رقم:۹۱۸۔

(ھ)أبوداؤد، سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی التواضع، رقم:۴۸۹۵؛البیہقی، شعب الایمان، باب تحریم أعراض الناس،فصل فیما ورد من الأخبار فی التشدید رقم:۶۶۷۲۔**حکم**: امام مسلم نے صحیح مسلم میں اس روایت کی تخریج کی ہے۔ دیکھیں:صحیح مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، باب الصفات التی یعرف بھا فی الدنیا، رقم:۲۸۶۵۔

(۱) الدرالمغور کے زیر استعمال مطبوعہ میں ''عیاض بن جابر'' ہے جب کہ کتب التخریج سنن أبی داؤد، شعب الایمان اور صحیح مسلم میں یہ روایت عیاض بن حمارؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔عیاض بن حمار مجاشعی تمیمی صحابی بصرہ میں رہتے تھے۔ نبی ﷺ سے مکہ میں ملاقات کی۔ ان سے مطرف اور حسن بصری نے روایتیں کی ہیں۔ دیکھیں: أبو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج۲، ص۵۲۹؛ ابن حجر، الاصابۃ، ج۴، ص۷۵۲، رقم:۶۱۳۲۔

اللہ نے وحی فرمائی کہ تم تواضع اختیار کرو۔یہاں تک کہ کوئی کسی کے خلاف بغاوت نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر اظہار فخر کرے۔

(أ) بیہقیؒ نے الشعب میں بلال بن ابی بردہ(۱) کی سند سے کہ انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا؛ لوگوں پر ظلم وزیادتی نہیں کرے گا مگروہی جو ظالم پیدا ہوایا اس میں ظلم اور سرکشی کی کوئی رگ ہو۔

(ب) ابن منذر اور بیہقیؒ نے رجاء بن حیوہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے مسجد منیٰ میں خطیب کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: تین خصلتیں ہیں کہ ان کا وبال اسی پر ہوگا جس نے ان کا ارتکاب کیا۔ سرکشی، مکر، اور بیعت توڑنا (وعدہ خلافی) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَى أَنْفُسِكُم .وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِه، فَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ ۔ پھر بیان کیا۔ تین خصلتیں ہیں جن پر عمل پیرا ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب نہیں دے گا اور وہ ہیں۔ شکر، دعا اور استغفار۔ پھر اس نے یہ آیات پڑھیں:مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ (۲) کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر اگر تم شکر کرنے لگو اور ایمان لے آؤ۔اور قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ (۳) " آپ فرمایئے کیا پرواہ ہے تمہاری میرے رب کو اگر تم اس کی عبادت نہ کرو"۔ اورمَا كَانَ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ(۴)"اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ

(أ)البیہقی، شعب الایمان، باب تحریم أعراض الناس،فصل فیما ورد من الأخبار فی التشدید رقم:۶۶۷۵۔حکم:ضعیف: البانی، ضعیف الجامع، رقم:۶۳۱۹۔

(ب)البیہقی، شعب الایمان، باب تحریم أعراض الناس،فصل فیما ورد من لأخبار ،رقم:۶۶۷۴۔

(۱)بلال بن أبی بردۃعامر بن أبی موسیٰ اشعری، أبوعمرو، أبوعبداللہ تابعی بصرہ کے امیر اور قاضی تھے وہ اپنے والد، چچا ابوبکر اور أنس بن مالک سے روایت بیان کرتا ہے۔ ان سے قتادہ ، ثابت بنانی، سہیل بن عطیہ اور دیگر لوگوں نے روایتیں کی ہیں۔ انہوں نے تقریبا۱۲۶ھ(۷۴۴ء) میں وفات پائی۔ دیکھیں:الذھبی، تاریخ الاسلام، ج۸، ص۴۹؛ مغلطای، اکمال تہذیب الکمال، ج۳، ص۳۸۔

(۲)(النساء۱۴۷)

(۳)(الفرقان:۷۷)

(۴)(الانفال:۳۲)

عذاب دینے والا انہیں حالانکہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہیں"۔

(أ)ابوالشیخ نے مکحولؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تین خصلتیں ہیں جن میں وہ ہوں گی ان کا وبال انہیں پر پڑے گا۔ اور وہ ہیں مکر، سرکشی اور وعدہ توڑنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَى أَنفُسِكُم.

(ب)ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر پہاڑ پہاڑ کے خلاف سرکشی کرے تو ان میں سے سرکشی کرنے والا پاش پاش ہوجائے گا۔

(ج)ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح حدیث بیان کی ہے۔

(د)ابونعیم حلیہ میں ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: بندوں میں سے اس سے افضل کوئی نہیں جو سوال کرتا ہے اور دعا کے سوا قضا کورد کرنے والی کوئی شے نہیں۔ بہت جلد پہنچنے والی بھلائی نیکی کا ثواب ہے اور بہت جلدی پہنچنے ولاشرسرکشی کی سزا ہے۔ اورآدمی کے لیے اتنا عیب ہی کافی ہے کہ وہ لوگوں میں ایسی چیزیں دیکھتا رہے جنہیں وہ اپنی ذات میں دیکھنے سے اندھا ہواور لوگوں کو ایسی چیزوں کا حکم دے جنہیں چھوڑنے کی خود استطاعت نہ رکھتا ہواور اپنے ہم نشین کو ایسی شے کے ساتھ اذیت پہنچائے جس کا اس نے قصدنہ کیا ہو۔

إِنَّمَا مَثَلُ الحياةِ الدُّنْيَا كَمَاء أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالأَنْعَامُ حَتَّىَ إِذَا أَخَذَتِ الأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلاً أَوْ نَهَاراً فَجَعَلْنَاهَا حَصِيداً كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالأَمْسِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ(24)

"دنیا کی زندگی کی مثال مینہ کی سی ہے کہ ہم نے اسکو آسمان سے برسایا پھر اسکے ساتھ سبزہ جسے آدمی اور جانور کھاتے ہیں مل کر نکلا یہاں تک کہ زمین سبزے سے خوشنمااور آراستہ ہوگئی اور زمین والوں نے خیال کیا کہ وہ اس پر پوری دسترس رکھتے ہیں ناگہاں رات کو یا دن کو ہمارا حکم (عذاب)آپہنچا تو ہم نے

(أ)ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)حکم: شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھیں:سلسلۃ أحادیث الضعیفۃ، رقم:۱۹۴۸۔

(ج)ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔حکم: ابن عدی نے اس حدیث کو ابن أبی ذئب کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ دیکھیں:الکامل فی الضعفاء، ج۱، ص۳۰۶۔

(د)ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ج۳، ص۱۸۷،۱۸۸۔

اس کو کاٹ (کرایا کر) ڈالا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں جو لوگ غور کرنے والے ہیں ان کے لئے ہم (اپنی قدرت کی) نشانیاں اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔

(أ) ابن جریر اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: **فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ** کا معنی ہے (پانی کی مٹی کے ساتھ) آمیزش ہوئی تو پانی کے سبب ہر رنگ (کا سبزہ) خوب آئے گا **مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ** "جس سے انسان کھاتے ہیں"۔ مثلاً گندم، جو اور زمین سے اگنے والے تمام قسموں کے دانے، سبزیاں اور پھل اور جنہیں چوپائے اور جانور بھی کھاتے ہیں جیسے گھاس اور دیگر ہر قسم کا چارہ۔

(ب) عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے فرمایا **وَازَّيَّنَتْ** کا معنی ہے: اور زمین خوب آراستہ ہوگئی اور حسین ہوگئی۔ اور **كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ** کے بارے میں فرمایا: گویا نہ وہ یہاں اگی اور نہ خوب سرسبز اور تروتازہ ہوئی۔

(ج) ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مروان بن حکم یہ سب یہ پڑھا کرتے تھے **وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا** یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے کہ وہ انہیں ہلاک کرے گا اس کے مالکوں کے گناہوں کے سبب۔

(د) ابن جریر اور ابن منذر نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے بیان کیا ہے کہ ابی رضی اللہ عنہ کی قراء ت میں اس طرح ہے: **كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ وما اهلكنا الا بذنوب اهلها كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ** گویا کل وہ یہاں تھی ہی نہیں اور ہم نے اسے برباد نہیں کیا مگر اس کے مالکوں کے گناہوں کے سبب یونہی ہم وضاحت سے بیان کرتے ہیں (اپنی قدرت کی) نشانیوں کو اس قوم کے لیے جو غوروفکر کرتی ہے"۔

(أ) تفسير الطبري، سورة يونس، رقم: ۱۷۵۹۸۔

(ب) عبدالرزاق، تفسير الصنعانی، ج۱، ص۲۹۳: تفسير الطبري، سورة يونس، رقم: ۱۷۶۰۰؛ تفسير ابن أبي حاتم، سورة يونس، رقم: ۱۰۳۱۹، ۱۰۳۱۷۔

(ج) تفسير الطبري، سورة يونس، رقم: ۱۷۶۰۱۔

(د) تفسير الطبري، سورة يونس، رقم: ۱۷۶۰۳۔

(أ)ابن منذر اور ابوالشیخ ابومجلز(۱) سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا؛ سورۃ یونس میں اس آیت کی ایک طرف میں لکھا ہوا ہے حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وازینت۔یَتَفَكَّرُون ۔اگر ابن آدم (انسان) کے لیے مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ یقیناً تیسری وادی کی تمنا اور آرزو کرے گا۔ اور مٹی کے سوا ابن آدم کے نفس کوئی شے سیر نہیں کر سکتی۔ اور جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کی نظر ڈالتا ہے اور اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ(25)

"اور خدا سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھا رستہ دکھاتا ہے "۔

(ب) ابونعیم اور دمیاطی نے معجم میں کلبی کی سند سے ابوصالح سے اورنہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ کی تفسیر میں آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جنت کے عمل کی طرف بلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ السلام ہے اور جنت اس کا گھر ہے۔

(ج)عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابوالعلیہ رضی اللہ عنہ نے وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ شبہات وفتن اور گمراہیوں سے نکلنے کے لیے ان کی راہنمائی کرتا ہے۔

(أ)ابن منذر اور أبو الشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)ابونعیم اور دمیاطی کی مطلوبہ کتاب میں روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم: ۱۴۰۶۲؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم: ۱۰۳۳۱۔

(۱) ابومجلز : لحق بن حمید بن سعید سدوسی بصری، تابعی نے جندب بن عبداللہ، ابن عباس، انس بن مالک سے سماع حدیث کیا۔حضرت عمرؓ اور حذیفہؓ سے مرسل روایات بیان کرتا ہے۔ ان سے ایوب سختیانی ، حبیب بن الشہید ، اور عاصم اُحول نے روایتیں بیان کی ہیں۔ ابن حجر نے انہیں ثقہ کیا ہے۔ انہوں نے کوفہ میں ۱۰۶ھ(۷۲۴ء) کو وفات پائی۔ دیکھیں: الذھبی ،تاریخ الاسلام، ج۷، ص۲۹۹؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج۸، ص۲۵۸، رقم :۲۹۱۱؛ ابن حجر، تقریب، ص۵۸۶، رقم:۷۴۹۰؛ ابن حجر، طبقات المدلیسن، ص۲۷، رقم:۳۱۔

(أ)احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی دن کا سورج طلوع نہیں ہوتا، مگر اس طرح کہ اس کی دونوں طرفوں کے ساتھ دوفرشتے ہوتے ہیں اور وہ اتنی بلند آواز سے نداد یتے ہیں کہ دو جماعتوں جن وانس کے سوا اللہ تعالیٰ کے ساری مخلوق اسے سنتی ہے اے لوگو! اپنے رب کی طرف آجاؤ۔ بے شک وہ عمل جوتھوڑا ہواور دوسروں سے بے نیاز کر دینے والا ہو وہ اس سے بہتر ہے جو کثیرہواور غافل کردینے والا ہو اور اس دن کا سورج غروب نہیں ہوتا مگر اس کی اطراف میں نداد یتے ہیں اور اسے جن وانس کے سوااللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سنتی ہے۔ اے اللہ! خرچ کرنے والوں کو اس کا باقی رہنے والا بدلہ دے اور روکنے والوں کا مال ضائع کر، پس اللہ تعالیٰ نے اس سے کے بارے میں قرآن نازل فرمایا۔ پہ دونوں فرشتوں کے اس قول کے بارے میں (کہ اے لوگو!اپنے رب کی طرف آؤ)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاللّٰهُ يَدْعُوٓ إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِىْ مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ اور ان کے اس قول کے بارے میں" کہ اے اللہ! خرچ کرنے والا خلیفہ عطا کراور ضیاع کوروکنے والا عطا کر"۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى. وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى لِلْيُسْرٰى(۱) کے قول تک "قسم ہے رات کی جب وہ (ہر چیز پر) چھا جائے اورقسم ہے دن کی جب وہ خوب چمک اٹھے"۔

(ب) ابن جریر، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقیؒ نے دلائل میں سعید بن ابی ہلال سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا؛ میں نے ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت سنی کہ

(أ) مسند أحمد، تتمة مسند الأنصار، حدیث أبی الدرداء، رقم:۲۱۷۲۱؛تفسیر الطبر ی، سورة یونس، رقم: ۱۷۶۰۸؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورة یونس، رقم: ۱۰۳۲۶؛الحاکم، المستدرک، کتاب التفسیر،تفسیر سورة حم عسق، رقم:۳۲۶۲؛ البیهقی، شعب الایمان، کتاب الزکاة، باب ما جاء فی کراهیة رجل جاء سائلا، رقم:۳۱۳۹۔ حکم: مسند احمد کے محققین نے کہا اس حدیث کا سند خلید العصری کی وجہ سے حسن ہے۔ باقی راوی ثقہ اور شیخین کے رجال ہیں۔

(ب)تفسیر الطبر ی، سورة یونس، رقم: ۱۷۶۰۹؛الحاکم، المستدرک، کتاب التفسیر،تفسیر سورة یونس، رقم:۳۲۹۹؛ البیهقی، دلائل النبوة،باب ما جاء فی مثله و مثله أمته و مثلهم، ج۱،ص۱۷۰۔

(۱)اللیل:۱،۲۔

انہوں نے مذکورہ آیت تلاوت کی اور فرمایا۔ مجھے جابر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: میں نے حالت خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت جبرئیل میرے سر کے پاس ہے اور حضرت میکائیل میرے پاؤں کی جانب ہے ان میں سے ایک دوسرے کو کہہ رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال بیان کی ہے تو سن، تیرے دونوں کان خوب سننے والے ہیں اور سمجھ تیرا دل خوب عقل مند ہے، بلاشبہ تیری اور تیری امت کی مثال ایسے بادشاہ کی مثال کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا، پھر اس میں ایک کمرہ بنایا،پھر اس میں دعوت کا اہتمام کیا۔ پھر لوگوں کو اپنے کھانے کی طرف دعوت دینے کے لیے ایک قاصد بھیجا۔پس ان میں سے جس نے قاصد کی دعوت کو قبول کیا انہیں کے لیے اس گھر میں کھانا ہے۔ سواللہ تعالیٰ بادشاہ ہے اور داراسلام ہے۔اور (گھر) جنت ہے اور آپ اے محمد! ﷺ قاصد ہیں۔ پس جس نے آپ کو قبول کیا وہ اسلام میں داخل ہوا اور جو اسلام میں داخل ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو جنت میں داخل ہوگا وہی اس سے کھائے گا۔

(اُ) ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن مسعودرضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی ﷺ نے مجھے اپنی اتباع میں ساتھ لیا اور ہم چل پڑے۔یہاں تک کہ ہم ایک ایسے مقام پر پہنچے جس کے بارے میں ہم نہیں جانتے تھے کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ پس رسول اللہ ﷺ نے اپنا سراقدس میری گود میں رکھا۔ پھر سفید لمبے کپڑوں میں ملبوس ایک گروہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا حالانکہ رسول اللہ سو چکے تھے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پس میں انہیں دیکھ کر خوف زدہ ہوگیا۔ تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو انتہائی عظمت اور شان عطا کی ہے کہ اس کی آنکھ سورہی ہے اور دل جاگ رہا ہے۔ پھران میں سے بعض نے دوسرے بعض کو کہا: اس کی مثال بیان کرو اور ہم اس کی تاویل بیان کریں گے یا ہم مثال بیان کرتے ہیں اورتم تاویل بیان کروگے۔ تو ان میں سے بعض نے کہا: اس کی مثال اس سردار کی مثال کی طرح ہے جس نے کھانے کی دعوت کا اہتمام کیا۔ پھر اس نے ایک محفوظ اور پختہ گھر بنایا پھر لوگوں کی طرف پیغام بھیجا۔ پس جو اس کے کھانے کی دعوت میں نہ آئے اس نے انہیں شدید ترین عذاب میں مبتلا کردیا۔ دوسروں نے کہاپس وہ سردار رب العالمین ہے۔ وہ عمارت اسلام ہے اور کھانے سے مراد جنت ہے اور یہ دعوت دینے والے ہیں۔ پس

(اُ)ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔ مسند احمد نے اس حدیث کی تخریج کی ہے: احمد بن حنبل، مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند عبداللہ بن مسعودؓ ، رقم:۳۷۸۸۔ حکم:مسند احمد کے محققین نے اس حدیث کے اسناد کو ضعیف کہا ہے۔ عمرو بکالی، اُبو عثمان کا اس حدیث کا سماع ابن مسعودؓ سے ثابت نہیں ہے۔

جس نے ان کی اتباع کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے آپ کی اتباع نہ کی اسے اللہ تعالیٰ دردناک عذاب دے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو فرمایا: اے ابن ام عبد! تونے کیا دیکھا؟ میں نے عرض کی: میں نے اس اس طرح دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا: کئی چیزیں مجھ پر مخفی رکھی گئی ہیں جو انہوں نے کہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ ملائکہ کی جماعت تھی۔

(أ) ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک سردار نے گھر بنایا اور کھانے کی دعوت کا اہتمام کیا اور پھر دعوت دینے والا بھیجا۔ پس جس نے داعی کو قبول کیا وہ گھر میں داخل ہوا اور اس دستر خواب سے کھانا کھایا اور وہ سردار اس سے راضی ہوگیا۔ خبردار! جان لو! بلاشبہ وہ سردار اللہ تعالیٰ ہے اور وہ دارالسلام ہے۔ وہ کھانا جنت ہے اور اس کی طرف دعوت دینے والے محمد ﷺ ہیں۔

(ب) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حسنؒ نے فرمایا: کوئی رات نہیں گزرتی مگر یہ کہ اس میں ندادینے والا ندادیتا ہے۔ اے خیراورنیکی کرنے والے آگے آ اور اے شراور برائی کرنے والے رک جا۔ تو ایک آدمی نے حسنؒ سے عرض کی: کیا آپ اس کا ذکر کتاب میں پاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا إِلٰى دَارِ السَّلٰمِ۔ فرمایا ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ تورات میں یہ لکھا ہوا ہے۔ اے خیر اور نیکی چاہنے والے! آگے بڑھتا آ۔ اور اے شراور برائی چاہنے والے! رک جا۔

(ج) ابوالشیخ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ آپ جب یہ آیت پڑھتے وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا إِلٰى دَارِ السَّلٰمِ تو کہتے: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ اے ہمارے رب! میں حاضر ہوں۔

لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (26)

"جن لوگوں نے نیکوکاری کی ان کے لئے بھلائی ہے اور (مزید برآں)اور بھی اور ان کے مونہوں پر نہ تو سیاہی چھائے گی اور نہ رسوائی یہی جنتی ہیں کہ اس ہیں ہمشہ رہیں گے"۔

(أ) ابن مردویہ کی متداول کتابوں میں روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم ۱۰۳۲۸، ۱۰۳۲۷:۔

(ج) أبو الشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ) طیالسی، ہناد، احمد، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، دارقطنی نے الرؤیۃ میں، ابن مردویہ اور بیہقیؒ نے الاسماء والصفات میں صہیب(۱) رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ اور فرمایا: جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اہل نارجہنم میں چلے جائیں گے تو نداء دینے والا پکارے گا۔ اے اہل جنت! بے شک تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کا ایک وعدہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ وہ تمہارے اس وعدہ کو پورا فرمادے۔ تو اہل جنت کہیں گے: وہ کیا ہے؟ کیا تو نے ہمارے نیک اعمال کے وزنوں کو بھاری نہیں کردیا اور ہمارے چہروں کو روشن نہیں کر دیا، ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمادیا اور اور ہمیں جہنم سے دور نہیں ہٹادیا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پس ان کے لیے حجاب اٹھا دیا جائے گا اور وہ اپنے رب کریم کے چہرہ قدرت کو دیکھنے لگیں گے۔ قسم بخدا! اللہ تعالیٰ نے انہیں کوئی شے عطا نہیں فرمائی جوان کے نزدیک اس کے چہرۂ قدرت کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو اور نہ ہی کوئی شے جو اس سے بڑھ کر ان کی آنکھوں کے لیے باعث طراوت وٹھنڈک ہو۔

(ب) دارقطنی اور ابن مردویہ نے بیان ہے کہ صہیب رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الزیادۃ النظر الی وجہ اللہ یعنی زیادہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرۂ قدرت کا دیدار ہے۔

(أ) الطیالسی، مسند الطیالسی، باب صہیب رضی اللہ عنہ، رقم:۱۳۱۵؛ ہناد، الزھد، باب قولہ للذین أحسنوا الحسنی و زیادۃ، رقم: ۱۷۱؛ أحمد، مسند احمد، مسند الکوفیین، حدیث صہیب بن سنان، رقم:۱۸۹۳۵؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات رؤیۃ المؤمنین فی الآخرۃ، رقم:۱۸۱؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، باب رؤیۃ الرب تبارک و تعالی، رقم: ۲۵۵۲، ۳۱۰۵؛ سنن ابن ماجہ، کتاب افتتاح الکتاب فی الایمان، باب فیما أنکرت الجہمیۃ، رقم:۱۸۷؛ ابن خزیمۃ، التوحید، باب ذکر اثبات وجہ اللہ، رقم:۲۵۸؛ تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۲۶؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۴۰؛ البیہقی، الأسماء و الصفات، باب ما جاء فی اثبات الوجہ، رقم:۶۶۵۔

(ب) دارقطنی اور ابن مردویہ کی روایت نہیں ملی۔

(۱) صہیب بن سنان بن مالک، أبو یحیی سابقین اولین صحابہ میں سے ہیں بدر میں شرکت کی۔ عبداللہ بن جدعان قریشی نے انہیں خرید کر آزاد کیا۔ انہوں نے ۷۰ سال کی عمر میں ۳۸ھ(۶۵۹ء) کو مدینہ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ ان سے ابن عمرؓ، جابرؓ سعید بن المسیب نے روایتیں کی ہیں۔ دیکھیں: أبو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۳، ص ۱۴۹۶؛ البغوی، معجم الصحابۃ، ج ۳، ص ۳۴۳۔

(أ)دارقطنی اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ صہیبؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:''الزّیادۃ : النظر الی وجہ اللہ'' یعنی زیادہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرہ قدرت کا دیدار ہے

(ب) ابن جریر، ابن ابی حاتم، دارقطنی نے الرؤیۃ میں اور ابن مردویہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک منادی کو بھیجے گا جو یہ نداوے گا۔ اے اہل جنت! اور اس کی یہ نداانتی بلند آواز کے ساتھ ہوگی کہ پہلے آدمی سے لے کر اہل جنت کے آخری فردتک سب سنیں گے۔بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ **الْحُسْنَى** اور **وَزِيَادَةٌ** کا وعدہ فرمایا ہے۔ پس **الْحُسْنَى** تو جنت ہے اور **وَزِيَادَةٌ** رحمٰن کے چہرۂ قدرت کی طرف دیکھنا ہے۔

(ج)ابن جریر، ابن مردویہ، اللالکائی (۱)نے السنۃ میں اور بیہقیؒ نے کتاب الرؤیۃ میں کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ(۲) سے روایت بیان کی ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا: اس آیت میں زیادۃ سے مراد رحمٰن کے چہرۂ قدرت کی طرف دیکھنا ہے۔

(أ)دارقطنی اور ابن مردویہ کے متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۱۸؛تفسیر ابن أبي حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۴۱؛روایت ابن مردویہ امام زیلعی کی کتاب میں ملی: الزیلعی،تخریج أحادیث الکشاف، ج۲، ص۱۲۵۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۳۱؛أبو القاسم الالکائی، شرح أصول اعتقاد أهل السنۃ و الجماعۃ، تخریج و تعلیق:نشأت بن کمال مصري، دار البصرۃ، اسکندریۃ، طبع وتاریخ طبع نامعلوم، سیاق ما فسر من الآیات فی کتاب اللہ، رقم ۷۸۱۔حکم:اصول اعتقاد کے محقق نے اس کی اسناد کو''واہ'' قرار دیا ہے۔

(۱)اللالکائی هبۃ اللہ بن حسن بن منصور طبری أزدي، أبوالقاسم ، حافظ حدیث اور فقہائے شافعیہ میں سے تھے۔ طبرستان سے تعلق رکھتے تھے لیکن بغداد کو وطن بنایا آخری ایام میں دینور گئے اور وہیں ۴۱۸ھ(۱۰۲۷ء)کو وفات پائی۔ شرح السنۃ، أسماء رجال الصحیحین اور کرامات اولیاء اللہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ دیکھیں:الزرکلي، الأعلام، ج۸، ص۷۱، الذهبي، سیر أعلام النبلاء، ج۱۷، ص۴۱۹، رقم:۲۷۴۔

(۲) کعب بن عجرۃ بن أمیہ بن عدي، أبو محمد، صحابي ، ہجرت کے بعد مسلمان ہوئیں۔ انہوں نے تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔عمرہ حدیبیہ میں بھی محمدﷺ کے ہمراہ تھے ۔عہد نبوت کے بعد کوفہ میں سکونت اختیار کی۔ انہوں نے مدینہ میں ۵۱ھ(۶۷۱ء) کو ۷۵ برس کی عمر میں وفات پائی۔دیکھیں: ابن حجر، الاصابۃ، ج۱، ص۱۶۹۱، رقم:۷۴۲۰؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج۳، ص۲۷۹، رقم:۲۲۲۳؛ ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ج۴، ص۱۰۷، رقم:۴۴۷۳؛ ابن قانع، معجم الصحابۃ، ج۱۲، ص۴۴۱۹۔

(أ)ابن جریر ، ابن ابی حاتم ، دارقطنی ، ابن مردویہ اللالکائی اور بیہقیؒ نے کتاب الرؤیۃ میں ابی بن کعبؓ سے روایت بیان کیا ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے ارشاد باری تعالیٰ الّلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ کے بارے میں استفسار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا سے لِّلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا مراد اہل توحید ہے۔ الْحُسْنَى سے مراد جنت ہے اوروَزِيَادَةٌ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرہ قدرت کا دیدار ہے۔

(ب)ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں ارشادفرمایا جنھوں نے نیک عمل کیے یعنی لاالہ الااللہ کی شہادت دی، الْحُسْنَى سے مراد جنت ہے اور وَزِيَادَةٌ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے ۔

(ج) ابوالشیخ، ابن مندہ نے الردعلی الجہمیہ میں، دارقطنی نے الرؤیہ میں، ابن مردویہ، لاکائی، خطیب، اور ابن النجار نے انس رضی اللہ سے سے حدیث بیان کی ہے کہ محمدﷺ سے مذکورہ آیت کے بارے دریافت کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جن لوکوں نے دنیا میں اچھے اعمال کیے ان کے لیے نیک جز ہے اور وہ جنت ہے اور اس سے زیادہ بھی ہے اور وہ اللہ کریم کے چہرہ قدرت کی طرف دیکھنا ہے۔

(د) ابن مردویہ نے ایک دوسری سند سے انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ وہ اپنے رب کی طرف بلاکیف، بلا حدود اور بغیر کسی صفت معلوم کے دیکھیں گے۔

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۱۸؛تفسیر ابن أبي حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۴۱؛روایت ابن مردویہ امام زیلعی کی کتاب میں ملی: الزیلعی،تخریج أحادیث الکشاف، ج۲، ص۱۲۵؛اللالکائی، شرح اصول اعتقاد، سیاق ما فسر من الآیات فی کتاب اللہ، رقم:۷۸۰۔حکم:تفسیر طبری کے محقق احمد محمد شاکر نے اس خبر کی سند کو ضعیف کہا ہے کیونکہ أبو العالیہ سے روایت کرنے والے راوی مجہول ہے۔

(ب) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج)ابن مندہ ،الردعلی الجہمیہ، تحقیق: علی محمد ناصر، المکتبۃ لأثریہ، پاکستان، طبع وتاریخ نامعلوم، باب ذکر خبر یدل علی ما تقدم من النظرالی وجہ اللہ تعالی، رقم:۸۴؛ ابن مردویہ کی روایت ملی: الزیلعی، تخریج أحادیث الکشاف، ج۲، ص۱۲۷؛ اللالکائی، شرح أصول اعتقاد أھل السنۃ، سیاق ما فسر من الآیات، رقم:۷۷۹؛ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۹، ص۱۴۰۔

(د)ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ) ابوالشیخ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے سیف البحر پر بلند آواز میں تکبیر کہی کہ اس سے اس کا مقصود ریاء اور شہرت نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنی رضا اکبر لکھ لیتا ہے اور جس کے لیے اس نے رضا اکبر لکھ دی۔ تو وہ اسے اور محمد ﷺ اور ابراہیم علیہ السلام کو اپنے دار میں جمع فرمائے گا۔ وہ جنت عدن میں اپنے رب کی طرف اس طرح دیکھیں گے جس طرح دنیا والے سورج اور چاند کی طرف ایسے دن میں دیکھتے ہیں جس میں نہ کوئی غبار ہو نہ بادل۔اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى پس الْحُسْنَى تو لاالہ الااللہ ہے اور وَزِيَادَةٌ سے مراد جنت اور اللہ تعالیٰ کے چہرہ قدرت کا دیدار ہے ۔

(ب)ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن خزیمہ،ابن منذر، ابومنذر، ابوالشیخ،دار قطنی، ابن مندہ نے الردعلی الجہمیہ میں، ابن مردویہ، الالکائی،آجری اور بیہقی دونوں نے الرؤیہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کی تفسیر میں یہ قول بیان کیا ہے۔کہ الْحُسْنَى سے مراد جنت اور وَزِيَادَةٌ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔

(ج) ابن مردویہ نے حارث کی سند سے روایت کیا ہے کہ یہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "الْحُسْنَى" سے مراد جنت اور "وَزِيَادَةٌ "سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔

(د)ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر،ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، دار قطنی، الالکائی،آجری اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت میں فرمایا: وَزِيَادَةٌ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرہ قدرت کی

(أ)ابو الشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۱۰؛ابن خزیمۃ، التوحید، باب ذکر اثبات وجہ اللہ، رقم:۲۶۴؛ ابن مندہ، الردعلی الجہمیہ، باب ذکر خبر آخر علی ما تقدم من النظر، رقم:۸۴؛ الالکائی، شرح أصول اعتقاد أھل السنۃ، باب أبوبکر، رقم:۷۸۴؛ الآجری، الشریعۃ، تحقیق:عبداللہ بن عمرو بن سلیمان الدمیجی، دار الوطن، الریاض، ط۱، ۱۴۱۸ھ_۱۹۹۷ء، ص۵۸۹_۵۹۱؛ البیہقی، الأسماء والصفات، باب ما جاء فی اثبات الوجہ، رقم:۶۶۲۔

(ج) ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) مصنف ابن أبی شیبہ، کتاب الزھد، باب کلام حذیفۃ ؓ ، رقم:۳۴۸۰۶؛ تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۱۴؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۴۱؛الالکائی، شرح أصول اعتقاد أھل السنۃ، باب الزیادۃ النظر الی وجہ اللہ، رقم: ۷۸۳؛الآجری، الشریعۃ،ص۵۹۱؛احمد بن حسین البیہقی، الاعتقاد و الھدایۃ الی سبیل الرشاد علی مذھب السلف و أصحاب الحدیث، تحقیق: احمد عصام الکاتب، دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت، باب ذکر أسماء التی روینا علی طریق الایجاز، ص۱۲۵۔

طرف دیکھنا ہے۔

(أ) ہناد، ابن جریر،ابن منذر،ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، دارقطنی، الالکائی اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَلْحُسْنَى سے مراد جنت ہے اور وَزِيَادَةٌ سے مراد ان کا اپنے رب کے چہرہ قدرت کا دیدار کرنا ہے۔

(ب)ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں عکرمہؒ کی سند سے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اَحْسَنُوْ سے مراد لا الـه الا الـلہ کہنا ہے۔اَلْـحُسْنٰى سے مراد جنت ہے اور وَزِيَـادَةٌ سے مراد رب کریم کے چہرۂ قدرت کا دیدار ہے۔

(ج) ابن جریر، ابن منذر،ابن ابی حاتم اور بیہقی نے علی کی سند سے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لِّـلَّـذِيْـنَ اَحْسَـنُـوا یعنی وہ لوگ جنہوں نے یہ شہادت دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔اور "اَلْحُسْنَى" سے مراد جنت ہے۔

(د)ابن ابی حاتم اور الالکائی نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں ابن مسعودرضی اللہ عنہ نے فرمایا۔اَلْحُسْنَى اس سے مراد جنت ہے اور وَزِيَادَةٌ تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرہ قدرت کی طرف دیکھنا ہے اور رہا "القتر" تو اس سے مراد سیاہی ہے۔

(ھ)سعید بن منصور،ابن جریر،ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی نے الرؤیۃ میں حکم بن عتیبہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔ وَزِيَادَةٌ یہ ایک موتی سے بنا ہوا کمرہ ہے، اس کے چاردروازے ہیں،اس کے کمرے اور دروازے ایک موتی سے بنے ہوئے ہیں۔

(أ)ہناد، الزھد، باب قولہ للذین أحسنوا الحسنٰی و زیادۃ، رقم:۱۶۹؛ تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۱۷؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۴۱؛اللالکائی، شرح أصول اعتقاد أھل السنۃ، باب ابو موسی أشعری، ص۷۸۵۔۷۸۶۔

(ب) البیہقی، الأسماء والصفات، باب بیان أن اللہ جل ثناؤہ اسماء أخری، رقم:۲۰۵۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۴۲؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۳۸،۱۰۳۳۴؛ البیہقی، الأسماء والصفات، باب بیان أن اللہ جل ثناؤہ اسماء أخری، رقم:۲۰۶۔

(د)ابن أبی حاتم کی روایت ملی: جیسا کہ الالکائی، شرح أصول اعتقاد السنۃ ، باب ابن مسعود و ابن عباس، ص۷۸۷، ۷۸۸۔

(ھ)التفسیر من سنن سعید بن منصور، رقم:۱۰۰۵؛تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۳۴؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۴۲۔

(أ) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ قتادہؒ نے فرمایا: لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا یہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دینا ہے۔الْحُسْنَى یہ جنت ہے"وَزِيَادَةٌ "فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے چہرۂ قدرت کی طرف دیکھنا ہے۔

(ب) ابن جریر اور دارقطنی نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہوں گے تو جو وہ چاہیں گے انہیں عطا کر دیا جائے گا۔پھر انہیں کہا جائے گا، بلاشبہ تمہارے حق میں سے ایک شے ابھی تک باقی ہے جو تمہیں عطا نہیں کی گئی۔پس اللہ تعالیٰ ان کے لیے (اپنی شان قدرت کے مطابق) ظاہر ہوگا تو اس نعمت عظمیٰ کے مقابلہ میں وہ سب نعمتیں جو انہیں عطا کی گئیں وہ حقیر اور صغیر ہوجائیں گی۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى فرمایا الْحُسْنَى جنت ہے اوروَزِيَادَةٌ اس کا اپنے رب کریم کا دیدار کرنا ہے۔

(ج) ابن جریر اور دارقطنی نے عامر بن سعد بجلی (ا) سے یہ بیان کیا ہے کہ وَزِيَادَةٌ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرۂ قدرت کا دیدار کرنا ہے۔

(د) دارقطنی نے ذکر کیا ہے کہ سدیؒ نے فرمایا:الْحُسْنَى جنت ہے اور وَزِيَادَةٌ عزوجل کے چہرہ قدرت کا دیدار کرنا ہے۔

(ھ) دارقطنی نے ذکر کیا ہے کہ ضحاک نے فرمایا:وَزِيَادَةٌ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرۂ قدرت کا دیدار ہے۔

(أ)أبو الشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۲۲۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۱۲۔

(د)روایت نہیں ملی۔

(ھ)روایت نہیں ملی۔ دیکھیں:الضحاک،تفسیر الضحاک، سورۃ یونس، رقم:۱۰۶۹۔

(ا)عامر بن سعد البجلی الکوفی، تابعی اہل کوفہ میں سے تھے۔ ان کے شیوخ میں جریر بن عبداللہ بجلی، أبو قتادہ، ابوہریرہؓ أبو مسعود أنصاری شامل ہیں جب کہ أبو بکر صدیقؓ سے مرسل روایات بیان کرتا ہے۔ان سے أبو اسحاق السبیعی، ابراہیم بن عامر جمحی اورعیزار بن حریث نے روایتیں کی ہیں۔ دیکھیں:ابن منجویہ، رجال صحیح مسلم، ج۲، ص۸۳، رقم:۱۲۱۳؛ ابن أبی حاتم، الجرح و التعدیل، ج۶، ص۳۱۲، رقم:۱۱۰۴۵؛ ابن حبان، الثقات، ج۲، ص۲۷۸، رقم:۲۹۰۳؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج۳، ص۳۲۸، رقم:۳۵۹۱۔

(أ)ابن جریر اور دارقطنی دونوں نے عبدالرحمٰن بن سابط کا (۱)یہ قول بیان کیا ہے کہ وَزِیَـادَۃٌ سے مراد اللہ عزو جل کے چہرہ قدرت کا دیدار کرنا ہے۔

(ب) ابن جریر اور دارقطنی دونوں نے ابواسحاق سبیعی(۲) سے اس آیت کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ الْحُسْنَى جنت ہے اوروَزِیَادَۃٌ سے مراد اللہ تعالیٰ عزو جل کے چہرہ قدرت کا طرف دیکھنا ہے۔

(ج) ابن جریر اور دارقطنی دونوں نے قتادہؒ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن منادی ندا دے گا کہ اللہ تعالیٰ نے الْـحُسْـنَى کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ جنت ہے اور رہاوَزِیَـادَۃٌ تو یہ رحمٰن کے چہرۂ قدرت کا دیدار کرنا ہے فرمایا؛ پس اللہ تعالیٰ ان کے لیے ظاہر ہوگا یہاں تک کہ وہ اس کی طرف دیکھیں گے۔

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۳۲۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۱۵۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۲۹۔

(۱)عبدالرحمٰن بن سابط یا عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن سابط مکی، ثقہ، کثیر الارسال تھے۔ وہ حضرت عمرؓ ،سعد بن أبی وقاصؓ عباسؓ اور معاذ بن جبلؓ سے مرسل روایات بیان کرتا ہے۔ ان کے شیوخ میں ابن عباسؓ، عائشہؓ،اورعمرو بن میمون أودی شامل ہیں۔ ان سے ابن جریج ،لیث بن أبی سلیم اور ابن خثیم نے روایتیں کی ہیں۔ انہوں نے ۱۱۸ھ (۷۳۶ء) کو وفات پائی۔ دیکھیں:ابن حجر، تقریب التھذیب، ج۱، ص۴۴۸، رقم:۴۳۱۴؛ الدارقطنی، ذکر أسماء التابعین، ج۲، ص۱۴۹؛ رقم:۶۸۷؛ العجلی، تاریخ الثقات، ص۲۹۲، رقم:۹۵۴؛ ابن حجر، تہذیب التھذیب، ج۴، ص۴۹، رقم:۴۵۱۴۔

(۲)أبو اسحاق سبیعی کا نام عمرو بن عبداللہ ہمدانی تھا۔سبیع ہمدان کا ایک علاقہ تھا۔ وہ خلافت عثمان میں ۲۹ھ (۶۴۹ء) کو پیدا ہوئے۔ انہوں نے اسامہ بن زیدؓ، البراء بن عازبؓ، زید بن أرقم، ابن أبی أوفی جیسے جلیل القدر صحابہ کو دیکھا۔ ایک روایت کے مطابق انہوں نے ۳۸ صحابہ سے روایتیں کی ہیں۔ العجلی نے انہیں کوفی، تابعی ثقہ لکھا ہے۔ انہوں نے ۱۲۹ھ (۷۴۶ء) کو وفات پائی۔ دیکھیں:ابن حبان، کتاب الثقات، ج۲، ص۳۷۱، رقم:۲۸۵۶؛ الدار قطنی، ذکر أسماء التابعین، ج۱، ص۲۶۱، رقم:۷۶۴؛ العجلی، تاریخ الثقات، ص۳۶۶، رقم:۱۲۷۲؛ ابن أبی حاتم، الجرح و التعدیل، ج۶، ص۳۱۵، رقم:۱۰۵۹۷۔

(أ) ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ لِلَّذِیْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ یہ رب کریم کے اس ارشاد کی مثل ہے وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ انہیں ان کے اعمال کی جزاعطا فرمائے گا اور اپنے فضل سے انہیں مزید بھی عطا فرمائے گا۔اور فرمایا: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا(۲) "جو کوئی لائے گا ایک نیکی تو اس کے لیے دس ہوں گی اس کی مانند"۔

(ب) ابن ابی شیبہ، ابن منذر،ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کی ہے کہ مجاہدؒ نے لِلَّذِیْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى کی تفسیر میں فرمایا (کہ ان کے لیے جنھوں نے نیک عمل کیے) ان کی جزا بھی انہیں کی مثل ہوگی۔ اور فرمایا "وَزِيَادَةٌ "اس سے مراد مغفرت اور رضوان ہے۔

(ج)ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ علقمہ بن قیس(۳) نے اس آیت کی تفسیر فرمائی"الزیادہ سے مراد دس گنا ہے۔ جیسا کہ ارشادربانی ہے بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا۔

(د)ابن جریر اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حسنؒ نے اس آیت کے ضمن میں کہا کہ زیادۃ سے مراد یہ ہے کہ ایک نیکی کا بدلہ اس کی مثل دس نیکیوں سے لے کر سات سو گنا تک ہے۔

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۳۷۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۴۰؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۴۲۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۳۸؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۴۴۔

(د)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۳۹۔

(۱)(ق:۳۵)

(۲)(الانعام:۱۶۰)

(۳)علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک نخعی ہمدانی، أبو شبل ، کبار تابعین میں سے تھے عراق کے بہت بڑے فقیہ تھے۔ نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، اور ابن مسعودؓ سے تحصیل علم کیا۔ ان سے ان کے بھانجے ابراہیم نخعی، شعبی ،ابراہیم بن سوید نخعی وغیرہ نے روایتیں کی ہیں۔ کوفہ میں سکونت رکھتے تھے اور وہی ۶۲ھ (۶۸۱ء) کو وفات پائی۔ دیکھیں:الذھبی، سیر أعلام النبلاء، ج۴، ص۵۳، رقم:۱۴؛ أبو سعید العلائی، جامع التحصیل، ص۲۴۰، رقم:۵۳۴؛ الزرکلی، لأعلام، ج۴، ص۲۴۸۔

(اُ)ابن جریراور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابن زید نے کہا ہے کہ وَزِيَادَةٌ سے مراد وہ ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں عطا کیا اور قیامت کے دن اس کے بارے میں ان سے حساب نہیں لے گا۔

(ب) سعید بن منصور، ابن منذر اور بیہقیؒ نے الرؤیۃ میں سفیان سے یہ قولہ بیان کیا ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر میں اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک جامع کلام ہے، اس سے یہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے اور وہ بھی۔

(ج) ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَلَا يَـرْهَـقُ وُجُـوْهَهُم کا معنی بیان کرتے ہوئے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ان کے چہروں کونہیں ڈھانپے گی۔ "قتر" چہروں کی سیاہی۔

(د) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ کی تفسیر میں مجاہدؒ نے فرمایا ان کے چہروں پر رسوائی نہیں چھائی ہوئی ہوگی۔

(ھ) ابو الشیخ نے ابن مردویہ سے بیان کیا ہے کہ وَلَا يـرْهَـقُ وُجُـوْهَهُمْ کی تفسیر میں صہیب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اس طرح بیان کی ہے کہ ان کے اللہ عزو جل کی طرف دیکھنے کے بعد (نہ ان کے چہروں پر رسوائی کا غبار چھائے گا اور نہ ان پر ذلت کا اثر ہوگا)۔

(و)ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر،ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور دارقطنی نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے بھی اس کی تفسیر میں یہی قول نقل کیا ہے کہ ان کے اپنے رب کا دیدار کرنے کے بعد (نہ ان کے چہروں پر رسوائی کا غبار چھائے گا اور نہ ان پر ذلت کا اثر ہوگا)

وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ مَّا لَهُم مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعاً مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِماً أُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (27)

(اُ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۴۱۔

(ب)التفسیر من سنن سعید بن منصور، رقم:۱۰۰۸۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۴۵؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۴۶۔

(د)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۴۷۔

(ھ)أبو الشیخ اور ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(و)مصنف ابن أبی شیبہ، کتاب الزھد، باب عبدالرحمن بن أبی لیلی، رقم:۳۴۹۵۵؛ تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم: ۱۷۶۴۳۔

"اور جنھوں نے برے کام کئے تو کا بدلہ ویسا ہی ہوگا اور ان کے مونہوں پرذلت چھاجائے گی اورکوئی ان کو خدا سے بچانے والا نہ ہوگا ان کے مونہوں(کی سیاہی کا یہ عالم ہوگا کہ ان)گویا اندھیری رات کےٹکڑے اڑھا دیئے گئے ہیں یہی دوزخی ہیں کہ ہمیشہ اس میں رہیں گے"۔

(أ)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سدی ؒ نے کہا: وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جنھوں نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا۔جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا تواس برائی کی سزا جہنم ہے۔وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ اور ذلت ان پر چھا رہی ہوگی۔ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعاً مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِماً گویا کہ ان کے چہرے رات کے انتہائی سیاہ ٹکڑے کے ساتھ ڈھانپ دیئے گئے ہیں۔ اس کی ناسخ سورۂ بقرہ کی یہ آیت ہے۔بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً(۱)

(ب) ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ان عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ کا معنی ہے ذلت اور شدت انہیں ڈھانپے ہوئے ہوگی۔

(ج) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ   دونوں بیان کرتے ہیں کہ مَا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ کا معنی ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو روکنے والا کورو کنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

(د) عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر،ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہ ؒ سے اس طرح بیان کیا ہے کہ عَاصِمٍ سے مراد "مددگار" ہے اور قِطَعاً مِّنَ اللَّيْلِ سے مرادرات کی تاریکی ہے۔

(أ)أبو الشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی ۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۴۶۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۵۱۔

(د)عبدالرزاق،تفسیر الصنعانی، ج۲، ص۲۹۶؛تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۴۷؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم ۱۰۳۵۲۔

(۱)البقرہ:۸۱۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعاً ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُواْ مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ (28)فَكَفَى بِاللّهِ شَهِيداً بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ (29)هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ وَرُدُّواْ إِلَى اللّهِ مَوْلاَهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُواْ يَفْتَرُونَ (30)قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ والأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيَّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللّهُ فَقُلْ أَفَلاَ تَتَّقُونَ (31)فَذَلِكُمُ اللّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلاَّ الضَّلاَلُ فَأَنَّى تُصْرَفُونَ (32)

"اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو تو ہم ان میں تفرقہ ڈال دیں گے اور ان کے شریک (ان سے)کہیں گے کہ تم ہم کو تو نہیں پوجا کرتے تھے ہمارے اور تمہارے درمیان خدا ہی گواہ کافی ہے ہم تمہاری پرستش سے بالکل بے خبر تھے وہاں ہر شخص(اپنے اعمال کی)جو اس نے آگے بھیجے ہوں گے آزمائش کرلے گا اور وہ اپنے سچے مالک کی طرف لوٹائے جائیں گے اور جو کچھ وہ بہتان باندھا کرتے تھے سب ان سے جاتا رہے گا (ان سے)پوچھو کہ تم کو آسمان اور زمین میں رزق کون دیتا ہے یا(تمہارے)کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور بے جان سے جاندار کون پیدا کرتا ہے اور دنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے جھٹ کہہ دیں گے کہ خدا تو کہو کہ پھر تم (خدا سے)ڈرتے کیوں نہیں یہی خدا تو تمہارا پروردگار برحق ہے اور حق بات کے ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا تو تم کہاں پھرے جاتے ہو؟ "۔

(أ) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ کے ضمن میں مجاہدؒ نے فرمایا حشر سے مراد موت ہے۔

(ب) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابن زید نے فرمایا:فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ کا معنی ہے پس ہم ان کے درمیان تفریق ڈال دیں گے۔

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۵۰؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۵۵۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۵۹۔

(أ)ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں پر ایک ایسی ساعت آئے گی جس میں انتہائی نرمی ہو گی اور مشرکین اہل توحید کے سامنے یہ اظہار کریں گے کہ ان کی مغفرت کردی جائے گی۔ چنانچہ وہ کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ(۱) "اس اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے نہ تھے ہم شرک کرنے والے"۔ اللہ تعالیٰ فرمایا: انظر كيف كذبوا على أنفسهم و ضلّ عنهم ما كانوا يفترون (۲) پھر اس کے بعد ایک ساعت ہوگی جس میں انتہائی شدت ہوگی۔ ان کے وہ الہ جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے انہیں نصیب کیا جائے گا اور اللہ تعالی فرمائے گا کیا یہ ہیں وہ جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے؟ تووہ جواب دیں گے: ہاں۔ یہی ہیں جن کی ہم عبادت کرتے تھے تو وہ الہ انہیں کہیں گے: قسم بخدا! ہم نہ سنتے تھے،نہ دیکھتے تھے،نہ عقل رکھتے تھے اونہ ہی ہم یہ جانتے تھے کہ تم ہمارے عبادت کر رہے ہو۔تو وہ جواباً کہیں گے: کیوں نہیں۔خدا کی قسم! ہم تمہاری ہی عبادت کرتے تھے تو ان کے الہ انہیں کہہ گے:فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِيْنَ.

(ب)ابن مردویہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ان کے لیے ان معبودان باطلہ کی تمثیل بنائی جائی گی جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے۔ وہ ان کے پیچھے پیچھے چلیں گے یہاں تک کہ وہ انہیں جہنم میں داخل کردیں گے۔پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ

(ج) ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ ابن مسعودرضی اللہ عنہ اس طرح قرأت کرتے تھے "هُنَالِكَ تَبْلُو"یعنی تاء کے ساتھ۔فرمایااس کا معنی ہے وہاں ہر شخص اتباع کرے گا اس عمل کی جو اس نے آگے بھیجا تھا۔

(د) ابوالشیخ نے سدیؒ سے بھی هُنَالِكَ نقل کیا ہے۔کہا جاتا ہے کہ کا تَبْلُو معنی اتباع کرنا اور پیچھے پیچھے چلنا ہے۔

(أ)تفسیر ابن أبي حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۶۲۔

(ب)ابن مردویہ کی دستیاب کتابوں میں روایت نہیں ملی۔

(ج)ابن المنذر کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د)ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) الانعام:۲۳.

(۲) الانعام:۲۴.

(أ) ابن ابی شیبہ، ابن جریر،ابن منذر،ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ فرماتے ہیں: تبلو بمعنی تختبر ہے۔ یعنی وہاں ہر شخص کو آزمایا جائے گا۔

(ب) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حسنؒ نے فرمایا:أَسْلَفَتْ بمعنی عملت ہے یعنی جو اس نے کیا۔

(ج)ابن جریر اور ابوالشیخ دونوں نے نقل کیا ہے کہ ابن زید نے فرمایا مبلو بمعنی تعاین ہے یعنی ہر شخص خود دیکھ لے گا كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ جو عمل اس نے کیے۔وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ اور (گم ہو جائے گا ان سے) وہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ معبودان باطلہ کو پکارا کرتے تھے۔

(د) ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ سدیؒ نے فرمایا ارشاد باری تعالیٰ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ اس کی ناسخ یہ آیت ہے بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَىٰ لَهُمْ(۱) اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مددگار ہے اور کفار کا کوئی مددگار نہیں۔

(ھ)ابن ابی حاتم نے حرملہ بن عبدالعزیز(۲) کا یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے عرض کی۔آپ اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس کا امر یقینی ہو؟ فرمایا: وہ حق نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ۔"پس حق کے بعد کیا ہے بجز گمراہی کے"۔

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۵۴؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۶۵۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۶۸۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۵۷۔

(د)روایت نہیں ملی۔

(ھ)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۷۷۔

(۱) (محمد:۱۱)

(۲)حرملہ بن عبدالعزیز بن ربیع بن سبرۃ جہنی حجازی، اپنے والد اور چچا عبدالملک سے روایت کرتا ہے جب کہ ان سے علی بن حجر، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم، اور أبو عتبہ، احمد بن خرج نے روایتیں بیان کی ہیں۔ ابن معین نے ان کے بارے میں کہا: لیس بہ بأس۔ دیکھیں: ابن أبی حاتم، الجرح و التعدیل، ج۳، ص۲۷۴، رقم:۱۲۲۳؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج۳، ص۶۹، رقم:۲۴۴؛ الذھبی،تاریخ الاسلام، ج۱۴، ص۹۷،۹۸۔

(أ)ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ أشھب(ا) نے فرمایا: کہ شطرنج اور چوسر کھیلنے والے کی شہادت کے بارے میں مالک سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ آدمی جو ہمیشہ ان کھیلوں میں مشغول رہتا ہے میں اس کی شہادت کو اچھا اور مفید خیال نہیں کرتا ۔کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَما ذَا بعْدَا لْحقِ الا الِضّلٰل۔ واللہ اعلم۔

كَذَٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ فَسَقُوا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (33)

"اسی طرح خدا کا ارشاد ان نافرمانوں کے حق میں ثابت ہوکر رہا کہ یہ ایمان نہیں لائے نگے"۔

(ب)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: كَذَٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ کا معنی ہے آپ کے رب کی بات سبقت لے گئی ہے۔

(ج)ابوالشیخ نے ضحاک سے یہ نقل کیا ہے کہ حَقَّتْ بمعٰی صدقت ہے یعنی آپ کے رب کی بات سچی ہے۔

قُلْ هَلْ مِن شُرَكَائِكُم مَّن يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ قُلِ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ (34) قُلْ هَلْ مِن شُرَكَائِكُم مَّن يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ قُلِ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ أَفَمَن يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَن يُتَّبَعَ أَمَّن لَّا يَهِدِّي إِلَّا أَن يُهْدَىٰ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ (35) وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ (36) وَمَا كَانَ هَٰذَا الْقُرْآنُ أَن يُفْتَرَىٰ مِن دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ (37) أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (38) بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ (39) وَمِنْهُم مَّن يُؤْمِنُ بِهِ وَمِنْهُم مَّن لَّا يُؤْمِنُ بِهِ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِينَ (40)

" (ان سے)پوچھو کہ بھلا تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے کہ مخلوقات کو ابتداء پیدا کرے(اور)پھر

(أ)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۷۷۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۲۷۹۔

(ج)ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ا)أشھب بن عبدالعزیز بن داؤد قیسی عامری، أبوعمرو اپنے وقت میں دیار مصر کے فقیہ اور امام مالک کے اصحاب میں سے تھے۔کہا جاتا ہے کہ ان کا نام مسکین تھا اور لقب أشھب تھا۔انہوں نے ۲۰۴ھ (۸۱۹ء)کو مصر میں وفات پائی۔ دیکھیں:السیوطی:حسن المحاضرۃ، ج۱، ص۳۰۵، رقم:۴۰؛ الذھبی، سیر أعلام النبلاء، ج۹، ص۵۰۰، رقم:۱۹۰؛ الزرکلی، الأعلام، ج۱، ص۳۳۳۔

اسکو دوبارہ بنائے کہہ دوکہ خداہی پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اسکو دوبارہ پیدا کرے گا۔تم کہاں اکسے جا رہے ہو پوچھو کہ بھلا تمہارے شریکوں میں کون ایسا ہے کہ حق کا راستہ دکھائے کہہ دوکہ خدا ہی حق کا راستہ دکھاتا ہے بھلا جو حق کا راستہ دکھائے وہ اس قابل ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ کہ جب تک کوئی اسے رستہ نہ بتائے رستہ نہ پائے تو تم کو کیا ہوا ہے کیسا انصاف کرتے ہو اور ان میں اکثر صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ ظن حق کے مقابلے میں کچھ بھی کارآمد نہیں ہو سکتا بیشک خدا تمہارے (سب)اعمال سے واقف ہے اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ خدا کے سوا کوئی اس کو اپنی طرف سے بنالائے ہاں(ہاں یہ خدا کا کلام ہے)جو (کتابیں)اس سے پہلے (کی)ہیں ان کی تصدیق کرتا ہے اور انہی کتابوں کی(اس میں)تفصیل ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں(کہ)یہ رب العالمین کی طرف سے(نازل ہوا)ہے کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اسکو اپنی طرف سے بنالیا ہے کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم بھی اس طرح کی ایک سورت بنالاؤ اور خدا کے سواجن کو تم بلا سکو بلا بھی لوحقیقت یہ ہے کہ جس چیز کے علم پر قابو نہیں پا سکے (نادانی سے)جھٹلا دیا اور اس کی حقیقت ان پر کھلی ہی نہیں اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے تھے انھوں نے تکذیب کی تھی سو دیکھ لو کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا اور ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں کہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں کہ ایمان نہیں لاتے اور تمہارا پروردگار شریروں سے خوب واقف ہے "۔

(أ) ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے ارشاد باری تعالی أمـنْ لَا یَهِــدِّیْ اِلاَّ اَنْ یُهْــدٰی کی تفسیر میں فرمایا:(یا وہ جو خود ہی راہ نہ پائے مگر یہ کہ اس کی راہنمائی کی جائے) اس سے مراد بت ہیں۔ اللہ تعالی ان کی اور ان کے سوا جس کی چاہے راہنمائی فرماتا ہے۔

وان کـذبـوک فقل لی عملی و لکم عملکم أنتم بریٔون مما أعمل و أنا بریٔ مما تعملون(41) و منهم من یستمعون الیک أفانت تسمع الصم و لو کانوا لا یعقلون(42) و منهم من ینظر الیک أفانت تهدی العمی و لو کانوا لا یبصرون(43)

اور اگر یہ تمہاری تکذیب کریں تو کہہ دو کہ مجھ کو میرے اعمال (کا بدلہ لے گا)اورتم کو تمہارے اعمال(کا)تم میرے عملوں کے جوابدہ نہیں ہوں اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو کیا تم بہروں کو سناؤ گے اگر چہ کچھ بھی (سنتے)سمجھے نہ ہوں اور بعض ایسے ہیں کہ تمہاری طرف دیکھتے ہیں تو کیا تم اندوں کو

(أ)تفسیر الطبری، سورة یونس، رقم:۱۷۶۶۰، تفسیر ابن أبی حاتم، سورة یونس، رقم:۱۰۳۸۴۔

رستہ دکھاؤ گے اگر چہ کچھ بھی دیکھتے (بھالتے)نہ ہوں۔

(اُ) ابن جریر اور ابن اُبی حاتم نے بیان کیاہے کہ ابن زیدؒ نے **و ان کذبوک فقل لی عملی......** الآیۃ کے ضمن میں فرمایا کہ اللہ تعالی نے آپﷺ کو اس کا حکم دیا پھر اسے منسوخ کر دیا۔ پھر آپ کو ان کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم فرمایا۔

ان اللہ لا یظلم الناس شیٔا و لکن الناس أنفسھم یظلمون(44)

خدا تو لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔

(ب)اُبو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ مکحول نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے : اے میرے بندے میں نے اپنے اوپر ظلم حرام قرار دیا ہے اور میں نے اسے تمہارے درمیان بھی حرام قرار دیا ہے۔ پس تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

و یوم یحشرھم کان لم یلبثوا الا ساعۃ من النھار یتعارفون بینھم قد خسر الذین کذبوا بلقاء اللہ و ما کانوا مھتدین(45)

اور جس دن خدا ان کو جمع کرے گا(تو دنیا کی نسبت ایسا خیال کریں گے کہ)گویا(وہاں)گھڑی بھر دن سے زیادہ رہے ہی نہیں تھے (اور) آپس میں ایک دوسرے کوشناخت بھی کریں گے جن لوگوں نے خدا کے روبرو حاضر ہونے کو جھٹلایا وہ خسارے میں پڑھ گئے اور راہ یاب نہ ہوئے۔

(ج)ابن اُبی حاتم نے اُبو الشیخ سے بیان کیا ہے کہ حسنؒ نے **یتعارفون بینھم** کی تفسیر میں فرمایا کہ آدمی اپنے ساتھی کو اپنے پہلو میں پہچان لے گا لیکن اس کے ساتھ کلام کرنے کی استطاعت نہیں رکھے گا۔

(اُ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۶۰؛تفسیر ابن اُبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۳۹۶۔

(ب)اُبوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیر ابن اُبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۰۱۔

وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ (46) وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (47) وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (48) قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ (49) قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ (50) أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ آمَنْتُمْ بِهِ آلْآنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ (51) ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ (52) وَيَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقٌّ هُوَ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ (53) وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (54) أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَلَا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (55) هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (56)

اور اگر ہم کوئی عذاب جس کا ان لوگوں سے وعدہ کرتے ہیں تمہاری آنکھوں کے سامنے (نازل) کریں یا(اس وقت جب)تمہاری مدت حیات پوری کردیں تو ان کو ہمارے ہی پاس آنا ہے پھر جو کچھ یہ کر رہے ہیں خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔اور ہر ایک امت کی طرف پیغمبر بھیجا گیا جب ان کا پیغمبر آتا ہے تو ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور ان پر کچھ ظلم نہیں کیا جاتااور یہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو (جس عذاب کا)یہ وعدہ (ہے وہ آئے گا)کب ؟کہہ دو کہ میں تو اپنے نقصان اور فائدے کابھی کچھ اختیار نہیں رکھتا مگر جو خدا چاہے۔ ہر ایک امت کے لئے (موت کا)ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آجاتا ہے تو ایک گھڑی بھی دیر نہیں کر سکتے اور نہ جلدی کر سکتے ہیں کہہ دو کہ بھلا دیکھو تو اگر اسکا عذاب تم پر(ناگہاں)آجائے رات کو یا دن کو تو گنہگار کس بات کی جلدی کر ینگے کیا جب وہ آ واقع ہوگا تب اس پر ایمان لاؤگے (اس وقت کہا جائے گا کہ)اور اب (ایمان لائے)اسی کے لئے تو تم جلدی مچایا کرتے تھے پھر ظالم لوگوں سے کہا جائے گا کہ عذاب دائمی کا مزہ چکھو (اب)تم انہی (اعمال)کا بدلہ پاؤگے جو(دنیا میں)کرتے رہے اورتم سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا یہ سچ ہے کہہ دو ہاں خدا کی قسم سچ ہے اورتم (بھاگ کر خدا کو)عاجز نہیں کرسکو گے ۔ اور اگر ہر ایک نافرمان شخص کے پاس روئے زمین کے تمام چیزیں ہوں تو(عذاب سے بچنے کے) بدلے میں (سب)دے ڈالے اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو (پچھتائیں گے اور)ندامت کو چھپائینگے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے اور (کسی طرح کا) ان پر ظلم نہیں ہوگا۔ سن رکھو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب خدا ہی کا ہے۔ اور یہ بھی سن رکھو کہ خدا کا

وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۔ وہی جان بخشا اور (وہی) موت دیتا ہے اور تم لوگ اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

(أ)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ کی تفسیر میں فرمایا: اور خواہ ہم دکھادیں آپ کی زندگی میں عذاب کی تلخی اَوْنَتَوَفَّيَنَّكَ یا پہلے ہی ہم آپ کو اٹھالیں۔ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ہر حالت میں ہماری طرف ہی انہیں لوٹنا ہے۔ اور اس ارشادِ گرامی وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ کے بارے میں فرمایا۔ قیامت کے دن (انہوں نے ہماری طرف ہی لوٹنا ہے)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ (57)

"اے لوگو! آگئی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے پرودگار کی طرف سے اور (آگئی ہے) شفا ان روگوں کے لیے جو سینوں میں ہیں اور (آگئی ہے) ہدایت اور رحمت اہل ایمان کے لیے"۔

(ب)طبرانی اور ابوالشیخ دونوں نے ابوالاحوص(۱) سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کی: میرا بھائی اپنے پیٹ میں درد کی شکایت کررہا ہے اور اس کے لیے شراب تجویز کی گئی ہے۔تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ !اللہ تعالیٰ نے ناپاک اور پلید چیز میں شفانہیں رکھی۔ بلاشبہ شفا دوچیزوں میں ہے قرآن کریم اور شہد۔ ان دونوں میں ان تمام بیماروں کے لیے شفاء ہے جو سینوں میں ہیں اور (یہ دونوں) لوگوں کے لیے باعث شفاء ہیں۔

(ج) ابوالشیخ نے حسنؒ سے بیان کیا ہے بالا شبہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو سینوں کے روگوں کے لیے باعث شفا بنایا ہے اور تمہارے امراض کے لیے اسے شفا نہیں بنایا۔

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۶۳؛تفسیر ابن أبي حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۰۳،۱۰۴۰۴۔

(ب)الطبرانی، المعجم الکبیر، ج۹، ص۱۸۴، رقم:۸۹۱۰۔

(ج)ابوالشیخ کی روایت ان کی متداول کتب میں نہیں ملی۔

(۱)أبوالأحوص عوف بن مالک بن نضلۃ الجشمی جشمی تابعی، ابن مسعودؓ، أبو موسیٰ اشعری اور اپنے والد مالک سے روایت کرتا ہے۔ ان سے مسروق، حکم بن عتیبہ، أبو اسحاق سبیعی وغیرہ نے روایتیں کی ہیں۔ ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے۔ حجاج بن یوسف کی ولایت میں انہیں خوارج نے قتل کر دیا تھا۔ دیکھیں:الذھبی، تاریخ الاسلام، ج۶، ص۲۲۵؛ ابن أبي حاتم، الجرح و التعدیل، ج۷، ص۱۴، رقم:۶۲؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج۷، ص۵۶، رقم:۲۵۸۔

(أ)ابن منذر اور ابن مردویہ دونوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور عرض کی: میں اپنے سینے میں درد محسوس کرتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: قرآن پڑھا کر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَشِفَاء لِّمَا فِيْ الصُّدُوْرِ۔

(ب)بیہقیؒ نے شعب الایمان میں واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کی بارگاہ میں اپنے حلق میں درد کی شکایت کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے اوپر قرآن پڑھنا لازم کر لے ۔

(ج)ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا قرآن کریم میں ہے کہ دو چیزیں باعث شفاہیں: ایک قرآن اور دوسرا شہد۔ پس قرآن سینوں کے روگوں کے لیے باعث شفاء ہے اور شہدہر بیماری کے لیے باعث شفاء ہے۔

(د)بیہقی نے طلحہ بن مصرفؒ سے یہ قول بیان کیا ہے ک کہا جاتا ہے مریض کے پاس جب قرآن کریم پڑھا جائے تو وہ اپنے لیے آسانی اور راحت پاتا ہے۔ سومیں خیثمہ کے پاس ان کی بیماری کی حالت میں گیا اور میں نے کہا؛ بلاشبہ میں تجھے اچھا اورصحت مند دیکھ رہا ہوں۔ تو انہوں نے کہا: آج میرے پاس قرآن کریم پڑھا گیا ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُواْ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ (58)

"اے حبیب! آپ فرمایئے یہ کتاب محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے نازل ہوئی ہے،

(أ)ابن منذر اور ابن مردویہ کی روایت ان کی متداول کتب میں نہیں ملی۔

(ب)البیہقی، شعب الایمان، فصل فی الاستشفاء بالقرآن ، رقم:۲۳۴۴۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم، سورة یونس، رقم:۱۰۴۱۸۔

(د)البیہقی، شعب الایمان، فصل فی الاستشفاء بالقرآن ، رقم:۲۳۴۳۔

پس چاہیے کہ اسی پر خوشی منائیں۔ یہ بہتر ہے ان تمام چیزوں سے جن کو وہ جمع کرتے ہیں"۔

(أ)ابوعبید، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، احمد، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن انباری نے المصاحف میں، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ، ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں کئی طرق سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالی نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تجھ پر قرآن پڑھوں۔ تو میں نے عرض کی: کیا اللہ تعالی نے آپ کو میرا نام لے کر کہا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ تو پھر ابی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا تمہیں اس سے خوشی ہوئی؟ تو انہوں نے جواب دیا: کون سی شے مجھے اظہار فرحت سے روک سکتی ہے؟خدا کی قسم! اللہ تعالی فرماتا ہے: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ آپ نے اسی طرح اس آخری لفظ کو تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

(ب)طیالسی، ابوداؤد، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ نے ابی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس طرح پڑھایا ہے: فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوْا یعنی تاء کے ساتھ۔

(ج)ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ابی رضی اللہ عنہ تاء کے ساتھ قرأت کرتے تھے۔ یعنی فَلْتَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ"۔

(أ)أبو عبید، فضائل القرآن، ص۲۱۵؛ التفسیر من سنن سعید بن منصور، ص۱۶۲، رقم:۱۰۰۹؛ مصنف ابن شیبہ، کتاب الفضائل، باب ما جاء فی أبی بن کعب رضی اللہ عنہ، رقم:۳۲۳۱۲؛ احمد بن حنبل ، مسند احمد، مسند الأنصار، حدیث عبدالرحمن بن أبزی، رقم:۲۱۱۳۶،۲۱۱۳۷؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۳۱؛ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ ، باب ذکر مناقب أبی بن کعب، رقم:۵۳۲۴؛ أبونعیم، حلیۃ الأولیاء، ج۱، ص۲۵۱؛ البیہقی، شعب الایمان، فصل فی تقطیع آیۃ فی القرآن، رقم:۲۳۵۶_حکم: مسند احمد کے محققین نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(ب)الطیالسی، مسند أبی داؤد الطیالسی،باب أحادیث أبی بن کعب، رقم:۵۴۵؛أبو داؤد، سنن أبی داؤد، کتاب الحروف والقراءت، رقم:۳۹۸۰_حکم: صحیح_ دیکھیں:البانی، السلسلۃ الصحیحۃ، رقم:۲۹۰۸، صحیح سنن أبی داؤد، رقم:۳۳۶۸_

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۸۷_

(أ)ابن ابی عمر عدنی، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ اس طرح قرأت فرماتے تھے۔"فَبِذٰلِکَ فَلْتَفْرَحُوْا"

(ب)ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فضل قرآن ہے اور اس کی رحمت یہ ہے کہ اس نے انہیں اہل قرآن بنایا۔

(ج)سعید بن منصور، ابن منذر اور بیہقیؒ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اسلام ہے۔

(د)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقیؒ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فضل اسلام ہے اور اس کی رحمت قرآن ہے۔

(ھ)ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقیؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فضل اللہ سے مراد قرآن ہے اور اس کی رحمت یہ ہے کہ اس نے انہیں اہل قرآن بنایا۔

(و)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فضل علم ہے اور اس کی رحمت محمد ﷺ ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ(۱)

(أ)ابن أبی عمرعدنی کی روایت المطالب العالیہ میں ملی۔ دیکھیں:ابن حجر، المطالب العالیہ، کتاب التفسیر، سورۃ یونس، رقم:۳۶۳۱؛ الطبرانی کی روایت: جیسا کہ الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب سورۃ یونس، رقم:۱۱۰۶۵۔حکم:امام ہیثمی نے کہا : اس میں عطیہ عوفی ہے جو کہ ضعیف ہے۔

(ب)ابوالشیخ اور ابن مردویہ کی روایت ان کی دستیاب کتب میں نہیں ملی۔

(ج)التفسیر من سنن سعید بن منصور، ص۱۶۲، رقم:۱۰۱۰؛ البیہقی، شعب الایمان،فصل فی التکثیر بالقرآن والفرح بہ، رقم:۲۳۵۷۔

(د)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۸۰؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۲۸؛ البیہقی، شعب الایمان،فصل فی التکثیر بالقرآن والفرح بہ، رقم:۲۳۵۸۔

(ھ)مصنف ابن أبی شیبہ کتاب فضائل القرآن، باب الفضل الذی ذکرہ القرآن، رقم:۳۰۰۶۶؛تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۸۲؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۲۷؛ البیہقی، شعب الایمان،فصل فی التکثیر بالقرآن والفرح بہ، رقم:۲۳۵۹۔

(و)ابوالشیخ کی روایت ان کی متداول کتب میں نہیں ملی۔

(۱)الانبیاء:۱۰۷۔

(أ) ابن ابی شیبہ نے سالم بن أبي الجعد رضی اللہ عنہ (۱)سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ فضل اللہ سے مراد اسلام ہے اور اللہ تعالٰی کی رحمت سے مراد قرآن کریم ہے۔

(ب)ابن ابی شیبہ اور ابن جریر دونوں نے بیان کیا ہے کہ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ کی تفسیر میں مجاہدؒ نے فرمایا۔فضل اور رحمت دونوں سے مراد قرآن کریم ہے۔

(ج)ابن جریر اور بیہقی نے زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فضل اللہ سے مراد قرآن کریم ہے اور رحمۃ سے مراد اسلام ہے۔

(د) ابن جریر اور بیہقی نے ہلال بن یسار(۳) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فضل اللہ سے مراد وہ اسلام ہے جس کے ذریعہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور رحمۃ سے مراد وہ قرآن ہے جو اس نے تمہیں سکھایا۔

(أ)مصنف ابن أبي شيبہ کتاب فضائل القرآن، باب الفضل الذی ذکرہ القرآن، رقم:۳۰۰۷۰۔

(ب)مصنف ابن أبي شيبہ کتاب فضائل القرآن، باب الفضل الذی ذکرہ القرآن، رقم:۳۰۰۶۹؛تفسير الطبری، سورة یونس، رقم:۱۷۶۷۷۔

(ج)تفسير الطبری، سورة یونس، رقم:۱۷۶۶۹؛ البیهقی، شعب الایمان، فصل فی التکثیر بالقرآن والفرح بہ، رقم: ۲۳۶۱۔

(د)تفسير الطبری، سورة یونس، رقم:۱۷۶۸۳؛ البیهقی، شعب الایمان، فصل فی التکثیر بالقرآن والفرح بہ، رقم: ۲۳۶۳۔

(۱)سالم بن أبي جعد أشجعی کوفی، تابعی، ابن عباسؓ، ثوبانؓ، جابر بن عبداللہ اور ایک جماعت کثیر سے روایت کرتا ہے۔ ان سے قتادہ، منصور، أعمش اور حصین بن عبدالرحمن وغیرہ نے روایتیں کی ہیں۔امام ذہبی نے انہیں ثقہ نبیل کہا ہے۔ انہوں نے ۱۰۰ھ(۷۱۸ء) یا اس سے پہلے یا ایک سال بعد وفات پائی۔ دیکھیں:البخاری، التاریخ الکبیر، ج۴، ص۱۰۷، رقم:۲۱۳۲؛ابن أبي حاتم، الجرح و التعدیل، ج۴، ص۱۸۱، رقم:۷۸۵؛ الذهبی، تاریخ الاسلام، ج۶، ص۳۶۱،۳۶۲۔

(۲)الدرالمنثور کے زیر استعمال مطبوعہ میں "ہلال بن یسار" ہے جب کہ کتب التخریج شعب الایمان اور تفسير الطبری میں یہ روایت "ہلال بن یساف" سے مروی ہے۔

(۳)ہلال بن یساف أبوالحسن اشجعی کوفی کبار تابعین میں سے ہیں ان کے شیوخ میں عمران بن حصین، سوید بن مقرن، البراء بن عازب، سمرة بن جندب اور تابعین کی ایک جماعت شامل ہیں۔ وہ أبو الدرداءؓ اور سعیدبن زیدؓ سے مرسل روایت بیان کرتا ہے ان سے حصین بن عبدالرحمن ، عبدة بن ابی لبابة،منصور، أعمش اور دوسرے لوگ شامل ہیں۔ ابن معین نے انہیں ثقہ کہاہے۔ دیکھیں:ابن أبي حاتم، الجرح و التعدیل، ج۹، ص۷۲، رقم:۲۷۸؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۸ ، ص۲۰۲، رقم:۲۷۱۲؛ ابن حبان ، مشاهیر علماء الأ مصار، ص۱۰۹، رقم:۸۳۱؛ الذهبی،تاریخ الاسلام،ج۶،ص۴۹۴، ۴۹۵۔

(أ) ابن جریر اور بیہقیؒ نے ہلال بن یسار سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فضل اللہ سے مراد اسلام اور رحمۃ سے مراد قرآن ہے۔

(ب)ابن جریر نے حسنؒ اور قتادہؒ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

(ج)خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فضل اللہ سے مراد نبیﷺ ہیں اور رحمۃ سے مراد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

(د)ابوالقاسم بن بشران(ا) نے امالیہ میں انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جس کی راہنمائی اسلام کی طرف فرمائی اور اسے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا۔پھر اس نے فاقہ کی شکایت کی۔تو اللہ تعالیٰ فقر اس کی آنکھوں کے درمیان لکھ دے گا یہاں تک کہ وہ اسے جا ملے گا۔پھر نبیﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:قُلْ بِفَضْلِ اللّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُواْ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ یعنی یہ اس سامان دنیا اور مال و متاع سے بہتر ہے جو اموال وہ جمع کرتے ہیں۔

(ھ) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ محمد بن کعب رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے بارے میں فرمایا: جب تو کوئی نیک اور اچھا عمل کرے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے تو اس پر اظہار خوشی کیا کر۔ پس یہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جو وہ سامان دنیا میں جمع کرتے ہیں۔

(و) ابن جریر اور ابن منذر دونوں نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اظہار مسرت کرنا بہتر ہے ان تمام چیزوں سے جو وہ جمع کرتے ہیں مثلا اموال، کھیتی اورچوپائے وغیرہ۔

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۷۱؛ البیہقی، شعب الایمان، فصل فی التکثیر بالقرآن والفرح بہ، رقم: ۲۳۶۴۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۷۵،۱۷۶۷۶۔

(ج)خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۵، ص۱۵؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۴۲، ص۳۶۲۔

(د)أبو القاسم بن بشران کی کتاب أمالیہ نہیں ملی۔

(ھ)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۳۲۔

(و)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۷۹۔

(ا)أبوالقاسم بن بشران کی حالات زندگی نہیں ملی۔

(أ)ابی حاتم اور طبرانی ایفع الکلاعی (ا) نقل کیا ہے کہ جب عراق کا خراج عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کا غلام دونوں نکلے اور اونٹوں کو گننے لگے لیکن وہ اس سے بہت زیادہ تھے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ بار بار یہ کہنے لگے: الحمدللہ۔ اور آپ کا خادم یہ کہنے لگا: قسم بخدا! یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے جھوٹ کہا ہے یہ وہ نہیں ہے جس کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ.........الایہ۔

قُلْ أَرَأَيْتُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُم مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُلْ آللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ (59)وَمَا ظَنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ (60)

" کہو کہ بھلا دیکھو تو خدا نے تمہارے لیے جو رزق نازل فرمایاتو تم نے اس میں سے (بعض کو) حرام ٹھہرایا اور (بعض کو) حلال (ان سے) پوچھو کیا خدا نے اس کا تمہیں حکم دیا ہے یا تم خدا پر افتراء کرتے ہو؟ اور جو لوگ خدا پر افتراء کرتے ہیں وہ قیامت کے دن کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں؟ بے شک خدا لوگوں پر مہربان ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

(ب) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ قُلْ أَرَأَيْتُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ اہل شرک ہیں۔ وہ کھیتی اور چوپاؤں میں سے جن کے بارے میں چاہتے انہیں حلال قرار دیتے تھے اور جنہیں چاہتے انہیں حرام قرار دے دیتے۔

(ج)ابن ابی شیبہ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، بیہقیؒ نے سنن میں اور ابن

(ا)تفسیر ابن أبي حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۳۵؛ طبرانی کی روایت تفسیر ابن کثیر، سورۃ یونس، ج۴، ص۲۷۵ پر ملی۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۹۰، ۱۷۶۹۱؛تفسیر ابن أبي حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۳۸۔

(ج)مصنف ابن أبي شیبہ، کتاب الفتن، باب ما ذکر في عثمان، رقم: ۳۷۶۹۰؛ الحاکم، المستدرک، کتاب التفسیر، باب سورۃ یونس، رقم:۳۳۰۰؛ البیہقي، السنن الکبریٰ، کتاب احیاء الموات، باب ما جاء في الحمی، رقم:۱۱۵۹۰۔

(ا)ایفع بن عبدالکلاعی شامی ابن عمرؓ سے روایت کرتا ہے انہوں نے نبی ﷺ سے دو مرسل روایات بیان کی ہیں۔ ان سے صفوان بن عمرو نے روایتیں کی ہیں۔ دیکھیں:الذھبی، تاریخ الاسلام، ج۷، ص۲۹؛ ابن حجر، لسان المیزان، ج۱، ص۴۷۶، رقم:۱۴۵۴۔

عساکرنے ابوسعید مولی ابی اسید انصاری (ا)سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اہل مصر کا ایک وفد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ سے عرض کی: مصحف لیجئے اور السابعہ کھولیے، وہ سورہ یونس کو السابعہ کا نام دیتے تھے۔ پس آپ نے یہ سورت پڑھی جب آپ اس آیت پر پہنچے:قُلْ أَرَأَيْتُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُم مِّنْهُ حَرَاماً وَحَلالاً تو انہوں نے آپ سے عرض کی: ٹھہر جایئے۔آپ کا کیا خیال ہے جو آپ نے سرکاری چراگاہیں بنارکھی ہے۔کیا اللہ تعالی نے آپ کو اجازت دی ہے یا آپ اللہ تعالی پر افتراء باندھتے ہو؟تو آپ نے فرمایا: اسے جاری رکھیے کیونکہ یہ آیت تو اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ رہامسئلہ چراگاہوں کا تو یہ عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے اونٹوں کے لیے بنوائی تھی۔اور جب مجھے والی بنایا گیا اور صدقہ کے اونٹوں میں اضافہ ہوا، تو میں نے چراگاہوں میں اضافہ کردیا۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُو مِنْهُ مِن قُرْآنٍ وَلاَ تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلاَّ كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوداً إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ وَمَا يَعْزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الأَرْضِ وَلاَ فِي السَّمَاء وَلاَ أَصْغَرَ مِن ذَلِكَ وَلا أَكْبَرَ إِلاَّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ(61)

"اورتم جس حال میں ہوتے ہو یا قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہو یا تم لوگ کوئی (اور)کام کرتے ہو ۔ جب اس میں مصروف ہو ہم تمہارے سامنے ہوتے ہیں اور تمہارے پروردگار سے ذرہ برابربھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھو ٹی ہے یا بڑی مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے ۔"۔

(أ)ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ کا معنی ہے"اذ تفعلون"یعنی جب بھی تم کوئی کام کرتے ہو۔

(ب) عبد بن حمید، فریابی، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس

(أ)تفسیر الطبر ی، سورۃ یونس، رقم:۱۷۶۹۹؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۴۸۔

(ب)تفسیر الطبر ی، سورۃ یونس، رقم:۱۷۷۰۲؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۵۰۔

(ا) ابو سعید مولی ابی اسید انصاری صحابہ کی جماعت سے روایت کرتا ہے جب کہ ان سے ابو نضرۃ نے روایتیں بیان کی ہیں ۔ دیکھیں:ابو نعیم،معرفۃ الصحابۃ، ج۵،ص۲۹۱۱؛ ابن حبان، الثقات، ج۵، ص۵۸۸، رقم:۶۴۳۱۔

رضی اللہ عنہما نے فرمایاوَمَا یَعْزُبُ کا معنی ہے"وہ پوشیدہ اور چھپا ہوا نہیں ہوتا" (مایغیب)

(اَ) فریابی اور ابن جریر نے بھی مجاہدؒ نے سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

(ب)ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ سدیؒ نے فرمایا:وَمَا یَعْزُبُ عَن رَّبِّکَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ کا معنی ہے اور آپ کے رب سے ذرہ کے وزن برابر بھی وہ پوشیدہ نہیں ہوگا۔وَلاَ أَصْغَرَ مِن ذَلِکَ وَلا أَکْبَرَ إِلاَّ فِي کِتَابٍ مُّبِینٍفرمایا: یہ وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

أَلا إِنَّ أَوْلِيَاء اللّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ (62)الَّذِينَ آمَنُواْ وَكَانُواْ يَتَّقُونَ (63)

" سن رکھو کہ جو خدا کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمنا ک ہوں گے ۔

(یعنی) وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے ۔"۔

(ج)احمد نے الزہد میں، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے وہبؒ سے بیان کیا ہے کہ حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ علیہ السلام وہ اولیاء اللہ کون ہیں جنہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے؟ تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اس وقت دنیا کے باطن کی طرف دیکھتے ہیں جب کہ عام لوگ اس کے ظاہر کی طرف دیکھتے ہیں۔ اور وہ ہیں جو دنیا کے انجام کی طرف دیکھتے ہیں جب کہ لوگ اس کی ابتدا کی طرف دیکھتے ہیں۔ اور وہ دنیا کی ان چیزوں کو ماردیتے ہیں جن کے بارے میں انہیں یہ خوف ہوتا ہے کہ وہ انہیں ماردیں گی اور ایسی چیزوں کوچھوڑدیتے ہیں جن کے بارے وہ یہ جانتے ہیں کہ عن قریب وہ انہیں چھوڑ دیں گی۔ پس ان کے نزدیک دنیا کی کثرت کی طلب قلت کی طلب ہوتی ہے۔ ان کا دنیا کو یاد کرنا موت ہوتی ہے۔دنیا کی کسی شے کے سبب انہیں پہنچنے والی فرحت حزن اورغم ہوتا ہے۔ دنیا کی نعمتوں میں سے جو انہیں عارض ہو وہ اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ اوربغیر حق کے دینوی رفعتوں میں سے جو انہیں عارض ہو وہ اسی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ دنیا کو گراتے ہیں اور اس کے عوض اپنی آخرت کو بناتے ہیں۔ وہ دنیا کو بیچتے ہیں اور اس کے عوض وہ چیز خریدتے ہیں جو ان کے لیے باقی رہتی ہے۔ وہ دنیا کو چھوڑتے ہیں اور اسے چھوڑنے کے سبب وہ خوش کرتے ہیں۔ وہ اسے بیچتے ہیں اور اسے بیچنے کے سبب وہ نفع کمانے والے

(اَ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۷۰۲۔

(ب)تفسیر ابن اَبی حاتم میں روایت نہیں ملی۔

(ج)امام احمد، الزھد، باب من مواعظ عیسی علیہ السلام، ص۹۰،تفسیر ابن اَبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۵۶۔

ہوتے ہیں۔ انھوں نے اہل دنیا کو نیچے گراپڑا دیکھا ہے کہ ان پر کئی زمانے گزر گئے ہیں۔ پس انھوں نے موت کے ذکر کو پسند کیا اور زندگی کے ذکر کو چھوڑ دیا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں، اس کے نور سے روشنی طلب کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ روشن کرتے ہیں۔ ان کے لیے عجیب خبر ہے اور ان کے پاس خبر عجیب ہے۔ ان کے ساتھ کتاب قائم ہے۔ اور کتاب کے ساتھ وہ قائم ہیں ان کے ساتھ کتاب گفتگو کرتی ہے اور اس کتاب کے ساتھ وہ گفتگو کرتے ہیں۔ان کے سبب کتاب کا علم ہے اور اس کے سبب وہ عالم ہیں۔ جس چیز کو انھوں نے نہیں پایا اسے پانے کی وہ خواہش نہیں رکھتے اور جس شے کی وہ امید رکھتے ہیں اس سے کم کی وہ آرزو نہیں کرتے اور جن چیزوں سے وہ خود احتیاط اور پرہیز کرتے ہیں ان کے سوا وہ کوئی خوف نہیں رکھتے۔

(أ) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے کہا: اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی یاد آجائے۔

(ب)طبرانی، ابوالشیخ ، ابن مردویہ اور الضیاء نے المختارہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع اور موقوف دونوں طرح روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو ان کے دیدار کے سبب اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے۔

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۷۱۰، ۱۷۷۱۱۔ یہ روایت سعید بن جبیر سے مروی ہے؛تفسیر ابن أبي حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۵۵۔ یہ تفسیر ابن أبي حاتم میں یہ روایت سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔

(ب)الطبرانی، المعجم الکبیر، ج۱۲، ص۱۳، رقم:۱۲۳۲۵؛ الضیاء، الأحادیث المختارۃ، ج۴، ص۱۱۵، رقم:۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶۔حکم:امام ہیثمی نے کہا: اس روایت کو طبرانی نے اپنے شیخ فضل بن أبي روح سے روایت کیا ہے جن کو میں نہیں جانتا جب کہ بقیہ راوی ثقہ ہیں:دیکھیں:مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب سورۃ یونس، رقم:۱۱۰۶۷۔

(أ)ابن مبارک،(۱) حکیم ترمذی نے نوادرالاصول میں، بزار، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالی کا ذکر جاری ہو جائے۔

(ب)ابن مبارک، حکیم ترمذی نے نوادرالاصول میں، بزار، ابن منذر، ابن أبی حاتم،أبوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس ؓنے فرمایا کہ عرض کی گئی :یا رسول اللہ ﷺ اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالی کا ذکر جاری ہو جائے۔

(ج)ابوالشیخ نے مسعر(۲) کی سند سے سہل بن اسد رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کیاہے کہ رسول

(أ)ابن مبارک، الزھد، باب تعظیم ذکر اللہ عزوجل، رقم:۲۱۷؛ مصنف ابن أبی شیبہ، کتاب الزھد، باب ما ذکر عن نبینا ﷺ، رقم:۳۴۳۳۶؛تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۷۰۳،۱۷۷۰۴۔

(ب)ابن مبارک، الزھد، باب تعظیم ذکر اللہ عزوجل،ج رقم:۲۱۸؛حکیم ترمذی، نوادرالأصول، ج۴، ص۸۷؛ البزار، مسند البزار، مسند ابن عباس، رقم:۵۰۳۴؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۵۵۔حکم: امام ہیثمی نے کہا:اس روایت کو البزار نے اپنے شیخ علی بن حرب رازی سے روایت کیا ہے لیکن میں ان کونہیں جانتا۔ باقی راوی ثقہ ہیں۔ دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب الأذکار، باب فی الذین اذا رؤوا ذکر اللہ ،رقم:۱۶۷۷۹۔

(ج)أبوالشیخ کی روایت ان کی دستیاب کتب میں نہیں ملی۔

(۱)ابن مبارک : عبداللہ بن مبارک بن واضح حنظلی تیمی شیخ الاسلام، امام، فخرالمجاھدین قدوۃ الزاھدین تھے۔ ان کے والد ترک اور والدہ خوارزمی تھیں۔انہوں نے سلیمان تیمی، یحی بن سعید، أعمش ، مالک، لیث،ثوری کے علاوہ خلق کثیر سے استفادہ کیا۔ ان سے ان کے استاد الثوری، ابواسحق فزاری،أبوالأحوص وغیرہ نے روایتیں بیان کی ہیں۔ ابن سعد نے انہیں ثقہ، مامون،حجۃ،کثیرالحدیث کہا ہے۔ انہوں نے۱۸۱ھ (۷۹۷ء) کو وفات پائی۔ دیکھیں:ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج۳، ص۶۲۸، رقم:۴۱۴۳؛ ابن حبان، الثقات، ج۴، ص۷، رقم:۲۳۰۰؛ ابن أبی حاتم، الجرح و التعدیل، ج۵، ص۲۲۲، رقم:۸۱۷۲؛ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج۷، ص۲۶۳، رقم:۳۶۴۳۔

(۲)مسعر بن کدام بن ظہیر ہلالی، أبو سلمہ کوفی حدیث کے ثقہ راویوں میں سے ہیں۔ انہوں نے عدی بن ثابت،عمرو بن مرۃ اور قتادۃ بن دعامہ سے روایتیں کی ہیں۔ ان کے تلامذہ میں سفیان بن عیینہ، یحی قطان، ابن مبارک جیسے بڑے بڑے محدثین شامل ہیں۔ انہوں نے مکہ میں ۱۵۲ھ (۷۶۹ء) کو وفات پائی۔ دیکھیں:الذھبی، سیر أعلام النبلاء، ج۷،ص۱۶۳،رقم:۵۵؛ الزرکلی، الأعلام، ج۷،ص۲۱۶۔

اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے۔

(أ) ابن مردویہ نے مسعر بن اخنس کی سند سے سعد رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ دریافت کیا گیا اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آجائے۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں ابوالضحیٰ نے یہ کہا ہے کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جن کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری کردے۔

(ج) احمد، ابن ماجہ، حکیم ترمذی اور ابن مردویہ نے اسماء بنت یزید سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں تمہارے اخیار اور اولیاء کے بارے میں خبر نہ دوں؟ تمام نے عرض کی: کیوں نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے باکمال (اولیاء) وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے۔

(د) حاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث بیان کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں، نہ وہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء ہیں۔لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ان کے قرب اور مجلس کے سبب انبیاء علیہم السلام اور شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔ پس ایک اعرابی اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر سامنے بیٹھ گیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ ہمیں ان کے اوصاف بتائیے۔ ہمارے لیے انہیں وضاحت سے بیان فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایسی قوم ہے جو قبائل سے دور مختلف اطراف کے لوگ ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم ایک دوسرے سے دوستی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے قیامت کے دن نور کے منبر بچھائے گا وہ وہ ان پر بیٹھیں گے۔ لوگ خوف زدہ ہوں گے اور انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا۔ وہی وہ اولیاء اللہ ہیں جنہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(أ) روایت ابن مردویہ کی متداول کتب میں نہیں ملی۔

(ب) مصنف ابن أبي شيبة، كتاب الزهد، باب كلام الحسن البصري، رقم: ۳۵۲۷۹۔

(ج) احمد بن حنبل، مسند احمد، مسند القبائل، من حديث اسماء بنت يزيد، رقم: ۲۷۵۹۹، ۲۷۶۰۱؛ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب من لا يؤبه ، رقم: ۴۱۱۹۔ حکم : ضعیف۔ دیکھیں: البانی، ضعيف ابن ماجه، رقم: ۸۹۸۔

(د) الحاکم، المستدرک، كتاب البر والصلة، رقم: ۷۳۱۸۔

(أ) احمد اور حکیم ترمذی نے عمرو بن جموح(۱) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بندہ صریح ایمان کا حق ادا نہیں کر سکے گا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کے لیے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضیا کے لیے ہی کسی سے بغض رکھے۔ اور جب کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے بغض رکھتا ہے پس وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوستی کا مستحق ہوجاتا ہے۔ بے شک میرے بندوں میں سے میرے دوست اور میری مخلوق میں سے میرے محبوب وہ ہیں جو میرا ذکر کرتے ہیں اور میں ان کا ذکر کرتا ہوں۔

(ب) احمد نے عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ(۲) سے روایت بیان کی ہے جو نبی کریم ﷺ تک پہنچتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے شریر وہ ہیں جو چغل خوری کرتے ہیں، دوستوں کے درمیان

(أ)امام احمد، مسند احمد، مسند المکیین، حدیث عمرو بن الجموع، رقم:۱۵۵۴۹؛ حکیم ترمذی، نوادرالأصول، ج۲، ص۲۵۔
حکم:امام ہیثمی نے کہا: اس کی سند میں رشدین بن سعد ہے اور وہ منقطع اور ضعیف ہے۔ دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب الایمان، باب من الایمان الحب للہ و البغض للہ، رقم:۳۰۲۔

(ب)امام احمد، مسند احمد، مسند الشامیین، حدیث عبدالرحمٰن بن غنم اشعری، رقم: ۱۷۹۹۸۔حکم: مسند احمد کے محققین نے کہا: یہ حدیث اپنے شواہد کی بناء پر حسن ہے اور اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ اس میں شہر بن حوشب راوی ضعیف ہے۔ جب کہ بقیہ رجال ثقہ ہیں۔

(۱)عمرو بن جموع بن زید سلمی رضی اللہ عنہ بنوسلمہ کے رئیس تھے۔ ان کے غزوہ بدر میں شریک ہونے میں اختلاف ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ پیر میں لنگ کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔ غزوہ بدر میں بھی یہی عذر تھا لیکن شدید اصرار پر آپ ﷺ نے انہیں اجازت دی اور پامردی سے لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ دیکھیں: ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج۳، ص۲۵۳، رقم:۱۹۲۵؛ ابن الأثیر، اسدالغابۃ، ج۳، ص۴۷۸، رقم:۳۸۹۲؛ ابن جوزی، صفۃ الصفوۃ، ص۲۳۱، رقم:۷۷۔

(۲)عبدالرحمٰن بن غنم اشعری کے صحابیت میں اختلاف ہے۔ ابن سعد نے انہیں اہل شام کے پہلے طبقے کے تابعین میں شمار کیا ہے۔ العجلی نے انہیں شامی، تابعی ثقہ اور کبار تابعین میں شمار کیا ہے۔ ابن عبدالبر کے نزدیک عہد نبوی میں پیدا ہوئے لیکن آپ ﷺ کو نہیں دیکھا۔ ان سے عطیہ بن قیس، مکحول شامی اور شہر بن حوشب نے روایتیں کی ہیں۔ انہوں نے ۷۸ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں: العجلی، تاریخ الثقات، ص۲۹۷، رقم:۹۷۴؛ ابن حبان، الثقات، ج۲، ص۳۰۵، رقم:۲۳۴۵؛ الدارقطنی، ذکر أسماء التابعین، ج۱، ص۲۱۰، رقم:۵۷۱؛ ابن حجر، تہذیب، ج۴، ص۱۱۲، رقم:۴۶۵۱؛ الذھبی، الکاشف، ج۲، ص۱۶۰، رقم:۳۳۳۲۔

تفریق پیدا کرتے ہیں اور گناہ سے بری لوگوں کو گیا کا الزام دیتے ہیں۔

(أ) حکیم ترمذی نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے خیار اور باکمال لوگ وہ ہیں کہ جب کی رؤیت تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے ان کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کردے۔ اور ان کا عمل آخرت کی جانب تمہیں راغب کردے۔

(ب) حکیم ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرض کی گئی یا رسول اللہ! ﷺ کن کے ساتھ ہمارا بیٹھنا اچھا اور بہتر ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی جسے دیکھنا تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلادے، جس کا بولنا تمہارے اعمال میں اضافہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

(ج) حکیم ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے کون افضل ہے تاکہ ہم اسے ہم نشین اور معلم بنائیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کہ جب اسے دیکھا جائے تو اس رؤیت کے سبب اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہوجائے۔

(د) ابوداؤد، ہناد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابونعیم حلیہ میں اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں بیان کیاہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ لوگ ہیں جن پر انبیاء علیہم السلام اور شہداء بھی رشک کرتے ہیں۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! ﷺ وہ کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں انہیں کوئی گھراہٹ نہیں ہوگی جب لوگ گھبرا رہے ہوں گے اور وہ غمگین نہیں ہوں گے۔ جب لوگ غمزدہ ہوں گے پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: أَلا إِنَّ أَوْلِيَاء اللّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ۔

(أ) حکیم ترمذی، نوادر الأصول، ج۲، ص۲۴۔

(ب) حکیم ترمذی، نوادر الأصول، ج۴، ص۵۷۔

(ج) حکیم ترمذی، نوادر الأصول، ج۲، ص۲۶۔

(د) أبوداؤد، سنن أبي داؤد، کتاب الاجارۃ، باب في الرھن، رقم:۳۵۲۷؛ ہناد، الزھد، باب المتحابین، رقم:۴۷۵؛ تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۷۱۴؛ تفسیر ابن أبي حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۵۳؛ ابن مردویہ کی روایت الزیلعی، تخریج أحادیث الکشاف، ج۲، ص۱۲۹،۱۳۰ پرملی؛ أبونعیم، حلیۃ الأولیاء، ج۱، ص۵؛ البیہقي، شعب الایمان، باب مقارنۃ اھل الدین، فصل قصۃ ابراھیم في المعانقۃ، رقم:۸۵۸۵۔ حکم:صحیح۔دیکھیں:صحیح سنن أبي داؤد، رقم:۳۰۱۲۔

(أ)ابن ابي الدنیا، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ بندے ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے مقام ومرتبہ پر انبیاء علیہم السلام اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! ﷺ وہ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ قوم ہے جو اموال وانساب کے تعلق کے بغیر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ نور کے منبروں پر ان کے چہرے منور اور روشن ہوں گے۔ انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا جب لوگ خوف زدہ ہوں گے اور وہ غمگین نہیں ہوں گے جب لوگ غم زدہ ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے مذکورہ آیت طیبہ پڑھی۔

(ب) احمد، ابن ابي الدنیا نے کتاب الاخوان میں، ابن جریر، ابن ابي حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو نہ انبیاء ہیں اور نہ ہی شہداء ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے ان کے قرب اور ان کی مجالست پر انبیاء علیہم لسلام اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ ایک اعرابی نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ان کے اوصاف بیان فرمایئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دور دراز قبائل کے مسافر اور لوگوں کی اولاد میں سے متفرق لوگ ہیں۔ ان کے درمیان باہم قرابتداری کا کوئی رشتہ موجود نہیں۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے وہ ایک دوسرے کے پاس جمع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے لیے نور کے منبر بچھائے گا اور وہ ان پر بیٹھیں گے۔ لوگ گھبراجائیں گے اور انہیں کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ وہی اولیاء اللہ ہیں جنہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(أ)ابن أبي الدنیا، الاخوان، باب ذکر المتحابین فی اللہ عزوجل، رقم:۵؛ تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۷۱۳؛ البیہقی، شعب الایمان، باب مقارنۃ اھل الدین، فصل قصۃ ابراھیم فی المعانقۃ، رقم:۸۵۸۴۔

(ب)امام احمد، مسند احمد، تتمۃ مسند الأنصار، حدیث أبي مالک أشعري، رقم:۲۲۸۹۴؛ ابن أبي الدنیا، الاخوان، باب ذکر المتحابین فی اللہ عزوجل، رقم:۶؛ تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۷۱۵؛ ابن أبي حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۵۲؛ البیہقی، شعب الایمان، باب مقارنۃ اھل الدین، فصل قصۃ ابراھیم فی المعانقۃ، رقم:۸۵۸۸۔ حکم: مسند احمد کے محققین نے اس کے اسناد کو شہر بن حوشب کی ضعف کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔

(أ) ابن مردویہ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے آپ نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میری محبت، میری رضا کے لیے باہم محبت کرنے والوں کے لیے ثابت ہوچکی ہے۔ میری رضا کے لیے باہم مل کر بیٹھنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہو چکی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو میری مساجد کو میرے ذکر سے آباد کرتے ہیں، لوگوں کو خیر اور نیکی کی تعلیم دیتے ہیں اور انہیں میری اطاعت وفرمانبرداری کی طرف بلاتے ہیں۔ وہی میرے اولیاء ہیں جنہیں میں اپنے عرش کے سائے میں سایہ عطا فرماؤں گا، انہیں اپنے جوار میں سکونت عطا کروں گا، انہیں اپنے عذاب سے محفوظ رکھوں گا اور انہیں عام لوگوں سے پانچ سوبرس پہلے جنت میں داخل کروں گا۔ وہ اس میں طرح طرح کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے پھر نبی کریمﷺ نے مذکورہ آیت طیبہ پڑھی۔

(ب) ابن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کیا ہے کہ نبی کریمﷺ سے اللہ تعالیٰ کے مذکورہ ارشاد کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپﷺ نے فرمایا: اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

(ج)ابن مردویہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

(د) ابن ابی شیبہ اور عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند میں ابومسلمؒ (ا) سے یہ قول نقل کیا ہے کہ

(أ)ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج)ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د)مصنف ابن أبي شيبہ، کتاب الجنة، باب ما ذکر في الجنة، رقم:۳۴۱۵۵؛ مسند احمد، تتمة مسند الأنصار، حدیث عبادة بن الصامت، رقم:۲۲۷۸۲۔

(ا) ابومسلم الخولانی عبداللہ بن ثوب کبار تابعین میں سے ہیں۔ عہد نبویﷺ میں ایمان لائے لیکن آپﷺ کو دیکھنے اور ملاقات کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔ ان سے محمد بن زیاد ہانی، شرحبیل بن مسلم اور مکحول نے روایتیں کی ہیں۔ انہوں نے معاویہؓ کے زمانے میں وفات پائی۔ دیکھیں: أبو نعیم، معرفة الصحابة، ج۳، ص۱۶۰۲؛ الذھبی، سیر أعلام النبلاء، ج۴، ص۷، رقم:۲۔

میں معاذبن جبل سے حمص(ا) میں ملا۔ تو میں نے کہا: خدا کی قسم! بلاشبہ میں تجھ سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت کرتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا تجھے بشارت ہو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم محبت کرنے والے اس دن عرش کے سائے میں ہوں گے جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ ان کے مقام ومرتبہ کے سبب انبیاء علیہم السلام اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ پھر میں نکلا اور میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے جاملا اور میں نے ان کے ساتھ گفتگو کی جو معاذ رضی اللہ عنہ نے کہی۔ تو پھر عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وہ اپنے رب سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری رضا کے لیے باہم محبت کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہو چکی ہے۔ میری خوشنودی کے لیے باہم ملاقات کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہو چکی ہے۔ اور میری رضا میں خرچ کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہو چکی ہے۔ وہ نور کے منبروں پر ہوں گے اور انبیاء علیہم السلام اور صدیقین ان پر رشک کریں گے۔

(اُ) ابن ابی شیبہ اور حکیم ترمذی نے نوادرالاصول میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم محبت کرنے والوں کے لیے سرخ یا قوت کے ستون ہوں گے اور ستون کے سرے میں ستر ہزار کمرے ہیں۔ان کا حسن اہل جنت کو اس طرح روشن کردے گا جس طرح سورج اہل دنیا کو روشن کرتا ہے۔ تو ان میں بعض بعض کو کہیں گے: ہمیں لے چلو یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا میں باہم محبت کرنے والوں کو دیکھ لیں۔ پس جب وہ اس پر جھانکیں گے، تو ان کا حسن اہل جنت کو اس طرح روشن کر دے گا جس طرح سورج اہل دنیا کو روشن کرتا ہے وہ اطلس کے سبز کپڑے پہنے ہوں گے اور ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا: یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آپس میں محبت کرنے والے ہیں۔

(اُ)مصنف ابن اُبی شیبہ، کتاب الجنتہ، باب ما ذکر فی الجنتہ، رقم:۳۴۱۰۱؛ حکیم ترمذی، نوادر الاُصول، ج۲، ص۲۴۔

(ا) حمص:دمشق کے قریب شام کا ایک قدیم مشہور اور بڑا شہر ہےحمص کوحمص بن مہر عملیکی نے آباد کیا تھا اور اسی نام سے موسوم ہوا۔یہ شہرعہد فاروقی میں ۱۴ھ کو اُبو عبیدہ بن جراح اور خالد بن ولیدرضی اللہ تعالی کے ہاتھوں فتح ہوا۔ یہاں خالد بن ولید ان کی زوجہ بیٹے عبدالرحمٰن، ابودرداء، اور اُبوذر غفاری کی قبریں ہیں۔ دیکھیں:یاقوت حموی، معجم البلدان، ج۲، ص۳۰۲،۳۰۴؛ احمد عادل کمال، اطلس فتوحات اسلامیہ، ص۱۷۰۔

(أ)ابن ابی شیبہ نے ابن سابط سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ رحمٰن کی دائیں جانب اور اللہ تعالیٰ کے دونوں دست قدرت دائیں ہی ہیں۔ نور کے منبروں پر ایک قوم ہوگی۔ ان کے چہرے نور کے ہوں گے اور ان پر سبز لباس ہو گا۔ دیکھنے والوں کی آنکھوں کے لیے ان کی رؤیت سے حجاب بن جائے گا۔ وہ نہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء۔ یہ قوم ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی عظمت جلال کے سبب اس وقت باہم محبت کی جب کہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو رہی تھی۔

(ب) ابن ابی شیبہ نے علاء بن زیاد(۱) رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ بندے ہیں جو نہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء۔لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ان کے قرب کے سبب انبیاء علیہم السلام اور شہداء پوچھیں گے۔ یہ کون ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہی وہ لوگ ہیں جو بغیر کسی مالی منفعت کے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے، وہ ایک دوسرے کے ساتھ مال کی مہربانی کرتے تھے حالانکہ ان کے درمیان کوئی رشتہ داری نہ تھی۔

(ج) احمد نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حدث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر باہم محبت کرنے والوں کے کمرے جنت میں ہم اس طرح دیکھیں گے جیسا کہ وہ ستارہ جو مشرق یا مغرب کی جانب سے طلوع ہوتا ہے تو کہا جائے گا: یہ کون ہیں؟ جواب دیا جائے گا: یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم محبت کرنے والے ہیں۔

(أ)مصنف ابن أبی شیبہ، کتاب الجنۃ، باب ما ذکر فی الجنۃ، رقم:۳۴۰۹۵۔

(ب)مصنف ابن أبی شیبہ، کتاب الجنۃ، باب ما ذکر فی الجنۃ، رقم:۳۴۰۹۶۔

(ج)مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، رقم:۱۱۸۲۹۔حکم: مسند احمد کے محققین نے انقطاع کی وجہ سے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ أبوحازم سلمۃ بن دینار کا ابوسعید خدریؓ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

(۱)علاء بن زیاد بن مطر عدوی، أبو نصر بصری، تابعی ، نبی ﷺ سے مرسل روایات بیان کرتا ہے۔ ان کے شیوخ میں ابوہریرہؓ عمران بن حصین اور ان کے والد شامل ہیں۔ ان سے ابراہیم بن ابی عبلۃ، اسحاق بن سوید، اسد بن عبدالرحمن نے روایتیں کی ہیں۔ ابن سعد نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ انہوں نے ۱۹۴ھ (۸۰۹ء) کو شام میں وفات پائی۔ دیکھیں:ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج۷، ص۱۶۳، رقم:۳۰۹۸؛ ابن جوزی، صفۃ الصفوۃ، ص۶۲۴، رقم:۵۰۹؛ ابن حجر، تقریب، ج۲، ص۹۸، رقم:۵۸۹۱۔

لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ لاَ تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ(64)

"ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی ۔خدا کی باتیں بدلتی نہیں ۔یہی تو بڑی کامیابی ہے"۔

(أ) سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے،حکیم ترمذی نے نوادرالاصول میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں عطاء بن یسار سے اور انہوں نے اہل مصر میں سے ایک آدمی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس کے بارے میں کسی نے بھی مجھ سے نہیں پوچھا جب سے میں نے رسول اللہ سے دریافت کیا ہے اور آپ ﷺ نے اس وقت مجھے فرمایا تھا کہ جب سے یہ آیت نازل ہوئی ہے تیرے سوا کسی نے بھی اس کے بارے مجھ سے سوال نہیں کیا۔ یہ اچھے خواب ہیں جو ایک مسلمان دیکھتا ہے یا مسلمان کو دکھائے جاتے ہیں۔ پس یہ دینوی زندگی میں اس کے لیے بشارت ہے اور آخرت میں اس کے لیے بشارت جنت ہے۔

(أ)التفسیر من سنن سعید بن منصور، رقم:۱۰۱۴؛مصنف ابن أبي شیبہ، کتاب الایمان والرؤیا، باب ما قالو فی تعبیر الرؤیا، رقم:۳۰۴۵۲؛ امام احمد، مسندا حمد، مسند القبائل، بقیۃ الحدیث أبي الدرداء، رقم:۲۷۵۵۶؛ الترمذی،سنن ترمذی، کتاب الرؤیا، باب قولہ لھم البشریٰ فی الحیاۃ الدنیا، رقم:۲۲۷۳؛ تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۷۲۲؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم: ۱۰۴۵۹؛ البیہقی، شعب الایمان، فصل فی ذم کثرۃ النوم، رقم:۴۴۴۰_حکم:صحیح۔ دیکھیں:البانی، صحیح سنن ترمذی، رقم:۲۲۸۲۔

(أ) طیالسی، احمد، داری،ترمذی، ابن ماجہ، ہثیم(ا) بن کلیب شاشی، حکیم ترمذی،ابن جریر، ابن منذر، طبرانی، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ سچے خواب ہیں، جو مومن دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں۔

(ب) احمد، ابن جریر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھے خواب ہیں جن کے سبب مومن کو بشارت دی جاتی ہے اور یہ نبوت کے چھیالیس اجزا میں سے ایک جز ہیں۔ پس جو انہیں دیکھے۔ اسے چاہیے کہ وہ ان کے بارے میں محبت اور دوستی رکھنے والے کو بتائے اور جو کوئی ان کے علاوہ خواب دیکھے تو وہ شیطان کی جانب سے ہوگا، تاکہ وہ اسے غم زدہ کردے۔ اسے چاہیے کہ اپنی بائیں جانب تین بارتھوک دے اور خاموش رہے اور اس کے بارے میں کسی کو نہ بتائے۔

(أ) أبو داؤد الطیالسی، مسند الطیالسی، باب أحادیث عبادة الصامت، رقم:۵۸۳؛ امام احمد، مسند احمد، تتمۃ مسند الأنصار، حدیث عبادة بن الصامت، رقم: ۲۲۶۷؛ الدارمی، سنن الدارمی، کتاب الرؤیا، باب فی قولہ تعالیٰ لھم البشریٰ فی الحیاۃ الدنیا، رقم:۲۱۳۶؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب الرؤیا، باب قولہ لھم البشریٰ فی الحیاۃ الدنیا، رقم:۲۲۷۵؛ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب تعبیر الرؤیا، باب:الرؤیاء الصالحۃ یراھا المسلم، رقم:۳۸۹۸؛ تفسیر الطبری، سورة یونس، رقم:۱۷۷۵۶؛ الحاکم، المستدرک، کتاب تعبیر الرؤیاء، رقم: ۸۱۷۹،۳۳۰۲؛ البیہقی، شعب الایمان، باب تعدیم نعم اللہ عزوجل، فصل فی ذم کثرة النوم، رقم:۴۴۲۲_حکم:صحیح۔ دیکھیں:البانی، صحیح سنن ترمذی، رقم:۱۸۵۵۔

(ب)امام احمد، مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند عبداللہ بن عمرو، رقم:۷۰۴۴؛تفسیر الطبری، سورة یونس، رقم: ۱۷۷۵۴؛البیہقی، شعب الایمان، باب تعدیم نعم اللہ عزوجل، فصل فی الرؤیاء، رقم:۴۴۲۳_حکم:مسند احمد کے محققین نے اس روایت کو صحیح لغیرہ کہا ہے۔

(ا)ہثیم بن کلیب بن شریح بن معقل الشاشی، أبو سعید ماوراء النہر کے محدث اور''المسند الکبیر'' کے مؤلف تھے اصلا مرو سے تعلق رکھتے تھے لیکن بخارا میں اقامت پذیر تھے انہوں نے امام ترمذی، یحیٰ بن ابی طالب، عیسیٰ بن احمد عسقلانی سے تحصیل علم کیا۔ ان سے أبو عبداللہ بن مندہ، علی بن احمد خزاعی اور ماوراء النہر کے لوگوں نے روایتیں کی ہیں۔ انہوں نے ۳۳۵ھ (۹۴۶ء) کو وفات پائی۔ دیکھیں:الذھبی، سیرأعلام النبلاء،ج۱۵،ص۳۵۹،رقم:۱۸۳؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۸، ص۱۰۵۔

(أ) ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے میں نبیﷺ سے یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ دنیا میں اچھے خواب ہیں جو ایک نیک بندہ دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں۔

(ب)ابن سعد، بزار، ابن مردویہ اور خطیب نے المتفق والمفترق میں کلبی کی سند سے ابوصالح سے اور انہوں نے جابر بن عبداللہ بن رباب (۱)سے بیان کیا ہے (اور یہ انصاری نہیں ہیں) کہ نبیﷺ نے فرمایا: یہ اچھے خواب ہیں جنہیں مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں۔

(ج)ابن ابی الدنیا نے ذکر الموت میں، ابوالشیخ، ابن مردوی، ابوالقاسم بن مندہ نے کتاب سوال القبر میں ابوجعفر کی سند سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جنگل کے رہنے والوں میں سے ایک آدمی رسول اللہﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی:یا رسول اللہ! ﷺ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں کچھ فرمائیے۔ الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَكَانُواْ يَتَّقُونَ ‎.لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:لَهُمُ الْبُشْـرَى فِـيْ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا یہ تو اچھے خواب ہی جو مومن کودکھائے جاتے ہیں اور ان کے سبب اسے دنیا میں بشارت دی جاتی ہے۔ رہاارشادگرامی وَفِـيْ الآخِـرةِ تو یہ موت کے وقت مومن کے لیے بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اور اسے جوقبرتک اٹھا کر لایا ہے معاف فرمادیاہے۔

(د)ابن مردویہ نے ابوسفیان کی سند سے جابر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم: ۱۷۷۴۸؛ ابن مردویہ کی روایت الزیلعی کی کتاب میں ملی:الزیلعی،تخریج أحادیث الکشاف، ج۲، ص۱۳۴۔

(ب) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج۳، ص۵۷۴؛ خطیب بغدادی، المتفق و المفترق، رقم:۳۴۰۔حکم: امام ہیثمی نے کہا کہ اس میں محمد بن السائب الکلبی ہے جو بہت زیادہ ضعیف ہے۔ دیکھیں:مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، سورۃ یونس، رقم: ۱۱۰۶۹۔

(ج)مطلوبہ کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د)ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱)جابر بن عبداللہ بن رئاب بن نعمان أنصاری سلمی، صحابی، غزوہ بدر، احد، خندق اور دوسرے تمام مشاہد میں آپﷺ کے ساتھ شریک رہیں۔آپ کا شمار ان انصارصحابہ میں ہوتا ہے جنھوں نے عقبۂ اولیٰ سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ ان سے عبداللہ بن عباس نے روایت لی ہے۔دیکھیں:ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ج۱، ص۳۲۸،رقم:۶۴۲؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج۱، ص۲۹۲، رقم۲۸۹؛ ابن حجر، الاصابۃ، ج۱، ص۲۴۲، رقم:۱۰۲۵۔

اسی ارشاد باری تعالی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بارے میں کسی نے مجھ سے نہیں پوچھا، یہ اچھے خواب ہیں جو مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں اور آخرت میں جنت ہے۔

(أ) ابن مردویہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے **اَلْبُشْـــــــرَی** کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اچھا خواب ہے جو ایک مومن دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔

(ب) ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے اسی کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ اچھا خواب ہے جسے مسلمان اپنی ذات کے لیے یا اپنے بھائیوں میں سے کسی کے لیے دیکھتا ہے۔

(ج) سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ نبی کریم ﷺ اپنے مرض ﷺ وصال کے دوران پردہ اٹھایا۔ لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں باندھے کھڑے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مبشرات نبوت میں سے کوئی شے باقی نہیں رہی سوائے اچھے خوابوں کے جنہیں مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں۔

(أ) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) مصنف ابن أبي شيبه، كتاب الايمان و الرؤيا، باب ما قالوا في تعبير الرؤيا، رقم:۳۰۴۶۴؛ تفسير الطبري، سورة يونس، رقم:۱۷۷۳۸۔

(ج) تفسير من سنن سعيد بن منصور، رقم:۱۰۱۶؛ مصنف ابن أبي شيبه، كتاب الايمان و الرؤيا، باب ما قالوا في تعبير الرؤيا، رقم:۳۰۴۵۶؛ أبو داؤد، سنن ابي داؤد، كتاب الصلاة، باب في الدعاء في الركوع والسجود، رقم:۸۷۶؛ النسائي، سنن النسائي، كتاب صفة الصلاة، باب تعظيم الرب في الركوع، رقم:۱۰۴۵؛ ابن ماجه، سنن ابن ماجه، كتاب تعبير الرؤيا، باب الرؤيا الصالحة يراها المسلم، رقم:۳۸۹۹۔ **حكم**: صحيح: الباني، صحيح أبي داؤد، رقم:۷۷۹۔

(أ)سعید منصور، احمد اور ابن مردویہ نے ابوالطفیل عامر بن واثلہ(۱) رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوائے مبشرات کے میرے بعد کوئی بنوت نہیں۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! ﷺ مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا وہ اچھے خواب ہیں۔

(ب)ابن مردویہ نے حذیفہ بن اسید غفاری(۲) رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نبوت ختم ہو چکی ہے۔ میرے بعد کوئی نبوت نہیں اور مبشرات باقی ہیں اور وہ مسلمان کے اچھے خواب ہیں جنہیں وہ دیکھتا ہے یا جو اسے دکھائے جاتے ہیں۔

(ج)ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک رسالت اور نبوت دونوں ختم ہو چکی ہیں، میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی۔ البتہ مبشرات ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: وہ مسلمان کے خواب ہیں اور یہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہیں۔

(أ) تفسیر من سنن سعید بن منصور، رقم:۱۰۱۵؛ امام احمد، مسند احمد، تتمۃ مسند الأنصار، حدیث أبي الطفیل عامر بن واثلۃ، رقم:۲۳۷۹۵۔ حکم: مسند احمد کے محققین نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ امام الہیثمی نے بھی اس کے رجال کو ثقہ قرار دیا ہے دیکھیں: الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب الرؤیا الصالحۃ، رقم:۱۱۷۲۰۔

(ب)ابن مردویہ کی روایت ان کی متداول کتب میں نہیں ملی۔

(ج)مصنف ابن أبي شیبہ، کتاب الایمان و الرؤیاء، باب ما قالوا في تعبیر الرؤیاء، رقم:۳۰۴۶۰؛ امام احمد، مسند احمد، تتمۃ مسند الأنصار، حدیث أنس بن مالک، رقم:۱۳۸۲۴؛ الترمذی، سنن الترمذی، کتاب الرؤیاء، باب ذھبت النبوۃ و بقیت المبشرات، رقم:۲۲۷۲۔ حکم: مسند احمد کے محققین نے اس کے اسناد کو امام مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

(۱) أبو الطفیل عامر بن واثلہ بن عبداللہ بن عمرو کنانی لیثی غزوہ احد کے سال پیدا ہوئے۔ نبی ﷺ کے ساتھ آٹھ سال مصاحبت رہی۔ انہوں نے حضرت علیؓ کے ساتھ مشاہد میں شرکت کی۔ ان کی وفات کے بعد مکہ میں مستقل سکونت اختیار کی اور وہی ۱۰۰ھ یا ۱۰۲، کو وفات پائی۔ صحابہ میں سے آپ نے سب سے آخر میں وفات پائی۔ دیکھیں: ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ج۵، ص۱۳۹، رقم:۶۰۳۷؛ ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص۱۶۴، رقم:۱۹۳؛ الدولابي، الکنی والأسماء، ج۱، ص۴۲، رقم:۱۱۴۔

(۲)حذیفہ بن أسید غفاری رضی اللہ عنہ یا حذیفہ بن أمیہ بن اسید، أبو سریحہ صلح حدیبیہ میں حاضر ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی۔ ان سے أبوالطفیل، الشعبی، معبد بن خالد وغیرہ نے روایتیں کی ہیں۔ انہوں نے ۴۲ھ (۶۶۲ء) کو وفات پائی۔ دیکھیں: ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ج۱، ص۴۸۵، رقم:۱۱۰۸؛ ابن حجر، الاصابۃ، ج۱، ص۳۶۱، رقم:۱۶۴۶؛ ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص۱۴۴، رقم:۱۵۷؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج۱، ص۶۸۱، رقم:۱۳۶۷۔

(أ) احمد اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے۔ کہ ابوقتادہؓ(۱) نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی جانب سے بشارت ہے اور یہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

(ب)احمد اور ابن مردویہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میرے بعد مبشرات کے سوا نبوت میں سے کوئی شے باقی نہیں رہے گی۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: یہ اچھے خواب ہیں جنہیں ایک آدمی دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں۔

(ج)ابن ماجہ اور ابن جریر نے ام کندالکعبیہ (۲) سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے۔ کہ نبوت ختم ہو چکی ہے اور مبشرات باقی ہیں۔

(د) ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب زمانہ قریب ہے تو قریب نہیں کہ مومن کا خواب جھٹلا دیا جائے اور ان میں سے جو زیادہ سچ بولنے والا ہوگا۔ اسی کا خواب زیادہ سچا ہوگا۔ مسلمان کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب)امام احمد، مسند احمد، مسند النساء، مسند الصدیقۃ عائشۃ، رقم: ۲۴۹۷۷۔ **حکم**: مسند احمد کے محققین نے کہا کہ یہ حدیث صحیح اور اس کا سند حسن ہے۔

(ج)ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب تعبیر الرؤیاء، باب الرؤیاء الصالحۃ، رقم:۳۸۹۶؛ تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم: ۱۷۷۳۲۔ **حکم**: صحیح۔ دیکھیں: البانی، صحیح ابن ماجہ، رقم:۳۱۴۴۔

(د)مصنف ابن أبی شیبہ، کتاب الایمان والرؤیاء، باب ما قالوا فی تعبیر الرؤیاء، رقم:۳۰۴۵۱، ۳۰۵۰۸؛ امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الرؤیاء، رقم:۲۲۶۳؛ أبو داؤد، سنن أبی داود، کتاب الأدب، باب ما جاء فی الرؤیاء، رقم:۵۰۱۹؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب الرؤیاء، باب أن رؤیاء المومن جزء من ستۃ و أربعین جزء، رقم:۲۲۷۰؛ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب تعبیر الرؤیاء، باب الرؤیاء ثلاث، رقم: ۳۹۰۶۔

(۱)ابو قتادہؓ انصاری نبی کریم ﷺ کے بہترین شہسواروں میں سے تھے۔ان کا نام حارث بن ربعی تھا۔ وہ اُحد اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہیں۔ان سے ابو سعید خدریؓ، انسؓ، اور جابرؓ نے روایتیں کی ہیں۔ انہوں نے ۵۴ھ(۶۷۳) کو وفات پائی۔ دیکھیں: ابو نعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، ص ۷۴۹، الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص ۴۴۹، رقم: ۸۷، الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۴، ص ۳۴۰۔۳۴۱۔

(۲) الدرالمنثور کے زیر استعمال مطبوعہ میں ''أم کند الکعبیہ'' ہے جب کہ کتب التخریج سنن ابن ماجہ اور تفسیر الطبری میں اور کتب التراجم میں ''أم کرز الکعبیہ'' ہے۔ ام کرز الکعبیہ خزاعیہ صحابیہ ہیں۔ ان سے ابن عباس، طاوس، سباع بن ثابت، مجاہد اور عطاء بن أبی رباح نے روایتیں بیان کی ہیں۔ انہوں نے حدیبیہ کے دن اسلام قبول کیا تھا۔ دیکھیں: ابن حجر، الاصابۃ، ج ۸، ص ۲۸۶، رقم: ۱۲۲۱۹؛ ابن حبان، الثقات، ج ۳، ص ۴۵۹، رقم: ۱۵۳۸۔

میں سے ایک جز ہے۔ اور خواب تین قسم کے ہیں۔ پس اچھے خواب تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بشارت ہیں۔ ایک وہ خواب ہے جس سے شیطان غم زدہ کرتا ہے۔ اور ایک وہ خواب جس کے سبب آدمی اپنے آپ سے بات کرتا ہے۔ جب تم میں سے کوئی مکروہ اور ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ اٹھے اور تھوک دے اور اس کے بارے لوگوں سے گفتگو نہ کرے۔ حالت خواب میں قید پسندیدہ ہے اور ہتھکڑی مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ اور قید سے مراد دین میں ثابت قدم رہنا ہے۔ ابن ماجہ کے الفاظ کا مفہوم یہ ہے جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے خوش کرے تو اسے چاہیے کہ اگر وہ پسند کرے تو اسے بیان کرے اور اگر کوئی ناپسندیدہ شے دیکھے تو پھر اسے کسی کے سامنے بیان نہ کرے اور چاہیے کہ اٹھے اور نماز پڑھے۔

(أ) ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی اور نسائی نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزا میں سے ایک جز ہے۔

(ب) بخاری، ترمذی اور نسائی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے سنا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جسے وہ پسند کرتا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوگا۔ پس اس چاہیے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے اور اسے بیان بھی کرے۔ اور جب کوئی اس کے سوا دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو شیطان کی جانب سے ہوگا۔ تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کرے۔ کیونکہ وہ اسے کوئی نقصان نہیں دے گا۔

(ج) ابن ابی شیبہ، بخاری اور ابن ماجہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ

(أ) مصنف ابن أبي شيبہ، كتاب الايمان والرؤيا، باب ما قالوا في تعبير الرؤيا، رقم:۳۰۴۵۳؛ البخاري، صحيح البخاري، كتاب التعبير، باب الرؤيا الصالحة، رقم:۶۵۸۶؛ امام مسلم، صحيح مسلم، كتاب الرؤيا، رقم:۲۲۶۴؛ أبو داود، سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب ما جاء في الرؤيا، رقم:۵۰۱۸؛ الترمذي، سنن ترمذي، كتاب الرؤيا، باب أن رؤيا المومن جزء من ستة و أربعين جزء، رقم:۲۲۷۱؛ النسائي، السنن الكبرىٰ، كتاب التعبير، باب الرؤيا الحسنة من الرجل الصالح، رقم:۷۶۲۵۔

(ب) البخاري، صحيح البخاري، كتاب التعبير، باب اذا رأى ما يكره فلا يخبر بها، رقم:۶۶۲۸؛ الترمذي، سنن ترمذي، كتاب الدعوات، باب ما يقول اذا رأى رؤيا يكرها، رقم:۳۴۵۳؛ النسائي، السنن الكبرىٰ، كتاب التعبير، باب اذا رأى ما يكره، رقم: ۷۶۵۲۔

(ج) مصنف ابن أبي شيبہ، كتاب الايمان والرؤيا، باب ما قالوا في تعبير الرؤيا، رقم:۳۰۴۶۵؛ البخاري، صحيح البخاري، كتاب التعبير، باب الرؤيا الصالحة، رقم:۶۵۸۸؛ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، كتاب تعبير الرؤيا، باب الرؤيا الصالحة يراها المسلم، رقم:۳۸۹۵۔

انہوں نے رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اچھا خواب چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ کے الفاظ ہیں کہ وہ نبوت کے ستراجزا میں سے ایک جز ہے۔

(أ) ابن ابی شیبہ، بخاری اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

(ب) بخاری نے ذکر کیا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے مبشرات کے سوا نبوت میں سے کوئی شے باقی نہیں رہی۔ انہوں نے عرض کی مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا اچھے خواب۔

(ج) ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہﷺ نے فرمایا: اچھا خواب نبوت کے ستراجزاء میں سے ایک جز ہے۔

(د)ابن ابی شیبہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ خواب مبشرات میں سے ہے اور یہ نبوت کے ستراجزاء میں سے ایک جز ہے۔

(ھ) ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا کے ضمن میں عروہؓ نے کہا: اس سے مراد اچھا خواب ہے جس کو نیک بندہ دیکھتا ہے۔

(و)ابن ابی شیبہ رحمہ نے مجاہدؒ کا یہ قول نقل کیا ہے اس سے مراد اچھا خواب ہے جسے بندۂ مومن دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔

(ز)حکیم ترمذی اور ابن مردویہ نے حمید بن عبداللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے عبداللہ بن

(أ)مصنف ابن أبي شيبہ، كتاب الايمان والرؤيا، باب ما قالوا في تعبير الرؤيا، رقم:۳۰۴۵۰؛البخاري، صحيح البخاري، كتاب التعبير، باب الرؤياء الصالحة، رقم:۶۵۸۷؛ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، كتاب تعبير الرؤيا، باب الرؤياء الصالحة يراها المسلم، رقم:۳۸۹۴۔

(ب)البخاري، صحيح البخاري، كتاب التعبير، باب المبشرات، رقم:۶۵۸۹۔

(ج)مصنف ابن أبي شيبہ، كتاب الايمان والرؤيا، باب ما قالوا في تعبير الرؤيا، رقم:۳۰۴۵۵؛ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، كتاب تعبير الرؤيا، باب الرؤياء الصالحة، رقم:۳۸۹۷۔حكم:صحيح۔ الباني، صحيح سنن ابن ماجہ، رقم:۳۱۴۳۔

(د)مصنف ابن أبي شيبہ، كتاب الايمان والرؤيا، باب ما قالوا في تعبير الرؤيا، رقم:۳۰۴۶۱۔

(ھ)مصنف ابن أبي شيبہ، كتاب الايمان والرؤيا، باب ما قالوا في تعبير الرؤيا، رقم:۳۰۴۶۲۔

(و)مصنف ابن أبي شيبہ، كتاب الايمان والرؤيا، باب ما قالوا في تعبير الرؤيا، رقم:۳۰۴۶۳۔

(ز)حكيم ترمذي، نوادر الأصول، باب في حقيقة الرؤيا، ج۱، ص۱۹۹۔

صامت رضی اللہ عنہ سے لَھُمُ الْبُشْرَی فِی الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا کے بارے میں پوچھا۔ تو عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے استفسار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اچھا خواب ہے جو مومن اپنی ذات کے لیے دیکھتا ہے، یا اسے دکھایا جاتا ہے اور وہ ایک کلام ہے جو تیرا رب اپنے بندے سے اس کی حالت نیند میں کرتا ہے۔

(أ) حکیم ترمذی نے بیان کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: جب وہ آدمی صبح کرے جس نے کوئی اچھا خواب دیکھا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے بارے میں ہمیں بتائے۔ کیونکہ ایک مسلمان آدمی جس نے خوب اچھی طرح وضو کیا، اس کا اچھا خواب مجھے بتانا میرے نزدیک فلاں فلاں چیز سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(ب) ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، ترمذی اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن ماجہ نے ابورزین رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے اور جب تک وہ اسے بیان نہ کرے وہ اس آدمی پر اڑتا رہتا ہے اور جب وہ اسے بیان کردے تو وہ گر پڑتا ہے۔

(ج) مالک، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رؤیا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور حلم (خواب) شیطان کی جانب سے ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی ایسی شے دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ تو اسے چاہیے کہ اپنی بائیں جانب تین بار تھوک دے پھر اعوذباللہ من الشیطن الرجیم پڑھے۔ تو یہ اسے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے گی۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) مصنف ابن أبي شيبہ، كتاب الايمان والرؤيا، باب ما قالوا فی تعبیر الرؤیاء، رقم:۳۰۴۴۹؛ مسند احمد، مسندالمدنیین، حدیث أبي رزين العقيلي، رقم:۱۶۱۸۲؛ أبو داؤد، سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب ما جاء فی الرؤیاء، رقم:۵۰۲۰؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب الرؤیاء، باب أن تعبیر الرؤیاء، رقم:۲۲۷۹؛ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب تعبیر الرؤیاء، باب الرؤیاء اذا اعتبرت و قدمت رقم:۳۹۱۴۔

(ج) مالک، الموطا، کتاب الجامع، باب ما جاء فی الرؤیاء، رقم:۳۵۱۵؛ البخاری، صحیح البخاری، کتاب الطب، باب النفث فی الرقیۃ، رقم:۵۴۱۵؛ مسلم، صحیح مسلم، کتاب الرؤیاء، رقم:۲۲۶۱؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب الرؤیاء، باب اذا رأی فی المنام ما یکرہ، رقم:۲۲۷۷؛ النسائی، السنن الکبریٰ، کتاب التعبیر، باب الحلم، رقم:۷۶۵۵، ۱۰۷۳۶، ۱۰۷۳۷؛ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب تعبیر الرؤیاء، باب من رأی رؤیاء یکرھا، رقم:۳۹۰۹۔

(أ) ابن ابی شیبہ نے عوف(۱)بن مالک اشجعی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رؤیا (خواب) تین قسم کے ہیں: شیطان کی جانب سے خوف زدہ کرنا، تاکہ وہ اس کے ذریعہ انسان کو غمگین کردے۔اور خوف میں سے امر بھی ہے کہ وہ بیداری کی حالت میں اپنے آپ سے جو باتیں کرتا ہے تو وہ وہی حالت خواب میں دیکھتا ہے اور خواب کی ایک قسم یہ ہے کہ وہ نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

(ب) حکیم ترمذی نے نوادرالاصول میں سمیر بن ابی واصل(۲) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کہا جاتا جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے خیر اور بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے نیند کی حالت میں عتاب کرتا ہے۔

(ج) ابن جریر اور ابن منذر نے علی بن ابی طلحہ کی سند سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ ارشاد باری تعالیٰ لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا یہ نبی کریم ﷺ کے لیے ہی ہے۔فرمایا: وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللهِ فَضْلًا كَبِيرًا(۳)

(د) ابن منذر نے مقسم(۴) کی سند سے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دو آیتیں ہیں جن کے ساتھ مومن کو اس کی موت کے وقت بشارت دی جائے گی: أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ

(أ)مصنف ابن أبی شیبہ، کتاب الایمان والرؤیاء، باب ما قالوا فی تعبیر الرؤیا، رقم:۳۰۵۰۷۔

(ب)نوادر الأصول میں روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۷۵۲۔

(۱)عوف بن مالک أشجعی أبو عبدالرحمن صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں فتح مکہ حاضر ہوئے اور قبیلہ أشجع کا علم ان کے ہاتھ میں تھا۔صحابہ میں سے ان سے ابو أیوب انصاری ، ابوہریرۃ اور کبار تابعین میں سے أبو مسلم خولانی، أبوادریس خولانی، جبیر بن نفیر وغیرہ نے روایتیں کی ہیں۔انہوں نے ۷۳ھ (۶۹۲ء) میں وفات پائی۔ابونعیم،معرفۃ الصحابۃ، ج۴، ص ۲۲۰۳: السیوطی، حسن الحاضرۃ، ج۱، ص۲۲۵، رقم:۲۱۵۔

(۲)سمیر بن أبی واصل کی حالات زندگی نہیں ملی۔

(۳)(الاحزاب:۴۷)

(۴)مقسم بن بجرۃ یا ابن نجدۃ مولی ابن عباسؓ ، ابو قاسم تابعی ابن عباسؓ، عائشہؓ ام سلمہؓ میمونہؓ سے روایت بیان کرتا ہے۔ان سے حکم بن عتیبہ اور یزید بن أبی زیاد نے روایتیں کی ہیں۔امام ذہبی نے انہیں صدوق کہا ہے۔ دیکھیں:الذھبی، من تکلم فیہ وھو موثق، ص۱۸۰، رقم:۳۴۱: البخاری، التاریخ الکبیر، ج۸، ص۳۳، رقم:۲۰۵۷: ابن ابی حاتم، الجرح و التعدیل، ج۸، ص۴۱۴، رقم: ۱۸۸۹۔

عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ (۱) اور اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (۲)

(أ)ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا نے ذکر الموت میں، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابوالقاسم(۳) بن مندہ نے کتاب سوال القبر میں بیان کیا ہے کہ لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کے ضمن میں ضحاک نے فرمایا: کہ وہ مرنے سے پہلے جان لے گا کہ وہ کہاں ہوگا۔

(ب)عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ زہریؒ اور قتادہؒ دونوں نے کہا: اس سے مراد موت کے وقت کی بشارت ہے۔

(ج)ابن جریر، حاکم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں نافعؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حجاج نے خطبہ دیا اور کہا: کہ ابن زبیر نے کتاب اللہ کو بدل دیا ہے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تو اس کی طاقت رکھتا ہے نہ ابن زبیر، اس لیے کہ ارشاد گرامی ہے: لاَ تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ "اللہ تعالیٰ کے کلمات نہیں بدلتے"۔

وَلاَ يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعاً هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (65) أَلا إِنَّ لِلّٰهِ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الأَرْضِ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ شُرَكَاء إِن يَتَّبِعُونَ إِلاَّ الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلاَّ يَخْرُصُونَ (66)

"اور(اے پیغمبرؐ) ان لوگوں کی باتوں پر آزردہ نہ ہونا (کیونکہ) عزت سب خدا ہی کی ہے وہ (سب کچھ) سنتا (اور)جانتا ہے ۔سن رکھو کہ جومخلوق آسمانوں میں ہے اور جو لوگ زمین میں ہیں سب خدا

(أ)مصنف ابن أبی شیبہ، کتاب الزھد، باب کلام عکرمۃ، رقم:۳۵۴۹۹؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم: ۱۰۴۶۱۔

(ب)عبدالرزاق، تفسیر الصنعانی، ج۱، ص۲۹۶؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم: ۱۰۴۶۲۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۷۵۹؛ الحاکم، المستدرک، کتاب التفسیر، باب سورۃ یونس، رقم:۳۳۰۱؛ البیھقی، الأسماء والصفات، باب ما جاء فی اثبات صفۃ القول، رقم:۵۲۸۔

(۱)(یونس:۶۲)

(۲)(فصلت:۳۰)

(۳)ابوالقاسم بن مندہ: عبدالرحمٰن بن محمد بن اسحاق، ابن مندہ عبدی، أبو القاسم حافظ، مؤرخ اور جلیل القدر محدث تھے طلب علم میں انہوں نے کئی اسفار کیے اور کئی کتابیں تصنیف کیے جس میں اہل بدعت کی شدید تردید کی۔ تاریخ أصبہان اور مستخرج من کتب الناس ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ انہوں نے ۴۷۰ھ (۱۰۷۸ء) کو وفات پائی۔ دیکھیں: ابن أبی یعلی، طبقات الحنابلۃ، ج۲، ص۲۳۹؛ الذھبی، سیر أعلام النبلاء، ج۱۸، ص۳۴۹، رقم:۱۶۸؛ الزرکلی، الأعلام، ج۳، ص۳۲۷۔

کے (بندے اور اس کے مملوک) ہیں اور یہ جو خدا کے سوا (اپنے بنائے ہوئے) شریکو ں کو پکارتے ہیں وہ(کسی اور چیز کے) پیچھے نہیں چلتے ۔صرف ظن کے پیچھے چلتے ہیں اور محض اٹکلیں دوڑا رہے ہیں ۔"۔

(أ)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب انہیں اس دین سے کوئی نفع نہ ہوا جو دین آپﷺ اللہ تعالی کی جانب سے لے کر آئے اور وہ اپنے کفر پر ہی قائم رہے۔تو رسول اللہ پر انتہائی گراں گزرا۔تو اللہ کی جانب سے یہ حکم آیا جس میں اللہ تعالی تعالی فرمایا رہا ہے:وَلاَ يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّهِ جَمِيعاً هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ کہ جو وہ کہتے ہیں اللہ تعالی اسے سنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے، سو اگر اللہ تعالی اپنا غلبہ چاہے تو وہ یقینا ان پر غالب آجائے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُواْ فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِراً إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ (67) قَالُواْ اتَّخَذَ اللّهُ وَلَداً سُبْحَانَهُ هُوَ الْغَنِيُّ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَات وَمَا فِي الأَرْضِ إِنْ عِندَكُم مِّن سُلْطَانٍ بِهَـذَا أَتقُولُونَ عَلَى اللّهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ (68)قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّهِ الْكَذِبَ لاَ يُفْلِحُونَ (69)مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُواْ يَكْفُرُونَ(70)

"وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ اس میں آرام کرو ۔اور روز روشن بنایا (تا کہ اس میں کام کرو) جو لوگ (مادۂ) سماعت رکھتے ہیں ان کے لئے ان میں نشانیاں ہیں۔(بعض لوگ) کہتے ہیں کہ خدا نے بیٹا بنا لیا ہے اس کی ذات (اولاد سے) پاک ہے ،(اور) وہ بے نیا ز ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے (اے افترا پردازو) تمہارے پاس اس(قول باطل)کی کوئی دلیل نہیں ہے ۔تم خدا کی نسبت ایسی بات کیوں کہتے ہو جو جانتے نہیں ۔کہہ دو کہ جو لوگ خدا پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہیں پائیں گے ۔(ان کے لئے جو) فائدے ہیں دنیا میں (ہیں) پھر ان کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اس وقت ہم ان کو عذاب شدید (کے مزے) چکھائیں گے کیونکہ کفر (کی باتیں)کیا کرتے تھے "۔

(ب)ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ قتادہؒ نے فرمایا: والنهار مبصراً کا معنی ہے: اور دن کو روشن بنایا۔ یعنی مبصر بمعنی منیر ہے۔

(ج)ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ إِنْ عِندَكُم مِّن سُلْطَانٍ کے بارے میں حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمہارے پاس (اس بیہودہ بات) کی کوئی دلیل نہیں ہے۔یعنی اس میں ان بمعنی ما ہے۔

(أ)روایت اُبوالشیخ کی متداول کتب میں نہیں ملی۔

(ب) تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۷۰۔

(ج) اُبوالشیخ کی متداول کتب روایت میں نہیں ملی۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُم مَّقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللّهِ فَعَلَى اللّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُواْ أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءكُمْ ثُمَّ لاَ يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُواْ إِلَيَّ وَلاَ تُنظِرُونِ (71) فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلاَّ عَلَى اللّهِ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (72) فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَمَن مَّعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلاَئِفَ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُواْ بِآيَاتِنَا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذَرِينَ (73) ثُمَّ بَعَثْنَا مِن بَعْدِهِ رُسُلاً إِلَى قَوْمِهِمْ فَجَآؤُوهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُواْ لِيُؤْمِنُواْ بِمَا كَذَّبُواْ بِهِ مِن قَبْلُ كَذَلِكَ نَطْبَعُ عَلَى قُلوبِ الْمُعْتَدِينَ (74)

"ان کو نوح کا قصہ پڑھ کر سنا دو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا اے قوم ! اگرتم کو میرا تم میں رہنا اور خدا کی آیتوں سے نصیحت کرنا ناگوار ہو تو میں خدا پر بھروسہ رکھتا ہوں تم اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر ایک کام (جو میرے بارے میں کرنا چاہو) مقرر کر لو اور وہ تمہاری تمام جماعت (کو معلوم ہو جائے اور کسی) سے پوشیدہ رہے پھر وہ کام میرے حق میں کرگزرو اور مجھے مہلت نہ دو ۔اور اگر تم نے منہ پھیر لیا تو (تم جانتے ہو کہ) میں نے تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگا میرا معاوضہ تو خدا کے ذمہ ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں رہوں ۔لیکن ان لوگوں نے ان کی ان تکذیب کی تو ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے سب کو (طوفان سے) بچالیا اور انہیں (زمین میں) خلیفہ بنا دیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کو غرق کر دیا تو دیکھ لو کہ جو لوگ ڈرائے گئے تھے ان کا کیسا انجا م ہوا؟پھر نوح کے بعد ہم نے اور پیغمبر اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے ۔تووہ ان کے پا س کھلی نشانیا ں لے کر آئے ۔مگر وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ جس چیز کی پہلے تکذیب کر چکے تھے اس پر ایمان لے آتے ۔ اسی طرح ہم زیادتی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں"۔

(أ)ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ اعرج فَأَجْمِعُواْ أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: پس تم اپنے معاملہ کا فیصلہ کرلو اور اپنے شریکوں کو بھی بلالو۔

(ب) ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ انہی الفاظ کی تفسیر میں حسن ؒ نے فرمایا: پس چاہتے کہ تم اپنے ساتھ ان کے معاملہ کو جمع کرلو۔

(أ)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۸۱۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۸۲۔

(أ)عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً کی تفسیر میں قتادہؒ نے فرمایا: کہ تم پر تمہارا فیصلہ گراں ثابت نہ ہو۔ پس تم فیصلہ کرو جو تم فیصلہ کرتے ہو۔

(ب)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ثُمَّ لاَ اقضوا الی کا معنی ہے پھر میری طرف تیزی سے حملہ آور ہو وَلَا تُنْظِرُونِ اور مجھے نہ دو۔

(ج)ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا:ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ کا معنی ہے۔ پھر میرے ساتھ وہ کر گزرو جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِن بَعْدِهِم مُّوسَى وَهَارُونَ إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ بِآيَاتِنَا فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْماً مُّجْرِمِينَ (75) فَلَمَّا جَاءهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ مُّبِينٌ (76)قَالَ مُوسَى أَتَقُولُونَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءكُمْ أَسِحْرٌ هَذَا وَلاَ يُفْلِحُ السَّاحِرُونَ (77)قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءنَا وَتَكُونَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاء فِي الأَرْضِ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ (78) وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ (79)فَلَمَّا جَاء السَّحَرَةُ قَالَ لَهُم مُّوسَى أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ (80)فَلَمَّا أَلْقَوا قَالَ مُوسَى مَا جِئْتُم بِهِ السِّحْرُ إِنَّ اللّهَ سَيُبْطِلُهُ إِنَّ اللّهَ لاَ يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ (81)وَيُحِقُّ اللّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ (82)

پھر ان کے بعد ہم نے موسٰی اور ہارون کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ گنہگار لوگ تھے تو جب ان کے پاس ہمارے ہاں سے حق آیا تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے ۔موسٰی نے کہا کیا تم حق کے بارے میں جب وہ تمہارے پاس آیا یہ کہتے ہو کہ یہ جادو ہے حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پانے کے ۔ وہ بولے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ جس (راہ) پر ہم اپنے باپ دادا کو پاتے رہے ہیں اس سے ہم کو پھیر دو ۔ اور (اس) ملک میں تم دونوں ہی کی سرداری ہو جائے ؟اور ہم تم پر ایمان لانیوالے نہیں ہیں ۔ اور فرعون نے حکم دیا کہ سب کامل فن جادوگروں کو ہمارے پاس لے آؤ ۔جب جادوگر آئے تو موسٰی نے ان سے کہا کہ جو تم کو ڈالنا ہو ڈالو۔جب انہوں نے (اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو) ڈالا تو موسٰی نے کہا کہ جو چیزیں تم (بناکر) لائے ہو جادو ہے خدا اس کو ابھی نیست ونابود کر دے گا ۔ خدا شریروں کے کام

(أ)عبدالرزاق، تفسیر الصنعانی، سورۃ یونس، ج۱، ص۲۹۶؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۸۳۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۸۴،۱۰۴۸۷۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۷۶۳؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۴۸۵۔

سنوارا نہیں کرتا ۔اورخدا اپنے حکم سے سچ کو سچ ہی کر دے گا اگر چہ گنہگار برا ہی مانیں "۔

(أ) عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے فرمایا: لِتَلْفِتَنَا کا معنی ہے"لِتَلْوِيَنَا" تا کہ تو ہمیں موڑ دے دور ہٹادے۔

(ب) ابن أبی حاتم اور أبو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ اسی لفظ کی تفسیر میں سدیؒ نے کہا تا کہ تم ہمیں ہمارے معبودوں سے روک دو۔

(ج) ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا: کہ آیت میں الکبریاء کا معنی ہے عظمت، حکومت اور بادشاہی و غلبہ۔

(د)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے لیث بن ابی سلیم(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ آیات اللہ تعالیٰ کے اذن سے سحر (جادو)کے لیے باعث شفا ہے۔ آپ برتن میں پانی ڈال کر یہ آیات پڑھتے اور پھر وہ پانی اس آدمی کے سر پر انڈیلتے جس پر جادوکیا ہوتا۔ اس میں سورۂ یونس کی یہ آیات ہیں:فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوسَى مَا جِئْتُم بِهِ السِّحْرُ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ سے لے کر وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ تک اور سورۂ اعراف کی یہ آیات فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(۲) سے لے کر چار آیتوں کے آخر تک۔ اور یہ ارشاد اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى(۳)

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۷۶۵؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۰۷۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۰۸۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۰۹،۱۰۵۱۰۔

(د)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۱۴۔

(۱)لیث بن أبی سلیم بن زنیم، أبوبکرر یا أبوبکیر کوفی، طاؤس، مجاہد،عطاء عکرمہ، أبو اسحاق سبیعی، شہر بن حوشب وغیرہ سے روایت کرتا ہے جب کہ ان سے الثوری، أبوالأحوص، الحسن بن صالح نے روایتیں کی ہیں۔ ابن حجر نے انہیں صدوق کہا ہے۔ انہوں نے ۱۳۸ھ یا ۱۴۳ھ کو وفات پائی ۔ دیکھیں:ابن حجر، تہذیب التھذیب، ج ۵، ص۴۲۴، رقم:۶۷۰۰؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج۶، ص۳۳۶، رقم:۲۵۵۲؛ ابن حجر، تقریب التھذیب، ج۲، ص۴۹۵، رقم:۵۶۸۵۔

(۲)الاعراف:۱۱۸۔

(۳)طٰہٰ:۶۹۔

(أ)ابن منذر ہارون سے یہ قول کیا ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حروف اس طرح ہیں"مَا آتَيْتُمْ بِهِ سِحْرٌ "اور ابن مسعودرضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں: مَا جِئْتُمْ بِهِ لا السِّرُّ۔

فَمَا آمَنَ لِمُوسَى إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّن قَوْمِهِ عَلَى خَوْفٍ مِّن فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ أَن يَفْتِنَهُمْ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ (83)وَقَالَ مُوسَى يَا قَوْمِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّسْلِمِينَ (84)فَقَالُوا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (85)وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (86)

"تو موسٰی پر کوئی ایمان نہ لایا ۔مگر اس کی قوم میں سے چند لڑکے (اور وہ بھی) فرعون اوراس اہل دربار سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں وہ ان کو آفت میں نہ پھنسا دے ۔ اور فرعون ملک میں متکبر و متغلب اور (کبر وکفر میں) حد سے بڑھا ہوا تھا ۔اور موسٰی نے کہا کہ بھائیوں ! اگر تم خدا پر ایمان لائے ہو تو اگر (دل سے)فرمانبردار ہو تو اسی پر بھروسہ رکھو۔تووہ بولے کہ ہم خدا ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو ظالم لوگوں کے ہاتھ سے آزمائش میں نہ ڈال ۔ اور اپنی رحمت سے قوم کفار سے نجات بخش۔"۔

(ب) ابن جریر، ابن منذر،ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَمَا آمَنَ لِمُوسَى إِلَّا **ذُرِّيَّةٌ** کے ضمن میں فرمایا ہے: کہ ان کی تھوڑی سی اولاد موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی۔

(ج) ابن جریر، ابن منذر،ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ذُرِّيَّةٌ مِّن قَوْمِهِ کے ضمن میں آپ نے فرمایا کہ قوم سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔

(د) ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا کہ ان کی اولاد موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی جس کی طرف آپ کو طویل زمانے سے بھیجا گیا تھا اور ان کے آباء واجداد مرگئے۔

(أ)ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۷۷۴؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۱۷۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۷۸۲؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۰۱۶۔

(د)ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور أبو الشیخ کی متداول کتابوں میں روایت نہیں ملی۔ البتہ تفسیر مجاہد میں روایت ملی۔تفسیر مجاہد، سورۃ یونس، رقم:۶۰۰۔

(أ)ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ اولاد جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی وہ قوم فرعون کے بنی اسرائیل کے لوگوں میں سے تھی۔ ان ہی میں سے فرعون کی بیوی، آل فرعون کے مومن، فرعون کا خازن اور اس کے خازن کی بیوی بھی ہے۔

(ب)عبدالرزاق، سعید بن منصور، نعیم بن حماد نے الفتن میں اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ کے تحت مجاہد نے فرمایا: اے ہمارے رب ! تو انہیں ہم پر غلبہ نہ دے کیوں کہ وہ ہمیں فتنوں میں ڈالتے رہیں گے۔

(ج)ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے اسی آیت کے ضمن میں مجاہد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اے ہمارے رب! تو ہمیں قوم فرعون کے ہاتھوں عذاب نہ دے اور نہ ہی اپنی جانب سے عذاب میں مبتلا کر۔ پس قوم فرعون کہے گی: اگر وہ حق پر ہوتے تو وہ عذاب نہ دیئے جاتے اور ہم ان پر غالب نہ آتے۔ پس وہ ہمارے سبب فتنوں میں مبتلا ہوجائیں گے۔

(د) ابن ابی شیبہ، ابن منذراورابوالشیخ نے ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے موسیٰ علیہ السلام کے اس قول رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ کے بارے میں یہ قول نقل کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے التجاء کی کہ وہ ہم پر ہمارے دشمنوں کو غالب نہ کرے۔ کیونکہ وہ یہ گمان کریں گے کہ وہ زیادہ عدل کرنے والے ہیں تو وہ اسی کے سبب فتنے میں پڑ جائیں گے۔

(ھ)ابن منذر، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابومجلز سے یہ قول بیان کیا ہے: اے ہمارے رب! تو انہیں ہم پر غلبہ نہ دے کیونکہ وہ یہ گمان کریں گے کہ وہ ہم سے بہتر ہیں۔

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۷۸۱۔

(ب) عبدالرزاق الصنعانی، تفسیر الصنعانی، ج۱، ص۲۹۷؛ تفسیر من سنن سعید بن منصور، رقم:۱۰۱۷؛ نعیم بن حماد، الفتن، باب العصمۃ من الفتن، ج۱، ص۸۱۔

(ج)تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۲۲۔

(د)روایت نہیں ملی۔

(ھ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۷۸۴؛تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۲۴۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى وَأَخِيهِ أَن تَبَوَّءَا لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتاً وَاجْعَلُواْ بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ (87)

اور ہم نے موسٰی اور اس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے لوگوں کے لئے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ (یعنی مسجدیں) ٹھیراؤ ۔ اور نماز پڑھو اور مؤمنوں کو خوشخبری سنادو۔"۔

(أ) ابوالشیخ نے قتادہؒ سے بیان کیا ہے (کہ اس آیت میں اس وقت کا ذکر ہے) جبکہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو نماز سے روک دیا تھا۔ تو انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اپنی مساجد اپنے گھروں میں بنائیں اور ان کے رخ قبلہ شریف کی طرف کریں۔

(ب)ابن جریر، ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے فرمایا: آیت میں مصر سے مراد اسکندریہ(ا) کا شہر ہے۔

(ج) سعید بن منصور ابن منذر ابن أبی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَاجْعَلُواْ بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً کی تفسیر میں مجاہد نے ذکر کیا ہے کہ وہ صرف عبادت گاہ میں ہی نماز پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ انہیں آل فرعون سے خوف لاحق ہوگیا۔ تو انہیں اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم دے دیا گیا۔

(د) فریابی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے انہی الفاظ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اپنے گھروں میں مساجد بنالیں۔

(ھ) ابن جریر اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ فرعون اور اس کی قوم سے نماز پڑھنے کے لیے علیحدہ ہو جاتے تھے۔ تو رب کریم نے فرمایا:وَاجْعَلُواْ بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً کہ تم قبلہ رخ اپنے گھر بناؤ اور یہ بیان کیا گیا کہ آدم علیہ السلام اور آپ کے بعد جو بھی ہوئے ہیں وہ قبلہ رخ

(أ)روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۱۴؛تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۲۶۔

(ج) التفسیر من سنن سعید بن منصور، رقم:۱۷۸۱۴؛تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۳۱۔

(د)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۷۹۴؛تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۲۹۔

(ھ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۷۹۵۔

(ا)سکندریہ: اسکندرون ترکی کا ایک شہر ہے جو خلیج اسکندرون کے ساحل پر واقع ہے۔ اسے عربی میں اسکندرونہ یا اسکندریہ کہتے ہیں۔۱۹۳۹ء میں اسکندرون کی مملکت پر ترکی اور شام کے مابین جھگڑا ہوا تھا۔ اس کی آبادی سوا لاکھ سے زائد ہے۔ دیکھیں: یاقوت حموی، معجم البلدان، ج۱، ص۱۸۳؛ احمد عادل کمال، اٹلس فتوحات اسلامیہ، ص۱۷۲۔

ہو کر نماز پڑھتے تھے۔

(أ)ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ وہ بعض گھر بعض کے مقابل ہوں گے۔

(ب) ابن عسا کر نے ابورافع رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دونوں کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ دونوں اپنی قوم کے لیے کچھ گھر بنائیں اور ان دونوں کو حکم دیا کہ ان کی مساجد میں کوئی جنبی رات نہ گزارے اور نہ وہ مسجد میں عورتوں کے قریب جائیں۔ سوائے ہارون علیہ السلام اور ان کی اولاد کے۔ اور کسی کے لیے حلال نہیں کہ وہ میرے اس مسجد میں عورتوں کے قریب آئے۔ اور نہ کوئی جنبی اس میں رات گزارے سوائے علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے۔

وَقَالَ مُوسَى رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالاً فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّواْ عَن سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلاَ يُؤْمِنُواْ حَتَّى يَرَوُاْ الْعَذَابَ الأَلِيمَ(88)

اور موسٰی نے کہا اے ہمارے پروردگار تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں (بہت سا) سازوبرگ اور مال وزر دے رکھا ہے۔اے پروردگار ۔ ان کا کام یہ ہے کہ تیر ے رستے سے گمراہ کر دیں اے پروردگار ان کے مال کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک عذاب الیم نہ دیکھ لیں ۔"۔

(ج)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو برباد کردے اور انہیں ہلاک کردے۔وَاشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ اور ان کے دلوں پر مہر لگادے۔ اور فرمایا: الْعَذَابَ الأَلِيمَ سے مراد ان کا غرق ہونا ہے۔

(أ)تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۳۲۔

(ب)اس روایت کی سند دو غالی شیعہ راویوں کی وجہ سے مردود ہے۔ایک مخول بن ابراہیم الکوفی ہے جو غالی شیعہ راوی ہے۔ امام ذہبیؒ نے فرمایا:انه كان من غلاة الرافضة ۔دوسرا راوی محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع ہے جن کے متعلق ابن عدیؒ نے فرمایا: وهو في عداد شيعة الكوفة يروى من الفضائل اشياء لايتابع عليها.ایسی شیعہ راوی کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جو اس کی مذہب اور بدعت کی طرف داعی ہو۔دیکھیں:الذھبی، میزان الاعتدال،ج ۴۔ص۸۵؛ابن عدی، الکامل،ج ۴ ص۱۱۳ ؛ جوزجانی، ابراہیم بن یعقوب، احوال الرجال،المکتبہ الاثریہ، سانگلہ ہل، بدون تاریخ۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۳۶، ۱۷۸۳۴؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۳۶، ۱۰۵۳۰۔

(أ) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن کعب قرظی نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی أَمْوَالِهِمْ کے بارے میں پوچھا۔ تو میں نے انہیں بتایا کہ اللہ تعالٰی نے فرعون اور آل فرعون کے مالوں کو برباد کردیا۔ یہاں تک کہ وہ پتھر ہوگئے۔ تو عمرؒ نے فرمایا: تم ہی ٹھہرو یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آتا ہوں چنانچہ انہوں نے سربمہر ایک تھیلا منگوایا اور اسے کھولا تو اس میں چاندی کے ٹکڑے تھے گویا کہ وہ پتھر ہیں اسی طرح دراہم ودنانیر اور انہی کی مثل دیگر مال سب کا سب پتھر بناہوا تھا۔

(ب)ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا: رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی أَمْوَالِهِمْ کا معنی ہے ان کے مالوں کو ہلاک کردے۔ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوبِهِمْ گمراہی کے سبب ان کے دلوں کو سخت کر دے۔ فَلَا يُؤْمِنُوا اور وہ اللہ تعالٰی کے ساتھ ایمان نہ لائیں ان آیات اور نشانیوں کے سبب جو وہ دیکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔

(ج) عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے اسی کے بارے میں کہا ہے کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ان کی کھیتیاں اور اموال سب پتھروں میں بدل گئے تھے۔

(د) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ دونوں نے ضحاکؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان کے دنانیر، دراہم، تانبہ اور ان کا لوہاسب منقش پتھر بن گئے تھے اور وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوبِهِمْ کی تفسیر میں آپ کہا کرتے تھے (کہ یا اللہ!) انہیں ہلاک کر اس حال میں کہ وہ کافر ہوں)۔

(ھ) ابوالشیخ نے ابوالعالیہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان کے مال پتھر ہوگئے۔

(أ)ابوالشیخ نے کعب قرظیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان کے لیے ہر نشہ آور شے کو پتھر بنادے۔

(أ)تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۴۳۔

(ب)تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۴۷،۱۰۵۴۹۔

(ج)عبدالرزاق، تفسیر الصنعانی، ج۱، ص۲۹۶،۲۹۷؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۴۵۔

(د)تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۴۲۔

(ھ) ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

قَالَ قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلاَ تَتَّبِعَآنِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لاَ يَعْلَمُونَ (89)

"(خدا نے) فرمایا کہ تمہاری دعا قبول کر لی گئی تو تم ثابت قدم رہنا اور بے عقلوں کے رستے پہ نہ چلنا

(ب)ابن منذر اور ابن ابی حاتم دونوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان کے رب نے ان کی دعا کوقبول فرمالیا اور وہ فرعون اور ایمان کے درمیان حائل ہوگیا۔

(ج)ابوالشیخ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب دعا مانگی۔تو ہارون علیہ السلام نے ان کی دعا پرامین کہی۔ وہ کہتے رہے "امین" ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آمین" اللہ تعالی کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔سو اسی لیے اللہ تعالی کا ارشاد ہے:قَالَ قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا۔

(د)ابوالشیخ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی آیت کے ضمن میں یہ نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور ہارون علیہ السلام نے آمین کہی۔

(ھ) عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ نے عکرمہ ؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے رہے اور ہارون علیہ السلام اس پر امین کہتے رہے۔اسی لیے ارشاد ہے قَالَ قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا۔

(و) سعید بن منصور نے محمد بن کعب قرظیؒ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے رہے اور ہارون علیہ السلام امین کہتے رہے۔ اور دعا مانگنے والا اور اس پر امین کہنے والا دونوں شریک ہیں۔

(أ)روایت اُبو الشیخ کی دستیاب کتب میں نہیں ملی۔

(ب)تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۴۸۔

(ج)روایت نہیں ملی۔

(د)روایت نہیں ملی۔

(ھ)عبدالرزاق،تفسیر الصنعانی، ج۱، ص۲۹۷؛تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۴۷۔

(و)التفسیر من سنن سعید بن منصور، ص۱۶۴، رقم:۱۰۲۲۔

(أ)ابن جریر نے محمد بن کعب قرظیؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی اور ہارون علیہ السلام نے آمین کہی۔

(ب)ابن جریر نے ابوصالح، ابوالعالیہ اور ربیع سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

(ج)ابن جریر نے ابن زید سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہارون علیہ السلام کہتے رہے: آمین۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَالَ قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَاپس آمین کہنا بھی دعا ہوگئی اور اسے کہنے والا دعا میں شریک ہوگیا۔

(د)ابن منذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے ان کا خیال ہے کہ اس دعا کے بعد فرعون چالیس برس تک زندہ رہا۔

(ھ)ابن جریر نے ابن جریج سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

(و)حکیم ترمذی نے مجاہد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:قَالَ قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا تم دونوں کی دعا کو قبول کر لیا گیا ہے یعنی چالیس سال بعد۔

(ز) ابن جریج اور ابن منذر دونوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ فَاسْتَقِيمَا کہ تم دونوں میرے حکم پر قائم رہو اور یہی استقامت ہے۔

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْياً وَعَدْواً حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنتُ أَنَّهُ لا إِلَـهَ إِلاَّ الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَاْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (90) آلآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ (91)

"اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کردیا تو فرعون اور اس کے لشکر نے سرکشی اور تعدی سے ان کا تعاقب کیا۔یہاں تک کہ جب اس کو غرق (کے عذاب)نے آ پکڑا تو کہنے لگا میں ایمان لایا کہ جس

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۵۰،۱۷۸۴۹۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۴۸۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۵۵۔

(د)روایت نہیں ملی۔

(ھ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۵۶۔

(و)روایت نہیں ملی۔

(ز)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۵۶۔

(خدا)پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔اور میں فرمانبرداروں میں ہوں ۔(جواب ملا کہ) اب (ایمان لاتا ہے) حالانکہ تو پہلے نافرمانی کرتا رہا اور مفسد بنا رہا ۔

(أ)ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ عکرمہ نے فرمایا: کتاب اللہ میں العدو، العلو اور العتو تینوں لفظ جبر اور ظلم کرنے کے معنی میں ہیں۔

(ب)ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب میں سے آخری آدمی باہر نکل گیا اور فرعون کے ساتھیوں میں سے آخری آدمی سمندر میں داخل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا ان پر مل جا۔ چنانچہ فرعون نے ایک انگلی باہر نکالی کہ کوئی الہ نہیں مگر وہی جس کے ساتھ بنی اسرائیل ایمان لائے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ رب رحیم ہے اور مجھے یہ خوف ہوا کہ اسے رحمت آلے گی۔ چنانچہ میں نے اسے اپنے پروں کے ساتھ چھپالیا اور میں نے کہا آلآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ کیا اب اور تو اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا پس جب موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی نکل گئے۔ تو فرعون کی قوم میں سے شہروں میں پیچھے رہنے والوں نے کہا۔ فرعون غرق نہیں ہوا اور نہ اس کے اصحاب غرق ہوئے۔ بلکہ وہ تو سمندر کے جزیروں میں شکار کھیل رہے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم فرمایا کہ فرعون کو برہنہ حالت میں باہر پھینک دے۔ چنانچہ سمندر نے اسے برہنہ حالت میں باہر پھینک دیا۔ وہ سر سے گنجا، چپٹی اور سر سے اٹھی ہوئی ناک والا اور کوتاہ قد تھا۔ اور جنہوں نے یہ کہا کہ فرعون غرق نہیں ہوا انہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً سوآج ہم بچالیں گے تیرے جسم کو (سمندر کی تند موجوں) سے تا کہ تو ہو جائے اپنے پچھلوں کے لیے(عبرت کی)نشانی۔ تو اس کی یہ نجات باعث عبرت تھی۔ نہ کہ باعث عافیت پر اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا۔کہ جو کچھ تجھ میں ہے اسے باہر پھینک دے۔تو اس نے ان تمام کو ساحل پر پھینک دیا حالانکہ سمندر اپنے اندر غرق ہونے والے کو باہر نہیں پھینکتا۔بلکہ وہ اسی کے اندر باقی رہتا ہے یہاں تک کہ مچھلیاں اسے کھا جاتی ہیں۔ پس سمندر قیامت کے دن تک کسی غرق ہونے والے کو قبول نہیں کرے گا۔

(أ)احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم،

(أ)تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۵۸۔

(ب)تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۶۸،۱۰۵۷۳،۱۰۵۶۴۔

طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ عزوجل نے فرعون کو غرق کیا۔ تو اس نے کہا: آمَنتُ أَنَّهُ لا إِلَٰهَ إِلاَّ الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا: اے محمد! ﷺ اگر آپ مجھے اس حال میں دیکھتے کہ میں سمندر کے درمیان سے مٹی اٹھارہا ہوں تو میں اسے رحمت کے پالینے کے خوف سے اس کے منہ میں دھنسا دیتا۔

(ب)طیالسی، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا اگر آپ مجھے دیکھتے کہ میں سمندر کے درمیان سے مٹی اٹھارہا ہوں تو میں اسے فرعون کے منہ میں دبادیتا، اس ڈر سے کہ اسے رحمت پا لی گی۔

(ج)ابن مردویہ نے ابوصالح سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اگر آپ مجھے دیکھتے اس حال میں کہ میں سمندر سے کیچڑ اٹھارہاہوں۔ تو میں اسے اس کے منہ میں دھنسادیتا۔ یہاں تک کہ وہ دعا کی متابعت نہ کرے۔ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی زیادتی کو خوب جانتا ہوں۔

(أ)طبرانی نے الاوسط میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

(أ)امام احمد، مسند احمد، مسند ہاشم، مسند عبداللہ بن العباس، رقم:۲۸۲۰؛الترمذی،سنن ترمذی،کتاب التفسیر، سورۃ یونس، رقم:۳۱۰۷؛تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۶۱؛تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۶۱؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج۱۲، ص۲۱۶، رقم:۱۲۹۳۲۔حکم:مسند احمد کے محققین نے اس کی سند کوعلی بن زید بن جدعان کی ضعف کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ اور وہ یوسف بن مہران سے روایت کرتا ہے جو لین الحدیث ہے۔

(ب)الطیالسی،مسندالطیالسی باب سہل بن أبی حثمۃ، رقم:۲۷۴۰؛الترمذی،سنن ترمذی، کتاب التفسیر، سورۃ یونس، رقم:۳۱۰۷؛تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۶۱،۱۷۸۵۹؛تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۶۲؛الحاکم، المستدرک، کتاب التوبۃ، رقم:۷۶۳۴،۷۶۳۵؛ ابن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، باب بدء الخلق، رقم:۶۲۱۵؛ البیہقی، شعب الایمان، باب مباعدۃ الکفار و المفسدین، رقم:۸۹۴۷۔حکم:صحیح ابن حبان کے محقق شعیب الأرنؤوط نے اس کی اسناد کو شیخین کی شرط پر صحیح کیا ہے۔ شیخ البانی نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔ دیکھیں:البانی، السلسلۃ الصحیحۃ، رقم:۲۰۱۵۔

(ج)ابن مردویہ کی متداول کتب میں نہیں ملی۔

کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے کہا: زمین پر کوئی شے نہیں ہے جو میرے نزدیک فرعون سے زیادہ مبغوض ہو۔ پس جب وہ ایمان لایا تو میں اس کے منہ کو کیچڑ سے بھرنے لگا اور اسے ڈھانپنے لگا اس ڈر سے کہ اسے رحمت آپہنچے گی۔

(ب) ابن جریر اور بیہقیؒ نے شعیب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اگر آپ مجھے دیکھتے اس حال میں کہ میں ایک ہاتھ سے فرعون کو چھپاتا رہا اوراس کے منہ میں کیچڑ ڈالتا رہا تو یہ اس ڈرسے ہوا کہ اسے رحمت پالے گی اور اس کی مغفرت ہوجائے گی۔

(ج) ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا؛ آپ کا رب کبھی بھی کسی پر اتنا غضب ناک نہیں ہوا جتنا کہ وہ فرعون پر غضب ناک ہوا۔ جب کہ اس نے یہ کہا تھا: مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِىْ(۱) میں تو نہیں جانتا کہ تمہارے لیے میرے سوا کوئی اور خدا ہے"۔ اور پھر کہا:فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى(۲)اور کیا میں تمہارا سب سے بڑارب ہوں"۔ پس جب اسے غرق آپہنچا (یعنی جب وہ غرق ہونے لگا) تو اس نے مدد طلب کی۔ اور میں نے ان کے منہ میں کیچڑ ڈالنا شروع کردیا، اس ڈرسے کہ اسے رحمت آپہنچے گی۔

(د) ابوالشیخ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: جس دن فرعون غرق ہوا اس دن جبرائیل علیہ السلام کا عمامہ مبارک سیاہ رنگ کا تھا۔

(ھ)ابوالشیخ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی شی سے نفرت نہیں کی جتنی کہ ابلیس سے مجھے اس دن نفرت ہوئی کہ اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا اور اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور فرعون

(أ) الطبرانی ،المعجم الأوسط، ج۶، ص۷۱، رقم:۵۸۲۳۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۶۰؛البیہقی، شعب الایمان، باب مباعدۃ الکفار و المفسدین، رقم:۸۹۴۴۔

(ج) روایت نہیں ملی۔

(د)ابوالشیخ کی ستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ)ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) القصص:۳۸۔ (۲)النازعات:۲۴

سے بڑھ کر زیادہ شدید نفرت میں نے کسی شے سے نہیں کی۔ سو جب اس کے غرق ہونے کا دن تھا۔ تو مجھ خوف لاحق ہوا کہ وہ کلمہ اخلاص کے ساتھ بچ جائے گا اور نجات پاجائے گا۔ چنانچہ میں نے کیچڑ کی ایک مشت اٹھائی اور اس کے منہ میں دبادی۔ تو میں نے اللہ تعالی کو پایا کہ وہ اس پر مجھ سے بھی زیادہ ناراض اور غصہ میں ہے۔ پس اس نے میکائیل علیہ السلام کو حکم دیا۔ اس نے خبردار کیا اور کہا: آلآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ۔

(أ)ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف میکائیل علیہ السلام کو بھیجا تا کہ وہ اسے عاردلائے۔ چنانچہ انہوں نے کہا:آلآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ۔

(ب)ابن منذراورطبرانی نے الاوسط میں ابوبکر صدیقؓ سے یہ بیان کیا ہے کہ فرعون اثرم(ا) تھا۔

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً وَإِنَّ كَثِيراً مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ (92)

"تو آج ہم تیرے بدن کو (دریا سے) نکال لیں گے تا کہ تو پچھلوں کے لئے عبرت ہو اور بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں"۔

(ج) ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکور آیت کے ضمن میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرئیل کے لیے فرعون کو سمندر سے بچا لیا اور انہوں نے اس کے غرق ہونے کے بعد اسے دیکھا۔

(أ)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری نے المصاحف میں اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے

(أ)تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵٦۷۔

(ب) الطبرانی ،المعجم الأوسط، ج٦، ص۳۷، رقم:۵۸۳۰۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۸۱۔

(ا)اثرم : دانت کا جڑ سے اکھیڑ جانا۔ اُثرم ٹوٹ ہوئے دانتوں والا ہونافرعون کے دانت جڑ سے ٹوٹے ہوئے تھے۔

دیکھیں:وحید الزمان قاسمی، القاموس الوحید، ج۱، ص۲۱۴۔

کہ مجاہدؒ نے فرمایا: آیت میں ببدنک سے مراد بجسدک ہے یعنی آج ہم تیرے جسم کو بچا لیں گے بعض بنی اسرائیل نے فرعون کی موت کا انکار کیا تھا۔ تو اللہ تعالی نے اسے ساحل سمندر پر پھینکوادیا یہاں تک کہ بنواسرائیل نے اسے سرخ اور کوتاہ قد دیکھا گویا کہ وہ ایک بیل ہے۔

(ب)ابوالشیخ نے محمد بن کعب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس کے جسم کو سمندر نے ساحل پر پھینک دیا۔

(ج) ابن الانباری نے محمد بن کعب سے یہ بیان کیا ہے کہ بِبَدَنِكَ سے مراد بِدِرْعِكَ ہے یعنی آج ہم تجھے تیری زرہ کے ساتھ بچالیں گے۔ اس کی زرہ موتیوں کی تھی۔ جنگوں میں وہ اسے پہنا کرتا تھا۔

(د) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابوصخر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بدن سے مراد لوہے کی زرہ ہے۔

(ھ) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابوجہیم موسیٰ بن سالم(ا) سے اسی کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے کہ فرعون کے پاس ایک شے تھی جسے وہ پہنا کرتا تھا۔ اسے بدن کہا جاتا تھا اور وہ چمکتی تھی۔

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۷۹۔بجسدک کے علاوہ باقی الفاظ برقم:۱۷۸۸۰ ابن جریج سے مروی ہے؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۶۹۔

(ب) روایت نہیں ملی۔

(ج)روایت نہیں ملی۔

(د)تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۷۱۔

(ھ)تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۷۲۔

(ا)الدرالمنثور کے زیر استعمال مطبوعہ میں "أبو جھم" ہے جب کہ کتب تراجم میں "أبو جھضم موسی بن سالم" ہے۔ أبوجھضم موسی بن سالم آل عباس کے غلام تھے۔ وہ عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس سے روایت کرتا ہے جب کہ ان سے امام ثوری، دونوں حمادوں، لیث، عبدالوارث اور ابن علیہ نے روایتیں کی ہیں۔ امام احمد اور ابن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں: الذھبی، تاریخ الاسلام، ج۸، ص۵۵۰؛ ابن أبی حاتم، الجرح و التعدیل، ج۸، س۱۴۳، رقم:۶۴۹؛ ابن حجر، تقریب التھذیب، ص۵۵۰، رقم:۶۹۶۲۔

(أ)ابن الانباری اور ابوالشیخ نے یونس بن حبیب نحوی(ا) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

ہم تجھے زمین کے بلند حصے پر رکھیں گے تاکہ وہ تجھے دیکھیں اور یقین کر لیں کہ تو مرچکا ہے۔

(ب) عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں قتادہؒ نے فرمایا: جب اللہ تعالی نے فرعون کو غرق کیا تو لوگوں میں سے ایک گروہ نے اس کی تصدیق نہ کی۔ چنانچہ اللہ تعالی نے اسے باہر نکال دیا۔ تاکہ وہ ان کے لیے نصیحت اورنشانی بن جائے۔

(ج) ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ سدی نے لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً کی تفسیر میں فرمایا: تاکہ تو بنی اسرائیل کے لیے عبرت کی نشانی ہوجائے۔

(د)ابن الانباری نے بیان کیا ہے کہ ابن مسعودرضی اللہ عنہ نے اس طرح قرأت کی ہے: "فَالْيَوْمَ نُنَحِّيكَ بِبَدَنِكَ(۲) "۔

(ھ) ابن الانباری نے بیان کیا ہے کہ محمد بن سمیقع یمانی (۳) اور یزید بربری(۴) ان دونوں نے حاء کے ساتھ قرأت کی ہے یعنی "فَالْيَوْمَ نُنَحِّيكَ بِبَدَنِكَ"۔

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ فَمَا اخْتَلَفُوا حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْعِلْمُ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (93)

" اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کو عمدہ جگہ دی اور کھانے کو پاکیزہ چیزیں عطا کیں۔ لیکن وہ باوجود علم ہونے کے اختلاف کرتے رہے ہیں تمہارا پروردگار قیامت کے دن ان میں ان باتوں کا فیصلہ کردے گا"

(أ) عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر نے قتادہؒ سے بیان کیا ہے کہ اللہ

(أ)ابن الأنباری اورابو الشیخ کی متداول کتابوں میں روایت نہیں ملی۔

(ب) عبدالرزاق الصنعانی، تفسیر الصنعانی، ج۱، ص ۲۹۷؛تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۷۴۔

(ج)تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۷۵۔

(د)ابن الأنباری کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔ (ھ)ابن الأنباری کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱)یونس بن حبیب نحوی، اَبو عبدالرحمٰن نحو کے امام تھے۔ اصل کے لحاظ سے عجمی تھے۔ ان سے سیبویہ، کسائی اور الفراء جیسے ائمہ نے اخذ علم کیا۔ ان کی تصانیف میں معانی القرآن، اللغات، النوادر اور الأمثال شامل ہیں۔ انہوں نے ۱۸۲ھ (۷۹۸ء) کو وفات پائی۔ دیکھیں: الزرکلی، الأعلام، ج۸، ص۲۶۱؛ ابن أبی حاتم، الجرح و التعدیل، ج۹، ص۲۳۷ رقم:۱۰۰۰؛ الذھبی، تاریخ الاسلام، ج۱۲، ص۴۸۰، ۱۸۱۔

(۲)یہ عدم تواتر کی وجہ سے قراءۃ شاذہ ہے اور عامۃ المسلمین کے اجماعی عمل کے خلاف ہے۔ دیکھیں:القرطبی، محمد بن أحمد بن أبی بکر ،الجامع لأحکام القرآن، تحقیق: أحمدالبردونی اور ابراہیم أطفیش، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، ط۲، ۱۳۸۴ھ /۱۹۶۴ء سورۃیونس،ج۸،ص۳۷۹۔

(۳)محمد بن السَّمَیقع: سَمَیقَع چھوٹے سر کو کہتے ہیں۔ اس وجہ سے انہیں سمیقع یمانی کہا جاتا ہے۔ محمد کے والد مشہور قراء میں سے ایک تھے۔ دیکھیں:ابن منظور، لسان العرب، ج۸، ص ۱۶۸۔

(۴) یزید بربری کی حالات زندگی نہیں ملی۔

تعالی نے انہیں شام اور بیت المقدس میں ٹھکانا عطا فرمایا۔

(ب)ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ضحاک نے فرمایا مُبَوَّأَ صِدْقٍ سے مراد منازل صدق ہیں اور وہ مصر اور شام ہیں۔

(ج) ابن جریر اور ابوالشیخ دونوں نے ابن زید سے بیان کیا ہے کہ انہوں فَمَا اخْتَلَفُواْ حَتَّى جَاءهُمُ الْعِلْمُ کی تفسیر میں فرمایا: علم سے مراد وہ کتاب اللہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی اور اس کا وہ امر ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں ارشاد فرمایا۔

فَإِن كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَؤُونَ الْكِتَابَ مِن قَبْلِكَ لَقَدْ جَاءكَ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلاَ تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ (94)وَلاَ تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُواْ بِآيَاتِ اللّهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخَاسِرِينَ (95)

"اگر تم اس (کتاب کے) بارے میں جو ہم نے تم پر نازل کی ہے کچھ شک ہو تو جو لوگ تم سے پہلے کی (اتری ہوئی) کتابیں پڑھتے ہیں ان سے پوچھ لو ۔ تمہارے پاس حق آچکا ہے ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا ۔ اور نہ ان لوگوں میں سے ہونا جو خدا کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں نہیں تو نقصان اٹھاؤ گے"۔

(د) ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور الضیاء نے المختارہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَإِن كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَؤُونَ الْكِتَابَ مِن قَبْلِكَ کی تفسیر میں یہ قول بیان کیا ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ شک کیا اور نہ آپ سے سوال کیا۔

(ھ)عبدالرزاق اور ابن جریر نے قتادہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ میں شک کرتا ہوں اور نہ میں سوال کرتا ہوں۔

(أ)ابن جریر اور ابوالشیخ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آیت طیبہ میں

(أ)عبدالرزاق الصنعانی، تفسیر الصنعانی، ج۱، ص۲۹۷؛تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس،رقم:۱۰۵۷۸؛ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۱،ص۱۴۳۔

(ب)تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۷۹۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۸۵۔

(د)تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۸۳؛ الضیاء المقدسی، الأحادیث المختارۃ، رقم:۹۱۔

(ھ)عبدالرزاق الصنعانی،تفسیر الصنعانی، ج۱، ص۲۹۸؛تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۹۳۔

الکتاب سے مراد تورات اور انجیل ہیں۔ اور الذین سے مراد اہل کتاب ہیں، جنھوں نے محمد ﷺ کا زمانہ پایا اور آپ ﷺ کے ساتھ ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ فرمایا رہا ہے: تو ان سے پوچھ لے اگر تو شک میں مبتلا ہے اس بارے میں کیوں کہ آپ کا ذکر ان کے پاس لکھا ہوا ہے۔

(ب) ابوداؤد، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے سماک حنفی(ا) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: میں اپنے دل میں وہ کچھ پاتا ہوں جسے بیان کرنے کی میں طاقت نہیں رکھتا۔ تو آپ نے فرمایا؛ کیا شک؟ میں نے کہا؛ ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ اس میں کوئی بھی نہیں بچ سکا۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ پر بھی یہ آیت نازل ہوئی۔ فَإِن كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ ......الآیہ۔ پس جب تجھے کوئی احساس ہویا اس امیں سے کوئی شے پائے تو یہ کہا کر هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (۲)

(ج) ابن الانباری نے المصاحف میں حسنؒ سے یہ روایت بیان کی ہے فرمایا: قرآن کریم میں پانچ حروف ہیں وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ(۳) اگر چہ ان کی چالیں اتنی زبردست تھی کہ ان سے پہاڑ کھڑ جاتے تھے"۔اس کا معنی ہے ان کے مکر نہیں تھے کہ ان سے پہاڑ اکھڑ جائیں لَوْ أَرَدْنَا أَن نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنَاهُ مِن لَّدُنَّا إِن كُنَّا فَاعِلِينَ (۴)"(اگر ہمیں یہی منظور ہوتا کہ ہم (اس کائنات کو) کھیل تماشہ بنائیں تو ہم بنالیتے اسے خود بخود (ہمیں کون روک سکتا تھا)مگر ہم ایسا کرنے والے نہیں ہیں"۔ اس میں بھی ان بمعنی

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۸۶۔

(ب)ابوداؤد، سنن أبي داؤد، کتاب الأدب، باب في رد الوسوسۃ ، رقم:۵۱۱۰؛تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۸۲۔

حکم: شیخ البانی نے اس روایت کو حسن الاسناد کہا ہے۔ دیکھیں:البانی، صحیح أبي داؤد، رقم:۴۲۶۲۔

(ج) روایت نہیں ملی۔

(ا)سماک بن ولید حنفی، أبو زمیل یمانی تابعی کوفہ میں رہتے تھے۔ وہ ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور مالک بن مرثد سے روایت کرتا ہے۔ ان سے ان کے بیٹے زمیل،شعبۃ،مسعر، اوزاعی نے روایتیں کی ہیں۔العجلی نے انہیں ثقہ کہا ہے اور ابن حجر نے کہا: لیس بہ بأس۔ دیکھیں:العجلی، تاریخ الثقات، ص۲۰۷، رقم:۶۲۲؛ ابن حبان، الثقات، ج۲،ص۲۰۹، رقم:۶۲۳۶؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج۳، ص۶۹ ، رقم:۳۰۸۱؛ ابن حجر، تقریب،ج۱، ص۳۲۱، رقم:۲۹۰۵۔

(۲)(الحدید:۳) (۳)(ابراہیم:۴۶) (۴)(الانبیاء:۱۷)

ما ہے۔ قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ (۱)" آپ فرمائیے (بفرض محال) اگر رحمٰن کا کوئی بچہ ہوتا"۔ اس کا معنی ہے رحمٰن کا بچہ نہیں ہے۔وَلَقَدْ مَکَّنّٰھُمْ فِیْمَآ اِنْ مَّکَّنّٰکُمْ فِیْہِ(۲) "اور ہم نے ان کو وہ قوت وطاقت بخشی تھی جو ہم نے تمہیں نہیں دی"اس کا معنی ہے اس میں بھی ان بمعنی ما نافیہ ہے۔ اور فرمایا فِیْ شَکٍّ مِّمَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ تو اس کا معنی بھی ہے پس آپ شک میں نہیں ہیں۔ یعنی اس میں بھی ان بمعنی ما نافیہ ہے۔

(اَ) ابوالشیخ نے حسنؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فَاسْئَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَؤُوْنَ الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکَ کے بارے میں فرمایا: تیراان سے سوال کرنا میرے کتاب میں تیرا غوروفکر کرنا ہے جیسا کہ تیرا یہ قول ہے سَلْ عَنْ آلِ الْمُھَلَّبْ دُوْرِھِمْ (آل مہلب سے ان کے گھروں کے بارے میں پوچھ لے)

اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْھِمْ کَلِمَتُ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ (96)وَلَوْ جَآءَتْھُمْ کُلُّ اٰیَۃٍ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ(97)

"جن لوگوں کے بارے میں خدا کا حکم (عذاب) قرار پاچکا ہے وہ ایمان نہیں لانے کے ۔جب تک کہ عذاب الیم نہ دیکھ لیں خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آجائے۔"۔

(ب)عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْھِمْ کَلِمَتُ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ کی تفسیر میں مجاہدؒ نے فرمایا: کہ ان پر اللہ تعالی کی ناراضگی ثابت ہو چکی ہے۔ اس کے عوض جو انہوں نے اللہ تعالی کی نافرمانی کی ہے۔

فَلَوْلَا کَانَتْ قَرْیَۃٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَھَآ اِیْمَانُھَآ اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا کَشَفْنَا عَنْھُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَمَتَّعْنٰھُمْ اِلٰی حِیْنٍ (98)وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ کُلُّھُمْ جَمِیْعًا اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (99)

"تو کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان اسے نفع دیتا ۔ ہاں یونسؑ کی قوم کہ جب ایمان لائی تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے ذلت کا عذاب دور کردیا اور ایک مدت تک (فوائد دنیاوی سے)

(اَ)ابوالشیخ کی روایت متداول کتب میں نہیں ملی ۔

(ب)عبدالرزاق صنعانی، تفسیر الصعانی، ج۱، ص۲۹۸ ۔ مجاہد کے بجائے یہ روایت قتادہ سے مروی ہے۔تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۹۵۔تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۸۹۔تفسیر ابن اَبی حاتم میں بھی یہ روایت مجاہد کے بجائے قتادہؓ سے مروی ہے۔

(۱)(الزخرف:۸۱)

(۲)(الاحقاف:۲۶)

ان کو بہرہ مند رکھا ۔اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین پر ہیں سب کے سب ایمان لے آتے ۔تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہو جائیں ؟۔

(أ) عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہ ؒ نے فرمایا؛ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حرف اس طرح ہیں۔فَهَلّاكانت قرية آمنت"

(ب)ابن ابی حاتم نے ابومالک سے بیان کیا ہے کہ وہ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ میں کہتے ہیں کہ کوئی بستی ایمان نہیں لائی۔

(ج) ابن ابی حاتم نے ابومالک سے بیان کیا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں بھی فَلَوْلَآ ہے وہ "فهلا" کے معنی میں ہے سوائے دومقام کے۔ایک سورہ یونس میں ہے فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ اور دوسرا سورہ ہودمیں ہے فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ(۱)

(د) ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد ؒ سے بیان کیا ہے کہ آیت میں فَلَوْلَا كَانَتْ بمعنی **فلم تكن** ہے یعنی کوئی بستی ایمان نہیں لائی۔

(ھ)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں قتادہ ؒ کہتے ہیں کہ یونس علیہ السلام کی قوم سے پہلے والی امتوں میں نہیں ہوا کہ کسی بستی والوں نے کفر کیا اور پھر اس وقت ایمان لائے جب عذاب دیکھ لیا تو سوائے یونس علیہ السلام کی قوم کے ان کے ایمان نے انہیں کوئی نفع نہیں دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی استثناء کی اور ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ یونس علیہ السلام کی قوم سر زمین

(أ)عبدالرزاق صنعانی، تفسیرالصنعانی، ج۱، ص۲۹۸؛تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۹۰۸۔ یہ روایت قتادہ کے بجائے معمر سے مروی ہے۔ یہ قراء ۃ شاذہ ہے کیونکہ یہ مصحف عثمانی کے خلاف ہے۔

(ب)تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۹۰۔

(ج)تفسیر ابن ابی حاتم میں روایت نہیں ملی۔

(د)تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۹۱۔

(ھ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۹۸؛تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۹۹،۱۰۵۹۸۔

(۱)(ھود:۱۱۶)

موصل(۱) میں نینویٰ(۲) میں تھی۔ جب انہوں نے اپنے نبی علیہ السلام کو مفقود پایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے

دلوں میں توبہ ڈال دی پس انہوں نے ٹاٹ پہنا اور مویشیوں کو نکالا اور چوپاؤں اور ان کے بچوں کے درمیان علیحد گی کردی۔ وہ چالیس صبحوں تک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں چیختے چلاتے رہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے پہچان لیا کہ ان کے دلوں میں سچ ہے اور جو کچھ ان سے ماضی میں صادر ہوا ہے اس پر وہ نادم ہیں اور اس سے رجوع کر رہے ہیں تو ان سے عذاب دور فرما دیا۔ اس کے بعد کہ ان پر نمودار ہو چکا تھا اور ان کے اور عذاب کے درمایٔن صرف ایک میل کا فاصلہ تھا۔

(أ) ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ کوئی بستی نہیں گزری جو کہ ایمان لائی ہواور اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو جب کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو چکا۔سوائے یونس علیہ السلام کی بستی کے۔

(ب) ابن مردویہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُواْ فرمایاجب کہ انہوں نے دعا کی۔

(ج) ابن ابی حاتم اور الالکائی نے السنۃ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے: بے شک خوف اور ڈرتقدیر کو رد نہیں کرتا کہ دعا تقدیر کورد کردیتی ہے۔ اسی لیے کتاب اللہ میں ہے: إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُواْ كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الخِزْيِ ۔

(د) ابن منذر اور ابوالشیخ دونوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے بے شک دعا قضاء کورد کر دیتی ہے۔تحقیق آسمان سے یہ نازل ہوا ہے، اگر تم چاہو تو پڑھو إِلَّا قَـوْمَ يُـونُسَ لَمَّا آمَنُواْ كَشَفْنَا پس انہوں نے دعامانگی تو عذاب ان سے پھر گیا۔

---

(۱)مُوصل یا مَوصل : یہ شہر شمالی عراق میں دجلہ کے کنارے واقع ہے اور صوبہ نینوی کا دارالحکومت ہے۔ اس کے قریب اشوری دارالحکومت نینوی کے کھنڈر ہیں۔ دیکھیں:احمد عادل کمال ، اٹلس فتوحات اسلامیہ، ص۱۳۲؛ یاقوت حموی، معجم البلدان، ج۵، ص۲۲۳۔

(۲)نینوی: موصل میں یونس علیہ السلام کی مشہور اور تاریخی بستی کا نام ہے۔ دیکھیں:سید فضل الرحمن، فرہنگ سیرت، ص۳۰۵۔

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۹۷۔

(ب)ابن مردویہ کی روایت ان کی دستیاب کتب میں نہیں ملی۔

(ج)تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۵۹۵؛ الالکائی، شرح اصول اعتقاد، باب قول علی، رقم:۱۲۱۲۔

(د)ابن منذر اور ابو الشیخ کی روایت ان کی دستیاب کتب میں نہیں ملی ۔

(أ) ابن مردویہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
بے شک یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دی۔ جب انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا تو آپ نے ان کے ساتھ عذاب کا وعدہ کیا اور فرمایا: بے شک فلاں فلاں دن تم پر عذاب آجائے گا پھر خود ان سے نکل گئے۔ جب انبیاء علیہم السلام اپنی قوم کو عذاب کی وعید سناتے تو خود نکل جاتے تھے۔ پس جب عذاب ان کے قریب آگیا تو وہ باہر نکلے اور انہوں نے عورت اور اس کے بچے کے درمیان، بکریوں اور ان کے بچوں کے درمیان علیحدگی اور تفریق کردی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انتہائی عجزو انکساری کرتے ہوئے نکلے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے صدق کو جان لیا اور ان پر رحمت کی نظر فرمائی اور ان سے عذاب کو پھیردیا۔ یونس علیہ السلام راستے میں بیٹھے تھے کہ وہ کسی خبر دینے والے سے پوچھے گی۔ پس ان کے پاس سے ایک آدمی گزرا۔ تو آپ نے پوچھا: میں قوم کی طرف لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔ حالانکہ میں نے انہیں جھوٹا قرار دیا ہے اور آپ انتہائی غضب ناک ہوکر چل پڑے۔

(ب)احمد الزہد میں اور ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ یونس علیہ السلام کی قوم پر عذاب اترا یہاں تک کہ ان کے درمیان اور عذاب کے درمیان صرف ایک میل کی دوتہائی مقدار کا فاصلہ تھا۔ سو جب انہوں نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کودور فرمادیا۔

(ج) احمد نے الزہد میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ سے سعید بن جبیرؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عذاب نے یونس علیہ السلام کی قوم کو اس طرح ڈھانپ لیا جس طرح قبر کو اس وقت کپڑے کے ساتھ ڈھانپا جاتا ہے جب کہ صاحب قبر کو اس میں داخل کیا جاتا ہے اور آسمان نے خون برسایا۔

(د)عبدالرزاق، احمد نے الزہد میں اور ابن جریر نے قتادہؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ نکلے اور ایک ٹیلے پر جا کر اترے۔ انہوں نے ہر جانور اور اس کے بچے کوعلیحدہ علیحدہ کردیا اور چالیس راتوں تک اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔

(أ) ابن ابی حاتم نے علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یوم عاشورا (دسویں محرم الحرام)

(أ)ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۹۰۱۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۹۰۰،تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۶۰۳۔

(د)عبدالرزاق صنعانی،تفسیر الصنعانی، ج۱، ص۲۹۸،تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۸۹۹۔

کو یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول کی گئی۔

(ب)ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یونس علیہ السلام کو ایک بستی کی طرف بھیجا گیا کہا جاتا ہے کہ وہ دریائے دجلہ کے کنارے پر تھی۔

(ج)أحمد نے الزہد میں، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ابوالخلد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یونس علیہ السلام کی قوم کو عذاب نے ڈھانپ لیا تو وہ اپنے بقیہ علماء میں سے ایک شیخ کے پاس گئے اور یہ عرض کی آپ کیا رائے رکھتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا یہ کہوں: یَـا حـيُّ حيـنُ لَا حَـیَ وحَـيُّ مُحْيِی الْمَوْتِ وَيَا حَيٌّ لَا اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ۔

(د)ابن النجار نے بیان کیاہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تقدیر سے ڈرنا نجات نہیں دلا سکتا۔ البتہ دعا بلا کو دور کر دیتی ہے۔تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا: **الا قوم یونس لما امنوا کشفنا عنهم عذاب الخزی فی الحیوٰة الدنیا و متعنٰهم الی حین۔**

(ھ)ابوالشیخ ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا؛ جب یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کے خلاف بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ صبح کے وقت ان پرعذاب نازل ہوگا۔تو انہوں نے کہا: یونس علیہ السلام نے جھوٹ نہیں بولا۔ ہم صبح کے وقت عذاب سے دو چار ہوں گے۔ پس آؤ تا کہ ہم ہر شے کے بچوں کو نکالیں۔ہم انہیں اپنے بچوں کے ساتھ رکھیں گے، شاید اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ پس انہوں نے عورتوں کونکالا، ان کے ساتھ بچے بھی تھے انہوں نے اونٹ نکالے اور ان کے ساتھ ان کے بچے بھی تھے انہوں نے گائیں نکالیں، ان کے ساتھ ان کے بچھڑے بھی تھے۔ انہوں نے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ نکالے اور ان کے ساتھ ان کے بچے بھی تھے۔پس انہوں نے انہیں اپنے سامنے رکھا اور عذاب آ گیا۔ پس جب انہوں نے عذاب دیکھا۔تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پناہ لی اور دعا کی عورتیں اور بچے

(أ)تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۶۹۶۔

(ب)تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۶۹۳۔

(ج)احمد بن حنبل، الزھد، باب زھد یونس، ص۴۴؛ تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۹۰۷؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۶۰۲۔

(د)روایت نہیں ملی۔

(ھ)ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

رونے لگے اونٹ اور ان کے بچے بلبلائے۔گائیں اور ان کے بچھڑے ڈکارنے لگے۔ بکریوں اور ان کے بچوں نے اپنی آواز نکالنا (میں میں کرنا) شروع کردی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان سے دور دراز پہاڑوں کی جانب عذاب پھیر دیا۔ پس ان پر قیامت تک عذاب ہونا رہے گا۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَن تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللّهِ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لاَ يَعْقِلُونَ (100)قُلِ انظُرُواْ مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَا تُغْنِي الآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَن قَوْمٍ لاَّ يُؤْمِنُونَ (101)فَهَلْ يَنتَظِرُونَ إِلاَّ مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْاْ مِن قَبْلِهِمْ قُلْ فَانتَظِرُواْ إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ (102)ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُواْ كَذَلِكَ حَقّاً عَلَيْنَا نُنجِ الْمُؤْمِنِينَ (103)قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ فِي شَكٍّ مِّن دِينِي فَلاَ أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّهِ وَلَـكِنْ أَعْبُدُ اللّهَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (104)وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفاً وَلاَ تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (105)وَلاَ تَدْعُ مِن دُونِ اللّهِ مَا لاَ يَنفَعُكَ وَلاَ يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذاً مِّنَ الظَّالِمِينَ(106)

" حالانکہ کسی شخص کو قدرت نہیں ہے کہ خدا کے حکم کے بغیر ایمان لائے اور جو لوگ بے عقل ہیں ان پر وہ (کفر وذلت کی) نجاست ڈالتا ہے ۔(ان کفار سے) کہو کہ دیکھو تو آسمانو ں اور زمین میں کیا کچھ ہے ۔مگر جو لوگ ایمان نہیں رکھتے ان کے نشانیاں اور ڈراوے کچھ کام نہیں آتے ۔سو جیسے (برے) دن ان سے پہلے لوگوں پر گزر چکے ہیں اسی طرح کے (دنوں کے) یہ منتظر ہیں ۔ کہہ دو کہ تم بھی انتظار کرو ۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں ۔اور ہم اپنے پیغمبروں کو اور مومنوں کو نجات دیتے رہے ہیں اسی طرح ہمارا ذمہ ہے کہ مسلمانوں کو نجات دیں ۔(اے پیغمبر)کہہ دو کہ لوگو ! اگر تم کو میرے دین میں کسی طرح کا شک ہو تو (سن رکھو کہ) جن لوگوں کی تم خدا کے سوا عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا ۔ بلکہ میں خدا کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری روحیں قبض کرلیتا ہے ۔ اور مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ ایمان لانے والوں میں ہوں ۔اور یہ کہ (اے محمد ﷺ سب سے) یکسو ہو کر دین (اسلام) کی پیروی کئے جاؤ اورمشرکو ں میں ہرگز نہ ہونا ۔ اور خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کو نہ پکارنا جو نہ تمہا را کچھ بھلا کر سکے اور نہ کچھ بگاڑ سکے اگر ایسا کرو گے تو ظالموں میں ہو جاؤ گے "۔

(اُ) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔رجس سے

مراد سخط (ناراضگی، غصہ) ہے۔

(ب)ابوالشیخ قتادہؒ سے بیان کیا ہے کہ الـرجـس سے مراد شیطان ہے اور الرجس سے مراد عذاب بھی ہے۔

(ج)ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ سدی وَمَا تُغْنِي الآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَن قَوْمٍ کے ضمن میں کہتے ہیں کہ عن قوم کی بجائے "عِندَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ" ہے اور یہ اس ارشاد کی ناسخ ہے۔ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ(۱)

(د)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ فَهَلْ يَنتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْاْ مِن قَبْلِهِمْ کے ضمن میں قتادہؒ نے کہا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہونے والے وہ واقعات جوان لوگوں میں واقع ہوئے جوان سے پہلے گزر چکے ہیں جیسا قوم نوح، عاداورثمودوغیرہ۔

(ھ)ابن جریر اور ابوالشیخ نے اسی آیت کے ضمن میں ربیع سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے عذاب، سزااور عقوبت سے ڈرایا۔ پھر انہیں آگاہ کیا کہ جب بھی ان میں سے کوئی امرواقع ہوا تواللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور ان پر اعمال لانے والوں کونجات دی۔ چنانچہ فرمایا:ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُواْ۔

وَإِن يَمْسَسْكَ اللّهُ بِضُرٍّ فَلاَ كَاشِفَ لَهُ إِلاَّ هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلاَ رَآدَّ لِفَضْلِهِ يُصَيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (107)

"اور اگر خدا تم کو کوئی تکلیف پہنچائے ۔ تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں ۔ اور اگر تم سے بھلائی کرنی چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں ۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے "۔

(اَ)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ سدیؒ فرماتے ہیں بِخَيْرٍ بمعنی "بعافية" ہے۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ تیری

(اَ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۹۱۱؛تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۶۱۲۔

(ب)ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج)روایت نہیں ملی۔

(د)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۹۱۲؛تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۶۱۷۔

(ھ)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۹۱۳۔

(۱)(القمر:۵)

عافیت کا ارادہ فرمائے۔

(ب)ابوالشیخ حسنؒ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: تین آیات ہیں میں نے انہیں کتاب اللہ میں پایا اور تمام مخلوق کے مقابلے میں انہیں پر اکتفا کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَإِن يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلاَ كَاشِفَ لَهُ إِلاَّ هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلاَ رَآدَّ لِفَضْلِهِ۔

(ج) بیہقیؒ نے شعب الایمان میں عامر بن قیس سے یہ قول نقل کیا ہے کتاب اللہ میں تین آیات ہیں، میں نے تمام مخلوق کے مقابلہ میں انہیں پر اکتفاء کیا ہے۔ ان میں سے پہلی یہ ہے: وَإِن يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلاَ كَاشِفَ لَهُ إِلاَّ هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلاَ رَآدَّ لِفَضْلِهِ۔ دوسری یہ ہے:مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَةٍ فَلا مُمْسِكَ لَها وَما يُمْسِكْ فَلا مُرْسِلَ لَهُ (۱) جو عطا فرمائے اللہ تعالیٰ لوگوں کو (اپنی) رحمت سے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو روک دے، تو اسے کوئی دینے والا نہیں"۔ اور تیسری آیت یہ ہے: وَما مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلاَّ عَلَى اللّٰهِ رِزْقُها(۱) "اور نہیں کوئی جاندار زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس کا رزق"۔

(أ)ابونعیم نے حلیہ میں، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر نے انس رضی اللہ عنہ سے

(أ)روایت نہیں ملی۔

(ب)روایت نہیں ملی۔

(ج) البیہقی، شعب الایمان، باب التوکل باللہ عزوجل لأمرہ، رقم:۱۲۶۵۔

(۱)(فاطر:۲)

حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے زمانے کے لیے بھلائی اور نیکی تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی خوشبو کے لیے اپنے آپ کو پیش کرو۔کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی خوشبوئیں اپنے بندوں میں سے جن تک چاہتا ہے پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے التجاء کرو کہ وہ تمہاری شرم گاہوں کو ستر عطا کرے اور تمہیں خوف اور لڑائی سے محفوظ و مامون رکھے۔

(ب)ابن ابی شیبہ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بعینہ اسی طرح موقوف روایت نقل کی ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ (108)وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ(109)

"کہہ دو کہ لوگو تمہارے پروردگار کے ہاں سے تمہارے پاس حق آچکا ہے تو جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے تو ہدایت سے اپنے ہی حق میں بھلائی کرتا ہے اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے تو گمراہی سے اپنا ہی نقصان کرتا ہے ۔ اور میں تمہارا وکیل نہیں ہوں ۔اور (اے پیغمبرﷺ) تم کو جو حکم بھیجا جاتا ہے اس کی پیروی کئے جاؤ اور (تکلیفوں پر) صبر کرو ۔ یہاں تک کہ خدا فیصلہ کردے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے"۔

(ج)ابوالشیخ بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے ارشاد باری قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ اور وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ(۱) کے ضمن میں فرمایا یہی حق ہے۔

(د)ابن جریر اور ابن أبی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ کی تفسیر میں ابن زید نے کہا ہے: یہ منسوخ ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپﷺ کوان کے ساتھ جہاد کرنے اور ان پر شدت کرنے کا حکم فرمایا۔

(أ)أبو نعیم، حلیۃ الأولیاء، ج۳، ص۱۶۲؛البیہقی، شعب الایمان، باب الرجال من اللہ تعالی، فصل قال الحلیمی رحمۃ اللہ، رقم:۱۰۸۳؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۲۴، ص۱۲۳۔حکم: شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف کہاہے۔دیکھیں:البانی، السلسلۃ الضعیفۃ، رقم:۲۷۹۸۔

(ب)مصنف ابن أبی شیبہ، کتاب الزھد، باب کلام أبی الدرداء، رقم:۳۴۵۹۴۔

(ج)روایت نہیں ملی۔

(د)تفسیر الطبری، سورۃ یونس، رقم:۱۷۹۱۴؛تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ یونس، رقم:۱۰۶۳۰۔

(۱)(سورۃ یونس:۱۰۷)

(أ)نحاس نے تاریخ اور ابن مردویہ نے کئی طرق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سورۂ ہود مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

(ب)ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہمانے فرمایا: سورۂ ہود مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

(ج)دارمی، ابوداؤد نے مراسیل میں، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود جمعہ کے دن پڑھا کرو۔

(د)ابن منذر، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے مسروق(ا) کی سند سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ پر بڑھاپا بہت تیزی سے آیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود، واقعہ، مرسلات، عم یتساء لون اور اذالشمس نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

(ھ) بزار اور ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ کی سند سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ کی جانب بڑھاپا بہت تیزی سے بڑھا ہے تو آپ نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات، **واقعہ، الحاقہ، عم یتساء لون** اور **ھل أتاک حدیث الغاشیہ** نے مجھے بڑھا کر دیا ہے۔

(أ)النحاس،الناسخ و المنسوخ،ص۵۳۱۔

(ب) ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج)الدارمی، سنن الدارمی ، کتاب فضائل القرآن،باب فضائل الأنعام و السور،رقم:۳۴۰۴؛أبوداؤد ، المراسیل،باب ما جاء فی الخطبة یوم الجمعة،رقم:۵۹؛البیھقی،شعب الایمان،باب فی فضائل السور والآیات،فصل ذکر سورة الانعام، رقم: ۲۲۱۴۔

(د) الطبرانی،المعجم الکبیر ، ج۱۰،ص۱۰۲،رقم :۱۰۰۹۱؛ابن عساکر ، تاریخ دمشق،ج4،ص۱۷۳۔۱۷۱۔حکم: امام الھیثمی نے کہا:اس کی سند میں عمرو بن ثابت ہے اور وہ متروک ہے۔ دیکھیں الھیثمی مجمع الزوائد،کتاب التفسیر،باب سورة ھود علیہ السلام،رقم:۱۱۰۷۴۔

(ا)مسروق بن اجدع، ابو یمامہ کوفی ثقہ تابعی ہیں۔عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب میں سے تھے۔امام شعبیؒ نے فرمایا: میں نے مسروق سے زیادہ علم کی طلب کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا، وہ قاضی شریح سے زیادہ فتوی دینے کے ماہر تھے۔ ابن سعدؒ کے نزدیک انہوں نے ۶۳ھ(۶۸۲ء) میں وفات پائی۔ دیکھیں:العجلی ، تاریخ الثقات ، ص۴۲۶،رقم :۱۵۶۱؛ابن جوزی،صفة الصفوة، ص ۵۲۵، رقم:۳۸۰؛ابن العماد، شذرات الذھب ، ج۱،ص۱۲۹؛ الذھبی، العبر ،ج۱،ص۴۵۔

(ھ) البزار، مسند البزار،مسند أبوبکر الصدیق، رقم :۹۲۔حکم:امام بزار نے سند میں موجود راوی ''زائدہ بن أبی الرقاد'' کو منکر الحدیث کہا ہے۔

(أ)ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ کی سند سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا کہ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ آپ کے سر کو کس شے نے بوڑھا کر دیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات نے بڑھاپے سے پہلے ہی مجھے بوڑھا کردیا۔ پھر آپ نے عرض کی: اس کی اخوات کون سی سورتیں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ''اذا وقعت الواقعۃ، مرسلات، عم یتساء لون اور اذا الشمس کورت نے مجھے بوڑھا کردیا ہے۔

(ب)سعید بن منصور اور ابن مردویہ نے انسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے عرض کی: آپ کو بڑھاپے نے جلدی آ لیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور مفصل میں سے اس کی اخوات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

(ج) ابن مردویہ اور ابن عساکر نے یزید الرقاشی (ا) کی سند سے انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ کو بڑھاپے نے جلدی آ لیا

(أ)روایت نہیں ملی۔

(ب)التفسیر من سنن سعید بن منصور،رقم:۱۰۵۶۔حکم: شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔دیکھیں:السلسلۃ الضعیفۃ ج۴،ص۴۰۲،رقم:۱۹۳۰۔

(ج)ابن عساکر، تاریخ دمشق،ج۴،ص۱۷۵۔

(ا) یزید الرقاشی:یزید بن أبان الرقاسی أبوعمرو بصری ،تابعی، أنس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے اہل بصرہ اور عراقیوں نے روایتیں کی ہیں ۔ عابد و زاہد شخص تھے لیکن ابن حبان کے مطابق ہر اچھے کلام کو أنسؓ سے منسوب کرکے ان سے مرفوع روایت کرتے جو اصل میں حدیث أنس نہیں ہوتی تھی۔ ابن عدی نے انہیں متروک الحدیث کہا ہے۔ دیکھیں :ابن حبان،المجروحین،ج۲ص۴۴۸،رقم:۱۱۷۳؛دار قطنی،الضعفاء و المتروکون،ص۴۰۰،رقم: ۵۹۳؛ابن عدی ، الکامل، ج۹، ص۱۳۰، العقیلی،کتاب الضعفاء، ج۶، ص۳۱۲، رقم:۱۹۹۰۔

ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ سورۂ ھود اور اس کی اخوات یعنی الواقعہ، القارعہ، الحاقہ، اذاالشمس کورت اور سأل سائل نے مجھے بڑھا کردیا ہے۔

(أ) ابن عسا کرنے ربیعۃ بن ابی عبدالرحمٰن (۱) کی سند سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ھود اور واقعہ نے مجھے بوڑھا کردیا ہے۔

(ب) ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن منذر، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث والنشور میں عکرمہ کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ بوڑھے ہوگئے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورہ ھود، واقعہ، مرسلات، عم یتساء لون اور اذاالشمس کورت نے مجھے بوڑھا کردیا ہے۔

(ج) اسے سعید بن منصور، امام احمد نے الزہد میں، ابویعلی، ابن منذر اور ابن مردویہ نے عکرمہؒ سے مرسل روایت کیا ہے۔

(أ) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۴،ص۱۷۵۔

(ب) الترمذی، سنن ترمذی ، کتاب تفسیر القرآن ، باب سورۃ الواقعۃ، رقم:۳۲۹۷؛ الحاکم، المستدرک، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ ھود، رقم:۳۳۱۴؛ البیہقی، شعب الایمان، باب الخوف من اللہ تعالیٰ، رقم:۷۵۶۔

(ج) التفسیر من سنن سعید بن منصور، رقم :۱۰۵۷؛ أبویعلی، مسند أبی یعلی، مسند أبی بکر الصدیق، رقم:۱۰۷۔۱۰۸؛ أحمد بن حنبل، الزھد، ص۹۔ حکم: مسند أبی یعلی کے محقق نے اس روایت کی سند کو ضعیف کہا ہے۔

(۱) ربیعہ بن أبی عبدالرحمن فروخ ، أبو عثمان مدنی تابعی ، مدینہ کے بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ ان کو ربیعۃ الرأی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے أنس بن مالک ، السائب بن یزید، اور اہل مدینہ کے دوسرے تابعین سے سماع کیا۔ ان کے تلامذہ میں امام مالکؒ، الثوری ، شعبہ ، لیث بن سعد جیسے بڑے بڑے محدثین شامل ہیں۔ انہوں نے مدینہ میں ۱۳۶ھ(۷۵۳ھ) کو وفات پائی ۔ ابن سعدؒ نے انہیں ثقہ اور کثیر الحدیث لکھا ہے۔ دیکھیں :ابن جوزی ، صفۃ الصفوۃ ،ص ۳۴۸، رقم :۱۸۳؛ الذھبی، العبر ، ج۱ص ۹۸؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج۵، ص۴۱۵، رقم: ۱۲۲۰ ؛ ابن حبان، الثقات، ج۲، ص۱۷۴، رقم:۱۰۶۷۔

(أ)ابن عساکر نے عطاء کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہﷺ! بڑھاپے نے آپ کو جلدی آلیا ہے تو آپﷺ نے فرمایا: ہاں سورۂ ہود اور اس کی اخوات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ عطاء نے فرمایا: اس کی اخوات، **اقتربت الساعة، المرسلات** اور **اذاالشمس کورت** سورتیں ہیں۔

(ب) بیہقیؒ نے دلائل میں ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ کی جانب بڑھاپا بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے ؟ آپﷺ نے فرمایا : ہود اور اس کی اخوات **الواقعة ، عم یتساء لون ، اذا الشمس کورت** نے مجھے بوڑھا کردیا ہے ۔

(ج) أبوالشیخ اور ابن مردویہ نے سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ تو بوڑھے ہو چکے ہیں؟ تو آپﷺ نے فرمایا: **سورہ ھود، واقعہ، عم یتساء لون** اور **اذاالشمس کورت** نے مجھے بوڑھا کردیا ہے۔

(د)طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن مسعودرضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ!کون سی شے نے آپ کو بوڑھا کر دیا ہے؟ تو آپﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور واقعہ نے۔

(ھ)طبرانی اور ابن مردویہ نے صحیح سند کے ساتھ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ تو آپﷺ نے فرمایا:سورۂ ہود اور اس کی اخوات نے مجھ بوڑھا کردیا ہے۔

(و)طبرانی اور ابن مردویہ نے سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ

(أ)ابن عساکر، تاریخ دمشق،ج۴،ص۱۷۰۔

(ب)البیہقی،دلائل النبوۃ، باب ذکر اجتھاد رسول اللہﷺ فی طاعۃ،ج۱،ص۳۵۸۔

(ج) أبوالشیخ اور ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی ۔

(د)الطبرانی ،المعجم الکبیر،ج۱۰،ص۱۰۲،رقم:۱۰۰۹۱۔

(ھ)الطبرانی ،المعجم الکبیر،ج۱۷،ص۲۸۶،رقم:۷۹۰۔ **حکم** :امام الہیثمی نے کہا کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ دیکھیں:الہیثمی، مجمع الزوائد،کتاب التفسیر،باب سورۃ ھود،رقم:۱۱۰۷۳۔

(و)الطبرانی،المعجم الکبیر،ج۶،ص۱۴۸،رقم:۵۸۰۴ **حکم**:امام الہیثمی نے کہا کہ اس کی سند میں سعید بن سلام عطارہے جو کذاب ہے۔دیکھیں:مجمع الزوائد،کتاب التفسیر،باب سورۃ ھود،رقم:۱۱۰۷۵۔

ﷺ نے فرمایا: مجھے سورۂ ہود اور اس کی اخوات یعنی الواقعہ، الحاقہ اور اذاالشمس کورت نے بوڑھا کر دیا ہے۔

(أ) ابن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے عرض کی گئی: آپ بوڑھے ہو گئے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے سورۂ ہود، اذاالشمس کورت اور ان دونوں کی اخوات نے بوڑھا کردیا ہے۔

(ب) حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، عبداللہ بن احمد نے زوائدالزہد میں، ابویعلی، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں کہ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

(ج) ابن مردویہ اور ابن عساکر نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ کے صحابہ کرام نے عرض کی: آپ کو بڑھاپا جلدی آپہنچا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور مفصل میں سے اس کی اخوات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

(د) ابن عساکر نے جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات اور ان افعال نے جو مجھ سے پہلے امتوں نے کیے ان سب نے مجھے بوڑھا کردیا ہے۔

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب) حکیم ترمذی کی روایت تفسیر القرطبی تفسیر سورۃ ھود، ج۹، ص۱ میں ملی؛ أبویعلی، مسند أبي یعلی، باب: من مسند أبي جحفۃ، رقم:۸۸۰؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج۲۲، ص۱۲۳، رقم:۳۱۸؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۴، ص۱۷۳۔ حکم: مسند أبي یعلی کے محقق نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔

(ج) ابن مردویہ کی روایت: الزیلعی، تخریج احادیث الکشاف، سورۃ ھود ج۲، ص۱۵۰، رقم:۶۱۶ پر ملی؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۴، ص۱۷۵۔

(د) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۴، ص۱۷۶۔۱۷۵۔ حکم: ابن عساکر نے کہا کہ یہ روایت مرسل ہے اور علی بن أبي علی اللہبی حدیث میں قوی نہیں ہے۔ ابن عدی نے انہیں امام بخاری کے حوالے سے منکرالحدیث کہا ہے۔ دیکھیں: ابن عدی، الکامل، ج۵، ص۱۸۴؛ البانی، السلسلۃ الضعیفۃ، ج۴، ص۴۰۲، رقم:۱۹۳۰۔

(أ)عبداللہ بن احمد نے زوائدالزہدمیں اور ابوالشیخ نے ابوعمران الجونی سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورۃ ہود اور اس کی اخوات،یوم قیامت کے ذکر اور سابقہ امتوں کے قصص و واقعات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

(ب)بیہقی نے شعب الایمان میں ابوعلی سری (۱) سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھااور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ سے یہ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے سورۃ ہود نے بوڑھا کردیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ تومیں نے عرض کی: کیا اس میں سے انبیاء کرام علیہم السلام کے قصص اور امتوں کے ہلاک ہونے کے واقعات نے آپ کو بوڑھا کر دیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد نے ﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ﴾(۲) "پس آپ ثابت قدم رہیے جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے"۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

الٓر كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ (1)أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنَّنِي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ (2)وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم مَّتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ (3)إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (4)

"الر یہ وہ کتاب ہے جس کی آیاتیں مستحکم ہیں اور خدائے حکیم و خبیر کی طرف سے بتفصیل بیان کردی گئی۔(وہ یہ) کہ خدا کے سوا کی عبادت نہ کرواور میں اس کی طرف سے تم کو ڈر سنانے والا اور خوشخبری

(أ) روایت نہیں ملی۔

(ب)البیہقی،شعب الایمان،باب فی فضائل السور و الآیات،فصل ذکر سورۃ الانعام،رقم:۲۲۱۵۔

(۱)ابوعلی سری ؒ کی حالات زندگی نہیں ملی۔

(۲) ہود:۱۱۲

دینے والا ہوں۔اور یہ کہ اپنے پروردگار سے بخشش مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو وہ تم کو ایک وقت مقرر تک متاع نیک سے بہرہ مند کرے گا اور ہر صاحب بزرگی کو اس کی بزرگی (کی داد)دے گا اور اگر روگردانی کرو گے تو مجھے تمہارے بارے میں (قیامت کے)بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔تم (سب)کو خدا کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

(أ)ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے یہ آیت پڑھی ﴿الٓر کِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُه﴾اور فرمایا یہ یعنی کہ سورۂ ہود ساری کی ساری مکی سورت ہے اور اسے مستحکم اور محفوظ بنا دیا گیا ہے۔ثُمَّ فُصِّلَتْ فرمایا پھرمحمد ﷺ کا ذکر فرمایا: اور اس میں آپ ﷺ اور آپ کے مخالفین کے درمیان فیصلہ فرمایا اور ساری آیت کودوفریقوں کی مثل پڑھا۔پھر نوح علیہ السلام اور پھر ہود علیہ السلام کی قوم کا ذکر کیا۔ پس یہی اس کی تفصیل ہے اور اس کا اول محکم ہے۔ زیدبن اسلم نے کہا ہے کہ ابی رضی اللہ عنہ اسی طرح کہتے تھے۔

(ب)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حسن نے﴿كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ﴾ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اسے مستحکم کیا گیا ہے،امر و نہی کے ساتھ اور وعدہ وعید کے ساتھ اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے ۔

(ج) ابن جریر،ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فُصِّلَتْ کا معنی فسرت ہے یعنی اس کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔

(د)ابن جریر،ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کی تفسیر میں قتادہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسے باطل سے محفوظ کر دیا ہے پھر اپنے علم کے ساتھ اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے اور

(أ)تفسیر ابن أبي حاتم،سورة ھود، رقم:۱۰۶۳۲،۱۰۶۳۷۔

(ب)تفسیر الطبری،سورۃ ھود ،رقم:۱۷۹۱۵،تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۶۳۵۔۱۰۶۲۹۔

(ج)تفسیر الطبری،سورۃ ھود ،رقم:۱۷۹۲۱،تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۶۳۸۔

(د)تفسیر الطبری،سورۃ ھود ،رقم:۱۷۹۱۹۔۱۷۹۲۹۔۱۷۹۲۸،۱۷۹۳۱۔۱۷۹۳۶،تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۶۳۱۔

حلال وحرام اور طاعت ومعصیت کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور مِن لَّدُنْ حَكِيْمٍ میں مِن لَّدُنْ بمعنی عند ہے یعنی مِنْ عِنْدِ حَكِيْمٍ ۔(بڑے دانا کی جانب سے اس کی وضاحت کردی گئی)﴿اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم مَّتَاعاً حَسَناً﴾ کی وضاحت میں فرمایا: پس تم ان راحتوں میں ہو۔ لہذا تم اس سامان راحت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے حق کی معرفت کے ساتھ لے لو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ منعم (نعمتیں عطا فرمانے والا) ہے اور وہ شکر گزاروں کو بہت پسند کرتا ہے اور اہل شکر کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے مزید عطا کیا جاتا ہے اور یہی اس کا وہ فیصلہ ہے جو اس نے فرمادیا ہے اور اِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى سے موت کا وقت مراد ہے ﴿وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ﴾اور وہ آخرت میں (ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو اس کی نیکی کا زیادہ ثواب عطا فرمائے گا)

(أ) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے ﴿وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ﴾ کی تفسیر میں فرمایا: یعنی جتنا اس نے اپنے مال میں سے خرچ کیا، یا اس نے اپنے ہاتھ یا پاؤں یا کلام سے عمل کیا یا اس کے حکم سے جو اس نے اپنے مال کے سبب احسان کیا (اللہ تعالیٰ اس کا ثواب اسے عطا فرمائے گا)۔

(ب) ابوالشیخ نے حسنؒ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ اسلام میں ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو آخرت میں زیادہ درجات عطا فرمائے گا۔

(ج)ابن جریر نے ابن مسعودرضی اللہ عنہ سے یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ جو کوئی ایک گناہ کرے اس پر ایک گناہ ہی لکھا جاتا ہے اور جو کوئی ایک نیکی کرے اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ سواگر اسے گناہ کی سزادے دی گئی تو یہ دنیا میں اس کا عمل ہے۔ اس کے لیے دس نیکیا ں باقی رہیں گی اور اگر دنیا میں اسے گناہ کی سزانہ دی گئی تو اس کی دس نیکیوں میں سے ایک لے لی جائے گی اور اس کے لیے نونیکیاں باقی رہیں گی۔ پھر آپ فرماتے رہیں گی۔ پھر آپ فرماتے ہیں: جس کی ایک دس پر غالب آگئی وہ ہلاک ہوگیا۔

(أ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود ،رقم:۱۷۹۳۲،تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۶۴۸۔

(ب)روایت نہیں ملی ۔

(ج)تفسیر الطبری،سورۃ ھود ،رقم:۱۷۹۳۷۔

أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (5)

"دیکھو یہ اپنے سینوں کا دہرا کرتے ہیں تا کہ خدا سے پردہ کریں سن رکھو جس وقت یہ کپڑوں میں لپٹ کر پڑتے ہیں (تب بھی) وہ ان کی چھپی اور کھلی باتوں کو جانتا ہے وہ تو دلوں تک کی باتوں سے آگاہ ہے(۵)"۔

(أ)بخاری،ا بن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے محمد بن عباد بن جعفر(۱) کی سند سے ابن عباسؓ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے مذکورہ آیت پڑھی اور فرمایا لوگ خلوت اختیار کرنے میں حیا محسوس کرتے تھے کہ وہ اس رازکو آسمان تک ظاہر کردیں۔ اور وہ اپنی عورتوں سے مجامعت کرنے میں حیا محسوس کرتے تھے کہ وہ اس رازکو آسمان تک ظاہر کردیں۔ تو انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(ب) بخاری اور ابن مردویہ نے عمرو بن دینارؒ کی سند سے بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے اس طرح قرأت کی ہے **أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ**.

(ج)ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن منذر نے ابوملیکہ(۲) کی سند سے یہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے

(أ)البخاری، صحیح بخاری ،کتاب التفسیر، باب سورۃ ھود،رقم:۴۴۰۴،تفسیرالطبر ی، سورۃ ھود، رقم:۱۷۹۵۲،تفسیرابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۰۶۵۴۔

(ب)البخاری، صحیح بخاری ،کتاب التفسیر، باب سورۃ ھود،رقم:۴۴۰۶۔

(ج) تفسیرالطبر ی،سورۃ ھود،رقم:۱۷۹۵۱۔

(۱)محمد بن عباد بن جعفر بن رفاعہ بن أمیہ مخزومی مکی أبوھریرۃؓ عائشہؓ،ابن عباسؓ، اور جابر بن عبداللہؓ سے روایت بیان کرتا ہے ۔ان سے ان کے بیٹے جعفر،امام زہری، امام اوزاعی،ابن جریج اور دوسرے لوگوں نے روایتیں کی ہیں۔ ابن سعد نے انہیں ثقہ قلیل الحدیث لکھا ہے۔ دیکھیں:ابن حجر،تہذیب ،ج۵،ص۲۵۳،رقم:۷۰۹۶؛ابن حبان،الثقات، ج۳، ص۹، رقم:۳۵۹۱؛ابن سعد،الطبقات الکبریٰ ،ج۶،ص۲۶،رقم:۱۵۵۶؛ابن حجر،تقریب،ج۲،ص۵۱۶، رقم:۵۹۹۲۔

(۲)الدرالمنثور کے زیر استعمال مطبوعہ میں"أبو ملیکہ" لکھا ہوا ہے جو ابن عباسؓ سے روایت کرتا ہے۔أبوملیکہ خود صحابی رسول ہے ۔ ان کے شیوخ میں عبداللہ بن عباسؓ کا ذکرنہیں ہے نہ ہی ابن عباسؓ کے تلامذہ میں أبوملیکہ کا ذکر ہے۔یہ اصل میں ابن أبی ملیکہ ہے جو ابن عباسؓ سے روایت بیان کرتا ہے۔

کہا: میں نے ابن عباس کو یہ فرماتے سنا ہے:أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ فرمایاوہ عورتوں کے پاس نہیں آتے تھے اور نہ ہی پیشاب کے لیے مگر اس طرح کہ وہ اپنے کپڑوں کے ساتھ اپنے آپ کو چھپا لیتے۔ اس لیے کہ وہ یہ نا پسند کرتے تھے کہ اپنی شرم گاہوں کو آسمان تک کھول دیں۔

(أ)ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے عکرمہؒ کی سند سے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے ﴿أَلَاإِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور برائی کے عمل میں شک کی بناء پر اپنے سینوں کو دہرا کررہے ہیں۔

(ب)سعید بن منصور، ابن جریر ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے عبداللہ بن شداد بن الہاد سے بیان کیا ہے کہ منافقین میں کوئی جب نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرتا تو وہ اپنے سینے کودہرا کر لیتا اور اپنے آپ کو اپنے کپڑے سے چھپا لیتا تا کہ آپﷺ اسے دیکھ نہ لیں۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔

(ج)ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا: ان کے سینے حق کے بارے میں شک وشبہ ہونے کی بناپر تنگ ہوتے ہیں۔لِيَسْتَخْفُواْ مِنْهُ تا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے چھپا لیں اگر وہ طاقت رکھیں۔

(د) ابن جریر نے حسنؒ سے یہ قول بیان کیا ہے:أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ جس وقت کہ وہ اپنے گھروں کے اندررات کی تاریکی میں (اپنے کپڑے خوب اوڑھ لیتے ہیں)

(ھ)ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابورزین سے اس آیت کے ضمن میں یہ بیان کیا ہے کہ ان میں سے کوئی اپنی پیٹھ کو ٹیڑھا کرتا تھا اور اپنے کپڑے سے ڈھانپ لیتا تھا۔

(أ) تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۷۹۵۳؛تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۶۵۷۔

(ب)التفسیر من سنن سعید بن منصور، رقم :۱۰۲۵؛تفسیر الطبری،سورۃ ھود، رقم:۱۷۹۴۰؛تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۶۵۹۔

(ج)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۷۹۴۴؛تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۶۵۸،۱۰۶۶۷۔

(د)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۷۹۴۶۔

(ھ)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۶۶۹۔

(أ) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہ سے بیان کی ہے کہ وہ اپنے سینے جھکا لیتے تھے تا کہ وہ کتاب اللہ نہ سنیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ﴾ سنتے ہو! جو کچھ ابن آدم چھپاتا ہے جب کہ وہ اپنی پیٹھ ٹیڑھی کر لے اور اپنے کپڑا خوب اوڑھ لے اور اپنے ارادے کو اپنے دل میں چھپا لے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے بھی جانتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی شے مخفی نہیں ہے۔

(ب)ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ﴿ أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ﴾ کی تفسیر میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو کچھ وہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں ﴿ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُم يعلمُ﴾اور جو وہ رات اور دن کے اعمال کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ انہیں خوب جانتا ہے)

(ج)ابن ابی حاتم عطاء خراسانی سے یہ مفہوم بیان کیا ہے:﴿يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ﴾ کا معنی ہے کہ وہ اپنے سروں کو جھکاتے ہیں اور اپنی پیٹھوں کو ٹیڑھا کرتے ہیں۔

(د) ابوالشیخ نے محمد بن کعبؒ سے بیان کیا ہے:﴿ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ ﴾یعنی جب کہ (وہ یہ عمل کرتے ہیں) رات کی تاریکی میں اور لحاف میں چھپ کر۔

(ھ)ابوالشیخ نے سعید بن جبیرؒ سے بیان کیا ہے کہ يَثْنُونَ کا معنی ہے يَكِبُّوْنَ۔ یعنی وہ اپنے سینوں کو کبڑا (دہرا) لیتے ہیں۔ اور ﴿يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ﴾ کا معنی ہے وہ اپنے سروں کو ڈھانپ لیتے ہیں۔

﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (6)

"اور زمین پر کوئی چلنے پھیرنے والا نہیں مگر اس کا رزق خدا کے ذمہ ہے وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی یہ سب کچھ کتاب روشن (لکھا ہوا) ہے"

(أ)تفسیر الطبری،سورة هود،رقم:۱۷۹۴۸؛تفسیر ابن أبي حاتم،سورة هود،رقم:۱۰۶۶۴۔

(ب)تفسیر الطبری،سورة هود،رقم:۱۷۹۵۶؛تفسیر ابن أبي حاتم،سورة هود،رقم:۱۰۶۵۶۔

(ج)تفسیر ابن أبي حاتم،سورة هود،رقم:۱۰۶۶۰۔

(د)أبوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ)أبوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ)ابوالشیخ نے ابوالخیر بصری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو مجھ سے محبت کرتا ہے اور پھر صبح وشام میرے ساتھ بدگمانی بھی کرتا ہے۔ کیا تیرے لیے قابل اعتبار نہیں کہ اگر تو سات زمینیں پھاڑ ڈالے تو میں تجھے چیونٹی دکھاؤں گا کہ اس کے منہ میں گندم کا دانہ ہے اور میں نے اسے بھلایا نہیں۔

(ب) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِى الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ کے بارے میں بیان کیا ہے:یعنی ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

(ج)ابن جریر،ابن منذر،ابن أبی حاتم اورأبوالشیخ نے مجاہدؒ سے اس طرح بیان کیا ہے یعنی کسی جاندار کے پاس جو بھی رزق آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آتا ہے اور بسا اوقات وہ اسے رزق نہیں دیتا یہاں تک کہ وہ بھوکا مر جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔

(د) حکیم ترمذی نے زید بن اسلمؓ سے یہ بیان کیا ہے کہ اشعریین یعنی ابوموسیٰ، ابومالک اور ابو عامر نے اپنے میں سے ایک جماعت میں جب ہجرت کی تو وہ رسول اللہﷺ کے پاس آئے اور ان کے پاس سامان خوراک ختم ہوگیا تو انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو رسول اللہﷺ کی بارگاہ میں بھیجا تاکہ وہ آپﷺ سے کچھ لے آئے۔ چنانچہ جب وہ آپﷺ کے دروازے پر پہنچا تو اس نے آپ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا:**وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِى الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا** تو اس آدمی نے کہا: اشعریین اللہ تعالیٰ کے نزدیک چوپاؤں سے تو حقیر نہیں ہیں چنانچہ وہ لوٹ گیا۔ اور رسول اللہﷺ کے پاس حاضر نہ ہوااور جاکر اپنے ساتھیوں کو کہا تمہیں بشارت ہو تمہارے پاس غوث آیا ہے۔ انہوں نے تو صرف یہی گمان کیا کہ رسول اللہﷺ تشریف لائے ہیں کہ آپﷺ نے اس کے ساتھ یہ وعدہ فرمایا ہے۔ پس ابھی وہ اس کیفیت میں تھے کہ اچانک

(أ)أبوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیرالطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۷۹۶۰؛تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۶۷۵۔

(ج)تفسیرالطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۷۹۵۹؛تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۶۷۶۔

(د)حکیم ترمذی ، نوادر لاصول،باب فی أن أبا موسیٰ أوتی ۔۔ج۲،ص۱۹۔

ان کے پاس دو آدمی آئے۔ وہ دونوں روٹی اور گوشت سے بھرے ہوئے پیالے اٹھائے ہوئے تھے۔ پس انہوں نے جو چاہاوہ کھالیا، پھرآپس میں ایک دوسرے کو کہا؛ اگر ہم یہ کھانا رسول اللہﷺ کو واپس لوٹا دیں تا کہ اس کے ساتھ آپ اپنی حاجت پوری کرسکیں۔تو دو آدمیوں نے دو آدمیوں کو کہا یہ کھانا رسول اللہﷺ کے پاس لے چلو کیونکہ ہم تو اپنی حاجت پوری کرچکے ہیں۔ پھر وہ رسول اللہﷺ کے پاس لے کر آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ جو کھانا آپ نے بھیجا ہے ہم نے اس سے زیادہ اور اس سے لذیذ ترکوئی کھانا نہیں دیکھا ہے۔تو آپﷺ نے فرمایا: کیا میں نے تمہاری طرف کھانا بھیجا ہے؟ تو انہوں نے آپ ﷺ کو بتایا کہ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو بھیجا تھا۔ چنانچہ رسول اللہﷺ نے اس سے پوچھا تو جو ہوا تھا اس نے وہ سب کچھ آپﷺ کے گوش گزار کردیا۔ اور جو اس نے اپنے ساتھیوں کو جا کر کہا تھا وہ بھی عرض کر دیا تو سب سن کر رسول اللہﷺ نے فرمایا: "رَزَقَكُمُوْهُ اللهُ۔وہی شے ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ رزق عطا فرمایا ہے"۔

(أ) عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن عباسؓ سے نقل کیاہے کہ آپ نے فرمایا:مُسْتَقَرَّهَا سے مراد پناہ لینے کی جگہ ہے اور مُسْتَوْدَعَهَا سے مراد مرنے کی جگہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ اس کے پناہ لینے کی جگہ اور مرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے)

(ب)اُبوالشیخ نے اُبوصالح سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے وقت اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور جہاں وہ مرے گا اس جگہ کو بھی جانتاہے۔

(ج)ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا کے ضمن میں فرمایا ہے کہ اس کا زرق اس تک پہنچتا ہے جہاں بھی وہ ہو۔

(د) ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے ابن مسعودؓ سے یہ معنی نقل کیا

(أ)عبدالرزاق،الصعانی،تفسیر الصعانی،ج۱،ص۳۰۱، ۳۰۲؛تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۷۹۶۲؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۰۶۷۷۔

(ب)اُبوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۶۷۸۔

(د)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۷۹۶۸؛تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۶۷۹، ۱۰۶۸۶۔

ہے کہ اللہ تعالیٰ ارحام میں اس کے ٹھہر نے کی جگہ اور اس کے امانت رکھنے جانے کی جگہ یعنی جہاں وہ مرے گا اس کو بھی جانتاہے حاکم نے کہا ہے یہ روایت صحیح ہے۔

(أ)حکیم ترمذی نے نوادرالاصول میں، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کی موت جس سرزمین میں ہو تو اس کا کوئی کام اس سرزمین میں مقدر کردیا جاتاہے یہاں تک کہ وہ اس مخصوص جگہ کی انتہا تک پہنچتا ہے تو اس کی جان قبض کرلی جاتی ہے اور وہ زمین قیامت کے دن کہے گی: یہ ہے وہ جو تو نے میرے پاس امانت رکھا تھا۔ ۔

﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً وَلَئِن قُلْتَ إِنَّكُم مَّبْعُوثُونَ مِن بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ إِنْ هَـذَا إِلاَّ سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾ (7)

"اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا۔ اور (اس وقت) اس کا عرش پانی پر تھا (تمہارے پیدا کرنے سے) مقصود یہ ہے کہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے۔ اور اگر تم کہ تم لوگ مرنے کے بعد(زندہ کرکے)اٹھائے جاؤ گے تو کافر کہہ دیں گے کہ یہ تو جادو کھلا ہے۔

(ب) احمد، بخاری، ترمذی، نسائی، ابوالشیخ نے لأعظمہ میں، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں عمران بن حصین سے روایت بیان کی ہے کہ اہل یمن نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ ہمیں اس امر (کائنات)کی ابتداء کے بارے میں بتایئے یہ کیسے تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر شے سے پہلے

(أ)حکیم ترمذی ، نوادر الأصول،باب یقبض العبد حیث اثرہ،ج۱،ص۱۱۷؛الحاکم المستدرک ،کتاب الایمان ،رقم: ۱۲۲، ۱۲۳؛ البیہقی،شعب الایمان،باب فی الصبر علی المصائب ،فصل فی ذکر ما فی الأوجاع و الأمراض ، رقم:۹۴۲۳۔حکم: صحیح ۔ دیکھیں :البانی ، السلسلۃ الصحیحۃ،ج ۳ ،ص۲۹۶، رقم:۱۲۲۲۔

(ب)امام أحمد،مسند أحمد،مسندالبصریین ،حدیث عمران بن حصین،رقم:۱۹۸۷۶؛البخاری،صحیح البخاری،کتاب بدء الخلق،باب ماجاء فی قول اللہ تعالی و ھوالذی یبدأالخلق،رقم:۳۰۱۹؛الترمذی،سنن ترمذی،کتاب المناقب،باب مناقب فی ثقیف و بنی حنیفۃ،رقم:۳۹۵۱؛النسائی،السنن الکبریٰ،کتاب التفسیر،باب سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۴۰؛ أبوالشیخ،العظمۃ،باب ذکرعرش الرب وکرسیہ،ج۲،ص۵۷۱،رقم:۱۸؛البیہقی،الأسماء والصفات،باب ما جاء فی اثبات صفۃ القول،رقم:۴۸۹۔

تھا۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس نے ہر شے کا ذکر لوح محفوظ میں لکھ دیا اور آسمانوں اور زمین کو تخلیق فرمایا۔ اتنے میں ایک نداء دینے والے نے بلایا: اے ابن حصینؓ! تیری اونٹنی چلی گئی۔ پس میں چلا گیا۔ جب کہ اس کے سامنے سراب یعنی صحراء کی ریت تھی جسے طے کر رہی تھی۔ خدا کی قسم! میرے لیے پسندیدہ یہ تھا کہ میں اسے چھوڑ دیتا۔

(أ) طیالسی، احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ نے العظمہ میں، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابورزین سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اپنی مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا کہاں تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ عماء میں تھا اس کے نیچے بھی ہوا تھی اور اس کے اوپر بھی ہوا تھی اور اس نے اپنا عرش پانی پر تخلیق فرمایا۔ امام ترمذیؒ نے فرمایا: اَلْعَمَاءُ اَیْ لَیْسَ مَعَهٗ شَیْءٌ۔ یعنی عماء سے مراد وہ ہے جس کے ساتھ اور کوئی شے نہ ہو (یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات موجود تھی جب کہ اور کوئی شے نہ تھی)

(ب) مسلم، ترمذی اور بیہقی نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار برس پہلے تمام مخلوق کی تقادیر کو مقدر فرمادیا اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔

(أ) الطیالسی، مسند الطیالسی، باب أحادیث أبي رزین عقیلیؓ، رقم:۱۰۹۳؛ امام أحمد، مسند أحمد، مسند المدنیین، حدیث أبي رزین عقیلی، رقم:۱۶۱۸۸، ۱۶۲۰۰؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب سورة ھود، رقم:۳۱۰۹؛ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب افتتاح الکتاب فی الایمان، باب فیما أنکرت الجھمیة، رقم:۱۸۲؛ تفسیر الطبری، سورة ھود، رقم:۱۷۹۸۱، أبوالشیخ، العظمة، ج۱، ص۳۶۴،۳۶۳، رقم:۸۳؛ البیھقی، الأسماء والصفات، باب ما ذکر فی الساق، رقم:۸۰۱۔ حکم: شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھیں: البانی، ضعیف ابن ماجہ، رقم:۳۲، السلسلة الضعیفة، ج۱۱، ص۵۰، رقم:۵۳۲۰۔

(ب) امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم وموسی علیھما السلام، رقم:۲۶۵۳؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب القدر، رقم:۲۱۵۶؛ البیھقی، الأسماء والصفات، باب ما ذکر فی الساق، رقم:۷۹۸۔

(أ)ابن جریر، ابن منذر، ابن حبان،ابوالشیخ نے العظمہ میں، حاکم اور ابن مردویہ نے ابوہریرہؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک قوم حاضر ہوئی اور عرض کی: ہم حاضر ہوئے ہیں تا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کریں اور آپ سے دین کی تعلیم حاصل کریں اور ہم آپ ﷺ سے اس کائنات کی ابتدا کے بارے میں پوچھیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات موجود تھی اور اس کے سوا کوئی شے نہ تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ اور اس نے ہر شئی الذکر (لوح محفوظ) میں لکھ دی پھر اس کے سات آسمانوں کو تخلیق فرمایا۔ پھر ایک آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے کہا: تیری ناقہ چلی گئی ہے پس میں نکل گیا اور اس کے سامنے سراب (صحرا کی ریت) طے ہورہا تھا۔ سو میں نے پسند کیا کہ میں نے اسے چھوڑ دیا ہوتا۔

(ب)عبدالرزاق نے مصنف میں، فریابی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابن عباسؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ ﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾ کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کون سی شے پر تھا؟ تو آپ نے فرمایا وہ سطح ہوا پر تھا۔

(ج)ابن جریر نے مجاہدؒ سے اس کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ کسی اور شے کو پیدا کرنے سے قبل آپ کا عرش پانی پر تھا۔

(أ)تفسیرالطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۷۹۸۲؛ابن حبان،صحیح ابن حبان،کتاب التاریخ،باب بدء الخلق، رقم:۶۱۴۰؛ أبوالشیخ، العظمۃ، باب ذکرعرش الرب وکرسیہ، رقم:۱۹؛ لحاکم، المستدرک ،کتاب التفسیر،تفسیرسورۃ ھود،رقم:۳۳۰۷۔تفسیر طبری اور صحیح ابن حبان میں یہ روایت بریدۃؓ کے بجائے عمران بن حصین سے مروی ہے۔حکم:صحیح ابن حبان کے محقق شعیب الأرنووط نے اس کے اسناد کو صحیح علی شرط الصحیح کہا ہے۔

(ب)عبدالرزاق،مصنف عبدالرزاق،کتاب المناسک،باب،بنیان الکعبۃ رقم۹۰۸۹؛ تفسیرالطبری،سورۃ ھود، رقم: ۱۷۹۸۴، ۱۷۹۸۵؛ تفسیرابن أبي حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۰۶۹۷؛ أبوالشیخ،العظمۃ،باب ذکرعرش الرب وکرسیہ،رقم:۳۸۲۱؛ الحاکم،المستدرک ،کتاب التفسیر،باب سورۃ ھود،رقم:۳۳۰۶؛البیہقی،الأسماء والصفات، باب ما ذکرفی الساق،رقم:۸۰۲۔حکم:امام حاکم نے اس خبرموقوف کو صحیح علی شرط شیخین کہا ہے۔امام ذہبی نے بھی اس کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

(ج)تفسیرالطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۷۹۷۵۔

(أ)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ دونوں نے ربیع بن انسؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کا عرش پانی پر تھا پس جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور اس کی پانی کو دوقسموں میں تقسیم فرمادیا۔ پس ایک حصہ کو پتھر کی صورت میں عرش کے نیچے رکھ دیا اور وہی ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ اس سے ایک قطرہ بھی نہیں گرے گا۔ یہاں تک کہ صور میں پھونک دیا جائے گا سو اس سے شبنم کی مثل (باریک قطرے) نازل گے اور اس سے اجسام زندہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے دوسرے نصف کو سب سے نچلی زمین کے نیچے رکھ دیا۔

(ب)داؤد بن محبّر (۱)نے کتاب العقل میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم نے تاریخ میں اور ابن مردویہ نے ابن عمرؓ سے یہ قول بیان کیاہے کہ رسول اللہﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:﴿لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اس کا معنی کیا ہے؟ تو آپﷺ نے فرمایا: تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عقل کے اعتبار سے کون اچھا ہے؟ پھر فرمایا: تم میں سے قول کے اعتبار سے کون زیادہ حسین ہے جو اللہ تعالیٰ کی محارم سے زیادہ بچنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کو زیادہ جاننے والا ہے۔

(ج)ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ابن جریج کہا لِيَبْلُوَكُم یعنی تاکہ جن وانس کو آزمائے۔

(أ)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۰۰مختصرا روایت ذکر کی ہے۔

(ب)داؤد بن محبر کی روایت الزیلعی، تخریج الأحادیث الکشاف،سورۃ ھود،ج۲،ص۱۴۵،رقم:۶۱۰ پر ملی؛ تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۷۹۸۹؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۰۵۔ ابن مردویہ کی روایت الزیلعی،تخریج الأحادیث الکشاف ، سورۃ ھود، ج ۲ ،ص۱۴۶، ۱۴۵ پر ملی۔

(ج)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۷۹۹۰۔

(۱)داؤد بن محبر بن قحذم بن سلیمان طائی،صاحب کتاب العقل،أبوسلیمان بصری،دونوں حمادوں،ربیع بن صبیح سے روایت کرتاہے ۔ ان سے فضل بن سہل أعرج،ابن منادی اور حسن بن مکرم نے روایتیں بیان کی ہیں۔ انہوں نے ۲۰۶ھ (۸۲۱ء) کو وفات پائی،أبوحاتم نے انہیں غیر ثقہ اور دارقطنی نے متروک الحدیث کہا ہے۔دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التہذیب ،ج ۲ ،ص۳۶۵، رقم:۲۱۴۰؛ ابن جوزی،الضعفاء والمتروکین،ج ۱ ،ص۲۶۷ ،رقم:۱۱۶۸؛ ابن حبان، المجروحین، ج ۱ ،ص۳۵۶، رقم:۳۲۳۔

(أ)ابن ابی حاتم نے قتادہؒ سے یہ قول نقل کیا ہے لِيَبْلُوَكُمْ اَیْ لِيَخْتَبِرَكُمْ تاکہ وہ تمہیں آزمائے۔أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً تم میں سے عقل کے اعتبار سے کون کامل ہے۔

(ب)ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ سفیان نے کہا یہ معنی ہے: تم میں سے کون دنیا سے زیادہ دور رہنے والا ہے۔

(ج)رہا یہ ارشاد گرامی ﴿وَلَئِن قُلْتَ إِنَّكُم مَّبْعُوثُونَ مِن بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ إِنْ هَـذَا إِلاَّ سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾تو ابوالشیخ نے زائدہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سلمان بن موسیٰ نے سورۂ ہود میں ساتویں آیت کے اختتام پر سِحْرٌ مُّبِينٌ پڑھا ہے۔

وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَى أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ لَّيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ أَلاَ يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفاً عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُواْ بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (8)وَلَئِنْ أَذَقْنَا الإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَيَؤُوسٌ كَفُورٌ (9) وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نَعْمَاء بَعْدَ ضَرَّاء مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ (10)إِلاَّ الَّذِينَ صَبَرُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ أُوْلَـئِكَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ (11)فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَى إِلَيْكَ وَضَآئِقٌ بِهِ صَدْرُكَ أَن يَقُولُواْ لَوْلاَ أُنزِلَ عَلَيْهِ كَنزٌ أَوْ جَاء مَعَهُ مَلَكٌ إِنَّمَا أَنتَ نَذِيرٌ وَاللّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ (12)أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُواْ بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُواْ مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (13) فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُواْ لَكُمْ فَاعْلَمُواْ أَنَّمَا أُنزِلِ بِعِلْمِ اللّهِ وَأَن لاَّ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ (14)

"اور اگرایک مدت معین تک ہم ان سے عذاب روک دیں تو کہیں گے کہ کون سی چیز عذاب روکے ہوئے ہیں۔دیکھو جس روز وہ ان پر واقع ہوگا(پھر) ٹلنے کا نہیں اور جس چیز کے ساتھ یہ استہزاء کیا کرتے ہیں وہ

(أ)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۰۴۔۱۰۷۰۸۔تفسیر ابن أبی حاتم میں ''أیکم أتم عملا'' کے الفاظ ہیں ،یعنی تم میں عمل کے لحاظ سے کون کامل ہوگا؟ جب کہ ''الدرالمنثور''میں ''أیکم أتم عقلا'' مذکور ہے۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۰۷۔

(ج)حمزہ ،کسائی اور خلف نے اس کو''ساحر''پڑھا سین کے بعد اُلف اور حاء کے کسرہ کے ساتھ، جب کہ باقیوں نے سین کے زیر اور حاء کے سکون اور بغیر الف کے پڑھا ہے۔دیکھیں:ابن جزری،النشر فی القراء ت العشر ، سورۃ مائدہ، ج۲،ص۲۸۹۔

ان کو گھیر لے گی۔ اور اگر ہم انسان کو اپنی پاس سے نعمت بخشیں پھر اس سے اس کو چھین لیں تو نا امید(اور)ناشکرا (ہوجاتا)ہے۔اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد آسائش کا مزہ چکھائیں‌تو (خوش ہوکر) کہتا ہے کہ (آہا)سب سختیاں مجھ سے دور ہوگئی بے شک وہ خوشیاں منانے والا(اور)فخر کرنے والا ہے ۔ ہاں جنہوں نے صبر کیا اورعمل نیک کئے یہی ہے جن کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔شاید تم کچھ چیز وحی میں سے جو تمہارے پاس آتی ہے چھوڑ دو اور اس(خیال) سے تمہارا دل تنگ ہوکہ(کافر)یہ کہنے لگیں کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں نازل ہوا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا اے محمدﷺ !تم تو صرف نصیحت کرنے والے ہو اور خدا ہر چیز کا نگہبان ہے ۔یہ کیا کہتے ہیں کہ اس نے قرآن از خود بنا لیا ہے کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم بھی ایسی دس سورتیں بنا لو اور خدا کے سوا جس جس کو بھلا سکتے ہو بلا بھی لو ۔ اگر وہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ وہ خدا کے علم سے اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تمہیں بھی اسلام لے آنا چاہیے۔

(أ)ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے بیان فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ﴾(۱) "قریب آگیا ہے لوگون کے لیے ان کے (اعمال کے) حساب کا وقت"۔تو لوگوں نے کہا: بے شک قیامت قریب آگئی ہے پس وہ رک گئے اور وہ تھوڑا ساوقت رک کے رہے اور پھر اپنے برے اعمال کی طرف لوٹ آئے۔تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿اَتٰى اَمْرُ اللهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ﴾ (۲) "قریب آگیا ہےحکم الٰہی پس اس لیے عجلت نہ کرو"۔ تو لوگوں نے کہا: یہ اہل ضلالت ہیں،اللہ تعالی کا حکم قریب آگیا ہے۔تو لوگ (برے اعمال) سے باز آگئے۔لیکن پھر اپنے مکروفریب اور بری تدبیروں کی طرف لوٹ آئے۔تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:﴿وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ﴾

(ب)ابن جریر اور ابن منذر نےاِلٰى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ کا معنی بیان کیا ہے:اِلٰى اَجَلٍ مَّعْدُوْدَةٍ۔یعنی معین وقت تک۔

(أ)ابن منذر اور ابن ابی حاتم کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم: ۱۷۹۹۴۔

(۱)(انبیاء:۱)

(۲)(النحل:۱)

(أ)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ لَيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ کے بارے میں قتادہؒ نے کہا وہ اسے جھٹلاتے ہوئے کہیں گے کس چیز نے اس عذاب کو روک دیا ہے حالانکہ ایسی کوئی شے نہیں ہے۔

(ب)ابن ابی حاتم سدیؒ سے بیان کیا ہے کہ وہ ﴿وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُواْ بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ کے ضمن میں کہتے ہیں کہ وہ عذاب واقع ہوا جس کے ساتھ وہ استہزاء اور تمسخر کرتے رہے۔

(ج)ابن جریر اور ابوالشیخ نے وَلَئِنْ أَذَقْنَا الإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً .....الآیہ۔ کے ضمن میں ابن جریج سے یہ قول بیان کیا ہے: اے ابن آدم! جب تیرے پاس خوش حالی اور امن وعافیت جیسی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں موجود ہوں تو تو اللہ کی ناشکری کرتا ہے۔ اور جب وہ نعمتیں تجھ سے چھین لی جائیں اور رب کریم تجھے ان سے فارغ کردے تو پھر تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مایوس اور اس کی رحمت سے بالکل ناامید ہوجاتا ہے۔ اس طرح منافق اور کافر کا معاملہ ہے اور ارشاد ربانی وَلَئِنْ أَذَقْنَا نَعْمآءَ سے لے کر ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّيٓ تک کی تفسیر میں فرمایا: تو یہ اسے اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ دیتی ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کے خلاف جرات دلاتی ہے۔ اس طرح وہ انتہائی خوش ہوجاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس طرح خوش ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور وہ تکبر کرتا ہے اور اس پر اتراتا ہے جو نعمت اسے عطا کی گئی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا شکرادا نہیں کرتا۔ پھر اس حکم سے استثناء کرتے ہوئے فرمایا ﴿إِلاَّ الَّذِينَ صَبَرُوا﴾ مگروہ لوگ جو ابتلاء اور آزمائش کے وقت صبر کرتے ہیں ﴿وَعَمِلُواْ الصَّالِحَات﴾ اور نعمت وفضل کے وقت اعمال صالحہ کرتے ہیں۔﴿أُوْلَـئِكَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ﴾ ان کے لیے ان کے گناہوں کی بخشش بھی ہے وَأَجْرٌ كَبِيرٌ اور بہت بڑا اجر یعنی جنت بھی ہے۔﴿فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَى إِلَيْكَ﴾ یعنی اگر آپ اس میں وہ کریں گے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور اس کی طرف دعوت دیں گے جس کے لیے آپ کو بھیجا گیا ہے أَن يَقُولُواْ لَوْلاَ أُنزِلَ عَلَيْهِ كَنزٌ کہ وہ کہیں گے کیوں نہ اتارا گیا اس پر خزانہ "۔ جب کہ آپ اس کے ساتھ مال نہیں پائیں گے۔أَوْ جَاء مَعَهُ مَلَكٌ کیوں نہ آیا

(أ) تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۱۴۔یہ روایت قتادہؒ کے بجائے ابن جریج سے مروی ہے۔

(ب)تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۱۵۔

(ج)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۰۰۴۔۱۸۰۰۵،۱۸۰۰۶،۱۸۰۰۷،۱۸۰۰۸۔

اس کے ساتھ فرشتہ۔" جو اس کے ساتھ ڈراتا۔ إِنَّمَا أَنتَ نَذِيرٌ آپ صرف ڈرانے والے ہیں۔ پس جو آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ وہ پہنچائیے کیونکہ آپ تو صرف رسول ہیں۔﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ﴾ کفار نے یہ کہا(کہ اس نے یہ قرآن خود گھڑلیا ہے)﴿فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ﴾ تو تم بھی قرآن کی مثل دس سورتیں لے آؤ۔ ﴿وَادْعُو شُهَدَآئَكُم﴾(۱) کہ وہ شہادت دیں یہ قرآن کی مثل ہیں۔

(أ)ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے فرمایا:فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ یہ خطاب نبی ﷺ کے اصحاب کو ہے (پس کیا اب تم اسلام لے آؤ گے)

مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ (15) أُوْلَـئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الآخِرَةِ إِلاَّ النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُواْ فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُواْ يَعْمَلُونَ (16)

"جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا ہی میں دے دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی۔یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آتش (جہنم) کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انہوں نے دنیا میں کئے سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع۔"

(ب)ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ انسؓ نے فرمایا:آیت کریمہ مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا یہود اور نصاریٰ کے بارے نازل ہوئی۔

(ج)ابن جریر اور ابن ابی حاتم دونوں نے عبداللہ بن معبد(۲) سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی علیؓ کے پاس کھڑا ہوا اور عرض کی: ہمیں ان آیات کے بارے میں بتایئے۔مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا سے

(أ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۰۰۹۔

(ب)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۰۲۳ ؛تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۳۶۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۳۸۔

(۱)(البقرہ:۲۳)

(۲) عبداللہ بن معبد زمانی بصری ،ثقہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ ان کے شیوخ میں ابن مسعودؓ،ابوھریرۃؓ اور ابوقتادۃؓ شامل ہیں۔ ان سے ثابت البنانی،قتادۃ،غیلان بن جریر اور دیگر نے روایتیں بیان کی ہیں ۔ انہوں نے ۱۰۰ھ(۷۱۸ء) سے قبل وفات پائی۔ دیکھیں:الذھبی ،سیر أعلام النبلاء، ج۴، ص۲۰۶، رقم: ۸۴؛مغلطائی،اکمال تھذیب الکمال، ج۸،ص۲۱۵، رقم:۳۲۲۰۔

لے کرتا قول وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ تو آپ نے جواب فرمایا: تو ہلاک ہوجائے۔ یہ اس کے لیے ہیں جو دنیا کا طلب گار ہے اور آخرت کا طلب گارنہیں۔

(أ)نحاس نے ناسخ میں ابن عباسؓ سے اس طرح بیان کیا ہے مَن كَانَ يُرِيْدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيا جو طلب گار ہیں دینوی زندگی کے ثواب کے وَزِيْنَتَهَا اور اس کے مال کےنُوَفِّ إِلَيْهِمْ تو ہم انہیں ان کے اعمال کا ثواب صحت اور اہل، مال اور اسلام کی خوشی کی صورت میں کثرت سے دیں گے۔وَهُمْ فِيْهَا لاَ يُبْخَسُونَ اور انہیں اس میں نقصان نہیں اٹھانا پڑے گا۔ پھر اسے اس آیت نے منسوخ کردیا مَن كَانَ يُرِيْدُ الْعاجِلَةَ عَجَّلْنا لَهٗ فِيْها مَانَشَآءُ....... الآية۔(۱)

(ب)ابوالشیخ نے سدیؒ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

(ج)ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس کسی نے عمل صالح کیا دنیا کی طلب میں چاہے وہ روزہ ہو،نماز ہو یارات کے وقت نماز تہجد ہوتو اس کا وہ عمل صرف دنیا کی طلب کے لیے ہی ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یا وہ عمل جس کا ثواب اس نے دنیا میں طلب کیا۔تو جوعمل وہ کررہاتھا اسے اس نے خراب کردیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

(د)ابن ابی شیبہ، ہناد اور ابن ابی حاتم نے اسی آیت کی ضمن مین سعید بن جبیرؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ آدمی ہے جو دنیا کے لیےعمل کرتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب نہیں ہوتا۔

(ھ)ابن ابی حاتم نے ضحاکؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت اہل شرک کے بارے میںنازل ہوئی ہے۔

(أ)النحاس، الناسخ والمنسوخ ،ص ۵۳۱۔

(ب)روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۰۱۲؛تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۳۹۔

(د)مصنف ابن أبی شیبہ، کتاب الزھد، باب کلام الحسن البصری، رقم: ۳۵۴۷۲؛ھناد بن السری،الزھد، باب الریاء، رقم: ۸۵۶؛تفسیرابن أبی حاتم، سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۳۷۔

(ھ)تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۴۰۔

(۱) (الاسراء:۱۸)

(اُ)ابن جریر اور ابوالشیخ دونوں نے مجاہدؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس آیت میں ریا کاروں کا ذکر ہے۔

(ب)ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن جریر، ابن منذر اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہؓ سے حدیث روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے ایک ایسے آدمی کو بلایا جائے گا جس کے سینے میں قرآن کریم جمع ہوگا (یعنی وہ قرآن کا حافظ ہوگا) اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا کیا میں نے تجھے اس کا علم نہیں دیا تھا جو میں نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا؟ تو وہ عرض کرے گا کیوں نہیں اے میرے پرودگار! تو پھراللہ تعالیٰ فرمائے گا: جو میں نے تجھے سکھایا اس کے مطابق تونے کیسے عمل کیا؟ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں رات دن اسے پڑھتا رہا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائیگا: تو نے جھوٹ بولا ہے اور ملائکہ بھی کہیں گے تونے جھوٹ بولا ہے بلکہ تونے تو یہ ارادہ کیا کہ یہ کہا جائے گا فلاں بہت اچھا قاری ہے سووہ کہہ دیا گیا چلاجاآج کے دن تیرے لیے ہمارے پاس اجر میں کوئی شے نہیں ہے۔ پھر مال دار شخص کو بلایا جائے گا۔تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا: اے میرے بندے! کیا میں نے تجھ پر احسان نہیں فرمایا تھا اور تجھے مال کی فراوانی اور خوشحالی عطا نہیں کی تھی؟ تو وہ عرض کرے گا: کیوں نہیں اے میرے پروردگار! تورب کریم فرمائے گا جو میں نے تجھے عطا فرمایا تونے اس کے مطابق عمل کس طرح کیا؟تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب!میں رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہا اورصدقہ وخیرات اور دیگر ایسے ہی معاملات کرتا رہا۔تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے۔بلکہ تیراارادہ تو یہ تھا کہ یہ کہا جائے فلاں بڑا سخی ہے۔ سواس طرح کہا گیا۔ چلاجاآج کے

(اُ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۰۲۷۔

(ب)الترمذی، سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب الریاء والسمعۃ ، رقم: ۲۳۸۲؛تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۰۲۸؛البیہقی، شعب الایمان، باب فی فضائل السور و الآیات،فصل فی رفع الصوت بالقرآن ،رقم: ۲۳۷۸،۲۳۸۷۔حکم: امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے ۔دیکھیں:امام مسلم صحیح مسلم،کتاب الامارۃم باب من قاتل للریاء والسمعۃ استحق النار، رقم: ۱۹۰۵۔

دن تیرے لیے ہمارے پاس کوئی اجر نہیں ہے۔ پھر ایک مقتول کو بلایا جائیگا۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ فرمائیگا: اے میرے بندے! تجھے کون سے جرم میں قتل کیا گیا؟ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! صرف تیری رضا میں اور تیری راہ میں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا ہے اور ملائکہ بھی کہیں گے۔ تو نے جھوٹ بولا ہے: بلکہ تو نے تو یہ ارادہ کیا تھا کہ یہ کہا جائے فلاں بڑا بہادر اور جری ہے۔ سو ایسا کہہ دیا گیا۔ تو چلا جا آج کے دن تیرے لیے ہمارے پاس کوئی اجر نہیں ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہی تین قسم کے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے زیادہ شریر اور برے ہیں۔ قیامت کے دن انہیں کے ساتھ جہنم بھڑ کائی جائے گی۔ معاویہؓ نے اس کے ساتھ **وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ** تک آیت پڑھی۔

(أ) بیہقیؒ نے انسؓ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو میری امت تین فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ ایک گروہ وہ ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کرتے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے۔ جو اس لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تا کہ اس کے سبب وہ دنیا کو پالیں اور ایک گروہ وہ ہے جو صرف دکھاوے اور ریا کاری کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ پس وہ اگروہ جو دنیا کو پانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ فرمائے گا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! تو نے میری عبادت سے کیا ارادہ کیا؟ تو وہ عرض کرے گا: دنیا کا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو کچھ تو نے جمع کیا بالیقین وہ تجھے نفع نہیں دے گا اور نہ تو اس کی طرف لوٹ کر جائے گا۔ اسے جہنم کی طرف لے چلو۔ پھر وہ گروہ جو ریا کاری کے لیے عبادت کرتا ہے اسے فرمائے گا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! تو نے میری عبادت سے کیا ارادہ کیا؟ میری بارگاہ تک بلند نہیں ہوگی اور نہ آج وہ تجھے نفع دے گی۔ اسے جہنم کی طرف لے چلو۔ پھر وہ گروہ جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عبادت کرتا رہا۔ اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میری عزت وجلال کی قسم! تو نے میری عبادت سے کیا ارادہ کیا ہے؟ تو وہ عرض کرے گا: تیری عزت وجلال کی قسم! تو مجھ سے زیادہ بہتر جانتا ہے کہ میں صرف تیری رضا کے لیے اور تیرے دار کے لیے عبادت کرتا رہا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا: میرے بندے نے سچ کہا ہے۔ لہٰذا اسے جنت کی طرف لے چلو۔

(أ) البيهقي، شعب الايمان، باب تحريم أعراض الناس وما يلزم، فصل فيمن أبعد نفسه عن مواضع التهم، رقم: ۶۳۸۹۔

(أ) بیہقیؒ نے شعب الایمان میں عدی بن حاتم(۱) سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سے کچھ لوگوں کو جنت کی طرف لایا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے قریب ہوجائیں گے وہ اس کی خوشبو کو پانے لگیں گے اور اس کے محلات کی طرف دیکھنے لگیں گے اور ہر اس شے کی طرف دیکھیں گے جو اللہ تعالیٰ نے جنت میں اہل جنت کے لیے تیار فرمارکھی ہے۔ تو وہ کہیں گے : اے ہمارے رب! اگر تو ہمیں یہ دکھانے سے قبل جہنم میں داخل کردیتا۔ جو کہ تو نے ہمیں ثواب اور جو کچھ تو نے اپنے اولیاء (دوستوں) کے لیے تیار کررکھا ہے اور ہمیں دکھایا ہے۔ تو وہ ہمارے لیے زیادہ آسان تھا۔ تو رب کریم فرمائے گا: میں نے اس سے ارادہ ہی یہ کیا ہے کہ جب تم خلوت میں ہوتے تھے تو تم عظمت وشرف میں میرا مقابلہ کرتے تھے اور جب تم لوگوں سے ملتے تو تم انہیں اس حال میں ملتے کہ تم انتہائی حقیر اور پست ہوتے تھے اورتم میری جلالت شان کا اعتراف نہ کرتے۔ تم نے لوگوں کے لیے چھوڑا ہے۔ میرے لیے نہیں چھوڑا۔ پس آج میں تمہیں ثواب سے محروم کرنے کے ساتھ ساتھ دردناک عذاب چکھاؤں گا۔

(ب) أبوالشیخ نے سعید بن جبیرؒ سے اس آیت مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا......الآیہ کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ انہیں ان اعمال کا ثواب (بدلہ) دنیا میں دیا جائے گا جو انہوں نے کیے۔ اور آخرت میں ان کے لیے کوئی شے نہیں ہوگی۔ اور یہ سورۂ روم کی اس آیت کی طرح ہے:﴿وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَ

(أ) البیہقی، شعب الایمان، باب تحریم أعراض الناس وما یلزم، فصل فیمن أبعد نفسہ عن مواضع التھم، رقم: ۶۳۹۰_حکم: موضوع_دیکھیں:البانی،ضعیف الترغیب والترھیب،کتاب الاخلاص، ج۱،ص ۷،رقم: ۲۳۔

(ب) أبوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) عدی بن حاتم بن عبداللہ بن سعد کے والدمحترم حاتم طائی بخشش اور عطاء میں ضرب المثل تھے۔ عدی بن حاتم نے ۹ یا ۱۰ھ ، میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ شریک تھے۔ ان سے امام شعبی، عبداللہ بن معقل اور أبو اسحاق ہمدانی نے روایتیں کی ہیں،انہوں نے ۶۷ھ(۶۸۷ء)کو وفات پائی۔ان سے ۶۶ أحادیث مروی ہیں۔ دیکھیں:ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ،ص۷۱،رقم:۴۹؛ابن الأثیر،أسد الغابۃ، ج ۳،ص ۳۳۵،رقم:۳۶۱۱؛ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج۳،ص ۱۶۸،رقم: ۱۸۰۰؛ ابن حجر، الاصابۃ، ج ۲،ص۴۶۸،رقم: ۵۴۷۷۔

فِيۡ أَمۡوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرۡبُو عِندَ اللّٰهِ﴾(۱) "اور جو روپیہ تم دیتے ہو بیاج پر تا کہ وہ بڑھتا رہے لوگوں کے مالوں میں (سن لو!) اللہ کے نزدیک یہ نہیں بڑھتا"۔

(أ)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں قتادہ ؒ فرماتے ہیں: وہ آدمی جس کا ارادہ، فکر، طلب نیت اور حاجت صرف دنیا ہوالله تعالیٰ اس کی نیکیوں کا بدلہ اسے دنیا میں عطا فرمادے گا۔ پھر اسے آخرت میں اس طرح پہنچائے گا کہ اس کے لیے کوئی نیکی نہیں ہوگی۔ رہابندۂ مومن! تواسے دنیا میں اس کی نیکیوں کی جزادی جاتی ہے اور آخرت میں ان پر ثواب دیا جائے گااور وَهُمۡ فِيۡهَا لَا يُبۡخَسُوۡن کا معنی ہے کہ آخرت میں ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

(ب)ابوالشیخ مجاہد ؒ سے یہ تفسیر بیان کی ہے وہ آدمی جو دنیا کے لیے عمل کرتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد نہیں کرتا تو جو عمل اس نے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس عمل کو اس کے لیے پورا فرمادیگا۔اسی لیے فرمایا ﴿مَن نُوَفِّ إِلَيۡهِمۡ أَعۡمَالَهُمۡ فِيۡهَا وَهُمۡ فِيۡهَا لَا يُبۡخَسُوۡنَ﴾ یعنی وہ نقصان اٹھانے والے نہیں ہوں گے۔مفہوم یہ ہے کہ جو اعمال انہوں نے کیے انہیں ان پر پوراپورا اجر عطا کیا جائے گا۔

(ج)ابوالشیخ نے میمون بن مہران ؒ سے بیان کیا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا مقام ومرتبہ جاننے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اپنے عمل کی طرف دیکھنا چاہیے۔ کیونکہ جیسا وہ عمل کررہا ہے اس عمل کے مطابق اس کا مقام ہوگا۔کسی مومن یا کافر کاکوئی عمل نیک نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کابدلہ عطافرمائے گا۔ پس مومن کو دنیا اور آخرت میں جتنی چاہے گا جزاعطا فرمائے گا۔ رہا کافر! تواسے صرف دنیا میں اس کی جزادیتا ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:﴿مَن كَانَ يُرِيۡدُ الۡحَيَاةَ الدُّنۡيَا وَزِيۡنَتَهَا۔﴾

(د)ابوالشیخ نے حسن ؒ سے نقل کیا ہے کہ ﴿نُوَفِّ إِلَيۡهِمۡ أَعۡمَالَهُمۡ﴾ یعنی طيباتهم یعنی ہم انہیں ان کے اچھے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے۔

(أ)اُبوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)روایت نہیں ملی۔

(ج)روایت نہیں ملی۔

(د)اُبوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱)(الروم:۳۹)

(أ)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ﴿نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا﴾ کے ضمن میں ابن جریر نے کہا: ہم دنیا میں ان کے لیے ہراچھائی جلدی لائیں گے جوان کے لیے دنیا میں ہوگی۔ اور جو اچھائیاں انہیں عطاء نہ کی گئی ان کے سبب ان پر کوئی ظلم اور زیادتی نہیں کی جائے گی۔ اللہ تعالی نے ان کے ساتھ کوئی ظلم نہیں کیا کیونکہ انہوں نے عمل ہی صرف دنیا کے لیے کیا۔

(ب)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مجاہد سے اسی آیت کے تحت یہ قول نقل کیا ہے: تو اس کے لیے جلدی کی جائے گی جس کا عمل قبول نہیں کیا جائے گا۔

(ج)ابوالشیخ نے سدیؒ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا کے تحت کہا: جو انہوں نے خیر اور نیکی کا کام کیا وہ اکارت گیا۔ "وبطل" اور آخرت میں باطل ہے وہاں ان کے لیے کوئی جزا نہیں ہوگی۔

(د)ابن ابی حاتم نے ابومالک سے یہ قول بیان کی ہے کہ حَبِطَ بمعنی ہے مٹ جانا۔ ضائع ہوجانا۔

(ھ)أبوعبید اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ ابی بن کعب نے اس طرح قرأت ہے۔وَبَاطِلًا مَّا كَانُوْا يعملوْنَ۔

أَفَمَن كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً أُوْلَئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ فَلاَ تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ يُؤْمِنُونَ (17)

" بھلا جو لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل (روشن)رکھتے ہوں اوران کے ساتھ ایک (آسمانی)گواہ بھی اس کی جانب سے ہو اور اس سے پہلے موسی علیہ السلام کی کتاب ہو جو پیشوا اور رحمت ہے

(أ)روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۰۱۸ ،تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۴۴۔

(ج)روایت نہیں ملی۔

(د)تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۵۰۔

(ھ)أبو عبید اور ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(تو کیا وہ قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے؟)یہی لوگ تو اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو کوئی اور فرقوں میں سے اس کا منکر ہو تو اس کا ٹھکانا آگ ہے تو تم اس (قرآن) سے شک میں نہ ہونا۔ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے"۔

(اَ)ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابونعیم نے المعرفہ میں بیان کیا ہے کہ علی بن ابی طالب ؓ نے فرمایا: قریش میں سے کوئی آدمی بھی نہیں ہے مگر اس کے بارے میں قرآن کریم کا ایک طائفہ (چند آیات) نازل ہوا۔ تو ایک آدمی نے پوچھا: آپ کے بارے میں کیا نازل ہوا ہے؟ فرمایا: کیا تو سورۂ ہود نہیں پڑھتا أَفَمَن كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ پس رسول اللہ ﷺ اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل ہیں اور میں انکی جانب سے سچا گواہ ہوں۔

(ب) ابن مردویہ اور ابن عساکر نے علی ؓ سے اس آیت کے بارے میں یہ بیان کیا ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کی جانب سے روشن دلیل ہیں اور میں اس کی جانب سے شاہد ہوں۔

(ج)ابن مردویہ نے ایک دوسری سند سے علی ؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا أَفَمَن كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ میں ہوں اور وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ کا مصداق علی ؓ ہیں۔

(د)ابوالشیخ نے ابوالعالیہ سے بیان کیا ہے کہ اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل محمد ﷺ ہیں۔

(ھ)ابوالشیخ نے ابراہیم ؒ سے بیان کیا ہے کہ أَفَمَن كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ میں روشن دلیل سے مراد محمد ﷺ ہیں۔

(أ)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۰۷۵۵؛ أبونعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج۱ص۸۸، رقم:۳۴۶۔

(ب)ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۴۲ص۳۶۰۔

(ج)ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د)ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ)ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الأوسط میں اور ابوالشیخ نے محمد بن علی بن ابی طالب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا؛ کہ لوگوں کا خیال ہے کہ ارشاد باری وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ میں پیچھے آنے والے سچے گواہ آپ ہیں۔تو انہوں نے فرمایا: میں پسند تو کرتا ہوں کہ میں ہی وہ ہوں لیکن وہ محمد ﷺ کی زبان ہے۔

(ب)ابوالشیخ نے محمد بن علی بن حنفیہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ میں روشن دلیل سے مراد محمد ﷺ ہیں اور وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ میں شاہد سے مراد آپ ﷺ کی زبان اقدس ہے۔

(ج)ابوالشیخ نے ابن أبی نجیح کی سند سے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے فرمایا کہ اس آیت میں روشن دلیل سے مراد محمد ﷺ ہیں اور وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ کے بارے میں فرمایا: کہ حسنؒ فرمایا کرتے تھے اس سے مراد زبان ہے۔ اور عکرمہ نے ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ جبرائیل علیہ السلام ہیں اور ان کی موافقت میں سعید بن جبیرؒ نے کہا ہے کہ وہ شاہد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

(د)ابوالشیخ نے عطاءؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ سے مراد زبان ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ شاہد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

(ھ)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے کئی طرق سے ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ میں روشن دلیل حضرت محمد ﷺ ہیں اور وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ میں شاہد سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس طرح شاہد ہیں کہ وہ اس کتاب اللہ سے تلاوت کرتے ہیں جو محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کی گئی۔ اور وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ کے بارے

(أ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۰۳۰ ؛تفسیرابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۰۷۵۹ ؛الطبرانی، المعجم الأوسط، ج ۷، ۵۳، رقم:۶۸۲۸۔حکم: امام الہیثمی نے کہا:اس کی سند میں خلید بن دعلج ہے اور وہ متروک ہے۔دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب سورۃ ھود، رقم: ۱۱۰۷۶۔

(ب)ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج)ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د)ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۰۶۴ ؛تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۶۷،۱۰۷۶۱،۱۰۷۵۵؛ أبوالشیخ، العظمۃ، باب ذکر خلق جبرئیل علیہ السلام، رقم: ۴۹۷ـمختصرا ذکر ہے۔

میں آپ نے فرمایا: کہ اس سے قبل انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر تورات کی تلاوت کی ہے جس طرح حضرت محمد ﷺ کی زبان پر قرآن کریم پڑھا ہے۔

(أ)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مجاہدؒ سے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں روشن دلیل تو محمد ﷺ ہیں اور پیچھے آنے والے شاہد سے مراد وہ فرشتہ ہے جو آپ کی حفاظت کرتا ہے۔

(ب)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر نے حسین بن علیؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ محمد ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے شاہد ہیں۔

(ج)ابوالشیخ نے حسنؒ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ مومن اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل ہیں۔

(د)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ **وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى** کی تفسیر میں ابراہیمؒ نے فرمایا: کہ اس سے پہلے وہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف کتاب لے کر آئے۔

(ھ)عبدالرزاق اور ابوالشیخ دونوں نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے **ومن یکفر به من الأحزاب** کے بارے میں فرمایا: کہ کفار کے تمام کے تمام گروہ کفر پر تھے۔

(و)ابوالشیخ نے قتادہؒ سے بیان کیا ہے کہ یہودونصاریٰ میں سے جو کوئی اس کے ساتھ کفر کرے۔

(ز)سعید بن منصور،ابن منذر، طبرانی اور ابن مردویہ نے سعید بن جبیرؒ کی سند سے ابوموسیٰ اشعری سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس امت میں سے کسی نے اور کسی یہودی اور عیسائی

(أ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۰۶۵،۱۸۰۶۷؛تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۔۱۰۷۶۳،۱۰۷۵۵۔

(ب)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۰۴۲؛تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۵۸۔

(ج)روایت نہیں ملی۔

(د)ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ)عبدالرزاق الصعانی،تفسیر الصعانی، سورۃ ھود، ج۱،ص۳۰۲۔

(و)روایت نہیں ملی۔

(ز)التفسیر من سنن سعید بن منصور، رقم: ۱۰۳۱؛طبرانی کی روایت: الھیثمی، مجمع الزوائد، کتاب علامات النبوۃ، باب فیمن سمع بہ ولم یؤمن بہ ﷺ، رقم:۱۳۹۶۱،۱۳۹۶۰ پر ملی۔حکم۔ صحیح: دیکھیں: امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا ﷺ، رقم: ۱۵۳۔

نے میری بات نہیں سنی اور وہ میرے ساتھ ایمان نہیں لایا مگر یہ کہ وہ اہل نار میں سے ہے۔ سعید نے بیان کیا ہے کہ میں نے کہا؛ نبی ﷺ نے نہیں فرمایا مگر وہی جو کتاب اللہ میں ہے پس میں نے یہ آیت پائی:﴿وَمَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ﴾۔

(أ)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے نے سعید بن جبیرؒ کی سند سے ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس امت میں سے جس کسی نے یا کسی یہودی اور عیسائی نے میرے بات سنی اور وہ میرے ساتھ ایمان نہ لایا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ تو وہ کہنے لگا کتاب اللہ میں اس کی تصدیق کہاں ہے؟ کم ہی میں نے نبی ﷺ کی حدیث طیبہ سنی ہے مگر میں نے اس کی تصدیق قرآن کریم میں پائی ہے یہاں تک کہ میں نے یہ آیت پائی ہے:وَمَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ فرمایا الاحزاب سے مراد تمام کی تمام ملتیں ہیں۔

(ب)ابن أبی حاتم نے سعید بن جبیرؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جو حدیث بھی کسی موضوع پر مجھ تک پہنچی ہے میں نے اس کا مصداق کتاب اللہ میں پالیا ہے۔

(ج)ابن مردویہ نے ابوہریرہؓ سے حدیث بیان کی ہے :رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اس امت میں سے جو کوئی اور یہودونصاری میں سے جو بھی مجھ سے سنے اور پھر وہ اس حال میں مرگیا کہ وہ اس کے ساتھ ایمان نہ لایا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے تو وہ بالیقین اصحاب نار میں سے ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أُولَـٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَى رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَـٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ (18)

"اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ افتراء کرے ایسے لوگ خدا کے سامنے پیش کئے

(أ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۰۷۳؛تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۶۹؛الحاکم،المستدرک،کتاب التفسیر،باب تفسیر سورۃ ھود، رقم:۳۳۰۹؛تفسیر طبری اور تفسیر ابن أبی حاتم میں یہ روایت سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے۔ ابن عباسؓ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۶۹۔

(ج)ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

جائیں گے اور گواہ کہیں گے کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ بولا تھا۔سن رکھو کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے"۔

(أ)ابن جریر اور ابوالشیخ دونوں نے اُبوجریج سے اس کی اس طرح تفسیر بیان کی ہے:وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فرمایا اس سے مراد کافر اور منافق ہے "یعنی کافر اور منافق سے زیادہ ظالم کون ہے جو بہتان لگاتا ہے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا"۔أُولَـٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ یہ لوگ اپنے رب سامنے پیش کیے جائیں گے اور وہ ان سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ یعنی وہ جو دنیا میں ان کے اعمال محفوظ کرتے تھے (وہ کہیں گے) هَـٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ یعنی انہوں نے اعمال محفوظ کیے اور اسی سبب سے وہ قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے۔

(ب)ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ میں اشہاد سے مراد ملائکہ ہیں۔

(ج)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ قتادہؒ نے فرمایا الْأَشْهَادُ یعنی ملائکہ بنی آدم کے خلاف ان کے اعمال کی بناپر شہادت دیں گے۔

(د)ابن مبارک، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقیؒ نے الاسماء والصفات میں ابن عمرؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مؤمن کو قریب کرے گا یہاں تک کہ اس پر اپنی رحمت کا پردہ وہ ڈال دیگا اور وہ اسے لوگوں سے چھپالے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا۔ اسے فرمائے گا: کیا تو اس گناہ کو پہچانتا ہے؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں انہیں پہچانتا ہوں۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنے گناہوں

(أ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۰۸۰-۱۸۰۸۶۔

(أب)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۰۸۱۔

(ج)روایت نہیں ملی۔

(د)ابن مبارک، الزھد، باب ما جاء فی الخشوع والخوف، رقم:۱۶۶؛ ابن أبی شیبہ،مصنف ابن أبی شیبہ، کتاب ذکر رحمۃ اللہ، باب ما جاء فی ذکر سعۃ رحمۃ اللہ تعالی، رقم: ۳۴۲۲۱؛البخاری،صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب قول اللہ تعالی: ألا لعنۃ اللہ علی الظالمین، رقم: ۲۳۰۹؛امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب قبول توبۃ القاتل و ان کثر قتلہٗ ،رقم: ۲۷۶۸، تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۰۸۹؛تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۷۴؛البیہقی،الأسماء والصفات، باب بیان أن اللہ جل ثناؤہ أسماء أخری، رقم:۹۳۔

کااقرار کرلے گا اور اپنے دل میں یہ خیال کرے گا کہ وہ ہلاک ہوگیا ہے تو رب کریم فرمائے گا۔چونکہ میں نے دنیا میں اسے تجھ پر چھپائے رکھا ہے۔ لہذا آج میں تیرے لیے اسے معاف فرمادوں گا پھر اللہ تعالیٰ اسے نیکیوں کا نامہ اعمال عطافرمائے گا۔ اور رہے کفار اور منافقین۔تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَـٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ۔

(أ)طبرانی اور ابوالشیخ نے ایک دوسری سند سے ابن عمرؓ سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک مؤمن کو لائے گا اور اسے اپنے قریب کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ اسے تمام مخلوق سے اپنے حجاب میں رکھے گا۔ اور اسے فرمائے گا تو اسے پڑھ پس وہ اسے ایک ایک گناہ کی پہچان کرائے گا۔اور فرمائے گا کیا تو اسے جانتا ہے،کیا تو اسے پہچانتا ہے؟ تو وہ جواب دے گا ہاں۔ہاں پس وہ بندہ دائیں بائیں متوجہ ہوگا۔تو رب کریم اسے فرمائے گا: اے میرے بندے تجھ پر کوئی حرج اور تکلیف نہیں۔ تو تمام مخلوق سے میرے پردے میں چھپا ہوا ہے اور آج میرے اور تیرے درمیان کوئی ایسا نہیں ہے جو تیرے گناہوں پر مطلع ہوجائے۔ تو جا۔ میں نے ایک ہی حرف کے ساتھ تیری ان تمام گناہوں سے مغفرت فرمادی جنہیں لے کر تو میرے پاس آیا ہے۔تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! وہ کیا ہے؟ تو رب کریم فرمائے گا تو میرے سوا کسی سے بھی عفو کی امید نہیں رکھتا۔ پس تیرے گناہوں کی میرے سامنے کوئی حیثیت نہیں۔ لیکن رہا کافر! تو اس کے گناہ گواہوں کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ پڑھے گا۔وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَـٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ۔

(ب)ابن جریر اور ابن مردویہ دونوں نے قتادہؒ سے بیان کیا ہے کہ ہم باتیں کرتے تھے کہ اس دن کوئی رسوا نہیں ہوگا۔ پس اس کی رسوائی مخلوق میں سے ہر ایک پر مخفی رہے گی۔

(أ)امام طبرانی کی روایت: الهیثمی، مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب سورة هود، رقم: ۱۱۰۷۷ پر ملاحظہ کریں: امام ہیثمیؒ نے کہا: اس میں قاسم بن بہرام ہے جو ضعیف ہے۔

(ب)تفسیر الطبری،سورة هود،رقم:۱۸۰۹۱۔

(أ)ابن ابی حاتم نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم(ا)سے بیان کیا ہے کہ یہ عمرو بن حزم کے نام رسول اللہ ﷺ کا خط ہے جب کہ آپ ﷺ نے انہیں یمن کی طرف بھیجا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالی نے ظلم کو ناپسند کیا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا أَلاَ لَعْنَةُ اللّهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ۔

(ب)ابن ابی حاتم نے میمون بن مہران سے یہ قول بیان کیا بے شک ایک آدمی نماز پڑھتا ہے اور اپنی قرأت میں اپنے پر ہی لعنت بھیجتا ہے اور کہتا ہے:أَلاَ لَعْنَةُ اللّهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ حالانکہ وہ خود ظالم ہوتا ہے۔

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَن سَبِيْلِ اللّهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجاً وَهُم بِالآخِرَةِ هُمْ كَافِرُوْنَ (19)

" جو خدا کے رستے سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں۔اور وہ آخرت سے بھی انکار کرتے ہیں۔ "

(ج)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے اس ارشاد کے بارے میں سدیؒ سے بیان کی ہے کہ قریش نے لوگوں کو اللہ تعالی کی راہ سے روکا۔

(د)ابن ابی حاتم نے ابومالک سے وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجاً کے تحت بیان کیا ہے: یعنی وہ مکہ میں دین اسلام کے سوا کسی اور دین کی توقع رکھتے ہیں۔

أُولَـئِكَ لَمْ يَكُوْنُواْ مُعْجِزِيْنَ فِي الأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُم مِّن دُوْنِ اللّهِ مِنْ أَوْلِيَاء يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ

(أ)تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۷۹۔

(ب)تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۸۱۔

(ج)تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۸۲۔

(د)تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۸۴۔

(ا)ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری خزرجی،تابعی، مدینہ کے قاضی تھے۔ عباد بن تمیم، سلمان أغر اور اپنی خالہ عمرۃ سے روایت کرتا ہے۔ ان سے ان کے بیٹوں عبداللہ اور محمد، امام اوزاعی اور المسعودی نے روایتیں بیان کی ہیں۔ ابن حجر نے انہیں ثقہ عابد کہا ہے۔ انہوں نے تقریباً ۱۲۰ھ(۷۳۷ء)میں وفات پائی۔ دیکھیں: الذہبی ، تاریخ الاسلام، ج۷،ص۵۱۱؛ ابن حجر، تقریب التہذیب،ص۶۲۴،رقم:۷۹۸۸؛ابن أبي حاتم، الجرح والتعدیل، ج۹،ص۳۳۷،رقم:۱۴۹۲۔

مَا كَانُواْ يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُواْ يُبْصِرُونَ (20)

"یہ لوگ زمین میں(کہیں بھاگ کر خدا کو)ہرا نہیں سکتے۔ اور نہ خدا کے سوا کوئی ان کا کوئی حمایتی ہے۔(اے پیغمبر)ان کو دگنا عذاب دیا جائے گا کیونکہ یہ(شدت کفر سے تمہاری بات)نہیں سن سکتے تھے اور نہ(تم کو) دیکھ سکتے تھے۔

(أ)ابن جریر اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبردی ہے کہ وہ اہل شرک اور اپنی اطاعت کے مابین دنیااور آخرت میں حائل ہے۔ پس دنیا میں تو اس طرح کہ اس نے کہا ہے؛ کہ وہ لوگ اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں نہ کوئی آواز سن سکتے ہیں اور نہ ہی اس نورحق کودیکھ سکتے ہیں۔اور رہا آخرت میں، تو اس نے فرمایا وہ خشوع اور عاجزی کی طاقت نہیں رکھیں گے۔

(ب)عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں قتادہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے وہ طاقت نہیں رکھتے کہ وہ کوئی کلمہ خیر سنیں اور اس سے منافع حاصل کریں اور نہ وہ یہ طاقت رکھتے ہیں کہ وہ کوئی عمل خیر دیکھیں اور اسے اپنا لیں۔

أُوْلَـئِكَ الَّذِينَ خَسِرُواْ أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُواْ يَفْتَرُونَ (21)لاَ جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الآخِرَةِ هُمُ الأَخْسَرُونَ (22)

"یہی ہیں جنھوں نے اپنے تئیں خسارے میں ڈالااورجو کچھ وہ افتراء کیا کرتے تھے ان سے جاتارہا۔بلاشبہ یہ لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان پانے والے ہیں"۔

(ج)ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے بیان کی ہے کہ خَسِرُواْ أَنفُسَهُمْ معنی ہے (یہی وہ لوگ ہیں) جنہوں نے اپنے آپ کو دھوکادیا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُواْ إِلَى رَبِّهِمْ أُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ الجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (23)

" جو ایمان لائے اور عمل نیک کیے اور اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کی۔یہی صاحب ہیں۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے"۔

(أ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم ۱۸۰۹۴۔

(ب)عبدالرزاق الصنعانی تفسیر الصنعانی، ج۱،ص۳۰۴،تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم ۱۸۰۹۳۔

(ج)تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۹۱۔

(أ)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا:وَأَخْبَتُوا کا معنی ہے۔اور وہ ڈر گئے۔

(ب)ابن جریر نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔اخبات کا معنی انابت یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا ہے۔

(ج)عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے فرمایا: اخبات کا معنی ہے خشوع اور تواضع اختیار کرنا۔

(د)ابن جریر اور ابوالشیخ دونوں نے مجاہدؒ سے بیان کیا ہے:وَأَخْبَتُوا إِلَى رَبِّهِمْ کا معنی ہے وہ اپنے رب کی طرف جھک گئے۔

مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالأَعْمَى وَالأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلاً أَفَلاَ تَذَكَّرُونَ (24)

"دونوں فرقوں(یعنی کافر ومومن) کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا بہرہ ہو اور ایک دیکھتا سنتا۔ بھلا دونوں کا حال یکساں ہوسکتا ہے؟تم سوچتے کیوں نہیں؟ "۔

(ھ)ابن جریر اور ابوالشیخ دونوں نے ابن عباسؓ سے یہ تفسیر بیان کی ہے کہ مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالأَعْمَى وَالأَصَمِّ میں اعمٰی اور اصم سے مراد کافر ہے اور وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ سے مراد مومن ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحاً إِلَى قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ (25)أَن لاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ اللّهَ إِنِّيَ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ (26)فَقَالَ الْمَلأُ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قِوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلاَّ بَشَراً مِّثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلاَّ الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَى لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ (27)قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَى بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّيَ وَآتَانِي رَحْمَةً مِّنْ عِندِهِ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ لَهَا كَارِهُونَ(28) وَيَا قَوْمِ لا

(أ) تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۰۹۷؛تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۷۹۶۔

(ب)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۰۹۵۔

(ج)عبدالرزاق الصنعانی،تفسیر الصنعانی،ج ا،ص۳۰۴؛تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۰۱۔

(د)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۰۹۸۔

(ھ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۰۲۔

أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالاً إِنْ أَجْرِيَ إِلاَّ عَلَى اللّهِ وَمَا أَنَاْ بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُواْ إِنَّهُم مُّلاَقُو رَبِّهِمْ وَلَـكِنِّيَ أَرَاكُمْ قَوْماً
تَجْهَلُونَ (29) وَيَا قَوْمِ مَن يَنصُرُنِي مِنَ اللّهِ إِن طَرَدتُّهُمْ أَفَلاَ تَذَكَّرُونَ (30) وَلاَ أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَآئِنُ اللّهِ
وَلاَ أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلاَ أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ وَلاَ أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَن يُؤْتِيَهُمُ اللّهُ خَيْراً اللّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي
أَنفُسِهِمْ إِنِّي إِذاً لَّمِنَ الظَّالِمِينَ (31) قَالُواْ يَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ
الصَّادِقِينَ (32) قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيكُم بِهِ اللّهُ إِن شَاء وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ (33) وَلاَ يَنفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدتُّ أَنْ
أَنصَحَ لَكُمْ إِن كَانَ اللّهُ يُرِيدُ أَن يُغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (34) أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ
إِجْرَامِي وَأَنَاْ بَرِيءٌ مِّمَّا تُجْرَمُونَ (35)

" اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا(تو انہوں نے ان سے کہا) کہ میں تم کو کھول کھول کر ڈر سنانے (اور یہ پیغام پہنچانے)آیا ہوں ۔کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ مجھے تمہاری نسبت عذاب الیم کا خوف ہے۔تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ ہم تم کو اپنے ہی جیسا ایک آدمی دیکھتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمہارے پیرو وہی لوگ ہیں جو ہم میں ادنیٰ درجے کے ہیں۔ اور وہ بھی رائے ظاہر سے (نہ غور و تعمق سے) اور ہم تم میں اپنے اوپر کسی طرح کی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ اے قوم!دیکھو اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل(روشن)رکھتا ہوں اور اس نے مجھے اپنے ہاں سے رحمت بخشی ہو جس کی حقیقت تم سے پوشیدہ رکھی گئی ہے تو کیا ہم اس کے لیے تمہیں مجبور کر سکتے ہیں اور تم ہو کہ اس سے ناخوش ہو رہے ہو۔اور اے قوم میں اس (نصیحت)کے بدلے تم سے مال و زر کا خواہاں نہیں ہوں میرا صلہ تو خدا کے ذمے ہیں اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں میں ان کو نکالنے والا بھی نہیں ہوں۔ وہ تو اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نادانی کر رہے ہو۔اور برادران ملت اگر میں ان کو نکال دوں تو (عذاب) خدا سے (بچانے کے لیے) کون میری مدد کرسکتاہے۔ بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے؟۔میں نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ ان لوگوں کی نسبت جن کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو یہ کہتا ہوں کہ خدا ان کو بھلائی(یعنی اعمال کی جزائے نیک)نہیں دے گا۔ جو ان کے دلوں میں ہے اسے خدا خوب جانتاہے۔ اگر میں ایسا کہوں تو بے انصافوں میں ہوں ۔ انہوں نے کہا نوح تم نے ہم سے جھگڑا تو کیا اور جھگڑا بھی بہت کیا لیکن اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو وہ ہم پر لا نازل کرو۔نوح نے کہا کہ اس کو تو خدا ہی چاہے گا تو نازل کرے گا اور تم (اس کو کسی طرح)ہرا

نہیں سکتے۔اور اگر میں یہ چاہوں کہ تمہاری خیر خواہی کروں اور خدا یہ چاہے کہ تمہیں گمراہ کرے تو میری خیر خواہی تم کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ وہی تمہارا پروردگار ہے اور تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔کیا یہ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر)نے قرآن اپنے دل سے بنا لیا ہے کہہ دو اگر میں نے دل سے بنا لیا ہے تو میرے گناہ کا وبال مجھ پر اور جو گناہ تم کرتے ہو اس سے میں بری الذمہ ہوں ۔

(أ)ابن جریر اور ابن منذر دونوں نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے وَمَا نَرَاکَ اتَّبَعَکَ إِلَّا الَّذِیْنَ ھُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّأْیِ اور ہم نہیں دیکھتے تمہیں کہ پیروی کرتے ہوں تمہاری بجزان لوگوں کے جن کے بارے میں ہمارے لیے یہ ظاہر ہوچکا ہے کہ وہ ہم میں حقیر وذلیل ہیں۔

(ب)ابن جریر اور ابوالشیخ دونوں نے بیان کیا ہے کہاابن جریجؒ نے اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ کی تفسیر میں کہا ہے: تحقیق میں نے اسے (روشن دلیل کو) پہچان لیا ہے اور میں نے اس کے سبب اپنے رب کے حکم کو پہچان لیا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔وَاٰتٰنِیْ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِہٖ فرمایارحمت سے مراد اسلام، ہدایت،ایمان، حکم اور نبوت ہے۔

(ج)ابن جریر اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ قتادہؒ نے اَنُلْزِمُکُمُوْھَا کی تفسیر میں فرمایا: قسم بخدا! اگر اللہ تعالیٰ کا نبی طاقت رکھتا تو یقیناً وہ اس دعوت کو اپنی قوم پر جبراً مسلط کردیتا۔لیکن وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ہی وہ اس کا مالک ہے۔

(د)سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ اس طرح قرأت کرتے تھے۔"أَنُلْزِمُکُمُوھَا من شطر أنفسنا وَأَنْتُمْ لَھَا کَارِھُون" (کیا ہم تم پر اسے اپنی جانب سے جبراً مسلط کردیں حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو)

(ھ)ابن جریر اور ابن منذر دونوں نے بیان کیا ہے کہ ابی بن کعب نے اس طرح قرأت کی ہے۔

(أ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۰۵۔

(ب)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۰۶۔

(ج)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۰۷۔

(د)التفسیر من سنن سعید بن منصور، رقم:۱۰۳۲؛تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۰۹؛تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۲۰۔یہ قراءۃ شاذہ ہے۔ دیکھیں أبو حیان،البحرالمحیط،ج۵،ص۲۱۸۔

(ھ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۱۱۔

"أَنُلْزِمُكُمُوهَا مِنْ شَرِّ قُلُوبِنَا"

(أ)ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ مجاہد نے اِنْ اَجْرِیَ کا معنی کیا ہے "جزانی" یعنی میری جزا نہیں ہے۔

(ب)ابن جریر اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ آمَنُوا کے ضمن میں ابن جریج نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے نوح علیہ السلام سے عرض کی: اے نوح (علیہ السلام) اگر تم چاہتے ہوکہ ہم تمہاری اتباع اور پیروی کریں تو انہیں اپنے پاس سے نکال دیجئے۔ ورنہ ہم اس پر کبھی راضی نہیں ہوں گے کہ ہم اور وہ حکم میں برابرہوں۔ اور إِنَّهُم مُّلاَقُو رَبِّهِمْ کی تفسیر میں کہا ہے بے شک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور وہ ان سے ان کے اعمال کے بارے میں باز پرس کرے گا۔ وَلاَ أَقُولُ لَكُمْ عِندِيْ خَزَآئِنُ اللّهِ اورمیں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے وہ خزانے ہیں جنہیں کوئی شے فناء نہیں کر سکتی۔ کہ میں تمہیں اس لیے دعوت دیتا دوں تا کہ تم ان کے سبب میری اتباع کرو اور میں تمہیں ان پرملکیت عطا کردوں گا۔ اور نہ میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ تم میری اتباع کرو اس بنا پر کہ میں خود بخود غیب جانتا ہوں۔وَلاَ أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ اور نہ میں یہ کہوں گا کہ میں فرشتہ ہوں جو آسمان سے رسالت کے ساتھ نازل ہوا ہے "ماانا الابشر مثلکم" میں تو صرف تمہارے جیسا انسان ہوں۔

(ج)ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ابن زید نے وَلاَ أَقُولُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْ أَعْيُنُكُمْ کی تفسیر میں کہا ہے: نہ میں ان لوگوں کو کہوں گا جنہیں تم حقیر جانتے ہو۔

(د) ابوالشیخ نے سدیؒ سے بیان کیا ہے کہ لَن يُؤْتِيَهُمُ اللّهُ خَيْراً میں خیر سے مراد ایمان ہے (یعنی اللہ انہیں ہرگزایمان نہیں عطا کرے گا)۔

(ھ)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا : جٰدَلْتَنَا کا

(أ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۱۳۔

(ب)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۱۶۔

(ج)تفسیرابن أبی حاتم،سورۃھود،رقم:۱۰۸۲۳۔

(د)اُبوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۴۰؛تفسیرابن أبی حاتم،سورۃھود،رقم:۱۰۸۲۴۔

معنی ہے"ماریتنا" یعنی اے نوح! آپ نے تو ہمیں پچھاڑنے کی کوشش کی۔

(أ)ابن جریر اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ کی تفسیر میں فرمایا کہ انہوں نے عذاب کو جھٹلاتے ہوئے کہ وہ باطل ہے انہوں نے کہا: تم وہ عذاب ہمارے لیے لے آؤ جس کی تم دھمکی دیتے رہتے ہو۔

(ب)ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ قتادہؒ نے فرمایا فَعَلَيَّ إِجْرَامِيْ کا معنی ہے کہ میرے عمل کا وبال مجھ پر ہے۔وَأَنَاْ بَرِيٓءٌ مِّمَّا تُجْرَمُونَ اورجو عمل تم کرتے ہو میں ان سے بری الذمہ ہوں۔

وَأُوحِيَ إِلَى نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلاَّ مَن قَدْ آمَنَ فَلاَ تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُواْ يَفْعَلُونَ (36) وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلاَ تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُواْ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ (37)

"اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں جو لوگ ایمان (لاچکے) ان کے سوا اور کوئی ایمان نہیں لائے گا تو جو کام یہ کر رہے ہیں ان کی وجہ سے غم نہ کھاؤ ۔ اور کشتی ہمارے حکم سے ہمارے روبرو بناؤ۔ اور جو لوگ ظالم ہیں ان کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا، کیونکہ وہ ضرور غرق کر دیئے جائینگے"۔

(ج)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ قتادہؒ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں بیان کیا ہے کہ جب نوح علیہ السلام کی طرف مذکورہ وحی کی گئی تو اس وقت آپ نے قوم کے خلاف دعا مانگی اور کہا: رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَٰفِرِينَ دَيَّارًاO(١)("اے میرے رب! نہ چھوڑروئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستاہوا"۔

(د)احمد نے الزہد میں، ابن منذر اور ابوالشیخ نے حسنؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے بددعانہیں کی۔ یہاں تک کہ آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن(٢) تو اس وقت اس سے آپ کی امید کٹ گئی۔ چنانچہ آپ نے ان کے لیے بددعا کی۔

(أ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۲۰۔

(ب)تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۲۸،۱۸۱۲۷۔

(ج)تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۲۹۔

(د)امام احمد بن حنبل، الزھد، باب قصۃ نوح علیہ السلام، رقم: ۵۱۔

(١)(نوح:٢٦)

(٢)(ہود:٣٦)

(أ)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے محمد بن کعبؒ سے یہ قول بیان کیا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے مردوں کی صلبوں اور عورتوں کی رحموں سے ہر مومن مرداور ہر مومنہ عورت کو نکال لیا: تو فرمایا: اے نوح!أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ(۱)

(ب)اسحاق بن بشر(۱) اور ابن عساکر نے ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کو مارا جاتا تھا پھر موٹے کپڑے میں لپیٹ کر آپ کو گھر میں پھینک دیا جاتا تھا۔ وہ یہ گمان کرتے تھے کہ آپ کا وصال ہوگیا ہے لیکن پھر آپ باہر تشریف لے جاتے اور انہیں دعوت الی الحق دیتے۔ یہاں تک کہ جب آپ اپنی قوم کے ایمان سے مایوس ہوگئے تو آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ وہ عصا پر ٹیک لگا کر چل رہا تھا۔اس نے کہا: اے میرے بیٹے اس بوڑھے شیخ کو دیکھ لے،یہ تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے اس نے کہا؛ اے میرے ابا جان! یہ عصا مجھے دے دیجئے پھر اس نے عصا پکڑ لیا پھر اس نے کہا: مجھے زمین پر بیٹھا دے پس اس نے بوڑھے کو زمین پر بٹھایا اور خود آپ کی طرف چل پڑا اور آپ کو ڈنڈادے مارا آپ کے سر پر گہرا زخم لگا دیا۔ خون بہنے لگا۔ نوح علیہ السلام نے رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی: اے میرے رب! تیرے بندے جو کچھ میرے ساتھ کر رہے ہیں تو دیکھ رہا ہے پس اگر تجھے اپنے ان بندوں کی کوئی ضرورت ہے تو پھر انہیں ہدایت عطا فرمادے اور اس کے سوا کچھ ہے تو مجھے صبر عطاء فرما یہاں تک کہ تو کوئی فیصلہ فرمادے اور تو بہترین فیصلہ فرمانے والاہے تب اللہ تعالیٰ نے آپ کی

(أ)تفسیر ابن أبي حاتم،سورة هود،رقم:۱۰۸۳۰۔

(ب)ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۶۲،ص۲۴۷،۲۴۸۔

(۱)اسحاق بن بشر بن محمد بن عبداللہ ، أبوحذیفة بخاری مؤرخ ہیں "المبتداء"ان کی مشہور کتاب ہے جس میں انہوں نے کئی موضوع روایات بیان کی ہیں۔ انہوں نے "أعمش"، اسماعیل بن أبي خالد، اور حجاج بن أرطاة سے روایت کی ہے جب کہ ان سے أیوب بن حسن ،سلمہ بن شبیب اور أحمد بن حفص اور دیگر نے روایتیں کی ہیں۔امام ذہبی نے انہیں ضعیف اور امام دارقطنی نے انہیں کذاب اور متروک کہا ہے۔ انہوں نے ۲۰۶ھ(۸۲۱ء) کو وفات پائی ۔ دیکھیں: الذهبي، سير أعلام النبلاء ج۹،ص۴۷۷، رقم: ۱۷۷؛الزركلي،الاعلام،ج۱،ص۲۹۴؛ دارقطني،كتاب الضعفاء والمتروكين،ج۱،ص۵، رقم: ۹۲؛ الذهبي، تاريخ الاسلام،ج۱۴،ص۴۸،۴۹۔

طرف وحی فرمائی اور آپ کو اپنی قوم کے ایمان قبول کرنے سے مایوس کردیا۔ آکو بتادیا گیا کہ مردوں کی اصلاب اورعورتوں کے ارحام میں کوئی مومن باقی نہیں رہا۔ لہٰذا فرمایا أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ پس آپ ان پر غم نہ کھائیں اور وَاصْنَعِ الْفُلْكَ کشتی بنائیں۔ عرض کی: اے میرے رب! کشتی کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لکڑی کا بنا ہوا مکان ہے جو پانی کی سطح پر چلتا ہے۔ پس میں اہل معصیت (کفار) کو غرق کردوں گا اور اپنی زمین کو ان سے پاک کردوں گا۔ نوح علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! پانی کہاں سے آئے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلاشبہ جو میں چاہتا ہوں اس کی قدرت رکھتا ہوں۔

(أ)ابن جریر نے ابن عباسؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ فَلَا تَبْتَئِسْ کا معنی ہے تو غم زدہ نہ ہو۔

(ب) ابن جریر اور ابوالشیخ دونوں نے ذکر کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا الْفُلْكَ سے مراد کشتی ہے اور بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا کا معنی ہے جیسا ہم تجھے حکم دیں گے۔

(ج)ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا کا معنی ہے کشتی بناؤ اللہ تعالیٰ کی نگاہ قدرت کے سامنے اور اس کی وحی کے مطابق۔

(د)بیہقی نے سفیان بن عیینہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے بذات خود اپنی کتاب میں کوئی وصف بیان نہیں کیا پس اس کی قرأت ہی اس کی تفسیر ہے۔ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس کی تفسیر عربی اور فارسی میں کرتا رہے۔

(ھ)ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کی ہے کہ نوح علیہ السلام نہیں جانتے تھے کہ کشتی کیسے بنائی جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ وہ اسے پرندے کے سینے کی مثل بنائیں۔

(و)ابن جریر اور ابوالشیخ بیان کیا ہے کہ وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا کے تحت ابن جریج کہتے ہیں

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم: ۱۸۱۲۳۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم: ۱۸۱۲۷، ۱۸۱۲۸، ۱۸۱۲۹۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم: ۱۰۸۴۰۔ البیہقی، الأسماء والصفات، باب ما جاء فی اثبات الوجہ، رقم: ۶۸۲۔

(د)البیہقی، الأسماء والصفات، باب ما جاء فی اثبات الوجہ، رقم: ۶۸۳۔

(ھ)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم: ۱۰۸۴۳۔

(و)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم ۱۸۱۳۲۔

کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ میری طرف رجوع نہ کیجئے آگے بڑھیے ان میں سے کسی کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی سفارش اور شفاعت نہیں کی جائے گی۔

(اُ)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں قتادہؒ نے کہا ہے اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو منع فرمادیا کہ وہ اس کے بعد کسی کے بارے میں اس کی طرف رجوع کریں۔

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُواْ مِنْهُ قَالَ إِن تَسْخَرُواْ مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ (38)فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ (39)

"تو نوح نے کشتی بنانی شروع کر دی۔ اور جب ان کی قوم کے سردار ان کے پاس سے گزرتے تو ان سے تمسخر کرتے۔ وہ کہتے کہ اگر تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو جس طرح تم ہم سے تمسخر کرتے ہو اسی طرح (ایک وقت) ہم بھی تم سے تمسخر کرینگے۔ اور تم کو جلد معلوم ہوجائیگا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا اور کس پر ہمیشہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔"۔

(ب) ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے کہا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: نوح علیہ السلام ساڑھے نو سوسال اپنی قوم میں سکونت پذیر رہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کا آخری زمانہ تھا۔ ایک درخت لگایا وہ خوب بڑھا اور اس نے جہاں تک جانا تھا وہ پہنچا۔ پھر آپ نے اسے کاٹ لیا۔ پھر آپ اس سے کشتی بنانے لگے۔ جو آپ کے پاس سے گزرتے وہ اس کے بارے میں پوچھتے تھے۔ تو آپ جواباً فرماتے، میں کشتی بنارہا ہوں۔ تو وہ آپ سے تمسخر کرتے اور کہتے تم خشکی میں کشتی بنارہے ہو تو کیسے چلے گی؟ تو آپ فرماتے تمہیں معلوم ہوجائے گا۔ سو جب آپ اس کے بنانے سے فارغ ہوئے تو تنور (پانی سے) ابل پڑے اور گلیوں میں پانی وافر ہو گیا۔ تو ایک بچے کی ماں کو بچے کے بارے میں خدشہ لاحق ہوا۔ وہ اس سے انتہائی محبت کرتی تھی۔ چنانچہ وہ اسے لے کر پہاڑ کی طرف نکل گئی یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے تیسرے حصے تک پہنچ گئی۔ پس جب پانی اس تک پہنچا۔ تو وہ پھر چلی یہاں تک کہ پانی اسے بہاکر لے گیا۔ پس اگر اللہ تعالیٰ

(اُ)تفسیر ابن اَبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۴۵۔

(ب)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم ۱۸۱۴۳،تفسیر ابن اَبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۴۸،الحاکم، المستدرک، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ ھود، رقم: ۳۳۱۰۔

ان میں سے کسی پر رحم فرمایا تو اس بچے کی ماں پر ضرور رحم فرماتا۔

(أ)ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کہ نوح علیہ السلام کی کشتی کے پر تھے اور پروں کے نیچے کمرے تھے۔

(ب)ابن مردویہ نے سمرہ بن جندبؓ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سام ابوالعرب ہے اور حام ابوالحبش ہے اور یافث ابوالروم (رومیوں کا باپ) ہے اور فرمایا: کشتی کا طول تین سوگز تھا اور اس عرض کا پچاس گز تھا۔ اس کی اونچائی تیں گز تھی اور اس کا دروازہ اس کی چوڑائی میں تھا۔

(ج)ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کی کشتی کی لمبائی تیں گز اور اس کی اونچائی بھی تیں گز تھی۔

(د)اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کو جب کشتی بنانے کا حکم دیا گیا تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! لکڑی کہاں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: درخت لگاؤ۔ چنانچہ آپ نے بیس برس تک ساج(ا) (ساگوان) کا درخت لگائے رکھا۔ آپ نے اسے کاٹا اور اسے خشک کرلیا۔ تو عرض کی: اے میرے رب! میں یہ گھر کیسے بناؤں گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسے تین صورتوں پر بناؤ۔ اس کا سر (سامنے والا حصہ) ہو۔ پھر اس کے طبقات بنادو۔ اس کی اطراف میں دروازے

(أ)ابو الشیخ اور ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔ البتہ یہ اسرائیلی روایت ہے۔ دیکھیں:أبو شهبة محمد بن محمد، الاسرائیلیات و الموضوعات فی کتب التفسیر،مکتبة السنة ،ط ،تاریخ طبع نا معلوم،باب الاسرائیلیات فی سفینة نوح،ص۲۷۸۔

(ب)ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔ البتہ امام احمد نے مسند احمد میں اس کی تخریج کی ہے۔ دیکھیں:امام احمد، مسند احمد، مسند البصریین، ومن حدیث سمرة بن جندب، رقم: ۲۰۰۹۹،حکم: مسند احمد کے محققین نے اس روایت کے اسناد کو حسن بن أبي حسن بصری کی وجہ سے ضعیف کہا ہے جو تدلیس کے لیے مشہور ہے۔ ان کو سمرۃ بن جندب سے سوائے ایک حدیث کے سماع حاصل نہیں ہے۔اور وہ حدیث عقیقہ کے بارے میں ہے۔یہ اسرائیلی روایت ہے۔ دیکھیں:أبو شهبة محمد بن محمد، الاسرائیلیات و الموضوعات فی کتب التفسیر،باب: الاسرائیلیات فی سفینة نوح ،ص۲۷۸۔

(ج)تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۳۵۔اس میں تین سو گز کی جگہ چارسو گز کا ذکر ہے۔

(د)ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۶۲،ص ۲۴۸۔

(ا)ساج : ایک درخت کا نام ہے جو جسامت میں کافی بڑا ہوتا ہے اور لمبائی چوڑائی دونوں جانب سے پھیلتا ہے۔ دیکھیں:ابن منظور، لسان العرب، مادہ:(س،و،ج)

بنالو اور لوہے کی میخوں کے ساتھ اسے مضبوط اور پختہ جوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا۔ تاکہ وہ آپ کو کشتی بنانا سکھلادیں۔پس جو لوگ آپ کے پاس سے گزرتے تھے وہ آپ سے تمسخر کرتے تھے اور کہتے تھے: کیا تم اس مجنوں (پاگل) کی طرف نہیں دیکھتے ہو کہ گھر بنا رہا ہے تاکہ اس کے ذریعے پانی پر چلے۔ اور پانی کہاں ہے؟ وہ بہت ہنستے اور قہقہے لگاتے۔ اسی کے بارے میں یہ ارشاد گرامی ہے وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ پس آپ نے کشتی بنائی۔ اس کی لمبائی چھ سوگز تھی۔ اور اس کی چوڑائی تین سوچھتیس گز تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ تارکول کے ساتھ اس پر طلاء کریں۔ زمین میں تارکول نہیں تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے تارکول کا چشمہ پیدا کردیا،اس طرح کہ جہاں کشتی (کی لکڑیاں) تیار کی جاتی تھی وہاں سے چشمہ ابلنے لگا یہاں تک کہ آپ نے اس کا طلاء کرلیا۔ پس جب آپ اس سے فارغ ہوگئے تو اس کے تین دروازے بنائے اور انہیں ڈھانپ دیا۔ پس اس میں درندوں اور چوپاؤں کو سوار کردیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے شیر پر بخار مسلط کردیا اور اسے دیگر جانوروں سے غافل کرکے اپنی ہی ذات میں مشغول کردیا۔ دوسرے دروازے میں وحشی اور پرندے وغیرہ رکھے۔ پھر ان پر اسے بند کر دیا۔ اولادآدم علیہ السلام میں سے چالیس مرد اور چالیس عورتیں اوپر والے دروازے سے داخل کیے اور پھر ان پر اسے بند کردیا اور اوپر والے دروازے میں اپنی ساتھی درہ بھی رکھا تاکہ چوپائے انہیں کمزور نہ سمجھ کرروند نہ دیں۔

(أ)عبدبن حمید، ابن منذر، ابن جریر اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ قتادہؒ نے فرمایا کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ کشتی کی لمبائی تین سوگز، اس کی چوڑائی پچاس گزاور اس کی بلندی تیس گزتھی اور اس کا دروازہ چوڑائی میں تھا۔ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ کشتی انہیں لیکردس رجب کو چلی اور ایک سو پچاس دن پانی میں چلتی رہی۔ پھر وہ جودی(۱) پہاڑ پرلنگرانداز ہوئی اور دسویں محرم کو زمین پراترے۔

(ب)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حسنؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کی کشتی کی لمبائی ایک ہزاردوسوگزتھی اور اس کا عرض چھ سوگز تھا۔

(أ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۳۴۔۱۸۱۹۱۔

(ب)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۳۵؛تفسیرابن أبی حاتم،سورۃھود،رقم:۱۰۸۲۸۔**حکم:** اسرائیلی روایت ہے ۔دیکھیں: أبو شہبۃ محمد بن محمد ، الاسرائیلیات و الموضوعات فی کتب التفسیر، باب: الاسرائیلیات فی سفینۃ نوح ،ص۲۷۹۔

(۱)جودی ایک لمبا پہاڑ ہے جو دریائے دجلہ کے مشرقی جانب ابن عمر جزیرہ میں واقع ہے۔ دیکھیں: یاقوت حموی، معجم البلدان،ج۲،ص۱۷۹۔

(أ)ابن جریر نے ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیھا السلام کے حواریوں نے آپ سے کہا: اگر آپ ہمارے ساتھ کوئی ایسا آدمی زندہ کریں جس نے کشتی دیکھی ہو۔ تو وہ ہمیں اس کے بارے میں کچھ بتائے۔ چنانچہ آپ ان کے ساتھ چل پڑے اور مٹی کے ایک ٹیلے کے پاس جا کررکے۔ آپ نے اس مٹی سے ایک مٹھ مٹی اٹھائی اور فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ حام بن نوح کا ٹخنہ ہے۔پس آپ نے اپنے عصا کے ساتھ اس ٹیلے پر ضرب لگائی۔ اور فرمایا: **قم باذن اللہ** اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو۔ تو اچانک وہ کھڑا ہوگیا۔ اپنے سر سے مٹی جھاڑنے لگا۔ وہ جوان حالت میں تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اسے فرمایا تو اس طرح ہلاک ہوا تھا۔ اس نے کہا: نہیں میں مرا درآنحالیکہ میں جوان تھا۔ لیکن میں نے گمان کیا ہے کہ قیامت قائم ہوچکی ہے پس اسی وجہ سے میں بوڑھا ہوگیا ہوں آپ نے فرمایا نوح علیہ السلام کی کشتی کے بارے میں ہمیں کچھ بتا۔ تو اس نے کہا: اس کا طول ایک ہزار دوسوگز تھا اور اس کا عرض چھ سوگز تھا۔ اس کے تین طبقات تھے۔ پس ایک طبقہ میں چوپائے اور وحشی جانور تھے۔ ایک طبقہ میں انسان تھے اور ایک طبقہ میں پرندے تھے۔جب چوپاؤں کا گوبر زیادہ ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ہاتھی کی دم دباؤ۔ آپ نے اسے دبایا تو اس سے مذکر اور مؤنث خنزیر گرے اور وہ دونوں گوبر کھانے لگے، پھر جب چوہا گراتووہ کاٹ کرکشتی کو خراب کرنے لگا۔ تو اللہ نے نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ شیر کی دونوں آنکھوں کے درمیان ضرب لگاؤ۔ پس اس کے نتھنوں سے بلااور بلی نکلے اور وہ چوہے پر حملہ آورہوئے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے اسے فرمایا: نوح علیہ السلام کو کیسے علم ہوا کہ شہر غرق ہوچکے ہیں؟ اس نے کہا: آپ نے کوے کو بھیجا کہ وہ آپ کے پاس خبرلائے۔ پس اس نے مردار پایا اور اس پر گر پڑا۔ تو آپ نے اس کے خلاف خوف اور ڈر کی دعا کی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ گھروں کو پسند نہیں کرتا۔پھر آپ نے کبوتری کو بھیجا۔ تو وہ اپنی چونچ میں زیتون کا پتہ اور اپنے پاؤں کے ساتھ مٹی لائی۔سواس سے معلوم ہوا کہ شہر غرق ہوچکے ہیں۔پس وہ سبز رنگ کاہارجواس کی گردن میں ہے وہ آپ نے اسے پہنایا اور اس کے لیے دعا فرمائی۔

(أ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۳۶۔حکم:دیکھیں:أبو شھبۃ محمد بن محمد، الاسرائیلیات و الموضوعات فی کتب التفسیر باب الاسرائیلیات فی سفینۃ نوح،ص۲۷۹۔

کہ وہ انس اور امان میں رہے۔ سواسی وجہ سے وہ گھروں سے محبت کرتی ہے۔ تو حواریوں نے کہا: اے روح اللہ! کیا آپ اسے ہمارے ساتھ ہمارے گھروالوں کی طرف نہیں لے چلیں گے۔ یہ ہمارے ساتھ بیٹھے گا اور ہمارے ساتھ باتیں کرے گا؟ تو آپ نے فرمایا وہ کیسے تمہارے ساتھ جاسکتا ہے جس کے لیے کوئی رزق نہیں؟ پھر آپ نے اسے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوٹ جا۔ چنانچہ وہ مٹی ہوگیا۔

(أ) ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کی ہے کہ نوح علیہ السلام کی کشتی کا طول چار سوگز اور اس کا عرض تیس گز تھا۔

(ب) ابن جریر نے ضحاک سے بیان کیا ہے کہ سلیمان فرائی (ا) نے کہا: نوح علیہ السلام نے چار سو سال تک کشتی کا کام کیا اور چالیس برس میں ساگوان کا درخت اگایا۔ یہاں تک کہ اس کی لمبائی چار سو گز تک پہنچ گئی اور ایک ذراع دونوں کندھوں تک تھا۔

(ج) ابن جریر نے زید بن اسلمؓ سے بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام ٹھہرے رہے۔ درخت اگتے رہے اور اسے کاٹ کر خشک کرتے رہے پھر سو برس اس پر کام کرتے رہے۔

(د) ابن ابی حاتم نے کعب الاحبار سے بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کو جب کشتی بنانے کا حکم دیا گیا تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! میں بڑھئی تو نہیں؟ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ بے شک یہ میری آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ پس کلہاڑا لے لو اور آپ کے ہاتھ کو اس طرح بنادیا گیا جیسے کہ وہ ایک ماہر بڑھئی کا ہاتھ ہو۔ اور جو لوگ آپ کے پاس سے گزرتے وہ کہتے: یہ وہی ہے جو اپنے آپ کو نبی گمان کرتا ہے اور اب بڑھئی ہوگیا ہے۔ چنانچہ آپ نے چالیس سال تک کام کیا۔

(أ) تفسیر ابن أبي حاتم، سورۃ ھود، رقم: ۱۰۸۳۵۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم: ۱۸۱۴۲۔

(ج) تفسیر الطبری میں روایت نہیں ملی۔ البتہ تفسیر ابن أبي حاتم، سورۃ ھود، رقم: ۱۰۸۴۶ میں روایت ملی۔

(د) تفسیر ابن أبي حاتم، سورۃ ھود، رقم: ۱۰۸۴۷۔

(ا) کتاب التخریج "تفسیر الطبری میں" سلیمان الفراسی ہے۔ حالات زندگی نہیں ملی۔

(أ)ابن عساکر نے سعید بن میناء(۱) سے بیان کیا ہے کہ کعب نے عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہا: مجھے بتایئے کون سا وہ پہلا درخت ہے جو سب سے اول زمین پر اگا؟ تو عبداللہ نے فرمایا وہ ساگوان کا درخت ہے اور یہ وہ ہے جس سے نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی۔ تو کعب نے کہا: تم نے سچ کہا ہے۔

(ب)ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباسؓ فرمایانے فرمایا:مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ میں عذاب سے مراد غرق ہونا ہے۔ اور وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ میں عذاب سے مراد ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہنا ہے۔

حَتَّى إِذَا جَاء أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلاَّ مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلاَّ قَلِيلٌ (40)

"یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور جوش مارنے لگا۔ تو ہم نے (نوح کو) حکم دیا کہ ہر قسم(کے جانداروں) میں سے جوڑا جوڑا(یعنی) دو (دو جانورایک ایک نر اور ایک ایک مادہ) لے لو اور جس شخص کی نسبت حکم ہوچکا ہے (کہ ہلاک ہو جائیگا) اس کو چھوڑ کر اپنے گھر والوں کو اور جو ایمان لایا ہو اس کو کشتی میں سوار کر لو اور ان کے ساتھ ایمان بہت ہی کم لوگ لائے تھے۔"۔

(ج)ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا وَفَارَ التَّنُّورُ کا معنی "پانی کا نکلنا اور پھوٹنا ہے"۔

(د)ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب تو اپنے گھر والوں کا

(أ)ابن عساکر،تاریخ دمشق،ج۶۲،ص۲۵۱۔

(ب)روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۶۴؛تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۵۴۔

(د)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۵۴؛تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۶۲۔

(۱) سعید بن میناء مکی، ابو الولید، مولی بختری، تابعی، مکہ کے فقہاء میں سے تھے۔ ان کے شیوخ میں سیدنا ابُوہریرۃؓ ،سیدنا جابرؓ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور قاسم بن محمد شامل ہیں۔ ان سے ایوب السختیانی، ابن جریج اور ابن اسحاق کے علاوہ متعدد لوگوں نے روایتیں کی ہیں۔ ابوحاتم، ابن شاہین اور ابن حجر نے انہیں ثقہ لکھا ہے۔ دیکھیں: ابن حجر، تہذیب العہذیب، ج۲، ص ۶۹۵، رقم:۲۸۲۴؛ الدارقطنی، ذکر اسماء التابعین، ج۱، ص۱۴۸، رقم:۳۵۹؛ ابن شاہین، تاریخ اسماء الثقات،ص۱۴۵، رقم:۴۴۵؛ ابن حبان، الثقات، ج۲، ص۱۷۷، رقم:۱۳۶۹؛ ابن حجر، تقریب العہذیب، ج۲، ص۲۹۸ رقم:۲۶۴۹۔

تنور دیکھے کہ اس سے پانی نکل رہا ہے تو یہ تیری قوم کی ہلاکت اور بربادی کی (علامت) ہے۔

(أ)ابن جریر نے حسنؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ تنور پتھر سے بناہواتھا اور وہ حوا علیہا السلام کے لیے تھا حتی کہ وہ نوح علیہ السلام تک جاپہنچا تو آپ کو یہ کہا گیا جب تو پانی کو دیکھے کہ وہ تنور سے ابل رہا ہے تو اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر کشتی پر سوار ہوجانا۔

(ب)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور حاکم نے عبداللہ بن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کی دعوت اور آپ کی قوم کی ہلاکت کے درمیان تین سوسال کا فاصلہ تھا۔ہند میں تنور ابل پڑا اور نوح علیہ السلام کی کشتی ہفتہ بھر گھر میں ہی تیرتی رہی۔

(ج)ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے وَفَارَ التَّنُّورُ کے بارے میں فرمایا: وہ چشمہ جو جزیرہ میں ہے وہی عین الوردہ ہے۔

(د) ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے علیؓ بن ابی طالب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسجد کوفہ سے تنور ابل پڑا جوکہ ابواب کندہ کی جانب تھا۔

(ھ)ابوالشیخ نے حبۃ العربی(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک آدمی علیؓ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی میں نے سواری (اونٹنی) خریدی ہے اور میرے پاس سامان خوراک ختم ہوگیا ہے۔ میں بیت المقدس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں تاکہ اس میں نماز ادا کرسکوں۔ کیونکہ اس میں ستر انبیاء علیہم السلام نے نمازیں پڑھی

(أ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۵۵۔

(ب)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۶۲؛تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۶۱؛الحاکم، المستدرک، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ القمر، رقم: ۳۷۶۴۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۵۹۔

(د)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۵۶۔

(ھ)ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱)الدرالمنثور میں حبۃ العربی ہے جب کہ کتب تراجم میں العرنی ہے۔حبۃ بن جوین عرنی، کوفی، أبو قدامہ، تابعی غالی شیعہ ہے وہ حضرت علیؓ ، ابن مسعودؓ اور حذیفہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے مسلم ملائی، سلمہ بن کھیل اور حکم بن عتبہ نے روایتیں کی ہیں۔ انہوں نے ۷۶ھ(۶۹۵ء)کو وفات پائی۔ ابن سعد نے فرمایا کہ ان سے کئی ضعیف احادیث مروی ہیں۔ دیکھیں: الذھبی،تاریخ الاسلام، ج ۵، ص۳۹۱؛ابن سعد، الطبقات الکبریٰ،ج۶، ص۱۷۷؛ البخاری، التاریخ الکبیر،ج ۳، ص۹۳، رقم: ۳۲۲۔

ہیں اور وہاں سے یعنی مسجد کوفہ سے تنورابلا تھا۔

(أ)ابوالشیخ نے شعبیؒ کی سند سے علیؓ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور نرم ونازک کونپل کو نکالا! تمہاری یہ مسجد مسلمانوں کی چار مساجد میں سے چوتھی مسجد ہے جس میں دو رکعتیں نماز ادا کرنا اس کے سوا کسی اور مسجد میں دس رکعتیں پڑھنے سے میرے نزدیک زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے سوائے مسجد حرام اور مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے۔ بے شک اس کی دائیں جانب سے قبلہ کی سمت تنورابلا تھا۔

(ب)ابوالشیخ نے سری بن اسماعیل ہمدانی (ا)سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب نوح علیہ السلام نے اس مسجد کے وسط میں (یعنی مسجد کوفہ میں) اپنی کشتی بنائی۔تو اس کے دائیں جانب سے تنورابل پڑا۔اس جگہ سے صحرا بارہ میل کی مسافت پر تھا۔اس میں ایک نماز پڑھنا کسی دوسری مسجد میں چارنمازوں سے افضل ہے۔ سوائے مسجد حرام اور مدینہ طیبہ میں مسجد رسول اللہ ﷺ کے۔بے شک اس مسجد کی دائیں جانب سے قبلہ کی سمت تنورابلا تھا۔

(ج)سعید بن منصور، ابن جریر،ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا تنور سے مراد سطح زمین ہے۔ یعنی آپ سے یہ کہا گیا کہ جب آپ اس طرح زمین پر پانی دیکھیں تو اپنے ساتھیوں سمیت کشتی میں سوار ہوجایئے اور اہل عرب وجہ الارض کو تنور الارض کہا کرتے ہیں۔

(د)اُبوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ عکرمہؒ نے فرمایا: تنور سے مراد وجہ الارض (سطح زمین) ہے۔

(أ)روایت نہیں ملی۔

(ب)روایت نہیں ملی۔

(ج)التفسیر من سنن سعید بن منصور، رقم: ۱۰۴۴؛ تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۴۳؛تفسیرابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۰۸۵۸۔

(د)ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ا)سری بن اسماعیل ہمدانی عامر الشعبی کے چچا زاد تھے۔ وہ سعید بن وہب اور قیس بن أبی حازم سے روایت کرتا ہے اور ان سے ان کے بیٹے جریر، خالدبن کثیر اور محمد بن مسلم نے روایتیں کی ہیں۔ ابن حجر نے انہیں متروک الحدیث کہاہے۔ ابن حبان نے کہا کہ وہ اسانید کو مقلوب کرتے تھے اور مرسل روایات کو مرفوع بیان کرتے تھے۔ دیکھیں: ابن حجر، تہذیب ، ج۲، ص۵۹۱ ،رقم:۲۶۱۹؛ ابن عدی، الکامل،ج۴، ص۵۳۶،رقم ۸۷۲؛ ابن حبان، المجروحین، ج۱، ص۴۵۰، رقم: ۴۵۸؛ ابن جوزی، الضعفاوالمتروکین، ج۱ ، ص۳۱۰، رقم:۱۳۴۵۔

(أ)عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تنور سے مرادزمین کا اعلی اور بلند حصہ ہے اور اس کا علم نوح علیہ السلام اور رب کریم کے درمیان راز ہے۔

(ب)ابوالشیخ نے بسطام بن مسلم(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے معاویہ بن قرہؓ سے کہا کہ قتادہؓ جب اس آیت پر پہنچے تو فرمایا: یہ زمین کا اعلی اور اشرف حصہ ہے۔ اور ساتھ کہا: اللہ تعالی ہی بہتر جانتا ہے۔لیکن میں نے ان سے دوحدیثیں سنی ہے۔ واللہ اعلم۔بعض نے یہ کہا ہے کہ تنور سے پانی ابل پڑا اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اس سے آگ بھڑک اٹھی۔اور فار التنور ہر لغت کے مطابق تنور ہی ہے۔

(ج)ابن جریر اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا:وَفَارَالتنور کا معنی ہے فجر طلوع ہوئی۔آپ کو یہ کہاگیا کہ جب فجر طلوع ہوجائے تو اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر سوار ہو جاؤ۔

(د)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ علیؓ نے فرمایا:وَفَارَالتنور کا معنی ہے صبح کا روشن ہونا۔

(ھ)ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ کے ضمن میں مجاہدؒ نے فرمایا کہ کلام عرب میں مذکرومؤنث کو زوجین کہاں جاتا ہے۔

(و)ابن ابی حاتم نے مسلم بن یسار سے یہ قول نقل کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ

(أ)تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۶۰؛تفسیرابن أبی حاتم میں یہ روایت قتادہؓ سے مروی ہے۔

(ب)ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۵۰۔۱۸۱۵۱۔

(د)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۴۷، ۱۸۱۴۸، ۱۸۱۴۹؛ تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۵۷۔

(ھ)ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(و)تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۶۸۔

(۱)بسطام بن مسلم بن نمیرعوذی بصری کبار تبع تابعین میں سے ہیں وہ أبو رجاء ، معاویہ بن قرۃ، اورمالک بن دینار سے روایت کرتا ہے۔ ان سے شعبہ ،جعفربن سلیمان اور روح بن عبادہ نے روایتیں کی ہیں۔ أبو حاتم نے انہیں صالح الحدیث کہا ہے۔العجلی نے انہیں بصری ثقہ لکھا ہے۔ دیکھیں: ابن شاھین، تاریخ اسماء الثقات،ص۸۰، رقم: ۱۳۵؛ العجلی، تاریخ الثقات،ص۸۰، رقم:۱۴۷؛ ابن أبی حاتم، الجرح والتعدیل،ج ۲، ص۴۲۵،رقم:۱۶۲۴؛ ابن حبان، الثقات، ج۴،ص۲۳۹،رقم: ۷۷۴؛ الذھبی، الکاشف، ج ۱ ،ص۱۰۰، رقم: ۵۷۲۔

اپنے ساتھ ہر جنس میں سے نر اور آپ کے ساتھ ایک فرشتہ تھا۔ پس آپ جوڑا جوڑا کر کے پکڑتے رہے اور انگور باقی بچ رہا۔ پس ابلیس آیا اور اس نے کہا: یہ سارے کا سارا میرے لیے ہے۔تو نوح علیہ السلام نے فرشتہ کی جانب دیکھا تو اس نے کہا: بے شک وہ آپ کا شریک ہے، اس کی شرکت کو خوب اچھا کیجئے۔ پس آپ نے کہا: ہاں۔ دو تہائی میرے لیے ہیں اور ایک تہائی اس کے لیے ہے۔ اس فرشتے نے کہا: بے شک وہ آپ کا شریک ہے سو اس کی شرکت کو خوب اچھا کیجئے۔ تو آپ نے کہا: نصف میرے لیے اور نصف اس کے لیے ہے۔تو ابلیس نے کہا: یہ سب کا سب میرے لیے۔ پھر آپ نے فرشتے کی جانب دیکھا۔تو اس نے کہا: بے شک وہ آپ کا شریک ہے سو اس کی شرکت کو خوب اچھا کیجئے۔تو آپ نے فرمایا: ایک ثلث میرے لیے ہے اور دو ثلث اس کے لیے ہیں۔ اس نے کہا: تم نے احسان کیا ہے اور میں بھی بہت نیکی کرنے والا ہوں۔ آپ اسے انگور کی صورت میں کھائیں گے، اسے کشمش کی صورت میں بھی کھائیں گے اور اس کا جوس بھی پییں گے تین دن۔مسلم نے کہا ہے: وہ یہ خیال کرتے تھے کہ جب وہ اس طرح انگور کا جوس پییں گے تو اس میں شیطان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

(أ)عبدالرزاق اور ابن منذر نے محمد بن سیرین سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو انہوں نے ہر اس شئی کا نام لکھا جسے انہوں نے اپنے ساتھ کشتی میں سوار کیا اور فرمایا: بیشک تم نے انگور کی بیل کو بھی لکھ لیا ہے حالانکہ وہ یہاں نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے اسے شیطان نے پکڑ لیا ہم عنقریب اسے بھیجیں گے جو اسے لے آئے گا۔ پس اسے لایا گیا اور شیطان بھی اس کے ساتھ آیا۔تو نوح علیہ السلام کو کہا گیا: بے شک یہ آپ کا شریک ہے اس کی شرکت کو خوب اچھا بنایئے۔تو آگے انہوں نے ماقبل روایت کی طرح بیان کیا اور ان کے قول کے بعد اضافہ کیا کہ آپ اسے جوس کی صورت میں پییں گے اور اسے پکائیں گے۔ پس اس کے دوثلث پلیدی اور شیطان کے حصہ کے طور پر ختم ہوجائیں گے اور اس کا ایک ثلث باقی بچ جائے گا پس آپ اسے پی لیں۔

(ب)ابن منذر، ابوالشیخ، بیہقی نے شعب الایمان میں ، ابن عساکر اور ابن النجار نے اپنی تاریخوں میں مجاہدؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام شیر کے پاس سے گزرے اور وہ کشتی میں تھا، تو آپ

(أ)عبدالرزاق، مصنف عبدالرزاق، کتاب الأشربة، باب الرجل یجعل الرب نبیذا، رقم: ۱۷۱۱۹۔

(ب)البیہقی، شعب الایمان، باب طاعة أولی الأمر بفصولها، فصل فی ما ذکر ماورد من التشدید فی الظلم، رقم: ۷۰۷۶؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۶۲ ،ص۲۵۵؛ ابن نجار، أبو عبدالله محمد بن محمود، ذیل تاریخ بغداد، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطا، مکتبة الکتب العلمیة ، بیروت،ط۱، ۱۴۱۷ھ،۱۹۹۷ء ج۲،ص۳۔

نے اپنے پاؤں کے ساتھ اسے ضرب لگائی تو شیر نے آپ کو تھپڑ لگا دیا اور رات بھر جاگتے رہے۔ نوح علیہ السلام اس کی وجہ سے رونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ بے شک آپ نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے اور میں ظلم و زیادتی کو پسند نہیں کرتا۔

(أ)ابن منذر نے عکرمہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب نوح علیہ السلام نے شیر کو کشتی میں سوار کیا تو عرض کی: اے میرے رب! بے شک وہ تو مجھ سے کھانے کا سوال کرے گا۔ میں اسے کہاں سے کھلاؤں گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں اسے کھانے سے روکوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بخار مسلط کردیا۔ پس نوح علیہ السلام اس کے پاس مینڈھا لاتے تھے اور اسے کہتے: تو گھوم وہ کھالے گا تو شیر جواباً کہتا: آہ۔ ہائے افسوس۔

(ب)ابن عدی اور ابن عساکر نے ایک دوسری سند سے مجاہدؒ سے اور انہوں نے ابن عباسؓ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ نوح علیہ السلام شیر کے پاس سے گزرے جو کہ پاؤں سمیٹ کر بیٹھا ہوا تھا۔ تو آپ نے اپنے پاؤں کے ساتھ اسے ٹھوکر لگائی۔ پس شیر نے اپنا سر اٹھایا اور آپ کی پنڈلی پر خراش لگادی۔ تو وہ ضرب جو اس نے آپ کو لگائی اس کے سبب رات بھر آپ کو نیند نہ آئی۔ آپ یہ کہنے لگے: اے میرے رب! تیرے کتے نے مجھے کاٹ لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی اللہ تعالیٰ ظلم سے راضی نہیں ہوتا اور ابتدا آپ نے کی ہے۔ ابن عدی نے کہا: یہ حدیث اس سند کے ساتھ باطل ہے۔ اس میں ایک راوی جعفر بن احمد غافقی ہے جو حدیثیں وضع کرتا ہے۔

(ج)اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے زید بن ثابتؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام پر بکری کو کشتی میں داخل کرنا مشکل ہوگیا۔ چنانچہ آپ نے اسے دم سے پکر کر دھکیلا۔ تو اس وجہ سے اس کی دم ٹوٹ گئی اور وہ دم بریدہ ہوگئی اور اس کی جائے شرم ظاہر ہوگئی۔ جب بھیڑ کی باری آئی تو وہ اندر داخل ہوگئی۔ پس آپ نے اس کی دم کو چھوا تو اس نے اس کی شرم گاہ کو ڈھانپ لیا۔

(د) ابوالشیخ نے جعفر بن محمد سے یہ قول نقل کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ ہر جنس

(أ)ابن منذر کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)ابن عدی،الکامل، ج۲،ص۱۵۷؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۶۲،ص۲۵۵۔

(ج) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۶۲،ص۲۵۵۔اسرائیلی روایت ہے۔ دیکھیں: أبو شهبة، الاسرائيليات والموضوعات، ص۲۷۹۔

(د)ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

میں سے نر اور مادہ کو سوار کرلیں۔ تو آپ نے اپنے ساتھ یمن کی عجوہ (کھجور) اور بادام کو بھی سوار کر لیا۔

(أ) احمد نے الزہد میں اور ابوالشیخ نے وہب بن منبہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ ہر جنس میں سے جوڑا جوڑا کشتی میں سوار کر لیں۔ تو آپ نے کہا: میں شیر اور گائے کو کیسے اکٹھا کروں گا؟ میں بھیڑ اور بھیڑیے کو کیسے سوار کروں گا؟ اور میں کبوتر اور بلی کے ساتھ کیا کروں گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے کہا: ان کے درمیان عداوت کس نے ڈالی ہے؟ عرض کی: اے میرے رب! تو نے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں ان کے درمیان اتنی الفت اور محبت پیدا کروں گا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

(ب) ابن عساکر نے خلد سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب نوح علیہ السلام ان تمام کو کشتی میں سوار کر چکے جنہیں سوار کرنا تھا۔ تو بچھو ایک پاؤں پر چلتے ہوئے آیا۔ اور عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! مجھے بھی اپنے ساتھ داخل کر لیجئے۔ تو آپ نے فرمایا: نہیں کیونکہ تو لوگوں کو ڈستا ہے اور انہیں اذیت دیتا ہے۔ اس نے کہا: نہیں۔ آپ مجھے اپنے ساتھ سوار کر لیجئے اور آپ کے ساتھ میرا یہ وعدہ رہا کہ جو رات کے وقت آپ پر درود پڑھے گا میں اسے نہیں کاٹوں گا۔

(ج) ابن عساکر نے ابوامامہؓ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے شام کے وقت یہ کہا: "صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نُوْحٍ وَّ عَلٰى نُوْحِ السَّلَامُ" تو اس رات بچھو اسے نہیں کاٹے گا۔

(د) اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے عذاء(ا) اور ضحاک سے یہ بیان کیا ہے کہ ابلیس کشتی پر سوار ہونے کے لیے آیا تو نوح علیہ السلام نے اسے دھکیل دیا۔ اس نے کہا: اے نوح! میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم مجھ

(أ) "الزھد" اور ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۶۲، ص ۲۵۷۔

(ج) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۶۲، ص ۲۵۶۔ **حکم**: امام ابن جوزی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل نے بشر بن نمیر (جو اس روایت کی سند میں موجود راوی ہے) کے بارے میں کہا کہ لوگ ان کی حدیثوں کو نہیں لیتے۔ دیکھیں: ابن جوزی، الموضوعات، ج ۳، ص ۱۶۸۔ ابن عدی نے اپنی کتاب الکامل میں بشر بن نمیر کے ترجمہ کی ذیل میں یہ روایت ذکر کی ہے۔ دیکھیں: ابن عدی، الکامل، ج ۲، ص ۷۔

(د) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۶۲، ص ۲۵۷۔۲۵۸۔

(ا) الدرالمنثور کے زیر استعمال مطبوعہ میں یہ روایت "عذاء" اور الضحاک سے مروی ہے جب کہ کتاب التخریج "تاریخ دمشق" میں یہ روایت عذاء کے جگہ عطاء سے مروی ہے۔ سند کچھ یوں ہے: أبوحذيفہ عن ابن جريج عن عطاء و مقاتل عن الضحاک۔

پر قابو نہیں پاسکتے۔تو آپ نے جان لیا کہ یہ سچ کہہ رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے حکم دیا کہ کشتی کے بانس پر بیٹھ جائے۔ آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی تھی کہ وہ ان کے جسم کو اٹھائیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں نوح علیہ السلام ان کے وارث بنے اور ہر کوئی یہ وصیت بطوروارث اپنے بیٹے کو کرتا رہا۔یہاں تک کہ نوح علیہ السلام نے وصیت کو وصول کیا اور آدم علیہ السلام کے جسد خاکی کو مردوں اور عورتوں کے درمیان جا رکھا۔

(أ)ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے مکاید الشیطان میں ابوالعالیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کی کشتی لنگر انداز ہوئی۔ اس وقت ابلیس کوتل السفینہ پرتھا۔تو نوح علیہ السلام نے اسے فرمایا: تو ہلاک ہوجائے اہل زمین تیری وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں؟ تو ابلیس نے آپ سے کہا: تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: تو توبہ کر۔ اس نے کہا: آپ اپنے رب سے پوچھیے کیا میرے لیے توبہ ہے؟ پس نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے التجا کی۔تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اس کی توبہ یہ ہے کہ وہ آدم السلام کی قبر کوسجدہ کرے۔آپ نے اسے فرمایا: میں نے تیرے لیے توبہ کی راہ بنادی ہے۔ اس نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کرے۔تو اس نے جواب دیا میں نے سجدہ نہیں کیا تھا جب کہ وہ زندہ تھے،تو کیا اب میں سجدہ کروں گا جب کہ وہ مرچکے ہیں؟

(ب)نسائی نے انس بن مالکؓ سے بیان کیا ہے کہ انگور کی بیل کے بارے میں نوح علیہ السلام کا شیطان کے ساتھ تنازعہ رہا۔ اس نے کہا: یہ میرے لیے ہے اور آپ نے فرمایا یہ میرے لیے ہے۔ پھر دونوں کی صلح اس شرط پر ہوئی کہ اس کا ایک تہائی نوح علیہ السلام کے لیے ہوگا اور دو تہائی شیطان کے لیے۔

(ج)اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے علیؓ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ نوح علیہ السلام نے کشتی میں اپنے ساتھ تمام درخت بھی سوار کیے تھے۔

(أ)ابن أبی الدنیا، مکاید الشیطان، باب مکاید الشیطان مع نوع علیہ السلام، رقم:۴۵؛ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۲، ص۴۵۹۔

(ب)النسائی،سنن النسائی، کتاب الأشربۃ، باب ذکر ما یجوز شربہٗ ......، رقم: ۵۷۲۶۔حکم: شیخ البانی نے اس روایت کو حسن الاسناد موقوف اور اسرائیلی روایات کے مشابہ قرار دیا ہے۔ دیکھیں: محمد ناصر الدین البانی، صحیح سنن النسائی، المکتب الاسلامی بیروت، ط۱ ، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۸ء، رقم: ۵۲۸۴۔

(ج)ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۶۲،ص۲۶۱۔حکم: ضعیف؛ دیکھیں: البانی ، ضعیف الجامع، رقم: ۲۷۴۲۔

(اُ)اسحاق بن بشر نے بیان کیا ہے کہ اہل علم میں سے ایک آدمی نے ہمیں خبردی ہے کہ نوح علیہ السلام نے ہدہد کا ایک جوڑا بھی کشتی میں سوار کیا اور ہدہد کی ماں کو جوڑے سے اضافی رکھا۔ پس زمین ظاہر ہونے سے پہلے ہی وہ کشتی میں مرگئی۔ ہدہد نے اسے اٹھایا اوردنیا کا چکر لگایا تا کہ وہ کوئی ایسی جگہ پائے جہاں اسے دفن کرسکے۔ لیکن اس نے کہیں بھی کیچڑاور مٹی نہ پائی۔ سواس کے رب نے اس پر رحم فرمایا اور اس کے لیے اس کی گدی میں قبر کھوددی۔ تو اس نے اسے اس میں دفن کردیا۔ پس وہ بال وپر جو ہدہد کی گدی میں بڑھے ہوئے ہیں وہ قبر کی جگہ پر ہیں۔ پس یہی وجہ ہے کہ ہدہدوں کی گدیوں کی تعریف کی گئی ہے۔ اسے ابن عسا کر نے بیان کیا ہے۔

(ب)اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے جویبر(ا) اور مقاتل کی سند سے ضحاک سے اور انہوں نے ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کوکشتی میں پتھر کے دو نگینے عطا فرمائے۔ ان میں سے ایک دن کی سفیدی کی طرح سفید تھا اور دوسرا رات کی سیاہی کی طرح سیاہ تھا۔پس جب وہ شام کرتے تو اس کی سیاہی دوسری کی سفیدی پر غالب آجاتی۔ جب وہ صبح کرتے تو اس کی سفیدی دوسرے کی سیاہی پر غالب آجاتی۔ دونوں کا وقت بارہ گھنٹے مقرر تھا۔ نوح علیہ السلام نے کشتی میں اوقات کو بارہ بارہ گھنٹوں میں تقسیم کررکھا تھا۔ دن یارات میں سے کسی کو دوسرے پر زائد نہیں کرتے تھے۔ تا کہ اس سے نماز کے اوقات کوپہچانا جاسکے ۔ پس کشتی آپ کے مکان سے چلی۔ یہاں تک کہ وہ دائیں سمت چلتی رہی اور حبشہ پہنچ گئی پھروہاں سے پھری اور جدہ کی طرف لوٹ آئی۔ پھر روم کی سمت اختیار کی اور روم سے تجاوز کر گئی اور ارض مقدس کی وادیوں پر لوٹتی ہوئی آئی۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ یہ پہاڑ کی چوٹی پر قرار پذیر ہوگی۔ سو اس لیے پہاڑ بلند ہو گئے۔ اسی لیے وہ ظاہر ہوئے اور انہوں نے اپنی جڑیں

(اُ) اسحاق بن بشر کی کتاب نہیں ملی۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۶۲،ص۲۶۱۔

(ب) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۶۲،ص۲۶۴ ۔۲۶۲۔ ابن عساکر نے اسحاق بن بشر کے طریق سے یہ روایت بیان کی ہے سند یوں ہے: أخبرنا اسحاق قال قال جویبر و مقاتل عن الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنھما۔

(ا) جویبر بن سعید ازدی، اُبو قاسم بلخی، تابعی، اُنس بن مالک، ضحاک، اُبوصالح سمان وغیرہ سے روایت کرتا ہے جب کہ ان سے سفیان ثوری، ابن مبارک، معمر، حماد بن زید نے روایتیں کی ہیں۔امام نسائی اور دارقطنی نے انہیں متروک الحدیث کہا ہے۔ انہوں نے ۱۴۰ھ (۷۵۷ء)کے بعد وفات پائی۔ دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التھذیب، ج۱، ص۵۹۳ ، رقم:۱۱۶۴؛ ابن اُبی حاتم، الجرح والتعدیل، ج۲، ص۴۷۴، رقم: ۲۲۴۶؛ ابن حبان، کتاب المجروحین، ج۱، ص۲۵۷، رقم: ۱۹۱؛ ابن عدی، الکامل، ج۱،ص۳۲۹۔

زمین سے نکال لیں۔ اور جودی پہاڑ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجزوانکساری پیش کرتا رہا۔ پس کشتی آئی اور تمام پہاڑوں سے آگے گزرگئی۔ جب جودی پہاڑ پر پہنچی وہاں قرار پذیر ہوگئی اور وہیں لنگرانداز ہوئی تو پہاڑوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کی اور کہا اے ہمارے رب! بے شک ہم نوح علیہ السلام کی کشتی کے لیے ظاہر ہوئے ہیں اور اپنی جڑیں زمین سے نکالی ہیں۔ اور جودی سکڑ گیا ہے۔ اور نوح علیہ السلام کی کشتی نے اس پر قرار اختیار کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلاشبہ جو اس طرح میرے لیے تو اضع کرتا ہے میں اسے بلند کر دیتا ہوں اور جو میرے سامنے بلند ہوتا ہے میں اسے پست اور ذلیل کرتا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ جودی جنت کے پہاڑوں میں سے ہے پس یوم عاشورہ تھا تو کشتی اس پر قرار پذیر ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "يَآاَرْضُ ابْلَعِي مَآئَكِ" اے زمین اپنا پانی نگل لے، جذب کرلے، یہ ارشادولغت حبشہ کے مطابق ہے "وَيا سَمَآءُ اَقْلِعِیْ" اور اے آسمان تو بھی اپنا پانی روک لے۔ یہ بھی حبشی لغت کے مطابق ہے۔ پس زمین نے اپنا پانی جذب کرلیا اور آسمان کا پانی بھی اٹھ گیا۔ یہاں تک کہ وہ آسمان کی بلندی تک پہنچ گیا اس امید کے تحت کہ وہ اپنی جگہ کی طرف لوٹ آئے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا واپس لوٹ جا۔ کیونکہ تو عذاب اور غضب ہے پس پانی لوٹ آیا اور وہ کھاری ہوگیا اور گرم ہو گیا اور موجیں مارنے لگا۔ پس اس سے لوگوں کو اذیت اور تکلیف پہنچنے لگی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا کو بھیجا اور اس نے سمندروں کی جگہوں میں اسے جمع کردیا۔ وہ اتنا شدید کھاری ہو گیا کہ اس سے نفع حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ نوح علیہ السلام نے جھانک کر دیکھا تو سورج طلوع ہو چکا تھا اور آپ کے لیے آسمان سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا۔ یہ آپ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان غرق ہونے سے امان کی علامت اور نشانی تھی۔ ہاتھ سے مراد وہ قوس ہے جسے وہ قوس قزح کہتے ہیں۔ اور منع کیا گیا ہے کہ اسے قوس قزح کہا جائے کیونکہ قزح شیطان ہے اور وہ قوس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے(۱)۔

انہوں نے یہ گمان کیا کہ یہ تیر کمان پہلے بھی آسمان تک پھیل جایا کرتی تھی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کو غرق ہونے سے امان دے دی تو اللہ تعالیٰ نے کمان اور تیر پھینک دیئے۔ تو اس وقت نوح علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ تو میرے ساتھ میری اہل کو نجات دے گا۔ حالانکہ میرا بیٹا غرق ہوگیا ہے اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْنَ. قَالَ يَا نُوحُ

---

(۱) **حکم:** شیخ البانی نے روایت کے اس حصے "اور منع کیا گیا ہے کہ اسے قوس قزح کہا جائے کیونکہ قزح شیطان ہے اور قوس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے" کو موضوع کہا ہے۔ دیکھیں: البانی، سلسلة الأحاديث الضعيفة الموضوعة، ج۲، ص۲۶۴، رقم:۸۷۲۔

إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (۱) اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے: کہ وہ تیرے دین والوں میں سے نہیں ہے۔ اس کا عمل اچھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اتر جاؤ۔ تو نوح علیہ السلام نے اسے بلا بھیجا۔ جو آپ کی طرف زمین کی خبر لائے گا۔ تو ایک گھریلو پرندہ آیا اور اس نے کہا: میں۔ تو آپ نے اسے پکڑا اور اس کے پروں پر مہر لگادی اور فرمایا تجھ پر میری مہر لگ چکی ہے تو کبھی نہیں اڑے گا، میری اولاد تجھ سے نفع اٹھاتی رہے گی۔ پھر آپ نے کوے کو بھیجا۔ اس نے ایک مردار دیکھا تو اس پر گر پڑا۔ پس آپ نے اسے قید کیا اور اس پر لعنت فرمائی۔ اسی وجہ سے اسے حرم میں قتل کیا جاسکتا ہے۔ پھر فاختہ کو بھیجا یعنی حمامہ سے مراد قمری ہے۔ سووہ گئی اور اس نے زمین میں کہیں بھی قرار نہ پایا۔ سوزمین سبا میں وہ ایک درخت پر بیٹھی اور زیتون کا پتہ اٹھایا اور نوح علیہ السلام کی طرف لوٹ آئی۔ تو آپ کو معلوم ہوگیا کہ اس نے زمین میں سے کہیں مسکن نہیں بنایا۔ پھر اسے چند دنوں کے بعد بھیجا۔ پس وہ نکلی اور وادی حرم میں پہنچ گئی۔ پانی جب جذب ہوا تو سب سے پہلے معظمہ کی جگہ سے جذب ہوا۔ اس کی مٹی سرخ تھی۔ پس اس نے اپنے پاؤں کو اس کے ساتھ روندا اور پھر نوح علیہ السلام کی طرف واپس آگئی۔ اور کہا مبارک ہو زمین نے قرار حاصل کر لیا ہے۔ پس آپ نے اپنا دست مبارک اس کی گردن مبارک پھیرا اور اسے ہار پہنایا اور اس کی ٹانگوں میں اسے سرخی عطا کی۔ اس کے لیے دعا کی اور اسے حرم پاک میں سکونت عطا کردی اور اس میں برکت رکھ دی۔ پس اسی وجہ سے لوگ اس کے ساتھ شفقت کرتے ہیں۔ پھر آپ نکلے اور سرزمین موصل میں نزول فرمایا۔ یہ قریۃ الثمانین کہلاتا ہے۔ کیونکہ آپ اسی افراد کے ہمراہ یہاں سکونت پذیر ہوئے تھے۔ پھران میں وبا پھیل گئی اور وہ نوح، سام، حام، یافث اور ان کی عورتوں کے سوا سب کے سب مرگئے۔ پھر زمین ان سے بھر گئی۔ اسی کے بارے میں یہ ارشاد ہے ۔جَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبٰقِيْنَ(۲)

---

(۱) ہود:۴۶،۴۵۔

(۲) الصفات:۷۷۔

(أ)ابن عساکر نے خالد الزیات (۱)سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ نوح علیہ السلام جب رجب کی پہلے تاریخ کو کشتی میں سوار ہوئے اور جن وانس میں سے جو آپ کے ساتھ تھے انہیں فرمایا: آج کے دن روزہ رکھو۔ کیونکہ تم میں سے جس نے روزہ رکھا اس سے آگ ایک سال کی مسافت پردوررہے گی اورتم میں سے جس نے سات روزے رکھے اس پر جہنم کے ساتوں دروازے بند کردیئے جائیں گے اور جس نے آٹھ روزے رکھے تو اس کے لیے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جس نے دس دن روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا تو مانگ تجھے عطا کیا جائے گا۔ اور جس نے پندرہ دن روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا نیا عمل کر میں نے تیرے لیے ماضی میں جو کچھ ہوااسے بخش دیا ہے۔ اور جس نے اور زیادہ کیا اللہ تعالیٰ بھی اضافہ فرمائے گا۔

پس نوح علیہ السلام نے کشتی میں رجب، شعبان، رمضان،شوال، ذی القعدہ، ذی الحجہ اورمحرم کے دس روزے رکھے۔ اور دسویں محرم (یوم عاشورہ) کوکشتی لنگر انداز ہوئی۔تو نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ جن وانس کو ارشاد فرمایا: آج کے دن بھی روزہ رکھو۔

(ب)ابن ابی حاتم نے قتادہؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ نوح علیہ السلام رجب کی دس تاریخ کوکشتی میں سوار ہوئے اور دس محرم الحرام کو اس سے اترے۔ سو آپ اور آپ کے اہل رات سے رات تک روزہ رکھتے۔

(ج)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا: جب نوح علیہ السلام نے کشتی میں ہر شے کو سوار کیا۔تو شیر کو بھی سوار کیا اور وہ کشتی والوں کو اذیت پہنچانے لگا۔تو اس پر بخار مسلط کر دیا گیا۔

(د)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابوعبیدہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب نوح علیہ السلام کوحکم دیا

(أ) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۶۲،ص۲۶۴ ۔

(ب)تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم۱۰۸۸۰۔

(ج)ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د)تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۷۹۔

(۱)خالد بن یزید الزیات کوفی، أبو عبداللہ ، امام شعبیؒ اورعمرو بن مرۃ سے روایت بیان کرتا ہے۔ ان سے وکیع، زہیر بن عباد اور یحیٰ بن سلیمان جعفی نے روایتیں بیان کی ہیں۔ أبو حاتم نے کہا: لیس بہ بأس۔ دیکھیں: الذھبی، تاریخ الاسلام، ج۱۱،ص۱۰۶۔۱۰۷؛ ابن أبی حاتم، الجرح والتعدیل، ج۳، ص۳۵۷، رقم: ۱۶۱۴۔

گیا کہ وہ کشتی میں ہر جنس سے جوڑا جوڑا سوار کرلیں۔ تو آپ نے شیر کو سوار کرنے کی طاقت نہ رکھی۔ یہاں تک کہ اس پر بخار مسلط کر دیا گیا، تو آپ نے اسے اٹھا یا اور کشتی میں داخل کردیا۔

(أ)ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم کی سند سے ان کے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نوح علیہ السلام نے کشتی میں ہر جنس سے جوڑا جوڑا سوار کیا۔ تو آپ کے اصحاب نے آپ سے عرض کی: ہم کیسے اطمینان پائیں گے جب کہ ہمارے ساتھ شیر بھی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس پر بخار مسلط کردیا۔ پس وہی پہلا بخار ہے جو زمین پر اترا۔ پھر انہوں نے چوہیا کا شکوہ کیا اور کہا: یہ چوہیاتو ہمارے کھانے اور سامان کو خراب کردے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے شیر کی طرف وحی کی۔ تو اس نے چھینک ماری اور اس سے بلی خارج ہوئی تو اسے چھینک آئی تو چوہیاچھپ گئی۔

(ب)حکیم ترمذی نے نوادرالاصول میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب نوح علیہ السلام کشتی میں تھے تو چوہے نے کشتی کی رسیاں کاٹ دیں۔تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اور آپ نے شیر کی پیشانی کو چھوا۔ تواس سے بلی کی طرح کے دوجانور نکلے۔ کشتی میں گندگی تھی۔ نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کی۔ تو اللہ نے آپ کی طرف وحی فرمائی۔ سوآپ نے ہاتھی کی دم کو چھوا۔ تو دوخنزیر نکلے اور انہوں نے اس غلاظت کو کھالیا۔

(ج)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا: کشتی والوں نے چوہے کے سبب تکلیف اٹھائی تو شیر نے چھینک ماری۔ اس کے نتھنے سے مذکر اور مونث دوبلیاں نکلیں اور انہوں نے چوہے کو کھالیا۔ مگر جو اللہ تعالیٰ نے باقی رکھنا چاہا اور انہیں اہل کشتی کی غلاظت کے سبب اذیت دی گئی۔ پس ہاتھی نے چھینک

(أ)تفسیرابن أبي حاتم، سورة ھود، رقم:۱۰۸۷۱۔

(ب)حکیم ترمذی، نوادر الأصول، باب في حکمة اللہ تعالی فیما نھی عن قتلہ و أمر بقتلہ، ج۲، ص۹؛ تفسیر الطبری، سورة ھود، رقم:۱۸۱۴۰؛ تفسیرابن أبي حاتم، سورة ھود، رقم:۱۰۸۷۲۔ نوادر الأصول میں یہ ذکر نہیں کہ یہ روایت کس سے مروی ہے۔

(ج)ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔ حکم: اسرائیلی روایت ہے۔ دیکھیں: أبو شھبة، الاسرائیلیات والموضوعات، باب الاسرائیلیات في سفینة نوح، ص۲۷۹۔

ماری اور اس کے نتھنے سے مذکرو مؤنث دوخنزیر نکلے۔ پس انہوں نے کشتی والوں کی ساری غلاظت کو کھالیا۔ اور جب گدھے کو کشتی میں داخل کرنے کا ارادہ فرمایا تو نوح علیہ السلام نے گدے کے دونوں کان پکڑے اور ابلیس نے اس کی دم پکڑلی اور نوح علیہ السلام نے اسے کھینچنا شروع کردیا اور ابلیس بھی اسے کھینچنے لگا۔ تو نوح علیہ السلام نے کہا: شیطان داخل ہوجا۔ پس گدھا داخل ہوااور اس کے ساتھ ابلیس بھی داخل ہو گیا۔ جب کشتی چلی تو وہ اس کے پچھلے حصے پر بیٹھ کر گنگنانے لگا۔ تو نوح علیہ السلام نے اسے کہا؛ تو ہلاک ہو جائے تجھے کس نے اجازت دی ہے؟ اس نے کہا: آپ نے۔ آپ نے فرمایا: کب؟ اس نے جواباً کہا: جب تم نے گدھے کو کہا: اے شیطان! داخل ہو، تو میں داخل ہوگیا۔

(أ)ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام نے چوپاؤں میں سے کشتی میں سب سے پہلے انٹی کو سوار کیا اور سب سے آخر میں گدھے کو سوار کیا۔ سو جب گدھا داخل ہوا تو اس نے اپنا سینہ داخل کیا اور ابلیس اس کی دم کے ساتھ چمٹ گیا۔ اور اس کے قدم نہ اٹھ سکے تو نوح علیہ السلام اسے فرمانے لگے: تیری ہلاکت ہو۔ اے شیطان! داخل ہو۔ پس وہ اٹھتا تھا اور طاقت نہ رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ نوح علیہ السلام نے کہا؛ داخل ہو اگر چہ شیطان تیرے ساتھ ہے۔ آپ کی زبان پر کلمہ پھسل گیا۔ پس جونہی آپ وہ کہا تو شیطان نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ داخل ہوااور شیطان بھی اس کے ساتھ داخل ہوگیا۔ پھر نوح علیہ السلام نے اسے کہا: اے اللہ کے دشمن! تجھے کس نے داخل کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ داخل ہوجا اگر چہ شیطان تیرے ساتھ ہو؟ آپ نے فرمایا: میرے پاس سے نکل جا۔ اس نے کہا: آپ کے لیے کوئی چارہ کار نہیں اس سے کہ آپ مجھے سوار کریں۔ پس کشتی کی چھت پر ایسی ہی ہوا جیسا کہ وہ گمان کرتے تھے۔

(ب)ابن عساکر نے مجاہدؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام اپنی قوم کو ساڑھے نوسو برس تک دعوت دیتے رہے۔ آپ پہلے انہیں سراً اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے۔ پھر جہراً دعوت شروع کردی۔ پھراعلانیہ دعوت عام دینے لگے۔ مجاہدؒ نے فرمایا: اعلان کا معنی انتہائی چیخ وپکار کرنے کے ہیں۔ پس وہ (قوم کے لوگ) آپ کو پکڑ لیتے تھے اور آپ کا گلادباتے تھے یہاں تک کہ آپ پر غشی طاری ہوجاتی اور وہ آپ

(أ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۴۸۔

(ب)ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۶۲،ص۲۵۰ ۔

کو زمین پر گرا دیتے تھے اس حال میں کہ آپ بیہوش ہوتے۔ پھر جب افاقہ ہوجاتا تو کہتے: اے اللہ! میری قوم کو نور عطا فرما کیونکہ وہ نہیں جانتے۔ پس ان میں سے ایک آدمی اپنے باپ کو کہنے لگا: اے اباجان! اس بوڑھے شیخ کو کیا ہے یہ ہر روز چیخ وپکار کرتا ہے، یہ صبر نہیں پکڑتا۔ تو اس نے جواب دیا: کہ میرے باپ نے میرے داداسے مجھے خبردی ہے کہ یہ جب سے ہوا ہے یہی کام کرتا رہا ہے پس جب آپ نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرماکرآپ کوکشتی بنانے کا حکم دیا۔ سو آپ نے کشتی بنائی اور تین سال کے عرصہ میں اس کا کام مکمل کیا۔ آپ قوم کے قریب سے گزرتے۔ تو وہ آپ سے تمسخر کرتے اور آپ کے کشتی بنانے پر اظہار تعجب کرتے۔ پس جب آپ کشتی بنانے سے فارغ ہوگئے تو آپ کے رب نے آپ کے لیے ایک نشانی مقرر کر دی کہ جب تم تنور کو ابلتا ہوا دیکھوتو ہر شئی کا جوڑ کشتی میں سوار کر لینا اور تنور کے بارے میں جو خبر مجھ تک پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ وہ کوفہ کی مسجد سے ایک کونے میں تھا۔ پس جب تنور ابل پڑا، تو آپ نے ان تمام کوکشتی میں سوار کرلیا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا تھا۔ عرض کی: اے مریے رب! شیر اور ہاتھی کو کیسے سوار کروں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ان پر بخار مسلط کردوں گا۔ بلاشبہ وہ ثقیل اور بھاری ہے۔ پس آپ نے اپنے گھر والوں، بیٹوں، بیٹیوں اور بہوؤں سب کو سوار کر لیا۔ اور اپنے ایک بیٹے کو بھی بلایا لیکن اس نے انکار کر دیا۔ پس جب آپ ہر شے کوکشتی میں داخل کرنے سے فارغ ہوگئے۔ تو دوسری کشتی کے ساتھ انہیں اوپر سے بند کردیا۔ اگر اس طرح نہ ہوتا تو کشتی میں کوئی شے بھی باقی نہ بچتی۔ مگر یہ آسمان کی جانب سے پانی کی شدت سے گرنے کی وجہ سے وہ سب ہلاک ہوجاتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ(۱) پھر ہم نے کھول دیئے آسمان کے دروازے موسلادھا بارش کے ساتھ"۔ ہر قطرے کی مقدار اس طرح تھی جیسا کہ مشکیزے کے منہ سے بہہ رہا ہو۔ سطح زمین پر کوئی شے باقی نہیں رہی مگر وہ اس وقت ہلاک اور برباد ہوگئی۔ سوائے ان کے جوکشتی میں تھے۔ اور اس میں سے کوئی شے حرم میں داخل نہیں ہوئی۔

(اَ) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۶۲،ص ۲۴۹ ۔

(۱) القمر:۱۱

(أ)اسحاق بن بشر اور ابن عساکر دونوں نے عبداللہ بن زیاد بن سمعان (ا) سے اور انہوں نے اس آدمی سے جس نے انہیں بیان کیا روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طوفان سے چالیس سال قبل ان کے مردوں کو بانجھ کردیا تھا اور ان کی عورتوں کو بھی بانجھ کردیا۔ نوح علیہ السلام کی دعا کے وقت سے لے کر چالیس برس تک انہوں نے کسی بچے کو جنم نہیں دیا۔ یہاں تک کہ آپ نے صغیر اور بالغ سبھی کو پالیا اور اللہ تعالیٰ کے لیے ان کے خلاف حجت قائم ہوگئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفان بھیج دیا۔

(أ)ابن جریر اور ابوالشیخ دونوں نے ضحاکؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بچوں کو ان کے آباء کے ساتھ غرق کردیا، حالانکہ اس طرح نہیں ہے۔ بے شک وہ بچہ پرندے کے قائم مقام ہے اور وہ تمام جنہیں اللہ تعالیٰ نے بغیر گناہ کے غرق کیا ہے۔ ان کی موتوں کا وقت آگیا اور وہ اسی کے سبب فوت ہوئے اور مردوں اور عورتوں میں سے جو آپ کو پانے والے ہیں ان کے لیے یہ غرق (طوفان) سزا اور عذاب تھا۔

(ب)ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابوالشیخ اور ابن عساکر نے مجاہدؒ کی سند سے عبید بن عمیر سے یہ قول بیان کیا ہے جب قوم نوح غرق ہوئی تو اس پہاڑ کی چوٹی پر بھی پانی کی بلندی پندرہ گز تھی۔ پس ایک عورت غرق ہوئی اس حال میں کہ اس کے پاس بچہ بھی تھا۔ تو اس نے اسے اپنے سینے پر رکھ لیا۔ جب پانی وہاں تک پہنچا۔ تو اس نے اسے اپنے کندھوں پر بٹھا لیا۔ جب پانی وہاں تک پہنچا تو اس نے اسے اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر ہاتھوں کو بلند کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر میں اہل زمین میں سے کسی پر رحم کرتا تو میں اس عورت پر ضرور رحم کرتا۔ لیکن میری جانب سے قول (حکم) ثابت ہو چکا ہے۔

(ج)ابی حاتم نے عطاءؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنی کنیز کو فرمایا: جب تیرے تنور سے پانی ابل پڑے تو مجھے خبر دینا۔ پس جب وہ آخری روٹی سے فارغ ہوئی

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۱۴۰۶۔

(ب)ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۶۲، ص۲۵۳۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۰۸۶۳۔

(ا)عبداللہ بن زیاد بن سمعان مدنی أم سلمۃ کے غلام تھے، وہ أعرج، مجاہد، محمد بن کعب اور دیگر لوگوں سے روایت بیان کرتا ہے۔ ان سے فضل بن فضالہ، روح بن قاسم، ابن وہب نے روایتیں کی ہیں۔ امام نسائی نے انہیں متروک الحدیث کہا ہے۔ ابن حبان نے امام مالک کے حوالے سے انہیں کذاب کہا ہے۔ دیکھیں: النسائی، الضعفاء والمتروکین، ص۳۶، رقم:۳۳۹؛ ابن حبان، المجروحین، ج۲، ص۷، رقم: ۵۲۹، الذھبی، تاریخ الاسلام، ج۹، ص۴۵۵۔۴۶۵۔

تو تنور ابل پڑے۔ وہ بھاگتے ہوئے اپنے آقا کے پاس گئی اور آپ کو جا کر خبر دی۔ پس آپ اور جو آپ کے ساتھ تھے سب کشتی کے اوپر سوار ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسلادھار بارش کے ساتھ آسمان کے دروازے کھول دیئے اور زمین میں چشمے جاری کر دیئے۔

(أ)اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ہمیں عبداللہ العمری (ا) نے نافع سے اور انہوں نے ابن عمرؓ سے خبر دی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: جب نوح علیہ السلام کی کشتی کے اردگرد پانی نکلا تو آپ کی امت کا ایک آدمی اپنے سرداروں میں سے ایک کے پاس گیا اور کہا: یہ ہے وہ جسے تم گمان کرتے تھے کہ مجنون ہے: تحقیق جس عذاب سے وہ تمہیں ڈراتا تھا وہ تم پر آچکا ہے، وہ اپنی سواری پر سوار ہوا اور اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو لے کر آیا اور آپ نے فرمایا: تحقیق تم پر وہ آچکا ہے جس سے تمہیں ڈرایا جاتا ہے۔ اس نے پوچھا اس کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اپنی سواری کے سر کو پھیر۔ پس اس نے اپنی سواری کو پھیرا تو پانی اس کے پاؤں کے نیچے سے نکل پڑا۔ وہ پانی سے بھاگتے ہوئے پہاڑ کی طرف نکل گیا۔

(ب)ابن اسحاق اور ابن عساکر نے جعفر بن محمد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کے گھر تنور سے پانی ابل پڑا۔ یہ وہ تنور ہے جس میں آپ کی بیٹی روٹیاں پکارہی تھی نوح علیہ السلام اس کی توقع رکھتے تھے جب کہ آپ کی صاحبزادی آئی اور اس نے عرض کی: اے اباجان! تنور سے پانی ابل پڑا ہے۔ پس ایک کے سوا تمام کے تمام بڑھئی نوح علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ اس نے آپ سے کہاں میری اجرت مجھے دیجئے۔ آپ نے فرمایا: میں تیری اجرت تجھے اس شرط پر دیتا ہوں کہ تو ہمارے ساتھ سوار ہو جائے۔ تو اس نے جواباً کہا: بے شک ود، سوع، یغوث اور نسر مجھے بچالیں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی اس میں ہر شے کا جوڑا جوڑا سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو مگر وہ جن کے بارے میں حکم پہلے سے ہو چکا ہے اور وہ جن کے بارے میں حکم پہلے ہو چکا تھا وہ آپ کی بیوی واقلہ اور آپ کا

(أ) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۶۲،ص۲۵۲۔

(ب)ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۶۲،ص۲۵۲ ۔

(ا)عبد العمری: عبداللہ بن عمر بن حفص بن أمیر المؤمنین عمر بن الخطاب، ابو عبدالرحمٰن عدوی عمری مدنی کبار تبع تابعین میں سے ہیں۔ وہ سعید مقبری، امام زہری، حضرت نافعؒ سے روایت بیان کرتا ہے۔ ان سے وکیع، ابن وہب اور سعید بن أبی مریم نے روایتیں کی ہیں۔ انہوں نے ۱۷۱ھ(۷۸۷ء) کو وفات پائی۔ دیکھیں: الذھبی، سیر أعلام النبلاء، ج۷،ص۳۳۹، رقم: ۱۲۳؛ مغلطائی، اکمال تہذیب الکمال، ج۸،ص۷۵، رقم: ۳۰۷۷؛ الذھبی، تاریخ الاسلام ج۱۱،ص۲۱۰،۲۱۱۔

بیٹا کنعان تھا۔ آپ نے عرض کی: اے میرے رب! تحقیق میں نے انہیں سوار تو کر لیا لیکن وحشی جانوروں، چوپاؤں، درندوں اور پرندوں کو میں کیسے سوار کروں گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں تیرے پاس جمع کردوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور آپ نے انہیں اکٹھا کردیا۔ پس آپ جوڑے پر ہاتھ مارتے۔ دایاں ہاتھ مذکر پر اور بایاں مؤنث پر لگتا اور آپ اسے کشتی میں داخل کر دیتے۔ حتیٰ کہ آپ نے اس تعداد کو داخل کر دیا جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا۔ جب آپ انہیں کشتی میں جمع کر چکے اور چوپاؤں، وحشیوں اور درندوں نے عذاب دیکھا تو وہ نوح علیہ السلام کے پاؤں چاٹنے لگے اور کہنے لگے: آپ ہمیں اپنے ساتھ کرلیں۔ تو آپ فرماتے: مجھے صرف ہر جنس میں سے جوڑا جوڑا سوار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(أ)ابن عساکر نے زہریؒ سے یہ قول بیان کیا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی اور وہ آپ طرف پرندوں، درندوں، وحشی جانوروں اور چوپاؤں میں سے نرادر مادہ دو کواٹھا کرلے آئی۔

(ب)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے مِنْ کُلٍّ زوجین اثنین کے تحت فرمایا کہ ہر جنس سے مذکر اور مؤنث۔

(ج)ابن ابی حاتم نے عکرمہؒ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ مذکر ایک زوج ہے اور مؤنث ایک زوج ہے۔

(د)ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اَلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ کے بارے میں ابن جریج نے کہا: کہ قول سے مراد عذاب ہے اور وہ آپ کی بیوی تھی جو آپ کے خاندان کا حصہ تھی۔

(ھ)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ کے تحت حکم سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد نوح علیہ السلام، آپ کے تین بیٹے اور چار بہوتھیں۔

(و)ابن جریر اور ابوالشیخ دونوں نے بیان کیا ہے کہ ابن جریج نے کہا ہے کہ بیان کیا گیا ہے:

(أ)ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۶۲،ص۲۵۵ ۔

(ب)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۶۵؛تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۶۷۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۶۶۔

(د)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۷۲۔

(ھ)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۷۷۔

(و)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۷۶۔

نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ تین بیٹوں اور اپنے بیٹوں کی تین بیویوں کو سوار کیا اور حام نے کشتی میں اپنی بیوی کیساتھ مجامعت کی۔ تو نوح علیہ السلام نے اس کے نطفہ کو بدل دینے کی دعا کی۔ تو سوڈان پیداہوا۔

(أ)اسے ابن منذراور ابن ابی حاتم نے ابن جریج کی سند سے ابو صالح سے بیان کیا ہے۔

(ب)ابن جریر، ابن منذر، ابن أبی حاتم اور ابوالشیخ نے سیدنا ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ کشتی میں اسی آدمیوں کو سوار کیا۔ ان میں سے ایک جرہم تھا، ان کی زبان عربی تھی۔

(ج)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن عسا کر نے عکرمہؒ کی سند سے ابن عباسؓ سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں اسی آدمی تھے ان کے ساتھ ان کی بیویاں بھی تھیں۔وہ کشتی میں ایک سو پچاس دن رہے۔اللہ تعالٰی نے کشتی کو مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ کیا اور چالیس دن تک وہ بیت اللہ کے پاس گھومتی رہی پھر اسے جو دی کی طرف پھیر دیا اور اس پر وہ لنگر انداز ہو گئی۔پھر نوح علیہ السلام نے کوّے کو بھیجا تا کہ وہ آپ کے پاس خبر لے کر آئے۔ وہ گیا اور مردار پر جاگرا اور اس نے آپ کے کام کو مؤخر کردیا۔ پھر آپ نے فاختہ کو بھیجا وہ آپ کے پاس زیتون کا پتہ لے کر آئی اور اس کے پاؤں سے لتھڑے ہوئے تھے۔ تو اس سے نوح علیہ السلام نے پہچان لیا کہ پانی جذب ہوگیا۔ پس آپ جودی کی نچلی جانب اترے اور ایک گاؤں آباد کیا اور اس کا نام ثمانین رکھا۔پس ایک دن انہوں نے صبح کی توان کی زبانیں اسی لغتوں پر جاری ہوگئیں۔ان میں سے ایک عربی زبان ہے اور وہ آپس میں ایک دوسرے کی کلام نہیں سمجھ سکتے تھے اور نوح علیہ السلام اس کی ترجمانی فرماتے تھے۔

(د)ابن ابی الدنیا مکاید الشیطان میں ابن عسا کر نے ابن عمرؓ سے یہ قول بیان کیا کہ جب نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے اور آپ نے اس میں ہر جنس سے جوڑاجوڑا سوار کیا جیسا کہ آپ کو حکم تھا تو آپ نے کشتی میں ایک بوڑھے کو دیکھا جسے آپ نے نہ پہچانا تو آپ نے اس سے پوچھا تو کون؟ اس نے

(أ)تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۸۱۔

(ب)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۸۱؛تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۶۴۔

(ج)تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۸۲؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۶۲ص۲۶۷۔

(د)ابن أبی الدنیا، مکاید الشیطان، باب مکائد الشیطان مع نوح علیہ السلام،ص۶۵، رقم: ۴۴؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۶۲،ص۲۵۸۔۲۵۹۔

کہا: ابلیس،میں داخل ہوا ہوں تا کہ تمہارے اصحاب کے دلوں پر قابو پاؤں۔ پس ان کے سر میرے ساتھ ہوں گے اور ان کے جسم تمہارے ساتھ۔پھر اس نے کہا: پانچ چیزیں ہیں جن کے ساتھ میں لوگوں کو ہلاک کرتا ہوں۔ ان میں سے تین میں آپ کو بتاؤں گا اور دو کے بارے میں کوئی بات نہیں کروں گا۔تو نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ آپ کو ان تین کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں۔ آپ اسے حکم دو کہ وہ دو کے بارے میں آپ سے گفتگو کرے۔ تو اس نے کہا؛ ایک حسد ہے اور حسد کے سبب مجھ پر لعنت کی گئی اور مجھے شیطان رجیم بنا دیا گیا۔ دوسری حرص ہے کہ آدم علیہ السلام کے لیے ساری جنت مباح کی گئی اور میں نے حرص کے ذریعے ان سے بھی اپنی حاجت پوری کرلی۔

(اَ)ابن منذر نے حکم سے یہ قول بیان کیا ہے کہ طوفان کے بعد قوس قزح ظاہر ہوئی جو اہل زمین کے لیے اس سے امن کی علامت تھی کہ وہ سارے کے سارے غرق ہوں گے۔

وَقَالَ ارْكَبُواْ فِيهَا بِسْمِ اللّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ (41)

"(نوح نے)کہاکہ خدا کا نام لے کر کہ اسی کے ہاتھ میں اس کا چلنا اور ٹھہرنا (ہے)اس میں سوار ہوجاؤ بے شک میرا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے۔"۔

(ب)ابوالشیخ نے مجاہدؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے اور وہ آپ کو لے کرچل پڑی تو آپ کو خوف لاحق ہوا۔تو آپ یہ پکارنے لگے اِلاَھا اُتقِن. اے اللہ! احسان فرما۔

(ج)ابن جریر نے مجاہدؒ سے بِسْمِ اللّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا کے ضمن میں کہا: جس وقت وہ سوار ہوتے ہیں اور چلتے ہیں اورلنگر انداز ہوتے ہیں (تو وہ یہ پڑھتے ہیں)۔

(د)ابن جریر نے ضحاکؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب وہ ارادہ کرتے کہ کشتی ٹھہر جائے تو کہتے: بسم اللہ پس وہ ٹھہر جاتی اور جب وہ ارادہ کرتے کہ وہ چل پڑے۔ تو کہتے: بسم اللہ۔ پس وہ چل پڑتی۔

(اَ)ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)اُبو الشیخ کی کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۸۳۔

(د)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۸۶۔

(أ)سعید بن منصور اور طبرانی نے ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھتے تھے مَجْرَاهَا مَرسٰها۔

(ب)ابو یعلی، طبرانی، ابن سنی، ابن عدی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حسین بن علیؓ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے امت کے لیے غرق ہونے سے امان ہے کہ جب وہ کشتیوں پر سوار ہوں تو یہ کہیں: بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الرَّحْمٰنِ. بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسٰهَا إِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْم" وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ.. الى آخر الآية(ا)

(ج)ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے اور آپ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت غرق ہونے سے محفوظ رہے گی۔جب کہ انہوں نے کشتیوں میں سوار ہوتے وقت یہ کہا: بِسْمِ اللّٰهِ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا إِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْم

(د)امام ابوالشیخ نے الثواب میں سیدنا ابن عباسؓ سے مرفوع روایت بیان کی ہے۔کہ کوئی آدمی بھی نہیں جو کشتی میں سوار ہوتے وقت یہ کہتا ہو" بسم اللہ الملک الرحمٰن "بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا ان ربی غفور رحیم، وما قدروا اللہ حق قدرہ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے غرق ہونے سے حفظ وامان عطا فرمائے

(أ)التفسیر من سنن سعید بن منصور، رقم: ۱۰۳۶؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج۹،ص۱۳۸، رقم: ۸۶۸۲۔یہ قراءۃ شاذہ ہے۔ ابن مسعودؓعیسی الثقفی اور زید بن علی اور اعمش نے اس طرح پڑھا ہے۔ دیکھیں: أبو حیان اندلسی، بحر المحیط، سورۃ ھود، ج۵،ص۲۲۵۔

(ب)أبو یعلی، مسند أبی یعلی، مسند الحسین بن علی أبی طالب، رقم: ۶۷۸۱؛ أبو القاسم الطبرانی، سلیمان بن أحمد، الدعاء، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادرعطا، دار الکتب العلمیۃ ، بیروت، ط ۱ ، ۱۴۱۳ھ۔۱۹۹۲ء،باب القول فی قنوت الوتر، رقم: ۸۰۳؛ ابن السنی،عمل الیوم و اللیلۃ،تخریج، عبداللہ حجاج ، مکتبۃ التراث الاسلامی، القاھرۃ ،۱۹۸۲ء ، باب ما یقول اذا رکب سفینۃ، رقم:۵۰۰؛ ابن عدی، الکامل، ج۷،ص۱۹۸۔حکم: مسند أبی یعلی کے محقق نے کہا: اسنادہ تالف یعنی اس کی سند گئی گزری ہے۔

(ج) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج۱۲،ص۱۲۴، رقم:۱۲۶۶۱۔حکم: امام الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں نہشل بن سعید ہے جو متروک ہے۔ دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب الأذکار، باب: ما یقول اذا رکب البحر، رقم: ۱۷۱۰۲۔

(د)أبو الشیخ کی کتاب نہیں ملی۔

۔(ا) الانعام: ۹۱

گا۔ یہاں تک کہ وہ اس سے نکل جائے گا۔

وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادَى نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَب مَّعَنَا وَلاَ تَكُن مَّعَ الْكَافِرِينَ (42)قَالَ سَآوِي إِلَى جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاء قَالَ لاَ عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللّهِ إِلاَّ مَن رَّحِمَ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ (43)

"اور وہ ان کو لے کر (طوفان) کی لہروں میں چلنے لگی (کہ لہریں کیا تھیں) گویا پہاڑ تھی اس وقت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کوکہ(کشتی) سے الگ تھاپکارا کہ بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہوجا۔ اور کافروں میں شامل نہ ہو۔ اس نے کہا کہ میں (ابھی پہاڑ سے جا لگوں گا وہ مجھے پانی سے بچا لے گا ۔ انہوں نے کہا کہ آج خدا کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں (اور نہ کوئی بچ سکتا ہے)مگر جس پر خدا رحم کرے۔ اتنے میں درمیان لہرآ حائل ہوئی اور وہ ڈوب کر رہ گیا۔"

(أ)ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ قتادہؒ نے فرمایا: نوح علیہ السلام کا جو بیٹا ڈوب گیا تھا اس کا نام کنعان ہے۔

(ب)عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ آپ کا بیٹا تھا مگر نیت اورعمل میں آپ کا مخالف تھا۔

(ج)ابن جریر، ابن منذر، بن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابو جعفر محمد بن علی سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے وَنَادَى نُوحٌ ابْنَهُ کے ضمن میں فرمایا: یہ لغت طیء کے مطابق ہے وہ آپ کا بیٹا نہیں تھا۔ بلکہ آپ کی بیوی کا بیٹا تھا۔

(أ)تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۹۸۔

(ب)عبد الرازق الصعانی، تفسیر الصعانی، سورۃ ھود، ج۱ص۳۰۷؛التفسیر من سنن سعید بن منصور، رقم: ۱۰۴۱؛تفسیر الطبر ی، سورۃ ھود،رقم:۱۸۲۲۵؛تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۹۲۔

(ج)تفسیر الطبر ی،سورۃ ھود،رقم:۱۸۲۱۱؛تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۸۹۴۔

(أ)ابن الانباری نے مصاحف میں اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ علیؓ نے قرأت اس طرح کی ہے: وَنَادَى نُوحٌ ابْنَهُ۔

(ب)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ دونوں نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَن رَّحِمَ کے ضمن میں فرمایا: کہ آج کشتی والوں کے سوا کوئی نجات پانے والا نہیں۔

(ج)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قاسم بن ابی بزہ(ا) سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ کی تفسیر میں کہا؛ کہ نوح علیہ السلام کے بیٹے اور پہاڑ کے درمیان (موج حائل ہوگئی)۔

(د)حاکم نے ابوذرؓ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میری اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے۔ جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہا وہ غرق ہوگیا۔

(أ)ابن الأنباری کی مصاحف اور أبو الشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔ أبو حیان اندلسی نے کہا کہ' ابنہ' کو سیدنا علیؓ، عروہ، علی بن حسین اور ان کے بیٹے أبو جعفر وغیرہ نے بفتح الهاء اور الف(ابنها) کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابنها میں"ها" ضمیر نوح علیہ السلام کی بیوی کی طرف لوٹتی ہے۔ دیکھیں: أبوحیان اندلسی، البحر المحیط، سورۃ ھود، ج۵، ص۲۲۶۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۰۹۰۲۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۰۹۰۴۔

(د)الحاکم، المستدرک، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ ھود، رقم: ۳۳۱۲۔حکم: شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھیں: البانی، سلسلۃ لأحادیث الضعیفۃ، ج۱۰،ص۵، رقم: ۴۵۰۳۔

(ا)قاسم بن أبی بزۃ أبو عبداللہ یا أبو عاصم، مخزومی مکی، تابعی نے أبوالطفیل ، سعید بن جبیر اور مجاہد سے روایت کی ہیں۔ جب کہ ان سے حجاج بن أرطاۃ ، شعبہ، مسعر اور دیگر لوگوں نے روایتیں بیان کی ہیں۔ انہوں نے ۱۱۵ھ (۷۳۳ء)یا اس سے پہلے مکہ میں وفات پائی۔ ابن حجر نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں: الذھبی، تاریخ الاسلام، ج۸، ص۲۰۲؛ ابن حجر، تقریب، ص۴۴۹، رقم: ۵۴۵۲؛ الکلاباذی، الھدایۃ و الارشاد، ج۲، ص ۶۱۷، رقم:۹۸۰۔

(أ)عبد بن حمید نے حمید بن ہلال(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے ایک آدمی کے لیے اس شرط پر اجرت مقرر کی کہ وہ کشتی بنانے کے عمل میں آپ کی معاونت کرے گا۔ چنانچہ اس نے آپ کے ساتھ کام کیا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو نوح علیہ السلام نے اسے فرمایا: بہتر ہے جو تو چاہے! کہ یا میں تیری اجرت تجھے دے دوں یا پھر ہم تجھے ظالم قوم سے بچالیں۔ اس نے جواب دیا: میں اپنی قوم سے مشورہ کرلوں۔پس اس نے اپنی قوم سے مشورہ کیا۔ تو انہوں نے اسے کہا: جا اور اپنی اجرت وصول کرلے۔ سو وہ آپ کے پاس آیا اور کہا میری اجرت دے دو۔ پس آپ نے اسے پوری پوری اجرت دے دی۔ سوجو اس نے لیا اسے لے کروہ آدمی وہاں تک پہنچا جہاں تک آپ اسے دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالی نے پانی کو اس کے بارے میں وہی حکم دیا جو قوم کے بارے میں اسے حکم دیا تھا۔ پس وہ آدمی پانی میں غوطہ زنی کرتے ہوئے آیا اور کہا جو آپ نے مجھے دیا ہے وہ لے لو۔ تو آپ نے فرمایا: تیرے لیے وہی ہے جس کے ساتھ تو راضی ہے۔ پس وہ اس میں غرق ہو گیا جس میں قوم غرق ہوئی۔

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْداً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (44)

" اورحکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جااور اے آسمان تھم جا۔تو پانی خشک ہوگیا اور کام تمام کردیا گیا اورکشتی کوہ جودی پر جا ٹھہری۔ اور کہہ دیا گیا کہ بے انصاف لوگوں پر لعنت"۔

(ب)ابن سعد اور ابن عساکرکلبی کی سند سے ابوصالح سے اور انہوں نے ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس دن نوح علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس وقت کے بادشاہ کی بادشاہی کو بیاسی سال ہو چکے تھے۔ اس زمانے میں گناہ سے روکنے والا کوئی نہ تھا۔ پس اللہ تعالی نے نوح علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا۔ اس وقت آپ کی عمر چارسو اسی برس تھی۔ پھر آپ نے انہیں اپنے زمانہ نبوت میں ایک سوبیس برس دعوت الی الحق دی۔ پھر اللہ

(أ) عبد بن حمید کی مسند اول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)ابن سعد ، الطبقات الکبری، ج۱،ص۴۰۔۴۲؛ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۶۲،ص ۲۴۵۔

(۱) حمید بن ہلال بن ہبیرہ یا ابن سوید بن ہبیرۃ عدوی، ابو نصر بصری، تابعی عبداللہ بن معقل مزنی، انس بن مالک اور ابو قتادہ عدوی سے روایت بیان کرتا ہے۔ان سے عاصم احول ابن عون عمرو بن مرۃ نے روایتیں بیان کی ہیں۔ابن حجر نے انہیں ثقہ عالم کہا ہے۔ دیکھیں ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج۳،ص۲۳۰، رقم: ۱۰۱۱؛ ابن حجر، تقریب، ص ۱۸۲، رقم: ۱۵۶۳؛ الذھبی، سیر اعلام النبلاء، ج۵،ص۳۰۹، رقم:۱۴۷۔

تعالی نے آپ کو کشتی بنانے کا حکم دیا۔ تو آپ نے وہ کشتی بنائی اور اس میں سوار ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر چھ سو برس تھی۔ اور جس نے غرق ہونا تھا وہ غرق ہوگیا۔ پھر کشتی سے اترنے کے بعد تین سو پچاس برس تک آپ زندہ رہے۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا سام پیداہوا۔ اس کا رنگ سفید اور گندمی تھا اور حام پیدا ہوا تو اس کا رنگ سیاہ اور سفید تھا۔ یافث پیداہوا تو اس کے رنگ میں زردی اور سرخی تھی۔ اور کنعان وہی ہے جو غرق ہو گیا۔ عرب ماں کے نام کے سبب عرب کہلاتے ہیں اور ان تمام کی ماں ایک ہے اور ایک وسیع و عریض وادی کے کنارے نوح علیہ السلام نے کشتی تیار کی اور یہیں سے طوفان ظاہر ہوا۔ پس نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے، آپ کے ساتھ وہ بیٹے اور ان بیٹوں کی بیویاں بھی تھیں۔ اور بنی شیث میں سے تہتر افراد تھے جو آپ کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ پس وہ کشتی میں اسی افراد تھے اور آپ نے اپنے ساتھ ہر جنس سے نر اور مادہ دو کو بھی سوار کیا۔ کشتی کی لمبائی تین سو گز تھی اور یہ گز نوح علیہ السلام کے باپ کے دادا کا مقرر کردہ تھا۔ اور کشتی کی چوڑائی پچاس گز تھی اور آسمان کی جانب اس کی بلندی تیس گز تھی اور وہ چھ گز پانی سے باہر تھی اور وہ کشتی ڈھکی ہوئی تھی۔ آپ نے اس کے لیے تین دروازے بنائے اور وہ بعض بعض سے نیچے تھے۔ اللہ تعالی نے چالیس دن تک بارش برسائی اور جب بارش وحشی جانوروں، چوپاؤں اور پرندوں کو پہنچی تو وہ سب کے سب نوح علیہ السلام کے پاس آئے۔ وہ آپ کے لیے مسخر کردیئے گئے۔ پھر جیسے اللہ تعالی نے آپ کو حکم فرمایا ان میں سے ہر جنس میں سے جوڑا جوڑا آپ نے کشتی میں سوار کرلیا۔ آپ نے اپنے ساتھ آدم علیہ السلام کے جسداطہر کو بھی سوار کیا ۔ آپ نے اسے مردوں اور عورتوں کے درمیان رکاوٹ بنادیا۔ پس وہ سب کے سب دس رجب المرجب کو کشتی میں سوار ہوئے۔ دسویں محرم الحرام کو اس سے باہر نکلے۔ اور یوم عاشورا کو جنہوں نے روزہ رکھا اس کی وجہ یہی ہے اس طرح پانی دوحصوں میں تقسیم ہو کر ظاہر ہوا۔ ایک نصف آسمان سے اور ایک نصف زمین سے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ** O اللہ تعالی فرمارہا ہے: کہ آسمان کے دروازوں سے پانی انڈیل دیا گیا اور **وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا** (۱) فرمارہا ہے: کہ میں نے زمین کو پھاڑ دیا پس پانی مل گیا: **عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ** (۲) اور زمین کے بلند ترین پہاڑ پر بھی پندرہ گز تک پانی بلند ہوا۔ پس کشتی انہیں لے کر چلی اور چھ ماہ تک ساری زمین

---

(۱) القمر:۱۲۔

(۲) القمر:۱۲۔

میں گھومتی رہی اور کسی شے پر قرار نہ پکڑا۔ یہاں تک کہ حرم پاک میں آئی۔ لیکن اس کے اندر داخل نہ ہوئی۔ اور ایک ہفتہ تک حرم کے پاس گھومتی رہی۔ اس وقت وہ کعبہ جو آدم علیہ السلام نے بنایا تھا اسے اٹھالیا گیا تھا اور غرق ہونے سے بچالیا گیا تھا۔ اور وہی بیت المعمور ہے۔ اور حجراسود کو جبل ابی قیس پر اٹھالیا گیا۔ پس جب کشتی حرم کے پاس گھومی۔ تو وہاں سے انہیں لے کر نکلی اور زمین میں چلتی رہی۔ یہاں تک کہ جودی پر جارکی۔ جودی سرزمین موصل میں حصین کے ساتھ ایک پہاڑ ہے۔ سال کی تکمیل کے چھ ماہ بعد وہاں کشتی جاکر ٹھہری۔ اور مطلق چھ ماہ کے بعد کا قول بھی کیا گیا ہے:ہلاکت اور بربادی ہو ظالم قوم کے لیے۔ پس جب جودی پر ٹھہر گئی، تو کہا گیا:وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءكِ وَيَا سَمَاء أَقْلِعِي اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے: کہ اپنا پانی روک لے۔ وَغِيضَ الْمَاءُ زمین نے پانی کو خشک کردیا۔ اور ایسا ہو گیا کہ یہ سمندر جو تم زمین میں دیکھتے ہو آسمان سے اترے ہی نہیں۔ پس وہ آخری پانی جو طوفان میں سے زمین میں باقی رہا وہ پانی ہے جو کھوداجاتا ہے طوفان کے بعد چالیس برس تک وہ زمین میں باقی رہا۔پھرختم ہو گیا۔ پس نوح علیہ السلام ایک گاؤں کی طرف اترے اور وہاں ان میں سے ہر آدمی نے گھر بنایا اور اس گاؤں کا نام سوق الثمانین رکھا گیا۔ بنو قابیل سارے کے سارے غرق ہوگئے حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آدم علیہ السلام تک درمیان کے آباء اسلام پر نہ تھے۔ نوح علیہ السلام نے شیر کے خلاف دعاء کی کہ اس پر بخاری مسلط کر دیا جائے۔ فاختہ کے لیے انس ومحبت کی دعا کی۔کوے کو معیشت کی بدبختی قرار دیا۔ نوح علیہ السلام نے بنی قابیل کی ایک عورت سے شادی کی۔ اس سے ایک بچہ پیداہوا اور اس کا نام یوناطن رکھا۔ پس سوق الثمانین کا گاؤں ان کے لیے تنگ ہو گیا۔تو وہ بابل کی طرف چلے گئے اور اس کی تعمیر کی۔ یہ فرات اور صراۃ کے درمیان واقع ہے۔ وہ وہاں ٹھہرے رہے حتی کہ ایک لاکھ تک پہنچ گئے اور وہ سب مسلمان تھے۔ جب نوح علیہ السلام کشتی سے نکلے تو آپ نے آدم علیہ السلام کو بیت المقدس میں دفن کیا۔

(أ)عبدالرزاق اور ابوالشیخ قتادہؒ سے یہ قول بیان کا ہے کہ نوح علیہ السلام نے فاختہ کو بھیجا۔ وہ زیتون کا پتہ لے کر آئی۔ تو اسے وہ ہار جواس کی گردن میں ہے اور اس کے پاؤں کا رنگ عطا کیا گیا۔

(ب)ابن ابی حاتم نے سعید سے یہ قول بیان کیا ہے میں نکلااور میں نے کڑواپانی پینے کا ارادہ کیا۔ تو کہا گیا: تو کڑواپانی (سمندر کا پانی)نہ پی۔کیونکہ جب طوفان کا زمانہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کوحکم

(أ)عبد الرزاق الصنعانی، تفسیر الصنعانی، سورۃ ھود، ج ا، ص ۳۰۴۔

(ب)تفسیرابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۰۹۰۷۔تفسیر ابن أبی حاتم میں یہ روایت ''سعید'' کے بجائے '' أبو سعید'' سے مروی ہے۔ سند کچھ یوں ہے: عبداللہ بن سنان عن نوح بن المختار عن أبی سعید۔

دیا کہ وہ اپنا پانی جذب کر لے اور آسمان کوحکم دیا کہ وہ بھی تھم جائے۔تو اس پر زمین کے بعض ٹکڑوں نے نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی۔تو اس کا پانی کڑوا ہو گیا۔ اس کی مٹی میں شور ہو گیا اور وہ کوئی شے نہیں اگا سکتی۔

(أ)ابوالشیخ نے ابراہیم تمیمی (۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب زمین کوحکم دیا گیا کہ وہ پانی کو جذب کرلے تو کوفہ کی زمین کے سوا ساری زمین خشک ہوگئی اور اس پر لعنت کی گئی پس ساری زمین دونوروں پر ہوگی اور کوفہ کی زمین چار پر۔

(ب)ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ عکرمہؒ نے کہا یَآرۡضُ ابۡلَعِیۡ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔

(ج)ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ وہب بن منبہؒ نے وَقِیۡلَ یَاأَرۡضُ ابۡلَعِیۡ کے بارے میں کہا کہ یہ حبشی زبان ہے۔ انہوں نے کہا: ازدریہ ہے۔

(د)ابوالشیخ نے جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے مذکورہ قول کے بارے میں یہ کہا ہے کہ ابۡلَعِی کا لغت ہند کے مطابق معنی ہے۔ اشربی۔تو پی لے۔

(د)ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا اَقۡلِعِیۡ کا معنی ہے تو روک لے۔ اور وَغِیۡضَ الۡمَآءُ کے بارے میں کہا: کہ پانی خشک ہوگیا۔

(ھ)ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کی ہے کہ مجاہدؒ نے کہا:وَغِیۡضَ الۡمَـآء کا معنی ہے۔پانی کا اتر جانا۔(مکدر ہوجانا) وَقُضِیَ الۡأَمۡرُ اورقوم نوح کی ہلاکت کا حکم نافذ ہو گیا۔

(أ)روایت نہیں ملی۔ (ب)روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۹۰۸۔

(د)روایت نہیں ملی۔

(ھ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۹۵؛تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۹۱۰۔۱۰۹۱۱۔

(ھ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۹۲۔

(۱)ابراہیم تیمی: ابراہیم بن محمد بن طلحۃ بن عبید اللہ قریشی تیمی، مدنی، أبو اسحاق سادات تابعین میں سے ہیں۔ وہ سعید بن زید، أبوہریرۃؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ سے روایت کرتا ہے۔ ان سے سعد بن ابراہیم قاضی، طلحۃ بن یحیی اور محمد بن زید بن المھاجر نے روایتیں کی ہیں۔ العجلی نے انہیں تابعی ثقہ کہا ہے۔ اس نے ۱۱۰ھ(۷۲۸ء)کو وفات پائی۔ دیکھیں: الذھبی، سیر أعلام النبلاء، ج۴ص۵۶۲، رقم: ۲۲۲: ابن أبی حاتم، الجرح والتعدیل، ج۲ص۱۲۴، رقم: ۳۸۵: الذھبی، تاریخ الاسلام، ج۷ص ۲۴۔

(أ)رہا قول وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ تو اس کے بارے میں احمد، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے ابوہریرہؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ یہود کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے اور انہوں نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا ہوا تھا۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا: یہ روزہ کیسا ہے؟انہوں نے جواب دیا: یہ وہ دن ہے جس میں نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر جا کر ٹھہری۔تو اس دن نوح علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام دونوں نے اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنے کے لیے روزہ رکھا۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں موسیٰ علیہ السلام سے اس دن کے روزے کا زیادہ حق رکھتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی اس دن کے روزے کا حکم فرمایا۔

(ب)ابن جریر عبدالعزیز بن عبدالغفور(۱) سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ رجب کے پہلے دن نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو آپ نے اور آپ کے ساتھ جمیع اصحاب نے بھی روزہ رکھا۔کشتی انہیں لے کر چھ ماہ تک چلتی رہی۔ پس وہ سفرمحرم پر جا کر رکا اور کشتی یوم عاشوراکو جودی پہاڑ پرلنگر انداز ہوئی۔تو نوح علیہ السلام نے روزہ رکھا اور جو آپ کے ساتھ وحشیوں اور چوپاؤں میں سے تھے، انہیں بھی آپ نے حکم دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنے کے لیے سب نے روزہ رکھا۔

(ج)اصبہانی نے ترغیب میں ابوہریرہؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یوم عاشورہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر رحمت کی نظر فرمائی اور ان کی توبہ قبول فرمائی۔ یہی وہ دن ہے جس میں نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔یہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے سمندر کو پھاڑدیا۔اور یہی وہ دن ہے جس میں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس کا روزہ رکھنا سنت مبرورہ کے موافق ہے۔

(أ)امام أحمد، مسند أحمد، مسند المكثرين من الصحابة، مسند أبي هريرة، رقم: ۸۷۱۷۔حکم: مسند احمد کے محققین نے اس کی اسناد کو ضعیف کہا ہے۔

(ب)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۱۸۷۔

(ج)امام اصبہانی کی کتاب ”الترغیب“ نہیں ملی۔

(۱)عبدالعزیز بن عبدالغفور کی حالات زندگی نہیں ملی۔حکم: علامہ سیوطیؒ نے اس روایت کو اللآلی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة میں ذکر کی ہے۔ دیکھیں: السیوطی، اللآلی المصنوعة، ج۲،ص۱۱۶، ۱۱۷

(أ)ابن مردویہ نے عمر بن الخطابؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب کشتی جودی پہاڑ پر پہنچ کر ٹھہری تو جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ وہاں پر ٹھہرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت عطافرمائی۔ تو آپ پہاڑ پر اترے۔ پھر کوے کو بلایا اور اسے کہا؛ کہ زمین کی خبر لے آؤ پس کوا زمین پر گر پڑا۔ اس میں نوح علیہ السلام کی قوم کے غرق شدہ لوگ تھے تو کوے نے آپ کا حکم مؤخر کردیا چنانچہ آپ نے اس پر لعنت کی۔ پھر فاختہ کو بلایا۔ وہ نوح علیہ السلام کی ہتھیلی پر آکر بیٹھی۔ تو آپ نے اسے فرمایا: تو اتر جا اور زمین کی خبر میرے پاس لے آ پس وہ اڑگئی(اور زمین پر اتری) ابھی تھوڑا ہی وقت گزراتھا کہ آگئی اور اپنی چونچ میں اپنے پروں کو جھاڑ نے لگی اور کہا: اتر جایئے زمین بنادی گئی ہے(یعنی زمین خشک ہوگئی ہے)۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے گھر میں برکت عطا فرمائے اور تجھے لوگوں نزدیک پسندیدہ اور محبوب بنائے۔ اگر یہ نہ ہوتا کہ لوگ تیری ذات پر قابض ہو جائیں گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تیرا سر سونے کا بنادے۔

(ب)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مجاہدؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جودی جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے۔ اس دن غرق ہونے سے بچنے کے لیے پہاڑ بلند ہوگئے اور طویل ہوگئے۔ لیکن اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اور انکساری کی۔ پس یہ غرق نہیں ہوا اور نوح علیہ السلام کی کشتی اس پر بھیج دی گئی۔

(ج)ابوالشیخ نے کتاب العظمۃ میں عطاءؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ جودی کے علاوہ دیگر پہاڑ آسمان کی جانب بلند ہو گئے۔ جودی نے یہ یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اسے پہنچ کر رہے گا۔ چنانچہ یہ ساکن رہا۔ فرمایا: اور مجھ تک یہ خبر بھی پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رکن اسود (حجراسود) کو جبل ابی قبیس میں چھپادیا۔

(د)ابن جریر نے ضحاک سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جودی موصل میں ایک پہاڑ ہے۔

(ھ)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جزیرہ کی زمین میں سے بطور عبرت اور نشانی جودی کو باقی رکھا۔ یہاں تک کہ اس امت کے پہلے لوگوں نے اسے دیکھا کہ

(أ)ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۱۹۸؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۰۹۱۵۔

(ج)ابو الشیخ أصبہانی، العظمۃ، باب ذکر ساعات اللیل و النھار، ج۵، ص۱۷۲۰۔

(د)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۲۰۳۔

(ھ)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۰۹۱۶۔

کتنی کشتیاں اس کشتی کے بعد تھیں اور وہ تباہ ہو گئیں۔

وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ (45)

"اور نوح علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہا کہ پروردگار میرا بیٹا بھی میرے گھر والوں میں ہے(تو اس کو بھی نجات دے)تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بہتر حاکم ہے ۔"۔

(أ)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حسن ؒ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا کہ نوح علیہ السلام نے اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کی بے شک تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ تو میرے لیے میرے اہل کو نجات دے گا اور میرا بیٹا بھی تو میری اہل سے ہے۔

(ب)عبدالرزاق، فریابی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر نے ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کبھی نبی کی بیوی نے زنا نہیں کیا اور قول باری تعالیٰ اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِکَ کی وضاحت میں کہتے ہیں کہ یہ تیری اس اہل میں سے نہیں ہے جن کے بارے میں نے تیرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں انہیں تیرے ساتھ بچالوں گا۔

قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنِّي أَعِظُكَ أَن تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ (46)قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُن مِّنَ الْخَاسِرِينَ (47)

"خدا نے فرمایا کہ نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں ہے۔ وہ نا شائشتہ افعال ہے تو جس چیز کی تم کو حقیقت معلوم نہیں اس کے بارے میں مجھ سے سوال ہی نہ کرو۔ اور میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ نادان نہ بنو۔نوح نے کہا پروردگار میں تجھ سے پناہ مانگتاہوں کہ ایسی چیز کا تجھ سے سوال کروں جس کی حقیقت مجھے معلوم نہیں ۔ اور اگر تو مجھے نہیں بخشے گا اور مجھ پر رحم نہیں کرے گا تو میں تباہ ہوجاؤنگا۔"۔

(ج)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کی بیویاں زنا نہیں کرتیں۔ وہ یہ آیت پڑھتے إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ تو فرماتے: اے نوح (علیہ السلام) آپ کا مجھے یہ سوال کرنا اچھا عمل نہیں ہے۔ میں اسے تیرے لیے پسند نہیں کرتا۔

(أ)تفسیر ابن أبي حاتم،سورة ھود،رقم:۱۰۹۲۱۔

(ب)عبد الرازق الصنعاني،تفسیر الصنعاني، سورة ھود، ج۱،ص۳۱۰؛ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۶۲،ص۲۶۵ ۔

(ج)تفسیر ابن أبي حاتم،سورة ھود،رقم:۱۰۹۲۹۔

(اُ)ابوالشیخ نے سعیدؒ کی سند سے ذکر کیا ہے کہ قتادہؒ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع فرمادیا کہ وہ کسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے رجوع کریں۔تو پھر اپنے رب کی طرف رجوع کرنا غیر صالح عمل تھا۔عبداللہؓ کی قرأت میں ہے فَلاَتَسْـألْـنِ مَا لَيْسَ لَکَ بِهِ عِلْمٌ اور قتادہؒ کے علاوہ کسی اور سے روایت ہے کہ نوح علیہ السلام کا وہ بیٹا جو غرق ہوا تھا اس کا نام کنعان تھا۔ اور قتادہؒ نے کہا؛ اس نے نیت اور عمل میں نوح علیہ السلام کی مخالفت کی۔

(ب)ابوالشیخ نے ابوجعفررازی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا؛ میں نے زید بن اسلم سے پوچھا کہ تم یہ حرف کیسے پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ .

(ج)ابن منذر نے علقمہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ عبداللہؓ کی قرأت میں ہے إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرُ صَالِحٍ .

(د)ابن جریر نے انّہ عمل غیر صالح کے ضمن میں کہا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ آپ کا ایسی چیز کے بارے میں سوال کرنا جس کا آپ کو علم نہیں (یہ عمل غیر صالح ہے)

(ھ)طیالسی، احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن منذر اور ابن مردویہ نے شہر بن حوشب کی سند سے اسماء بنت یزید سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا؛ میں نے رسول اللہﷺ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا ہےإِنَّه عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ

(اُ)ابو الشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج)ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی ۔

(د)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۴۲۴۔

(ھ)الطیالسی، مسند الطیالسی، باب ما روت اسماء بنت یزید انصاریہ، رقم: ۱۶۳۱؛ امام احمد، مسند احمد، مسند قبائل، من حدیث اسماء بنت یزید، رقم: ۲۷۵۶۹، ۲۷۵۹۵، ۲۷۶۰۶؛ أبوداؤد، سنن أبي داؤد، کتاب الحروف و القراء ات، رقم:۳۹۸۲؛ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب القراء ات،باب سورۃ ھود، رقم: ۲۹۳۱، ۲۹۳۲_حکم: صحیح ۔ دیکھیں:البانی، صحیح سنن أبي داؤد، رقم:۳۳۶۹؛ البانی، السلسلۃ الصحیحۃ ، ج۶،ص۳۰۸، رقم: ۲۸۰۹۔

(أ)احمد، ابوداؤد، ترمذی، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور ابونعیم نے حلیہ میں شہر بن حوشب کی سند سے ام سلمہؓ (ا) سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہﷺ کو سنا کہ آپ نے یہ آیت پڑھی إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرُ صَالِحٍ عبد بن حمید نے کہا؛ ام سلمہ ہی اسماء بنت یزید ہیں۔ اس لیے میرے نزدیک دونوں حدیثیں ایک ہیں۔

(ب)بخاری نے تاریخ میں، ابن مردویہ اور خطیب نے کئی طرق سے ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے یہ روایت کی ہے کہ نبیﷺ سے طرح پڑھتے تھے: إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرُ صَالِحٍ

(ج)ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبیﷺ نے اس طرح قرأت کی إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرُ صَالِحٍ

(د)ابن جریر نے عکرمہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بعض حروف میں اس طرح ہے إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرُ صَالِحٍ۔

(ھ)ابوالشیخ نے ضحاک سے اس کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اس کا عمل اللہ تعالیٰ ساتھ کفر کرنا تھا۔

(أ)امام احمد، مسند احمد، مسند النساء، حدیث أم سلمة زوج النبیﷺ ، رقم:۲۶۵۱۸؛ سنن أبي داؤد، کتاب الحروف والقراء ات، رقم:۳۹۸۳؛ سنن ترمذی، کتاب القراء ات،باب سورة ھود، رقم: ۲۹۳۱،۲۹۳۲۔الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۲۳، ص۳۳۵، رقم:۷۷۴، ۷۷۷،۷۷۸؛ أبونعیم، حلیة الأولیاء، ج ۸،ص۳۰۱۔حکم: اس روایت کو شیخ البانی نے صحیح کہا ہے۔ دیکھیں: البانی،صحیح سنن أبي داؤد، رقم:۳۳۷۰۔

(ب)البخاری،التاریخ الکبیر، ج۱، ص۲۸۶، رقم:۹۲۳؛ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد،ج۲، ص۲۸۹، رقم: ۷۷۰۔

(ج)روایت نہیں ملی۔

(د)تفسیر الطبری،سورة ھود،رقم:۱۸۲۲۵۔

(ھ)ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ا)ام سلمة رضی اللہ عنھا کا نام ہند بنت أبي امیہ تھا۔ ان کا پہلا نکاح ابو سلمةؓ سے ہوا تھا جو نبیﷺ کے رضاعی بھائی تھے۔ وہ پہلی خاتون تھی جو ہجرت کرکے مدینہ آئی۔ انہوں نے آغاز نبوت میں اسلام قبول کیا تھا۔غزوۂ احد میں أبو سلمة کی شہادت کے بعد ۴ھ میں رسول اللہﷺ کے نکاح میں آئی ۔ آپ مجتھدۃ اور صاحب الرائے تھی۔ حدیبیہ کے موقع پر آپ کے مشورہ سے نبیﷺ نے احرام کھول دیا تھا۔ ۶۳ھ(۶۸۲ء)میں ۸۳ برس کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔دیکھیں: ابن لأثیر، أسد الغابة، ج۵،ص۶۰۶، رقم: ۷۴۷۵؛ ابن عبد البر، الاستیعاب، ج۴،ص۴۹۳، رقم: ۳۵۹۴؛ ابن حجر، الاصابة، ج۴، ص۴۰۲،رقم: ۱۲۰۵۷؛ ابن جوزی، صفة الصفوة،ص۲۹۶، رقم:۱۲۹۔

(أ)ابوالشیخ سعید بن جبیرؒ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے پڑھا عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ اور فرمایا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے نبی کی نافرمانی کا عمل کیا۔

(ب)ابن جریر اور ابوالشیخ دونوں نے مجاہدؒ سے فَلاَ تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ کے تحت یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے لیے بیان کردیا کہ وہ ان کا بیٹا نہیں ہے۔

(ج)ابن جریر اور ابوالشیخ دونوں نے إِنِّيْ أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ کے ضمن میں ابن زید سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ نادانی آپ کو آپہنچے کہ میں وہ وعدہ پورا نہیں کروں گا جو میں نے تیرے ساتھ کیا ہے یہاں تک کہ مجھ سے جو سوال کرے آپ نے عرض کی: چونکہ یہ ایک خطاہے، میرے پروردگا! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں تجھ سے سوال کروں الآیہ۔

(د)ابوالشیخ نے ابن مبارکؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر آدمی سوچیزں سے بچے اور ایک شے سے نہ بچے تو وہ متقین میں سے نہیں۔ اور اگر سو چیزوں سے پرہیز کرے اور ایک شے سے پرہیز نہ کرے تو وہ پرہیز نہیں۔ اور وہ جس میں جہالت کی ایک عادت ہو وہ جاہلوں میں سے ہے۔ کیا تو نے نہیں سناجب کہ نوح علیہ السلام نے کہا"إِنَّ ابْنِيْ مِنْ أَهْلِيْ"إِنِّيْ أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ۔

(ھ)ابوالشیخ نے فضیل بن عیاضؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے ہ نوح علیہ السلام نے جب اپنے رب سے سوال کیا اور عرض کی: اے میرے رب! بے شک میرا بیٹا بھی تو میری اہل سے ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اے نوح (علیہ السلام)! تیرا مجھ سے یہ سوال کرنا کہ میرا بیٹا میرے اہل سے ہے۔ یہ عمل اچھا نہیں فَلاَ تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنِّيْ أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ فرمایا کہ مجھ تک خبر پہنچی ہے کہ نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر إِنِّيْ أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ چالیس سال تک روئے۔

(أ)روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۲۱۶۔

(ج)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۲۲۹۔

(د)روایت نہیں ملی۔

(ھ)روایت نہیں ملی۔

(أ)احمد نے الزہد میں وہیب بن ورد حضرمی(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو ان کے بیٹے کے بارے میں عتاب فرمایا اور آپ پر یہ آیت نازل فرمائی إِنِّيٓ أَعِظُكَ أَن تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ تو آپ تین سو سال تک روتے رہے یہاں تک کہ رونے کے سبب آپ کی آنکھوں کے نیچے نالیاں بن گئیں۔

قِيلَ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰٓ أُمَمٍ مِّمَّن مَّعَكَ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُم مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ (48)

"حکم ہوا کہ نوح ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ(جو)تم پر اور تمہارے ساتھ کی جماعتوں پر (نازل کی گئی ہے)اتر آؤ اور کچھ اور جماعتیں ہونگی جن کو ہم(دنیا کے فوائد سے)محفوظ کریں گے پھر ان کو ہماری طرف سے عذاب الیم پہنچے گا۔"۔

(ب)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابن زید نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: اتریئے درآنحالیکہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے، اور اتریئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے سلامتی کے ساتھ۔ وہ اس زمانے کے باسیوں میں سے اہل رحمت تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ان سے ایک نسل نکال لی اور اس سے امتیں پیدا کیں۔ ان میں سے بعض پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی اور بعض کو عذاب دیا گیا۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی وَعَلَىٰٓ أُمَمٍ مِّمَّن مَّعَكَ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ اور فرمایا: بے شک امتیں پیدا ہوئیں اس جماعت سے جو اس پانی سے نکلی اور سلامتی کے ساتھ رہی۔

(أ)احمد بن حنبل، الزھد، ص۵۰۔

(ب)روایت نہیں ملی۔

(۱)وہیب بن ورد بن أبي الورد مخزومی، أبو أمیہ، مکہ کے عابد و زاہد حکماء میں سے تھے۔ ان کا نام عبدالوہاب تھا لیکن تصغیر کی وجہ سے وہیب بن گیا۔ وہ حمید بن قیس أعرج،اورعمر بن محمد منکدر سے روایت بیان کرتا ہے جب کہ ان سے بشر بن منصور، ابن مبارک، عبدالرزاق وغیرہ نے روایتیں بیان کی ہیں۔ ابن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ انہوں نے ۱۵۳ھ(۷۷۰)میں وفات پائی۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج۸، ص۱۷۷؛ الذھبی، تاریخ الاسلام، ج۹، ص۶۶۲،۶۶۳؛ ابن أبي حاتم، الجرح والتعدیل، ج۹، ص۳۴، رقم:۱۵۷؛ الزرکلی، الأعلام، ج۸، ص۱۲۶۔

(أ)ابوالشیخ نے حسنؒ سے اس آیت کے تحت یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلسل ہمارے لیے حصہ لیتا رہا ہے۔ اسی طرح وہاں وہ ہمارا ذکر کرے گا جہاں ہم اپنا ذکر نہیں کریں گے۔ جب بھی کوئی قوم ہلاک ہوئی اس نے ہمیں ان کی اصلاب میں رکھا جو اس کے لطف ومہربانی کے ساتھ نجات پاتے رہے۔ یہاں تک کہ جو امتیں لوگوں کے لیے نکالی گئیں اس نے ہمیں ان میں سے بہترین امت بنایا۔

(ب)ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن سنی نے طب نبوی میں ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا کہ نوح علیہ السلام نے کشتی سے نکلنے کے بعد سب سے پہلے جو درخت لگایا وہ آس(۱) ہے۔

(ج)ابوالشیخ عثمان بن ابی العاتکہ(۲) سے بیان کی ہے کہ سب سے پہلا کلام جو نوح علیہ السلام نے اس وقت کیا جب کہ کشتی سے نکلتے وقت آپ نے اپنے دونوں پاؤں زمین پر رکھے وہ یہ ہے کہ آپ نے کہا "یا مور، انقن" یہ سریانی زبان ہے۔ معنیٰ یہ ہے اے میرے مولا! اے میرے مولا! تو اصلاح فرما۔

(د)ابوالشیخ نے اور ابن عساکر نے وہب بن منبہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کردیا تو نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: بے شک میں نے مخلوق کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا اور میں نے انہیں اپنی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیا۔ تو انہوں نے میری نافرمانی کی اور انہوں نے میرے غضب کو ترجیح دی۔ پس میں نے نافرمانی کرنے والوں کے گناہ کے سبب اپنی مخلوق میں سے انہیں بھی عذاب دیا جنہوں نے نافرمانی نہیں کی۔ پس میں نے قسم اٹھائی ہے اور کون

(أ)روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیر ابن أبي حاتم، سورۃ ھود، رقم: ۱۰۹۳۵۔

(ج)ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۶۲، ص ۲۶۸۔

(۱)آس: ایک ایسی درخت ہے جو ہمیشہ سبز رہتی ہے اور اس کے پتے سفید اور پھول سفید یا خاکی رنگ کے خوشبو دار ہوتے ہیں۔ اس کا پھل سیاہ ہوتا ہے۔ دیکھیں: ابراھیم مصطفیٰ، أحمد الزیات، المعجم الوسیط، المکتبۃ الاسلامیہ، استانبول، ترکیا، مادہ(أأس)۔

(۲)عثمان بن أبي العاتکہ، أبوحفص دمشقی، دمشق کے قاضی تھے۔ انہوں نے سلیمان بن حبیب اور عمیر بن ہانی سے سماع کیا۔ ان سے صدقہ بن خالد اور ولید بن مسلم نے روایتیں کی ہیں۔ انہوں نے ۱۵۲ھ کو وفات پائی۔ ابن حجر نے انہیں صدوق کہا ہے اور علی بن یزید ألہانی سے روایت کرنے میں ان کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھیں: ابن حجر، تقریب، ص۳۸۴، رقم: ۴۴۸۳؛ ابن أبي حاتم، الجرح والتعدیل، ج۶، ص۱۶۳، رقم: ۸۹۶؛ الذھبی، تاریخ الاسلام، ج۹، ص ۵۱۹۔

سی شے میری مثل ہے۔ میں اس کے بعد عام غرق کرنے کا عذاب (یعنی کل مخلوقات کو غرق کرنے کا عذاب) نہیں دوں گا، میں نے قیامت کے دن تک اپنے بندوں اور اپنے شہروں کو غرق سے امان دینے کے لیے اپنی قوس بنادی ہے۔ اس قوس میں تیر اور کمان تھی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کے ساتھ یہ کلام کرنے سے فارغ ہوا تو قوس سے کمان اور تیر نکال لیے اور اسے اپنے بندوں اور اپنے شہروں کو غرق سے بچنے کے لیے امان بنادیا۔

(أ) ابن عساکر نے خصیف (۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کشتی سے اترے اور جبل حسماء (۲) سے اوپر چڑھے تو دو دریاؤں کے درمیان حران کا ٹیلہ دیکھا۔ پس آپ حران آئے اور اس کا نقشہ بنایا۔ پھر آپ دمشق تشریف لائے اور اس کا نقشہ بنایا۔ پس حران وہ پہلا شہر ہے جس کا نقشہ بنایا گیا اور اس کے بعد دمشق ہے۔

(ب) ابن عساکر نے کعب الاحبارؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ طوفان کے بعد جو پہلی دیوار اس طرح زمین پر بنائی گئی وہ حران اور دمشق کی دیوار ہے پھر بابل کی۔

(أ) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۱، ص۱۲ ۔

(ب) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۱، ص۱۱۔

(۱) خصیف بن عبدالرحمن جزری، اُبوعون عطاء، عکرمہ، عبدالعزیز بن جریج اور دوسرے لوگوں سے روایت کرتا ہے۔ ان سے دونوں سفیانوں، عبدالملک بن جریج اور ابن اسحاق وغیرہ نے روایتیں کی ہیں۔ ابن سعد اور اُبو زرعہ نے انہیں ثقہ کہاہے۔ دیکھیں: ابن الکیال، الکواکب النیرات، ج۱، ص۴۶۲، رقم:۸ ؛ابن اُبی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۳، ص۴۰۳، رقم: ۱۸۴۸؛البخاری، التاریخ الکبیر، ج ۳، ص ۲۲۸،رقم:۷۶۶۔

(۲) الدرالمنثور میں ''حمساء'' ہے جب کہ کتاب التخریج ''تاریخ دمشق'' میں حمسی'' ہے۔ کتب التاریخ میں حمسی وادی جزان میں جودی پہاڑ کے نزدیک ایک بلند و بالا پہاڑ کا نام ہے جس پر سے نوح علیہ السلام نیچے اترے اور حران شہر تعمیر کیا۔ لیکن یہ بات دو وجہوں سے غلط ہے۔ ایک یہ کہ جودی پہاڑ حران سے دس دن کی مسافت پر واقع ہے اور دوسری یہ کہ جزیرہ میں حمسی نام کا کوئی پہاڑ نہیں ہے۔ دیکھیں: یاقوت الحموی، معجم البلدان، ج۲، ص۲۵۸۔

(أ)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے محمد بن کعب قرظیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سلامتی اور ان برکتوں میں یوم قیامت تک ہر مومن مرداور ہر مومن عورت داخل ہے اور اس لطف اندوزی اور درد عذاب میں یوم قیامت تک ہر کافر مرد اور عورت داخل ہے۔

(ب)ابن جریر نے ضحاکؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ **وعلـی أُمَـمٍ مِّمَّن مَّعَک** کا معنی ہے کہ وہ جوابھی پیدانہیں کیے گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پہلے سے برکتیں ثابت کردی ہیں ان سعادتوں کے باعث جو پہلے سے ان کے لیے علم الٰہی میں موجود ہیں۔وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ یعنی دینوی زندگی کالطف۔ پھر ہماری جانب سے انہیں دردناک عذاب پہنچے گا جو کہ ان کی شقاوت کے باعث پہلے سے علم الٰہی میں موجود ہے۔

تِـلْـکَ مِـنْ أَنبَـاء الْـغَيْـبِ نُـوحِيْهَـا إِلَيْـکَ مَـا كُـنتَ تَعْلَمُهَا أَنتَ وَلاَ قَوْمُکَ مِن قَبْلِ هَـذَا فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ(49)

"یہ(حالات)منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں جو ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں۔ اور اس سے پہلے نہ تم ہی ان کو جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم(ہی ان سے واقف تھی)توصبر کرو کہ انجام پرہیز گاروں ہی کا (بھلا) ہے "۔

(ج)ابن ابی حاتم اور ابومالک نے بیان کیا ہے کہ آیت میں تِلْكَ بمعنی هذه (یہ)ہے۔ اور "انباء" سے مراد باتیں ہیں۔

(د)ابوالشیخ نے سدیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ پھر محمد ﷺ کی طرف رجوع فرمایا: اور ارشاد فرمایا **تِـلْـکَ مِـنْ أَنبَـاء الْـغَيْـبِ نُـوحِيْهَـا إِلَيْـکَ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَا أَنتَ وَلاَ قَوْمُکَ** یعنی اس قرآن سے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ عرب جانتے تھے۔

(ھ)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہؒ سے بیان کیا ہے۔ یعنی اس قرآن سے پہلے محمد ﷺ اور آپ کی قوم وہ نہیں جانتی تھی جو نوح علیہ السلام اور ان کی قوم نے کہا؛ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے لیے اپنی کتاب میں بیان نہ فرماتا۔

(أ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۲۵۰؛تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،ج ۶،ص ۲۰۴۲۔

(ب)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۲۵۵۔

(ج)تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۹۴۸۔

(د)أبوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۲۵۹؛تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۹۵۱۔

وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُوداً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ إِنْ أَنتُمْ إِلاَّ مُفْتَرُونَ (50)يَا قَوْمِ لا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِنْ أَجْرِيَ إِلاَّ عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي أَفَلاَ تَعْقِلُونَ (51)وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُواْ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُواْ إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاء عَلَيْكُم مِّدْرَاراً وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلاَ تَتَوَلَّوْاْ مُجْرِمِينَ (52)قَالُواْ يَا هُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي آلِهَتِنَا عَن قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ (53) إِن نَّقُولُ إِلاَّ اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوَءٍ قَالَ إِنِّي أُشْهِدُ اللّهِ وَاشْهَدُواْ أَنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ (54)مِن دُونِهِ فَكِيدُونِي جَمِيعاً ثُمَّ لاَ تُنظِرُونِ (55) إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّهِ رَبِّي وَرَبِّكُم مَّا مِن دَآبَّةٍ إِلاَّ هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (56)فَإِن تَوَلَّوْاْ فَقَدْ أَبْلَغْتُكُم مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْماً غَيْرَكُمْ وَلاَ تَضُرُّونَهُ شَيْئاً إِنَّ رَبِّي عَلَىَ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ (57)وَلَمَّا جَاء أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوداً وَالَّذِينَ آمَنُواْ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنَاهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ (58) وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُواْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْاْ رُسُلَهُ وَاتَّبَعُواْ أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ (59)وَأُتْبِعُواْ فِي هَـذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلا إِنَّ عَاداً كَفَرُواْ رَبَّهُمْ أَلاَ بُعْداً لِّعَادٍ قَوْمِ هُودٍ (60)

"اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ھود کو بھیجا انہوں نے کہا کہ میری قوم خدا ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تم (شرک کر کے خدا پر) محض بہتان باندھتے ہو۔ میری قوم! میں اس (وعظ و نصیحت) کا تم سے کچھ صلہ نہیں مانگتا۔ میرا صلہ تو اس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ بھلا تم سمجھتے کیوں نہیں؟ اور اے قوم! اپنے پروردگار سے بخشش مانگو پھر اس کے آگے توبہ کرو۔ وہ تم پر آسمان سے موسلادھار مینہ برسائیگا اور تمہاری طاقت پر طاقت بڑھائیگا۔ اور(دیکھو) گنہگار بن کر رُوگردانی نہ کرو۔ وہ بولے ھود تم ہمارے پاس کوئی دلیل ظاہر نہیں لائے۔ اور ہم (صرف) تمہارے کہنے سے نہ اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ تم پر ایمان لانے والے ہیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمہیں آسیب پہنچا(کر دیوانہ کر) دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں خدا کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی رہو کہ جن کو تم (خدا کا) شریک بناتے ہو۔ میں ان سے بیزار ہوں ۔ (یعنی جن کی) خدا کے سوا (عبادت کرتے ہو تو) تم سب مل کر میرے بارے میں (جو) تدبیر (کرنی چاہو) کر لو اور مجھے مہلت نہ دو۔ میں خدا پر جو میرا اور تمہارا (سب کا)پروردگار ہے بھروسا رکھتا ہوں (زمین پر) جو چلنے پھرنے والا ہے وہ اس کو چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے بے شک میرا پروردگار سیدھے رستے پر ہے۔اگر تم رُوگردانی کرو گے تو جو پیغام میرے ہاتھ تمہاری طرف بھیجا گیا ہے وہ میں نے تمہیں پہنچادیا ہے اور میرا پروردگار تمہاری جگہ اور لوگوں کو لا بسائے گا۔ اور تم خدا کچھ نقصان نہیں کر سکتے۔ میرا پروردگار تو ہر چیز پر نگہبان ہے۔ اور جب ہمارا حکم(عذاب) آپہنچا تو ہم نے

ھود کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کو اپنی مہربانی سے بچا لیا۔ اور انہیں عذاب شدید سے نجات دی۔ یہ (وہی)عاد ہے جنہوں نے خدا کی نشانیوں سے انکار کیا اور اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی اور ہر سرکش اور متکبر کا کہا مانا۔اور اس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگی رہی اور قیامت کے دن بھی (لگی رہے گی)دیکھو عاد نے اپنے پروردگار سے کفر کیا (اور)سن رکھو ھود کی قوم عاد پر پھٹکار ہے "۔

(أ)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے کہا: **عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ** کا معنی ہے "**خَلَقَنِيْ**" یعنی اس پر جس نے مجھے پیدا کیا۔

(ب)ابن عساکر نے ضحاک سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین سال تک قوم عاد سے بارش روک لی۔تو ہود علیہ السلام نے انہیں فرمایا: **اسْتَغْفِرُواْ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُواْ إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاء عَلَيْكُم مِّدْرَاراً** (۱) پس انہوں نے محض سرکشی کی بناء پر انکار کردیا۔

(ج)ابن سعد نے طبقات میں، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی نے سنن میں شعبیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عمر بن خطابؓ بارش طلب کرنے کے لیے (نماز استسقاء) کے لیے نکلے۔لیکن آپ نے استغفار سے زائد کچھ نہ کیا اور واپس لوٹ آئے۔ آپ سے عرض کی گئی کہ ہم نے آپ کو بارش طلب کرتے ہوئے نہیں دیکھا؟ آپ نے فرمایا: تحقیق میں نے ان مخادیج السمآء سے بارش طلب کی ہے جن کے سبب بارش نازل ہوتی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیات پڑھیں **وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُواْ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُواْ إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاء عَلَيْكُم مِّدْرَاراً . اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّاراً** (۲). **يُرْسِلِ السَّمَاء عَلَيْكُم مِّدْرَاراً** (۳)

(أ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۲۶۰؛تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۹۵۹۔

(ب) ابن عساکر، کی تاریخ دمشق میں روایت نہیں ملی۔

(ج)ابن سعد، الطبقات الکبری، ج۳،ص۳۲۰؛ التفسیر من سنن سعید بن منصور ، رقم: ۱۰۴۲؛ ابن أبی شیبہ ، المصنف، کتاب الدعاء، باب ما یدعی بہ فی الاستسقاء، رقم:۲۹۴۸۵؛ تفسیرابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۹۶۰؛البیہقی۔ السنن الکبری، کتاب صلاۃ الاستسقاء، باب ما یستحب من کثرۃ الاستغفار فی خطبۃ، رقم: ۶۲۱۷۔

(۱)ھود: ۵۲ (۲)نوح:۱۰ (۳) نوح: ۱۱

(اُ)ابوالشیخ نے ہارون تیمی (۱)سے یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِدْرَارً کے ضمن میں یہ قول نقل کیا کہ اس کا معنی ہے وہ ان پر لگا تار بارش برسائے گا۔

(ب)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے وَیَزِدْکُمْ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمْ کے ضمن میں فرمایا کہ وہ تمہارے بیٹوں کو اولاد عطا فرما کر تمہاری پہلی قوت سے اور قوت میں اضافہ کردے گا۔

(ج)ابن جریر نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ اعتـرٰک بعض اٰلِهَتنا بسوء کا مفہوم ہے ہمارے کسی خدا نے تجھے جنون میں مبتلا کردیا ہے۔

(د)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مجاہدؒ سے اسی آیت کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ بتوں نے آپ کو جنون میں مبتلا کردیا ہے۔

(ھ)عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ نے اسی آیت کی تفسیر میں قتادہؒ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ کو ہمارے خداؤں کی مذمت پر صرف یہ چیز ابھارتی ہے کہ ان کی جانب سے آپ کو کوئی تکلیف اور نقصان پہنچا ہے۔

(و)ابن ابی حاتم نے یحیٰی بن سعید سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جو کوئی عادی چور، نقصان دہ درندے یا سرکش شیطان سے ڈرتا ہوتو اسے چاہیے کہ وہ یہ آیت پڑھا کرے اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مَّا مِن دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے پھیر دے گا۔

(اُ) روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیر الطبری میں روایت نہیں ملی؛تفسیرابن اُبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۹۶۶ میں یہ قول مجاہدؒ کے بجائے عکرمہؒ سے مروی ہے۔

(ج)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۲۷۲۔

(د)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۲۶۷؛تفسیرابن اُبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۹۶۸۔

(ھ)تفسیر عبدالرزاق، سورۃ ھود، ج۱، ص۳۰۴؛تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۲۷۳۔

(و)تفسیر ابن ابی حاتم میں روایت نہیں ملی۔

(۱) ہارون بن صالح بن ابراہیم التیمی، عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم اور عبد العزیز بن ابی حازم سے روایت کرتا ہے۔ ان سے یحیی بن موسی بلخی اور محمد بن اسماعیل سلمی نے روایتیں کی ہیں۔ابو حاتم نے انھیں صدوق کہا ہے۔انھوں نے ۲۲۰ھ(۸۳۵م) میں وفات پائی۔ دیکھیں: الذھبی، تاریخ الاسلام،ج۱۵،ص ۴۳۰، ابن ابی حاتم، الجرح و التعدیل،ج۹، ص۹۱، رقم:۳۷۹، ابن حجر،تقریب،ص۵۶۸، رقم:۷۲۳۲۔

(أ)ابن جریر ور ابوالشیخ سے بیان کیا ہے کہ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ سے مراد حق ہے۔یعنی بلاشبہ میرا رب حق پر ہے۔

(ب)ابن ابی حاتم نے ابو مالک سے بیان کیا ہے کہ غَلِيظٍ کا معنی شدید ہے۔یعنی سخت عذاب۔

(ج)ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے بیان کیا ہے ھـی كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ سے مرادمشرک ہے۔ یعنی وہ ہر مشرک کے حکم کی پیروی کرتے رہے۔

(د)ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے یہ بیان کیا ہے کہ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ سے مراد میثاق (وعدہ)ہے۔

(ھ)ابن منذر نے ابراہیم نخعیؒ سے بیان کیا ہے کہ عَنِيدٍ کا معنی ہے وہ حق پھر گئے۔

(و)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً کے تحت سدیؒ نے کہا: قوم عاد کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا گیا مگر یہ کہ اس کی زبان سے قوم عاد پر لعنت کی گئی۔

(ز)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ مجاہدؒ نے کہا کہ ان کے لیے ایک لعنت اس دنیا میں ان کے پیچھے لگادی گئی اور قیامت کے دن دوسری لعنت ہوگی۔

(ط)ابن منذر اور ابوالشیخ دونوں نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کی تفسیر میں قتادہؒ نے کہا کہ ان پر اللہ تعالٰی کی جانب سے پے درپے دو لعنتیں ہیں۔ ایک لعنت دنیا میں ہے اور دوسری لعنت آخرت میں ہوگی۔

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ (61) قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا

(أ)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۲۷۸۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۹۷۶۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۹۷۷۔

(د)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۹۷۸۔الدرالمنثور میں ”کل جبار عنید“ کا مطلب میثاق لکھا گیا ہے جب کہ تفسیر ابن أبی حاتم میں ”المشاق“ ہے (مشقت کرنے والا)

(ھ)روایت نہیں ملی۔

(و)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۹۷۹۔

(ز)روایت نہیں ملی۔

(ط)ابن منذر اور أبو الشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

قَبْلَ هَـذَا أَتَنْهَانَا أَن نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ (62) قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَى بَيِّنَةً مِّن رَّبِّي وَآتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَن يَنصُرُنِي مِنَ اللّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ فَمَا تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ (63)وَيَا قَوْمِ هَـذِهِ نَاقَةُ اللّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللّهِ وَلاَ تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ (64) فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُواْ فِي دَارِكُمْ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ ذَلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ (65)فَلَمَّا جَاء أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحاً وَالَّذِينَ آمَنُواْ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ (66)وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُواْ الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُواْ فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ (67)كَأَن لَّمْ يَغْنَوْاْ فِيهَا أَلاَ إِنَّ ثَمُودَ كَفرُواْ رَبَّهُمْ أَلاَ بُعْداً لِّثَمُودَ (68)

"اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا)تو انہوں نے کہا قوم! خدا ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اس میں آباد کیا تو اس سے مغفرت مانگواوراس کے آگے توبہ کرو بے شک میرا پروردگار نزدیک(بھی ہے اور دعا کا) قبول کرنے والا(بھی)ہے۔ انہوں نے کہا صالح اس سے پہلے ہم تم سے (کئی طرح کی)امیدیں رکھتے تھے (اب وہ منقطع ہوگئی)کیا تم ہم کو ان چیزوں سے منع کرتے ہو جن کو ہمارے بزرگ پوجتے آئے ہیں؟ اور جس بات کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس میں ہمیں قوی شبہ ہے ۔ (صالح نے)کہا اے قوم! بھلا دیکھو تو اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے کھلی دلیل پر ہوں اوراس نے مجھے اپنے ہاں سے (نبوت کی) نعمت بخشی ہو تو اگر میں خدا کی نافرمانی کروں تو اس کے سامنے میری کون مدد کرے گا؟تم تو (کفر کی باتوں سے) میرا نقصان کرتے ہواور(یہ بھی کہا کہ)اے قوم ! یہ خدا کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی (یعنی معجزہ) ہے۔تو اس کو چھوڑ دو کہ خدا کی زمین میں (جہاں چاہے)چرے اور اس کو کسی طرح کی تکلیف نہ دینا اور تمہیں جلد عذاب آپڑے گا مگر انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالے تو (صالح نے) کہا کہ اپنے گھروں میں تین دن (اور)فائدے اٹھا لو یہ وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہوگا جب ہمارا حکم آگیا تو ہم نے صالح کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کو اپنی مہربانی سے بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے (محفوظ رکھا) بے شک تمہارا پروردگار طاقت ور (اور)اور زبردست ہے اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو چھنگاڑ (کی صورت میں عذاب)نے آ پکڑا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے گویا کبھی ان میں بسے ہی نہ تھے سن رکھو کہ ثمود نے اپنے پروردگار سے کفر کیا اور سن رکھو ثمود پر پھٹکار ہے "۔

(أ)ابوالشیخ نے سدیؒ سے بیان کیا ہے کہ هُوَ اَنْشَاَكُم مِّنَ الْاَرْضِ کا معنی ہے اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا۔

(ب)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا:وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا کا معنی ہے اس نے تمہیں زمین میں آباد کیا ۔

(ج)ابن ابی حاتم نے ابن زید سے (واستعمرکم فیها)کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ اس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا۔

(د)ابن جریر اور ابوالشیخ دونوں نے بیان کیا ہے کہ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ کی تفسیر میں مجاہدؒ کہتے ہیں کہ تم تو خسارے اور نقصان کے سوا کچھ اضافہ نہیں کروگے۔

(ھ)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے عطاء خراسانی سے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ جوعمل تم کررہے ہواس کے سبب میرے لیے اضافہ نہیں کروگے مگر اس کا جو تمہارے لیے باعث ضرر اور خسارہ ہوگا،تم اس سے نقصان اٹھاؤگے۔

(و)ابوالشیخ نے ابن جریر سے ثَلٰثَةَ اَيَّام کے ضمن میں یہ قول نقل کیا ہے کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کے وقت ان کی قوم کی مدت سے تین دن باقی تھے۔پس انہیں عذاب نہ دیا یہاں تک کہ انہوں نے وہ مکمل کرلیے۔

(ز)ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ نَجَّيْنَا صَالِحاً وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَه ......الآیہ کی تفسیر میں قتادہؒ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی خاص رحمت کے سبب نجات عطافرمائی۔اور اس دن کی رسوائی سے بھی آپ کو بچالیا۔

(أ)روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۲۸۳،تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۹۸۲۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۹۸۳۔

(د)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۲۸۵۔

(ھ)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۰۹۸۵۔

(و)ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ز)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۲۹۰۔

(أ)ابن ابی حاتم نے ابن زید سے جٰثِمِیْنَ کا معنی "مِیّتِیْنَ" نقل کیا ہے۔یعنی انہوں نے صبح کی اس حال میں کہ وہ اپنے گھروں میں مرے پڑے تھے۔

(ب)ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ نَجَّیْنَا صَالِحاً وَالَّذِیْنَ آمَنُواْ مَعَهُ کا معنی ہے گویا کہ انہوں نے کبھی اس میں زندگی گزاری ہی نہیں۔

(ج)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن عباسؓ سے یہ قول نقل کیا ہے گویا کہ وہ کبھی اس میں آباد ہوئے ہی نہیں۔

(د)ابن الانباری نے الوقف والابتداء میں اور طستی نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان سے کہا؛ کہ مجھے ارشاد باری تعالیٰ نَجَّیْنَا صَالِحاً وَالَّذِیْنَ آمَنُواْ مَعَهُ کا مفہوم بتایئے۔تو آپ نے فرمایا: گویاوہ دنیا میں نہیں تھے جب کہ انہیں عذاب دیا گیا اور وہ کبھی اس میں آباد نہیں ہوئے۔ انہوں نے کہا: کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔کیا تم نے لبید بن ربیعہ(ا) کونہیں سنا کہ وہ کہتا ہے۔

غَنَیْتُ شَیْئاً قَبْلَ نَحْرِیْ وَاَحْسَنَ   لَوْ کَانَ لِلنَّفسِ اللَّجُوْجِ خُلُوْدُ

"میرے اونٹ ذبح کرنے سے قبل بھی تو میں زندگی کی لذتوں سے شادکام ہوا اور کتنا ہی اچھا ہوتا

(أ)تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود، ج۵، ص۱۵۱۶،رقم:۸۶۸۹۔

(ب)تفسیر الطبری،سورۃ ھود،رقم:۱۸۴۹۵؛تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۱۰۰۳۔

(ج)تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۱۰۰۲۔

(د)الطستی کی روایت: السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ج۱، ص۳۳۶، رقم:۲۲۶۲ میں ملی۔لبید بن ربیعہ کی دیوان میں شعر کچھ یوں ہے: و غنیت سبتا قبل مجری داحس ...... لو کان للنفس اللوج خلود، دیکھیں: لبید بن ربیعہ بن مالک، دیوان لبید بن ربیعہ العامری، دارالمعرفۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء ، باب ان البري علی الھنات سعید، ص۳۲۔

(ا)لبید بن ربیعہ بن مالک،ابوعقیل عامری مشہور شاعر تھے انہوں نے اسلام کا زمانہ پایا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اسلام لانے کے بعد انہوں نے شعر کہنا ترک کر دیا۔ حالت اسلام میں انہوں نے صرف ایک شعر کہا تھا۔ وہ کوفہ میں رہتے تھے اور ایک طویل عمر گذار کر ۴۱ھ(۶۶۱ء) میں فوت ہوئے۔

دیکھیں:الزرکلی، الأعلام، ج۵، ص۲۴۰؛ الذھبی، تاریخ الاسلام، ج۴، ص۱۰۹،۱۱۰۔

کہ اگر بہت ہی جھگڑالو نفس کو دوام حاصل ہوتا"۔

(أ) ابن ابی حاتم نے قتادہؒ سے یہ معنی بیان کیا ہے: گویا انہوں نے کبھی اس میں زندگی کی لذت نہیں پائی۔

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى قَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ (69)

"اور ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے تو سلام کہا انہوں نے بھی (جواب میں) سلام کہا ابھی کچھ وقفہ نہیں ہوا تھا کہ (ابراہیم) ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے"۔

(ب) ابن ابی حاتم نے عثمان بن محسن (ا) سے ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کے بارے میں بیان کیا ہے کہ وہ چار تھے۔ جبرائیل علیہ سلام، میکائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام اور رفائیل علیہ السلام۔

(ج) ابوالشیخ نے سعید بن جبیرؒ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے یہ پڑھا **قَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ** اور ہر شے پر ملائکہ نے سلام کیا۔پس انہوں نے کہا؛ تم پر سلام ہو تو جواب میں آپ نے بھی کہا تم پر بھی سلام ہو۔

(د) ابن جریر اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا: **بِعِجْلٍ حَنِيذٍ** کا معنی ہے پکاہوا بچھڑا۔

(ھ) ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے یہ بیان کیا ہے کہ **حَنِيذٍ** کا معنی "بھنا ہوا" ہے۔

(أ) تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم: ۱۱۰۰۴۔

(ب) تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم: ۱۱۰۱۲۔

(ج) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د) تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم: ۱۸۲۹۷۔

(ھ) تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم: ۱۱۰۰۷۔

(ا) الدر المنثور کے زیر استعمال مطبوعہ میں "عثمان بن محسن" ہے جب کہ کتاب التخریج تفسیر ابن أبی حاتم میں "عثمان بن محصن" ہے ۔ عثمان بن محصن ابن عباسؓ سے مرسل روایات بیان کرتا ہے ان سے نوح بن قیس حدانی نے روایتیں کی ہیں ۔دیکھیں: ابن أبی حاتم، الجرح والتعدیل، ج۶، ص۱۶۷، رقم: ۹۱۷؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج۶، ص۲۵۱، رقم: ۲۲۱۵؛ ابن حبان، الثقات، ج۵، ص۱۵۹، رقم: ۴۳۶۶۔

(أ)ابوالشیخ نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ کا معنی "سمیط" ہے یعنی جس کے بال صاف کرکے بون دیا گیا ہو۔

(ب)طستی نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے آپ سے کہا: کہ ارشاد باری تعالیٰ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ کے بارے میں مجھے کچھ بتایئے۔تو آپ نے فرمایا: حنیذ سے مراد وہ پکاہوا گوشت ہے جسے پتھروں پر بھونا جائے۔ انہوں نے کہا کیا عرب اس معنی کوجانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا۔وہ کہتا ہے:

لَهُمْ رَاحٌ وَفَارَالْمِسْکُ فِيْهِمْ وَشَاوُنُهُمْ اَذِا شَاُوْا حَنِيد

"اس کے پاس شراب ہے اور اس میں خوشبو بھڑکی ہوئی ہے اور انہوں نے اس کا اس وقت قصد کیا جب کہ انہوں نے بھونے ہوئے گوشت کا قصد کیا"۔

(ج)ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ضحاک سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ حَنِيْذٍ سے مراد وہ ہے جسے پتھروں کے ساتھ پکایا جائے۔

فَلَمَّا رَاٰى اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ (70)وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِاِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ اِسْحَاقَ يَعْقُوْبَ (71) قَالَتْ يَا وَيْلَتٰى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ (72)قَالُوْا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (73)

" جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں جاتی (یعنی وہ کھانا نہیں کھاتے) تو ان کو اجنبی سمجھ کر دل میں خوف کیا (فرشتوں نے) کہا کہ خوف نہ کیجئے ہم قوم لوط کی طرف (ان کے ہلاک کرنے کو) بھیجے گئے ہیں تو ابراہیم کی بیوی (جوپاس) کھڑی تھی ہنس پڑی تو ہم نے اس کو اسحٰق کی اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی اس نے کہا اے ہے میرا بچہ ہوگا؟ میں تو بوڑھیا ہوں اور یہ میرے میاں بھی

(أ)ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی ۔ البتہ تفسیر ابن أبی حاتم میں یہ روایت موجود ہے۔ دیکھیں:تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۱۰۰۸۔

(ب)الطستی کی روایت الاتقان میں ملی ۔دیکھیں:السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ج۱، ص۳۷۰،رقم:۲۳۹۲۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود،رقم:۱۱۰۱۰۔

بوڑھے ہیں یہ تو بڑی عجیب بات ہے انہوں نے کہا کیا تم خدا کی قدرت سے تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت تم پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں وہ سزاوار تعریف اور بزرگ وار ہے۔

(اُ)عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں کعبؓ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام سدوم(۱) پر برتری کا اظہار فرمارہے تھے اور کہہ رہے تھے: اے سدوم! قیامت کے دن تیرے لیے ہلاکت ہو۔ پھر فرمایا "وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى قَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ أَن جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ"چونکہ آپ آنے والے فرشتوں کو مہمان گمان کر رہے تھے اس لیے آپ انتہائی جلدی میں ان کے لیے ایک بھونا ہوا بچھڑا لے کر آئے۔ جب آپ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو آپ نے انہیں اجنبی خیال کیا اور دل ہی دل میں ان سے اندیشہ کرنے لگے۔ فرشتوں نے کہا: ڈریئے نہیں ہمیں تو قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے۔ آپ کی اہلیہ پاس کھڑی تھیں وہ ہنس پڑیں۔ تو ہم نے اسے (سارہ کو)اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی"۔ یعنی پوتے کی بشارت دی۔انہوں نے کہا: "وائے حیرانی! کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرے میاں ہیں یہ بھی بوڑھے ہیں۔ بلاشبہ یہ تو عجیب وغریب بات ہے"تو جبرائیل علیہ السلام نے انہیں کہا: "کیا تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں اے ابراہیم کے گھرانے والو! بے شک وہ ہر طرح تعریف کیا ہوا بڑی شان والا ہے۔" ابراہیم علیہ السلام نے ان سے قوم لوط کے بارے میں گفتگو کی۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام ان میں شامل تھے۔تو فرشتوں نے کہا:يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا (۲) اس قول تک و لما جاءت رُسُلنا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ(۳) "اے ابراہیم اس بات کو رہنے دیجئے....الآیہ) (اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لوط(علیہ السلام)کے پاس وہ دل گیر ہوئے ان کے آئے سے"۔ کہا ان کے مقام ومرتبہ نے آپ کو پریشان کردیا۔جب آپ نے اس کے حسن وجمال کو دیکھا۔"وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَٰذَا

(اُ) مطلوبہ کتاب میں روایت نہیں ملی۔

(۱)سدوم قوم لوط کے شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے جو شام کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ دیکھیں: یاقوت حموی، معجم البلدان، ج ۳، ص ۲۰۰؛ سید فضل الرحمن، فرہنگ سیرت، ص ۱۴۷۔

(۲)(ہود:۷۶)

(۳)(ہود:۷۷)

يَوْمٌ عَصِيْب " (اور بڑے پریشان ہوئے ان کی وجہ سے اور بولے آج کا دن تو بڑی مصیبت کا دن ہے۔ اور مصیبت کا دن ہے۔پھر آپ انہیں اپنے گھر کی طرف لے گئے اور آپ کی بیوی آپ کی قوم کی طرف گئی۔ "وَجَاءهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِن قَبْلُ كَانُواْ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَا قَوْمِ هَـؤُلاء بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ(۱) (اور مہمانوں کی خبر سنتے ہی) آئے ان کے پاس ان کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے اور اس سے پہلے ہی وہ کیا کرتے تھے برے کام۔لوط نے کہا: اے میری قوم! (دیکھو!) یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں وہ پاک اور حلال ہیں تمہارے لیے تم ان سے شادی کرو۔ أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ۔قَالُواْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ(۲) "کیا تم میں ایک بھی سمجھ دار آدمی نہیں؟ کہنے لگے تم خوب جانتے ہو ہمیں تمہاری (قوم کی) بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں۔ اور تم یہ بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم کیا چاہتے ہیں"۔ آپ نے مہمانوں کو اپنے گھر میں داخل کیا اور خود گھر کے دروازے پر بیٹھ گئے۔قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ (۳) "لوط نے (بصد حسرت) کہا اے کاش! میرے پاس بھی تمہارے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں پناہ ہی لے سکتا کسی مضبوط سہارے کی"۔ یعنی میرے پاس ایسی جماعت ہوتی جو تمہیں روک سکتی۔ راوی کابیان ہے: پس مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے۔کہ لوط علیہ السلام کے بعد کوئی رسول بھی نہیں مبعوث کیا گیا مگر ایسا جو اپنی قوم میں سے معزز اور غالب تھا۔سو جب بھیجے ہوئے مہمانوں نے دیکھا کہ لوط علیہ السلام ان کی وجہ سے پریشانی اور غم میں مبتلا ہیں۔تو انہوں نے کہا قَالُوا يَلُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ "اے لوط! ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے (ملائکہ) ہیں"۔لَن يَصِلُواْ إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَلاَ يَلْتَفِتْ مِنكُمْ أَحَدٌ إِلاَّ امْرَأَتَكَ إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَا أَصَابَهُمْ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ (۴)"یہ لوگ آپ کوکوئی گزند نہ پہنچاسکیں گے پس آپ لے کر نکل جایئے اپنے اہل وعیال کو جب رات کو کچھ حصہ گزرجائے اور پیچھے مڑکر تم میں سے کوئی نہ دیکھے مگر اپنی بیوی کو ساتھ نہ لے جایئے۔ بے شک وہی (عذاب) اسے بھی پہنچ گا جوان (دوسرے مجرموں) کو پہنچا۔ان پر عذاب آنے کا مقررہ وقت صبح کا وقت ہے کیا نہیں ہے صبح (بالکل)

---

(۱) (ہود:۷۸)

(۲)(ہود:۷۹)

(۳)(ہود:۸۰)

(۴)(ہود:۸۱)

قریب؟"۔ پھر جبرائیل علیہ السلام ان کی طرف نکلے اور اپنے پر سے ان کے چہروں پر شدید ضرب لگائی اور ان کی آنکھیں ختم کر دیں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے ان کی زمین کی سطح کو اٹھالیا۔ یہاں تک کہ آسمانی دنیا کے باسیوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے کی آواز اور ان کے مرغوں کی آوازیں سنیں۔پھر اسے ان پر الٹا کردیا۔ " وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ(۱)" اور ہم نے ان کے بادیہ نشینوں پر، ان کے چرواہوں پر اور ان کے مسافروں پر آگ میں پکے ہوئے پتھر برسائے سوان میں سے کوئی بھی باقی نہ بچا۔

(اُ)اسحاق بن بشر اور ابن عساکرنے جویبر کی سند سے ضحاک سے اور انہوں نے ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ بچھڑے کی جانب نہیں بڑھ رہے تو آپ نے انہیں اجنبی خیال کیا اور دل ہی دل میں ان سے اندیشہ کرنے لگے اور ان سے ابراہیم علیہ السلام کے خوف زدہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ اس زمانہ میں ان میں سے کوئی جب کسی کو تکلیف اور اذیت پہنچانے کا ارادہ کرتا تو اس کے پاس کچھ نہ کھاتا اور یہ کہتا کہ جب میں نے اس کے کھانے کے سبب تکریم حاصل کرلی ہے تو اب اسے اذیت دینا مجھ پر حرام ہےتو اسی لیے ابراہیم علیہ السلام بھی اندیشہ ہوا کہ وہ آپ کوکوئی اذیت دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پس آپ کے مفاصل مضطرب ہوگئے۔ آپ کی بیوی سارہ پاس کھڑے ہوکر ان کی خدمت بجالا رہی تھی۔جب ابراہیم علیہ السلام اپنے مہمانوں کی تکریم کا ارادہ فرماتے تو آپ سارہ کو ان کی خدمت کے لیے پاس کھڑا کرتے۔ چنانچہ وہ ہنس پڑی۔جب وہ ہنسی تو اس دوران انہوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا آپ ڈررہے ہیں حالانکہ وہ تین آدمی ہیں اورتمہارے ساتھ تمہارے گھروالے اور تمہارے غلام بھی ہیں؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے سارہ کو کہا: اے ہنسنے والی! بے شک عن قریب تو ایک بچے کوجنم دے گی، اسے اسحاق کہا جائے گا اور اس کے بعد ایک اور بچہ ہوگا اس کا نام یعقوب ہوگا"فَاَقۡبَلَتِ امۡرَاَتُهٗ فِىۡ صَرَّةٍ فَصَكَّتۡ وَجۡهَهَا " (۲)پس وہ انتہائی حیرات انگیز انداز میں متوجہ ہوئیں اور کہا اے کاش اے ہلاک! اور حیا کرتے ہوئے اپنا ہاتھ اپنے چہرے پر رکھا۔ اور اسی کے متعلق یہ ارشاد ہے "فَصَكَّتۡ وَجۡهَهَا وَقَالَتۡ ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوۡزٌ وَّهٰذَا بَعۡلِىۡ شَيۡخًا" فرمایا جب ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے قول کے ساتھ بشارت دی گئی۔"فَلَمَّا ذَهَبَ عَنۡ اِبۡرٰهِيۡمَ الرَّوۡعُ وَجَآءَتۡهُ الۡبُشۡرٰى" پھر جب ابراہیم (علیہ السلام) سے خوف دور ہوگیا

(اُ) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۵۰، ص۳۱۵۔

(۱)(الحجر:۷۴)

(۲)(الذاریات:۲۹)

اور مل گیا انہیں اسحاق علیہ السلام کے بارے میں مژدہ۔ "يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ" (تو وہ ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے) اور ان کے جھگڑنے کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے پوچھا: اے جبرائیل! تم کہاں کا ارادہ رکھتے ہو اور کن کی طرف تمہیں بھیجا گیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: قوم لوط کی طرف۔تحقیق ہمیں انہیں عذاب دینے کا حکم دیا گیا ہے۔تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا"إِنَّ فِيْهَا لُوطاً قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَن فِيْهَا لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ (۱)" (اس میں تو لوط بھی رہتا ہے۔فرشتوں نے عرض کی: ہم خوب جانتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں ہم ضرور بچا لیں گے اسے اور اس کے گھروالوں کو سوائے اس کی عورت کے) جس عورت کے بارے میں انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا اس کا نام واقلہ ہے۔تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اگران میں سومومن ہوں تو کیا تم انہیں عذاب دو گے؟ جبرائیل علیہ السلام نے جوابا کہا: نہیں۔آپ نے پھر پوچھا تو اگر ان میں نوے مومنین ہوں تو کیا تم انہیں عذاب دوگے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: نہیں۔ انہوں پھر کہا اور اگر ان میں اسی مومن ہوں تو کیا تم انہیں عذاب دوگے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔نہیں۔ حتی کہ آخر میں انہوں نے ایک مومن کے بارے میں سوال کیا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا: نہیں۔ پس جب انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے لیے ان میں ایک مؤمن بھی نہ ہوئے کا ذکر کیا۔ تب انہوں نے کہا إِنَّ فِيْهَا لُوطاً قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَن فِيْهَا لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ ۔

(أ)ابن جریر اور ابن منذرنے وہب بن منبہؒ سے بیان کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو جب قوم نے آگ میں پھینکنے کے واقعہ کے بعد وطن سے نکال دیا تو آپ اپنی رفیقہ حیات سارہ کو ساتھ لے کر نکلے۔آپ کے ساتھ ان کے بھائی لوط علیہ السلام بھی تھے۔ یہ دونوں آپ کے بھائی کی اولاد تھے۔چنانچہ یہ دونوں سرزمین شام کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر مصر میں پہنچے۔سارہ حسین ترین عورتوں میں سے تھیں۔ جب

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۱۵؛ تاریخ الطبری، ج۱،ص۱۸۱۔

(۱)(العنکبوت:۳۲)

وہ مصر میں داخل ہوئیں تو لوگ ان کے حسن وجمال کی باتیں کرنے لگے۔ انہوں نے اس پر انتہائی اظہار تعجب کیا۔ یہاں تک کہ یہ خبر بادشاہ وقت تک پہنچ گئی۔اس نے آپ کے خاوند کو بلابھیجا اور ان سے ان کے متعلقہ سوال کیے۔ پس آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر اس کو خاوند ہونے کے بارے میں بتایا تو وہ آپ کو قتل کردے گا۔ اس لیے آپ نے کہا: میں اس کا بھائی ہوں۔تو بادشاہ نے کہا: تو مجھ سے اس کی شادی کردے۔ پس وہ اسی حالت پر تھا یہاں تک کہ وہ رات کے وقت سوگیا اور اسے ایک خواب آئی، سو اس نے اس کا گھونٹا اور اسے خوب خوف زدہ کیا۔ پس وہ خود اور اس کے اہل خانہ انتہائی خوف زدہ ہوگئے اور ڈر گئے۔یہاں تک کہ اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ سارہ کی جانب سے آیا ہے۔ چنانچہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کو بلایا اور کہا تجھے کس شے نے اس پر ابھارا ہے کہ تو مجھے دھوکہ دے کہ تو نے یہ کہا: یہ تیری بہن ہے۔تو آپ نے فرمایا: بے شک مجھے یہ خوف ہوا کہ اگر میں نے یہ ذکر کیا کہ یہ میری بیوی ہے تو تیری جانب سے مجھے ایسی صورت حال کا سامنا ہوگا جسے میں پسند نہیں کروں گا۔ تو اس نے سارہ کو ہاجرہ عطا کی جوکہ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ ہے۔اس نے انہیں سوار کیا ور انہیں سازوسامان مہیا کیا۔یہاں تک کہ جبل ایلیاء پر ان کی سکونت کو مزید پختہ کر دیا۔پس وہ ہیں رہے ہاں تک کہ ان کے اموال اور ان کے مویشی انتہائی کثیر ہوگئے۔ پس ابراہیم علیہ السلام کے چرواہوں اور لوط علیہ السلام کے چرواہوں کے درمیان باہم حق جوار بھی تھا اور لڑائی جھگڑا بھی۔ تو لوط علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا۔کہ ان چرواہوں کے درمیان فساد برپاہوگیا ہے اور چراگا ہیں ان کے لیے تنگ ہوگئی ہیں اور ہمیں یہ خوف ہے کہ یہ زمین ہمیں برداشت نہیں کرے گی۔سواگر آپ پسند کریں کہ میں آپ کے لیے تخفیف کر دوں۔تو میں کردیتا ہوں۔ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اگر آپ چاہتے ہیں تو میں بھی چاہتاہوں۔پس اگر آپ پسند کریں تو آپ یہاں سے منتقل ہوجائیں اور اگر چاہیں تو میں یہاں سے کسی اور طرف منتقل ہوجاتا ہوں۔لوط علیہ السلام نے کہا: نہیں بلکہ میں زیادہ حق رکھتا ہوں کہ میں آپ کے لیے تخفیف اور آسانی پیدا کروں۔چنانچہ آپ اپنے اہل وعیال اور مال کو ساتھ لے کر اردن کی سرزمین کی طرف چلے گئے۔ اسی مقام پر تھے کہ فلسطین کے رہنے والوں نے آپ پر حملہ کردیا اور آپ کے اہل وعیال اور مال کو انہوں نے قیدی بنالیا۔

پس ابراہیم علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے اپنے اہل اور غلاموں وغیرہ سے مل کر ان پر حملہ کر دیا،اس وقت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تین سوسے زائد افراد تھے اور آپ نے فلسطینیوں کی قید سے اہل لوط کورہائی دلائی۔یہاں تک کہ انہیں اپنے مسکن کی طرف لوٹا دیا۔پھر ابراہیم علیہ السلام واپس اپنے شہر کی

طرف آئے۔اہل سدوم وہ ہیں جن میں لوط علیہ السلام تشریف فرماتھے۔ یہ ایک ایسی قوم تھی جو مردوں کے سبب عورتوں سے مستغنی تھی (یعنی یہ لواطت کے عادی تھے)۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اس حال میں دیکھا،تو ملائکہ کو بھیجا،تا کہ وہ انہیں عذاب دیں چنانچہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے، جب آپ نے انہیں دیکھا،تو ان کی ہیئت اور ان کے جمال نے آپ کو مضطرب کردیا، انہوں نے آپ کو سلام پیش کیا اور آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ اٹھے تا کہ مہمان نوازی کے لیے ان کے قریب ہوں۔تو انہوں نے کہا: آپ اپنی جگہ پر رہیے۔آپ نے کہا: بلکہ تم مجھے اجازت دو،میں تمہاری ضرورت کی چیز (کھانا) لیکر آتا ہوں،کیونکہ یہ تمہارا حق ہے۔ ہمارے پاس تم سے بڑھ کرعزت وتکریم کا حق دار کوئی نہیں آیا۔چنانچہ آپ نے ایک موٹا تازہ بچھڑاذبح کرنے کا حکم دیا اور اسے ان کے لیے بھون دیا گیا اور آپ نے کھانا اس کے سامنے رکھا۔فَلَمَّا رَأَى أَيْدِيَهُمْ لاَ تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً (۱) پس جب آپ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو آپ نے انہیں اجنبی خیال کیا اور دل ہی دل میں ان سے اندیشہ کرنے لگے۔اور سارہ دروازے کے پیچھے سن رہی تھیں "قَالُوا لا تَوجَلْ إنا نُبَشِّرُكَ بِغُلامٍ حَلِيمٍ(۲) فرشتوں نے کہا ڈریئے نہیں بے شک ہم تجھے ایک جاننے والے بچے کی خوش خبری دیتے ہیں،جو سراپا برکت ہوگا، تو آپ نے یہ خوش خبری اپنی بیوی سارہؓ کو سنائی۔تو وہ ہنس پڑیں۔تعجب کا اظہار کیا مجھ سے آپ کا بیٹا کیسے ہوسکتا ہے۔حالا نکہ میں بھی بوڑھی ہوں اور آپ بھی بوڑھے ہوچکے ہیں۔قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ انہوں نے کہا: تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو حالانکہ وہ جو چاہتا ہے اس کی قدرت رکھتا ہے۔تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہیں بیٹا عطا فرمایا ہے۔لہٰذاتمہیں اس کی بشارت ہو۔پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ابراہیم علیہ السلام بھی ان کے ساتھ اٹھے اور وہ اکٹھے چل پڑے۔آپ نے ان سے پوچھا: مجھے یہ تو بتاؤ،تم کیوں بھیجے گئے ہو اور تم نے کہاں جانا ہے؟ تو فرشتوں نے جواب دیا: ہم اہل سدوم کی طرف بھیجے گئے ہیں، تا کہ ہم انہیں تباہ وبرباد کردیں کیونکہ وہ انتہائی بری قوم ہے۔ان کی صورت حال یہ ہے کہ وہ مردوں کے سبب عورتوں سے مستغنی ہوچکے ہیں۔ابراہیم علیہ السلام نے کہا: بلاشبہ ان میں صالحین اور نیک کار لوگوں کی جماعت بھی ہے۔ پس انہیں وہ عذاب کیسے پہنچے گا جس میں بدکاری کا عمل کرے والے مبتلا ہوں گے؟ فرشتوں نے پوچھا: ان

---

(۱)(ھود:۷۰)

(۲)(الحجر:۵۳)

کی کتنی تعداد ہے؟آپ نے جواب دیا: تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر اس میں پچاس نیک اور صالح آدمی ہوں؟ تو فرشتوں نے کہا: تب ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے۔ آپ نے پھر پوچھا: اور اگر ان میں چالیس افراد نیک ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: تب بھی ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے۔پس آپ اسی طرح کم کرتے رہے حتی کہ آپ دس تک پہنچ گئے پھر آپ نے کہا: تو اہل بیت کا کیا ہوگا؟ تو رشتوں نے جوابا کہا: پس اگر بستی میں کوئی صالح گھرہوا۔ابراہیم علیہ السلام نے کہا: لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والے کیا ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: بلاشبہ ان کی بیوی خواہشات پسند قوم کے ساتھ ہے۔پس ایسی بستی والوں سے (عذاب) کو کیسے پھیرا جاسکتا ہے جس میں صالحین کے اہل بیت بھی کامل نہیں۔

پس جب ابراہیم علیہ السلام ان سے مایوس ہو گئے تو واپس لوٹ آئے اور وہ اہل سدوم کی طرف چلے گئے اور لوط علیہ السلام کے پاس گئے۔ جب آپ کی بیوی نے انہیں دیکھا تو ان کی ہیئت اور حسن وجمال نے اسے انتہائی متعجب کیا۔چنانچہ اس نے بستی والوں کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس ایسے لوگ آئے ہوئے ہیں جن سے زیادہ حسین وجمیل کبھی کوئی نہیں دیکھا گیا۔پس جونہی انہوں نے اس کے بارے میں سنا تو انہوں نے لوط علیہ السلام کے گھر کو ہر جانب سے گھیر لیا اور ان پر دیواروں کو پھلانگنا شروع کردیا ۔لوط علیہ السلام ان سے ملے اور فرمایا: اے میرے قوم! تم مجھے میری گھر میں رسوا نہ کرو۔میں اپنی بیٹیوں کی تم سے شادی کیے دیتا ہوں اور وہ تمہارے لیے حلال اور پاک ہیں۔قوم نے کہااگر ہم تمہاری بیٹیوں کو چاہتے تو ہم تمہارے مکان کو جانتے ہیں۔لیکن ہمیں تو ان لوگوں کی ضرورت ہے جو تمہارے پاس آئے ہوئے ہیں۔ آپ ہمارے اور ان کے درمیان سے ہٹ جایئے۔اور انہیں ہمارے حوالے کردیں۔ تو آپ کے لیے معاملہ انتہائی پریشان کن ہوگیا۔تو اس وقت آپ نے کہا"لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ O"(۱) جب ان بھیجے ہوئے فرشتوں نے آپ سے یہ کلام سنا۔تو انہوں نے کہا: بلاشبہ آپ کا سہارا مضبوط اور پختہ ہے۔بے شک وہ ان پر ایسا عذاب لانے والے ہیں جسے لوٹایا نہیں جائے گا۔پس ان میں سے ایک نے اپنا پر ان کی آنکھوں پر مارا تو ان کی بصارت ختم ہوگئی۔تو انہوں نے کہا: ہم پر جادوکردیا گیا ہے۔(ملائکہ نے کہا) تم ہمارے ساتھ چلو یہاں تک کہ آپ ان کے پاس آئیں جب کہ رات ان پر چھاہو۔پھر ان کا

---

(۱)ہود:۸۰

معاملہ اس طرح ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کیا ہے۔پس عذاب لانے والا فرشتہ میکائیل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے اپنا پیر زمین کی نچلی تہ میں داخل کیا اور ان کی بستیوں کو اٹھا کر ان پر الٹا کردیا۔اور آسمان سے ان پر پتھر برسے اورجوگاؤں میں نہیں تھے انکا پیچھا انہی جگہوں پر کیا گیا جہاں وہ تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کردیا اور لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو سوائے ان کی بیوی کے سبھی کو نجات عطافرمائی۔

(أ)ابن ابی حاتم نے یزید بن ابی یزید البصری(ا) سے **فَلَمَّا رَأَىٰٓ أَيۡدِيَهُمۡ لَا تَصِلُ إِلَيۡهِ** کے تحت یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ نے ان کے ہاتھوں کو کھانے کی طرف بڑھتے ہوئے نہیں دیکھا تو آپ نے انہیں اجنبی خیال کیا۔

(ب)عبدالرزاق،ابن منذر،ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ "نکرھم" کی تفسیر میں قتادہؒ نے کہا جب ان کے پاس کوئی مہمان آتا اور وہ ان کے کھانے میں سے کچھ نہ کھاتاتو وہ یہ گمان کرتے کہ خیر اور اچھے ارادے سے نہیں آیا۔ بے شک یہ اپنے دل میں کوئی شراور برائی رکھتا ہے۔پھر جب انہوں نے اس کے بارے میں گفتگو کی جس بشارت کے لیے وہ آئے تھے تو آپ کی زوجہ محترمہ ہنس پڑی۔

(ج)ابن منذر نے عمرو بن دینار سے یہ قول نقل کیا ہے جب ملائکہ علیہم السلام ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمان بن کر تشریف لائے تو آپ نے ان کے سامنے بچھڑا رکھا۔انہوں نے کہا: ہم اسے نہیں کھائیں گے مگرثمن کے عوض۔آپ نے کہا؛ کھاؤ اور اس کے ثمن اداکرو۔انہوں نے پوچھا: اس کے ثمن کیا ہیں؟ آپ نے کہا جب تم کھاؤ تو اللہ تعالیٰ کانام لینا (یعنی شروع کرنے سے پہلے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** پڑھنا) اور جب فارغ ہوتو اللہ تعالیٰ کی حمدوثناء بیان کرنا (یعنی **الحمدللہ** کہنا):آپ نے فرمایا کہ انہوں نے

(أ)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۱۴۔

(ب)تفسیر عبدالرزاق الصعانی، ج۱، ص۳۰۵؛ تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۱۵۔

(ج)ابن منذر کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ا)یزید بن أبی یزید ضبعی، أبو أزہر بصری، الرشک کے نام سے معروف ہیں۔ ان کے شیوخ میں، عبداللہ بن أنس، مطرف بن عبداللہ اور أبو زید أنصاری شامل ہیں۔ ان سے شعبہ،معمر، جعفربن سلیمان اور أبو قدامہ نے روایتیں کی ہیں۔ انہوں نے ۱۳۰ھ(۷۴۷ء)میں وفات پائی۔ أبو حاتم، اور ابن سعد نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج۷، ص۱۹۶، رقم: ۹۱۰۶؛ ابن منجویہ، رجال صحیح مسلم، ج۲، ص۳۵۹، رقم:۱۸۷۴؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج۷، ص۱۸۴، رقم:۳۱۸۷؛ ابن أبی حاتم، الجرح والتعدیل، ج۹، ص۳۶۱، رقم:۱۲۶۸۔

آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا: اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیل بنایا ہے ۔

(اُ)ابن جریر نے سدیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ علیہم السلام کو بھیجا،تا کہ وہ قوم لوط کوتباہ وبرباد کردیں۔تووہ نوجوان مردوں کی صورت میں چلتے ہوئے آئے یہاں تک کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آکرٹھہرے اور ان کے مہمان بن گئے،جب آپ نے ان کی طرف دیکھا تو آپ جلدی سے اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک موٹا سابچھڑا لا کراسے ذبح کردیا۔ پھر اسے گرم پتھروں پر بھونا اور یہی حنیذ ہے۔ پھر آپ ان کے پاس آئے اور ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ سارہ ان کی خدمت کے لیے کھڑی رہیں۔ پس اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے"وَامْـرَاَتُـهٗ قَـآئِـمَةٌ"اور قرأت ابن مسعود میں ہے۔کہ آپ کی بیوی کھڑی تھی اور آپ بیٹھے ہوئے تھے فَقَـرَّبَـهٗ اِلَيۡـهِـمۡ قَـالَ اَلَا تَاۡكُلُوۡنَ ٥(١) پس جب آپ نے کھانا ان کے قریب کیا تو کہا کیا تم نہیں کھاؤ گے؟ انہوں نے جواب دیا: اے ابراہیم! بے شک ہم ثمن ادا کیے بغیر کھانا نہیں کھائیں گے۔تو آپ نے کہا: بلاشبہ اس کے بھی ثمن ہیں۔ انہوں نے پوچھا: اس کے ثمن کیا ہیں؟ آپ نے کہا: کہ اس کے شروع میں تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور آخر میں اس کی حمدوثناء بیان کرو۔تو جبرائیل علیہ السلام نے میکائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا اور کہا ان کا حق ہے کہ ان کا رب انہیں خلیل بنائے۔ پس جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو کہنے لگے: وہ نہیں کھائیں گے۔ آپ ان سے گھبراگئے اور دل ہی دل میں ڈر محسوس کرنے لگے۔ جب سارہ نے آپ کی طرف دیکھا کہ آپ نے ان کی عزت وتکریم کی ہے اور وہ بھی ان کی خدمت کے لیے کھڑی ہیں ، تو آپ ہنس پڑی اور کہا ہمارے یہ مہمان بھی عجیب ہیں کہ ہم ان کی عزت وتکریم کے لیے بذات خودخدمت میں لگے ہوئے ہیں اور یہ ہمارا کھانا نہیں کھاتے۔ اس وقت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے کہا: تجھے بچے کی خوش خبری ہو، اس کا نام اسحاق ہے اور اسحاق کے پیچھے یعقوب ہے۔تو آپ نے تعجب کے ساتھ ہاتھ چہرے پر مارا۔ اسی کے بارے میں یہ ارشاد ہے "فَصَكَّتۡ وَجهَهَا قَالَتۡ يَا وَيۡلَتَى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوزٌ وَهٰـذَا بَعۡلِىۡ شَيۡخاًهٰـذَا لَشَيۡءٌ عَجِيۡبٌ .قَالُوۡا اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ اِنَّهٗ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ"(٢) سارہ نے کہا: اس کی نشانی کیا ہے؟ تو انہوں نے اپنے ہاتھ میں ایک خشک ٹہنی پکڑی اور اسے اپنی

(اُ)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۳۲۸؛ تاریخ الطبری، ذکر الخبر عن صفۃ فعل ابراھیم، ج۱، ص۱۶۴۔

(۱)(الذاریات:۲۷)

(۲)(الذاریات:۲۷۔۷۳)

انگلیوں کے درمیان ٹیڑھا کیا۔ پھر اسے ہلایا تو وہ سبز ہوگئی۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا: تب وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ذبح کیا جائے گا۔(ا)

(اُ)ابن منذر نے مغیرہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مصحف ابن مسعود میں اس طرح ہے "وَامْرَاءَتُهُ قَائِمَةٌ وَهوَ جَالِسٌ" کہ ان کی بیوی کھڑی تھی اور وہ خود بیٹھے ہوئے تھے۔

(اُ)روایت نہیں ملی۔

(ا)اس طرح ابن جریرؒ نے عن ابی کریب عن زید بن حباب عن الحسن بن دینار عن علی بن زید بن جدعان عن الحسن عن لأحنف بن قیس عن العباس بن عبدالمطلب کی سند سے نبی ﷺ سے روایت بیان کیا ہے کہ و فدیناہ بذبح عظیم سے مراد اسحاق علیہ السلام ہے۔ایک دوسری روایت میں ابن جریر نے فرمایا :مجھے ابن علیہ نے حدیث بیان کی ہے اور ان سے داود اور ان سے عکرمہؒ نے ابن عباسؓ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام تھے دیکھیں :(تفسیر الطبری، سورۃ الصافات، ج۲۱،ص۷۹،۸۰)محمود آلوسیؒ نے تفسیر روح المعانی میں پہلی روایت کی سند پر جرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ حسن بن دینار متروک اور اس کا شیخ (علی بن زید بن جدعان)منکر الحدیث ہے۔ دیکھیں:(آلوسی،روح المعانی، سورۃالحج، ج۲۳، ص۱۳۵)مشہور محدث و متکلم ابن قیمؒ نے اپنی کتاب زاد المعاد میں (الذبیح أنه اسماعیل علیه السلام) کے ضمن میں فرمایا: اسحاق علیہ السلام کو ذبیح کہنے کا قول بیس وجوہات کی بناء پر باطل ہے۔ میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ قول (أن الذبیح اسحاق) اہل کتاب سے قبول کے حد تک منقول ہے۔ حالانکہ ان کی اپنی کتاب کے نصوص کے بناء پر باطل ہے۔ اس لیے کہ اس میں منقول ہے کہ اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنی سب سے چھوٹے بیٹے کے ذبح کا حکم دیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس میں اہل کتاب اور مسلمان متفق ہیں کہ اسماعیل علیہ السلام ان کے سب سے چھوٹی اولاد میں سے تھے۔ اور یہ کہنے کی گنجائش کیسے ہو سکتی ہے کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام تھے حالانکہ اللہ تعالی نے ام اسحاق کو اسحاق اور اس کے بیٹے یعقوب علیہ السلام کی خوش خبری دی تھی۔ پس اللہ تعالی نے فرشتوں سے نقل کیا ہے کہ جب وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوش خبری لے کر آئے تو ان سے کہا: (لا تخف انا ارسلنا الی قوم لوط و امرأته قائمة فضحکت فبشرناها باسحاق و من وراء اسحاق یعقوب)[هود:۷۱]پس یہ محال ہے کہ اسے یہ خوشخبری بھی دے کہ اس کا بیٹا ہوگا پھر ذبح کرنے کا حکم بھی دے دیکھیں: ابن قیم،زادالمعاد، ج۱،ص۲۹؛ ابن کثیرؒ نے ابن جریر کے مذہب (أن الذبیح اسحاق) پر رد کرتے ہوئے فرمایاہے:کسی نے اس طرف رجحان ظاہر نہیں کیا ہے بلکہ یہ بعید از عقل ہے۔ اور وہ روایت جس سے محمد بن کعب القرظی نے استدلال کیاہے اس بات پر کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام تھے، سب سے زیادہ ثابت، صحیح ترین اور قوی ترین روایت ہے۔ واللہ أعلم، دیکھیں:ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، سورۃ الصافات، ج۷، ص۳۵۔

(اَ)عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جب ابراہیم علیہ السلام اپنے دل میں اندیشہ کرنے لگے تو فرشتوں نے اس وقت آپ کو اس عذاب کے متعلق بتایا جس کے ساتھ وہ آئیں ہوئے تھے اور ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ قوم لوط کی غفلت پر جس میں وہ پڑے ہوئے تھے اور جو ان پر آنے والے عذاب پر تعجب کرتے ہوئے ہنس پڑی۔

(ب)عبدبن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن عباسؓ سے "فضحکت" کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ حائضہ ہوگئیں حالانکہ آپ کی عمراٹھا نوے سال تھی۔

(ج)ابن جریر نے فضحکت کے بارے میں مجاہدؒ سے نقل کیا ہے آپ نے فرمایا: انہیں حیض آنے لگا جب کہ ان کی عمر نوے سال سے زائد تھی۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی عمر سوسال تھی۔

(د)ابوالشیخ نے فضحکت کے بارے میں عکرمہؒ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے کہ آپ کو حیض آنے لگا۔شاعر کا قول ہے۔

اِنِّی لَاٰتِی الْعُرْسَ عِنْدَ طُهُوْرِهَا   وَاَهْجُرُهَا یَوْمًا اِذَاهِیَ ضَاحِكٌ

"بے شک میں اپنی دلہن کے پاس طہارت کے وقت آتا ہوں اور اس روزاسے چھوڑدیتا ہوں جب وہ حاضرہ ہو"۔

(ھ)ابن عساکر نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: سارہ کا نام یسارہ تھا۔پھر جب جبرئیل علیہ السلام نے انہیں یوں بلایا اے سارہ! تو آپ نے کہا: بے شک میرا نام تو یسارہ ہے تو آپ مجھے

(اُ)تفسیر عبدالرزاق الصعانی، سورۃ ھود، ج۱، ص۳۰۶؛ تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۳۱۵۔۱۸۳۱۶؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۱۷۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۲۱۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۳۲۰۔

(د)ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔شعر کے لیے دیکھیں:محمود آلوسی، روح المعانی، داراحیاء التراث العربی،بیروت، ج۱۲، ص۹۸؛ الشوکانی فتح القدیر، ج۲، ص۴۷۳،

(ھ)ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۶۹، ص۱۸۱۔

سارہ کیسے کہہ رہے ہیں؟ ضحاک نے فرمایا: یسارہ اس بانجھ عورت کو کہتے ہیں جو بچے جننے کے قابل نہ ہواور سارہ اس عورت کو کہتے ہیں جو آزاد رحم والی ہو اور بچہ جننے کے قابل ہو۔ پس جبریل علیہ السلام نے انہیں کہا: بے شک آپ یسارہ تھی، حاملہ ہونے کے قابل نہ تھیں لیکن اب سارہ ہوگئی ہیں اور بچے کے ساتھ حاملہ ہونے اور اسے جننے کے قابل ہیں۔ اس پر سارہ نے کہا: اے جبریل! تم نے میرا نام کم کردیا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے کہ آپ کے نام کے اس حرف کو آنے والے زمانے میں آپ کی اولاد میں سے ایک بچے کے نام میں رکھے گا اور وہ یہ کہ اس کا نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہے پس اس کا نام یحییٰ رکھا۔

(أ)ابن عبدالحکم(۱) نے فتوح مصر میں کلبی عن ابی صالح عن ابن عباسؓ کی سند سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: سارہ کا حسن حوا علیہا السلام کے حسن کی مانند تھا۔

(ب)ابن عبدالحکم نے فتوح مصر میں علی بن ابی طالبؓ سے روایت کیا ہے کہ سارہؓ ایک بادشاہ کی بیٹی تھیں اور آپ کوحسن عطا کیا گیا تھا۔

(ج)ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے اس ارشاد "**فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِن وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ**" کے بارے میں ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: یعقوب علیہ السلام آپ کے پوتے ہیں۔

(د)ابن الانباری نے کتاب الوقف والابتداء میں حسان بن ابجر(۲) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں

(أ)ابن عبدالحکم، عبدالرحمن بن عبداللہ عبدالحکم، فتوح مصر وأخبارھا، تحقیق محمد الحجیری، دار الفکر، بیروت،ط۱، ۱۴۱۶ھ۔ ۱۹۹۶م،باب ذکر دخول ابراھیم مصر، ص۱۲۔

(ب)ابن عبدالحکم، فتوح مصر،باب ذکر ظفر العمالقۃ بمصر وأمر یوسف، ص۱۴۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۳۲۷،تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۲۴۔

(د) ابن الأنباری کی کتاب ’’الوقف و الابتداء‘‘ نہیں ملی۔

(۱)ابن عبدالحکم : عبدالرحمن بن عبداللہ بن عبدالحکم، أبوالقاسم، مؤرخ اور حدیث کے علماء میں سے تھے۔مصر میں پیدا ہوئے اور ۲۵۷ھ(۸۷۱ء)کومصر میں وفات پائے۔ ان سے امام نسائی اور أبو حاتم نے روایتیں کی ہیں ان کے تصنفات میں فتوح مصروأخبارھا، فتوح مصروالمغرب والأندلس، اور سیرۃ عمربن عبدالعزیز شامل ہیں۔ دیکھیں: الزرکلی، لأعلام، ج۳، ص۳۱۳؛ السیوطی، حسن المحاضرۃ، ج۱، ص۴۴۶، رقم:۱۳؛ النسائی، مشیخۃ النسائی،ص۷۰، رقم:۱۵۹۔

(۲)حسان بن ابجر کی حالات زندگی نہیں ملی۔

ابن عباسؓ کے پاس تھا۔تو آپ کے پاس تھا۔تو آپ کے پاس بنی ہذیل کا ایک آدمی آیا۔ ابن عباس نے اسے پوچھا فلاں کو کیا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا:وہ مرگیا ہے۔ اس نے چار بچے چھوڑے ہیں اور ان کے پیچھے تین ہیں۔تو ابن عباسؓ نے فرمایا:فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِن وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ میں کا بیٹا (پوتا) مراد ہے۔

(أ)ابن الانباری نے شعبیؒ سے بیان کیا ہے کہ آیت میں بیٹے کے بیٹے (پوتے) کاذکر ہے۔

(ب)ابن ابی حاتم نے ضمرہ بن حبیب(ا) سے بیان کیا ہے کہ سارہ کو جب بھیجے ہوئے فرشتوں نے اسحاق کی بشارت دی۔راوی کا بیان ہے اسی اثناء میں کہ وہ چل رہی تھیں اور ان سے باتیں کررہی تھیں انہیں حیض شروع ہوگیا۔ پس وہ اسحاق سے حاملہ ہونے سے قبل حائضہ ہوئیں۔جب فرشتوں نے انہیں بشارت دی تھی تو انہوں نے فرشتوں کو یہ کہا تھا۔تحقیق میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور ابراہیم علیہ السلام بھی بوڑھے ہوچکے ہیں۔سومیں حاملہ نہیں ہوں گی۔جب کہ میں بھی بوڑھی ہوں اور وہ بھی بوڑھے ہی تو کیا میں بچے کو جنم دے سکتی ہوں؟ تو فرشتوں نے جوابا کہا: اے سارہ! کیا اس پر تعجب کر رہی ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کتنے ایسے کام کیے ہیں جو اس سے بھی بہت عظیم اور بڑے ہیں۔بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور اپنی برکتیں تم پر فرمائی ہیں۔اے گھرانے والو! بے شک وہ ہر طرح تعریف کیا ہوا بڑی شان والا ہے۔

(ج)ابن الانباری اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ أَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَٰذَا بَعْلِي شَيْخًا کی تفسیر میں قتادہؒ نے فرمایا۔ان دنوں سارہ کی عمر ستر برس تھی اور ابراہیم علیہ السلام کی عمر نوے برس۔

(د)ابن حاتم نے ابومالک سے بیان کیا ہے کہ بَعْلِيْ کا معنی"زوجی"ہے یعنی میرا خاوند۔

(أ)ابن الأنباری کی کتاب نہیں ملی۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۲۳۔

(ج)ابن الأنباری اور ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۲۸۔

(ا)ضمرہ بن حبیب زبیدی،أبو عتبہ یا ابو بشر، تابعی تھے وہ ابوامامہ اور سلمہ ابن نفیل سکونی سے روایت کرتے ہیں اور ان سے بلال بن یساف اور اہل شام نے روایتیں کی ہیں انہوں نے ۱۳۰ھ(۷۴۷ء)میں وفات پائی۔ دیکھیں:ابن سعد، الطبقات الکبری، ج۷، ص۳۲۲، رقم:۲۹۰۰؛ ابن حبان، الثقات، ج۲، ص۲۴۲، رقم:۱۹۰۸؛ ابن حجر، تقریب،ج۱، ص۲۵۶، رقم:۳۲۰۰؛ العجلی، تاریخ الثقات، ص۲۳۲، رقم:۷۱۳؛ ابن أبی حاتم،الجرح والتعدیل،ج۴، ص۴۶۷،رقم:۲۰۷۱۔

(أ)ابوالشیخ نے ضرار بن مرہ سے اور انہوں نے اہل مسجد کے شیخ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو ایک سوسترہ برس کی عمر کے بعد بشارت دی گئی۔

(ب)ابوالشیخ نے زید بن علیؒ(۱) سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب ملائکہ نے سارہؑ کو بشارت دی تو انہوں نے کہا: ءَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَذَا بَعْلِي شَيْخاً إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ توملائکہ نے سارہ کے جواب میں کہا:أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللّهِ رَحْمَتُ اللّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ فرمایا یہ اس ارشادگرامی کی طرح ہے۔وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ(۲)یعنی ابراہیم علیہ اسلام کے پیچھے محمد اور آپ کی آل کو باقی رہنے والا بنایا۔

(ج)ابن منذر، ابن ابی حاتم،حاکم اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ رَحْمَتُ اللّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ کے ضمن میں عطاء بن ابی رباحؒ نے فرمایا: میں ابن عباسؓ کے پاس تھا کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے سلام عرض کیا تو میں نے جواب میں یہ الفاظ کہے:وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ ومغفرته تو ابن عباس نے فرمایا: وہاں رک جاؤ جہاں ملائکہ پہنچ کررک گئے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:رَحْمَتُ اللّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ

(د)بیہقیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک سائل دروازے پر کھڑا ہوااور آپ میمونہؓ کے پاس تھے تو اس نے کہا"اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اهلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَتُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ وَصَلَوَاتُهُ وَمَغْفِرَتُهُ"تو ابن عباسؓ

(أ)روایت نہیں ملی۔

(ب) روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۳۱۔الحاکم، المستدرک، کتاب التفسیر،تفسیرسورۃ ھود، رقم:۳۳۱۶؛ البیہقی،شعب الایمان، باب مقاربۃ أھل الدین ومواد تھم،فصل فی کیفیۃ السلام۔ رقم:۸۴۸۷۔

(د) البیہقی،شعب الایمان، باب المناسک، رقم:۴۰۹۴۔

(۱) زید بن علی بن حسین بن علی بن أبی طالب ہاشمی، علوی، مدنی اپنے بھائی أبو جعفر باقر،عروہ اوراپنے والد سے روایت کرتا ہے۔ ان سے ان کے بھائی جعفر بن محمد، شعبہ،فضیل بن مرزوق اور دوسرے لوگ شامل ہیں۔ انہوں نے ۱۲۲ھ(۷۴۰ء)کو خلافت ہشام بن عبدالملک میں خروج کیا چنانچہ ان کو شہید کرکے مصلوب کیاگیا۔ ابن حجر نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں: ابن حجر،تقریب، ص۲۲۴، رقم:۲۱۴۹؛ الذھبی، سیر أعلام النبلاء، ج۵، ص۳۸۹، رقم:۱۷۸؛ الزرکلی، الأعلام، ج۳، ص۵۹۔

(۲)(الزخرف:۲۸)

نے فرمایا: سلام وہیں ختم کردو جہاں تک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

(اُ)ابوالشیخ اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں عطاءؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں ابن عباسؓ کے پاس تھا۔ تو ایک سائل آیا اور اس نے کہا"اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَمَغْفِرَتُهٗ وَصَلَوَاتُهٗ"تو ابن عباسؓ نے فرمایا: یہ کیسا سلام ہے۔ آپ غصے میں آگئے حتیٰ کہ آپ کے رخسار سرخ ہو گئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے سلام کی ایک حد بیان کی ہے پھر اس کی انتہا ہے اور اس کے آگے سے منع کیا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

(ب)بیہقیؒ نے ابن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے آپ سے کہا "سَلَامٌ وَعَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَمَغْفِرَتُهٗ"تو ابن عباسؓ نے اسے جھڑک دیا اور فرمایا تیرے لیے اتنا کافی تھا کہ تو وَبَرَكَتُهٗ پر رک جاتا ،جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ (74)

"جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور ان کی خوش خبری بھی مل گئی تو قوم لوط کے بارے میں لگے ہم سے بحث کرنے "۔

(ج)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مجاہدؒ سے بیان کیا ہے کہ آیت طیبہ میں الرَّوْعُ سے مراد فرق ہے اور يُجَادِلُنَا کا معنی ہے وہ ہم سے جھگڑنے لگے۔

(د)ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے فرمایا: الــروْعُ کا معنی خوف ہے اور الْبُشْرٰى سے مراد اسحاق علیہ السلام کی بشارت ہے۔

(اُ)البیہقی،شعب الایمان، باب مقاربۃ أهل الدين ومواددتهم، فصل فی کیفیۃ السلام و کیفیۃ الرد۔ رقم:۸۴۸۸۔

(ب)البیہقی،شعب الایمان، باب مقاربۃ أهل الدين ومواددتهم،فصل فی کیفیۃ السلام و کیفیۃ الرد۔ رقم:۸۴۸۸۔

(ج)تفسیر الطبر ی، سورۃ هود، رقم:۱۸۳۳۶، ۱۸۳۳۹؛تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ هود، رقم:۱۱۰۳۲، ۱۱۰۳۹_تفسیر الطبر ی اور تفسیر ابن أبي حاتم میں "فلما ذهب عن ابراهيم الروع و جاءته البشرىٰ" کے معنی الفرق لکھا ہوا ہے یعنی ڈر اور گھبراہٹ الغرق نہیں ملا۔ جیسا کہ الدرالمنثور میں ذکر ہے۔

(د)تفسیر الطبر ی، سورۃ هود، رقم:۱۸۳۴۱؛تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ هود، رقم:۱۱۰۳۳، ۱۱۰۳۵۔

(أ)عبدالرزاق اور ابوالشیخ دونوں نے بیان کیا ہے کہ وَجَآئَتۡهُ الۡبُشۡرٰی کے تحت قتادہؒ نے فرمایا کہ جب فرشتوں نے آپ کو خبردی کہ انہیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے اور یہ کہ وہ صرف اس کے ارادے سے نہیں آئے۔ اور یُجَادِلُنَا فِیۡ قَوۡمِ لُوۡطٍ کی تفسیر میں کہا: کہ آپ نے اس دن فرشتوں سے کہا: تمہارا کیا خیال ہے اگر ان میں پچاس مسلمان ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: اگر ان میں پچاس مسلمان ہوئے تو ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے۔ پھر آپ نے کہا: اگر چالیس ہوں تو؟ انہوں نے جواب دیا: چالیس بھی ہوں تو بھی ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے۔ پھر آپ نے پوچھا: اگر تیس ہوں تو؟ انہوں نے جوابا کہا: تیس ہوں تو بھی۔ حتی کہ آپ دس تک پہنچ گئے۔ انہوں نے جواب دیا اگر اس میں دس بھی ہوں تو بھی۔ آپ نے فرمایا: کوئی قوم ایسی نہیں ہوتی جس میں دس افراد بھی ایسے نہ ہوں جن میں خیر اور نیکی ہو۔ قتادہؒ نے فرمایا: بے شک لوط علیہ السلام کی بستی میں چار لاکھ افراد تھے یا ان میں سے جتنے اللہ نے چاہے۔

(ب)ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ یُجَادِلُنَا فِیۡ قَوۡمِ لُوۡطٍ کے بارے میں سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ جب جبرائیل علیہ السلام اپنے ساتھ فرشتوں کو لے کر ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ کو بتایا کہ وہ قوم لوط کو ہلاک کرنے والے ہیں۔تو آپ نے کہا: کیا تم اس بستی کو ہلاک کرو گے جس میں چار سو مومن ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا جس میں تین سو مومن ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ آپ نے پھر پوچھا: اگر دوسو مؤمن ہوں تو؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: اگر سومومن ہوں تو؟ انہوں نے جوابا کہا:نہیں۔ آپ نے پھر پوچھا: کیا پچاس مومن ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ آپ نے پھر پوچھا: اگر دوسو مومن ہوں تو؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: کیا چالیس ہوں تو؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ آپ نے پھر کہا۔ کیا چودہ مؤمن ہوں تو؟ آپ نے فرمایا: نہیں اور ابراہیم علیہ السلام نے یہ خیال کیا کہ لوط علیہ السلام کی بیوی سمیت وہ چودہ افراد ہیں اور ان میں تیرہ مومن ہیں اور جبرائیل علیہ السلام نے بھی اسے پہچان لیا تھا۔

(ج)ابن جریر اور ابن منذر نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ جب ملائکہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو کہا؛ اگر ان میں پانچ افراد بھی نماز پڑھتے ہوتے تو ان سے

(أ)عبدالرزاق،تفسیر الصنعانی، ج۱، ص۳۰۸،۳۰۹۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۴۰۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۳۴۲۔تاریخ الطبری،ج۱،ص۱۲۸۔

عذاب اٹھالیا جاتا۔

إِنَّ إِبْـرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ (75)يَـا إِبْـرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ (76)

"بے شک ابراہیم بڑے تحمل والے نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے۔ اے ابراہیم اس بات کو جانے دو تمہارے پروردگار کا حکم آپہنچا ہے اور ان لوگوں پر عذاب آنے والا ہے جو کبھی نہیں ٹلنے کا"۔

(أ)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا حلم اپنے موصوف کے لیے دنیا اور آخرت کی عظمتیں جمع کرنا ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حلم کے ساتھ متصف فرمایا ہے اور فرمایا ہے إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ.

(ب)ابوالشیخ نے ضمرہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حلم عقل سے زیادہ بلند اور اعلی ہے۔کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے۔

(ج)ابوالشیخ نے عمرو بن میمون سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: کہ اَوّاہ کا معنی الرحیم(رحم دل) ہے۔ اور الحلیم کا معنی الشیخ (بزرگ) ہے۔

(د)بیہقیؒ نے شعب الایمان میں حسنؒ سے اسی آیت کے تحت یہ بیان کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اس طرح تھے کہ انہوں نے جب کوئی بات کی۔ تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کی۔ جب کوئی عمل کیا تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کیا اور جب نیت کی تو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کی۔

(ھ)ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا:مُّنِيبٌ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف بڑھنے والا اور متوجہ ہونے والا ہو۔

(و)ابن ابی حاتم نے ابن زید سے یہ قول بیان کیا ہے کہ منیب الی اللہ وہ ہے جو اس اللہ تعالیٰ کی

(أ)وایت نہیں ملی۔

(ب)وایت نہیں ملی۔

(ج)ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د)البیہقی،شعب الایمان، باب اخلاص العمل للہ عزوجل و ترک الریاء، رقم:۶۴۸۵۔

(ھ)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۴۶۔

(و)روایت نہیں ملی۔

اطاعت کرنے والا ہو،جس نے اسے اپنی اطاعت اور امر کی طرف متوجہ کیا ہے اور وہ ان امور کو چھوڑ دے جو وہ اس سے پہلے کررہا تھا۔

(أ)ابن حاتم نے قتادہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مُنِیبٌ وہ ہوتا ہے جو اپنے عمل میں اللہ تعالی کی رضا کے لیے مخلص ہو۔

وَلَمَّا جَاءتْ رُسُلُنَا لُوطاً سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعاً وَقَالَ هَـذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ (77)

"اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ ان (کے آنے)سے غمناک اور تنگ دل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مشکل کا دن ہے"۔

(ب)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا کہ لوط علیہ السلام اپنی قوم کی بری عادات کی وجہ سے انتہائی دل گیراور غم زدہ ہوئے اور اپنے مہمانوں کی وجہ سے انتہائی پریشان ہوئے اور فرمایا:عَصِيبٌ بمعنی شدید ہے۔یعنی انتہائی سخت دن۔

(ج)عبدالرزاق اور عبد بن حمیدنے اس آیت کے ضمن میں قتادہؒ سے بیان کیا ہے آپ اپنی قوم کے بارے میں بدگمانی کے سبب اپنے مہمانوں پر ان سے خوف کھانے لگے اور اپنے مہمانوں کے بارے میں خوف رکھنے کے سبب آپ انتہائی پریشان ہوئے۔

(د)ابن الانباری نے الوقف والابتداء میں اور طستیؒ نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان سے کہا؛ مجھے يَوْمٌ عَصِيبٌ کا مفہوم بتایئے تو آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے یوم شدید۔انتہائی سخت دن۔تو انہوں نے کہا: کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں کیا تونے شاعر کونہیں سنا۔ وہ کہتا ہے:

هُمْ ضَرَبُوْا قَوَانِسَ خَيلِْ حِجْر   بِجَنْبِ الرَّدْءِ فِي يَوْمٍ عصيبٍ

"ایک انتہائی سخت دن بوجھ کے پہلو میں سے حجر کے گھوڑے کی چوٹی پرانہوں نے تلوار کا وار کیا"۔

(أ)تفسیر ابن أبی حاتم میں روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۳۵۰،۱۸۳۶۰؛تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۵۳،۱۱۰۵۵،۱۱۰۵۶۔

(ج)عبدالرزاق،تفسیر الصنعانی، ج۲،ص ۹۷۔

(د)الطستی، مسائل نافع،ص۱۱۹، رقم:۶۷؛ الطستی کی روایت :السیوطی، الاتقان، ج۱،ص۳۴۴ میں بھی ملی۔

اور عدی بن زید(۱) نے کہا:

فَكُنْتُ لَوْ آنّي خَصمُكَ لَمْ اُعَوِّدْ   وَ قَدْ سَلكُوْكَ فِيْ يَوْمِ عَصِيْبِ(۲)

"پس میں اگر تیرا دشمن ہوں تو میں بوڑھا نہیں ہوااور لوگوں نے تجھے ایک سخت دن میں داخل کردیا"۔

وَجَاءهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِن قَبْلُ كَانُواْ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَا قَوْمِ هَـؤُلاء بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُواْ اللّهَ وَلاَ تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ (78)قَالُواْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ (79)قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ (80)قَالُواْ يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَن يَصِلُواْ إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَلاَ يَلْتَفِتْ مِنكُمْ أَحَدٌ إِلاَّ امْرَأَتَكَ إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَا أَصَابَهُمْ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ (81) فَلَمَّا جَاء أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ (82)مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ (83)

"اور لوط کی قوم کے لوگ ان کے پاس بے تحاشا دوڑتے ہوئے آئے اور یہ لوگ پہلے ہی سے فعل شنیع کیا کرتے تھے (لوط نے)کہا کہ اے قوم!یہ (جو)میرے (قوم کی) لڑکیاں ہیں یہ تمہارے لئے(جائز اور)پاک ہیں تو خدا سے ڈرو اور میرے مہمانوں (کے بارے)میں میری آبرو نہ کھوؤ۔کیا تم میں کوئی بھی شائستہ آدمی نہیں؟ وہ بولے تم کومعلوم ہے کہ تمہاری (قوم کی) بیٹیوں کی ہمیں کچھ حاجت نہیں اور جو ہماری غرض ہے اسے تم (خوب)جانتے ہو (لوط نے)کہا اے کاش مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط قلعے میں پناہ پکڑ سکتا فرشتوں نے کہا کہ ھود ہم تمہارے پروردگار کے فرشتے ہیں یہ لوگ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکیں گےتم رات سے اپنے گھر والوں کو لے کر چل لو اورتم میں سے کوئی شخص پیچھے پھر کر نہ دیکھے مگر تمہاری بیوی کہ جو آفت ان پر پڑنے والی ہے وہی اس پر پڑے گی ان کے (عذاب کے) وعدے کا وقت صبح ہے اور کیا صبح کوئی دور ہے؟ تو جب ہمارا حکم آیا ہم نے اس (بستی) کو (الٹ کر)نیچے اوپر کر دیا ان پر پتھر کی تہ بہ تہہ (یعنی پے درپے)کنکریاں جن پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نشان کیے

---

(۱)عدی بن زید بن مالک بن عدی بن رقاع، اُبوداؤد، اہل دمشق کےمشہور اورعظیم شاعر تھے وہ بنوامیہ کے شاعر اور خاص طور پر ولید بن عبدالملک کے مداح تھے۔ ان کی بیٹی بھی شاعرہ تھی جن کا نام سلمیٰ تھا۔ دیوان شعر کے نام سے ان کی ایک دیوان بھی ہے جومطبوع نہیں ہے۔ دیکھیں:الزرکلی، الأعلام، ج۴، ص۲۲۱؛ اُبو الفرج اصبہانی، الأغانی، باب طبقتہ بین الشعراء، ج۹، ص۳۵۰۔

(۲) شعر کے لیے دیکھیں:اُبو الفرج اُصبہانی، الأغانی، باب عدی فی حبس النعمان یقول شعرا، ج۲، ص۱۰۳۔

ہوئے تھے اور وہ (بستی ان) ظالموں سے کچھ دور نہیں "۔

(أ)ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: آیت میں **يُهْرَعُوْنَ** کا لفظ **يسرعون** کے معنی میں ہے یعنی تیز چلتے ہوئے اور **وَمِن قَبْلُ كَانُواْ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ** کا مفہوم یہ ہے کہ وہ مردوں کے ساتھ لواطت کرتے تھے۔

(ب)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ **يُهْرَعُونَ** کا معنی ہے ان کی طرف دوڑتے ہوئے آئے۔

(ج)طستی نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے آپ سے کہا کہ **يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ** کا مفہوم تو بتایئے۔ تو آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے۔کہ وہ انتہائی غضب اور غصے کے ساتھ آپ کی طرف آئے۔ انھوں نے کہا: کیا عرب اس معنی سے آشنا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے شاعر کو نہیں سنا کہ وہ کہتا ہے:

أَتَوْنَا يُهْرَعُوْنَ وَهُمْ أُسَارَىٰ   سُيُوْفُهُمْ عَلَىٰ رَغْمِ الْاَنُوْفِ

"وہ ہماری جانب غصے سے لبریز تیز رو آئے درآنحالیکہ وہ قیدی تھے اور ان کی تلواریں خاک آلود ناپسندیدہ حال میں تھیں"۔

(د)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ سدیؒ نے فرمایا: **كانوا يعملون السّيّات** کا مفہوم یہ ہے کہ وہ مردوں سے نکاح کرتے تھے۔

(ھ)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ **قَالَ يَا قَوْمِ هَـٰؤُلاءِ بَنَاتِي** کے ضمن میں ابن عباسؓ نے فرمایا کہ لوط علیہ السلام نے اپنی قوم پر اپنی بیٹیاں پیش نہیں کیں نہ زنا کے لیے اور نہ ہی نکاح کے لیے۔ بلکہ

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۳۷۱؛تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۶۰۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۵۹۔

(ج)الطستی، مسائل نافع،ص۱۱۷، رقم:۶۲؛ الطستی کی روایت الاتقان میں بھی ملی ۔ دیکھیں:السیوطی، الاتقان، ج۱، ص۳۴۱،رقم:۱۲۳۳۱۔

(د) تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۶۴

(ھ) ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی ۔ روایت کے لیے دیکھیں:أبو حیان اندلسی، بحرالمحیط، سورۃ ھود، ج۵، ۲۴۶، ۲۴۷۔

انہوں نے صرف یہ کہا: یہ تمہاری عورتوں کی بیٹیاں ہیں۔ کیونکہ نبی جب اپنی قوم کے درمیان موجود ہو،تو وہ ان کا باپ ہوتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهٰتُهُمْ (۱)اور ابیؓ کی قرأت میں ہے "وھو ابوھم" کہ نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور نبی خود ان کا باپ ہے۔

(أ)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ هَـٰؤُلَاءِ بَنَاتِي کے بارے میں مجاہدؒ نے فرمایا: یہ آپ کی اپنی بیٹیاں نہیں تھیں بلکہ آپ کی امت میں سے تھیں اور ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔

(ب)ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیرؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے انہیں ان کی اپنی عورتوں کی طرف بلایا اور ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔

(ج)ابن ابی الدنیا اور ابن عسا کرنے بیان کیا ہے کہ سدیؒ نے هَـٰؤُلَاءِ بَنَاتِي کی تفسیر میں کہا: کہ آپ نے ان پر اپنی امت کی عورتیں پیش کیں اور ہر نبی اپنی امت کا باپ ہے۔اور عبداللہ کی قرأت میں ہے النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ و هو أب لهم وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ

(د)اسحاق بن بشر اور ابن عسا کرنے جویبر اور مقاتل کی سند سے ضحاک سے اور انہوں نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ جب فاسقوں نے لوط علیہ السلام کے مہمانوں کے بارے میں سنا تو وہ آپ کے دروازے تک آگئے۔ تو لوط علیہ السلام نے ان پر دروازہ بند کردیا۔ پھر آپ نے اوپر سے جھانک کر انہیں فرمایا: یہ میری بیٹیاں ہیں۔ پس آپ نے ان پر اپنی بیٹیاں نکاح کے لیے پیش کیں۔ آپ نے ان پر انہیں بدکاری اور زنا کے لیے تو پیش نہیں کیا۔ وہ کفار تھے اور آپ کی بیٹیاں مسلمان تھی۔پس جب آپ نے مصیبت دیکھی تو آپ کو رسوائی کا خوف لاحق ہوا،تو آپ نے انہیں شادی کی پیش کش کردی۔ آپ کی دو بیٹیاں تھیں ان میں سے ایک کا نام رغوثا اور دوسری کا نام ریثاتھا۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا نام دیوثا تھا۔

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۳۷۵؛تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۶۶۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۳۸۰؛تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۶۷۔

(ج)ابن عساکر،تاریخ دمشق،ج۵۰، ص۳۱۷؛ابو حیان اندلسی، بحر المحیط، سورۃ ھود، ج۵، ص۲۴۷۔

(د)ابن عساکر،تاریخ دمشق،ج۵۰، ص۳۱۳۔

(ا) الاحزاب:۶

آپ انہیں نیکی کا حکم دیتے رہے اور برائی سے روکتے رہے۔پس جب وہ بازنہ آئے اور نہ آپ انہیں واپس لوٹا سکے اور نہ انہوں نے اس پیش کش کو قبول کیا جو آپ نے بیٹیوں کے معاملہ میں انہیں کی تھیں۔ تو آپ نے کہا لَوْ أَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِيْ إِلَى رُكْنٍ شَدِيْدٍ یعنی اگر میری بھی کوئی جماعت یا گروہ ہوتا تو وہ یقیناً تمہارے اور اس کے درمیان حائل ہوجاتا۔پس انہوں نے دروازہ توڑدیا اور اندرداخل ہوگئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے اپنی وہ صورت اختیار فرمائی جس صورت میں وہ آسمان میں رہتے ہیں۔ پھر کہا: اے لوط! اے لوط! ڈریئے نہیں۔ہم ملائکہ ہیں۔وہ آپ کو ہرگزگزند نہیں پہنچا سکیں گے اور ہمیں ان کو عذاب دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ تو لوط علیہ السلام نے کہا: اے جبرائیل! علیہ السلام ابھی تم انہیں عذاب دوگے۔ درآنحالیکہ آپ ان پر انتہائی غمگین اور پریشان تھے تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: ان پر عذاب آنے کا مقررہ وقت صبح کا وقت ہے،کیا صبح (بالکل)قریب نہیں ہے۔ ابن عباس نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب دینے کا ارادہ کرتے تو بے شک رات کے پہلے حصہ میں وہ عذاب تیار کرتا ہے پھر صبح طلوع ہوتے ہی ان پر عذاب مسلط کر دیتا ہے۔ فرمایا قوم لوط کے لیے رات کے پہلے حصہ میں پتھر تیار کیے گئے تاکہ صبح کے وقت وہ پتھر ان پر برسائے جائیں۔اسی طرح قوم عاداور ثمودکو بھی صبح سویرے عذاب دیا گیا۔پس جب صبح طلوع ہوئی تو جبرائیل علیہ السلام قوم لوط کی ان بستیوں کی طرف گئے جن میں ان کے مرد، عورتیں اور باغات وغیرہ تھے اور انہیں اڑادیا۔ پہلے انہیں اکٹھا کیا اور لپیٹا، پھر انہیں زمین کی جڑ سے اکھیڑاپھر نیچے سے اپنے پر کے ساتھ انہیں اٹھالیا اور آسمان دنیا تک انہیں بلند کردیا کہ آسمان دنیا کے باسیوں نے کتوں، پرندوں،عورتوں اور مردوں کی آوازیں جبرئیل علیہ السلام کے پر کے نیچے سے سنیں۔پھر انہیں الٹا کرکے چھوڑ دیا۔پھر اس کے بعد اس پر پتھر برسائے۔اور وہ پتھر چرواہوں،تاجروں اور جو لوگ اپنے شہروں سے باہر تھے ان تمام تک پہنچے (اوروہ سب تباہ برباد ہوگئے)

(أ)ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حذیفہ بن یمان ؓ نے کہا کہ لوط علیہ السلام نے ان پر اپنی بیٹیاں شادی کے لیے پیش کیں اور ارادہ یہ کیا کہ وہ اپنی بیٹیوں کی شادی کے سبب اپنے مہمانوں کو بچالیں گے۔

(ب)عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ هَـؤُلاءِ بَنَاتِيْ هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ کی تفسیر میں قتادہ ؒ نے کہا ہے کہ ہود علیہ السلام نے انہیں عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: وہ تمہارے

(أ)تفسیر ابن أبی حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۶۹۔

(ب)عبدالرزاق، الصعانی، ج۱،ص۳۰۶؛تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۲۳۔

لیے پاک اور حلال ہیں۔

(أ)ابوالشیخ نے سدیؒ سے بیان کیا ہے کہ وَلاَ تُخْزُونِ فِيْ ضَيْفِيْ کا معنی ہے اور تم مجھے رسوانہ کرو میرے مہمانوں کے معاملہ میں۔

(ب)ابن ابی حاتم نے ابو مالکؒ سے بیان کیا ہے کہ رجل رشید سے مراد ایسا آدمی ہے جو نیکی کا حکم دیتا ہو اور برائی سے روکتا ہو۔

(ج)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا رَجُلٌ رَّشِيْدٌ وہ ہوتا ہے جو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے۔

(د)ابن ابی حاتم اور بیہقیؒ نے الاسماء والصفات میں آپ ہی سے یہ قول بیان کیا ہے أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ کا معنی ہے کیا تم میں سے ایک آدمی بھی نہیں ہے جو یہ کہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔"لاالہ الااللہ"

(ھ)ابوالشیخ نے عکرمہؒ سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

(و)ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ سدیؒ نے کہا کہ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ کا معنی ہے بے شک ہم صرف مردوں کا ارادہ رکھتے ہیں۔اور "الی رکن شدید" کی تفسیر میں کہا ہے کہ میں پناہ لے سکتا ایک ایسے مضبوط لشکر کی تو بالیقین میں تمہارے ساتھ قتال کرتا۔

(ز)ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:إِلَـى رُكْنٍ شَـدِيْـد سے مراد جماعت اور باپ کی جانب سے آدمی کے رشتہ دار ہیں۔

(أ)روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۷۲۔

(ج)روایت نہیں ملی۔

(د)تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۷۱؛ البیہقي، الأسماء والصفات، باب بیان أن اللہ جل ثناؤہ أسماء أخری،رقم:۲۰۵۔

(ھ)روایت نہیں ملی

(و)تفسیر الطبري، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۸۶،۱۸۴۸۸؛تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۷۴۔

(ز)تفسیر ابن أبي حاتم،سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۷۷۔

(أ)عبدالرزاق،ابن جریر اور ابن عساکر نے قتادہؒ سے بھی یہی معنی نقل کیا ہے۔

(ب)ابوالشیخ نے علیؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا: آدمی کا خاندان آدمی کے لیے زیادہ مفید ہے بنسبت آدمی کے اپنے خاندان کے لیے۔کیونکہ اگر اس نے ایک ہاتھ روکا تو وہ باوجود اپنی محبت، حفاظ اور نصرت کے بہت سے ہاتھ اس سے روک لیں گے۔یہاں تک کہ بسا اوقات ایک آدمی دوسرے آدمی کے لیے ناراض اور غصے میں ہوتا ہے اور وہ اسے صرف اپنے ذہن اور گمان کے مطابق ہی پہچان سکتا ہے۔میں عنقریب تم پر اس سے متعلق اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کئی آیات تلاوت کروں گا۔پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:لَوْ أَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِيْ إِلَى رُكْنٍ شَدِيْد۔علیؓ نے فرمایا:إِلَى رُكْنٍ شَدِيْد سے مراد العشيرة ہے۔یعنی خاندان،باپ کی جانب سے آدمی کے رشتہ دار۔لوط علیہ السلام کے لیے ایسا خاندان نہیں تھا۔پس قسم ہے اس ذات کی جس کے سوااور کوئی الہ نہیں! لوط علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا، مگر ایسا جو اپنی قوم میں اہل ثروت وشوکت میں سے تھا۔

(ج)ابن جریر نے لَوْ أَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِيْ إِلَى رُكْنٍ شَدِيْد کی تفسیر میں ابن جریجؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ لوط علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا گیا مگر وہ جو اپنی قوم میں اہل ثروت میں سے تھا حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ بھی۔

(د)ابن جریر نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:لَوْ أَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِيْ إِلَى رُكْنٍ شَدِيْد تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ میرے بھائی لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے۔تحقیق وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے۔سو کون سی شے کے لیے انہوں نے عاجزی اختیار کی۔

(ھ)ابن جریر نے قتادہؒ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہمیں یہ بتایا:ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب یہ آیت پڑھا کرتے تو فرماتے اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ اسلام پر رحم فرمائے۔ بیشک وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے۔ہمیں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں

(أ)عبدالرزاق تفسیر الصنعانی، ج۱، ص۳۱۱؛تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۳۸۹،۱۸۳۹۰؛ابن عساکر،تاریخ دمشق،ج۵۰، ص۳۱۰۔

(ب)روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۳۹۲۔

(د)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۳۹۶۔

(ھ)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۰۵۔

بھیجا مگر وہ جو کہ اپنی قوم میں سے صاحب ثروت تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالی نے تمہارے نبی ﷺ کو بھی اپنی قوم میں سے ثروت (وسطوت) میں بھیجا۔

(أ)ابن جریر نے وہب بن منبہؒ سے قول بیان کیا ہے کہ لوط علیہ السلام نے کہا:لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِيَ إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ تو بھیجے ہوئے فرشتوں نے آپ کو بہت غمگین پایا۔پس انہوں نے کہا:اے لوط! بے شک تمہاراسہارا انتہائی مضبوط ہے۔

(ب)سعید بن منصور اور ابوالشیخ نے دونوں نے بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا مگر ایسا جو اپنی قوم میں سے صاحب عزت وجاہ ہو۔

(ج)بخاری نے الادب میں، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم،ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ نے ابوسلمہ کی سند سے ابوہریرہ سے مذکورہ آیت کی تفسیر میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اللہ تعالی لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے اور اس سے مراد اللہ تعالی کی ذات ہے اور اس کے بعد اللہ تعالی نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگروہی جو اپنی قوم میں سے خوش حال اور صاحب مال تھا۔

(د)سعید بن منصور، بخاری اور ابن مردویہ نے اعرج کی سند سے ابوہریرہؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام کی مغفرت فرمائے۔بے شک وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے۔

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۰۶۔

(ب)التفسیر من سنن سعید بن منصور، ص۱۶۶، رقم:۱۰۴۵۔

(ج) البخاری، الأدب المفرد، باب من دعا فی غیرہ من الدعاء، رقم:۶۰۵؛ الترمذی، سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب سورۃ یوسف، رقم:۳۱۱۶؛تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۳۹۷، ۱۸۳۹۸؛تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم۱۱۰۷۶؛ الحاکم، المستدرک، کتاب تواریخ المتقدمین من الأنبیاء والمرسلین، باب ذکر من قال ان الذبیح اسحٰق بن ابراھیم، رقم: ۴۰۵۴۔حکم:امام حاکم نے اس روایت کو صحیح علی شرط مسلم کہا ہے اور شیخ البانی نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔ دیکھیں: البانی، صحیح الأدب المفرد، رقم:۴۷۲۔

(د)التفسیر من سنن سعید بن منصور، ص۱۶۶، رقم:۱۰۴۴؛ البخاری، صحیح البخاری، کتاب الأنبیاء، رقم:۳۱۹۵۔

(أ)ابن مردویہ نے ابی بن کعبؓ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے، بے شک وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے۔

(ب)ابن ابی حاتم نے عبدالرحمٰن بن بشرانصاریؓ(۱) سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک لوگوں نے قوم لوط کو ڈرایا ہوا تھا پھر شام کے وقت ان کے پاس فرشتے آئے اور وہ انہیں ندا دیتے ہوئے گزرے۔تو قوم لوط کے بعض افراد نے بعض کو آپس میں کہا:تم انہیں بھاگنے نہ دینا۔انہوں نے ملائکہ سے زیادہ حسین قوم کبھی نہ دیکھی تھی۔ پس جب وہ لوط علیہ السلام کے گھر داخل ہوئے۔انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کومہمانوں کے بارے میں گناہ کی ترغیب دی۔ اور لوط علیہ السلام مسلسل منت کر رہے تھے یہاں تک کہ آپ نے ان پر اپنی بیٹیاں پیش کیں۔تو انہوں نے انکار کردیا۔پس ملائکہ نے کہا إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَن يَصِلُوٓاْ إِلَيْكَ آپ نے کہا۔کیا میرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں؟فرشتوں نے جواب دیا:ہاں۔تو لوط علیہ السلام نے کہا:پس اب درست ہوگا۔

(ج)عبدالرزاق،ابن جریر،ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حذیفہ بن یمانؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب قوم لوط کی طرف فرشتے بھیجے گئے تاکہ وہ انہیں ہلاک کردیں۔تو ان سے کہا گیا تم قوم لوط کو تباہ نہ کرنا یہاں تک کہ تین بار لوط عیہ السلام ان کے خلاف شہادت دے دیں۔ وہ ابراہیم علیہ السلام کی جانب سے ہو کر آئے تھے فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ(۲) آپ کا ان کے ساتھ مجادلہ (مباحث) اس طرح تھا آپ نے کہا تمہارا کیا خیال ہے کہ اگران میں پچاس مومن ہوں تو کیا

(أ)ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۵۰۔

(ج)عبدالرزاق الصنعانی،تفسیر الصنعانی، ج۱، ص۳۰۷؛تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۳۴۳، ۱۸۴۱۰؛تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم ۱۸۴۰۶۔

(۱)عبدالرحمٰن بن بشر انصاری تابعی نبی ﷺ سے مرسل روایات بیان کرتا ہے۔ ان کے شیوخ میں أبو مسعود أنصاری، ابوہریرہ خباب بن ارت اور أبو بشر مدنی شامل ہیں۔ ان سے ابراہیم نخعی، محمد بن سیرین، اور أبو حصن وغیرہ نے روایتیں کی ہیں۔ ابن حجر نے انہیں صدوق کہا ہے۔ دیکھیں:ابن حجر، تہذیب التھذیب، ج۴، ص۱۶، رقم:۴۴۴۷؛ ابن حبان، الثقات، ج۲، ص۳۰۷، رقم:۲۳۵۹؛ ابن حجر، تقریب، ج۱، ص۴۴۲، رقم:۴۲۴۸؛ بشار عواد، شعیب الأرنؤوط، تحریر تقریب التھذیب، ج۲، ص۳۰۸، رقم:۳۸۱۱۔

(۲)(ھود:۷۴)

تم انہیں ہلاک کردو گے؟ فرشتوں نے جواب دیا:نہیں۔پھر آپ نے کہا اگر چالیس ہوں تو؟ انہوں نے جواب دیا:نہیں۔حتیٰ کہ آپ اس تعداد کو کم کرتے کرتے دس یا پانچ تک پہنچ گئے۔راوی کا بیان ہے: پھروہ لوط علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ اپنی اس زمین میں تھے جہاں کام کرتے تھے۔تو آپ نے انہیں مہمان خیال کیا۔ پس آپ اپنے گھروالوں کی طرف آئے یہاں تک کہ شام ہوگئی اور وہ بھی آپ کے ساتھ چل پڑے۔تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:تم کیا رائے رکھتے ہواس کے بارے میں جو کچھ یہ کررہے ہیں؟فرشتوں نے پوچھایہ کیا کرتے ہیں؟ تو آپ نے کہا: لوگوں میں کوئی بھی ان سے بڑھ کرشریر اور بدکردار کوئی نہیں۔ پس وہ آپ کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ آپ نے تین باریہی کہا۔اور آپ انہیں لے کر اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ گئے۔تو آپ کی عورت جو کہ بداخلاق بڑھیاتھی تو وہ چل نکلی اور آپ کی قوم کے پاس آکر کہا: آج کی رات لوط نے ایسی قوم کومہمان بنایا ہے کہ میں نے ان سے بڑھ کرحسین اور پاکیزہ خوشبو والے کبھی نہیں دیکھے۔ پس وہ دوڑتے ہوئے آپ کے گھر کی طرف آئے اور انہوں نے دروازے کودھکیلنا شروع کردیا یہاں تک کہ وہ آپ پر غالب آنے کے قریب ہو گئے تو ایک فرشتے نے اپنے پر کے ساتھ ان پردروازہ کو بند کردیا اور آپ اوپر چڑھ گئے اور وہ بھی آپ کے ساتھ اوپر چڑھے۔ تو اس وقت آپ یہ کہنے لگے:بَنَـاتِیْ هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُواْ اللّهَ. الیٰ قوله.أَوْ آوِیْ إِلَى رُكْنٍ شَدِيْدٍ تو فرشتوں نے کہا قَـالُـواْيَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَن يَصِلُواْ إِلَيْکَ پس اس وقت آپ کومعلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجے ہوئے ہیں اور ایک فرشتے نے اپنا پر مارا۔ اس رات ان میں سے ہر کوئی پر لگنے کے سبب اندھا ہوگیا۔ پس انہوں نے اندھے ہو کر انتہائی تکلیف کی حالت میں رات گزاری اور وہ عذاب کا انتظار کرنے لگے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے ان کی ہلاکت اور تباہی کے بارے میں اجازت طلب کی اور انہیں اجازت دے دی گئی۔ تو آپ نے اس زمین کو اٹھالیا جس پر وہ رہتے تھے اور انہیں اتنی بلندی تک لے گئے یہاں تک کہ آسمان دنیا کے باسیوں نے ان کے کتوں کی آوازیں سنیں اور آپ نے ان کے نیچے آگ جلائی۔ پھر آپ نے اس زمین کو ان کے ساتھ الٹا کردیا۔ پس لوط علیہ السلام کی بیوی نے ایک دھماکہ سنا اور وہ ان کے ساتھ تھی۔ وہ متوجہ ہوئی تو اتنے میں عذاب اسے پہنچ چکا تھا اور ان کے جو لوگ سفر پر تھے ان پر پتھر برسائے گئے۔

(اُ)سعید بن منصور، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم نے اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار

(ا)تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۸۰؛الحاکم، المستدرک، کتاب التفسیر، باب سورۃ ھود، رقم:۳۳۱۷۔

دیا ہے نے ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجے ہوئے فرشتے سیدنا لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ نے یہ خیال کیا کہ یہ آپ کی قوم کے کچھ مہمان ہیں۔ چنانچہ آپ نے انہیں قریب کیا اور بالکل قریب کرکے بٹھایا۔ پھر آپ اپنی بیٹیوں کو بھی لے آئے۔ وہ تین تھیں۔ انہیں اپنے مہمانوں اور اپنی قوم کے درمیان بٹھا دیا۔ پھر آپ کی قوم دوڑتے ہوئے آپ کے گھر کی طرف آئے۔ پس جب آپ نے انہیں دیکھا تو کہا هٰـؤُلاء بَنَـاتِيْ هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُواْ اللّهَ وَلاَ تُخْزُونِ فِيْ ضَيْفِيْ أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ. قَالُواْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ. قَالَ لَوْ أَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِيْ إِلَى رُكْنٍ شَدِيْدٍ پس جبرائیل علیہ السلام نے ان کی طرف مڑ کر دیکھا تو کہا إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَن يَصِلُواْ إِلَيْكَ پس جب وہ قریب ہوئے تو آپ نے ان کی بینائی ختم کردی اور اندھے ہو کر چلنے لگے اور ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ یہاں تک کہ جب وہ ان لوگوں تک پہنچے جو دروازے پر تھے تو انہوں نے کہا: ہم تمہارے پاس سب سے بڑے جادوگر کے پاس سے ہو کر آئے ہیں۔ پھر آدھی رات کے وقت انہیں اٹھالیا گیا یہاں تک کہ وہ آسمان کی فضا میں پرندوں کی آواز سننے لگے۔ پھر وہ زمین ان پر الٹ دی گئی پس جو بھی اس میں الٹا کردیا گیا۔ وہ ہلاک ہوگیا۔ اور جو ان سے باہر تھے تو وہ جہاں بھی تھے پتھر ان پر برسے اور پتھروں نے انہیں تباہ و برباد کردیا۔ لوط علیہ السلام اپنی بیٹیوں کو ساتھ لے کر سفر پر نکلے یہاں تک جب آپ شام کے فلاح مقام تک پہنچے تو آپ کی بڑی بیٹی فوت ہوگئی۔ پس اس کے پاس ایک چشمہ جاری ہوگیا۔ پھر آپ وہاں تک چلے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپ پہنچیں۔ تو وہاں آپ کی چھوٹی بیٹی فوت ہوگئی اور اس کے پاس بھی چشمہ جاری ہوا۔ نتیجۃً صرف درمیانی بیٹی آپ کے پاس زندہ باقی رہی۔

(أ)ابن ابی الدنیا نے کتاب العقوبات میں ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا لوط علیہ السلام نے اپنے مہمانوں پر دروازہ بند کرلیا۔ پس وہ آئے اور انہوں نے دروازہ توڑا اور اندر داخل ہوگئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے ان کی آنکھوں پر پرسے ضرب لگائی تو ان کی بینائی ختم ہوگئی۔ انہوں نے کہا: اے لوط! تو ہمارے پاس جادوگر لے آیا ہے چنانچہ انہوں نے آپ کو بڑی دھمکیاں دیں اور آپ دل ہی میں ڈرنے لگے کہ یہ جب چلے جائیں گے تو وہ مجھے اذیتیں دیں گے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا "لا تخف انا رسل ربک..... "بے شک انہیں عذاب دینے کا مقررہ وقت صبح کا وقت ہے۔ لوط علیہ السلام نے کہا: اسی وقت۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ کیا صبح قریب ہی نہیں۔ تو آپ نے کہا: اسی

(أ)ابن أبي الدنيا، العقوبات، تحقیق محمد خیر رمضان یوسف، دار ابن حزم، بیروت، ط۱، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء، رقم ۱۵۰۔

وقت۔ چنانچہ بستی کواٹھالیا گیا یہاں تک کہ آسمانی دنیا والوں نے کتوں کے بھونکنے کی آوازسنی پھر انہیں الٹا کیا گیا اور ان پر پتھر برسائے گئے۔

(أ)ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے بیان کیا ہے کہ **فَـأَسْـرِ بِـأَهْـلِكَ** کامعنی ہے اپنے گھر والوں کے ساتھ چلے جایئے۔

(ب)ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس نے فرمایا**فَـأَسْـرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ** سے مراد رات کا وسط (آدھی رات کا وقت)ہے۔

(ج)ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ **بِـقِـطْـعٍ** سے مراد سیاہی ہے۔

(د)عبدالرزاق نے قتادہؒ سے بیان کیا ہے کہ **بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ** سے مراد رات کا کچھ حصہ ہے۔

(ھ)ابن الانباری نے الوقف والابتداء میں ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان سے کہا: مجھے یہ تو بتایئے کہ ارشاد باری تعالیٰ **فَـأَسْـرِ بِـأَهْـلِكَ بِـقِـطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ** میں قطع سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا: رات کا آخر سحری کا وقت،جیسا کہ مالک بن کنانہ نے کہا ہے:

وَنَائِحَةٍ تَقُوْمُ بِقِطْعِ لَيْلٍ عَلٰى رَجُلٍ اَهَانَتْهُ شُعُوْبُ

"نوحہ کرنے والی سحری کے وقت اس آدمی پر نوحہ کرنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوتی ہے جسے قبیلے والوں نے ذلیل ورسواکیا"۔

(و)ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ **وَلَا يَلْتَفِتْ مِنكُمْ** کا معنی ہے تم میں سے کوئی پیچھے نہ رہے۔

(أ)تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۸۲۔

(ب)تفسیر الطبر ی، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۲۱۔

(ج)تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۸۳؛تفسیر الطبر ی، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۱۹ بلفظ :" بطائفة من الليل"۔

(د)عبدالرزاق،تفسیر الصنعانی، ج۱، ص۳۰۹۔

(ھ)ابن الانباری کی کتاب "الوقف والابتداء" نہیں ملی۔ شعر کے لیے دیکھیں: القرطبی،تفسیر القرطبی، سورۃ ھود، ج۹، ص۸۰؛ الطستی، مسائل النافع، ص۱۱۸، رقم:۶۵۔ ان کتابوں میں شعر کچھ یوں ہے: و نائحة تنوح بقطع ليل ......على رجل بقارعة الصعيد،

(و)تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۸۶۔

(أ)ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔

(ب)ابوعبید اور ابن جریر نے ہارون سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ ابن مسعودؓ کی قرأت کے الفاظ اس طرح ہیں: "فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَلاَ يَلْتَفِتْ مِنكُمْ أَحَدٌ إِلاَّ امْرَأَتَكَ"

(ج)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جب لوط علیہ السلام بستی سے نکلے تو آپ کی بیوی آپ کے ساتھ تھی۔ پس اس نے ایک آواز سنی اور وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسے ایک پتھر آ کر لگا جس نے اسے ہلاک کردیا۔ قوم سے دور علیحدہ اس کی جگہ معلوم ہے۔ اور یہ الفاظ مصحف عبداللہؓ میں اس طرح ہیں: وَلَقَدْ وَفَّيْنَا إِلَيْهِ أَهْلَهُ كُلَّهُمْ إِلاَّ عَجُوْزًا فِي الْغَبِرِ "اور ہم نے آپ کے سارے کے سارے گھر والے پورے کردیئے سوائے ایک بڑھیا کے کہ وہ مصیبت میں مبتلا ہوئی"۔ فرمایا: کہ جب آپ (لوط علیہ السلام) کو بتایا گیا کہ ان کے لیے عذاب کا مقررہ وقت تو صبح کا وقت تھا۔ تو آپ نے کہا: میں تو اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ کیا صبح قریب ہی نہیں ہے۔

(د)ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے بیان کیا ہے کہ لوط علیہ السلام نے کہا: تم انہیں اسی وقت ہلاک کردو۔ تو انہوں نے جواب دیا: بیشک ہمیں تو صبح کے وقت کا حکم دیا گیا ہے أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ۔

(ھ)ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیرؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوط علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا: انہیں اسی وقت ہلاک کردو۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو بتایا: أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ تو لوط علیہ السلام پر یہ نازل کی گئی أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ وہ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو ساتھ لے کر چلے جائیں سوائے اپنی بیوی کے۔ اور تم میں سے کوئی

(أ) تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۲۲؛ تفسیرابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۸۷۔

(ب) تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۲۳۔ یہ قراءت شاذہ ہے۔

(ج)تفسیرابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۸۸۔ اس میں عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت موجود نہیں تھی۔

(د)تفسیرابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۹۳۔

(ھ)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۰۸؛ تفسیرابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۹۴۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں ألیس الصبح بقریب تک روایت ملی۔

بھی پیچھے کی طرف نہ دیکھے۔ پس آپ چلے گئے اور جب وہ وقت ہوا جس میں انہیں ہلاک کیا گیا تو جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر (زمین میں)داخل کیا اور اس زمین کو اٹھالیا۔ یہاں تک کہ آسمان کے باسیوں نے مرغ کی چیخ اور کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی اور انہیں اوپر لے جا کر نیچے گرادیا اور ہم نے ان پر آگ میں پکے ہوئے پتھر برسائے۔ لوط علیہ السلام کی بیوی نے دھاکہ کی آواز سنی۔ اور کہا: ہائے میری قوم! تو اتنے میں ایک پتھر اسے آلگا اور اسے قتل کر دیا۔

(أ)ابن عدی اور ابن عساکر نے ابوالحلہ(۱) سے یہ قول بیان کیا ہے میں نے لوط علیہ السلام کی بیوی کو دیکھا، اسے پتھر میں بدل دیا گیا ہے اور اسے ہر مہینے کے شروع میں حیض آتا ہے۔

(ب)ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ **فَلَمَّا جَاء أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا** کی تفسیر میں مجاہدؒ نے فرمایا جب انہوں نے صبح کی تو جبرائیل علیہ السلام نے ان کی بستیوں پر حملہ کیا اور انہیں ان کی بنیادوں سے ہلادیا۔ پھر اپنے پر ان کے نیچے داخل کیے اور انہیں اپنے پروں کے اطراف پر ان میں موجود ہر شے کے ساتھ اٹھالیا۔ پھر انہیں آسمان تک بلند لے گئے،یہاں تک کہ آسمان کے باسیوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں۔ پھر انہیں الٹا کیا۔ان میں سے جو سب سے پہلے نیچے گرے وہ ان کے بالا خانہ تھے اور کسی قوم کو وہ عذاب نہیں دیا گیا۔ جو انہیں دیا گیا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو ضائع کیا۔پھر ان کی بستیوں کو الٹا کیا اور پھران پر آگ سے پکے ہوئے پتھر برسائے۔

(ج)ابن جریر نے سدیؒ سے بیان کیا ہے کہ جب انہوں نے صبح کی تو جبرائیل علیہ السلام اترے اورزمین کو سات زمینوں سے اکھیڑا۔پھر اسے اٹھایا یہاں تک کہ آسمانی دنیا تک لے گئے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے اسے زمین کی طرف پھینک دیا۔

(أ)ابن عدی، الکامل،ج۱،ص۴۰۱: ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۵۰، ص۳۲۶، ۳۲۷۔کتب التخریج تاریخ دمشق اور الکامل میں یہ روایت ''ابو الحلہ'' کی بجائے ''ابو جلد'' سے مروی ہے۔ جب کہ الدرالمنثور میں ''ابوالحلہ'' ہے۔

(ب)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۶۰،۱۸۴۶۱۔

(ج)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۶۴۔

(۱) ابو جلد: جیم کے فتحہ کے اور لام کے سکون کے ساتھ ہے ان کا نام جیلان بن ابی فروۃ اسدی بصری ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا نام جیلان بن فروۃ تھا۔ ان سے قتادہ اور ابوعمر جونی نے روایتیں کی ہیں۔ امام احمد نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں: الدولابی، الکنی والأ سماء، ج۱، ص۶۱۷؛ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل،رقم:۲۲۷۵؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج۲،ص۲۳۱، رقم:۲۳۶۲۔

(أ)عبد بن حمید نے ابوصالح سے بیان کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام لوط علیہ السلام کی بستی میں آئے اور اپنا ہاتھ بستی کے نیچے سے داخل کیا اور اسے اٹھالیا۔حتیٰ کہ آسمان دنیا کے مکینوں نے کتوں کے بھونکنے کی اور مرغوں کے اذان دینے کی آوازیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر گندھک اور آگ برسائی۔

(ب)عبد بن حمید نے حسنؒ سے بیان کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے قوم لوط کی بستی کو زمین کی جڑ سے اکھیڑا۔پھر اسے اپنے پر کے ساتھ اٹھایا۔یہاں تک کہ وہاں تک لے گئے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر اس کی بلندی کو بستی میں کردیا (یعنی اسے نیچے گرادیا)۔

(ج)ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے محمد بن کعب قرظی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو ان بستیوں کی طرف بھیجا جنہیں الٹا دیا گیا۔ یہ قوم لوط کی بستیاں تھیں۔تو آپ نے انہیں اپنے پر کے ساتھ اٹھا لیا۔پھر انہیں اوپر لے گئے۔ یہاں تک کہ آسمان کے مکینوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے اور ان کے مرغوں کی آوازیں سنیں۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھر برسائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان الٹائی جانے والی بستیوں کے اردگرد رہنے والوں کو ہلاک کر دیا۔اور وہ پانچ بستیاں تھیں: صعۃ، صعْرۃ، عصرۃ، دوما اور سدوم اور یہی بڑی بستی تھی۔

(د)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ تین بستیاں تھیں اور ان میں اتنی تعداد تھی جتنی اللہ تعالیٰ نے چاہی کہ کثرت ہو۔۔ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ ان کی تعداد چار لاکھ تھی۔ اور یہ سدوم بستی مدینہ طیبہ اور شام کے درمیان تھی۔

(ھ)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ دونوں نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس نے فرمایا کہ حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ آگ پر پکے ہوئے پتھر مٹی کے بنے ہوئے تھے اور مُسَوَّمَةً کا معنی ہے (نشان زدہ ہونا) السوم سے مراد سرخی میں سفیدی کا ہونا ہے۔

(أ)عبد بن حمید کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)عبد بن حمید کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۶۶؛تفسیر ابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۹۷۔

(د)تفسیر ابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۹۹۔

(ھ)تفسیر ابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۰۴۔

(أ)ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا حِجَارَۃً مِّن سِجِّیلٍ فارسی میں اسے سنگ کہتے ہیں اور یہ ہر پتھر اور مٹی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور مسومۃ کا معنی ہے نشان لگا یاہوا۔

(ب)فریابی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مجاہدؒ سے یہ بیان کیا ہے کہ حِجَارَۃً مِّن سِجِّیلٍ فارسی میں حجارہ اسے کہتے ہیں جوابتدا میں پتھر ہواور آخر میں مٹی ہو۔ اور مُّسَوَّمَۃً کا معنی ہے نشان زدہ ہوا۔

(ج)عبد بن حمید نے مجاہدؒ سے یہ بیان کیا ہے کہ حِجَارَۃً مِّن سِجِّیلٍ یہ عجمی کلمہ ہے اسے عربی بنایا گیا ہے۔ اس کا معنی سنگ وگل، یعنی پتھر اور مٹی۔

(د)عبد بن حمیدنے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے ہ اس سے مراد ایسا پتھر ہے جس میں مٹی بھی ہو۔

(ھ)عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ نے قتادہ سے یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ پتھر ہیں جو مٹی سے بنائے گئے ہوں۔ مَّنضُودٍ کا معنی ہے لگاتار، پے درپے مسومۃ جسے خالص سرخ رنگ کا طوق پہنایا جائے۔ وماھِیَ مِنَ الظَّالِمِینَ بِبَعِیدٍ اُن کے بعد کوئی ظالم اس سے بری نہیں۔

(و)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ربیعؒ سے بیان کیا ہے کہ مَّنضُودٍ کا معنی ہے وہ پتھر ایک دوسرے پر آکر لگے (یعنی لگاتار برسے)اور مُّسَوَّمَۃً ان پر سنہری لکیروں کے نشان لگائے گئے تھے۔

(أ)مصنف ابن أبی شیبہ، کتاب فضائل القرآن، باب ما فسر بالفارسیۃ رقم:۲۹۹۷۸؛تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم: ۱۱۱۰۰،۱۱۱۰۴۔

(ب)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۴۰؛تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۰۱،۱۱۱۰۲،۱۱۱۰۷۔

(ج)عبدبن حمید کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د)عبدبن حمید کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۵۴،۱۸۴۴۴،۱۸۴۳۷،۱۸۴۳۰؛عبدالرزاق الصنعانی، تفسیرالصنعانی، ج۱،ص۳۰۹، ص۳۰۹،ج۲،ص۳۹۶۔

(و)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۴۶،۱۸۴۳۸؛تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم: ۱۱۱۰۶،۱۱۱۱۔

(أ)ابوالشیخ نے ابن جریجؒ سے بیان کیا ہے کہ حجارۃ مُسَوَّمۃ جو زمین کے پتھروں کے ہمشکل نہ ہوں۔

(ب)ابن جریر نے ابن زید سے بیان کیا ہے کہ حِجَارَۃً مِّن سِجِّیۡلٍ کا معنی ہے آسمانی دنیا سے پتھر (برسائے گئے) اور آسمانی دنیا کا نام سجیل ہے۔

(ج)ابن ابی شیبہ نے ابن سابط سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حِجَارَۃً مِّن سِجِّیۡلٍ یہ فارسی کلمہ ہے (یعنی عربی نہیں)۔

(د) اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے مجاہدؒ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے سوال کیا کہ کیا قوم لوط میں سے کوئی بچا بھی تھا؟ فرمایا نہیں۔مگر ایک آدمی چالیس دن تک باقی رہا۔ وہ مکہ میں تجارت کرتا تھا تو ایک پتھر آیا تا کہ اسے حرم پاک میں آکر لگے۔لیکن حرم پاک کے فرشتے اس کے سامنے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے پتھر کو کہا جہاں سے آیا وہاں واپس لوٹ جا۔کیونکہ یہ آدمی اللہ تعالیٰ کے حرم میں ہے۔ چنانچہ وہ پتھر لوٹ گیا اور حرم سے باہر چالیس دن تک زمین وآسمان کے درمیان ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ وہ آدمی اپنی تجارت سے فارغ ہواپس جب وہ حرم سے باہر نکلا تو وہ پتھر اسے آکر لگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِيْنَ بِبَعِيد یعنی یہ اس امت کے ظالموں سے دور نہیں۔

(ھ) ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مجاہدؒ سے بیان کیا ہے کہ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِيْنَ کے ساتھ قریش کو اللہ تعالیٰ ڈرارہا ہے کہ انہیں بھی وہ عذاب پہنچ سکتا ہے جو قوم لوط کو پہنچا۔

(و)ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ الظَّالِمِيْنَ سے مراد عرب کے ظلم کرنے والے ہیں۔اگر وہ ایمان نہ لائے تو انہیں بھی اسی طرح کا عذاب دیا جائے گا۔

(أ)ابوالشیخ کی کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۴۴۔

(ج)مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب فضائل القرآن، باب ما فسر بالفارسیۃ، رقم:۲۹۹۷۹۔

(د) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۵۰، ص۳۲۶۔

(ھ)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم۱۸۴۴۸؛تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۱۳۔

(و)تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۱۶۔

(أ)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ربیعؒ سے اس آیت کے تحت یہ ذکر کیا ہے کہ جو ہم نے سنا ہے اس میں ہر ظالم کے مقابلہ کے لیے پتھر بنایا گیا ہے جو انتظار کررہا ہے کہ کب اسے اس پر گرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔پس ظالموں کو خوب ڈرایا اور کہا وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ.

(ب)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہؒ سے بیان کیاہے کہ الظَّالِمِيْنَ سے مراد اس امت کے ظالم ہیں۔پھر کہتے ہیں: قسم بخدا!اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی ظالم کو پناہ نہیں دی۔

(ج)ابن ابی الدنیا نے ذم الملاہی میں،ابن منذر اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں محمد بن منکدر،یزیدبن حفصہ(۱) اورصفوان بن سلیم سے بیان کیا ہے کہ خالد بن ولید(۲) نے ابوبکر صدیقؓ کی طرف لکھا کہ انہوں نے عرب کے نواح میں ایک آدمی کو پایا جو اس طرح نکاح کرتا ہے جس طرح عورت نکاح کرتی ہے اور انہوں نے اس پر شواہد بھی قائم کردیئے۔تو ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے اس کے بارے میں مشاورت کی۔تو علی بن ابی طالبؓ نے کہا: بے شک یہ گناہ ہے۔ سوائے ایک امت کے کسی امت نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس ایک امت کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اسے تم جانتے ہو۔میری رائے یہ ہے کہ آپ اسے آگ کے ساتھ جلادیں۔ چنانچہ نبی ﷺ کے اصحاب نے اس پر اتفاق کیا کہ وہ اسے آگ کے ساتھ جلادیں۔ پس ابوبکر صدیقؓ نے خالدبن ولیدؓ کی طرف لکھا کہ وہ اسے آگ ساتھ جلادے۔ پھر ابن زبیرؓ نے اپنے دور امارت میں انہیں جلایا۔ پھر ہشام بن عبدالملک نے بھی ایسے لوگوں کو جلانے کی سزادی۔

(أ)تفسیرابن أبي حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۱۷۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ ھود، ۱۸۴۵۵؛تفسیرابن أبي حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۱۸۔

(ج)ابن ابی الدنیا، ذم الملاھی، تحقیق:عمروعبدالمنعم سلیم، مکتبہ ابن تیمیہ القاھرۃ،۱۴۱۶ھ، باب فی عمل قوم لوط، رقم:۱۴۵؛ البیھقی، شعب الایمان، باب تحریم الفروج و ما یجب عن التعفف، رقم:۵۰۰۵۔

(۱) یزید بن حفصہ راوی کی حالات زندگی نہیں ملی۔

(۲)خالد بن ولید مخزومی، ابوسلیمان اُم المؤمنین حضرت میمونہؓ کے بھائی تھے۔انہوں نے عمروبن العاصؓ اور عثمان بن طلحہ بن أبي طلحہؓ کے ساتھ فتح مکہ سے پہلے اور صلح حدیبیہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد انہوں نے جنگ موتہ، فتح مکہ اور جنگ صفین کے غزوات میں حصہ لیا۔ انہوں نے ۲۱ھ(۶۴۱ء) میں حمص میں وفات پائی۔ دیکھیں: أبونعیم،معرفۃ الصحابۃ، ج۲، ص۹۲۵؛ البغوی،معجم الصحابۃ، ج۲، ص۲۲۳۔

(أ)ابن منذر نے ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو عذاب دیا اور ان پر آگ پر پکے ہوئے پتھر برسائے پس یہ سزا ایسے لوگوں سے نہ اٹھا جو قوم لوط کے عمل جیسا عمل کریں۔

وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْباً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ وَلاَ تَنقُصُواْ الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّيَ أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّيَ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ (84)وَيَا قَوْمِ أَوْفُواْ الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلاَ تَبْخَسُواْ النَّاسَ أَشْيَاءهُمْ وَلاَ تَعْثَوْاْ فِي الأَرْضِ مُفْسِدِينَ (85)بَقِيَّةُ اللّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ وَمَا أَنَاْ عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ (86)قَالُواْ يَا شُعَيْبُ أَصَلاَتُكَ تَأْمُرُكَ أَن نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاء إِنَّكَ لَأَنتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ (87)قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىَ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَرَزَقَنِي مِنْهُ رِزْقاً حَسَناً وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَى مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ إِنْ أُرِيدُ إِلاَّ الإِصْلاَحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلاَّ بِاللّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ (88)

"مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو(بھیجا)تو انہوں نے کہا کہ اے قوم خدا ہی کی عبادت کرو کہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو میں تو تم کو آسودہ حال دیکھتا ہوں اور(اگر تم ایمان نہ لاوگے تو) مجھے تمہارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تم کو گھیر کر رہے گا اور اے قوم!ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں خرابی کرتے نہ پھیرو اگر تم کو (میرے کہنے کا)یقین ہو تو خدا کا دیا ہوا نفع ہی تمہارے لیے بہتر ہے اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں انہوں نے کہا شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ہم ان کو ترک کردے یا اپنے مال میں جو تصرف کرنا چاہے تو نہ کرے تم تو بڑے نرم دل اور راست باز ہو۔انہوں نے کہا اے قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل روشن پر ہوں اور اس نے اپنے ہاں سے مجھے نیک روزی دی ہو (تو کیا میں ان کے خلاف کروں گا؟)اور میں نہیں چاہتا کہ جس امر سے میں تمہیں منع کروں خود اس کو کرنے لگوں میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکے (تمہاری معاملات کی)اصلاح چاہتا ہوں اور (اس بارے میں)مجھے توفیق کا ملنا خدا ہی (کے فضل) سے ہے میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں "۔

(أ) ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ)ابن جریر اور ابوالشیخ نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے اِنِّیٓ اَرٰكُمْ بِخَيْرٍ کی تفسیر میں فرمایا: کہ اس سے مراد اشیاء کی قیمتوں کا سستا ہونا ہے (یعنی میں دیکھتا ہوں کہ تم چیزوں کی قیمتیں سستی ہونے کے سبب خوشحال ہو) اور وَاِنِّیٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد قیمتوں کا چڑھنا اور مہنگا ہونا ہے (یعنی میں ڈرتا ہوں تم پر اس دن سے جب کہ قیمتیں چڑھ جائیں اور بھاؤ مہنگا ہوجائے۔

(ب)ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنھما سے بیان کیا ہے کہ بَقِيَّتُ اللّٰهِ سے مراد اللہ تعالیٰ کا رزق ہے۔

(ج)عبدالرزاق، ابن جریر ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے فرمایا کہ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ کا مفہوم یہ ہے کہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارا حصہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

(د)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا بَقِيَّتُ اللّٰهِ سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری ہے۔

(ھ)ابوالشیخ نے ربیعؒ سے بیان کیا ہے کہ اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی وصیت تمہارے لیے بہتر ہے۔

(و) ابوالشیخ نے حسنؒ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رزق تمہارے لیے اس سے بہتر ہے جو تم لوگوں کا کم کرتے ہو۔

(أ)تفسیرالطبری، سورة ھود، رقم۱۸۴۶۷۔۔

(ب)تفسیرالطبری، سورة ھود، رقم:۱۸۴۸۵۔

(ج) عبدالرزاق،تفسیر الصنعانی، ج۱، ص۳۱۱؛تفسیرالطبری، سورة ھود، رقم:۱۸۴۸۳؛تفسیرابن أبی حاتم ، سورة ھود، رقم:۱۱۱۳۱۔

(د)تفسیرالطبری، سورة ھود، رقم:۱۸۴۷۹؛تفسیرابن أبی حاتم ، سورة ھود، رقم:۱۱۱۳۰۔

(ھ)روایت نہیں ملی۔

(و)روایت نہیں ملی۔

(أ)عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ اَعمش ؒ نے فرمایا أَصلاتُکَ تَأمُرُکَ کا معنی ہے۔کیا تمہاری قرأت تمہیں حکم دیتی ہے۔

(ب)ابن عساکر نے احنف ؒ سے بیان کیا ہے کہ شعیب علیہ السلام تمام انبیاء سے زیادہ نمازیں پڑھتے تھے۔

(ج)ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے یَا شُعَیبُ اَصلوٰتُکَ تَاْمُرُکَ .... الآیہ کے تحت روایت کیا ہے آپ نے انہیں ان دنانیر اور دراہم کو کاٹنے سے منع کیا۔تو انہوں نے جواب دیا: بے شک یہ ہمارے مال ہیں۔ ہم ان میں جو چاہیں گے کریں گے۔ اگر ہم نے چاہا تو انہوں توڑدیں گے۔ اگرچاہا تو جلادیں گے اور ہم نے چاہا تو انہیں پھینک دیں گے۔

(د)ابن جریر اور ابن منذر دونوں نے محمد بن کعب قرظی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ شعیب علیہ السلام کی قوم کودراہم توڑنے کی وجہ سے عذاب دیا گیا۔ اسی کے بارے میں یہ ارشاد ہے أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِيٓ أَمْوَالِنَا مَا نَشَاء.

(ھ)ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے زید بن اسلم سے اسی ارشاد کے تحت بیان کیا ہے یعنی اس سے مراد دراہم کوتوڑنا ہے اور وہ زمین میں فساد برپا کرنا ہے۔

(و)عبدالرزاق، ابن سعد، ابن المنذر، ابوالشیخ اورعبد بن حمید نے سعید بن المسیب ؒ سے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں اشارہ دراہم ودنانیر اور ان مثاقیل کوتوڑنے کی طرف ہے جو لوگوں کے درمیان رائج تھے

(أ)عبدالرزاق الصنعانی،تفسیر الصنعانی، ج۱، ص۳۱۱؛تفسیرالطبر ی، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۹۳؛تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۴۵۔

(ب)ابن عساکر کی روایت مختصر تاریخ دمشق میں ملی۔دیکھیں:ابن منظور، مختصر تاریخ دمشق، تحقیق:روحیۃ النحاس وآخرین، دارالفکر، دمشق، ط۱،۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء، ج۱۰،ص۳۱۰۔

(ج)تفسیرالطبر ی، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۹۱۔

(د)تفسیرالطبر ی، سورۃ ھود، رقم:۱۸۴۸۹۔

(ھ)روایت نہیں ملی۔

(و)عبدالرزاق، مصنف عبدالرزاق، کتاب البیوع، باب قطع الدرھم، رقم:۱۴۵۹۵؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج۵ ص۱۳۵، ۱۳۷۔

اور انہوں نے اس سے زمین میں فساد برپا کیا۔

(أ)ابوالشیخ نے ربیعہ بن ابی ہلال(ا) سے بیان کیا ہے کہ ابن زبیرؓ نے درہم توڑنے پر سزادی ہے۔

(ب)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ دونوں نے بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آپ کی قوم کے افراد کہا کرتے تھے کہ تو نہ تو حلیم (بردبار) ہے اور نہ ہی رشید (دانا) ہے۔تو وہ ازروئے تمسخرآپ کو کہا کرتے تھے إِنَّکَ لَأَنتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ کہ بس تم ہی ایک دانا اور نیک چلن رہ گئے ہو۔

(ج)ابن ابی حاتم نے ضحاک سے بیان کیا ہے کہ آیت رِزْقاً حَسَناً میں سے مراد رزق حلال ہے۔

(د)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ دونوں نے قتادہؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَمَا أُرِيْدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَى مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ کا مفہوم یہ ہے کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ میں تمہیں ایک کام سے منع کروں اور اس کے ساتھ میں خود وہ کرنے لگوں۔

(ھ)ابن ابی حاتم نے مسروقؒ سے بیان کیا ہے کہ ایک عورت ابن مسعودؓ کے پاس آئی اور اس نے کہا: کیا آپ مواصلہ (اپنے بالوں میں دوسرے کے بال لگانا)سے منع کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: شاید آپ کی عورتوں میں سے بھی کوئی ہو۔تو آپ نے فرمایا: تونے ایک عبدصالح (نیک بندے) کی وصیت کی حفاظت نہیں کی: وَمَا أُرِيْدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَى مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ .

(أ)روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۴۰۔

(ج)تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۴۴۔

(د)تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۴۶۔

(ھ)تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۴۵۔

(ا)ربیعہ بن ابی ہلال اسلمی ابن زبیرؓ سے روایت کرتے ہیں جب کہ ان سے ان کے بیٹے خالد بن ربیعہ نے روایتیں کی ہیں ان کو ربیعہ بن ہلال بھی کہا جاتا ہے۔ دیکھیں:ابن حبان، الثقات، ج۴، ص۲۳۱، رقم:۲۶۵۵؛ ابن أبی حاتم، الجرح والتعدیل، ج۳، ص۴۷۴، رقم:۲۱۴۴؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج۳، ص۲۸۴، رقم: ۹۷۳۔

(أ)احمد نے معاویہ القشیری(۱) سے بیان کیا ہے کہ ان کے بھائی مالک نے کہا: اے معاویہ! محمد نے میرے پڑوسی کو پکڑلیا ہے تم اس کی طرف جاؤ۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ اس کی طرف گیا۔ تو اس نے کہا: میرے پڑوسی کو میرے لیے چھوڑدے۔ حالانکہ وہ مسلمان تھے۔ تو اس نے اس سے منہ پھیر لیا اور کہا سنو! قسم بخدا! لوگ یہ گمان کریں گے کہ تو ایک کام کا حکم دیتا ہے اور خود اس کے خلاف کرتا ہے۔ پھر اس نے کہا: کیا انہوں نے اس طرح کیا ہے؟ اگر میں بھی وہی کروں تو وہی سزا مجھ پر ہے جو ان پر ہے۔

(ب)ابوالشیخ نے مالک بن دینار سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی **وَمَا أُرِيْدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَى مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ** اور کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ قیامت کے دن نصیحت کرنے والے سچے انسان کو بلایا جائے گا اور اس کے سرپرتاج شاہی رکھا جائے گا۔ پھر اسے جنت کی طرف جانے کا حکم دیا جائے گا۔تو وہ عرض کرے گا: اے میرے اللہ! اس مقام قیامت میں کئی اقوام ہیں جودنیا میں میری ان امور مین معاونت کرتی تھیں جو میں کیا کرتا تھا۔فرمایا: ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے گا جس طرح اس کے ساتھ کیا گیا پھر وہ اللہ تعالیٰ جانب سے عطا کی گئی عزت وکرامت کے ساتھ ان کی قیادت کرتے ہوئے جنت کی طرف چلا جائے گا۔

(أ)احمد بن حنبل، مسند احمد، مسند البصریین، حدیث حکیم بن معاویۃ البھزی، رقم:۲۰۰۱۴۔حکم:مسند احمد کے محققین نے اس کے اسناد کوحسن کہاہے۔

(ب)ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) معاویہ القشیری: معاویہ بن حیدہ بن معاویہ بن قشیر بن کعب القشیری صحابی رسول ﷺ ہیں۔ بصرہ میں رہتے تھے اور خراسان کے غزوہ میں شرکت فرمائی اور وہی وفات پا گئے۔ ان سے ان کے بیٹے حکیم اور حمید مزنی نے روایتیں کی ہیں۔ دیکھیں:أبونعیم، معرفۃ الصحابۃ، ج۵، ص۲۵۰۳؛ ابن حجر، الاصابۃ، ج۶، ص۱۴۶، رقم:۸۰۷۱؛ الذھبی، تاریخ الاسلام، ج۵، ص۲۴۹،۲۵۰۔

(أ)ابوالشیخ نے ابواسحاق الفزاری(۱) سے بیان کیا ہے کہ میں نے جب کبھی کسی امر کا ارادہ کیا اور اس وقت یہ تلاوت کی تو اس طرح علی وجہ البصیرت مجھے اس کا یقین ہو گیا:إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ.

(ب)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مجاہدؒ سے بیان کیا ہے کہ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ کا معنی ہے میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

(ج)ابونعیم نے حلیہ میں علیؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔تو آپﷺ نے فرمایا: کہو میرا رب اللہ ہے اور پھر اس پر استقامت اختیار کرلو۔ میں نے کہا۔ میرا اللہ ہے اور میراارادہ پایا نہیں مگراللہ تعالیٰ کی امداد سے اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔تو آپﷺ نے فرمایا اے ابوالحسن! تجھے علم مبارک ہو۔تحقیق تو علم سے خوب سیراب ہوگیا ہے اورتو نے اس کی پیاس خوب بجھالی ہے اس روایت کی اسنادمیں محمد بن یونس الکدیمی (۲) ہے۔

وَيَا قَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِي أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِنْكُمْ بِبَعِيدٍ (89)وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ (90)قَالُوا يَا شُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِمَّا

(أ)روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۰۱،۱۸۵۰۰،۱۸۴۹۷؛تفسیرابن أبي حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۴۸۔

(ج)أبو نعیم، حلیۃ لأ ولیاء، ج۱، ص۶۵۔

(۱)أبو اسحٰق الفزازی: ابراہیم بن محمد ن حارث بن اسماء الفزاری، ابو اسحٰق کبار علماء میں سے تھے۔کوفہ میں پیدا ہوئے اور دمشق میں آکر حدیث بیان کرنے لگے۔ وہ امام اوزاعی کے اصحاب میں سے تھے۔ان سے امام اوزاعی اور امام ثوری نے روایتیں کی ہیں جو ان کے اصحاب میں سے تھے۔ان کے علاوہ ولید بن مسلم، موسیٰ بن أیوب اور أبونعیم حلبی نے بھی روایتیں کی ہیں۔ انہوں نے تقریبا ۱۸۵ھ(۸۰۱ء)میں وفات پائی۔ ابن حجر نے انہیں امام ثقہ اور حافظ لکھا ہے۔ دیکھیں:الذھبی، تاریخ الاسلام، ج۱۲، ص۵۴؛ ابن حجر، تقریب، ص۹۲، رقم:۲۳۰؛ الزرکلی، الأعلام، ج۱،ص۵۹۔

(۲)محمد بن یونس الکدیمی أبو العباس بصری اہل بغداد میں سے تھے وہ روح بن عبادہ، خریبی اور صقر سے روایتیں بیان کرتا ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ وہ ثقات پر حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔انہوں نے تقریبا ایک ہزار حدیثیں وضع کی ہیں۔ ان کے تلامذہ میں ابوبکر بن انباری، ابوبکر الشافعی اور عثمان بن سنتھ شامل ہیں۔ انہوں نے ۲۸۶ھ(۸۹۹ء)میں وفات پائی۔ دیکھیں:ابن حبان، المجروحین، ج۲، ص۳۱۲؛ ابن حجر، لسان المیزان، ج۷، ص۳۸۰، رقم:۴۷۸۷؛ ابن أبي یعلی، طبقات الحنابلۃ، ج۱، ص۳۲۵۔

تَـقُولُ وَإِنَّـا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفاً وَلَوْلاَ رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ وَمَا أَنتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ (91)قَالَ يَا قَوْمِ أَرَهْطِي أَعَزُّ عَلَيْكُم مِّنَ اللّهِ وَاتَّخَذْتُمُوهُ وَرَاءكُمْ ظِهْرِيّاً إِنَّ رَبِّي بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ (92)وَيَا قَوْمِ اعْمَلُواْ عَلَى مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ سَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ وَارْتَقِبُواْ إِنِّي مَعَكُمْ رَقِيبٌ (93)وَلَمَّا جَاء أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْباً وَالَّذِينَ آمَنُواْ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مَّنَّا وَأَخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُواْ الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُواْ فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ (94)كَأَن لَّمْ يَغْنَوْاْ فِيهَا أَلاَ بُعْداً لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ (95)وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ (96)إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاتَّبَعُواْ أَمْرَ فِرْعَوْنَ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ(97)

"اور اے قوم ! میری مخالفت تم سے کوئی ایسا کام نہ کرا دے کہ جیسی مصیبت نوح کی قوم یا ہود کی قوم پر واقع ہوئی تھی ویسی ہی مصیبت تم پرواقع ہو اور لوط کی قوم (کازمانہ تو) تم سے کچھ دور نہیں اور اپنے پروردگار سے بخشش مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو۔ بے شک میرا پروردگار رحم والا(اور) محبت والا ہے۔ انہوں نے کہا کہ شعیب تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہم میں کمزور بھی ہوا اور اگر تمہارے بھائی نہ ہوتے تو ہم تم کو سنگسار کر دیتے اورتم ہم پر (کسی طرح بھی) غالب نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اے قوم کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ تم پر خدا سے زیادہ ہے؟ اور اس کو تم نے پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے۔ میرا پروردگار تو تمہارے سب اعمال پر احاطہ کئے ہوئے ہے اور برادران ملت! تم اپنی جگہ کام کئے جاتا ہوں تم کو عنقریب معلوم ہوجائیگا کہ رسوا کرنے والا عذاب سے آتا ہے۔ اور جھوٹا کون ہے؟ اورتم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ اور جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے شعیب کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کو تو اپنی رحمت سے بچا لیا اور جو ظالم تھے ان کو چنگھاڑنے آ دبوچا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ گویا ان میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ سن رکھو کہ مدین پر (ویسی ہی) پھٹکار ہے جیسی ثمود پر پھٹکار تھی۔ اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور دلیل روشن دے کر بھیجا۔ (یعنی) فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف تو وہ فرعون ہی کے حکم پر چلے۔ اور فرعون کا حکم درست نہیں۔

(أ)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہ ؒ نے فرمایا: لاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِي کا معنی ہے میرا فراق تمہیں نہ ابھارے۔

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۰۲،تفسیر ابن أبي حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۵۲۔

(أ)ابن منذر نے مجاہدؒ سے بیان کیا ہے کہ شِقَاقِيْ کا معنی ہے "عداوتی"یعنی میری عداوت۔

(ب)اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے جو یبر کی سند سے ضحاک سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! قوم نوح، عاد اور ثمود کویادکرو۔وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِّنكُم بِبَعِيدٍ اور لوط علیہ السلام کی قوم تو شعیب علیہ السلام تک ان کے بہت زیادہ قریب ہے۔ اور ان کی ہلاکت و تباہی کازمانہ بھی ان کے بہت قریب ہے۔وَاسْتَغْفِرُواْ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُواْ إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ یعنی بے شک میرا رب اس کے لیے بڑا مہربان ہے جس نے گناہ سے توبہ کرتے ہوئے اس کی طرف رجوع کیا۔ "ودود" یعنی وہ اس سے محبت کر تا ہے۔ پھر اس کے لیے اپنے بندوں کے دلوں میں محبت ڈال دیتا ہے پس تم اس کی طرف لوٹ چلو۔ تو انہوں نے کہا اے شعیب! ہم ان میں سے بہت سی باتیں نہیں سمجھ سکتے جو تو کہتا ہے وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفاً اور بلاشبہ ہم تجھے دیکھتے ہیں کہ تو ہم میں اندھا ہے۔ وَلَوْلاَ رَهْطُكَ یعنی اگر تیرے اس خاندان کا لحاظ نہ ہوتا جس میں‌تو رہتا ہے۔ لَرَجَمْنَاكَ تو بالیقین ہم تجھے قتل کردیتے۔وَمَا أَنتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ اورتو ہم پر غالب نہیں ہے۔ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَهْطِي أَعَزُّ عَلَيْكُم مِّنَ اللّهِ آپ نے فرمایا اے میری قوم! کیا میرا کنبہ تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ سے زیادہ معزز ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ اللہ۔ تو آپ نے فرمایا پس تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے پس پشت ڈال دیا ہے۔ یعنی تم نے اس کے حکم کو چھوڑ دیا ہے اور اس کے نبی کو جھٹلایا ہے۔ مگر میرے رب کا علم تمہارا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ إِنَّ رَبِّي بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ"ابن عباسؓ نے فرمایا: شرک کے بعد ان کا سب سے بڑا گناہ کیل اور وزن (ناپ اورتول) میں کمی کرنا تھا اور لوگوں کی چیزوں کو گھٹادینا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ بہت سے گناہ تھے جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے۔ پس شعیب علیہ السلام آئے اور آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا، ظلم سے روکا اور اس کے سوا جوتھا اسے چھوڑ دیا۔

(أ)روایت نہیں ملی۔

(ب)ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۲۳، ص۷۰،۷۱۔ اس روایت کا پہلا حصہ تاریخ دمشق میں نہیں ملا۔ بلکہ وہاں روایت "ودود" سے شروع ہوتی ہے جب کہ مختصر تاریخ دمشق میں پوری روایت موجود ہے۔ دیکھیں:ابن منظور، مختصرتاریخ دمشق، ج۱۰، ص۳۱۰،۳۱۱۔

(أ)ابن ابی حاتم نے خلف بن حوشب (۱) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ شعیب علیہ السلام کی قوم ایک ایک جو کے سبب ہلاک ہوئی۔ وہ ساکن پیانے کے ساتھ لیتے تھے اور ہلتے پیانے کے ساتھ دیتے تھے (یعنی پورے ناپ تول کے ساتھ لیتے تھے اور کم ناپ تول کے ساتھ دیتے تھے)۔

(ب)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَيَا قَوْمِ لاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْ ....الآیــہ کی تفسیر میں سدیؒ نے کہا: کہ میری عداوت تمہیں اس پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم گمراہی اور کفر میں سرکشی اختیار کرلو اور حدود سے بڑھ جاؤ ورنہ تمہیں وہی عذاب آپہنچے گا جوان کو پہنچا۔

(ج)عبدالرزاق اور ابن جریر دونوں نے بیان کیا ہے کہ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ کے تحت قتادہؒ نے فرمایا کہ بے شک قوم نوح اور ثمود کے بعد قو م لوط کا زمانہ میری گفتگو کے زیادہ قریب ہے۔

(د)ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم نے ابولیلیٰ کندی(۲) سے یہ قول بیان کیا ہے۔کہ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر سے لوگوں پراوپر سے جھانک کرو دیکھا اس حال میں کہ وہ آپ کا گھیراؤ کیے ہوئے تھے۔تو آپ نے فرمایا: وَيَا قَوْمِ لاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْ أَن يُصِيْبَكُم مِّثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ

(أ)تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۲۰۔

(ب)تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۵۵۔

(ج)عبدالرزاق، تفسیرالصنعانی، ج۱، ص۳۱۰،۳۱۱؛تفسیرالطبر ی، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۰۶۔

(د)مصنف ابن أبی شیبہ، کتاب المغازی،باب ما جاء فی خلافۃ عثمان وقتلہ، رقم:۳۷۰۸۰؛ تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۵۴۔

(۱) خلف بن حوشب کوفی اُعور، کلیب بن حوشب کے بھائی تھے۔ ان کے شیوخ میں مجاہد، عطاء، میمون بن مہران اور دیگر لوگ شامل ہیں۔ ان سے شعبہ، سفیان بن عیینہ، شریک وغیرہ نے روایتیں کی ہیں۔ ابن حجر نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ انہوں نے ۱۴۰ھ(۷۵۷ء)کے بعد وفات پائی۔ دیکھیں:ابن حجر، تقریب، ص۱۹۴، رقم:۱۷۲۸؛ الذھبی، تاریخ الاسلام، ج۸، ص۸۷، ابن أبی حاتم، الجرح والتعدیل، ج۳، ص۳۶۹، رقم:۱۶۸۰۔

(۲)اُبولیلیٰ کندی کوفی کبار تابعین میں سے ہیں۔ انہوں نے عثمانؓ، سلمان فارسیؓ اور خباب بن ارتؓ سے تحصیل علم کیا۔ ان سے اُبو اسحاق سبیعی، اُبوجعفر فراء، اور عثمان ابن أبی زرعہ ثقفی نے روایتیں کی ہیں۔ ابن حجر نے ان کی توثیق کی ہے۔ دیکھیں:الذھبی، تاریخ الاسلام، ج۶، ص۵۳۹؛ ابن حجر، تقریب، ص۶۶۹، رقم:۸۳۳۲؛ ابن أبی حاتم، الجرح والتعدیل، ج۴، ص۲، رقم:۲۔

هُودٍ أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِّنكُم بِبَعِيدٍ اے میری قوم! مجھے قتل نہ کرو بلاشبہ اگر تم نے مجھے قتل کیا تو تمہارے ساتھ بھی اسی طرح ہوگا اور آپ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے ان کا جال بنایا۔

(أ)ابوالشیخ اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا کی تفسیر میں سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ آپ اندھے تھے اور آپ کی بینائی اللہ تعالیٰ کی محبت میں کثرت سے رونے کے سبب جاتی رہی۔

(ب)واحدی اور ابن عساکر نے شداد بن اوسؓ سے یہ روایت بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شعیب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں روتے رہے یہاں تک کہ آپ کی بینائی جاتی رہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر بصارت لوٹا دی اور آپ کی طرف وحی فرمائی: اے شعیب! یہ رونا کیسا ہے کیا جنت کے شوق میں یا آتش جہنم کے خوف سے؟ تو آپ نے عرض کی: بلکہ میں نے تو تیری محبت اپنے دل میں پختہ کر رکھی ہے۔ پس جب میں تجھے دیکھ لوں گا تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ تو میرے ساتھ کیا کرتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اے شعیب!اگر یہ حق ہے تو تجھے میری ملاقات مبارک ہو اے شعیب! اسی لیے میں نے تیری خدمت کے لیے اپنے کلیم موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو مقرر کیا۔

(ج)ابن ابی حاتم، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے خطیب اور ابن عساکر نے کئی طرق سے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے۔کہ آیت میں ضَعِيفًا سے مراد یہ ہے کہ آپ کی بصارت کمزور ہے۔

(د)ابوالشیخ نے سفیانؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: آیت میں ضَعِيفًا سے مراد اندھا ہے۔ اور شعیب علیہ السلام کو خطیب الانبیاء علیہم السلام بھی کہا جاتا ہے۔

(أ)ابن عساکر۔ تاریخ دمشق، ج ۲۳، ص ۷۲۔

(ب)واحدی کی روایت البدایۃ والنھایۃ میں ملی۔ دیکھیں: ابن کثیر، البدایۃ و النھایۃ، ج ۱،ص ۱۸۸؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۲۳، ص ۷۳۔حکم:ابن کثیر نے اس روایت کو غریب جدا کہا ہے۔ اسی طرح شیخ البانی نے بھی اس کو ضعیف جدا کہا ہے۔ دیکھیں: البانی، السلسلۃ الضعیفۃ، ج ۲، ص ۴۲۵، رقم:۹۹۸۔

(ج)تفسیر ابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۶۰؛ الحاکم، المستدرک، کتاب التفسیر، باب ذکر شعیب النبی ﷺ، رقم:۴۰۷۲؛ خطیب، تاریخ بغداد، ج ۱۰، ص ۴۲۳؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج ۲۳، ص ۷۱۔

(د)ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(أ)ابوالشیخ نے سدیؒ سے بیان کیا ہے کہ وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا کا مفہوم ہے کہ بلاشبہ تم تنہا اور اکیلے ہو کوئی تمہارا ہمنوا نہیں اس لیے ہم تمہیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں۔

(ب)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے لَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ کہ کی تفسیر میں ابن زید نے کہا ہے کہ اگر ہم تیری قوم اور تیرے کنبے کا لحاظ نہ کرتے تو تجھے سنگسار کردیتے۔

(ج)سعید بن منصور نے زید بن ثابتؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر لوط علیہ السلام کے لیے بھی شعیب علیہ السلام کے اصحاب کی مثل ہوتے تو وہ یقیناً ان کی معاونت سے اپنی قوم سے جہاد کرتے۔

(د)ابوالشیخ نے علی بن ابی طالبؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے خطبہ ارشاد فرمایا اور شعیب علیہ السلام کے بارے میں یہ آیت تلاوت فرمائی وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا اور فرمایا: آپ اندھے تھے۔ پس انہوں نے آپ کی نسبت ضعف کی طرف کی ہے۔وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ علیؓ نے فرمایا: سوقسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی الہ نہیں! وہ اپنے رب کے جلال سے نہ ڈرے۔ بلکہ وہ صرف کنبے سے ڈرے۔

(ھ)ابن جریر،ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مجاہدؒ سے بیان کیا ہے کہ واتخذتموه وراءكم ظهريا کا مفہوم ہے کہ تم نے اس کے حکم کو پھینک دیا ہے۔

(و)ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ اسی کے بارے میں قتادہؒ فرماتے ہیں کہ تم اس سے ڈرتے نہیں۔

(ز)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے سدیؒ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ تم نے اسے اپنی پشتوں کے پیچھے ڈال دیا ہے اور تم نے اس کی اطاعت نہیں کی اور نہ تم اس سے ڈرے۔

(أ) ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب) ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج)التفسیر من سنن سعید بن منصور، ص۱٦۷، رقم:۱۰۸۷۔

(د)ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۲۴؛تفسیرابن أبي حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۷۰۔

(و)تفسیرابن أبي حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۷۴۔

(ز)تفسیرابن أبي حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۷٦۔

(أ)ابوالشیخ نے ضحاکؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس کا مفہوم ہے تم نے اس کے بارے میں سستی کی ہے۔

(ب)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کے ابن زید نے اس آیت کے تحت کہا ہے کہ الظھری کا معنی فالتو ہے۔مثلاً ساربان کو اپنے ساتھ ایک فالتو اونٹ کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس پر کوئی شے نہیں لادتا مگر جب کہ اسے اس کی ضرورت پڑے۔تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک تمہارا رب تمہارے نزدیک اسی طرح ہے اگر تمہیں اس کی ضرورت ہوا اوراگر تمہیں ضرورت نہ ہو تو پھروہ کوئی شے نہیں ہے۔

يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ (98)وَأُتْبِعُوا فِي هَـٰذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ (99)

" وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے چلے گا اور ان کو دوزخ میں جا اُتارے گا۔ اور جس مقام پر وہ اتارے جائیں گے وہ برا ہے۔ اور اس جہان میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی (پیچھے لگی رہے گی)جو انعام ان کو ملا ہے برا ہے"۔

(ج)ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ کے ضمن میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں:یعنی اس نے انہیں گمراہ کیا اور انہیں آتش جہنم میں ڈال دیا۔

(د)عبدالرزاق،ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے اس کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ فرعون اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا یہاں تک کہ وہ انہیں آتش جہنم پر لے آئے گا۔

(ھ)عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ میں الْمَوْرُودُ کا معنی دخول (داخل ہونا)ہے۔

(أ)روایت نہیں ملی۔

(ب)روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیرالطبر ی، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۳۳۔

(د) عبدالرزاق،تفسیر عبدالرزاق، ج۱، ص۳۱۲،تفسیرالطبر ی، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۳۱۔

(ھ)عبدالرزاق،تفسیر عبدالرزاق، ج۱، ص۳۱۳؛ تفسیرالطبر ی، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۳۴،تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم: ۱۱۱۹۳۔

(اُ)ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ قرآن کریم میں چار مقامات پر اَلْمَوْرُوْدُ کا ذکر ہے۔ ایک سورۃ ہود میں فرمایا وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ دوسرا سورۃ مریم میں وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (۱) اور اسی میں تیسرا بھی ہے وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا (۲)اور چوتھا سورۃ الانبیاء میں ہے:حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ(۳) تمام مقام پر یہ لفظ دخول (داخل ہونا) کے معنی میں ہے۔

(ب)ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیاہے کہ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ کے ضمن میں مجاہدؒ نے کہا: ان پر اس دنیا میں پے درپے لعنت بھیجی جاتی رہی اور قیامت کے دن ان پر ایک دوسری لعنت کا اضافہ کردیا جائے گا۔ پس یہ دو لعنتیں ہیں وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ اور لعنت کے بعد لعنت بہت بری ہے۔

(ج)ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ کی وضاحت میں ابن عباسؓ نے بیان فرمایا۔ کہ اس سے مراد دنیا اور آخرت کی لعنت ہے (یعنی یہ بہت براعطیہ ہے جو انہیں دیا جائے گا)۔

(د)ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ سدیؒ نے اس آیت کے ضمن میں کہا ہے کہ فرعون کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا گیا مگر یہ کہ اس کی زبان سے فرعون پر لعنت کی گئی اور قیامت کے دن ایک دوسری لعنت آتش جہنم میں مزید ہوگی۔

(ھ)ابن الانباری نے الوقف والابتداء میں اور طستی نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق پے درپے لعنت)انہوں نے کہا: کیا عرب اس معنی سے آگاہ ہیں؟ آپ نے فرمایا:ہاں۔ کیا تو نے نابغہ بنی ذبیان کونہیں سنا وہ کہتا ہے:

لَا تَقْذِفَنِّيْ بِرُكْنٍ لَا كِفَاءَ لَهٗ وَاِنْ تَأَثَّفَكَ الْاَعْدَاءُ بِالرِّفَدِ

(اُ)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۳۵؛تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۹۵۔

(ب)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۳۹،۱۸۵۳۸؛تفسیرابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۹۶۔

(ج)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۴۱؛تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۹۸۔

(د)تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۱۹۷۔

(ھ)الطستی کی روایت الاتقان میں ملی۔ دیکھیں:السیوطی، الاتقان، ج۱، ص۳۴۱، رقم:۲۳۳۲۔

(۱)(مریم:۷۱)

(۲)(مریم:۸۶)

(۳)(الانبیاء:۹۸)

"تو ایسے لشکر کی طرف مت پیش قدمی کر جس کا کوئی مددگار نہ ہواور بے شک کبھی دشمنوں کو لعنت سے بھی ختم کردیا جاتا ہے"۔

ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡقُرٰی نَقُصُّهٗ عَلَیۡکَ مِنۡهَا قَآئِمٌ وَّ حَصِیۡدٌ (100)

"یہ (پرانی)بستیوں کے تھوڑے سے حالات ہیں جو ہم تم سے بیان کرتے ہیں ان میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض کا تہس نہس ہوگیا "۔

(أ)ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ مِنۡهَا قَآئِمٌ سے مراد وہ بستیاں ہیں جو آباد ہیں۔ اور "حصید"سے مراد وہ بستیاں ہیں جوتباہ ہوگئی ہیں۔

(ب)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡقُرٰی نَقُصُّهٗ عَلَیۡکَ کے متعلق قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے یہ کلام اپنے نبی ﷺ کے ساتھ فرمائی۔ "قائما"جن کی جگہ اور مکان دکھائی دیتا ہے۔ وَحَصِیۡدٌ جن کا کوئی اثر اور نشان نہیں دکھائی دیتا۔ اور دوسری آیت میں فرمایا هَلۡ تُحِسُّ مِنۡهُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَوۡ تَسۡمَعُ لَهُمۡ رِکۡزًا(۱) (کیا محسوس کرتے ہو ان میں سے کسی کویا سنتے ہوان کی کوئی آہٹ)

(ج)ابوالشیخ نے ابن جریجؒ سے اس طرح بیان کیا ہے مِنۡهَا قَآئِمٌ ان میں سے کچھ اپنی جگہوں پر قائم ہیں اور کچھ زمین سے ملادی گئی ہیں۔

(د)ابوالشیخ نے ضحاک سے بیان کیا ہے قَآئِمٌ وَّ حَصِیۡدٌ وہ ہے جو کھنڈر بن جائے اور تباہ ہوجائے۔

وَ مَا ظَلَمۡنٰهُمۡ وَ لٰکِنۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَمَاۤ اَغۡنَتۡ عَنۡهُمۡ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیۡ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ شَیۡءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمۡرُ رَبِّکَ ؕ وَ مَا زَادُوۡهُمۡ غَیۡرَ تَتۡبِیۡبٍ (101)

"اور ہم نے ان لوگوں پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا غرض جب تمہارے پروردگار کا حکم آپہنچا تو جن معبودوں کو وہ خدا کے سوا پکارا کرتے تھے وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے اور تباہ کرنے کے سوا ان کے حق میں اور کچھ نہ کر سکے"۔

(أ)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۴۶؛تفسیرابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۰۲،۱۱۲۰۶۔

(ب)ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج)ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(د)ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(۱) مریم:۹۸

(اُ)ابوالشیخ نے فضل بن مروان (۱)سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ کا معنی ہے ہم ظلم کرنے سے غنی ہیں (یعنی ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں)

(ب)ابوالشیخ نے ابو عاصم سے بیان کیا فَمَا أَغْنَتْ عَنْهُمْ آلِهَتُهُمْ کا معنی ہے کہ ان کے جھوٹے خداؤں نے انہیں کوئی نفع نہیں دیا۔

(ج)ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ کا معنی ہے کہ ان جھوٹے خداؤں نے انہیں نقصان پہنچانے کے سوا کچھ اضافہ نہیں کیا۔

(د)ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہدؒ سے نقل کیا ہے۔ کہ تَتْبِيبٍ کا معنی تخسیر (نقصان پہنچانا) ہے۔

(ھ)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے تَتْبِيب کا معنی ہلاکت اور بربادی ہے۔

(و)ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ابن زید نے کہا وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ کا معنی ہے کہ انہوں نے ان کے لیے سوائے شر کے اور کچھ اضافہ نہیں کیا اور یہ آیت پڑھی تبتْ يَدَاۤ أَبِيْ لَهَبٍ وَتَبَّ O (۲) اور فرمایا التب کا معنی خسران (خسارہ اور نقصان) ہے "والتتبيب" یعنی انہوں نے خسارے کے سوا ان میں

(اُ)ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۵۳۔

(د)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۵۴،۱۸۵۵۵؛تفسیر ابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۰۹۔

(ھ)تفسیر ابن أبی حاتم ، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۱۰۔

(و)روایت نہیں ملی۔

(۱)فضل بن مروان بن ماسرجس، ابو العباس وزیر اور ادیب تھے مامون الرشید کے بعد انہوں نے معتصم کی بیعت کی۔ وہ علی بن عاصم سے روایت کرتا ہے ان سے حسین بن یحیٰ ، سلیمان بن وہیب کاتب اور مبرد نے روایتیں کی ہیں۔ "دیوان رسائل" اور" المشاھدات ان کے مؤلفات میں شامل ہیں انہوں نے ۲۵۰ھ(۸۶۴ء) میں وفات پائی۔دیکھیں:الذھبی، سیر أعلام النبلاء، ج ۱۲، ص۸۳، رقم:۲۵؛ الزرکلی، الأعلام، ج ۵، ص۱۵۱۔

(۲)(لہب:۱)

اضافہ نہیں کیا۔ پھر یہ آیت پڑھی وَلَا یَزِیۡدُ الۡکٰفِرِیۡنَ کُفۡرُهُمۡ اِلَّا خَسَارًا (۱)اور نہ اضافہ کرے گا کفار کے لیے ن کا کفر بجز گھاٹے (اور خسران) کے"۔

(اُ)طستی نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے انہیں کہا: مجھے اس ارشاد کی وضاحت بتایئے۔ وما زادوھم غیر تتبیب۔تو آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے غیر تخس یعنی خسارہ اور نقصان ۔ انہوں نے ان کے لیے کوئی اضافہ نہیں کیا۔تو اس نے کہا: کیا عرب اس معنی سے آشنا ہیں؟ آپ نے فرمایا؛ ہاں کیا تو نے بشر بن ابی حازم(۲) شاعر کونہیں سنا ہے؟ وہ کہتے ہے:

هُمْ جَدَعُوْا الْاُنُوْفَ فَاَوْعَبُوْهَا　　　وَهُمْ تَرَكُوْا بَنِیْ سَعْدٍ تَبَابَا

"انہوں نے ناکیں کاٹ دیں اور انہیں خوب خوف زدہ کیا اور انہوں نے بنی سعد کو انتہائی خسارے میں چھوڑا"۔

وَكَذٰلِكَ اَخۡذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخۡذَهٗۤ اَلِيۡمٌ شَدِيۡدٌ (102)

"اور تمہارا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے بے شک اس کی پکڑ دکھ دینے والی (اور)سخت ہے"۔

(ب)بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اسے پکڑتا ہے تو پھر اسے نہیں چھوڑتا۔ پھرآپ ﷺ نے یہی مذکورہ آیت پڑھی۔

(ج) ابوالشیخ نے ابوعمران جونی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ طویل مہلت تمہیں دھوکے میں مبتلا نہ

(اُ)الطستی کی روایت الاتقان میں ملی۔ دیکھیں:السیوطی، الاتقان، ج۱، ص۳۴۲، رقم:۲۳۳۵۔

(ب)البخاری،صحیح البخاری، کتاب التفسیر،سورۃ ھود، رقم:۴۴۰۹؛ مسلم،صحیح مسلم، کتاب البر و الصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم، رقم:۲۵۸۳؛ الترمذی، سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب سورۃ ھود، رقم:۳۱۱۰؛ النسائی، السنن الکبریٰ، کتاب التفسیر، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۴۵؛ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، رقم:۴۰۱۸؛ تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۵۹؛ البیہقی، الاسماء والصفات، باب ما جاء فی بیان أن للہ جل ثناؤہ أسماء أخریٰ، رقم:۶۵۔

(ج)روایت نہیں ملی۔

(۱)(فاطر:۳۹)

(۲)بشر بن أبی حازم أسدی شاعر کے حالات زندگی نہیں ملی۔

کرے اور نہ ہی حسین طلب (تمہیں دھو کے میں ڈالے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی دردناک اور سخت ہے۔

(أ)ابن ابی داوٗد (۱)نے سفیانؒ سے بیان کیا ہے کہ عبداللہؓ کی قرأت میں بغیرواؤ کے اس طرح ہے وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ.

(ب) ابن منذر نے مجاہدؒ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس طرح قرأت کی وَكَـذٰلِكَ أَخْـذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ.

(ج)ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ابن زید نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اپنے اس قول میں اپنی سطوت اور رعب ودبدبہ سے ڈرایا ہے: وَكَـذٰلِكَ أَخْـذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَـذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيْمٌ شَدِيْدٌ.

إِنَّ فِـيْ ذٰلِكَ لَآيَةً لِّمَنْ خَـافَ عَذَابَ الْآخِـرَةِ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْـمُـوْعٌ لَّـهُ النَّـاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ (103) وَمَا نُؤَخِّرُهٗ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ (104)

"ان (قصوں) میں اس شخص کے لیے جو عذاب آخرت سے ڈرے عبرت ہے یہ وہ دن ہوگا جس میں سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے اور یہی وہ دن ہوگا جس میں سب (خدا کے روبرو) حاضر کیے جائیں گے ۔ اور ہم اس کے لانے میں ایک وقت معین تک تاخیر کر رہے ہیں "۔

(د)ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ابن زید إِنَّ فِـيْ ذٰلِكَ لَآيَةً لِّمَنْ خَـافَ عَذَابَ الْآخِـرَةِ کی تفسیر میں کہتے ہیں بے شک ہم ان کے لیے ان چیزوں کے وعدے پورے کریں گے جو ہم نے آخرت میں کیے

(أ)ابن أبي داوٗد، المصاحف،ص ۵۶۔

(ب)روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵٦۰۔

(د)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵٦۱۔

(۱)ابن أبي داوٗد:عبداللہ بن سلیمان بن اشعث أزدی سجستانی،أبوبکر بن أبي داوٗد کبار حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ اہل عراق کے امام تھے ۔سجستان میں پیدا ہوئے اور اپنے والد کے ساتھ طویل اسفا کیے اور مصر،شام،فارس،بغداد،خراسان کے شیوخ سے استفادہ کیا۔ ان کی تصانیف میں"المصاحف، المسند، السنن، التفسیر" اور الناسخ والمنسوخ'' شامل ہیں انہوں نے ۳۱٦ھ(۹۲۹ء) کو بغداد میں وفات پائی۔دیکھیں:الزرکلی،الأعلام،ج ۴، ص۹۱؛ الذھبی، سیر أعلام النبلاء ج ۱۳، ص۲۲۱، رقم:۱۱۸؛ ابن أبي یعلی، طبقات الحنابلۃ، ج ۲، ص۵۱۔

ہیں جیسا کہ ہم انبیاء علیہم السلام کے لیے یہ وعدہ پورا فرمایا ہے کہ ہم ان کی مدد کریں گے۔

(أ)ابن ابی شیبہ اور ابن ابوالشیخ دونوں نے بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا یَوْمٌ مَّشْهُودٌ سے مراد قیامت کا دن ہے۔

(ب)ابن جریر اور ابوالشیخ نے مجاہدؒ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

(ج)ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ضحاک نے اس آیت کے ضمن میں کہا ہے وہ قیامت کا دن ہے، اس میں ساری کی ساری مخلوق جمع ہوگی اور زمین وآسمان کے رہنے والے سب کے سب حاضر ہوں گے۔

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ (105)

" جس روز وہ آجائے گا تو کوئی متنفس خدا کے حکم کے بغیر بول بھی نہیں سکے گا پھر ان میں سے کچھ بدبخت ہونگے اور کچھ نیک بخت "۔

(د)ابوالشیخ نے ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے يَوْمَ يَأْتِ کے قول میں کہا ہے۔ ذالک الیوم یعنی اس دن۔

(ھ)ابن ابی شیبہ نے شعبیؒ سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کا کلام سریانی زبان میں ہوگا۔

(أ)مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزھد، باب کلام بن عباسؓ ، رقم:۳۴۷۷۵۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۶۴۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۶۶۔

(د)ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ)مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب فضائل القرآن،باب مافسر بالفارسیۃ، رقم:۲۹۹۸۴۔

(أ)ابن الانباری نے المصاحف میں عمر بن ذر (ا) سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس طرح قرأت کی یَوْمَ یَأْتِ لَا تَکَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ.

(ب)ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے ابویعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے عمر بن خطاب ؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَسَعِیْدٌ تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم جو عمل کرتے ہیں وہ ان چیزوں میں سے ہے جن کے بارے میں فیصلہ کیا جا چکا ہے یا ان میں سے جن کے بارے میں فیصلہ نہیں ہوا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ ان میں سے جن کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے اور ان کے لیے قلمیں چل چکی ہیں۔ اے عمر! لیکن ہر ایک کو اسی عمل کی توفیق دی جاتی ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا جاتا ہے۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّشَهِیْقٌ (106)خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ (107)وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ(108)

"تو جو بد بخت ہونگے وہ دوزخ میں (ڈالے جائیں گے) اس میں ان کو چلانا اور دھاڑنا ہوگا (اور) جب تک آسمان اور زمین ہے ہمیشہ اسی میں رہیں گے مگر جتنا تمہارا پروردگار چاہے بے شک تمہارا پروردگار جو چاہتاہے کر دیتا ہے اور جو نیک بخت ہونگے وہ بہشت میں داخل کیے جائیں گے (اور)جب تک آسمان اور زمین ہیں ہمیشہ رہیں گے مگر جتنا تمہارا پروردگار چاہے یہ(خدا کی) بخشش ہے جو کبھی منقطع نہیں ہونگی۔

(أ)روایت نہیں ملی۔

(ب)الترمذی، سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب سورۃ ھود، رقم:۳۱۱۱؛مسند أبی یعلی ، مسندعبداللہ بن مسعودؓ، رقم: ۵۴۶۳، ۵۵۷؛تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۷؛تفسیرابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۲۱۔**حکم**۔صحیح:دیکھیں:البانی،صحیح سنن الترمذی، رقم:۲۴۸۶۔

(ا)عمر بن ذر بن عبداللہ بن زرارۃ ہمدانی، ابُوذر کوفی، کوفہ کے رجال حدیث میں سے تھے۔ وہ اپنے والد ذر، سعید بن جبیر اور سعید بن عبدالرحمن بن أبزی سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے ابن مبارک، وکیع اور ابونعیم نے روایتیں لی ہیں۔وہ چونکہ مرجئی تھے اس لیے محدثین نے ان کے صحت حدیث میں اختلاف کیا ہے۔انہوں نے۱۵۳ھ(۷۷۰ء)میں وفات پائی۔ ابن حجر نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں:ابن حجر، تقریب، ج۲، ص۶۰، رقم:۵۴۹۴؛ الدارقطنی، ذکر اسماء التابعین، ج۱، ص۲۴۲، رقم:۶۹۲؛ العجلی، تاریخ الثقات، ص۳۵۶، رقم:۱۲۲۶؛ ابن شاھین، تاریخ اسماء الثقات، ص۱۹۹، رقم:۶۸۲۔

(أ)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ دومخفی آیات میں سے ہیں: ایک اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ اور دوسری یہ آیت يَوْمَ يَجْمَعُ اللهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوْا لَاعِلْمَ لَنَا (۱) جس دن جمع کرے اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو پھر پوچھے گا (ان سے) کی اجواب ملا تمھیں؟عرض کریں گے کوئی علم نہیں ہمیں "۔

رہا یہ قول فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ تو ان سے مراد اس قبیلہ والوں میں سے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کے بدلے انہیں جتنا چاہے گا آتش جہنم کا عذاب دے گا پھر ان کے لیے شفاعت کی اجازت فرمائے گا، اور مومنین ان کے لیے شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں جہنم سے نکال لے گا اور انہیں جنت میں داخل فرمادے گا۔ پس جس وقت انہیں جہنم میں عذاب دیا ان کا نام اشقیاء (بدبخت) رکھا۔

اور فَأَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ.خَالِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اذن شفاعت دیا، انہیں جہنم سے نکالا اور انہیں جنت میں داخل کیا حالانکہ وہ بد بخت تھے اور وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا یعنی جو خوش نصیب ہیں اس بدبختی کے بعد جس میں وہ پڑے ہوئے تھے۔فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ.خَالِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ یعنی وہ لوگ جو جہنم میں تھے (اب وہ ہمیشہ نعیم جنت میں رہیں گے)۔

(ب)ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے یہ آیت تلاوت کی: فَأَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا اور کہا: انسؓ نے ہمیں حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قوم آتش جہنم سے نکلے گی اور ہم اس طرح نہیں کہیں گے جیسا کہ اہل حروراء (۲) نے کہا"۔

(أ)تفسیر ابن أبي حاتم، سورة هود، رقم:۱۱۲۲۳۔

(ب)تفسیر الطبری، سورة هود، رقم:۱۸۵۷۵۔

(۱) المائدہ:۱۰۹۔

(۲)اہل حروراء: ان سے مراد خوارج ہیں جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو ابدی جہنمی کہتے تھے۔حروراء کوفہ کی ایک بستی تھی جس میں خوارج رہتے تھے۔اسی میں خوارج نے علی رضی اللہ عنہ سے تحکیم کے بارے میں اختلاف کیا تھا۔

دیکھیں:یاقوت حموی،معجم البلدان، ج۲، ص۲۴۵؛ تفسیر الطبری، سورة هود، رقم:۱۸۵۷۵۔

(اُ)ابن مردویہ نے جابرؓ سے بیان کیا ہے۔ رسول اللہﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا ۔الیٰ قولہ۔اِلَّا مَا شَاء رَبُّکَ رسول اللہﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ وہ ایسے لوگوں کو جہنم سے نکالے جو بدبخت ہیں اور انہیں جنت میں داخل کردے تو وہ ایسا کرسکتا ہے۔

(ب)ابن جریر اور ابن ابی حاتم دونوں نے خالد بن معدان سے بیان کیا ہے کہ انہوں اِلَّا مَا شَاء رَبُّکَ کے ضمن میں کہا۔ کہ یہ آیت اہل قبلہ کی توحید کے بارے میں ہے۔

(ج)ابوالشیخ نے ضحاک سے بیان کیا ہے کہ الاّ ما اہل قبلہ کی استثناء ہے۔

(د)عبدالرزاق، ابن ضریس، ابن جریر، ابن منذر، طبرانی اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابونضرہ سے اور انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری یا ابوسعید خدریؓ یا رسول اللہﷺ کے اصحاب میں سے کسی آدمی سے اِلَّا مَا شَاء رَبُّکَ اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ کے تحت یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت سارے قرآن پر فیصلہ کن انداز میں صادق آتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جہاں بھی قرآن کریم میں خَالِدِيْنَ فِيْهَا ہے یہ اس پر صادق آتی ہے۔

(ھ)ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقیؒ نے ابونضرہ ؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس آیت پر سارا قرآن ختم ہوجاتا رَبُّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔

(و)ابن جریر نے ضحاک ؒ سے بیان کیا ہے کہ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا الآیہ کے تحت انہوں نے کہا: یہ ان لوگوں بارے میں ہے جنہیں جہنم سے نکالا جائے گا اور انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ وہ فرماتے

(اُ)روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۷۸؛تفسیرابن أبي حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۲۵۔

(ج)روایت نہیں ملی۔

(د)عبدالرزاق الصنعانی،تفسیر الصنعانی، ج۱، ص۳۱۳؛تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۷۹؛البیہقی، الاسماء والصفات، باب ما جاء في الجلال والجبروت، رقم:۳۳۶۔

(ھ)تفسیرابن أبي حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۳۹؛البیہقی، الاسماء والصفات، باب ما جاء في الجلال والجبروت، رقم:۳۳۶؛البیہقی، الاعتقاد،باب ذکر لأسماء التي رویناھا علی طریق،ص۸۴۔

(و)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۸۳۔

ہیں وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّکَ فرماتے ہیں مگر جب تک (تیرے رب نے چاہا)انہیں جہنم میں ٹھہرایا گیا۔ یہاں تک کہ بالآخر انہیں جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

(أ)ابوالشیخ نے سنانؒ سے یہ قول بیان کیا ہے اہل توحید کے بارے میں استثنیٰ کی پھر فرمایا عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ.

(ب)ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ کے ضمن میں آپ نے فرمایا: ہر جنت کے لیے آسمان بھی ہے اور زمین بھی۔

(ج)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ سدیؒ سے بھی نقل کیا ہے کہ جب تک جنت کا آسمان اس کی زمین قائم ہے۔

(د)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حسنؒ نے اس کے ضمن میں فرمایا: کہ اس آسمان کے علاوہ اور آسمان اور اس زمین کے سوااور زمین بدل جائے گی(اور اس آیت میں مراد یہ ہے) کہ جب تک وہ آسمان اور وہ زمین قائم رہے گی۔

(ھ)ابن ابی حاتم نے حسنؒ سے یہ قول بیان کیا ہے جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو پکڑ لے گا اور انہیں ہر قسم کے قذر اور میل کچیل سے پاک فرمائے گا۔ پھر انہیں سفید نورانی زمین بنادے گاجس کا نور چمکتا رہے گا اور انہیں جنت کی زمین بنادے گا آج کے آسمان اور زمین جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے دنیا میں جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت کا عرض بنائے گا اور ان پر جنت رکھ دے گا اور جنت آج زعفرانی زمین پر عرش کی دائیں جانب ہے اور اہل شرک ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جب تک جنت کے لیے زمین قائم ہے۔

(أ) ابو الشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیرابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۲۹۔

(ج)تفسیرابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۳۲۔

(د)تفسیرابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۳۰۔

(ھ)تفسیرابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۳۱۔

(أ)بیہقیؒ نے البعث والنشور میں بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے إِلَّا مَا شَاء رَبُّكَ کے تحت فرمایا: تحقیق تیرے رب نے چاہا کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

(ب)ابوالشیخ نے فَأَمَّا الَّذِيْنَ شَقُواْ۔الآیہ کی تفسیر میں سدیؒ سے قول بیان کیا ہے پس اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مشیت کا حکم آیا اور اسے منسوخ کردیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ میں یہ آیت نازل فرمائی

اَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْ لَمْ يَكُنِ اللهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا(۱)۔

پس اس سے اہل جہنم کی یہ آرزو ختم ہوگئی کہ انہیں جہنم سے نکالا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہیشگی اور خلود فی الجہنم کو واجب کردیا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَأَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُواْ ۔الآیہ کے بارے میں کہا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مشیت کا ذکر ہوا جس نے اسے منسوخ کر دیا اور مدینہ طیبہ میں یہ آیت نازل فرمائی وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ الی قوله "ظلاظليلا" اور ان کے لیے ہمیشہ جنت میں رہنا ثابت کردیا۔

(ج)ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے إِلَّا مَا شَاء رَبُّكَ کے تحت کہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آگ کے حکم کی استثناء کی ہے کہ وہ انہیں کھائے۔

(د)ابن منذر نے حسنؒ اور انہوں نے عمرؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر اہل جہنم آتش جہنم میں اتنا عرصہ بھی ٹھہرے رہے جتنے عالج (۲) کی ریت کے ذرات ہیں تو یقیناً ان پروہاں ایک دن آئے گا جس میں انہیں نکال دیا جائے گا۔

(أ)أبوبكر البيهقي، البعث والنشور، تحقيق: محمد سعيد بن بسيوني زغلول، مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت، ط١، ١٤٠٨ھ۔ ١٩٩٨ء،باب قول الله عزوجل:يوم يأت لاتكلم نفس، رقم:٦٦٥۔

(ب)ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسير الطبری، سورة هود، رقم:١٨٥٨٠۔

(د)روایت نہیں ملی۔

(۱)النساء:۱۶۷

(۲)عالج: اس کا جمع عوالج ہے۔لبتی کے اندر مشہور صحراء کا نام ہے۔دیکھیں:الزبیدی، تاج العروس،مادہ:(ع،ل،ج)۔

(أ)اسحاق بن راھویہ نے ابوہریرہؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جہنم پر ایک دن آئے گا کہ اس میں کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ پھر یہ آیت پڑھی:فَأَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا ......الآیہ.

(ب)ابن منذر اور ابوالشیخ نے ابرہیم سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قرآن کریم میں اس آیت سے بڑھ کر کوئی آیت بھی اہل جہنم کے لیے امید افزا نہیں ہے خَالِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَـــاءَ رَبُّکَ- فرمایا کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ زمین وآسمان پر یقیناً ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کے دروازے چرچراکر پھٹ جائیں گے۔

(ج)ابن جریر نے شعبیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جہنم دارین میں سے جلدی آباد ہونے والاہے اور جلدی ہی خراب ہونے والا ہے۔

(د)عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہؒ سے إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّکَ کے تحت بیان کیا ہے کہ اللہ تعالی اپنی مشیت کے بارے میں بہتر جانتا ہے جس پر وہ واقع ہوگی۔

(ھ)ابن جریر نے ابن زید سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالی نے اس کے بارے میں خبردی جو اس نے اہل جنت کے لیے چاہا اور فرمایا اور عَـطَاءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍاس نے اس کے بارے میں خبرنہیں دی جو وہ اہل جہنم کے لیے چا ہے گا۔

(و)ابن منذر نے ابووائل سے بیان کیا ہے کہ جب ان سے قرآن کریم میں سے کسی شے کے متعلق سوال کیا جاتا؟ تو فرماتے تحقیق اللہ تعالی نے وہ کچھ کردیا جس کا اس نے ارادہ فرمایا۔

(أ)روایت نہیں ملی۔

(ب)ابن منذر اور اُبوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۸۱۔

(د)عبدالرزاق الصعانی،تفسیر الصعانی، ج۱،ص۳۱۲؛تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۷۴؛تفسیرابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۳۷۔

(ھ)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۸۲۔

(و)روایت نہیں ملی۔

(أ)ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث والنشور میں ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ کی تفسیر میں کہا ہے کہ زفیر سے مراد وہ سخت آواز ہے جو حلق میں ہوتی ہے اور شَهِيقٌ سے مراد وہ ضعیف آواز ہے جو سینے میں ہوتی ہے اور غَيْرَ مَجْذُوذٍ کا معنی غیر مقطوع۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں غیر منقطع۔دونوں کا مفہوم ہے۔ نہ کٹنے والا، نہ ختم ہونے والا (یعنی ایسی عطا ہے جو نہ کٹے گی نہ ختم ہوگی)

(ب)ابن الا نباری نے الوقف میں ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان سے کہا: کہ مجھے قول باری تعالیٰ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ کے بارے میں بتایئے۔ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:زَفِيرٌ سے مراد ایسی آواز ہے جو گدھے کی آواز کی طرح ہو۔ اس کے بارے میں اوس بن حجر(ا) نے کہا ہے:

وَلَا عُلْمَ اِنْ لَاقَيْتَ اَسْمَاءُ بَعْدَهَا ۔۔۔ فَيَغْشَى عَلَيْنَا اِنْ فَعَلْتَ وَتَعْذَرُ

فَيُخْبِرُ هَا اَنْ رُبَّ يَوْمٍ وَقَفْتَهُ ۔۔۔ عَلَى هَضَبَاتِ السَّفْحِ تَبْكِيْ وَتَزْفِرُ

" کوئی مانع نہیں اگر اس کے بعد اپنے معبودوں سے جا کر ملے۔ اگر یہ ایسا کریں اور معذرت پیش کریں تو وہ ہم پر غالب آجائے گی۔ اور وہ اسے خبر دے گی کہ کئی دن تک تو خون بہانے کے ٹیلوں پر ہچکیاں باندھ کر روتے ہوئے ٹھہرارہا"

فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هَـٰؤُلَاءِ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُم مِّن قَبْلُ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنقُوصٍ (109)وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ (110)وَإِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (111) فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هَـٰؤُلَاءِ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُم مِّن قَبْلُ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْر

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵٦۷،۱۸۵٦۸،۱۸۵۸۷؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۲۵،۱۱۲۲٦،۱۱۲۲۴؛ البیہقی، البعث والنشور،باب دعاء أھل النار بالویل، رقم:٦۵۵۔

(ب)الطستی، مسائل نافع،ص۱٦۸، رقم:۱۷۲۔

(ا)اوس بن حجر بن مالک تیمی،ابوشریح زمانہ جاہلیت کے کبار شعراء میں سے تھے ان کا تعلق قبیلہ تمیم سے تھا۔ وہ اُم زہیر بن اُبی سلمی کا شوہر تھا۔ اس نے طویل عمر پائی لیکن اسلام کا زمانہ نہیں پایا۔ اس کے اشعار حکمت اور رقت سے بھر پور ہوتی ہیں۔ اس کی دیوان بھی ہے جو مطبوع ہوچکی ہے۔ دیکھیں:الزرکلی، الأعلام،ج۲،ص۳۱؛ أبو الفرج أصبہانی، الأغانی، ج۱۱، ص۷۳۔

مَنقُوصٍ (109) وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ (110) وَإِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (111)

"تو یہ لوگ جو (غیر خدا کی) پرستش کرتے ہیں اس سے تم خلجان میں نہ پڑھنا یہ اسی طرح پرستش کرتے ہیں جس طرح پہلے سے ان کے باپ دادا پرستش کرتے آئے ہیں اور ہم ان کو ان کا حصہ پورا پورا بلا کم و کاست دینے والے ہیں۔ اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہوچکی ہوتی تو ان میں فیصلہ کرلیا جاتا وہ تو اس سے قوی شبہ میں (پڑھے ہوئے) ہیں اور تمہارا پروردگار ان سب کو (قیامت کے دن)ان کے مال کا پوراپورا بدلہ دے گا بے شک جو عمل یہ کرتے ہیں وہ اس سے واقف ہے "۔

(أ)ابن مردویہ نے ابوبکر صدیق ؓ سے حدیث بیان کی ہے، فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہم میں تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو۔ کیونکہ یقین کے بعد معافات سے افضل کوئی شے کسی کو نہیں دی گئی اور تم شک سے بچو۔ کیونکہ کفر کے بعد شک سے زیادہ شر پھیلانے والی کوئی شے کسی کو نہیں دی گئی۔

(ب)عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ **وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنقُوصٍ** کی تفسیر میں ابن عباس ؓ نے فرمایا: یعنی جو ان کے لیے خیر وشر میں سے مقدر کیا گیا ہے(ہم یقیناً انہیں ان کا حصہ پورا پورا دینے والے ہیں اس میں ذرا کمی نہیں ہوگی)۔

(ج) ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن زید سے یہ قول بیان کیا **وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ نَصِيبَهُمْ** ہم یقیناً عذاب میں ان کا حصہ انہیں پورا پورا دینے والے ہیں۔

(أ)ابن مردویہ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔ البتہ روایت کی تخریج مسند احمد اور امام نسائی نے کی ہے۔ دیکھیں:امام احمد، مسند احمد،مسند العشرۃ المبشرۃ بالجنۃ، مسند الخلفاء الراشدین، مسند أبي بکر الصدیق، رقم:۴۴؛ النسائي، السنن الکبریٰ، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، باب مسألۃ المعافاۃ، رقم:۱۰۷۱۹۔حکم:مسند احمد کے محققین نے اس روایت کے اسناد کو معاویہ بن صالح کی وجہ سے حسن کہا ہے۔

(ب)عبدالرزاق الصنعاني، تفسیر الصنعاني، ج۱، ص۳۱۳؛تفسیر الطبري، سورۃ ھود، رقم:۱۸۵۹۷؛تفسیر ابن أبي حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۴۴۸۔

(ج)تفسیر ابن أبي حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۴۵۰۔

(أ)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابوالعالیہؒ سے یہ بیان کیا ہے کہ ہم رزق میں سے ان کا حصہ انہیں پورا پورا دینے والے ہیں۔

(ب)ابوالشیخ نے ابوہریرہؓ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر بندے کو پورا پورا رزق عطا فرماتا ہے جو اس نے اس کے لیے لکھ دیا ہے۔ پس طلب میں حسن وجمال پیدا کرو جو چیزیں اس نے حرام کردی ہیں انہیں چھوڑدواور جو حلال قراردی ہیں انہیں لے لو۔

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (112)وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ (113)

"سو (اے پیغمبر) جیسا تم کو حکم ہوتا ہے(اس پر) تم اور جو لوگ تمہارے ساتھ تائب ہوئے ہیں قائم رہو۔ اور حد سے تجاوز نہ کرنا۔ وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اور جو لوگ ظالم ہیں ان کی طرف مائل نہ ہونا نہیں تو تمہیں(دوزخ کی) آگ آلپٹے گی اور خدا کے سوا تمہارے اور دوست نہیں ہیں اگر تم ظالموں کی طرف مائل ہوگئے تو پھر تم کو(کہیں سے) مدد نہ مل سکے گی "۔

(ج)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ ....الآیہ ۔ کی تفسیر میں قتادہؒ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیﷺ کوحکم دیا کہ وہ اس کے حکم پر ثابت قدم رہیں اور اس کی نعمت کے بارے میں سرکشی نہ کریں۔

(د)ابوالشیخ نے سفیان سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ آپ قرآن پر ثابت قدم رہیے۔

(ھ)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حسن سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: تو فرمایا فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ (کام کے لیے) تیار ہو جاؤ تیار ہو جاؤ کوئی بھی ہنستا ہوا نہ دکھائی دیا۔

(أ)تفسیرابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۴۹۔

(ب)ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیرابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۵۳۔

(د)ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ)روایت مطلوبہ کتب میں نہیں ملی۔

(أ)ابن منذر نے ابن جریج سے بیان کیا ہے **وَمَنْ تَابَ مَعَکَ** سے مراد ہے جو ایمان لائے۔

(ب)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے علاء بن عبداللہ بن بدر(۱) سے بیان کیا ہے کہ **وَلاَ تَطْغَوْاْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ** میں اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے اصحاب کا ارادہ نہیں فرمایا بلکہ وہ لوگ مراد لیے ہیں جو ان کے بعد آئیں گے۔

(ج)ابوالشیخ نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں **وَلاَ تَطْغَوْاْ** کا معنی ہے تم ظلم نہ کرو۔

(د)ابن ابی حاتم نے ابن زید سے یہ قول بیان کیا ہے کہ طغیان سے مراد اس کے حکم کے خلاف کرنا اور اس کی نافرمانی کا ارتکاب کرنا ہے۔

(ھ)ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ **وَلاَ تَرْكَنُواْ إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُواْ** کے ضمن میں ابن عباسؓ نے فرمایا: اس میں شرک کی طرف جھکنا مراد ہے۔ (یعنی تم ان کی طرف نہ جھکو جنھوں نے شرک کیا)

(و)ابن جریر اور ابن منذر نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ **وَلاَ تَرْكَنُواْ** کا معنی ہے تم نہ جھکو۔

(ز)ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے آپ سے یہی یہ معنی بیان کیا ہے کہ تم نہ جاؤ۔

((أ)ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)روایت نہیں ملی۔

(ج)روایت نہیں ملی۔

(د)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۵۴۔

(ھ)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۶۰۲۔

(و)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۶۰۶۔

(ز)تفسیر ابن أبی حاتم میں '' لا تدھنوا '' یعنی تم نرم مت پڑھو'' کے الفاظ آئے ہیں ۔ دیکھیں: تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۵۵۔جب کہ الدرالمنثور میں لا تذھبوا '' تم نہ جاؤ کے الفاظ ہیں۔

(۱)علاء بن عبداللہ بن بدر عنزی، ابومحمد بصری نے حسن بصری ابوشعثاء سلیم بن اسود اور عبداللہ بن حنظلہ سے استفادہ کیا۔ وہ حضرت علیؓ سے مرسل روایات بیان کرتا ہے۔ ان سے شعیب بن درہم،سعید بن أبی عروبہ اور ابو سنان شیبانی نے روایتیں بیان کی ہیں۔ ابو حاتم نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں: ابن أبی حاتم، الجرح والتعدیل، ج۶، ص۳۵۳، رقم:۱۹۴۸؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج۶، ص۵۰۷، رقم: ۳۱۳۴؛ أبو سعید العلائی، جامع التحصیل فی أحکام المراسیل، ص۲۳۹، رقم:۵۹۹۔

(أ)ابوالشیخ نے عکرمہؒ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ تم ان کی طرف نہ جھکو جنھوں نے ظلم کیا۔ یعنی یہ کہ تم ان کی اطاعت کرنے لگویاان سے محبت کرنے لگویاانہیں ادب سکھانے لگو۔

(ب)ابوالشیخ نے ابوالعالیہؒ سے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ تم ان کی طرف نہ جھکو جنہوں نے ظلم کیا یعنی تم ان کے اعمال پر راضی اور خوش نہ ہو۔

(ج)ابوالشیخ نے حسنؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ دو خصلتیں ہیں جب کسی بندے میں ان دونوں کی اصلاح ہو جائے تو اس کے حکم میں سے جوان کے علاوہ ہیں وہ بذات خوددرست ہو جاتی ہیں اور وہ ہیں نعمت اور خوش حالی میں سرکشی کرنا اور ظلم کی طرف جھکنا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَلاَ تَرْكَنُواْ إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُواْ فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ .

وَأَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفاً مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّـيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ (114)وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللّهَ لاَ يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (115)

"اور دن کے دونوں سروں(یعنی صبح اور شام کے اوقات میں) اور رات کی چند (پہلی) ساعات میں نماز پڑھا کرو۔ کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ ان کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں۔ اورصبر کئے رہو کہ خدا نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا ۔"۔

(د)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حسنؒ سے بیان کیا ہے کہ وَأَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ میں فجر اورعصر کی نمازیں مراد ہیں۔ اور وَزُلَفاً مِّنَ اللَّيْلِ کے مراد عشا کی نماز ہے۔

(ھ)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حسنؒ سے بیان کیا ہے کہ وَأَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ میں فجر اورعصر کی نمازیں مراد ہیں۔ اور وَزُلَفاً مِّنَ اللَّيْلِ کے بارے میں فرمایا کہ مغرب اور عشا کی دونوں نمازیں رات کے حصہ میں ہیں۔ فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "هُمَا زُلْفَتَا الَّيلِ"(یہ دونوں رات کے دو

(أ)روایت نہیں ملی۔

(ب)مطلوبہ کتاب نہیں ملی۔

(ج)مطلوبہ کتاب نہیں ملی۔

(د)تفسیرالطبری، سورة هود، رقم:۱۸۶۲۹،۱۸۶۱۵۔تفسیرابن أبی حاتم، سورة هود، رقم:۱۱۲۶۳،۱۱۲۶۶۔

(ھ)تفسیرالطبری، سورة هود، رقم:۱۸۶۲۳،۱۸۶۳۴۔تفسیرابن أبی حاتم، سورة هود، رقم:۱۱۲۶۴،۱۱۲۶۷۔

حصوں میں ہیں)۔

(أ)عبدالرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ **وَأَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ** کی تفسیر میں مجاہدؒ نے فرمایا: اس سے مراد فجر کی نماز اور عشاء کی دونمازیں ہیں یعنی ظہر اور عصر کی نمازیں اور **وَزُلَفاً مِّنَ اللَّيْلِ** میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کا ذکر ہے۔

(ب)ابن منذر اور ابوالشیخ دونوں نے بیان کیا ہے کہ **وَزُلَفاً مِّنَ اللَّيْلِ** کی تفسیر میں مجاہد نے فرمایا کہ اس سے مراد **ساعة بعدساعة** یعنی ایک ساعت کے بعد دوسری ساعت میں۔تو اس سے مراد آخری عشاء کی نماز ہے۔

(ج)سعید بن منصور ، ابن جریر ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ آپ فرماتے عشاء میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ پھر آپ یہ آیت پڑھتے **وَزُلَفاً مِّنَ اللَّيْلِ**.

(د)ابن جریر، محمد بن نصر اور ابن مردویہ نے ابن مسعودؓ سے بیان کیا ہے کہ **إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ** میں حسنات سے مراد پانچ وقت کی نمازیں ہیں۔

(ھ)عبدالرزاق، فریابی، ابن ابی شیبہ محمد بن نصر، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ **الْحَسَنَاتِ** سے مراد پانچ وقت کی نمازیں ہیں اور "**وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ**"(۱) سے مراد بھی پانچ نمازیں ہیں۔

(أ)عبدالرزاق الصعانی، تفسیر الصعانی،ج۱، ص۳۱۴ ؛تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۶۱۱، ۱۸۶۳۷، ۱۸۶۳۸،۱۸۶۳۹ ؛ تفسیرابن أبي حاتم، سورۃ ھود،رقم:۱۱۲۶۸۔

(ب)روایت نہیں ملی۔

(ج)التفسیر من سنن سعید بن منصور، ص۱۶۷، رقم:۱۰۵۰؛تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۶۳۱؛تفسیرابن أبي حاتم، سورۃ ھود، رقم: ۱۱۲۶۵؛البیہقی، کتاب الحیض، باب من استحب تأخیرھا ، رقم:۱۹۶۰۔

(د)تفسیرالطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۶۵۸؛محمد بن نصر مروزی، تعظیم قدر الصلاۃ، باب قصۃ تقبیل رجل امرأۃ، رقم:۷۱۔

(ھ)عبدالرزاق الصعانی، تفسیر الصعانی،ج۱، ص۳۱۴؛مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزھد، باب کلام ابن عباس، رقم: ۳۴۷۸۴؛محمد بن نصر مروزی،التمثیل بالغائص فی النھر خمس مرات، رقم:۹۷؛تفسیرالطبری، سورۃ ھود،رقم:۱۸۶۵۲،سورۃ الکہف،ج۱۸، ص۳۲؛ تفسیرابن أبي حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۷۱۔

(۱)(الکہف:۴۶)

(أ)ابن حبان نے ابن مسعودؓ سے یہ بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں باغ میں عورت سے ملا پس میں نے اسے اپنے سے ملایا، اسے بوسہ دیا، میں نے اس سے مباشرت کی اور میں نے اس کے ساتھ کچھ کیا مگر اس سے جماع نہیں کیا؟ یہ سن کر رسول اللہﷺ خاموش رہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَأَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفاً مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ پس رسول اللہﷺ نے اسے بلایا اور اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ تو عمرؓ نے عرض کی: یا رسول اللہﷺ کیا یہ اس کے لیے خاص ہے؟ تو رسول اللہﷺ نے جواباً فرمایا۔ نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لیے ہے۔

(ب)احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن حبان نے ابن مسعودؓ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے عورت کو بوسہ دیا پھر نبی کریمﷺ کے پاس آیا اور واقعہ آپ کے گوش گزار کیا۔ گویا کہ وہ اس کا کفارہ پوچھ رہا ہے؟ تو اس وقت آپﷺ پر یہ آیت نازل کی گئی تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہ میرے لیے ہے؟ تو آپﷺ نے فرمایا: یہ میری امت کے ہر اس فرد کے لیے ہے جس نے ایسا عمل کیا۔

(أ)ابن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ، باب فضل الصلوات الخمس، رقم:۱۹۳۰۔ حکم: صحیح ابن حبان کے محقق شعیب الأرنؤوط نے اس کی اسناد کو حسن کہا ہے۔

(ب)امام احمد، مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند عبداللہ بن مسعود، رقم:۳۶۵۳: البخاری، صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب الصلاۃ کفارۃ، رقم:۵۰۳: امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب التوبۃ ، باب قولہ تعالی ان الحسنات یذھبن السیئات ، رقم:۲۷۶۳: امام ترمذی ،کتاب تفسیر القرآن ،باب سورۃ ھود، رقم: ۳۱۱۴:النسائی، السنن الکبری، ،کتاب تفسیر، باب سورۃ ھود ، رقم :۱۱۲۴۷، ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر التوبۃ، رقم: ۴۲۵۴: تفسیرالطبر ی، سورۃ ھود، رقم:۱۸۶۶۹: تفسیرابن أبي حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۶۹: ابن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ، باب فضل الصلوات الخمس، رقم:۱۷۲۹۔

(أ)عبدالرزاق، احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ہناد، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعودؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نبیﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہﷺ میں نے باغ میں عورت کو پایا تو میں نے اس کے ساتھ سب کچھ کیا مگر یہ کہ میں نے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا۔ میں نے اسے بوسہ دیا اور اسے اپنے (جسم سے) ملایا اور اس کے سوا میں نے کچھ نہیں کیا۔ پس آپ جو چاہیں میرے ساتھ کریں۔ تو یہ سن کر رسول اللہﷺ نے اسے کچھ نہیں کہا۔ وہ آدمی چلا گیا۔ تو عمرؓ نے کہا: یقیناً اللہ تعالیٰ اس پر پردہ ڈالتا اگر یہ اپنے آپ پر پردہ ڈالتا۔ تو رسول اللہﷺ نے آنکھ اٹھا کر اس آدمی کا پیچھا کیا اور فرمایا: اسے میری طرف لوٹا لاؤ۔ چنانچہ وہ اسے واپس لے آئے۔ تو رسول اللہﷺ نے اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ تو معاذ بن جبلؓ نے عرض کی: یا رسول اللہﷺ کیا یہ صرف اس کے لیے ہے یا تمام لوگوں کے لیے؟ تو رسول اللہﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لیے ہے۔

(ب)ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے بزار، ابن جریر اور ابن مردویہ نے ابوالیسر سے یہ قول بیان کیا کہ ایک عورت کھجوریں خریدنے کے لیے میرے پاس آئی۔ تو میں نے اسے کہا: بے شک گھر میں اس سے اچھی کھجوریں موجود ہیں۔ پس وہ میرے ساتھ گھر میں داخل ہوئی۔ تو میں نے اسے گرالیا اور اس کا بوسہ لیا۔ پھر میں ابوبکر صدیق کے پاس آیا اور آپ کو اس کے بارے بتایا تو آپ

(أ) مصنف عبدالرزاق، کتاب الطلاق، باب التعدی فی المحرمات العظام، رقم:۱۳۸۲۹؛ امام احمد، مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابة، مسند عبداللہ بن مسعودؓ رقم:۴۲۹۰، ۴۲۹۱؛امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب التوبة ، باب قولہ تعالی ان الحسنات یذھبن السیئات ، رقم:۲۷۶۳؛ابو داؤد، سنن أبو داؤد، کتاب الحدود، باب فی الرجل یصیب من المرأة مادون الجماع، رقم: ۴۴۶۸؛امام ترمذی، سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن ،باب سورة ھود، رقم:۳۱۱۲؛النسائی، السنن الکبریٰ ، کتاب الرجم، باب اختلاف ألفاظ الناقلین لھذا الخبر ، رقم:۷۳۲۲؛ الھناد، الزھد، باب التوبة والاستغفار، رقم:۸۹۰،۱۲۱۳؛تفسیر الطبری، سورة ھود، رقم:۱۸۶۷۰؛تفسیر ابن أبي حاتم، سورة ھود، رقم:۱۱۲۷۰؛ابن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب الصلاة، باب فضل الصلوات الخمس ، رقم:۱۷۲۸؛ الطبرانی،المعجم الأوسط، ج۷، ص۳۰۴، رقم: ۷۲۷۹؛البیہقی، شعب الایمان، باب معالجة کل ذنب بالتوبة، رقم:۶۶۸۲۔

(ب)امام ترمذی،سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن ،باب سورة ھود، رقم:۳۱۱۵؛البزار، مسند البزار، مسند أبي الیسر، رقم:۲۳۰۰؛تفسیر الطبری، سورة ھود، رقم:۱۸۶۸۴؛ حکم:حسن۔ دیکھیں:البانی، صحیح سنن ترمذی، رقم:۲۴۸۹۔

نے بھی کہا: اپنے اس فعل پر پردہ ڈال، توبہ کراور اس کے بارے میں کسی کو نہ بتا۔ لیکن میں نے صبر نہ کیا: اور رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوگیا اور آپ ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تجھے ایسے عمل کے لیے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کا نائب اور اس کا قائم مقام بنایا گیا ہے؟ یہاں تک کہ اس نے یہ آرزو کی کہ وہ اسلام نہ لایا ہوتا مگر اسی ساعت۔ یہاں تک کہ اس نے یہ گمان کیا کہ وہ اہل جہنم میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے طویل وقت تک سر جھکائے رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ ابوالیسر نے کہا: پھر میں آپ کے پاس حاضر ہوا۔ تو آپ ﷺ نے یہ آیت مجھے پڑھ کر سنائی۔ تو صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ اس کے ساتھ خاص ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ تمام لوگوں کے لیے ہے۔

(أ) احمد، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن خزیمہ، ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابوامامہ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ مجھ پر ایک بار اللہ تعالیٰ کی جانب سے حد قائم کیجیے۔ تو آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا پھر نماز کھڑی ہوگئی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: وہ ادمی کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں یہ ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے مکمل وضو کیا ہے اور ابھی ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے عرض کی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک تو اپنے گناہ سے اس طرح پاک ہو گیا ہے جیسا کہ تیری ماں نے تجھے جنم دیا تھا (تو تو گناہوں سے صاف تھا) پس دوبارہ گناہ نہ کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسی وقت رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ...... الآیہ۔

(أ) احمد، مسند احمد، مسند تتمۃ الانصار، حدیث أبي أمامة الباهلي، رقم:۲۲۱۶۳؛ امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب قولہ تعالیٰ ان الحسنات یذھبن السیئات، رقم:۲۷۶۵؛ أبوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب فی الرجل یعترف بحد، رقم:۴۳۸۱؛ النسائی، السنن الکبریٰ ، کتاب الرجم، باب ذکر من اعترف بحد ولم یسمہ، رقم:۷۳۱۳؛ ابن خزیمۃ، صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصلاۃ، باب فی فضائل الصلوات الخمس، رقم: ۳۱۱؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج۸، ص۱۲۰، رقم:۷۶۷۵؛ تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۶۸۱۔

(أ)احمد، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابوالشیخ، دارقطنی،حاکم اور ابن مردویہ نے معاذبن جبلؓ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نبی کریمﷺ کی بارگاہ میں کھڑا ہوااور اس نے عرض کی:آپﷺ کیا رائے رکھتے ہیں اس آدمی کے بارے میں جو ایک ایسی عورت سے ملا جسے وہ پہچانتا نہیں اور وہ آدمی جو کچھ اپنی بیوی سے کرتا ہے وہی کچھ اس نے اس عورت کے ساتھ کیا مگر یہ کہ اس نے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا۔تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی وَأَقِمِ الصَّلاةَ طَرَفَيِ النَّهَار ...... الآیہ. تو نبیﷺ نے اسے فرمایا: خوب اچھے طریقے سے وضو کر، پھر کھڑا ہواو نماز پڑھ۔معاذؓ نے فرمایا: تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہ اس کے لیے خاص ہے یا تمام مومنین کے لیے عام ہے؟ تو آپﷺ نے فرمایا تمام مومنین کے لیے عام ہے۔

(ب)احمد، ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک آدمی نبی کریمﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوااور عرض کی: ایک عورت آئی وہ مجھ سے خرید وفروخت کرنا چاہتی تھی۔ پس میں اسے (گھر کے)اندر لے گیا اور جماع کے سوا میں نے اس کے ساتھ دوسرے افعال کیے۔تو آپﷺ نے فرمایا: شاید وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں گھر سے نکلی ہوئی تھی؟ اس نے جواب دیا: میں ایسا ہی گمان کرتا ہوں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: اندر آجاپس وہ داخل ہوگیا۔تو قرآن کریم کی مذکورہ آیت نازل ہوئی تو اس آدمی نے کہا: کیا یہ صرف میرے لیے ہے یا عام مومنین کے لیے؟ تو عمرؓ نے اپنے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: نہیں، نعت معین اور مخصوص فرد کے لیے نہیں بلکہ مومنین کے لیے عام ہے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ ہنسے اور فرمایا: عمر نے سچ کہا ہے، یہ مومنین کے لیے عام ہے۔

(أ)احمد، مسند احمد، مسند تتمۃ الانصار، حدیث معاذ بن جبل، رقم:۲۲۱۱۲؛امام ترمذی کتاب تفسیر القرآن ،باب سورۃ ھود، رقم: ۳۱۱۳؛النسائی، السنن الکبریٰ ، کتاب الرجم، باب اختلاف ألفاظ الناقلین لھذا الخبر ، رقم:۷۳۲۸؛تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۶۸۲؛الدارقطنی، سنن الدارقطنی، کتاب الطہارۃ، باب صفۃ ما ینقض الوضوء وما روی فی الملامسۃ، رقم:۴؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الطہارۃ، رقم:۴۷۱۔حکم:مسند احمد کے محققین نے اس روایت کو صحیح لغیرہ کہا ہے۔اس کے تمام راوی ثقہ اور شیخین کے رجال ہیں۔لیکن اس کی سند میں انقطاع ہے کیونکہ عبدالرحمن بن أبی لیلی کا معاذ بن جبلؓ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

(ب)احمد، مسند احمد، مسند بنی ھاشم، مسند حدیث عبداللہ بن عباس، رقم:۲۲۰۶؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج۱۲، ص۲۱۵؛ رقم:۱۲۹۳۱۔حکم:مسند احمد کے محققین نے اس روایت کو صحیح لغیرہ کہا ہے۔

(اُ)طبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور عرض کی: میں نے ایک عورت کو اس کے نفس کے بغیر پایا (یعنی میں نے جماع کے سوااس کے ساتھ اور افعال کیے)تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی)

(ب)بزار، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی ایک عورت سے محبت کرتا تھا۔تو اس نے کسی کام کے لیے نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی۔تو آپ ﷺ نے اسے اجازت عطا فرمادی اور وہ بارش والے دن میں ہی چلا گیا۔تو اچانک اس کی نظر ایک عورت پر پڑی جوپانی کے تالاب پر غسل کر رہی تھی۔ پس جب وہ عورت پر مرد کے بیٹھنے کی جگہ بیٹھا اور اس کا ذکر حرکت کرنے لگا گویا کہ وہ کپڑے کا پھندنا(جھالر)ہے۔ تو اس پر اسے خود ندامت اور شرمندگی ہوئی۔پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور یہ واقعہ ذکر کیا۔ تو نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا: چاررکعت نماز پڑھ۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

(ج)ابن مردویہ نے بریدہؓ سے بیان کیا ہے کہ انصار کی ایک عورت ایک آدمی کے پاس آئی اور وہ مدینہ طیبہ میں کھجوریں بیچتا تھا۔وہ عورت انتہائی حسین وجمیل تھی۔ جب اس کی نظر اس پر پڑی تو اس نے اسے انتہائی تعجب اور حیرت میں ڈال دیا۔اس نے کہا میں مناسب خیال نہیں کرتا جو کھجوریں یہاں میرے پاس ہیں وہ تیرے لیے کوئی زیادہ پسندیدہ ہوں۔البتہ گھر میں تیری ضرورت کے مطابق ہیں۔ سووہ اس کے ساتھ چل پڑی۔یہاں تک کہ جب وہ گھر میں داخل ہو چکی تو اس نے اسے اپنے نفس پر قدرت دینے کو کہا: تو اس نے انکار کردیا اور اسے قسمیں دینے لگی پس اس نے اس کی شرم گاہ سے استمتاع کے بغیر دیگر حرکات اس کے ساتھ کی۔وہ آدمی چلاگیا لیکن اپنے کیے پر خوب نادم ہوا۔پھر حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو کر آپ کو اس سے آگاہ کیا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا اس پر کس نے برانگیختہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: شیطان نے۔ تو

(اُ)طبرانی، المعجم الکبیر، ج۱۲، ص۱۷؛ رقم:۵۲۶۳۔

(ب)البیہقی، شعب الایمان، باب معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، رقم:۶۶۸۳۔ حکم:امام الہیثمی نے کہا: اس روایت کو البزار نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال الصحیح کے رجال ہیں۔دیکھیں: الھیثمی، مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۸۱۔

(ج)روایت نہیں ملی۔

آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ہمارے ساتھ نماز پڑھو۔ اور مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ راوی کہتے ہیں کہ وَأَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ میں صبح، ظہر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں وَزُلَفاً مِّنَ اللَّيْلِ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں مراد ہیں۔ تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ اس کے لیے خاص ہے یا لوگوں کے لیے عام ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ تمام لوگوں کے لیے عام ہے۔

(أ)ابن جریر نے عطاء بن ابی رباح سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک عورت ایسے انسان کے پاس آئی جو آٹا بیچتا تھا تاکہ وہ اس سے آٹا خریدے۔ تو وہ اسے کمرے میں لے گیا۔ جب خلوت میں پہنچا تو اسے بوسہ دیا اور اپنے ہاتھ میں ہی فارغ ہو گیا۔ پھر ابیؓ کے پاس گیا اور ان کے سامنے یہ واقعہ ذکر کیا۔ تو انہوں نے فرمایا: تو غور کر کہیں وہ جہاد کرنے والے آدمی کی بیوی نہ ہو۔ پس اس دوران کہ وہ ابھی اسی حالت میں تھے اس کے بارے میں مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ تو عطاء سے پوچھا گیا کیا: یہ فرض نماز ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں۔

(ب)ابن جریر نے ابراہیم نخعی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فلاں بن مقیب(ا)انصار کا آدمی آیا اور اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں ایک عورت پر داخل ہوا اور میں نے اس سے وہ سب کچھ پایا جو ایک آدمی اپنی بیوی سے پاتا ہے۔ مگر یہ کہ میں نے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ کو ابھی تک علم نہیں تھا کہ آپ اسے کیا جواب دیں۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: وَأَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

(ج)ابن جریر نے سلیمان تیمیؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آدمی نے عورت کے پچھلے حصے پر ضرب لگائی (یعنی ہاتھ مارا) پھر ابوبکر صدیقؓ اور عمرؓ کے پاس حاضر ہوا اور اس کے کفارہ کے بارے میں پوچھا۔ تو ان دونوں میں سے ہر ایک نے کہا: میں نہیں جانتا۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے سوال کیا تو آپ نے بھی فرمایا: میں نہیں جانتا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۶۸۹۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۶۷۵۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۶۸۷۔

(ا) الدر المنثور میں فلان بن مقیب ہے جب کہ مصدر التخریج تفسیر الطبری میں فلان بن معتب ہے۔ یہ انصار میں سے ایک آدمی تھا۔

پاس آیا اور آپ سے سوال کیا تو آپ نے بھی فرمایا: میں نہیں جانتا۔ حتی کہ اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(أ) ابن جریر نے یزید بن رومان سے بیان کیا ہے کہ بنی تمیم(۱) کے ایک آدمی کے پاس ایک عورت آئی۔ تو اس نے اسے بوسہ دیا اور اس کی دبر پر ہاتھ رکھا۔ پھر ابوبکر صدیق کے پاس آیا۔ پھر عمر کے پاس آیا پھر نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی وَأَقِمِ الصَّلاۃَ ۔ الیٰ قولہ ذٰلِکَ ذِکْرَی لِلذَّاکِرِیْنَ پس وہ آدمی جس نے اس عورت کا بوسہ لیا تھا وہ ہمیشہ نصیحت حاصل کرتا رہا۔ اسی لیے یہ ارشاد ہے۔ ذٰلِکَ ذِکْرَی لِلذَّاکِرِیْنَ.

(ب) عبدالرزاق اور ابن جریر نے یحیی بن جعدہ (۲) سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی یہ ارادہ لے کر آیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کو بارش کی بشارت دے۔ تو اس نے ایک تالاب پر عورت کو بیٹھے ہوئے پایا۔ پس اس نے اس کے سینے کو پیچھے دھکیل دیا اور اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ تو اس کا عضوتنا سل کپڑے کے پھندے کی طرح ہو گیا (یعنی وہ وطی پر قادرنہ ہوسکا)۔ اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور جو کچھ کیا تھا آپ کو آگاہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا: اپنے رب سے استغفار کر اور چار رکعتیں نماز پڑھ۔ اور آپ نے اس پرمذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔

(أ) تفسیر الطبری، سورۃ ھود، ج۱۵، ص۵۲۶۔

(ب) عبدالرزاق الصنعانی، تفسیر الصنعانی، ج۱، ص۵۱۲؛ تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۶۸۳۔

(۱) الدرالمنثور کے زیر استعمال مطبوعہ میں "بنی تمیم" ہے جب کہ مصدر التخریج تفسیر الطبری میں "بنی غنم" ہے۔

(۲) یحیی بن جعدہ بن ہبیرہ بن أبی وہب قریشی مخزومی کبار تابعین میں سے ہیں ان کے شیوخ میں اُم ہانی بنت أبی طالب، أبو الدرداء، زید بن أرقم، أبو ہریرۃؓ وغیرہ شامل ہیں۔ ان سے حبیب بن أبی ثابت، عمروبن دینار اور ہلال بن خباب نے روایتیں کی ہیں۔ أبو حاتم نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں: ابن حجر، تہذیب التھذیب، ج۷، ص۲۱، رقم: ۸۸۱۲؛ ابن حبان، الثقات، ج۳، ص۱۲۳، رقم: ۴۴۳۵؛ ابن أبی حاتم، الجرح والتعدیل، ج۹، ص۱۶۴، رقم:۵۶۲؛ البخاری، التاریخ الکبیر، ج۸، ص۱۴۴، رقم:۲۹۴۱۔

(أ)طیالسی، احمد، دارمی، ابن جریر، طبرانی ،بغوی نے معجم میں اور ابن مردویہ نے سلیمانؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑی اور اسے ہلایا۔ یہاں تک کہ اس کے پتے گرنے لگے۔ پھر آپﷺ نے فرمایا: بے شک مسلمان جب وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے پھر وہ پانچ نمازیں پڑھے تو اس کے گناہ اس طرح گرتے ہیں جیسا کہ یہ پتے گر رہے ہیں۔ پھر آپﷺ نے یہی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔

(ب)ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابو مالک اشعری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نمازوں کو ان کے درمیانی وقت میں ہونے والے گناہوں کا کفارہ بنا دیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا اَلْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ .

(ج)احمد اور مردویہ نے ابو أیوب انصاریؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ہر نماز اپنے سامنے والے گناہوں کو گرا دیتی ہے (یعنی نماز کی ادائیگی سے قبل بندے سے جو گناہ صادر ہوتے ہیں نماز انہیں ساقط کردیتی ہے)

(د) احمد، بزار، ابویعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے صحیح سند کے ساتھ عثمانؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہﷺ کو دیکھا، آپ وضو فرمارہے تھے پھرآپ نے فرمایا: جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا پھر کھڑا ہوااور نماز ظہر پڑھی۔ تو ظہر اور صبح کی نماز کے

(أ)الطیالسی، مسند الطیالسی، باب سلمان الفارسیؓ، رقم: ۶۵۲؛ امام احمد، مسند احمد، کتاب تتمۃ مسند الأنصار، حدیث سلمان الفارسیؓ، رقم: ۲۳۷۰۷؛ الدارمی، سنن الدارمی، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء، رقم: ۷۱۹؛ تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم: ۱۸۶۶۶؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج۶، ص۲۵۷، رقم:۶۱۵۱،۶۱۵۲_حکم: مسند احمد کے محققین نے اس روایت کو حسن لغیرہ اور اس کی اسناد کو علی بن زید بن جدعان کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔

(ب) تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۶۶۵_ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج۳، ص۲۹۸، رقم:۳۴۶۰_

(ج) امام احمد، مسند احمد، کتاب مسند تتمۃ الأنصار، حدیث أبي أیوب أنصاري، رقم:۲۳۵۰۳_حکم: مسند احمد کے محققین نے اس روایت کو صحیح لغیرہ کہاہے۔

(د) امام احمد، مسند احمد، ج۱، ص۵۳۷، رقم:۵۱۳؛ البزار، مسند البزار، مسند عثمان رضی اللہ عنہ، رقم:۴۳۶؛ أبو یعلی کی روایت ملی جیسا کہ :الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ، رقم:۱۶۴۹؛ تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم: ۱۸۶۶۲؛ تفسیر ابن أبي حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۷۲_حکم: مسند احمد کے محققین نے اس روایت کی سند کو حسن کہا ہے۔

دوران جو گناہ اس سے ہوئے وہ بخش کی دیئے گئے پھر اس نے عصر نماز ادا کی۔ تو مغرب اور عصر کے درمیان ہونے والے گناہ معاف کردیئے گئے پھر اس نے عشا کی نماز پڑھی تو مغرب اور عشاء کے درمیان جو گناہ ہوئے وہ معاف کردیئے گئے پھر وہ رات گزار تا ہے اور عشاء کے درمیان جو گناہ ہوئے وہ وہ معاف کردیئے گئے پھر وہ رات گزار تا ہے اور اپنی رات میں طرح طرح کے غلط کام کرتا ہے پھر اگر وہ اٹھے، وضو کرے اور صبح کی نماز پڑھے تو صبح اور عشاء کی نماز کے درمیان جو گناہ اس سے صادر ہوئے وہ معاف کر دیئے جائیں گے۔جو گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ لوگوں نے کہا: اے عثمان! یہ نیکیاں ہیں تو باقیات کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: باقیات سے مراد اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ ، سبحان الله وَالْـحَـمْدُ لِللهِ ، اللهُ اَكْبَرُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِا اللهِ الْعَظِيْمُ الْعَلِيْمُ، پڑھنا ہے۔

(أ)بخاری، مسلم اور ابن مردویہ نے ابوہریرہؓ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہووہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔تو کیا اس (کے بدن پر) میل کچیل میں سے کوئی شی باقی رہے گی؟ صحابہ کرام نے نے عرض کی: نہیں۔ یا رسول اللہﷺ۔ تو آپﷺ نے فرمایا: اسی طرح پانچ نمازیں ہیں، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ گناہوں اور خطاؤں کو مٹادیتا ہے۔

(ب)احمد نے ابن مسعودؓ سے بیان کیاہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا۔ البتہ برائی کو نیکی سے مٹا دیتا ہے۔

(ج)حکیم ترمذی، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے کوئی شی نہیں دیکھی جو پرانی برائی کی جگہ نئی نیکی سے بڑھ کر طلب اور ادراک کے اعتبار سے زیادہ حسین ہو۔ کیونکہ

(أ)البخاری، صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ ، باب الصلوات الخمس کفارۃ، رقم:۵۰۵؛ امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب المشی الی الصلاۃ تمحی بہ الخطایا، رقم:۶۶۷۔

(ب)امام احمد، مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند عبداللہ بن مسعودؓ، رقم:۳۶۷۲۔حکم: مسنداحمد کے محققین نے اس کی اسناد کو صباح بن محمد کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔

(ج)حکیم ترمذی، نوادرالاصول، باب فی الحسنۃ الحدیثۃ و الذنب القدیمۃ، ج۲، ص۲۰۱؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج۱۲، ص۱۷۴، رقم:۱۲۷۹۸۔حکم: امام الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں مالک بن یحیٰ بن عمرو البکری ہے جوضعیف ہے۔ اس طرح اس کا والد بھی ہے۔ دیکھیں: الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب سورۃ ھود، رقم:۱۱۰۸۲۔

ارشاد ربانی ہے إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۔

(أ)احمد نے معاذؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا: اے معاذ! برائی کے پیچھے نیکی کرو اسے مٹادے گی۔

(ب)احمد، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابوذررضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے نصیحت فرمایئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرجب تجھ سے براعمل صادر ہوجائے تو اس کے پیچھے نیک عمل کر۔ وہ اسے ختم کردے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا لاالٰہ الااللہ حسنات (نیکیوں)میں سے ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا"هي افضل الحسنات"یہ تو سب سے افضل نیکی ہے۔

(ج)ابویعلی نے انسؓ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ رات یادن کی کسی ساعت میں جب بندہ لاالٰہ الااللہ کہے،تو وہی نامۂ اعمال سے گناہوں کو مٹادیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی مثل نیکیاں وہاں لکھ دی جاتی ہے۔

(د)بزارنے انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے چھوٹی بڑی کوئی ضرورت نہیں چھوڑی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ اس نے عرض کی: جی ہاں،تو آپ ﷺ نے فرمایا بے شک یہ اسی (نظریہ)پراٹھے گا۔

(ھ)ابن مردویہ نے عقبہ بن عامرؓ سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جوآدمی گناہوں کے

(أ) امام احمد، مسند احمد، کتاب تتمۃ مسند الأنصار، حدیث معاذ بن جبلؓ، رقم:۲۱۹۸۸،**حکم**: مسند احمد کے محققین نے اس روایت کو حدیث حسن کہاہے۔

(ب) امام احمد، مسند احمد، کتاب مسند الأنصار، حدیث أبی ذر الغفاریؓ، رقم:۲۱۴۸۷،۲۱۵۳۶: البیہقی، الأسماء والصفات، باب بیان أن اللہ جل ثناؤہ أسماء أخری، رقم:۲۰۲۔**حکم**: مسند احمد کے محققین نے اس روایت کوحسن لغیرہ کہاہے۔

(ج) أبویعلی، مسند أبی یعلی، باب الزہری عن أنس، رقم:۳۶۱۱۔حکم: مسند أبی یعلی کے محقق حسین سلیم نے اس روایت کے اسناد کو ضعیف کہاہے۔

(د)البزار، مسند البزار، مسند أبی حمزۃ أنس بن مالک، رقم:۶۸۸۷۔

(ھ)ابن مردویہ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔ البتہ مسند احمد میں یہ روایت موجود ہے۔ دیکھیں: مسند احمد، مسند الشامیین، حدیث عقبہ بن عامر الجہنیؓ، رقم:۱۷۳۰۷۔حکم: مسند احمد کے محققین نے کہا : اسنادہ حسن۔

پیچھے نیکیاں کرتا ہے اس کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس (کے جسم) پر لوہے کی تنگ زرہ ہو۔ قریب ہے کہ وہ اس کا گلاگھونٹ دے گی پس جب اس نے وہ نیک عمل کیا تو اس نے اس کی ایک گرہ کھول دی یہاں تک کہ وہ اس کی ساری کی ساری گرہیں کھول دے گا۔

(أ)طبرانی نے عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ بیان کیا ہے: بے شک نماز حسنات میں سے ہے اور پہلی نماز سے لے کرعصر کی نماز تک جو گناہ ہوئے ان کا کفارہ نماز عصر ہے، نماز عصر سے لے کر نماز مغرب کے درمیان جو ہوا اس کا کفارہ نماز مغرب ہے اور مغرب اور عشاء کے درمیان کا کفارہ نمازعشاء ہے۔ پھر بندۂ مسلم اپنے بستر پر اس حال میں پناہ لیتا ہے کہ اس کے ذمے کوئی گناہ نہیں ہوتا، جب کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ.

(ب)طبرانی نے الاوسط اور الصغیر میں علیؓ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازادا کی۔ ایک آدمی کھڑا ہوااور اس نے بات دوبارہ کہ۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے ہمارے ساتھ یہ نماز نہیں پڑھی ہے اور تو نے اس کے لیے اچھے طریقے سے وضو نہیں کیا تھا؟ اس نے عرض کی: کیوں نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ یہی اس کا کفارہ ہے۔

(ج)مالک اور ابن حبان نے عثمان بن عفانؓ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں تمہیں ضرور بالضرور ایک حدیث بتاؤں گا۔ اگر کتاب میں یہ آیت نہ ہوتی تو میں تمہیں وہ حدیث نہ بتاتا۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ کوئی آدمی بھی نہیں جو وضوکرتا ہواور خوب اچھے

(أ)طبرانی، المعجم الکبیر، ج۹، ص۱۴۷، رقم:۸۷۳۸۔ حکم: امام الہیثمی نے کہا : اس کی سند میں ضرار بن صرد ہے جو متروک ہے۔ دیکھیں: الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ، رقم:۱۶۶۱۔

(ب)طبرانی، المعجم الأوسط، ج۷، ص۳۰۱، رقم:۷۵۶۰؛ الطبرانی، المعجم الصغیر، ج۲،ص۱۳۵، رقم:۹۱۵۔ حکم: یہ روایت الحارث، علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ جس کے بارے میں امام الہیثمی نے کہا: الحارث ضعیف ،حارث ضعیف ہے۔ دیکھیں:الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ، رقم:۱۶۶۱۔

(ج) امام مالک، موطا، کتاب الطہارۃ، باب جامع الوضوء، رقم:۸۳؛ ابن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب الطہارۃ ، باب فضل الوضوء، رقم:۱۰۴۱۔ حکم: یہ روایت شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔دیکھیں: صحیح بخاری، کتاب الوضوء باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، رقم: ۱۵۸؛صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ ، باب فضل الوضوء، رقم:۲۲۷۔

طریقے سے کرتا ہو پھر وہ پورے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور دوسری نماز کے درمیان جو گناہ ہوتے ہیں ان کی مغفرت فرمادیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ (دوسری نماز)پڑھ لیتا ہے۔ امام مالک نے : اس کے بارے میں میرا خیال یہ ہے۔کہ آپ کی مراد یہ آیت ہے **وَأَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفاً مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ** .

(أ)ابن حبان نے واثلہ بن أسقع ؓ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا: اورعرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں حدتک پہنچ گیا ہوں پس آپ اسے مجھ پر نافذ کیجئے تو آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا۔ پھر نماز کھڑی ہوگئی۔ پس جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ بے شک میں نے حد کا ارتکاب کیا ہے سو آپ اسے مجھ پر قائم کیجئے۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے وضو کیا ہے اور پھر تو آیا ہے؟ اس نے عرض کی: ہاں۔پھر آپ نے فرمایا: کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟اس نے جواباً عرض کی: ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا: پس تو چلاجا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تیری مغفرت فرمادی ہے۔

(ب)احمد، بخاری اور مسلم نے انس ؓ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا۔تو ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! ﷺ بے شک میں حد میں پڑ گیا ہوں سو

(أ) ابن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ، باب فضل الصلوات الخمس، رقم:۱۷۲۷۔حکم: صحیح ابن حبان کے محقق شعیب الأرنؤوط نے کہا: اس کے رجال الصحیح کے رجال ہیں۔

(ب) البخاری، صحیح البخاری، کتاب المحاربین من أھل الکفر و الردۃ، باب اذا أقر بالحد، رقم:۶۴۳۷؛ امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب قولہ تعالیٰ ان الحسنات یذھبن السیئات، رقم: ۲۷۶۴۔ جیسا کہ دیگر روایات سے ثابت ہے کہ یہاں حد کے ارتکاب سے مراد فعل زنا کا ارتکاب نہیں بلکہ بوس وکنار ہے۔ تب ہی آپ ﷺ نے ان پر حد زنا جاری نہیں کیا ۔ جیسا کہ امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں بیان کیاہے کہ :یہاں حد سے مراد ایسی معصیت ہے جو موجب تعزیر ہو یہاں یہ(عمل) صغیرہ گناہوں میں سے ہے اس لیے اس کا کفارہ نماز ہے۔ اگر یہ کبیرہ گناہ ہوتی جو حد کو واجب کرتی یا نہ کرتی،تو نماز پڑھنے سے بھی ساقط نہ ہوتی۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حدود کو واجب کرنے والی معاصی، نماز پڑھنے سے اس کے حدود ساقط نہیں ہوتی۔النووی، یحیٰ بن شرف، المنھاج شرح صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۲، ۱۳۹۲ھ، کتاب التوبۃ، باب قولہ تعالیٰ ان الحسنات یذھبن السیئات، ج۱۷، ص۸۱۔

آپ اسے مجھ پر قائم کیجئے۔ تو آپﷺ نے اس کے بارے میں اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ نماز کا وقت ہو گیا اور اس نے نبی کریمﷺ کی معیت میں نماز پڑھی۔ پس جب آپ نماز مکمل کر چکے تو ایک آدمی کھڑا ہوااور اس نے کہا؛ یارسول اللہ! ﷺ بے شک میں حد میں پڑ گیا ہوں سو آپ کتاب اللہ کا فیصلہ مجھ پر نافذ کیجئے۔ تو رسول اللہﷺ نے فرمایا: کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے؟ اس نے عرض کی: ہاں تو فرمایا:بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے تیرا گناہ معاف فرما دیا ہے۔

(أ)بزار، ابویعلی، محمد بن نصر اور ابن مردویہ نے انس بن مالکؓ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر میٹھے پانی سے بھر کرجاری ہواور وہ ہر روزاس میں پانچ مرتبہ غسل کرتے ہو۔ تو کیا میل کچیل میں سے کوئی اس میں باقی رہے گی؟ فرمایا میل کچیل اس کے گناہ ہیں۔

(ب)ابن ابی شیبہ نے جابرؓ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: بے شک پانچ نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر جاری ہواور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔

(ج)ابن ابی شیبہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: بے شک پانچ نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے سے گزر رہی ہواور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ تو میل کچیل میں سے کوئی شی اس پر باقی نہیں رہے گی؟

(د)ابن ابی شیبہ نے عبید بن عمیرؓ سے یہ حدیث بیان کیا ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے سے گزرنے والی نہر کی طرح ہے جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہوں۔ تو کیاکوئی میل اس پر باقی رہ جائے گی؟

(أ)أبو یعلی، مسند أبي یعلی، باب علی بن زید عن أنس، رقم:۳۹۸۸؛ محمد بن نصر، تعظیم قدر الصلاۃ، باب التمثیل بالحائض فی النھر خمس مرات، رقم: ۹۴۔حکم: مسند احمد کے محققین نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔

(ب)مصنف ابن أبي شیبہ، کتاب الصلوات، باب فیما یکفر بہ الذنوب، رقم: ۷۶۵۰۔

(ج)مصنف ابن أبي شیبہ، کتاب الصلوات، باب فیما یکفر بہ الذنوب، رقم: ۷۶۵۱۔

(د)مصنف ابن أبي شیبہ، کتاب الصلوات، باب فیما یکفر بہ الذنوب، رقم: ۷۶۵۵۔

(أ)احمد، ابن خزیمہ، محمد بن نصر، طبرانی نے الاوسط میں، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں صحیح سند کے ساتھ عامر بن سعد بن أبی وقاص(۱) اور نبی ﷺ کے اصحاب میں سے کئی لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مقدس میں دو بھائی تھے۔ ان میں ایک دوسرے سے افضل تھا۔ پس ان میں سے جو افضل تھا۔ وہ فوت ہوگیا۔ اور اس کے بعد دوسرا چالیس برس تک زندہ رہا۔ پھر وہ بھی فوت ہو گیا، تو رسول اللہ ﷺ کے سامنے دوسرے پر پہلے کی فضیلت کا ذکر کیا گیا۔آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ نماز نہیں پڑھتا تھا؟ لوگوں نے عرض کی: کیوں نہیں یارسول اللہ! ﷺ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کیا تم اسے جانتے ہو جو (اجر)اس کی نماز نے اسے عطا کیا ہے؟ پھر اس وقت آپ نے فرمایا: بے شک نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو میٹھے پانی سے بھری ہوئی ہو تم میں سے کسی کے دروازے پر جاری ہواور وہ ہر روز اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ تو کیا تم دیکھتے ہو کہ اس پر کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گی؟

(ب)طبرانی نے ابوامامہؓ سے حدیث طیبہ نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال میٹھے پانی کی نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے پاس سے گزرہی ہواور وہ ہر روز اس میں پانچ بار غسل کرتا ہو، تو کیا اس پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی؟

(أ)امام احمد، مسند احمد، مسند باقی العشرۃ المبشرۃ بالجنۃ، مسند أبی اسحاق سعد بن ابی وقاص، رقم :۱۵۳۴؛ ابن خزیمہ، صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصلاۃ، باب فی فضائل الصلوات الخمس ، رقم:۳۱۰؛ محمد بن نصر، تعظیم قدرالصلاۃ، باب التمثیل بالحائض فی النھر ، رقم:۸۴؛ الطبرانی، المعجم الأوسط، ج۶،ص۳۰۲، رقم:۶۴۷۶؛ الحاکم، المستدرک، کتاب الصلاۃ، باب فضل الصلوات الخمس، رقم: ۷۱۸؛ البیہقی، شعب الایمان، باب الصلاۃ، رقم:۲۵۵۷۔ **حکم**: مسند احمد کے محققین نے اس روایت کی سند کو امام مسلم کی شرط پر قوی کہا ہے۔

(ب)الطبرانی، المعجم الکبیر، ج۸، ص۱۶۴، رقم:۷۶۸۴۔ **حکم**: امام الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں عفیر بن معدان ہے جو ضعیف جدا ہے۔ دیکھیں: مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ، رقم:۱۶۶۵۔

(۱)عامر بن سعد بن أبی وقاص قریشی زہری، مدنی ثقہ تابعی ہے۔ ان کے آٹھ بھائی تھے۔ انہوں نے اپنے والد ، اسامہ بن زیدؓ، ابوہریرۃؓ، عائشۃؓ اور جابر بن سمرۃؓ سے سماع کیا ان سے ان کے بیٹے داود، زہری، عمرو بن دینار ، موسی بن عقبہ اور دیگر لوگوں نے روایتیں کی ہیں۔ امام ذہبی نے انہیں ثقہ، شریف اور کثیر الحدیث لکھا ہے۔ انہوں نے ۱۰۴ھ(۷۲۲ء)کو وفات پائی ۔ دیکھیں:الذھبی ، سیر أعلام النبلاء ، ج۴، ص۳۴۹، رقم:۱۲۲؛ أبو نصر الکلاباذی، الھدایۃ و الارشاد، ج۲، ص۵۵۵، رقم:۸۷۴؛ الذھبی، تاریخ الاسلام، ج۷، ص۱۲۳۔

(أ)ابی شیبہ نے ابوبرزہؓ سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں کوئی نماز نہیں پڑھتا مگر میں یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے سامنے والی (لغزشوں) کا کفارہ ہوگی۔

(ب)احمد اور طبرانی نے ابوامامہؓ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مسلم آدمی نہیں ہے کہ اس پر فرض نماز کا وقت ہو جائے وہ اٹھے اور وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے اور پھر نماز پڑھے اور خوب خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھے مگر یہ کہ جو گناہ اس سے اس نماز اور اس سے پہلے والی نماز کے درمیان صادر ہوئے وہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

(ج)بزار اور طبرانی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ پانچ نمازیں اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیرا کیا خیال ہے اگر ایک آدمی کارخانے میں کام کرتا ہو اور اس کے گھر اور کارخانے کے درمیان پانچ نہریں ہوں۔ پس جب وہ کارخانے میں آئے اس میں جو اللہ تعالیٰ چاہے وہ کام کرے اور اس کے جسم پر میل کچیل یا پسینہ لگ جائے اور جب بھی وہ نہر کے پاس سے گزرے تو اس میں غسل کرے کیا میل کچیل میں سے کوئی شے اس پر باقی رہے گی؟ پس اسی طرح نماز ہے کہ جب بھی کسی نے گناہ کا عمل کیا پھر نماز پڑھی اور دعا کی اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس سے پہلے والے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔

(د)بزار نے انسؓ سے حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے

(أ) مصنف ابن أبي شيبہ، كتاب الصلوات، باب فيما يكفر بہ الذنوب، رقم: ۷۶۵۲۔

(ب)امام احمد، مسند احمد، تتمۃ مسند الأنصار، حديث أبو امامۃ الباھلی، رقم:۲۲۲۴۷؛الطبرانی، المعجم الكبير، ج۸، ص۲۶۶، رقم: ۸۰۳۱۔حکم: مسند احمد کے محققین نے روایت کو صحیح لغیرہ اور اس کی سند کو حسن کہاہے۔

(ج)الطبرانی، المعجم الأوسط، ج۱، ص۷۱، رقم:۱۹۸، الطبرانی، المعجم الكبير، ج۶، ص۳۷، رقم:۵۴۴۴۔حکم: امام الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں عبداللہ بن قریظ ہے جس کو ابن حبان نے ''الثقات'' میں ذکر کیا ہے جب کہ باقی راوی الصحیح کے رجال ہیں۔ دیکھیں: الہیثمی، مجمع الزوائد، كتاب الصلاۃ ، باب فضل الصلاۃ، رقم:۱۶۵۵۔

(د)البزار، مسندالبزار، مسند أبي حمزۃ أنس بن مالکؓ، رقم: ۶۴۹۲۔حکم: امام الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں زائدہ بن أبي الرقاد ہے اور وہ ضعیف ہے۔ دیکھیں:الہیثمی، مجمع الزوائد، كتاب الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ ، رقم: ۱۶۵۷۔

(أ)طبرانی نے الاوسط اور الصغیر میں انس بن مالکؓ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو ہر نماز کے وقت پکار کرکہتا ہے اے آدم کی اولاد! اٹھواپنی اس آگ کی طرف جسے تم نے اپنے آپ کے لیے روشن کیا ہے اسے بجھادو۔

(ب)طبرانی نے الصغیر میں عبداللہ بن مسعودؓ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ہر نماز کے وقت ایک ندادینے والا بھیجا جاتا ہے اور وہ آکر کہتا ہے اے اولاد آدم! اٹھواور اپنے آپ سے اس آگ کو نجات دوجوتم نے اپنے نفسوں پر جلارکھی ہے پس وہ اٹھتے ہیں اور خوب طہارت حاصل کرتے ہیں(وضو) اور نماز ادا کرتے ہیں تو ان کے وہ گناہ جو دونمازوں کے درمیان ہوتے ہیں انہیں معاف کردیا جاتا ہے۔ پس جب عصر کی نماز کا وقت ہوتا ہےتو پھر اسی طرح ہوتا ہے پھر جب مغرب کی نماز کا وقت آتا ہےتو پھر اسی طرح ہوتا ہے اور جب عشاء کی نماز کا وقت ہوتا ہے تو پھر بھی اسی طرح ہوتا ہے نتیجۃ وہ سوتے ہیں اس حال میں کہ ان کی مغفرت ہوچکی ہوتی ہے۔ پس وہ عمل خیر میں رات گزار تا ہے یا عمل شرمیں رات بسر کرتا ہے۔

(ج)طبرانی نے ابوامامہ باہلیؓ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ فرض نماز دوسری نماز تک اپنے سے پہلے ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ اور جمعہ دوسرے جمعہ تک ان گناہوں کو مٹادیتا ہے جو اس سے پہلے صادرہوں۔ اور رمضان المبارک کا مہینہ دوسرے رمضان المبارک تک اپنے سے پہلے ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور ایک حج دوسرے حج تک اپنے سے پہلے گناہوں کوختم کردیتا ہے۔

(أ)الطبرانی، المعجم الأوسط، ج۹، ص۱۷۳، رقم:۹۴۵۲؛ الطبرانی۔ المعجم الصغیر، ج۲، ص۲۶۲، رقم:۱۱۳۵۔حکم: شیخ البانی نے اس روایت کوضعیف کہا ہے۔ دیکھیں:البانی، السلسلۃ الضعیفۃ، ج۷، ص۶۰، رقم:۳۰۵۷۔

(ب) الطبرانی، المعجم الکبیر، ج۱۰، ص۱۴۱، رقم:۱۰۴۵۲۔حکم:امام الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں أبان بن أبي عیاش ہے جن کو ایوب اورسلم العلوی نے ثقہ کہاہے جب کہ شعبہ، احمد، ابن معین اور أبو حاتم نے ضعیف کہا ہے۔ دیکھیں: الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ، رقم:۱۶۶۰۔

(ج)الطبرانی، المعجم الکبیر، ج۸، ص۲۶۱، رقم:۸۰۱۶۔حکم:امام الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں مفضل بن صدقۃ ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔ دیکھیں:الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ، رقم: ۱۶۶۴۔

(أ)طبرانی نے ابوبکرۃؓ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب کہ کبائر سے اجتناب کیا جائے۔

(ب)بزار اور طبرانی نے سلیمان فارسیؓ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا مسلمان نماز پڑھتا ہے اور اس کے گناہ اس کے سر پر بوجھ ہوتے ہیں جب بھی وہ سجدہ کرتا ہے تو اس سے گناہ گرجاتے ہیں۔ پس وہ اپنی نماز سے اس حال میں فارغ ہوتا ہے کہ اس سے اس کے گناہ گر چکے ہوتے ہیں۔

(ج)طبرانی نے الاوسط میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا: بے شک بندہ جب کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس کی گردن پر جمع ہوجاتے ہیں اور جب وہ رکوع کرتا ہے تو وہ بکھر جاتے ہیں۔

(د)طبرانی نے الاوسط میں ابوالدرداءؓ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے نبی کریمﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو مسلمان بھی گناہ کرتا ہے پھر وضو کرتا ہے اور پھر دورکعت یا چار رکعتیں فرض یا غیر فرض نماز ادا کرتا ہے۔ پھراللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ا س کی مغفرت فرمادیتا ہے۔

(ھ)ابن ابی شیبہ نے سلیمان سے یہ قول بیان کیا ہے کہ پانچ نمازیں اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب کہ کبائر سے اجتناب کیا جائے۔

(أ)الطبرانی کی روایت مجمع الزوائد میں ملی ۔دیکھیں:الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ، رقم: ۱۶۶۷۔
حکم:امام الہیثمی نے کہا اس کی سند میں خلیل بن زکریا ہے جو متروک اور کذاب ہے۔

(ب)الطبرانی، المعجم الکبیر، ج۶، ص ۲۵۰**حکم**:شیخ البانی نے اس روایت کو السلسلۃ الصحیحۃ میں ذکر کیا ہے۔ دیکھیں: البانی، السلسلۃ الصحیحۃ،ج۱۴، ص۱۴، رقم:۳۴۰۲۔

(ج)الطبرانی، المعجم الأوسط، ج۷، ص ۲۱۶، رقم:۷۳۱۴۔**حکم**: امام الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں مروان بن سالم ہے جو ضعیف جدا ہے ۔دیکھیں:الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ، رقم: ۱۶۷۰۔

(د)الطبرانی، المعجم الأوسط، ج۷، ص ۱۸۶۔

(ھ)مصنف ابن أبي شیبہ، کتاب الصلوات، باب فیما یکفر بہ الذنوب، رقم: ۷۶۴۳۔

(أ) ابن ابی شیبہ نے ابن مسعودؓ سے موقوف اور بزار اور طبرانی نے آپ سے ہی مرفوع روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا : فرض نمازیں اپنے معاف ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب کہ کبائر سے اجتناب کیا جائے۔

(ب)ابن ابی شیبہ نے ابوموسیٰؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ پانچ نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے سے گزر رہی ہواور وہ ہر روز اس سے پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ تو کیا اس کے بعد اس پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی؟

(ج)ابن ابی شیبہ نے ابوالدرداءؓ سے بیان کیا ہے کہ پانچ نمازوں کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس کے دروازے پر نہر ہوا اور وہ ہر روز اس سے پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ تو کیا اس طرح پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی؟

(د)ابن ابی شیبہ نے ابوہریرہؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہر عیب اور گالی کا کفارہ دو رکعتیں ہیں۔

(ھ)ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے الکبیر میں ابن مسعودؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ چلتے رہتے ہیں اور جب وہ ظہر کی نماز پڑھتے ہیں تو وہ اسے دھو ڈالتی ہے۔ پھر وہ چلتے رہتے ہیں اور جب عصر کی نماز پڑھتے ہی تو وہ اسے دھوڈالتی ہے۔ پھر چلتے ہیں اور جب مغرب کی نماز پڑھتے ہیں تو وہ اسے دھوڈالتی ہے یہاں تک کہ آپ نے تمام نمازوں کا ذکر کیا۔

(و)طبرانی نے الاوسط اور الصغیر میں عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ

(أ)مصنف ابن أبي شيبہ، کتاب الصلوات، باب فيما يكفر بہ الذنوب، رقم: ۷٦۴۴۔

(ب)مصنف ابن أبي شيبہ، کتاب الصلوات، باب فيما يكفر بہ الذنوب، رقم: ۷٦۴٦۔

(ج)مصنف ابن أبي شيبہ، کتاب الصلوات، باب فيما يكفر بہ الذنوب، رقم:۷٦۴۷۔

(د)مصنف ابن أبي شيبہ، کتاب الصلوات، باب فيما يكفر بہ الذنوب، رقم: ۷٦۴۷۔

(ھ)مصنف ابن أبي شيبہ، کتاب الصلوات، باب فيما يكفر بہ الذنوب، رقم: ۷٦۵۳؛الطبرانی، المعجم الکبیر، ج۹، ص۱۴۸، رقم:۸۷۳۹۔

(و)الطبرانی، المعجم الأوسط، ج۲، ص ۳۵۸، رقم:۲۲۲۴؛ الطبرانی، المعجم الصغیر، ج۱، ص۹۱، رقم:۱۲۱۔حکم: امام الہیثمی نے کہا کہ امام الطبرانی نے اس روایت کو تینوں معاجم میں ذکر کیا ہے۔ لیکن المعجم الکبیر میں یہ روایت موقوف ذکر ہے جس کے تمام راوی صحیح مسلم کے رجال ہیں جب کہ مرفوع روایت جیسا کہ (الأوسط اور الصغیر میں ذکر ہے) کے راویوں میں عاصم بن بھدلۃ ہے جس کی حدیث حسن ہوتی ہے۔ دیکھیں:الہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ، رقم: ۱٦۵۸۔

ﷺ نے فرمایا تم جلتے رہتے ہو۔ اور جب تم صبح کی نماز پڑھتے ہو تو وہ اس (جلن) کو دھوڈالتی ہے پھر تم جلتے رہتے ہواور جب ظہر کی نماز پڑھتے ہوتو وہ اسے دھوڈالتی ہے، پھر تم جلنا شروع کردیتے ہواور جب عصر کی نماز پڑھتے ہو تو وہ اسے دھو ڈالتی ہے۔ پھر تم جلنا شروع کردیتے ہواور جب تم مغرب کی نماز پڑھتے ہوتو وہ اسے دھوڈالتی ہے۔ پھر تم جلنے لگتے ہواور جب عشاء کی نماز پڑھتے ہوتو وہ اسے دھوڈالتی ہے۔ پھر تم سوجاتے ہواور پھر تمہارے بیدار ہونے تک کچھ نہیں لکھا جاتا۔

(أ)احمد نے الزھد میں ابوعبیدہ بن جراحؓ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: پرانے گناہوں کی جانب نئی نیکیوں کے ساتھ جلدی کرلو۔ پس اگر تم میں سے کسی نے اتنے گناہ کیے جتنا کہ زمین وآسمان کے درمیان خلا ہے۔ پھر اس نے نیک عمل کیا۔ تو بالیقین وہ اس کے گناہوں پر بلند ہو گا یہاں تک کہ ان پر غالب آجائے گا۔

(ب)ابن ابی حاتم نے حسنؒ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ پرانی برائیوں کے خلاف نئی نیکیوں سے مدطلب کرو۔ بے شک تم ہرگز کوئی ایسی شے نہیں پاؤگے جو نئی نیکی سے بڑھ کر پرانی برائی کو ختم کرنے والاہی ہواور اس کی تصدیق کتاب اللہ میں بھی ہے کہ ۔

(ج)ابن ابی حاتم نے حسنؒ سے بیان کیا ہے کہ انہوں **ذلک ذکری للذاکرین** کے تحت کہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو خوشحالی اور تنگ دستی میں،قحط سالی اور شادابی میں اور عافیت اور مصیبت میں (یعنی ہر قسم کے حالات میں)اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔

(د)ابن منذر نے ابن جریر سے یہ قول بیان کیا ہے جس آدمی کا میلان ایسی ذاکر عورت کی جانب ہوتو اس کے لیے یہ ارشاد ہے:ذَلِکَ ذِکْرَى لِلذَّاكِرِيْنَ.

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِن قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ (116)

تو جو امتیں تم سے پہلے گزر چکی ہیں ان میں ایسے ہوشمند کیوں نہ ہوئے جو ملک میں خرابی کرنے

(أ)احمد ، الزھد، باب اخبار معاذ بن جبلؓ ، ص۱۸۴۔

(ب)تفسیر ابن أبي حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۷۴۔

(ج)تفسیر ابن أبي حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۷۶۔

(د) روایت نہیں ملی ۔

سے روکتے ہاں(ایسے) تھوڑے سے (تھے)جن کو ہم نے ان میں سے مخلصی بخشی۔ اور جو ظالم تھے وہ انہی باتوں کے پیچھے لگے رہے جن میں عیش و آرام تھا اور وہ گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔"۔

(أ)ابن مردویہ نے ابی بن کعب ؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ آیت مجھے پڑھائی۔

(ب) ابن ابی حاتم نے مالک ؒنے بیان کیا ہے کہ فَلَوْلاَ بمعنی فھلا ہے (یعنی کیوں نہیں)

(ج)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے اس آیت میں فرمایا: تم سے پہلے نہیں ہوئے جو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے مگر وہ تھوڑے تھے۔

(د)ابوالشیخ نے ابن جریج سے بیان کیا ہے کہ إِلاَّ قَلِيلاً مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں ہر قوم سے قلیل قرار دے رہا ہے۔

(ھ)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مجاہدؒ سے بیان کیاہے کہ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُواْ مَا أُتْرِفُواْ فِيهِ اور پیچھے پڑے رہے ظالم اس عیش و طرب کے جس میں وہ اپنی ملکیت اپنے جبراور حق چھوڑنے کی صورت میں تھے۔

(و)ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن جریج کی سند سے یہ بیان کیا ہے کہ ابن عباس ؓنے فرمایا کہ أُتْرِفُواْ فِيهِ کا معنی ہے۔جس میں انہوں نے دیکھا۔

(ز)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُواْ مَا أُتْرِفُواْ فِيهِ کی تفسیر میں قتادہؒ سے بیان فرمایا (پیچھے پڑے رہے ظالم اس عیش وطرب کے جس میں وہ اپنی دنیا میں سے تھے۔ بے شک اس دنیا نے بہت سے لوگوں کے ساتھ عقد کیا اور انہیں اپنی آخرت سے غافل کردیا۔

(أ)روایت نہیں ملی۔

(ب)روایت نہیں ملی۔

(ج) تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۶۹۳۔

(د) ابوالشیخ کی دستیاب کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ھ)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۶۹۶۔

(و)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۶۹۴۔

(ز) روایت نہیں ملی۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ (117)

"اور تمہارا پروردگار ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو جب کہ وہاں کے باشندے نیکو کار ہوں از ظلم تباہ کرے ۔"

(أ)طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور دیلمی نے ابن جریرؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ سے مذکورہ آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وَاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ان میں بسنے والے ایک دوسرے سے انصاف کرتے ہوں۔

(ب)ابن أبي حاتم اور خرائطی نے مساوی الاخلاق میں اسے جریر سے موقوف روایت کیا ہے۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ (118)اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (119)

"اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا لیکن وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ مگر جن پر تمہارا پروردگار رحم کرے اور اسی لیے اس نے ان کو پیدا کیا ہے اور تمہارے پروردگار کا قول پورا ہوگیا کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دونگا "۔

(ج)ابن ابی حاتم ضحاک سے بیان کیا ہے کہ اُمَّةً وَّاحِدَةً کا مفہوم ہے ایک ہی دین رکھنے والے، اہل ضلالت یا ہدایت پانے والے (یعنی اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی دین کا پیروکار بنادیتا، گمراہ کردیتا یا ہدایت یافتہ بنا دیتا)

(د)ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ کا معنی ہے اہل حق اور اہل باطل ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے۔اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ یعنی اہل حق اور وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ کا معنی اور اسی رحمت کے لیے تو اہل حق کو پیدا فرمایا ہے۔

(أ)الطبرانی، المعجم الکبیر، ج۲، ص۳۰۸، رقم:۲۲۸۱؛ الدیلمی، مسند الفردوس،ص ۴۷۸، رقم:۷۲۰۴۔ المعجم الکبیر میں یہ روایت موقوف بیان ہوئی ہے۔

(ب)أبوبکر الخرائطی، مساوی الاخلاق و مذمومھا، تحقیق: مصطفٰی أبو النصر الشلبی، مکتبۃ السوادی، جدۃ، ط۱، ۱۴۱۲ھ ۱۹۹۲ء، باب ما جاء فی ظلم الناس، رقم:۶۵۶۔

(ج) تفسیر ابن أبي حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۴۷۸۔

(د)تفسیر ابن أبي حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۴۸۰،۱۱۴۸۵،۱۱۴۹۱۔

(أ)عبدالرزاق اور ابن منذر نے ابن عباسؓ سے یہ بیان کیا ہے کہ وَلاَیَزَالُونَ مُخْتَلِفِینَ وہ ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے مگر وہ جو اس کی رحمت کے اہل ہیں وہ اختلاف نہیں کریں گے۔

(ب)ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے اس آیت میں فرمایا: وہ ہمیشہ خواہش میں اختلاف کرتے رہیں گے۔

(ج)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے عطاء بن ابی رباحؒ سے بیان کیا ہے کہ وَلاَیَزَالُونَ مُخْتَلِفِینَ کا مفہوم ہے یہودی، عیسائی، مجوسی اور دین ابراہیمی کے پیروکار ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے اور وہ جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا وہ حنیفیہ یعنی دین ابراہیم علیہ السلام کے پیروکار ہیں۔

(د)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حسنؒ سے اس آیت کے ضمن میں یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ مختلف دینوں پر اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا وہ اختلاف نہیں کریں گے وَلِذٰلِکَ خَلَقَھُمْ اور اس کے بارے میں فرمایا: کہ اسی اختلاف کے لیے انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدافرمایا۔

(ھ)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے عکرمہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگ مذہبوں کا اختلاف ہمیشہ کرتے رہیں گے سوائے اہل قبلہ کے جن پر تیرے رب نے رحم فرمایا اور اسی رحمت کے لیے انہیں پیدا فرمایا۔

(و)ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں قتادہؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اہل جماعت ہیں۔ اگر چہ ان کے شہر اور ان کے بدن متفرق ہوں اور اس کی نافرمانی کرنے والے فرقہ پرست ہیں۔ اگر چہ ان کے بدن اکٹھے اور یکجا ہوں۔رَبُّکَ وَلِذٰلِکَ خَلَقَھُمْ اسی رحمت اور عبادت کے لیے انہیں پیدا فرمایا اور انہیں اختلاف کے لیے پیدا نہیں کیا۔

(أ) عبدالرزاق الصنعانی، تفسیر الصنعانی، ج۱، ص۳۱۶۔

(ب)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۸۱۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۷۰۰؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۸۸۔

(د)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۷۰۶؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۹۸۔

(ھ) تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۷۳۱،۱۸۷۰۴،۱۸۷۰۳۔

(و)تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۹۰۔

(أ)ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَلِذٰلِکَ خَلَقَهُمْ کے ضمن میں ابن عباسؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دو گروہ پیدا فرمائے۔ ایک فریق جس پر رحم کیا جائے گا اور وہ اختلاف نہیں کرے گا۔ اور دوسرا جس پر رحم نہیں کیا جائے گا اور وہ اختلاف کرے گا۔ اسی طرح یہ ارشاد بھی ہے فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيْدٌ(۱)

(ب)ابن منذر نے قریش(۲) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں عمرو بن عبید کے پاس تھا۔ پس دو آدمی آئے اور دونوں بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے کہا: اے اباعثمان! حسنؒ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں وَلاَ يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ إِلاَّ مَن رَّحِمَ رَبُّکَ وَلِذٰلِکَ خَلَقَهُمْ (۳) تو آپ نے فرمایا:وہ فرماتے ہیں فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ (۴) اس دن ایک فریق جنت میں اور دوسرا فریق بھڑکتی آگ میں ہو گا۔

(ج) ابن جریر، ابن أبی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیاہے کہ و لذلک خلقهم کے تحت حسنؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت کے لیے اور انہیں آتش جہنم کے لیے پیدا کیا اور انہیں اپنی رحمت کے لیے اور انہیں اپنے عذاب کے لیے پیدا کیا۔

(أ)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۷۲۶؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۹۲۔

(ب)ابن منذر کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۷۰۶؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۲۹۵۔

(۱)(ہود: ۱۰۵)

(۲) قریش بن أنس أبو انس انصاری بصری نے ابن عون اور حبیب بن الشھید سے سماع کیا ان سے علی بن المدینی أبو خیثمہ اور یحیٰ بن ابی نصیب نے روایتیں کی ہیں۔ انہوں نے ۲۸۰ھ(۸۹۳ء) میں وفات پائی۔ علی بن المدینی نے انہیں ثقہ کہا ہے اور أبو حاتم نے کہا: لابأس بہ۔ دیکھیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج۷، ص۱۹۵، رقم:۸۶۶؛ الباجی، سلیمان بن خلف، التعدیل والتجریح، ج۳، ص۱۰۶۹، رقم: ۱۲۵۶؛ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج۷، ص۱۴۲، رقم:۷۹۴۔

(۳)(ہود:۱۱۸) (۴)(الشوریٰ:۷)

(أ)ابوالشیخ نے ابن نجیح سے بیان کیا ہے کہ دو آدمی باہم جھگڑ تے ہوئے طاؤس کے پاس گئے اور ان دونوں کا آپ کے بارے میں اختلاف ہوگیا۔ تو آپ نے فرمایا: تم دونوں نے میرے بارے میں اختلاف کیاہے تو ان میں سے ایک نے کہا: اسی لیے ہم پیدا کیے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تو نے جھوٹ کہا ہے۔ تو اس نے کہا؛ کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا ہے وَلاَیَزَالُونَ مُخۡتَلِفِیۡنَ. اِلاَّ مَن رَّحِمَ رَبُّکَ وَلِذٰلِکَ خَلَقَھُمۡ. تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے انہیں رحمت اور جماعت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔

وَکُـلاًّ نَّقُصُّ عَلَیۡکَ مِنۡ أَنۡبَاء الرُّسُـلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَکَ وَجَاءکَ فِیۡ ھَـٰذِهِ الۡحَقُّ وَمَوۡعِظَةٌ وَذِکۡرَی لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ (120)

"(اے محمدﷺ)اور پیغمبروں کے وہ سب حالات جو ہم تم سے بیان کرتے ہیں ان سے ہم تمہارے دل کو قائم رکھتے ہیں اور ان(قصص)میں تمہارے پاس حق پہنچ گیا اور (یہ)مؤمنوں کے لیے نصیحت اور عبرت ہے۔"۔

(ب)ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ اس آیت کے ضمن میں ابن جریج سے یہ قول بیان کیا ہے تاکہ آپ جان لیں اے محمدﷺ جو کچھ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو ان کو امتوں کی جانب سے پیش آیا۔

(ج)عبدالرزاق، فریابی، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے کئی طرق سے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ وَجَـاءکَ فِیۡ ھَـٰذِهِ الۡحَقُّ کا معنی ہے۔ اور آپ کے پاس اسی سورۃ میں حق آیا ہے۔

(د)ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے ابوموسیٰ اشعریؓ سے بھی یہی معنی بیان کیا ہے۔

(ھ)ابوالشیخ نے سعید بن جبیرؒ سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

(و)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہؒ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس اس دنیامیں حق آیا ہے

(أ)ابوالشیخ کی متداول کتب میں روایت نہیں ملی۔

(ب)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۷۴۱۔

(ج)عبدالرزاق الصنعانی، تفسیر الصنعانی، ج۱، ص۳۱۶؛ تفسیر من سنن سعید بن منصور، ص۱۶۸، رقم:۱۰۵۵؛ تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۷۴۴؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۳۰۰۔

(د)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۷۴۲۔

(ھ) روایت نہیں ملی۔

(و)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۷۶۳؛ تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۳۰۴۔

(أ)ابوالشیخ نے سعیدؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قتادہؒ اس سورت میں کہا کرتے تھے اور حسنؒ نے کہا ہے کہ دنیا میں آپ کے پاس حق آیا ہے۔

(ب)ابوالشیخ نے ابورجاء کی سند سے حسنؒ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس اس سورت میں حق آیا ہے۔

وَقُل لِّلَّذِينَ لاَ يُؤْمِنُونَ اعْمَلُواْ عَلَى مَكَانَتِكُمْ إِنَّا عَامِلُونَ (121)وَانتَظِرُوا إِنَّا مُنتَظِرُونَ (122)وَلِلّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ(123)

"اور جو لوگ ایمان نہیں لائے ان سے کہہ دو کہ تم اپنی جگہ عمل کئے جاؤ،ہم (اپنی جگہ) عمل کئے جاتے ہیں۔ اور (نتیجۂ اعمال کا) تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم خدا ہی کو ہے اور تمام امور کا رجوع اسی کی طرف ہے۔تو اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسا رکھو۔ اور جو کچھ تم کر رہے ہو تمہارا پروردگار اس سے بے خبر نہیں۔"۔

(ج)ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہؒ نے کہا ہے کہ مَكَانَتِكُمْ بمعنی منازلکم ہے۔ یعنی تم اپنی منازل پر عمل کرتے ہو۔

(د) ابن جریر اور ابوالشیخ نے ابن جریجؒ سے بیان کیا ہے کہ وَانتَظِرُوا إِنَّا مُنتَظِرُونَ کے تحت بیان کرتے ہیں کہ تم شیطان کے وعدوں کا انتظار کرو اس سے بچو جو وہ تمہارے لیے آراستہ کرکے تم پر پیش کرتا ہے۔وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الأَمْرُ كُلُّهُ کی تفسیر میں فرمایا۔ پس وہی ان کے درمیان اپنے حکم سے عدل کا فیصلہ فرمائے گا۔

(ھ) عبداللہ بن احمد نے زوائدالزہد میں، ابو نصر نے فضائل القرآن میں، ابن جریر اور ابوالشیخ نے کعبؓ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تورات کا آغاز اس سے ہے جس سے سورۃ الانعام کا آغاز ہوا ہے اور تورات کا خاتمہ سورۃ ہود کے خاتمہ کی طرح ہے: وَلِلّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ ۔الیٰ قوله بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ.

(أ)روایت نہیں ملی۔ (ب)روایت نہیں ملی۔

(ج)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، ج۱۵، ص۴۶۳۔ ابن جریر نے یہ روایت بغیر سند اور بغیر کسی کی طرف منسوب کیے ہوئے بیان کی ہے؛تفسیر ابن أبی حاتم، سورۃ ھود، رقم:۱۱۳۰۸۔

(د)تفسیر الطبری، سورۃ ھود، رقم:۱۸۷۶۵۔

(ھ) ابن الضریس، فضائل القرآن، ص۳۶، رقم:۱۹۶؛ تفسیر الطبری، سورۃ الأنعام، رقم:۱۳۰۴۲،۱۳۰۴۳۔

نتائج

دوران تحقیق مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے گئے ہیں۔

1. الدر المنثور فی التفسیر بالماثور امام جلال الدین السیوطیؒ کے علم و فضل، سیلان قلم، اور نادر صبر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اس میں انہوں نے تقریبا ۴۰۰ کتب سے روایات اخذ کی ہیں۔جن میں ایسی کتابوں کا ایک وافر ذخیرہ نقل کیا ہے جو آج کل یا تو بالکل مفقود ہیں یا ان کا کچھ حصہ دستیاب ہے ۔ مفقودکتابوں میں تفسیر محمد بن یوسف فریابی ،تفسیرعبد بن حمید، تفسیرسنید بن داود ، تفسیر اسحاق بن راہویہ، تفسیر ابوبکر بن مردویہ، ابو شیخ ابن حیان کی فضائل القرآن، احمد بن منیع، ابن ابی عمر عدنی، حارث بن ابی اسامہ اور مسدد بن مسرہد کے مسانید شامل ہیں۔ ایسی کتابیں جن کا کچھ حصہ دستیاب ہے، یہ ہیں: تفسیر ابن منذر، تفسیر ابن ابی حاتم، صحیح ابی عوانہ، سنن سعید بن منصور، مسند ابو بکر البزار ،مسندابن ابی شیبہ، اور مسنداسحاق بن راہویہ۔ اس تفسیر کے ذریعے ہمیں ان نایاب کتب کے بعض روایات تک رسائی ملتی ہے۔

2. تفسیر الدر المنثور میں علامہ سیوطیؒ کا منہج اور اسلوب یہ ہے کہ وہ سورت کی ابتدا اس کے نام،آیات کی تعداد اور سورت کی مکی یا مدنی تعین سے کرتے ہیں ۔پھر ایک آیت یا چند آیات میں سورت کی تقسیم کر کے اس کی تفسیر بیان کرتےہیں۔اکثر اوقات نحاسؒ ، ابن ضریسؒ اور ابو شیخؒ کی روایات پر اعتماد کرتے ہیں۔

3. آیات کی تقسیم ترقیم کے لحاظ سے نہیں ہے۔ امام صاحب کبھی دس پندرہ آیات کے ذیل میں دو تین روایات پیش کرتے ہیں جیسا سورہ یونس میں ہے اور کبھی ایک یا دو آیات کے ذیل میں کئی روایات طوالت اور تکرار سے بیان کرتے ہیں جیسا کہ سورہ ھود میں سفینہ نوح کی روایات۔

4. امام صاحب اپنی تفسیر میں نقل اور روایت پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔آیات کی تفسیر احادیث مبارکہ، اقوال صحابہ و تابعین کی روشنی میں کرتے ہیں جس میں صحیح، ضعیف، موضوع، اور اسرائیلی روایات پر کوئی نقدو جرح نہیں کرتےنہ موازنہ یا ترجیح کرتے ہیں۔بعض مقامات پر انھوں نے مختصرا یوں وضاحت کی ہے: **وصححہ حاکم،اخرجه فلان بسند ضعیف** وغیرہ۔

5. اس طرح امام صاحب دوران تفسیر نبی کریمﷺ اور صحابہ سے مروی مختلف قسم کے قراءات کا بھی ذکر کرتے ہیں۔لیکن اس بات کا تعین نہیں کرتے کہ اس میں کون سی قراءت صحیح، متواتر یا شاذ ہے۔
6. امام صاحب نے اپنی تفسیرمیں راویوں کی ایک بڑی تعداد ذکر کی ہے لیکن جرح و تعدیل کا خیال نہیں رکھا باوجود اس کے کہ وہ راویوں کی پہچان کاگہرا علم رکھتے تھے۔

ان تمام باتوں کے باوجود امام صاحب کی شان فضیلت میں کوئی کمی نہیں آتی بلکہ یہ ان کی قدر و منزلت میں مزید اضافہ کرتی ہیں کیونکہ ان کا مقصد اس تفسیر میں زیادہ سے زیادہ تفسیری روایات کو جمع کرنا تھا،ان پرنقد و تبصرہ کرنا ان کا مطمح نظر نہیں تھا ۔امام صاحب کی یہ تفسیر نہ صرف بہت سے احادیث، اقوال و اثار صحابہ و تابعین کی جامع ہے بلکہ بہت سے مفقودہ کتابوں کے آثار کا حافظ بھی ہے جن کے آج کل صرف نام اور مصنفین کے نام باقی ہیں ۔

یہ بات واضح ہے کہ علامہ سیوطیؒ کادور ایجاد و ابداع کا نہیں بلکہ جمع،شرح اور تفسیر کا دورہے۔ علامہ سیوطی ؒنے اس سلسلے میں بہترین نمونہ پیش کیا ہے۔ اگر کثرت تصانیف کے لحاظ سےمصنفین کی فہرست بنائی جائے تو آپ کا نام سر فہرست ہوگا۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ بعض تصنیفات میں آپ سے تسامحات بھی واقع ہوئے ہیں جن کی تحقیق و تنقیح کی ضرورت ہے لیکن اس سے آپ کے علمی مرتبہ ومقام میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ کثیر التصانیف مصنفین سے ایسا ہونا بعید از قیاس نہیں ہے بلکہ ایسا ہونا اعجاز قرآنی کے خلاف بھی ہوگا۔

﴿تجاویز﴾

۱۔ تفسیر الدر المنثور میں ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ، ابی بن کعبؓ، قتادہ بن دعامہؒ، مجاہدؒ، اور ابن زیدؒ کے بہت سارے تفسیری اقوال بیان کئے گئے ہیں۔ جن میں صحیح، ضعیف، اور موضوع ہر طرح کی روایات موجود ہیں۔ ان میں سے ہر ایک مفسر کی الگ الگ روایات کی جمع اور توثیق پر مزید کام کی گنجائش موجود ہے۔

۲۔ اسرائیلی روایات کے ساتھ ساتھ الدر المنثور میں حبہ العرنی جیسے غالی شیعہ علماء کی روایات بھی موجود ہیں۔ ان شیعہ رواۃ اور ان کی روایات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

۳۔ الدر المنثور میں تفسیر آیات کے ضمن میں اشعار سے استشہاد کیا گیا ہے ۔ جن کی لغوی اور ادبی حیثیت پر کام کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ آیات احکام میں شافعی مسلک کی ترجیح کے لئے احادیث کا وافر ذخیرہ موجود ہے جس کو شافعی مسلک کے مطابق آیات احکام کی تفسیر میں زیر بحث لانا چاہیے۔

۵۔ احادیث قدسیہ کی ایک بڑی تعداد تفسیر آیات کے ذیل میں آگئی ہے جن کو تفسیر الآیات بالاحادیث القدسیہ کے عنوان سے جمع کیا جا سکتا ہے۔

۶۔ تفسیر الدر المنثور عوام اور خواص دونوں کے درمیان معروف اور مقبول تفسیر کا درجہ رکھتی ہے ، ہر لائبریری کی ضرورت سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے یہ تحقیقی کام مکمل ہونے کے بعد یکجا کر کے شائع کیا جائے تا کہ عوام و خواص دونوں کو علمی فائدہ ہو۔

علمی فہارس

- ✓ فہرست آیات قرآنیہ
- ✓ فہرست احادیث نبویہﷺ
- ✓ فہرست اسرائیلیات
- ✓ فہرست اشعار
- ✓ فہرست مقامات
- ✓ فہرست قبائل
- ✓ فہرست جبال
- ✓ فہرست اعلام
- ✓ فہرست مصادر و مراجع

فہرست آیات قرآنیہ

فہرست احادیث نبویہ ﷺ

45	أليس قد صليت معنا هذه الصلاة وأحسنت لها	ضعيف	٩٦١
46	أليس قد صليت معنا؟	صحيح	٩٦٢
47	أما أنهم لم يكونوا يعبدونهم ولكنهم كانوا	حسن	٣٤٦
48	أمان لأمتى من الغرق إذا ركبوا في السفن أن يقولوا	ضعيف	٨٦٠
49	أمان لأمتى من الغرق إذا ركبوا في السفن	ضعيف	٨٦٠
50	ان أحب عباد الله الى عز وجل من حبب اليه	ضعيف	٣٩٣
51	ان أردت اللحوق بى فليكفك من الدنيا	ضعيف جدا	٣١٠
52	ان استطعتم أن تكثروا من الاستغفار فافعلوا	ضعيف	١٣٦
53	أن الاسلام يهدم ما كان قبله	صحيح	١٥٩
54	إن الرسالة والنبوة قد انقطعتا فلا رسول بعدي	صحيح	٧٥۶
55	ان الشيطان قال:و عزتك يا رب، لا أبرح	حسن لغيره	١٣٥
56	ان العبد إذا قام يصلى جمعت ذنوبه على رقبته	ضعيف	٩٦٤
57	ان العرش مطوق بحية و الوحى ينزل في السلاسل	صحيح	٦٤٤
58	إن الغنيمة لا تحل لأحد سود الرؤوس قبلكم	صحيح	٢٥٢
59	ان القبر لدى جلست عنده قبر آمنة	ضعيف	٦٢٠
60	ان الله اصطفى من ولد ابراهيم اسمٰعيل	صحيح	٦٦٥
61	إن الله أعطاني الرائيات إلى الطواسين مكان الإنجيل	ضعيف	۶٨۶
62	إن الله أمر موسى وهرون أن يتبوآ لقومهما بيوتا	موضوع	٧٧٠
63	إن الله أمرني أن أقرأ عليك القرآن	صحيح	٧٣۶
64	إن الله أوحى إلي أن تواضعوا حتى لا يبغي أحد	صحيح	٧٠٩
65	إن الله بالسهم الواحد ثلاثة نفر الجنة:	ضعيف	١٩٩
66	ان الله جعل الدنيا قليلاً و ما بقى منها الا القليل	حسن	٣٠٤
67	ان الله جعل للمعروف وجوهاً من خلقه	ضعيف جداًٍ	٣٩٥

92	ان أوليائي يوم القيامة المتقون	حسن	١٥٠
93	ان آل فلان ليسوا لي بأولياء، انما وليى الله	صحيح	١٥٠
94	ان بيوت الله في الأرض المساجد	ضعيف	٣١٣
95	إن رأيتم أن تطلقوا لها أسيرها	صحيح	٢٥٨
96	ان ربى خيرنى و قال استغفر لهم أولا	صحيح	٥٣٣
97	إن رسول الله ﷺ أتى هوازن في إثنى عشر ألفا	صحيح	٣٥٦
98	ان رسول الله ﷺ أراد أن يصلى على عبدالله	ضعيف	٥٣٣
99	ان رسول الله ﷺ استنفر حيا من أحياء العرب	ضعيف	٣١٣
100	أن رسول الله ﷺ استهدى سهيل بن عمرو	ضعيف	٣٣٣
101	ان رسول الله ﷺ بعث أبا بكر و أمره	صحيح	٢٨٢
102	ان رسول الله ﷺ جاء إلى السقاية فاستسقى	صحيح	٣٢٨
103	أن رسول الله ﷺ قرأ فسيرى الله عملكم	ضعيف	٥٨١
104	ان رسول الله ﷺ كان يصوم حتى نقول	صحيح	٣٩٤
105	ان رسول الله ﷺ لم يصم بعد رمضان	ضعيف	٣٩٨
106	أن رسول الله ﷺ نهى عن صوم رجب كله	ضعيف	٣٠٠
107	أن رسول الله ﷺ بعث سرية قبل نجد	صحيح	٢٥
108	إن رسول الله ﷺ كان يكره الصوت	صحيح	١٨٣
109	ان سياحة أمتى الجهاد في سبيل الله	حسن	٦١٢
110	ان شئتم فاقتلوهم و ان شئتم فأديتم	صحيح	٢٥٠
111	ان شئتما أعطيتكما و لا حظ فيها لغنى	صحيح	٣٤٦
112	إن كل بناء كل على صاحبه يوم القيامة إلا ما	ضعيف	٣٢٢
113	ان لله تعالى ملكاً ينادى عند كل صلاة يا بني آدم	ضعيف	٩٦٦
114	إن لله عبادا ليسوا بأنبياء ولا شهداء	ضعيف	٧٤٨

115	إن من عباد الله ناسا يغبطهم الأنبياء والشهداء	صحيح	٧٤٧
116	أن نوحا عليه السلام حمل معه في السفينة من جميع	ضعيف	٨٣٤
117	ان هذا الحيى من الأنصار حبهم ايمان و بغضهم	ضعيف	٥٥٩
118	ان هذا السيف لا لك و لا لي	صحيح	١١
119	أنا أحق بموسىٰ و أ حق بصوم هذا اليوم فصامه	ضعيف	٨٦٤
120	أنا فئتكم و أنا فئة المسلمين	ضعيف	١٠٣
121	أنا محمد بن عبدالله بن عبد المطلب إن الله	ضعيف	٦٦٩
122	أنا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب بن هاشم	ضعيف جداً	٦٦٥
123	أنبلوا سعد، ارم يا سعد ، رمى الله لك	صحيح	٢٠٣
124	أنزل الله على امانين لامتى	ضعف	١٣٣
125	الانصار لا يحبهم الا مؤمن و لا يبغضهم	صحيح	٥٥٩
126	إنك قادم غدا بلدا السجود به قليل فأكثر	ضعيف	١٨٢
127	انما الصلوات كمثل نهر جار ببات أحدكم غمر يقتحم	صحيح	٩٦٣
128	انه أتانى الليلة آتيان فقالا لي: انطلق ، فانطلقت	صحيح	٥٤٣
129	انه سيأتيكم انسان ينظر اليكم بعينى شيطان	حسن	٥٠٣
130	انه لم يبق من الدنيا الا مثل الذباب تمور	ضعيف	٣٠٨
131	إنه لم يبق من مبشرات النبوة إلا الرؤيا الصالحة	صحيح	٧٥٥
132	انى أخشى ان رأيت نساء بني الأصفر	ضعيف	٣٣٩
133	أني أصبت حداً فأقمه على فأعرض عنه	صحيح	٩٦٢
134	إني لأهم بأهل الأرض عذاباً	ضعيف	٣١٢
135	انهزموا ورب الكعبة	صحيح	٣٥٢
136	أهل المعروف في الدنيا أهل المعروف في الآخرة	ضعيف	٣٩١
137	أول من يدعى الى الجنة الحمادون الذين يحمدون	ضعيف	٦٠٩

	ح	٨
184 دخلت المسجد يوم الجمعة والنبيﷺ يخطب	صحيح	٢٤٤
185 دع ما يريبك الى ما لا يريبك	صحيح	٦٥٠
186 الدنيا سجن المؤمن و سنته فإذا خرج من الدنيا	ضعيف	٣١١
187 الدين النصيحة	صحيح	٥٣٩
188 ذهبت النبوة وبقيت المبشرات	صحيح	٧٥٧
189 ذو القلب المحموم و اللسان و الصادق	صحيح	٦٥١
190 رأس العقل بعد الايمان بالله مداراة الناس	ضعيف	٣٩٢
191 رأيت النبيﷺ يلوي ناصية فرسه	صحيح	٢١٨
192 رب ألم تعدنى أن لا تعذبهم و أنا فيهم	صحيح	١٣٤
193 رجب شهر الله و يدعى الأصم	ضعيف	٣٩٨
194 رجلان جثيا من أمتى بين يدى رب العزة	ضعيف جداً	٣٥
195 رحم الله لوطا كان يأوى إلى ركن شديد	صحيح	٩١٠
196 رحمة الله على موسى قد أوذى بأكثر من هذا	صحيح	٣٦٢
197 رده من حيث أخذته	صحيح	١٥
198 رسول الله ﷺ بعث عليا بأربع:	صحيح	٢٨٠
199 رسول الله ﷺ يصلي تحت الشجرة	صحيح	٨٩
200 رغبت لكم عن غسالة الأيدى	حسن	١٦٨
201 رميا بني اسماعيل لقد كان ابوكم راميا	صحيح	١٩٩
202 الرؤيا الصالحة جزء من ستة وأربعين جزءا	صحيح	٧٥٨
203 الرؤيا الصالحة يبشر بها المؤمن	صحيح	٧٥٣
204 رؤيا المؤمن جزء من ستة وأربعين جزءا من النبوة	صحيح	٧٥٨
205 الرؤيا من الله والحلم من الشيطان	صحيح	٧٦٠

ع

251 قم يا فلان فاخرج فانك منافق	ضعيف	٥٦٣
252 كان ابن أربعين سنة	صحيح	٧٠١
253 كان الله ولا شئي غيره وكان عرشه على المآء	صحيح	٨٠٨
254 كان النبيﷺ إذا بعث سرية فغنموا	ضعيف	١٦٢
255 كان رسول اللهﷺ يعجبه أن يكون الرجل	مرسل	٢٠٤
256 كان يصب على المرضى و يسقيهم	صحيح	٣٣٦
257 كان الله قبل كل شئ و كان عرشه على الماء	صحيح	٨٠٦
258 كان النبي ﷺ إذا أراد أن يتحف الرجل	ضعيف	٣٣٥
259 كان النبي ﷺ يقول عند الكرب لا اله الا الله	صحيح	٦٤٩
260 كان رسول الله ﷺ إذا أتى بصدقة	صحيح	٥٤٤
261 كان رسول الله ﷺ إذا أغار أرض العدو	حسن لغيره	١٨
262 كان رسول الله ﷺ ينفل الثلث بعد	صحيح	٢٠
263 كان رسول اللهﷺ إذا كان عند القتال	صحيح	١٨٣
264 كان رسول اللهﷺ يكره الشكال من الخيل	صحيح	٢٣٣
265 كان في عماء ما تحته هواء و ما فوقه هواء	ضعيف	٨٠٤
266 كان يدعو بهولاء الكلمات السبع	ضعيف	١٠٤
267 كانوا يستنجون بالماء و كا نوا لا ينامون الليل	ضعيف	٥٩٤
268 كبرت خيانة أن تحدث أخاك حديثا	ضعيف جداً	٦٣٩
269 الكذب مجانب للايمان	ضعيف	٦٣٦
270 الكذب يسوّد الوجه و النميمة عذاب القبر	موضوع	٦٣٨
271 كل شئ ليس من ذكر الله فهو لغو و سهواً	صحيح	٢٠

	ح	٥
272 كل شئ من لهو الدنيا باطل الا ثلاثة	صحيح	٢٠١
273 كل صلاة تحط ما بين يديها من خطيئته	صحيح لغيره	٩٥٨
274 كل لهو يكره الا ملاعبة الرجل امرأته	ضعيف	٢١٠
275 كل معروف بصنعه أحدكم إلى غني فقير	ضعيف جداً	٣٩٤
276 كل معروف صدقة	صحيح	٣٩٥
277 كل معروف صدقة و كل ما أنفق الرجل	ضعيف	٣٩٦
278 كل معروف صدقة والمعروف بقى سبعين نوعاً	ضعيف	٣٩٣
279 كل معروف صنعته الى غنى أو فقيرفهو صدقة	ضعيف	٣٩٤
280 كيف أصبحت يا حارث؟قال أصبحت مؤمنا	ضعيف	٣٥
281 لا تأكل لهم ذبيحة ولا ينكح منهم امرأة	صحيح	٣٦٨
282 لا تجمعن كذباً و جوعاً	ضعيف	٦٣٩
283 لا تحزن ان الله معنا	صحيح	٣١٥
284 لا تحضر الملائكة من اللهو شيئا الا ثلاثة	صحيح	٢٠٣
285 لا تحضر الملائكة من لهوكم إلا الرهان و النضال	متروك	٢١٠
286 لا تحل الصدقة لغني الا لخمسة لعامل عليها	صحيح	٣٤٣
287 لا تحل الصدقة لغني و لا ذي مرة سوى	صحيح	٣٤٥
288 لا تقصوا نواصى الخيل و لا معارفها	صحيح	٢٢٩
289 لا تلهبوا إذناب الخيل ولا تجزوا أعرافها	موضوع	٢٢٨
290 لا نبوة بعدي إلا بالمبشرات	صحيح	٧٥۶
291 لا يبغض الأنصار رجل يؤمن بالله و اليوم الآخر	صحيح	٥٦٠
292 لا يبغض الأنصار رجل يؤمن بالله و اليوم الآخر	صحيح	٥٦٠

293	لا يبغي على الناس إلا ولد بغي أو فيه عرق منه	ضعيف	٧١٠
294	لا يبقى بعدي شيء من النبوة إلا المبشرات	حسن	٧٥٧
295	لا يتوارث أهل ملتين	صحي ح	٢٦ ٦
296	لا يحق للعبد حق صريح الإيمان حتى يحب لله	ضعيف	٧٤٦
297	لا يدخل الجنة سئ الملكة	ضعي ف	٢٢ ٣
298	لا يدخل المسجد الحرام مشرك بعد عامي	ضعيف	٣٦٠
299	لا يذهب الليل والنهار حتى تعبد اللات و العزىٰ	صحيح	٣٤٩
300	لا يسمع بي أحد من هذه الأمة و لا يهودى	صحيح	٨٢٢
301	لا يوضع الدينار على الدينار ولا الدرهم	ضعيف	٣٨٦
302	لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب اليه من نفسه	صحيح	٣٣٤
303	لسانا ذاكرا و قلب شاكرا	ضعيف	٣٨٣
304	لقد تركتم بالمدينة رجالا ما سرتم في مسير	صحيح	٥٣٠
305	لقد خلفتم بالمدينةرجالا ما قطعتم واديا	صحيح	٥٣١
306	لقد رأى ابن الأكوع فزعاً	صحيح	٣٥٤
307	لكل شيئ حقيقة وما بلغ عبد حقيقة الإيمان	ضعيف	٣٥٦
308	لم أنم الليلة من أجل عمي العباس	صحي ح	٢٥ ١
309	لم يكن شئ أحب إلى رسول الله ﷺ بعد	ضعي ف	٢٢ ٢
310	لما أراد الله أن يخلق الخيل قال للريح الجنوب	موض وع	٢١ ٥
311	لما أغرق الله عز و جل فرعون قال أمنت	ضعيف	٧٧٥
312	لن يؤدي عنك إلا انت أو رجل منك	ضعيف	٢٤٩
313	لو أن أحدكم يعمل في صخرة صماء	ضعيف	٥٨٢
314	لو بغى جبل على جبل لدك الباغي منهما	ضعيف	٧١١
315	لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا	صحيح	٥٣٠
316	لو رأيتني وأنا آخذ من حال البحر فأدسه في في فرعون	صحيح	٧٧٥

317	لو سلك الناس واديا و شعبا و سلكتم واديا	حسن	٥٥٨
318	اللهم اغفر للأنصار و لأبناء الأنصار	صحيح	٥٥٤
319	اللهم انجز لي ما وعدتنى	صحيح	٨٢
320	اللهو في ثلاث: تأديبك فرسك،	صحيح	٢٠٦
321	ما أردت أن تعطيه	حسن لغيره	٦٥٠
322	ما أسرع ما خذل ابن عمه و جلس عنه	ضعيف	٦٥٥
323	ما الدنيا في الآخرة الا كما يمشى أحدكم الى اليم	صحيح	٣٠٦
324	ما أمرت بتشييد المساجد	صحيح	٣٢٠
325	ما أنا في الدنيا الا كراكب استظل تحت ظل	صحيح	٣٠٤
326	ما ترون فيها لعل الله يغنمنا ها و يسلمنا	حسن	٣٤
327	ما على أحدكم إذا ألج به همه أن يتقلد قوسه	ضعيف جداً	٢١١
328	ما قال عبد لا اله الا الله في ساعة من ليل أو نهار	ضعيف	٩٦٠
329	ما من احد يموت فيترك صفراء أو بيضاء إلا كوي	ضعيف	٣٨٩
330	ما من امرئ مسلم تحضره صلاة مكتوبة	حسن	٩٦٥
331	ما من امرئ مسلم ينقى لفرسه شعيرا ثم يعلقه	حسن	٢٢٣
332	ما من امرئ يتوضأ فيحسن الوضوء ثم يصلى الصلاة	صحيح	٩٦١
333	ما من صاحب ذهب و لا فضة لا يؤدى حقها	صحيح	٣٨٥
334	ما من فرس عربى الا يؤذن له عند كل سحر	صحيح	٢٢٦
335	ما من يوم طلعت شمسه إلا وكل بجنبتيها ملكان	حسن	٧١٤
336	ما هذا الطهور الذي اثنى الله عليكم	حسن	٥٩٣
337	ما هذا يا أبا بكر ما أعرف هذا من فعلك	ضعيف	٣٢١
338	ما ولدتني بغى قط مذ خرجت من صلب آدم	ضعيف جداً	٦٦٤
339	ما ولدني من سفاح الجاهلية شئ	ضعيف	٦٦٣

362 من أفضل المسلمين	صحيح	٨٥
363 من أكثر من الاستغفار جعل الله له من كل هم	ضعيف	١٣٥
364 من ألف المسجد ألفه الله	ضعيف	٣١٦
365 من بدأ جفا و من اتبع الصيد غفل	ضعيف	٥٥١
366 من بلغ العدو بسهم رفعه الله به درجة	ضعيف	٢١٢
367 من بنى مسجدا لا يريد به رياء ولا سمعة	ضعيف	٣١٩
368 من بنى مسجدا يذكر اسم الله فيه بنى الله له بيتا	صحيح	٣١٩
369 من بني الله مسجدا بني الله له بيتا أوسع منه الجنة	ضعيف	٣١٨
370 من بني بيتاً يعبدالله فيه من مال حلال	ضعيف	٣١٩
371 من بني لله مسجداً و لو كمفحص قطاة لبيضها	ضعيف	٣١٨
372 من تعلم الرمى ثم تركه فقد عصانى	ضعيف	٢٠٦
373 من تعلم الرمي ثم نسيه فهى نعمة جحدها	ضعيف	٢٠٩
374 من تؤضأ وضوئى هذا ثم قام فصلى صلاة الظهر	حسن	٩٥٨
375 من توضأ في بيته ثم أتى المسجد فهو زائر الله	حسن	٣١٦
376 من خرج حتى يأتى هذا المسجد –مسجد قباء–	حسن	٥٩١
377 من رمى بسهم في سبيل الله كان له نور يوم	صحيح	٢١٠
378 من رمىٰ العدو بسهم فبلغ سهمه أو خطا	صحيح	٢٠٢
379 من رمىٰ بسهم في سبيل الله فأصاب أو أخطا	صحيح	٢٠٤
380 من رمىٰ بسهم في سبيل الله فبلغ أو قصر	صحيح	٢٠٤
381 من رمى بسهم في سبيل الله فله عدل محرر	صحيح	٢٠٢
382 من سأل و له ما يغنيه جاءت مسالته يوم القيامة	صحيح	٣٤٣

383	من سكن البادية جفا	صحيح	٥٥٠
384	من سل سيفه في سبيل الله فقد بايع الله	ضعيف	٦٠٣
385	من شاب شيبة في الاسلام كانت له نوراً يوم	صحيح	٢١٢
386	من صافح مشركاً فليتوضأ، أو ليغتسل كفيه	موضوع	٣٦٢
387	من صام من شهر حرام الخميس و الجمعة	ضعيف	٣٩٦
388	من علق قنديلا في مسجد صلى عليه	موضوع	٣٢١
389	من فارق الدنيا على الاخلاص لله و عبادته	ضعيف	٢٩٨
390	من قاتل لتكون كلمة الله هى العليا	صحيح	٣٣٩
391	من قال استغفرالله الذي لا اله الا هو الحى	صحيح	١٠٨
392	من قال حين يصبح و حين يمسى	موضوع	٦۴٥
393	من قال حين يمسى صلى الله على نوح	ضعيف	٨٣٦
394	من قتل قتيلا فله كذا و كذا	صحيح	٢١
395	من مشى ظلمة الليل إلى المساجد اتاه الله نورا	صحيح لغيره	٣١۴
396	من مشى بين العرضين كان له بكل خطوة	ضعيف	٢١١
397	المنافق لا يحفظ سورة هود و براءة و يس~	موضوع	٢۴٣
398	المنفق على الخيل كباسط يده بالصدقة	صحيح	٢٢٣
399	المهاجرون بعضهم أولياء بعض في الدنيا	صحيح	٢٦٦
400	النبي صلى الله عليه و سلم كان يقرأ	ضعيف	٧٣٧
401	نزلت في أربع آيات من كتاب الله	صحيح	١٣
402	نزلت هذه الآية في أهل قباء "فيه رجال يحبون	صحيح	٥٩٢

403	نعم لهو المؤمن الرمى	ضعيف	٢٠٦
404	نعمت الدار الدنيا لمن تزود منها لآخرته	منكر	٣١٠
405	هذا يوم الحج الأكبر	صحيح	٢٨٨
406	هم الجن فمن ارتبط حصانا من الخيل لم يتخلل	منكر	٢٣٥
407	هم الجن ولا يخبل الشيطان إنسانا في داره فرس	منكر	٢٣٣
408	هم الذين إذا رؤوا يذكر الله لرؤيتهم	ضعيف	٧٤٤
409	هم نفر من الملائكة	ضعيف	٧١٥
410	هو مسجدى هذا	صحيح	٥٨٨
411	هو مسجدى هذا	ضعيف	٥٨٨
412	هو هذا المسجد ، لمسجد رسول الله ﷺ	صحيح	٥٨٤
413	هي الرؤيا الصالحة يراها المسلم أو ترى له	صحيح	٧٥٢
414	هي الرؤيا الصالحة يراها المسلم أو ترى له	ضعيف جداً	٧٥٤
415	هى لمن عمل بها من أمتى	صحيح	٩٥١
416	و اعدوا لهم ما استطعتم ألا أن القوة الرمى	صحيح	١٩٤
417	و الذي نفسى بيده للدنيا أهون على الله	ضعيف	٣٠٨
418	والحباب اسم شيطان أنت عبدالله	ضعيف	٥٢٤
419	والذى نفسى بيده ما لي مما أفاءالله عليكم	صحيح	١٦٣
420	والذي نفسي بيده ما من عبد يتصدق بصدقة	صحيح	٥٨٠
421	والله ما ولى رسول الله ﷺ ولكن خرج شبان	صحيح	٣٥٥
422	وئدت في الجاهلية فأين أمنا؟ فقال: أمكما	ضعيف	٦٢١
423	ويلك و من يعدل إذا لم أعدل	صحيح	٣٦٠
424	يا أبابكر ما ظنك باثنين الله ثالثهما	صحيح	٣٢٥
425	يا أيها الناس ابكوا فان لم تبكوا فتباكوا	ضعيف جداً	٥٣٠

فہرست اسرائیلیات

فہرست أشعار

7	امّا يخرجن طالب	بمقنب من هذه المقانب	٦٣
8	أنا النبى لا كذب	أنا ابن عبدالمطلب	٣٥٩
9	انى لآتى العرس عند طهورها	و أهجرها يوما اذا هى ضاحک	٨٩٦
10	جزى الله ألا كان بينى و بينهم	جزاء ظلوم لا يؤخر عاجلا	٣٠٢
11	حتى تنبهنا سحيرا	قبل تصدية العصافير	١٥٣
12	فكنت لو أنى خصمک لم أعود	و قد سلكوک فى يوم عصيب	٩٠٣
13	فنعم فوارس الهيجاء قومى	اذا علّق الأعنة بالبنان	٩٨
14	لا تقدمن بركن لا كفاء له	و انما تفک الأعداء بالرفد	٩٣٣
15	لعمرک أن الک من قريش	كال السقب من رال النعام	٣٠٣
16	لهم راح و فار المسک فيهم	و شاوهم اذا شاؤا حنيذ	٨٨٥
17	لها أسد شاكى البنان مقذف	له لبد أظفاره لم تقلّم	٩٨
18	نقوم الى الصلاة اذا دعينا	و همتک التصدى و المكاء	١٥٢
19	هذا الجمال لا جمال خيبر	هذا أبر ربنا و أطهر	٣٣٦
20	هل أنت إلا أصبع دميت	وفي سبيل الله ما لقيت	٣٢٧
21	هم جدعو الأنوف فارعبوها	و هم تركوا بنى سعد تبابا	٩٣٦
22	هم ضربوا قوانس خيل حجر	بجنب الردء فى يوم عصيب	٩٠٣
23	و ثانى اثنين فى الغار المنيف وقد	طاف العدو به اذا صاعد الجبلا	٣٢٣
24	و جئنا الى موج من البحر و سطه	احابيش منهم حاسر و مقنع	١٥٧
25	و غنيت شئيا قبل نحرى و أحسن	لو كان للنفس اللجوج خلود	٨٨٣
26	و لا عذر ان لاقيت أسماء بعدها	فيغشى علينا ان فعلت و تعذر	٩٣٥
27	و لقد صحبت الناس ثم خبرتهم	و بلوت ما وصلوا من الأسباب	٢٣٠
28	و نائحة تقوم بقطع ليل	على رجل أهانته شعوب	٩١٣
29	وقيت بنفسي خير من وطئ الحصى	ومن طاف بالبيت العتيق و بالحجر	١٣٧

فہرست مقامات

فہرست قبائل

فہرست جبال

فہرست الأعلام

فہرست مصادرومراجع

1. ابن ابی الدنیا،، عبداللہ بن محمد،الاضداد،تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، دائرہ اللطبوعات و النشر،کویت،۱۹٦۰م۔
2. ابن ابی الدنیا،، عبداللہ بن محمد، التوبۃ، تحقیق: مجدی السید ابراہیم، مکتبۃ القرآن، ۱۹۹۱م۔
3. ابن ابی الدنیا، ، عبداللہ بن محمد ،العقوبات، تحقیق: محمد خیر رمضان یوسف، دار ابن حزم، بیروت، ط۱، ۱۹۹٦م۔
4. ابن ابی الدنیا،، عبداللہ بن محمد، ذم الملاہی، تحقیق: عمرو عبدالمنعم سلیم، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ، ۱۹۹۵م۔
5. ابن ابی الدنیا، عبداللہ بن محمد، الأخوان، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطاء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۹۸۸م۔

6. ابن ابی الدنیا، ، عبداللہ بن محمد ،قضاء الحوائج، تحقیق: مجدی السید ابراہیم، مکتبۃ القرآن، القاھرۃ، تاریخ طبع نامعلوم۔
7. ابن ابی حاتم، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم ، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: اسعد محمد الطیب، المکتبۃ العصریۃ، صیدا، بیروت، ط۲، م۱۹۹۹۔
8. ابن ابی حاتم، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم، الجرح و التعدیل، تحقیق: مصطفی عبدالقادر عطاء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۲۰۰۲م۔

---ابن ابی حاتم، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم ، الجرح و التعدیل، دار احیاء التراث، بیروت، ط۱، ۱۹۵۲م۔

9. ابن ابی داؤد، عبداللہ بن سلیمان بن أشعث، المصاحف، تحقیق: د. آرثری جعفر، مکتبۃ المثنیٰ ، بغداد، ۱۹۳۶م۔
10. ابن ابی شیبہ، ابوبکرعبداللہ بن محمد ، المصنف فی الأحادیث و الآثار، تحقیق: کمال یوسف الحوت، مکتبۃ الرشید، الریاض، ط۱،۱۹۸۸م۔
11. ابن ابی یعلی، محمد بن محمد، طبقات الحنابلۃ، تحقیق:محمد حامد الفقی، دارالمعرفۃ، بیروت، طبع و تاریخ نامعلوم۔
12. ابن الأثیر، عز الدین علی بن محمد، أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، تحقیق: الشیخ خالد طرطوسی، دارالکتب العربی، بیروت،ط۱،۲۰۰۶م۔
13. ابن الأنباری، الأضداد، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراھیم، دائرۃ المطبوعات والنشر، الکویت، ۱۹۶۰م۔
14. ابن تغری،جمال الدین ابی المحاسن یوسف، النجوم الزاھرۃ، دارالکتب العلمیۃ،بیروت، ط۱، ۱۹۹۲م۔
15. ابن جارود، عبداللہ بن جارود، المنتقیٰ، تحقیق: عبداللہ عمر البارودی، مؤسسۃ الکتاب الثقافیۃ ، بیروت، ط۱، ۱۹۸۸م۔
16. ابن جزری،محمد بن محمدبن یوسف،النشر فی القراءات العشر،تحقیق:علی محمد الضباع،دار الکتاب العلمیۃ،بیروت۔
17. ابن جوزی، عبدالرحمٰن بن علی ابوالفرج ، العلل المتناھیۃ فی الأحادیث الواھیۃ، تحقیق: ارشادالحق الأثری، ادارۃ العلوم الأثریۃ، فیصل آباد، پاکستان، ط۲، ۱۹۸۱م۔
18. ابن جوزی، عبدالرحمٰن بن علی ابوالفرج، کتاب الضعفاء والمتروکین، تحقیق: عبداللہ القاضی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، طبع و تاریخ نامعلوم۔
19. ابن جوزی، عبدالرحمٰن بن علی ابوالفرج ،صفۃالصفوۃ، تحقیق: الشیخ خالدطرطوسی، دارالکتاب العربی، بیروت،۲۰۰۸م۔

20. ابن جوزی، عبدالرحمٰن بن علی ابوالفرج ، الموضوعات، تحقیق: عبدالرحمٰن محمد عثمان، دار الفکر، بیروت، ط۱ ،۱۹٦٦م۔
21. ابن حبان، محمد بن حبان بن احمد، صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، تحقیق: شعیب الأرنؤوط، مؤسسۃ الرسالۃ، ط۲، ۱۹۹۳م۔
22. ابن حبان، محمد بن حبان بن احمد ، کتاب المجروحین من المحدثین، تحقیق: حمدی عبدالحمید، دار الصیمعی، الریاض، ط۱، ۲۰۰۰م۔
23. ابن حبان، محمد بن حبان بن احمد، الثقات، تحقیق: ابراہیم شمس الدین، ترکی فرحان المصطفیٰ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۹۹۸۔
24. ابن حبان، محمد بن حبان بن احمد ، مشاهير علماء الأمصار و أعلام فقهاء الأقطار، تحقیق: مرزوق علی ابراہیم، دار الوفاء للنشر و التوزیع، ط۱، ۱۹۹۱م۔
25. ابن حجر، احمد بن علی بن محمد عسقلانی، المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ، محقق: رسالۃ علمیۃ لجامعۃ امام محمد بن سعود، دارالعاصمۃ، دار الغیث، السعودیۃ، ط۱، ۱۹۹۸م۔
26. ابن حجر، ، احمد بن علی بن محمد عسقلانی ، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، تحقیق:خلیل مامون شیحا، دارالمعرفۃ، بیروت، طبع اور سال اشاعت نامعلوم۔
---ابن حجر، ، احمد بن علی بن محمد عسقلانی ، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، تحقیق:علی محمدالبجاوی، دارالجبل، بیروت، ط۱، ۱۹۹۱م۔
27. ابن حجر، ، احمد بن علی بن محمد عسقلانی ، تقریب التهذیب، تحقیق: خلیل مأمون شیخا، دارالمعرفۃ، بیروت، ط۳، ۲۰۰۱م۔

ابن حجر، ، احمد بن علی بن محمد عسقلانی ، تقریب التهذیب، تحقیق: محمد عوانۃ، دارالرشید، سوریا، ط۱، ۱۹۸٦م۔

28. ابن حجر، ، احمد بن علی بن محمد عسقلانی ،تعریف أهل التدلیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس، تحقیق: عاصم بن عبدالله القریوتی، مکتبۃ المنار، اردن، ط۱، ۱۹۸۳م۔
29. ابن حجر، ، احمد بن علی بن محمد عسقلانی ،تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری، محقق: سعید عبدالرحمٰن موسیٰ، المکتب الاسلامی، دار عمار، بیروت، ط۱، ۱۹۸۴م۔
30. ابن حجر، ، احمد بن علی بن محمد عسقلانی ،تهذیب التهذیب فی رجال الحدیث، تحقیق: عادل احمد عبدالموجود، علی محمد معوذ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱ ،۲۰۰۳م۔

31. ابن حجر، ، احمد بن علی بن محمد عسقلانی ، فتح الباری شرح صحیح البخاری، تحقیق: احمد بن علی بن حجر عسقلانی، دارالمعرفۃ، بیروت، ١٩٥٩م۔
32. ابن حجر، ، احمد بن علی بن محمد عسقلانی ، لسان المیزان، تحقیق: محمد عبدالرحمٰن المرعشیلی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط٢، ٢٠٠١م۔
33. ابن حزم، علی بن احمد بن سعید، اسماء الصحابۃ الرواۃ، تحقیق:سید کسروی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط١، ١٩٩٢م۔
34. ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق بن خزیمہ، صحیح ابن خزیمہ، تحقیق: محمد مصطفی اعظمی، المکتب الاسلامی، بیروت، ١٩٧٠م۔
35. ابن خلکان، احمد بن محمد بن ابراہیم، وفیات الأعیان، یوسف علی طویل، مریم قاسم طویل، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط١، ١٩٩٨م۔
36. ابن رشد، محمدبن محمد، بدایۃالمجتہدونہایۃالمقتصد، دارالفکر، بیروت، ١٩٩٥م۔
37. ابن سعد، محمد بن منیع ہاشمی، الطبقات الکبریٰ، تحقیق: محمد عبدالقادر عطاء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط٢، ١٩٩٧۔
38. ابن شاہین، عمر بن احمد بن عثمان، تاریخ أسماء الثقات، تحقیق:عبدالمعطی أمین، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط١، ١٩٨٦م۔
39. ابن شہبۃ، ابوبکر بن احمد بن محمد، طبقات الشافعیۃ، تحقیق: حافظ عبدالعلیم خان ، عالم الکتب، بیروت،ط١،١٩٨٧ م ۔
40. ابن ضریس، یحی بن ضریس بن یسار، فضائل القرآن، تحقیق:غزوہ بدیر، دارالفکر، دمشق، ط١، ٩٨٧م۔
41. ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ، التمہید لما فی المؤطا من المعانی و الأسانید، وزارۃ عموم الأوقاف الاسلامیۃ، المغرب،١٩٦٧م۔
42. ابن عبدالبر،یوسف بن عبداللہ بن محمد، الاستیعاب، تحقیق:الشیخ علی محمد عوض، الشیخ عادل احمد عبدالموجود، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط٢،٢٠٠٢ م ۔
43. ابن عبدالحکم، عبدالرحمٰن بن عبدالحکم، فتوح مصر و أخبارھا، تحقیق: محمد الحجیری، دارالنشر، بیروت، ط١، ١٩٩٦م۔
44. ابن عدی، عبداللہ بن عدی الجرجانی، الکامل فی الضعفاء الرجال، تحقیق: عادل احمد عبدالموجود، علی محمد معوذ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط١، ١٩٩٧م ۔

--ابن عدی، الکامل فی الضعفاء الرجال، تحقیق: سہیل زکار، دار الفکر، بیروت، ط٣، ١٩٩٨م۔

45. ابن عراق، علی بن محمد الکنانی، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ من الآحاد الشنیعۃ الموضوعۃ، تحقیق: عبداللہ بن محمد بن الصدیق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۲، ۱۹۸۱م۔
46. ابن عساکر، علی بن الحسن ابوالقاسم ، تاریخ مدینۃ دمشق، تحقیق: ابوسعید عمر بن غرامۃ، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۵م۔
47. ابن العماد، عبد الحیی بن احمد بن محمد،شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، تحقیق: مصطفی عبدالقادر عطاء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت،ط۱، ۱۹۹۸م۔
48. ابن قانع، عبدالباقی بن قانع بغدادی، معجم الصحابۃ ، دارالفکر،بیروت،ط۱،۲۰۰۴م۔
49. ابن قتیبہ، عبداللہ بن مسلم الدینوری، عیون الأخبار، دار الکتب المصریۃ، ۱۹۳۰م۔
50. ابن قیم، محمد بن ابوبکر، ابوعبداللہ ، زادالمعاد خیر العباد، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، بدون طبع۔
51. ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، محقق: سامی بن محمد بن سلامۃ، دار طیبۃ للنشر و التوزیع، ط۲، ۱۹۹۹م۔
52. ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر ، البدایۃ و النہایۃ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۲۰۰۱م۔
53. ابن کیال، محمد بن احمد ابوالبرکات، الکواکب النیرات فی معرافۃ من الرواۃ الثقات، تحقیق: عبدالقیوم عبد رب النبی، دار المأمون، بیروت، ط۱، ۱۹۸۱م۔
54. ابن المبارک، عبداللہ بن المبارک، الزہد، و یلیہ الرقائق، تحقیق: حبیب الرحمٰن الأعظمی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔
55. ابن مجاہد، احمد بن موسیٰ بن العباس بن مجاہد، کتاب السبعۃ فی القراءات، تحقیق:د.شوقی ضعیف، دارالمعارف، القاهرة، ط۲، ۱۹۷۹م۔
56. ابن منجویہ، احمد بن علی اصبہانی،رجال صحیح مسلم، تحقیق:عبد اللہ اللیثی، دار المعرفۃ، بیروت، ط۱، ۱۹۸۷م۔
57. ابن مندہ، الرد علی الجہمیۃ، تحقیق: علی محمد ناصر، المکتبۃ الأثریۃ، پاکستان، طبع و تاریخ طبع نامعلوم۔
58. ابن منذر، ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر، الأوسط فی السنن و الاجماع والاختلاف، تحقیق:ابو حماد صغیر احمد بن محمد، دارطیبۃ، الریاض، ط۱، ۱۹۸۵م۔
59. ابن منظور، محمد بن مکرم بن منظور، لسان العرب ، دارصادر، بیروت، ۱۹۹۵۔
60. ابن منظور، محمدبن مکرم بن منظور، مختصر تاریخ دمشق، تحقیق:روحیۃ النحاس وآخرین، دارالفکر، دمشق، ط۱، ۱۹۸۴م۔

61. ابن نجار، ابوعبداللہ محمد بن محمود، ذیل تاریخ بغداد، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطاء، مکتبۃ الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۹۹۷م۔
62. ابن ہشام، السیرۃ النبوۃ، تحقیق: مصطفی السقا اور دیگر، مکتبہ مصطفی البابی الحلبی، قاھرۃ، ط۲، ۱۹۵۵م۔
63. ابوبکر الشافعی، محمد بن عبداللہ بن ابراہیم، الغیلانیات، تحقیق: حلمی کامل أسعد عبدالہادی، دار ابن جوزی، الدمام، ط۱، ۱۹۹۷م۔
64. ابوبکر شیبانی، احمد بن عمرو، الآحاد و المثانی، تحقیق: باسم فیصل احمد، دار الرایۃ، الریاض، ط۱، ۱۹۹۱م۔
65. ابوحیان الأندلسی، البحر المحیط، دارالفکر، بیروت، ط۲، ۱۹۸۳م۔
66. ابو داؤد سجستانی، المراسیل، تحقیق: عبدالعزیر عزالدین، دار العلم، بیروت، ط۱، ۱۹۸۶م۔
67. ابوداؤد،سلیمان بن أشعث، سنن ابی داؤد، تحقیق: محمدمحی الدین عبدالحمید، دارالفکر، بیروت،۱۹۹۴م۔
68. ابوداؤد طیالسی، سلیمان بن داؤد، مسند أبی داؤد الطیالسی، دارالمعرفۃ، بیروت، طبع و تاریخ نا معلوم۔
69. ابو سعید العلائی، ابو سعید بن خلیل، جامع التحصیل فی أحکام المراسیل، محقق: حمدی عبدالحمید السلفی، عالم الکتب ، بیروت، ط۱، ۱۹۸۶م۔
70. ابوالشیخ اصبہانی، عبداللہ بن محمد بن جعفر، العظمۃ، تحقیق: رضاء اللہ بن محمد ادریس، دار العاصمۃ، الریاض، ط۱، ۱۹۸۷م۔
71. ابوشہبۃ، محمد بن محمد، الاسرائیلیات و الموضوعات فی کتب التفسیر، مکتبۃ السنۃ، ط۳، تاریخ و طبع نا معلوم۔
72. ابو عباس ثعلب، شرح دیوان زھیر، الدار القومیہ للطباعۃ و النشر، القاھرۃ، ۱۹۶۳م۔
73. ابو عبید، القاسم بن سلام، الأموال، تحقیق: محمد خلیل ہراس، دارالفکر، بیروت،۱۹۸۸م۔
74. ابو عبید، القاسم بن سلام، فضائل القرآن، تحقیق: وھبی سلیمان غاوجی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۱م۔
75. ابو عبیدۃ، معمر بن المثنیٰ، الخیل،مطبعۃ دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد، دکن، ط۱، ۱۹۳۹م۔
76. ابو عوانہ، یعقوب بن اسحاق الاسفرانی، مسند ابی عوانہ، مطبعۃ حمعیۃ دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد،دکن هند، ۱۹۴۳م۔
77. ابوفرج أصبهانی، الأغانی، تحقیق: سمیر جابر، دار الفکر، بیروت، ط۲، تاریخ طبع نامعلوم۔
78. ابو نعیم ،احمد بن عبداللہ أصبہانی ، ، ذکر أخباراصبهان، طبع فی مدینۃ لیدن، ۱۹۳۴م۔
79. ابو نعیم، احمد بن عبداللہ أصبہانی، حلیۃ الأولیاء، تحقیق: سعید بن سعد الدین، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۲۰۰۱م۔

80. ابونعیم ، احمد بن عبداللہ أصبہانی ، معرفۃ الصحابۃ، تحقیق: عادل بن یوسف العزازی، دارالوطن للنشر، الریاض، ط۱، ۱۹۹۸م۔
81. ابو نعیم، اسماعیل بن محمد الأصبہانی، دلائل النبوۃ، تحقیق: محمد محمد الحداد، دار طیبۃ، ریاض، ط۱، ۱۹۸۸م۔
82. ابو یعلی الموصلی، احمد بن علی، مسند ابی یعلی، تحقیق: سلیم اسد، دار المأمون للتراث، دمشق، ط۱، ۱۹۸۴م۔
83. الآجری، الشریعۃ، تحقیق: عبداللہ بن عمرو بن سلیمان، دارالوطن، الریاض، ط۱، ۹۹۷م۔
84. احمدبن محمدبن حنبل ، العلل ومعرفۃ الرجال، تحقیق: وصی اللہ بن محمد عباس، المکتب الاسلامی، بیروت، ط۱، ۱۹۸۸م۔
85. احمدبن محمدبن حنبل ، المسند، تحقیق:شعیب الأرنؤوط، عادل مرشد اور دیگر، مؤسسۃ الرسالۃ، ط۱،۲۰۰۱۔
86. احمد بن محمد بن حنبل، الزھد، تصحیح: عبدالرحمٰن بن قاسم، مکۃ المکرمۃ،۱۹۳۸م۔
87. احمد عادل کمال، اٹلس فتوحات اسلامیہ، مکتبہ دارالسلام، الریاض۲۰۰۷م۔
88. الأدنوی، احمد بن محمد، طبقات المفسرین، تحقیق:سلیمان بن صالح الخزی، مکتبۃ العلوم و الحکم، المدینۃ المنورۃ،۱۹۹۷م۔
89. الأزرقی، محمد بن عبداللہ بن احمد، أخبار مکہ و ما جاء فیھا من الآثار، تحقیق: علی عمر، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، ط۱، ۱۹۵۵م۔
90. آلوسی، محمود آلوسی، روح المعانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔
91. الباجی،سلیمان بن خلف بن سعد، التعدیل والتخریج، تحقیق:ابولبابہ حسین، دار اللواء للنشر والتوزیع، الریاض، ط۱، ۱۹۸۶م۔
92. البانی، محمد ناصر الدین، ارواہ الغلیل فی تخریج أحادیث منار السبیل، المکتب الاسلامی، بیروت، ط۲، ۱۹۸۵م۔
93. البانی، ، محمد ناصر الدین ،سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ وشئ من فقھا وفوائدھا،مکتبہ المعارف، ریاض، ۱۹۹۵م۔
94. البانی، محمد ناصر الدین، سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ و الموضوعۃ، دار المعارف، الریاض، ط۱، ۱۹۹۲م۔
95. البانی،محمد ناصرالدین، صحیح الأدب المفرد للامام البخاری، دارالصدیق، ط۱، ۲۰۰۰م۔
96. البانی، محمد ناصر الدین، صحیح الترغیب و الترھیب، المکتب الاسلامی، ط۲، ۱۹۸۶م۔
97. البانی، محمد ناصر الدین، صحیح الجامع الصغیر و زیادتہ، منشورات المکتب الاسلامی، بیروت، ط۱، ۱۹۶۹م۔

98. البانی، محمد ناصر الدین، صحیح سنن ترمذی، اشراف و تعلیق:زہیر الشاویش، مکتب التربیۃ، الریاض،۱۹۸۸م۔
99. البانی، محمد ناصر الدین، صحیح سنن ابن ماجہ، المکتب الاسلامی، بیروت،۱۹۸۹م۔
100. البانی، محمد ناصر الدین، صحیح سنن ابی داؤد، تعلیق: زہیر الشاویش، مکتب التربیۃ العربی لدول الخلیج، الریاض، ۱۹۸۹م۔
101. البانی، محمد ناصر الدین، صحیح سنن النسائی، المکتب الاسلامی، بیروت، ط۱، ۱۹۸۸م۔
102. البانی، محمد ناصر الدین، ضعیف الجامع الصغیر و زیادتہ، المکتب الاسلامی بیروت، ط۳،۱۹۹۰م۔
103. البانی، محمد ناصر الدین، ضعیف سنن ترمذی، المکتب الاسلامی، بیروت، ط۱، ۱۹۹۱م۔
104. البانی، محمد ناصر الدین، ضعیف الترغیب و الترهیب، مکتبۃ المعارف، الریاض، ط۱، ۲۰۰۰م۔
105. البانی، محمد ناصر الدین، ضعیف، سنن ابن ماجہ، المکتب الاسلامی، بیروت، ط۱، ۱۹۸۸م۔
106. البانی، محمد ناصر الدین، غایۃ المرام فی تخریج أحادیث الحلال و الحرام، المکتب الاسلامی، بیروت، ط۳، ۱۹۸۳م۔
107. البخاری، محمد بن اسماعیل،الأدب المفرد، تحقیق: محمد فؤاد عبدالباقی، دارالبشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط۲، ۱۹۸۹م۔
108. البخاری، محمد بن اسماعیل ، الکنی، جمعیۃ دائرة المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد، دکن، ط۱، ۱۹۳۱م۔
109. البخاری، محمد بن اسماعیل ، الجامع الصحیح المختصر، تحقیق: مصطفیٰ دیب، دار ابن کثیر الیمامہ، بیروت، ط۲، ۱۹۸۷۔
110. البخاری، محمد بن اسماعیل ، التاریخ الکبیر، تحقیق:سید ہاشم الندوی، دارالفکر، بیروت۔
111. البخاری، محمد بن اسماعیل ، التاریخ الصغیر، تحقیق : محمود ابراہیم زایر، ط۱، ۱۹۸۶۔
112. البزار، ابوبکر احمد بن عمرو، تحقیق: محفوظ الرحمٰن زین الله، المسند ،مکتبۃ العلوم و الحکم، المدینۃ المنورة، ط۱، ۱۹۸۹م۔
113. بشار عواد معروف، شعیب الأرنؤوط، تحریر تقریب التهذیب، مؤسسۃ ، بیروت، ط۱، ۱۹۹۷م۔
114. البغوی، عبدالله بن محمد بن عبدالعزیز البغوی، معجم الصحابۃ۔محقق:محمد الأمین بن محمد الجکنی، مکتبۃ دارالبیان، الکویت، ط۱، ۲۰۰۰م۔
115. البکری، عبدالله بن عبدالعزیز ، معجم ما استعجم من اسماء البلاد و مواضع، تحقیق: مصطفیٰ السقا، عالم الکتب ، بیروت، ط۳، ۱۹۸۲م۔

116.البیہقی، احمد بن الحسین بن علی ، السنن الکبریٰ، تحقیق: محمد عبدالقادر عطاء، مکتبۃ دارالباز مکۃ المکرمۃ،۱۹۹۴۔
117.البیھقی، احمد بن الحسین بن علی ، شعب الایمان، تحقیق: عبدالعلی عبدالحمید حامد، مکتبۃ الرشید للنشر و التوزیع، الریاض، ط۱، ۲۰۰۳م۔
118.البیھقی، احمد بن الحسین بن علی، دلائل النبوۃ، تحقیق: عبدالمعطی أمین قلعجی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۹۸۶م۔
119.البیھقی، احمد بن الحسین بن علی ،الأسماء و الصفات، تحقیق: عبداللہ بن محمد الحاشدی، مکتبہ السوادی، جبہ، ط۱، تاریخ طبع نا معلوم۔
120.البیھقی، احمد بن الحسین بن علی ،الاعتقاد و الھدایۃ الی سبیل الرشاد علی مذھب السلف و أصحاب الحدیث، تحقیق: احمد عصام الکاتب، دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت، تاریخ طبع نا معلوم۔
121.البیھقی، احمد بن الحسین بن علی ،البعث و النشور، تحقیق: محمد سعید بن بسیونی زغلول، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت، ط۱، ۱۹۹۸م۔
122.البیھقی، احمد بن الحسین بن علی ، اثبات عذاب القبر، تحقیق:شرف محمود القضاۃ، دارالفرقان، عمان أردن، ط۲، ۱۹۸۳م۔
123.التبریزی، مشکاۃ المصابیح، تحقیق: محمد ناصر الدین البانی، المکتب الاسلامی، بیروت، ط۲، ۱۹۸۵م۔
124.الترمذی، محمد بن عیسی بن سورۃ، الشمائل المحمدیۃ و الخصائل المصطفویۃ، تحقیق: سید عباس الحلیمی، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت۔
125.الترمذی، محمد بن عیسی بن سورۃ ، الجامع الصحیح سنن الترمذی، تحقیق: احمدمحمد شاکر اور دیگر،دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع وتاریخ طبع نامعلوم۔
126.الثعلبی، احمد بن محمد بن ابراہیم، الکشف و البیان، تحقیق: ابومحمد بن عاشور، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۲۰۰۲م۔
127.جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، دار الساقی، ط۴، ۲۰۰۱م۔
128.الحاکم، محمد بن عبداللہ ، المستدرک علی الصحیحین، تحقیق:مصطفیٰ عبدالقادر عطاء،دارالکتب العلمیۃ، بیروت ، ط ۱،۱۹۹۰م۔
129.حسان بن ثابتؓ،دیوان حسان بن ثابتؓ، تحقیق: سید حنفی حسنین، مکتبۃ الھیئۃ المصریۃ لکتاب، ۱۹۷۴م۔
130.حکیم ترمذی، محمد بن علی بن الحسن، نوادر الأصول فی أحادیث الرسول، تحقیق:عبدالرحمٰن عمیرۃ، دار النشر/دارالجبل، بیروت، ط۱، ۱۹۹۲۔
131.خرائطی، محمد بن جعفر بن سہل، مکارم الأخلاق و معالیھا ومحمود طرائقھا، تحقیق: عبداللہ بن بجاش بن ثابت، مکتبۃ الرشد، ۲۰۰۶م۔
132.خرائطی، محمد بن جعفر بن محمد، مساوئ الأخلاق و مذمومھا، تحقیق: مصطفیٰ ابو النصر الشلبی، مکتبۃ السوادی، جدۃ، ط۱، ۱۹۹۲م۔

133.خطیب بغدادی، احمد بن علی ابوبکر ، تاریخ بغداد، تحقیق:مصطفی عبدالقادر عطاء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۲، ۲۰۰۳م۔
134.خطیب بغدادی، احمد بن علی ابوبکر ، المتفق و المفترق، تحقیق:محمد صادق آیدن الحامدی، دارالقاری، حبہ، ط۱، ۱۹۹۷م۔
135.خلیفۃ بن خیاط، الطبقات، تحقیق: اکرم ضیاء عمری، دار طیبۃ، ریاض، ط۲، ۱۹۸۲م۔
136.خلیل بن ایبک الصفدی، الوافی بالوفیات، تحقیق: احمد الأرنؤوط، ترکی مصطفیٰ، داراحیاء التراث، بیروت، ط۱، ۲۰۰۰م۔
137.دار قطنی، علی بن عمر بن أحمد ، الضعفاء و المتروکون، تحقیق: موفق بن عبداللہ بن عبدالقادر، مکتبۃ المعارف، الریاض، ط۱، ۱۹۸۳۔
138.دار قطنی، علی بن عمر بن أحمد ،سنن الدار قطنی، تحقیق:سید عبداللہ ہاشم یمانی، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۹۶۶م۔
139.دار قطنی، علی بن عمر بن أحمد، ذکر أسماء التابعین ومن بعدھم، تحقیق: بوران الضناوی، کمال یوسف حوت، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ ، بیروت، ط۱ ، ۱۹۸۵م۔
140.دارقطنی، علی بن عمر بن أحمد ،العلل الواردۃ فی الأحادیث النبویۃ، تحقیق و تخریج، محفوظ الرحمٰن زین اللہ، دار طیبہ، الریاض، ط۱، ۱۹۸۵م۔
141.الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، سنن الدارمی، تحقیق: فواز احمد زمری، خالد السبیع العلمی، دارالکتاب العربی، بیروت، ط۱، ۱۹۸۶م۔
142.الداودی، محمد بن علی بن احمد، طبقات المفسرین، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱،۲۰۰۱م۔
143.الدولابی، محمد بن احمد بن حماد، الکنیٰ و الأسماء، تحقیق: زکریا عمیرات، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۹۹۹م۔
144.الدیلمی، شیرویہ بن شہردار، فردوس الأخبار بمأثور الخطاب، تحقیق: السعید بسونی زغلول، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۹۸۶م۔
145.الذہبی، محمد بن احمد بن عثمان ، تذکرۃ الحفاظ، تحقیق: زکریا عمیرات، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۹۹۸م۔
146.الذہبی، محمد بن احمد بن عثمان ، الکاشف، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۹۸۳م۔
147.الذہبی، محمد بن احمد بن عثمان ، العبرفی خبر من عبر، دارالفکر، بیروت،ط۱،۱۹۹۷۔
148.الذہبی، محمد بن احمد بن عثمان، المغنی فی الضعفاء، تحقیق:ابو الزہراء حازم، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۹۹۷م۔
149.الذہبی، محمد بن احمد بن عثمان، تاریخ الاسلام و وفیات المشاھیرۃ و الأعلام،تحقیق: عمر عبدالسلام تدمری، دار الکتاب العربی، لبنان، ط۱، ۱۹۸۷م۔

150.الذہبی، محمد بن احمد بن عثمان، ذکر أسماء من تکلم فیہ و ھو موثق،محقق: محمد شکوربن محمود، مکتبۃ المنار، الزرقاء، ط۱، ۱۹۸۶م۔
151.الذہبی، محمد بن احمد بن عثمان،سیرأعلام النبلاء، تحقیق:شعیب،الأرنؤوط اور دیگر،مؤسسۃ الرسالۃ ،ط ۳، ۱۹۸۵م۔
152.الذہبی، محمد بن احمد بن عثمان،میزان الاعتدال، تحقیق:علی محمد معوض، عادل احمدعبدالموجود، دارالکتب العلمیۃ، ط۱،۱۹۹۵م۔
153.الزبیدی، محمد بن محمد بن عبدالرزاق، تاج العروس من جواھر القاموس، تحقیق: عبدالسلام احمد وآخرین ، وزارۃ الأعلام بالکویت، ۱۹۶۵م۔
154.الزرکلی، خیر الدین بن محمود بن محمد ، الأعلام، دارالعلم للملایین، ط۱۵، ۲۰۰۲م۔
155.الزیلعی،عبداللہ بن یوسف بن محمد، تخریج الأحادیث والآثار الواقعۃ فی تفسیر الکشاف للزمحشری، تحقیق:عبداللہ بن عبدالرحمٰن السعد، دار ابن خزیمۃ، الریاض، ط۱،۱۹۹۳م۔
156.السمعانی،عبدالکریم بن محمدبن منصور،الأنساب، تحقیق:محمدعبدالقادرعطاء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱،۱۹۹۸م۔
157.السہیلی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد، الروض الأنف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، تحقیق:عمر عبدالسلام السلامی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۲۰۰۰م۔
158.السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر،اسماء المدلسین، تحقیق: محمود محمد محمود حسن، دارالجیل، بیروت، ط۱۔
159.السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القرآن، تحقیق: سعید المندوب، دار الفکر، لبنان، ط۱، ۱۹۹۶م۔
160.السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر،الخصائص الکبریٰ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۸۵م۔
161.السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر،اللآلی المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، طبع و تاریخ طبع نامعلوم۔
162.السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر و القاھرۃ، تحقیق: محمدابوالفضل ابراہیم، دار احیاء الکتب العربیۃ، مصر، ط۱، ۱۹۶۷م۔
163.السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر ، طبقات الحفاظ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت،ط۲،۱۹۹۴م۔
164.الشافعی، محمدبن ادریس ، الأم ، دارالفکر، بیروت ، ط ۲، ۳۸۹۱م۔
165.الشافعی، محمد بن ادریس، أحکام القرآن، تحقیق: عبدالغنی عبدالخالق، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۷۹م۔
166.شبلی نعمانی علامہ ، سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ، ادارہ اسلامیات، لاہور، ط۱، ۲۰۰۲م۔

167.شوقی ابوخلیل،أطلس القرآن، مکتبۃ دارالسلام، الریاض،۲۰۰۳ م۔
168.الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، الفوائد المجموعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ، تحقیق: عبدالرحمٰن یحی، المکتب الاسلامی، بیروت، ط۳، ۱۹۸٦م۔
169.الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر الجامع بین فنی الرواۃ و الدرایۃ من علم التفسیر، دارالفکر، بیروت،۱۹۸۸م۔
170.صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، مکتبہ السلفیۃ، لاہور، ۲۰۰۳م۔
171.الضیاء المقدسی، الأحادیث المختارۃ، تحقیق: عبدالملک بن عبداللہ بن دہیش، مکتبہ النہضۃ الحدیثۃ ، مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۱۹۸۹م۔
172.الطبرانی، سلیمان بن احمد ، المعجم الکبیر، تحقیق:حمدی بن عبدالحمید، مکتبۃ العلوم و الحکم، الموصل، ط۲، ۱۹۸۳م۔
173.الطبرانی، سلیمان بن احمد ، مسند الشامین، تحقیق: حمدی بن عبدالحمید، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط۱، ۱۹۸۴م۔
174.الطبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الأوسط، تحقیق: طارق بن عوض اللہ، عبدالمحسن بن ابراہیم، دار الحرمین، القاہرۃ، ۱۹۹۴م۔
175.الطبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الصغیر، تحقیق:محمد شکور محمود الحاج، المکتب الاسلامی، بیروت، ط۱، ۱۹۸۵م۔
176.الطبری، محمدبن جریربن یزید، جامع البیان فی تأویل القرآن، تحقیق: احمد محمد شاکر، مؤسسۃ الرسالۃ، ط۱،۲۰۰۰م۔
177.الطبری، محمدبن جریربن یزید ، تاریخ الأمم و الملوک، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۹۸٦م۔
178.الطستی، عبدالصمد بن علی، مسائل نافع بن الأزرق بن عبداللہ بن عباس،محقق:محمد احمد احمد الرابی، مکتبہ الجفان و الجابی، قبرص، ط۱، ۱۹۹۳م۔
179.عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی ،تفسیر القرآن، تحقیق: مصطفیٰ مسلم محمد، مکتبۃ الرشد، الریاض، ط۱، ۱۹۸۹م۔
180.عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی ، مصنف عبدالرزاق، تحقیق:حبیب الرحمٰن أعظمی، المکتب الاسلامی، بیروت، ط۲، ۱۹۸۳م۔
181.عبدالرؤف المناوی، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ ، مصر، ط۱، ۱۹۳۷م۔
182.عبدالفتاح بن السید عجمی، ہدایۃ القاری الی تجوید کلام الباری، مکتبۃ طیبۃ، المدینۃ المنورۃ، ط۲، تاریخ طبع نا معلوم۔
183.عبدبن حمید بن نصر، المنتخب من مسند عبدبن حمید، تحقیق:صبحی البدری، محمود محمد خلیل، مکتبۃ السنۃ، القاہرۃ، ط۱، ۱۹۸۸م۔
184.العجلونی، اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی، کشف الخفاء و مزیل الالباس عما اشتہر من الأحادیث علی ألسنۃ الناس ، ط۳، ۱۹۸۸م۔

185.العجلی،احمد بن عبد الله بن صالح،تاریخ الثقات، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۹۹۴م۔

186.عسکری، حسن بن عبداللہ بن سہل، کتاب جمہرۃ الأمثال، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، عبدالمجید قطامش، دار الفکر، بیروت، ط۲، ۱۹۸۸م۔

187.العقیلی، محمد بن عمرو بن موسی، کتاب الضعفاء، تحقیق: مازن بن محمد السرساوی، دار مجد الاسلام، القاھرۃ، ط۱، ۲۰۰۸م۔

188.علوی بن عبدالقادر، تخریج أحادیث و آثار کتاب فی ظلال القرآن لسید قطب ، دارالھجرۃ للنشر و التوزیع، ط۲، ۱۹۹۵م۔

189.عمر رضا کحالہ، معجم قبائل العرب القدیمۃ و الحدیثہ، دارالعلم للملایین، بیروت، ۱۹۶۸م۔

190.الفاکہی، محمد بن اسحٰق بن العباس، اخبار مکۃ فی قدیم الدھر و حدیثہ، محقق: عبدالملک عبداللہ دہیش، دار خضر، بیروت، ط۲، ۱۹۹۳م۔

191.الفراء، معانی القرآن، تحقیق:احمد یوسف نجاتی، محمد علی نجار، دارالکتب المصریہ، القاھرۃ،ط۱، ۱۹۵۵م۔

192.الفسوی، یعقوب بن سفیان بن جوان، المعرفۃ و التاریخ، مکتبۃ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط۱، ۱۹۸۱م۔

193.فضل الرحمٰن سید ، فرہنگ سیرت، زوار اکیڈمی، کراچی، ط۱، ۲۰۰۳م۔

194.قاسم محمود سید ، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، مکتبۃ الفصل، لاہور، ۲۰۰۸م۔

195.القراب ابو یعقوب، اسحٰق بن ابراہیم، فضائل الرمی فی سبیل اللہ، تحقیق: مشہور حسن محمود سلمان، مکتبۃ المنار، الزرقاء، الأردن، ط۱، ۱۹۸۹م۔

196.القرطبی،محمد بن احمد بن ابی بکر، الجامع لأحکام القرآن، تحقیق: احمد البردونی، ابراہیم أطفیش، دارالکتب المصریۃ، القاھرۃ۔ ط۲، ۱۹۶۴م۔

197.القضاعی، محمد بن سلامہ، مسند الشھاب، تحقیق: حمدی بن عبدالمجید السلفی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط۲، ۱۹۸۶م۔

198.الکاسانی، ابوبکر بن سعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، پاکستان، تاریخ طبع نامعلوم۔

199.الکتانی، محمد بن جعفر، الرسالۃ المستطرفۃ، دارالبشائر الاسلامیۃ، بیروت،ط۶،۲۰۰۲م۔

200.الکلاباذی، احمد بن محمد بن الحسین، الھدایۃ والارشاد فی معرفۃ أھل الثقۃ و السداد، محقق: عبداللہ اللیثی، دارالمعرفۃ، بیروت، ط۱، ۱۹۸۶م۔

201.اللالکائی، أصول اعتقاد أھل السنۃ و الجماعۃ، تخریج و تعلیق: نشات بن کمال مصری، دارالبصیرۃ، اسکندریۃ، طبع و تاریخ نا معلوم۔

202.لبید بن ربیعۃ بن مالک، دیوان لبید بن ربیعۃ العامری، دارالمعرفۃ، بیروت، ط۱، ۲۰۰۳م۔

203.امام مالک، مالک بن أنس، المؤطا، تحقیق: محمد مصطفیٰ الأعظمی، مؤسسۃ زاید بن سلطان آل نهیان، ط۱، ۲۰۰۳م۔
204.المحاملی، الحسین بن اسماعیل، أمالی، تحقیق: ابراہیم القیسی، المکتبۃ الاسلامیہ، بیروت، ط۱ ، ۱۹۹۱م۔
205.محمد بن حبیب البغدادی، المنفق فی أخبار قریش، محقق: خورشید احمدفاروق، عالم کتب بیروت۔
206.محمد بن نصر المروزی، تعظیم قدرالصلاۃ، تحقیق: عبدالرحمٰن عبدالجبار الفریوائی، مکتبۃ الدار، المدینۃ المنورۃ، ط۱، ۱۹۸۵م۔
207.محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن،ادارۃ المعارف کراچی، پاکستان،۲۰۰۶م۔
208.محمد عبداللہ سید، محمد امجد الطاف سید اور دیگر، اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، شعبہ اردو معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، ط۲، ۲۰۰۶م۔
209.المرغینانی، علی بن ابی بکر، الہدایة، مکتبۃشرکة علمیة، ملتان، طبع و تاریخ طبع نا معلوم۔
210.امام مسلم، مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، تحقیق: محمد فؤاد عبدالباقی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع و تاریخ طبع نا معلوم۔
211.مغلطائی بن قلیج بن عبداللہ، اکمال تہذیب الکمال فی أسماء الرجال، تحقیق: ابو عبدالرحمٰن عادل بن محمد اور ابو محمد اسامہ بن ابراہیم، مکتبہ الفاروق الحدیثۃ للطباعۃ و النشر، ط۱، ۲۰۰۱م۔
212.المناوی، زین الدین محمد عبدالرؤف، طبقات الصوفیۃ، تحقیق: محمد أدیب الجادر، دار صادر، بیروت، ط۱، ۱۹۹۹م۔
213.النحاس، احمد بن محمد بن اسماعیل ، الناسخ و المنسوخ، تحقیق: محمد عبدالسلام محمد، مکتبۃ الفلاح، کویت، ط۱ ، ۱۹۸۸م۔
214.النحاس، احمد بن محمد بن اسماعیل، معانی القرآن الکریم، تحقیق: محمد علی الصابونی، جامعۃ أم القریٰ، مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۱۹۸۸م۔
215.النسائی، احمد بن شعیب ابو عبدالرحمٰن ، السنن الکبریٰ، تحقیق: عبدالغفارسلیمان البنداری، سید کسروی حسن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۹۹۱م۔
216.النسائی، احمد بن شعیب ابو عبدالرحمٰن ، المجتبیٰ من السنن ، تحقیق: عبدالفتاح أبو غدۃ، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، حلب، ط۲، ۱۹۸۶م۔
217.النسائی، احمد بن شعیب ابو عبدالرحمٰن ، تسمیۃ مشایخ ابی عبدالرحمٰن النسائی و ذکر المدلسین، محقق: حاتم بن عارف العوفی، دار عالم الفوائد، مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۲۰۰۲م۔
218.النسائی ، احمد بن شعیب ابو عبدالرحمٰن ، تسمیۃ فقهاء الأمصار، تحقیق:محمود ابراہیم زاید، دار الوعی، حلب، تاریخ طبع نامعلوم۔

219.نعیم بن حماد المروزی، کتاب الفتن، تحقیق: سمیر أمین الزھیری، مکتبة التوحید، القاھرة، ط۱، ۱۹۹۱م۔
220.النووی، یحی بن شرف ، ریاض الصالحین، تحقیق: محمد ناصر الدین البانی، المکتب الاسلامی، بیروت۔
221.النووی، یحی بن شرف، المنھاج شرح صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۲، ۱۹۷۲م۔
222.النووی، یحی بن شرف، تھذیب الأسماء و اللغات، تحقیق: مصطفی عبدالقادرعطاء، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط۱، ۲۰۰۷م۔
223.الہیثمی، علی بن أبی بکرنورالدین ، بغیة الباحث عن زوائد مسند الحارث بن أبی اسامة، محقق: حسین احمد صالح الباکری، مرکز خدمة السنة و السیرة النبوة، المدینة المنورة، ط۱، ۱۹۹۲م۔
224.الہیثمی، علی بن أبی بکرنورالدین ، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۱م۔
225.واقدی، محمد بن عمر بن واقد، کتاب المغازی، تحقیق: مارسدن جونس، مؤسسة الأعلمی للمطبوعات، بیروت، ط۳، ۱۹۸۹م۔
226.وحید الزمان قاسمی، القاموس الوحید، اداره اسلامیات، لاہور، ط۱، ۲۰۰۱م۔
227. یاقوت بن عبداللہ الحموی، معجم البلدان، دارالفکر، بیروت، طبع و تاریخ طبع نا معلوم۔
228.یحی بن معین، تاریخ ابن معین، تحقیق: احمد محمد نور یوسف، مکتبہ مرکز البحث العلمی، مکہ المکرمة، ط۱، ۱۹۷۹م۔